العِقدُ الفرید

تالیف

الفقیہ احمد بن محمد بن عبدربہ الاندلسی

ترجمہ

ظہیر الدین بھٹی

نظرِ ثانی وتہذیب

نگار سجاد ظہیر

قرطاس

العقد الفرید

تالیف

الفَقیُه أحمد بن محمد بن عبدربه الاندلسی

(متوفی ۳۲۸ھ)

ترجمہ

ظہیرالدین بھٹی

نظر ثانی وتہذیب

نگار سجاد ظہیر

قرطاس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترتیب

(۳) کتاب عسجدہ دوم

❀❀❀

مقدمہ

اندلس میں اسلام کا تاریخی دور کم وبیش آٹھ سو سال پر محیط ہے، ان آٹھ صدیوں میں مسلمانوں کو تاریخ کے مشکل ترین مراحل سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ انھوں نے یورپ کے جنوب مغربی کونے پر ایک بالکل اجنبی ملک میں مختلف النسل، مختلف اللسان اور مختلف المذاہب لوگوں کو ایک ریاست کے سائے میں متحد و منظم کیا۔ وہ اس سرزمین میں جس دشوار اور پیچیدہ صورتِ حال سے دوچار تھے، اس میں ایک مستحکم نظم ونسق اور ایک شاندار علمی روایت قائم کرنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔

اندلس (ہسپانیہ، اسپین) جو اموی خلیفہ، ولید بن عبدالملک کے دورِ خلافت میں عظیم مسلمان بربر سپہ سالار، طارق بن زیاد، اور گورنرِ افریقہ، موسیٰ بن نصیر کے ہاتھوں (۹۲ھ / ۷۱۱ء) میں فتح ہوا، اس کے بعد تقریباً نصف صدی تک اندلس، اسلامی حکومت کا ایک صوبہ رہا۔ پھر جب مشرق میں اموی خلافت، عباسیوں کے ہاتھوں ختم ہوئی تو ہشام بن عبدالملک کا پوتا عبدالرحمٰن (الداخل) بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک، کسی نہ کسی طرح سے مشرق سے فرار ہوکر مغرب پہنچا اور اس نے اندلس میں اموی حکومت کی بنیاد ڈالی، اولی العزمی، قوتِ ارادی اور جہد مسلسل کی یہ ایک علیحدہ طولانی داستان ہے، جس کے بیان کا یہ موقع نہیں۔

عبدالرحمٰن الداخل کی حکومت سے مغرب میں بنوامیہ کا دورِاقتدار شروع ہوا۔ یہ اموی حکمران خود کو امیر کہلواتے تھے تاہم آٹھویں اموی حکمران عبدالرحمٰن الثالث، جس کا پچاس سالہ دورِ حکومت ۳۰۰ھ تا ۳۵۰ھ مطابق ۹۱۲ء تا ۹۶۱ء تک رہا۔ اس نے اپنے اقتدار کے سترہویں سال خلافت کا اعلان کر دیا (۳۱۷ھ/ ۹۲۹ء)۔ یوں چوتھی صدی عیسوی وہ زمانہ تھا جب مسلم دنیا پر بیک وقت تین خلفاء حکمران تھے۔

۱۔ مشرق میں بنو عباس کی خلافت قائم تھی، ان کا مرکز بغداد تھا۔

۲۔ مغرب یعنی اندلس (ہسپانیہ) میں بنوامیہ کی خلافت تھی، اور ان کا مرکزِ حکومت قرطبہ تھا۔

۳۔ مصر میں فاطمیوں کی خلافت تھی اور ان کا سیاسی مرکز قاہرہ تھا۔

چوتھی صدی ہجری/دسویں صدی عیسوی میں اول الذکر خلافت عرصۂ زوال میں تھی، ثانی الذکر خلافت اپنے عروج پر تھی اور ثالث الذکر خلافت، عہد طفولیت میں تھی۔

عبدالرحمٰن الثالث کا پچاس سالہ دورِ حکومت ہر اعتبار سے ایک شاندار دور تھا۔ حکومت کو زبردست سیاسی استحکام حاصل تھا، فرانس، جرمنی اور دیگر ممالک سے سفارتیں، اس کے دربار میں حاضر ہوتی تھیں۔ معاشی خوشحالی کا حال یہ تھا کہ دنیا کی کوئی بندرگاہ ایسی نہیں تھی جہاں ہسپانوی تجارتی جہاز موجود نہ ہوں اور ثقافتی ترقیوں کا یہ حال تھا، جو چرخِ نیلی فام نے نہ اس سے قبل دیکھا نہ اس کے بعد۔ یورپ کی نشاۃ الثانیہ کے بیشتر اسباب اسی دور میں مہیا ہوئے۔

اسی شاندار دور میں ابن عبدربہ نے اپنی زندگی کا رُبع آخر گذارا، وہ بھی اسی علمی و تہذیبی ماحول کا حصہ تھا۔ اس زمانے کے بارے میں 'گِب' کہتے ہیں:

"...The reign of the illustrious 'Abd ar-Rahman III (912-961), marks also the period when the genius of the spanish Muslims, so long in germinating, found itself, to produce during the following centuries a series of men of letters whose works are among the

most brilliant memorials of the Muslims Civilization."

(Gibb; H.A.R, 'Arabic Literature' P.108, Oxford, 1963)

ان صاحبِ تصانیف اہلِ قلم میں، پہلا ہسپانوی مولف، جس کی تصنیف ہم تک پہنچی، ابن عبدربہ (۸۶۰ء تا ۹۴۰ء) ہے۔ ابوعمر احمد بن محمد بن عبدربہ بن حبیب بن حُدَیر بن سالم، قرطبہ میں ۱۰ر رمضان ۲۴۶ھ/ ۲۹ر نومبر ۸۶۰ھ کو پیدا ہوا۔ اُس کی تقریباً تمام زندگی اندلس میں ہی گذری اور قرطبہ ہی میں ۱۸ر جمادی الاولیٰ ۳۲۸ھ/ ۳ر مارچ ۹۴۰ء کو وفات ہوئی، وفات سے چند سال قبل وہ فالج میں مبتلا ہوئے اور اسی بیماری سے ان کا خاتمہ ہوا، قرطبہ کے مقبرہ بنی العباس میں دفن ہوئے۔

سالم (اور ایک روایت کے مطابق حُدَیر) اندلس کے دوسرے اموی امیر ہشام بن عبدالرحمٰن الداخل بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان بن حکم کا مولیٰ تھا، لیکن اس کے باوجود ابن عبدربہ پر تشیع کا غلبہ تھا، جس کا اندازہ اس کی تالیف 'عقدالفرید' کے مطالعہ سے ہو جاتا ہے۔ اُس کی شہرت، اس کی زندگی میں ہی پھیل گئی تھی اور اسلامی مملکت کے مشرقی و مغربی، دونوں حصوں میں اسے قدرومنزلت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اسے موسیقی اور طب میں بھی دسترس حاصل تھی، لیکن اس کی عظمت وشہرت کی اصل نقیب اس کی شاعری اور ادب تھا، اس کے دیوان کا نام المُمَحِّصات ہے۔

ابن عبدربہ اُسی پائے کا ادیب ہے جس پائے کے جاحظ اور ابوالفرج اصفہانی تھے، اگرچہ دونوں اس سے 'ادب اور تفنن' میں بڑھے ہوئے تھے تو علم و تعقل میں ابن عبدربہ کا پایہ ان سے بڑھ کر ہے، اسی لئے فواد بستانی اسے 'کثیر العلم ادیب' لکھتے ہیں۔ یاقوت حموی اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ابوعمر علم میں ممتاز تھا، ادب میں اسے سربراہی کے ساتھ ساتھ یہ شہرت بھی حاصل تھی کہ وہ ایماندار اور محتاط تھا۔ اُس کو ایسے مواقع اور ایسا ماحول ملا جس میں علم کی بڑی قدر تھی، چنانچہ گمنامی کے بعد اسے سربراہی ملی، مفلسی کے بعد اسے

دولت وثروت حاصل ہوئی اور اسے بہت سے امور میں ترجیح دی جانے لگی لیکن اس کا غالب شوق شاعری ہی تھا۔'' (معجم الادباء، جلد ا، صفحہ ۶۱۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۱ء)

اس کی شاعری ہی کی بنیاد پر متنبّی اسے ''ملیح الاندلس'' کے نام یاد کرتا تھا۔ زیّات، تاریخ الادب العربی میں لکھتے ہیں: ''ابن الخطیب کا بیان ہے کہ ولید اندلسی جب حج سے واپسی میں مصر میں رُکا، تو وہاں مسجدِ عمرو بن العاص میں اس کی ملاقات متنبّی سے ہوئی، دونوں میں باتیں ہوئیں تو متنبّی نے کہا ''کیا آپ ملیح اندلس (یعنی ابن عبدربہ) کا کچھ کلام نہیں سنائیں گے''۔ اس پر ولید نے کچھ اشعار سنائے تو متنبّی بہت محظوظ ہوا اور اسے مکرّر سنا، پھر کہنے لگا: یا ابن عبد ربہ لقد تاتیک العراق حبوا (یعنی اے ابن عبدربہ! عراق تمہاری طرف گھٹنوں کے بل چل کر آتا ہے) متنبّی کا یہ اظہارِ پسندیدگی ابن عبدربہ کے فنِ شاعری کے بارے میں کافی سند ہے۔'' (زیّات، احمد حسن، تاریخ الادب العربی، ص ۳۳۵، قدیمی کتب خانہ کراچی، س ن)

یہ بہت پُرگو شاعر تھا، حمیدی نے اس کا مجموعہ کلام جو، بیس اجزاء سے بھی زیادہ پر مشتمل تھا، دیکھا تھا۔ جس کا بڑا حصّہ اس کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا، جو اُس نے اموی خلیفہ عبدالرحمٰن الثالث کے بیٹے حکم (جو عبدالرحمٰن الثالث کے بعد حکم ثانی کے نام سے خلیفہ ہوا) کے لئے لکھے تھے۔ ابن عبدربہ نے اپنی تالیف العقد الفرید میں جگہ جگہ اپنی شاعری کے اقتباسات دیئے ہیں، فاضل مولف اپنی کتاب کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

''میں نے کتاب کے ہر حصّے میں شواہد کے طور پر ایسے اشعار پیش کئے ہیں جو موضوعِ گفتگو کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ اپنے اشعار بھی دیئے ہیں تاکہ پڑھنے والے کو معلوم ہو کہ ہمارا یہ مغرب اگرچہ بہت دور افتادہ ہے اور ہمارا ملک مشرقی علاقوں سے کٹا ہوا ہے تاہم اس کو بھی نظم ونثر سے، بہرۂ وافر ملا ہے۔''

ابن عبدربہ کی سب سے اہم نثری تالیف العقد الفرید (منفرد و یکتا ہار) ہے جسے وہ جوھر الجواھر و لباب اللُّباب (جواہرات کا جواہر اور مغزوں کا مغز) کہتے ہیں۔ مولف نے اپنی کتاب کا نام صرف العِقد ہی رکھا تھا، چنانچہ فتح بن خاقان، یاقوت حموی اور ابن خلکان وغیرہ نے اس کا یہی نام دیا ہے لیکن بعد کے ادیب اس کی یکتائی اور عظمت کے پیشِ نظر ''الفرید'' کا لفظ بڑھا کر اسے العقدالفرید کہنے لگے اور اب یہ کتاب اسی نام سے مشہور ہے۔ یہ تالیف عربی ادب کی ''امہات الکتب'' میں شمار ہوتی ہے۔ اس میں مولف نے خطبے، اشعار، انساب، حکماء و ادباء کے اقوال، ضرب الامثال، علم عروض، علم الحان، طب، موسیقی اور تاریخ وغیرہ کے بہت سے دلچسپ شاہکار جمع کر دیئے ہیں۔ اس نے اپنی اس علمی و ادبی تالیف کو پچیس ابواب اور ہر باب کو دو فصول میں تقسیم کر کے ہر باب کا نام جواہرات کے ناموں پر رکھا ہے۔ مثلاً یاقوت، زبرجد، زمرد وغیرہ۔ ابواب کی مکمل تفصیل دیباچۂ مولف میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

جہاں تک اس کتاب کے ماخذ کا سوال ہے، تو اس کے ماخذ کے طور پر ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) کی عیون الاخبار، اور اصمعی اور شیبانی وغیرہ کی مرویات کا نام لیا جاتا ہے۔ مولف نے اصمعی، ابوعبیدہ، جاحظ، ابن قتیبہ اور ابن کلبی وغیرہ کے ادبی و تاریخی ذخیروں سے کشید کردہ معلومات کا انتخاب، عقدالفرید میں جمع کیا ہے۔ عقدالفرید نہ تاریخ کی کتاب ہے نہ سیرت کی، لیکن اس میں سیرت کا ایک مکمل باب اور متعلقاتِ سیرت کی روایات کا قابلِ ذکر حصہ ہونے کی وجہ سے بعض سیرت نگاروں نے ابن عبدربہ کو اندلس کا پہلا سیرت نگار مانا ہے (دیکھیے نثار احمد، 'اسلامی اندلس میں سیرت نگاری کا ارتقاء' مشمولہ 'اندلس کی اسلامی میراث، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد ۱۹۹۶ء ص ۱۳۲)۔

اسی طرح عقدالفرید، تاریخ کی کتاب نہیں ہے لیکن اس میں تاریخ کے حوالے سے معتد بہ حصہ ضرور ہے، چونکہ یہ کثیر تاریخی معلومات، مستند کتابوں سے (جن کا ذکر اوپر ہوا) اخذ کی گئی ہیں لہٰذا بیشتر مستند اور معتبر ہیں۔ مولف نے طوالت سے بچنے کی خاطر زیادہ تر واقعات و اخبار سے اسناد حذف کر دی ہیں لیکن وہ ان کی سند سے خود مطمئن ہیں جیسا کہ انہوں نے دیباچۂ

کتاب میں لکھا ہے (ص ٦-٥)۔ تاہم کئی مقامات پر ہمیں اسناد کا اہتمام نظر آتا ہے، جیسا کہ قارئین خود ملاحظہ کریں گے۔

ابن عبدربہ اندلس میں پیدا ہوئے اور وہیں پروان چڑھے لیکن حیرت یہ ہے کہ ان کی اس کتاب کا تمام تر مواد مشرقی احوال و افکار پر مشتمل ہے، پوری کتاب (عقد الفرید) میں سوائے ان کی اپنی ذات کے، اندلس اور اہلِ اندلس کا کوئی ذکر نہیں۔ یہی وجہ تھی جس پر صاحبِ طرز ادیب و شاعر، بویہی خاندان کے وزیر اور اپنے عہد کے اربابِ علم وادب میں ایک نامور ہستی، ''الصاحب'' ابن عباد (م ۲۰/ مارچ ۹۹۵ء) نے عِقد الفرید کو دیکھ کر کہا تھا ھٰذہٖ بضاعتنا ردّت الینا (یعنی یہ تو ہمارا ہی مال ہے جو ہمیں لوٹایا گیا ہے)۔ یہ دلچسپ واقعہ یاقوت حموی اپنی 'معجم الادباء' میں لکھتا ہے کہ جب ابن عباد کو اس کتاب کی خبر ہوئی تو یہ سوچ کر کہ یہ ایک اندلسی کی تالیف ہے، اس میں اندلس اور اہل اندلس کے حالات ہوں گے، ابن عباد نے اس کتاب کے حصول کے لئے تگ و دو کی اور جب کتاب ملی اور اس نے مطالعہ کیا تو کہا، یہ تو ہمارا ہی مال ہے جو ہمیں لوٹایا گیا ہے، اس کی ہمیں حاجت نہیں۔ لہٰذا اُس نے یہ کتاب لوٹا دی۔ (جلد ۱، ص ۶۱۲)

اس کتاب نے اہلِ اندلس کو اہلِ مشرق سے متعلق بیش قیمت معلومات فراہم کیں، اس کا اسلوب تکلف سے پاک واضح اور سلیس ہے تاہم کہیں کہیں مسجع عبارتیں بھی ہیں۔

عقد الفرید سب سے پہلے ۱۸۷۶ء (مطابق ۱۲۹۳ھ) میں بولاق سے چھپی۔ قاہرہ سے بالترتیب ۱۸۸۵ء، ۱۸۸۷ء اور ۱۸۹۹ء میں شائع ہوئی اور بیروت سے ۵۵-۱۹۵۱ء میں۔

مختار العقدالفرید کے نام سے اس کتاب کی ایک تلخیص قاہرہ سے شائع ہو چکی ہے۔ فرانسیسی مستشرق تورنل (Tournel) نے اصل کتاب کے بعض حصوں کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کر کے انہیں متن کے بغیر پیرس سے ۳۸-۱۸۳۶ء شائع کیا۔

عقد الفرید کا اردو ترجمہ نہیں ہوا۔ ہمارے اکابر اسلاف کی بیشتر کتابوں کی طرح یہ بھی ایک ضخیم تالیف ہے۔ جو اشاعت ہمارے پیشِ نظر ہے یہ آٹھ جلدوں میں دارالکتب

العلمیہ، بیروت سے شائع ہوئی، اس کا تیسرا ایڈیشن ۲۰۰۶ء میں طبع ہوا، جو ڈاکٹر مفید محمد قمیحہ کی تحقیق کے ساتھ ہے۔ اپنے محدود وسائل کی وجہ سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ عِقد الفرید کا انتخاب شائع کیا جائے۔ انتخاب بھی ایک کارِ دشوار ہے، بلکہ فاضل مولف ابن عبدربہ اپنی تالیف کے دیباچہ میں لکھتے ہیں ''یاد رہے کلام کا انتخاب کرنا، اس کی تالیف سے بھی زیادہ مشکل ہوا کرتا ہے۔'' اس کے بعد انہوں نے بعض کہاوتوں، اشعار اور اقوال کو اپنے اس بیان کے حق میں، بطور دلائل استعمال کیا ہے۔ ان سب کے باوجود راقمہ کی ناچیز رائے میں تصنیف یا تخلیق کو بہر حال انتخاب پر فوقیت و برتری حاصل ہوتی ہے۔ تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ شعر یا نثر کا انتخاب، مولف کے فکر و فلسفہ کا مظہر اور اس کی عقل و دانش کا امتحان ہوتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب، 'عقد الفرید' کی تلخیص نہیں بلکہ انتخاب ہے۔ انتخاب کے لئے صرف ایک ہی اصول کا خیال رکھا گیا ہے وہ یہ کہ منتخب کردہ ابواب و فصول کا راست تعلق اسلامی تاریخ سے ہو، تاہم بعض عنوانات پھر بھی شامل ہونے سے رہ گئے، اس کا سبب کتاب کی بڑھتی ہوئی ضخامت تھی۔ اگر قارئین نے اس کتاب کو پسند کیا تو دوسرا ایڈیشن دو جلدوں پر مشتمل کر دیا جائے گا، اور رہ جانے والی بعض اہم اور مفید تاریخی معلومات کو اس میں سمیٹنے کی کوشش کی جائیگی۔

عقد الفرید کی ترتیب کچھ اس نوعیت کی ہے کہ اس سے استفادہ آسان نہیں۔ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع نے اس کی فہارس مرتب کی تھیں جو دانشگاہِ پنجاب، لاہور سے شائع ہوئی (Analytical Indices of the Kitab 'Al-Aqd Al-Fareed)۔ بدقسمتی سے یہ فہارس مجھے دستیاب نہیں ہوسکیں، تاہم جو مرتبہ نسخہ میرے پیشِ نظر ہے اور جس کا ہم نے ترجمہ کیا ہے اس میں محقق نے مناسب سرخیاں اور ذیلی سرخیاں قائم کردی ہیں، جن کی وجہ سے کتاب سے استفادہ آسان ہوگیا ہے۔ زیرِ نظر انتخاب کا اشاریہ رجال و اعلام بھی مرتب کیا جاسکتا تھا لیکن اس میں ایک پورا باب انساب کا ہے، لہٰذا اشاریہ بنانا کارِ دشوار تھا۔ محققین کی مدد کے لئے تفصیلی فہرست کسی حد تک یہ معاملہ آسان کردے گی۔

کتاب کا ترجمہ ظہیر الدین بھٹی صاحب نے کیا ہے، جو اس سے قبل بھی کئی کتابوں

کے ترجمے کر چکے ہیں۔ میں نے ترجمہ شدہ مواد کا اصل عربی متن سے موازنہ ضرور کیا ہے تاہم عموماً ترجمہ کو چھیڑنے سے احتراز برتا ہے، بعض جملوں اور بعض جگہ اشعار کے ترجمے کو زیادہ ادبی، رواں اور شیریں بنانے کی جسارت ضرور کی گئی ہے۔

حواشی میں سے جو حاشیہ مترجم کا تحریر کردہ ہے، اس کے آگے (مترجم) اور جو راقمہ کا تحریر کردہ ہے اس کے آگے (ن س ظ) کی تصریح کردی گئی ہے۔ اُمید ہے طلباء، محققین، اساتذہ اور دانشوروں کے لئے یہ کتاب مفید ثابت ہوگی کہ اردو زبان میں عقد الفرید کا یہ پہلا (مگر مکمل نہیں) ترجمہ ہے۔

نگار سجاد ظہیر
۳؍اکتوبر ۲۰۱۳ء
کراچی۔

جز اول

(ص۳۔۸)

دیباچہ مؤلف

ابوعمرو احمد بن عبداللہ اندلسی رحمہ اللہ نے فرمایا: حمد وثنا اللہ کے لیے ہے جو ابتداء کے بغیر اوّل ہے اور انتہاء کے بغیر آخر ہے۔ جو اپنی قدرت میں منفرد ہے اور اپنے غلبہ واقتدار میں بزرگ وبرتر ہے۔ جہات اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں اور صفات اس کی تعریف بیان نہیں کرسکتیں۔ آنکھیں اس کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں اور گمانوں کی دسترس سے وہ ماوراء ہے۔ احسان کے ساتھ آغاز فرمانے والا ہے اور منّ وامتنان کے ساتھ ازسرنو کرم کرنے والا ہے۔ وہ اپنی مخلوق کو فناء کے گھاٹ اتار کر اپنی بقاء پر دلالت کرنے والا ہے اور اپنے ماسوا ہر شے کو عاجز و بے بس ظاہر فرما کر اپنی قدرت وغلبہ کا ثبوت فراہم کرنے والا ہے۔ وہ گنہگار کے گناہ کو اپنے عفو وکرم سے ڈھانپنے والا ہے۔ وہ نادان وجاہل کی برائی کو اپنی بردباری سے چھپانے والا ہے۔

حمد وثنا اس ذاتِ بے ہمتا کے لیے ہے جس نے اپنی معرفت کو اضطرار قرار دیا اور اپنی عبادت کو اختیار ٹھہرایا۔ اللہ نے ایک طرف تو ناطق مخلوق پیدا کی جو اس کی وحدانیت کا اقرار زبان سے کرتی ہے اور دوسری طرف خاموش مخلوق خلق کی جو اس کی ربوبیت سے ترساں و لرزاں رہتی ہے۔

اس کی قدرت سے باہر کوئی چیز نہیں نکل سکتی اور نہ ہی کوئی چیز اس کی نظروں سے اوجھل ہوسکتی ہے۔ وہ ذات جس نے اپنی رحمت کو فضل سے ملا دیا اور عدل کو اپنے عذاب سے جوڑ دیا۔ پس لوگ اس کے فضل وعدل کے مابین کی صورت سے دوچار ہیں۔ زوال سے ہمکنار ہیں اور دارِ بلاء سے دارِ جزاء کی طرف منتقل ہونے میں مشغول ہیں۔

میں اس کی حمد بجالاتا ہوں اس کی بردباری پر اس کے علم و دانش کے بعد اور اس کی ثناء میں رطب اللسان ہوں اُس کے عفو وکرم پر اس کے قبضہ واقتدار کے بعد۔ وہ اپنی حمد وثناء پر خوش ہوا اپنی عظیم الشان نعمتوں کی قیمت کے طور پر اور اپنی گراں قدر قدرتوں کی ثمن کے لحاظ سے اس نے حمد وثناء کو پسند کیا۔

اللہ سبحانہ نے اپنی حمد وتعریف کو اپنی رحمت کی کلید قرار دیا ہے اور اپنی نعمتوں کا بدل ٹھہرایا ہے۔ اللہ بزرگ و برتر کے ارشاد کی رو سے اہل جنت کی آخری پکار یہ ہوگی۔ ﴿وآخر دعواھم أنِ الحمد للہ ربّ العالمین﴾ [1] اوران کی ہر بات کا خاتمہ اس پر ہوگا کہ ''ساری تعریف اللہ ربّ العالمین ہی کے لیے ہے''۔

اور صلوۃ وسلام ہو ہمارے آقا محمد نبی مکرم پر جو مقرب شفاعت کرنے والے ہیں، جن کی بعثت سب سے آخر میں ہوئی مگر انہیں سب سے پہلا برگزیدہ کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپؐ کے اہل طاعت وفرمانبرداری میں شامل فرمایا اور آپؐ کی شفاعت سے نوازا۔

حمد و درود کے بعد! ہر امت وقوم کے باخبر اور تجربہ کار اہل علم نے ادب پر خامہ فرسائی کی ہے اور ہر زمان و مکان میں مختلف زبانوں کے ذریعہ علوم وافکار میں فلسفیانہ روش اپنائی ہے۔ ان میں سے ہر متکلم نے اس امر کی بھرپور سعی کی ہے کہ وہ اپنے متقدمین کے شاندار اور انوکھے معانی ومطالب کا اختصار پیش کرے اور ماضی کے حضرات کے الفاظ وکلمات کے جواہر کا انتخاب کردے۔ ان حضرات کی کاوشیں اتنی زیادہ ہوگئیں کہ ان میں مختصر کو مزید اختصار میں ڈھالنا پڑا اور ان کے انتخاب کو ایک بار پھر مزید منتخب کرنا پڑا۔

---

[1] سورۃ یونس آیت ۱۰

اس عمل کا جائزہ لیتے ہوئے یہ حقیقت میرے مشاہدے میں آئی کہ ہر طبقہ کا آخری گروہ، اور حکمت وادب کے واضعین ومؤلفین کے آخری لوگ اپنی نگارشات میں اپنے پہلوں کی نسبت الفاظ زیادہ شریں لاتے ہیں، ان کی تحریروں کا ڈھانچہ نسبتاً زیادہ محکم ومضبوط ہے اور ان کا پیش کرنے کا منہج واسلوب زیادہ واضح ہے۔ اور اس میں ان کا کوئی کمال نہیں اور نہ ہی اولین حضرات کا کوئی قصور ونقص ہے، اس لیے کہ ابتداء کرنے والا تو کام کو آراستہ وہموار کرتا ہے جب کہ بعد میں آنے والے کے لیے پہلے سے ایک نمونہ ومثال موجود ہوتی ہے۔

قارئین کرام کا فرض ہے کہ وہ علم وحکمت اور ادب ودانش کی نگارشات اور ترجمہ شدہ تالیفات کا بہ نظرِ انصاف جائزہ لیں۔ پھر اپنی عقل کو منصف ٹھہرائیں۔ ایسا کرنے کے بعد انہیں معلوم ہوگا کہ علم وحکمت اور فلسفہ ودانش اور ادب ولٹریچر کا یہ سارا سلسلہ کتب درحقیقت ایک ایسے گھنے پیڑ کی مانند ہے جس کی جڑیں مضبوطی سے پاتال میں قائم ہیں اور جس کی شاخیں خوب پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ شجرِ سایہ دار زرخیز پاکیزہ مٹی رکھتا ہے، اس کا پھل انتہائی شریں اور مرغوبِ خاطر ہے۔ جس شخص نے بھی اس پیڑ کے کسی حصے سے استفادہ کیا اسے نبوت کی میراث ملی، اس نے حکمت وفلسفہ کا منہاج پایا۔ اس درخت کا قرب پانے والا کبھی افسردہ نہ ہوگا اور اس پیڑ کے پھل سے بہرہ ور ہونے والا گمراہی کے اندیشہ میں گرفتار نہ ہوگا۔

میں نے کتاب ہذا تالیف کرتے ہوئے اس کے جواہر ریزوں کا انتخاب، آداب کے منتخب جواہر میں سے کیا ہے اور بیان کے جوامع میں سے پسندیدہ موتی اس کتاب کے دامن میں بھر دیے ہیں، گویا یہ کتاب جواہرات کا جواہر اور مغزوں کا مغز ہے۔

پھر میں نے مختلف جواہر ریزوں کو اس حسن وخوبی سے باہم پرویا ہے اور میرا یہ انتخاب اتنا عمدہ ہے اور اس حسنِ اختصار سے کام لیا ہے کہ اس حسنِ انتخاب اور عرق ریزی پر ہر صاحب دل عش عش کر اٹھتا ہے۔ پھر میں نے حسین وجمیل موتیوں کو کتاب کی اس لڑی میں اتنی عمدگی سے پرویا ہے کہ گویا میں نے دیدہ ودل کو فرشِ راہ بنا دیا ہے۔

مختلف کتابوں سے میرے حسن انتخاب کے ماسوا جو کچھ ہے وہ علماء کے اقوال زریں

ہیں اور حکماء و ادباء کے علم و دانش کے تابندہ موتی ہیں۔

یاد رہے کہ کلام کا انتخاب کرنا اس کتاب کی تالیف سے بھی زیادہ مشکل ہوا کرتا ہے۔

ایک کہاوت ہے: اختیار الرجل وافد عقلہ ''انسان کا انتخاب اس کی عقل کا مظہر و ثبوت ہوا کرتا ہے''۔ شاعر کہتا ہے:

قدعر فناک باختیارک اذکا   نَ دلیلاً علی اللبیب اختیارہ

[ہم نے آپ کے حسنِ انتخاب کو جان لیا ہے اگر انسان کا انتخاب عقلمند ہونے کی دلیل ہوتو]

افلاطون نے کہا ہے: لوگوں کی عقلیں ان کے قلموں کی نوکوں میں مستور ہوا کرتی ہیں اور ان کے حسنِ انتخاب سے نمودار ہوا کرتی ہیں۔

پس میں نے نظائرِ کلام کو تلاش کیا ہے، معانی کی اشکال دریافت کی ہیں۔ حکمتوں کے جواہرات کو یکجا کیا ہے۔ ادب کی اقسام کو مرتب کیا ہے اور نادر مثالوں کو ڈھونڈ نکالا ہے۔ ان تمام قیمتی اور نادر اشیاء کی تلاش وجستجو کے بعد میں نے ہم جنس اشیاء کو باہم ملا دیا ہے اور اسے ایک علیحدہ باب کی شکل دی ہے۔ تاکہ متلاشی کو ہر چیز کتاب کے مخصوص حصوں اور الگ ابواب میں مل سکے۔

تمام اخبار و آثار میں سے میری نظرِ انتخاب انتہائی قیمتی موتیوں پر پڑی ہے۔ جو اپنی چمک دمک اور آب و تاب میں دوسروں سے زیادہ درخشندہ تھے۔ لفظ کے لحاظ سے زیادہ جامع و پرکشش اور مطلب و مفہوم کے لحاظ سے زیادہ وقیع و حسین۔ اپنی شرینی و تازگی میں منفرد و دلکش۔ میرا عمل اللہ تبارک تعالیٰ کے اس ارشاد پر رہا ہے: ﴿الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ﴾ [1] جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں۔

یحییٰ بن خالد نے کہا ہے ''لوگ جو کچھ سنتے ہیں، اس میں سے بہترین کو لکھ لیا کرتے ہیں اور جو کچھ لکھوا لیتے ہیں اس میں سے بہترین کو زبانی یاد کیا کرتے ہیں اور جو زبانی یاد ہوا کرتا ہے اس میں سے بہترین کو آگے دوسروں سے بیان کیا کرتے ہیں''۔

---

[1] الزمر: ۱۸

ابن سیرین کا قول ہے: پورے علم کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا پس ہر چیز میں سے بہترین کا انتخاب کر لیا کرو۔

جواہر ریزوں اور علماء وحکماء کے اقوال کے بعد کچھ ایسی باتیں بھی ہیں جو ''گری پڑی'' ہیں۔ یاد رہے کہ ہر عالم پھسلا کرتا ہے، ہر اعلیٰ نسل کا گھوڑا ٹھوکر کھایا کرتا ہے اور ہر تلوار اچٹ جایا کرتی ہے۔

ایک نوشتہ ہے: ''اللہ تعالیٰ کمال کے ساتھ منفرد ہے اور اس نے کسی کو کمی و کوتاہی سے بری الذمہ قرار نہیں دیا''۔ عتابی سے دریافت کیا گیا ''کیا آپ کسی ایسے شخص سے واقف ہیں جو بے عیب ہو؟'' فرمایا ''جس شخص میں عیب نہیں ہوتا وہ کبھی نہیں مرتا اور عوام کی زبانوں سے محفوظ رہنے کا کوئی راستہ نہیں''۔

عتابی ہی کا قول ہے: ''جس نے شعر کہا یا کتاب لکھی اس نے اپنے آپ کو مخالفت کا ہدف ونشانہ بنوالیا اور وہ زبانوں کی نشانہ بازی کے لیے تیار و آمادہ ہو گیا۔ سوائے اس شخص کی تنقید کے جس نے اس کے بارے میں بہ نظرِ انصاف دیکھا اور خواہشاتِ نفسانی سے الگ ہو کر اس کے بارے میں فیصلہ کیا اور ایسے لوگ بہت کم ہوا کرتے ہیں''۔

اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور طوالت سے بچنے کی خاطر میں نے زیادہ تر واقعات و اخبار سے اسناد حذف کر دی ہیں کیونکہ یہ تو مفید اخبار ہیں اور نفع رساں نوادرات اور حکمت سے بھرپور اقوال زرین۔ ان کے ساتھ اگر اسناد متصل رہیں تو بھی کوئی خاص فائدہ نہیں اور اگر زیادہ تر اسناد حذف کر دی جائیں تو بھی اس کا کوئی نقصان نہیں۔

بعض علماء کرام تو قابلِ اتباع سنت اور لازمی شریعت سے متعلق احادیث تک کی اسناد حذف کر دیا کرتے تھے۔ اب فرمایئے کہ ہر کسی منفرد قول، ضرب المثل اور خبر سے اور پھر ایسی بات سے اسناد کیوں نہ حذف کریں جس کی نورانیت اسناد کی بہتات وطول بیانی سے جاتی رہتی ہے۔

حفص بن غیاث نے الاعمش سے حدیث کی اسناد حذف کرنے کے بارے میں

پوچھا تو الاعمش نے اپنا حلق پکڑا اور ایک دیوار کے ساتھ اسے لگایا پھر کہا: یہ اس کی سند۔

ابن السماک نے ایک حدیث بیان کی تو اس سے پوچھا گیا۔ اس کی سند کیا ہے؟ تو کہا ھو من المرسلات عُرفاً ۔[۱] یہ مسلسل آندھی میں سے ہے۔ یعنی یہ ان ہواؤں میں سے ہے جو پے در پے بھیجی جاتی ہیں۔

اصمعی نے ایک خبر روایت کی جب ان سے اس کی اسناد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: یہ بات محکمات میں سے ہے جسے کسی دلیل و حجت کی حاجت نہیں ہوا کرتی۔

حضرت حسن بصری نے ایک حدیث بیان کی، ان سے پوچھا گیا اے ابو سعد! یہ حدیث کس سے مروی ہے؟ فرمایا: ''میرے بھتیجے! تم یہ جان کر کیا کرو گے کہ یہ کس سے مروی ہے؟ تمھیں تو نصیحت پہنچ گئی اور تمھارے خلاف حجت پوری ہوگئی''۔

میں نے ایک وضعی کتاب پڑھی تو دیکھا کہ یہ فنونِ اخبار میں غیر متصرف ہے اور نہ ہی یہ اعلیٰ آثار پر مشتمل ہے۔ لہٰذا میں نے اپنی اس (پیش نظر) کتاب کو ان اکثر معانی و مطالب کے لیے کافی و شافی قرار دیا ہے جو کہ عام و خاص کی زبانوں پر جاری رہتے ہیں اور بادشاہوں اور عوام کی زبانوں سے نکلتے رہتے ہیں۔

میں نے اپنی کتاب کے ہر حصے کو اشعار سے مزین کیا ہے۔ یکساں مطلب و مفہوم کے واقعات کو الگ الگ مقامات پر حسن ترتیب سے بیان کر دیا ہے۔ پھر میں نے ان کے ساتھ اپنے نادر اشعار بھی شامل کر دئے ہیں تاکہ ہماری اس کتاب کے ناظرین پر یہ حقیقت واضح ہو سکے کہ ہم جو عالمِ عرب کے مغربی حصہ[۲] کے باشندے ہیں، عالم عرب و اسلام کے مرکز سے اس قدر دور افتادہ ہونے کے باوجود ہم بھی نثر و نظم میں کچھ دسترس رکھتے ہیں۔

کیونکہ اس کتاب میں کلام کے جواہر اور موتی مختلف مقامات میں درج ہیں، اس لیے اس کا نام میں نے العقد الفرید (منفرد و یکتا ہار) رکھا ہے کیونکہ اسے بڑی خوبصورتی،

---

۱ مراد ہے حدیث متواتر۔

۲ مراد ہے اندلس۔

ترتیب، سلیقہ اور باریک بینی سے پرویا گیا ہے۔ میں نے اپنی اس تالیف کو ۲۵ کتابوں میں بانٹا ہے۔ ہر کتاب کے دو حصے ہیں اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر کتاب کا نام ہار کے جواہر میں سے کسی جوہر کے نام پر رکھا گیا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے ہے:

کتاب اللؤلؤة: امور سلطنت کے بارے میں

پھر ہے کتاب الفریدۃ۔ جنگوں اور عسکری معاملات پر کتاب الفریدۃ

پھر کتاب زبرجد

پھر وفود کے بارے میں کتاب الجمانۃ

پھر بادشاہوں سے خطاب کرنے میں کتاب المرجانۃ

پھر علم وادب کے بارے میں کتاب الیاقوتہ

پھر امثال میں کتاب الجوہرہ

پھر مواعظ اور زہد کے بارے میں کتاب الزمرّدۃ

مرثیوں اور باہمی تعزیت کے بارے میں کتاب الدّرۃ

نسب اور عربوں کے فضائل کے بارے میں کتاب الیتیمۃ

بدوؤں کے کلام سے متعلق کتاب المسجدۃ

جوابات سے متعلق کتاب المجنبۃ

خطبات کے بارے میں کتاب الواسطۃ

دوسری کتاب المجنبۃ توقیعات، فصول، صدور اور کاتبوں کی خبروں کے بارے میں

دوسری کتاب المسجدۃ خلفاء، ان کی تواریخ اور زمانہ حکومت کے بارے میں

دوسری کتاب الیتیمۃ زیاد، حجاج، طالبیّن اور برامکہ کے واقعات کے بارے میں

پھر کتاب الدرۃ الثانیۃ ایام عرب اور عربوں کے واقعات وحالات کے بارے میں

پھر کتاب الزمردۃ الثانیۃ شعروشاعری کے فضائل، شعر کے مقاطع ومخارج کے بارے میں

دوسری کتاب الجوہرۃ، شعروں کے اعاریض اور قوافی کی علتوں کے بارے میں

دوسری کتاب الیاقوتۃ علم الحان اور لوگوں کے اس بارے میں اختلاف سے متعلق

عورتوں اور ان کی صفات کے بارے میں دوسری کتاب المرجانہ

جعلی و بناوٹی نبیوں، بخیلوں، طفیلیوں کے بارے میں دوسری کتاب الجمانہ

دوسری کتاب الزبرجدۃ، انسان اور تمام حیوانات کی طبیعتوں کے بارے میں اور ممالک کی ایک دوسرے پر فضیلت و برتری کے بارے میں

خوردونوش میں دوسری کتاب الفریدۃ

پھر ہدایا، فکاہات اور مزاح کے بارے میں دوسری کتاب اللؤلؤہ

◆◆◆

الجز اول

(ص ۹۔۸۴)

کتاب اللؤلؤۃ

سلطان اور سلطنت کے بارے میں

تمہید:

حکمران تمام معاملات کی باگ دوڑ ہے۔حقوق کی ضمانت ہے۔سرحدوں کا پہریدار ہے اور دین و دنیا کے تمام معاملات کا دارومدار اسی کی شخصیت پر ہوا کرتا ہے۔بادشاہ یا حکمران اپنے ملک میں اللہ کی کرم نوازی ہے اور اللہ کے بندوں پر چھایا ہوا سایہ ہے۔اللہ حکمران کے ذریعہ اپنے بندوں کی جان و مال اور حرمت و آبرو کی حفاظت فرماتا ہے اور مظلوموں کی مدد و نصرت فرماتا ہے اور ظالموں کو جھنجھوڑتا ہے اور خوف زدہ کو امن وحفاظت فراہم فرماتا ہے۔

حکماء کے ارشادات:

حکماء نے کہا ہے: ''عادل حکمران موسلا دھار بارش سے زیادہ بہتر ہے اور ظالم حکمران دائمی فتنہ سے بہتر ہے۔اللہ تعالیٰ حکمران کے ذریعہ جس طرح محترم اشیاء (محارم) کی حفاظت فرماتا ہے وہ قرآن کے ذریعہ اس کی حفاظت سے زیادہ ہوتا ہے''۔

وھب بن منبہ نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی داؤد علیہ السلام پر وحی کی: ''میں اللہ

ہوں، بادشاہوں کا مالک ہوں۔ بادشاہوں کے ہاتھ میرے دستِ قدرت میں ہیں۔ پس جو لوگ میری اطاعت کی حالت میں ہوتے ہیں، میں ان پر بادشاہوں کو رحمت بنا دیتا ہوں اور جو کوئی میری نافرمانی کی حالت میں ہوتے ہیں، میں بادشاہوں کو ان پر عذاب بنا کے مسلط کرتا ہوں''۔

جس شخص کو اللہ نے اپنی حکومت کی ذمہ داری سونپی ہو اور اپنی مخلوق کے امور اس کے سپرد کیے ہوں اور اسے اپنے احسان سے سرفراز فرمایا ہو اور اسے حکومت و اقتدار میں سے کچھ بخشا ہو، اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی رعایا کے مفادات میں دلچسپی لے اور اپنی اہلِ طاعت کی سہولیات وضروریات کا خیال رکھے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے عزت وتوقیر سے نوازا ہے اور اس پر اسباب سعادت لاگو فرمائے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے ﴿الذین اِن مکنّٰھم فی الارضِ اقامو الصلاۃ وآتوا الزکوٰۃ وامر وابالمعروف ونھوا عن المنکر وللہِ عاقبۃ الامور﴾ [1] نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''حکومت میں رہتے ہوئے ایک ساعت کا عدل و انصاف ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔''

شاعر کہتا ہے:

فکللکم راعٍ ونحن رعیۃ   وکل یلاقی رَبّہ فیحاسبہ

[تم سب راعی ہو، ہم رعیت ہیں، ہر ایک اپنے پالنہار ہی سے ملے گا تو رب اس کا محاسبہ فرمائے گا]

رعایا عام طور پر اپنے حکمرانوں سے ناخوش ہی رہتی ہے اور ان کا ناطقہ بند کئے رکھتی ہے وہ حکمرانوں کو ہمیشہ موردِ الزام ٹھہراتی ہے۔ حالانکہ بسا اوقات ملامت زدہ بے گناہ ہوا کرتا ہے۔ عوام کی زبانوں سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں۔ پوری رعایا کا کسی حکمران سے خوش ہو جانا اور عوام کا حکمرانوں کی بیک زبان تائید وحمایت کرنا انتہائی مشکل و نادر امر ہے۔ بہر حال رعایا ہوں یا حکمران دونوں کو اپنے اپنے فرائض بطریقِ احسن سرانجام دینے چاہیں۔ عوام کو عدل و انصاف ملنا چاہیے اور حکمرانوں کو توقیر وتکریم۔

حکمران کا اپنی رعایا کے بارے میں فرض منصبی یہ ہے کہ وہ زیادہ تر اپنے کردار کے

---

[1] الحج آیت: ۴۱

ذریعہ عوام سے عہدہ برآ ہو اور اپنی حکومت حکمت سے بروئے کار لائے۔ رعایا کے سلسلہ میں حکمران پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ان کی ظاہری طاعت کو قبول کرے اور رعایا کی وفاداری جاننے کے لیے ان کی حقیقت حال کریدنے سے اعراض کرے۔ جیسا کہ زیاد نے کیا تھا جب وہ عراق کے گورنر بن کر آئے تو انہوں نے عراقی عوام سے اپنے پہلے خطاب میں کہا: ''لوگو! اس سے پہلے میرے اور آپ کے مابین رنجش اور دشمنی تھی۔ مگر میں نے اس عداوت کو پیچھے پھینک دیا اور اسے قدموں تلے روند ڈالا۔ پس جو کوئی نیکوکار ہو تو وہ اپنی نیکی واحسان میں اضافہ کرے اور جو کوئی بدباطن و بدکردار ہو وہ اپنی برائی سے باز رہے۔ اگر آپ میں سے کسی ایک کے بارے میں مجھے یہ معلوم بھی ہو جائے کہ میرے خلاف بغض ونفرت نے اسے تپ دق کا مریض بنا کر ہلاک کر ڈالا ہے تو بھی میں اس کی پردہ دری نہ کروں گا''۔

عبداللہ بن عمرؓ نے ارشاد فرمایا: ''اگر حکمران عادل ہو تو اسے اجر ملے گا اور تجھ پر شکر کرنا واجب ہے اور اگر امام ظالم ہو تو گناہ کا ذمہ دار وہ ہے اور تجھ پر صبر کرنا لازم ہے۔''

کعب الاحبار نے فرمایا: ''اسلام، اقتدار (بادشاہ وحکمران) اور عوام کی مثال ایسے ہے جیسے خیمہ، ستون اور میخیں۔ خیمہ اسلام ہے، ستون سلطان ہے اور میخیں عوام ہیں اور یہ سب ایک دوسرے سے ہی درست ومضبوط ہوتے ہیں۔''

افوہ اودی نے کہا ہے:

لایصلح الناس فوضی لاسراۃ لھم ... ولا سراۃ اذا جھالھم سادوا

والبیت لایبتنی الالہ عَمَد ... ولا عماد اذا لم تُرسَ اوتادُ

وان تجمّع اوتاد و اعمدۃ ... یوماً فقد بلغوا الامر الذی کادوا

[لوگ قیادت کے بغیر جب پراگندگی وانتشار کی حالت میں ہوں تو ان کے معاملات درست نہیں ہوسکتے۔ جب عوام میں سے نادان اور جاہل ان کے سردار ہوں تو یہ قیادت ہی نہیں۔ گھر ستون کے بغیر تعمیر نہیں ہوا کرتا اور ستون میخوں کے بغیر کھڑا نہیں ہوا کرتا۔ جس دن ستون اور میخیں پکی ہوگئیں تو لوگوں کا معاملہ بھی سدھر گیا یعنی گھر تعمیر ہوگیا]۔

حکمران کی خیر خواہی اور اس کی اطاعت کا لازمی ہونا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم﴾ [1] ''اے ایمان والو! اللہ کے اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے جو اولوالامر ہوں ان کی اطاعت کرو۔''

ابو ہریرہؓ نے فرمایا: ''جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہمیں حکمرانوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت میں سے ہے اور ان کی حکم عدولی اللہ کی نافرمانی ہے۔''

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جس نے جماعت سے جدائی اختیار کی یا اطاعت سے منہ موڑا وہ جاہلیت کی موت مرا''۔ حضور کریم ﷺ نے فرمایا: ''دین خیر خواہی کا نام ہے۔ دین خیر خواہی کا نام ہے۔ دین خیر خواہی کا نام ہے۔'' صحابہ نے عرض کیا: ''کس کی خیر خواہی یا رسول اللہ؟'' فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی اور تم میں سے حکام کی خیر خواہی۔'' پس امام کی خیر خواہی کرنا اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا لازم ہونا فرض ہے اور ایک لازمی امر ہے۔ اس کے بغیر ایمان ممکن نہیں ہوتا اور اسلام ثابت نہیں ہوتا۔

عباسؓ کی اپنے بیٹے کو نصیحت:

شعبی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے فرمایا: ''مجھ سے میرے والد نے فرمایا: ''میں اس شخص یعنی عمر بن خطاب کو دیکھتا ہوں کہ وہ تم سے کچھ امور سمجھتے ہیں اور اکابر اصحاب محمد ﷺ پر تم کو مقدم کرتے ہیں، میں تمھیں چار باتوں کی نصیحت کرتا ہوں: (۱) ان (حضرت عمرؓ) کا راز کبھی فاش نہ کرنا (۲) ان کے سامنے کبھی جھوٹ نہ بولنا (۳) ان کی خیر خواہی سے گریز نہ کرنا (۴) اور ان کے سامنے کبھی کسی کی غیبت نہ کرنا۔''

شعبی نے کہا: میں نے ابن عباسؓ سے عرض کیا: ''ان میں سے ہر بات ہزار سے بہتر ہے۔'' فرمایا: ''ہاں اللہ کی قسم دس ہزار سے زیادہ بہتر ہے۔''

---

[1] النساء: ۵۹

ایک ہندی شخص کی بادشاہ کو نصیحت:

ہندوستان کی ایک کتاب [1] میں ہے: ایک صاحب اپنے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، اے بادشاہ سلامت! معاملہ خواہ چھوٹا اور ادنیٰ ہو یا اہم اور بڑا، آپ کی خیر خواہی کرنا ہم پر واجب ہے۔ اگر آپ کی رائے کی عمدگی پر اعتماد نہ ہوتا اور اس امر کا یقین نہ ہوتا کہ آپ عوام الناس کی فلاح و بہبود میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے اور خواص کی بہتری کے لیے کوئی لمحہ ضائع نہیں کرتے اور اس بارے میں ہر بات سنتے اور دل میں جگہ دیتے ہیں تو میری طرف سے آپ کی سمع خراشی کی جسارت نادانی پر محمول کی جاتی اور میرا نصیحت کے لیے منہ کھولنا ایک امر رائیگاں ٹھہرتا۔ مگر جب ہمیں معلوم ہے کہ ہماری بقا آپ کی بقا سے وابستہ ہے اور ہماری جانیں آپ کی جان سے متعلق و مربوط ہیں تو آپ کی خاطر اپنا فریضہ ادا کرنے کے بغیر چارہ کار نہ رہا اگر چہ آپ اس بارے میں ہم سے دریافت نہ بھی فرمائیں۔ ایک کہاوت ہے: ''جس شخص نے بادشاہ سے خیر خواہی چھپائی، طبیبوں سے اپنا مرض پوشیدہ رکھا اور بھائیوں اور دوستوں کے سامنے حقیقتِ حال نہ رکھی تو اس نے اپنی ذات کے ساتھ بے وفائی کی''۔ مجھے خوب علم ہے کہ ہر وہ کلام جس کا سامع اسے ناپسند کرتا اور ناگوار سمجھتا ہے، اس کلام کے متکلم کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی۔ الا یہ کہ کلام کی معقولیت پر یقین و اعتماد ہو۔ ہاں اگر سامع زیرک و دانا ہوگا تو وہ اس کلام کی تلخی و ترشی کو برداشت کرے گا، اس لیے کہ اس کلام کا نفع سراسر سامع کو ہے متکلم کو نہیں۔ بادشاہ سلامت! آپ رائے کی عمدگی اور علم میں رسوخ و کمال سے متصف ہیں۔ آپ کے یہ کمالات مجھے اس بات پر آمادہ کرتے ہیں کہ میں آپ کو ان باتوں سے بھی آگاہ کروں جو آپ کی طبع نازک پر گراں گذرتی ہیں۔ مجھے توقع بلکہ یقین واثق ہے کہ آپ کو میری مخلصانہ خیر خواہی پر اعتماد ہے اور آپ کو یہ بھی بخوبی علم ہے کہ میں جناب والا کو اپنی ذات پر بھی ترجیح دیتا ہوں۔

---

[1] مراد ہے ابن مقفع کی کتاب کلیلہ و دمنہ۔

ابنِ عتبہ کی ولید کو نصیحت:

جب رعایا خلیفہ ولید [1] کے خلاف ہوگئی تو عمرو بن عتبہ نے ولید کی خدمت میں عرض کی: ''اے امیر المومنین! آپ کا اُنس مجھے آمادہ بہ کلام کرتا ہے اور آپ کا رعب و دبدبہ مجھے خاموش رہنے پر مجبور کرتا ہے۔ جناب والا! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ ان چیزوں سے پرامن ہیں جن کے بارے میں، میں آپ کے سلسلہ میں اندیشے میں مبتلا ہوں تو کیا میں فرمانبرداری میں چپ رہوں؟ یا ہمدردی کی وجہ سے کچھ عرض کروں؟'' ولید نے کہا: ''آپ کی ہر بات منظور ہے۔ اللہ کا علمِ غیب ہمارے بارے میں حتمی ہے اور ہم لامحالہ اسی کی جانب رواں دواں ہیں۔'' چنانچہ خلیفہ الولید اس مکالمہ کے چند دن بعد مقتول ہوا۔

ابنِ صفوان کی رائے:

خالد بن صفوان نے کہا: جو شخص صحت و نصیحت کے ساتھ سلطان کا مصاحب بنا وہ اس شخص کے مقابلہ میں بادشاہ کا زیادہ دشمن ہے جس نے ملاوٹ اور خیانت کے ساتھ بادشاہ کی مصاحبت اختیار کی۔ کیونکہ ناصح بادشاہ کے دشمن سے بھی ملتا ہے اور بادشاہ کے دوست سے عداوت وحسد کی حالت میں ملتا ہے۔ پس بادشاہ کا دوست اس کے مرتبہ کو دیکھ کر اس سے مقابلہ کرنے کی ٹھان لے گا اور بادشاہ کا دشمن اس کی خیر خواہی کی وجہ سے اسے اپنا دشمن سمجھے گا۔

---

[1] مراد ہے ولید ثانی بن یزید بن عبد الملک بن مروان۔ ولید ثانی کو ان کے والد نے ہشام کے بعد ولی عہد مقرر کیا تھا۔ ہشام کی وفات کے وقت وہ اردن میں تھے، وہیں ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی۔ انھوں نے اپنے خاندان اور دوسرے اعلیٰ حکام کے ساتھ انتقامی اور ناپسندیدہ رویہ رکھا جس کے نتیجے میں عام بدنظمی پھیل گئی۔ یمنی قبائل نے یزید بن ولید کو جو اپنے اخلاق اور اعمال کی وجہ سے نیک نام اور مقبول تھے، اپنا خلیفہ بنالیا اور دمشق میں داخل ہوکر ولید ثانی کو جمادی الاخر ۱۲۶ھ (اپریل ۷۴۴ء) میں قتل کردیا۔ ولید ثانی صرف ایک سال اور تین ماہ خلیفہ رہے۔ (ن س ظ)

بادشاہ کے حضور میں کیا کچھ عرض معروض ہو

ابنِ مقفع کی رائے بادشاہ کے خدمت گزار کے بارے میں:

ابن مقفع نے کہا: بادشاہ کے خدمت گزار کو چاہیے کہ جب بادشاہ خوش ہوتا ہے تو اس کی خوشی سے دھوکہ نہ کھائے، جب ناراض ہو تو بدل نہ جائے۔ بادشاہ کی دی گئی ذمہ داری کو بوجھ نہ سمجھے اور اس سے چمٹ کر نہ مانگے۔ ابن مقفع نے مزید کہا ہے: بادشاہ کی خدمت میں کمربستہ ہونے سے پہلے تجھے بادشاہوں کی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے اپنے نفس کو خوب مشق و ریاضت کر لینی چاہیے۔ اگر تو ایسا ہو کہ جب تجھے حکمران ذمہ داری سونپیں تو تُو ذمہ داری کو نبھانے والا ہو، جب تجھے اپنا قرب بخشیں تو تُو محتاط رہے۔ جب تجھے امانت دیں تو تُو امانت داری کرنے والا ہو، جب وہ تجھ سے قطع تعلق کر لیں تو تُو مسکین و مطیع ہو۔ جب تو حکمرانوں کو تعلیم دے رہا ہو تو ایسا معلوم ہو کہ تو ان سے کچھ سیکھنے والا ہے اور جب تو انہیں ادب سکھا رہا ہو تو یوں معلوم ہو گویا تو ان سے ادب سیکھ رہا ہے۔ جب تو ان کا شکریہ ادا کر رہا ہو تو بتکلف شکریہ ادا نہ کر اور اگر تجھ میں یہ صفات اور خوبیاں نہیں ہیں تو تُو حکمرانوں اور بادشاہوں سے مکمل طور پر دور رہ اور ان سے مکمل اجتناب کر۔''

مامون نے کہا: ''بادشاہ تین باتوں کے سوا سب کچھ برداشت کر لیتے ہیں: اقتدار پر تنقید و اعتراض، رازوں کو افشا کرنا اور حرمتوں کی پائمالی۔''

ابن مقفع نے کہا: ''جب بادشاہوں کے حضور آپ کو اعتماد مل جائے تو ہر بات پر دعا کو لازم ٹھہرانے سے گریز کیجئے کیونکہ ایسا کرنا باعث وحشت ہوا کرتا ہے اور اس سے اکتاہٹ ہوتی ہے۔'' اصمعی نے کہا: ''میں نے لطیفوں اور چٹکلوں کے ذریعہ رسائی پائی اور نادر و نایاب واقعات کے ذریعہ پایا سو پایا۔''

ابوحازم اور اعرج نے سلیمان بن عبدالملک سے کہا: ''بادشاہ تو منڈی ہے جو چیز اس کے پاس گم ہوتی ہے وہی اس کے حضور لائی جاتی ہے۔''

ابوسفیانؓ اور ھند کی اپنے بیٹے معاویہؓ کو نصیحتیں:

جب معاویہؓ شام سے واپس آئے۔(حضرت) عمرؓ نے انہیں شام کا گورنر بنایا تھا۔تو وہ اپنی والدہ ھِند کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ماں نے اپنے بیٹے سے کہا: فرزند عزیز! کسی آزاد خاتون نے بہت کم ہی تیرا جیسا بیٹا جنا ہوگا۔اس آدمی نے تجھے گورنر بنایا ہے سو اس کی مرضی کے مطابق نظامِ حکومت چلا خواہ کوئی تجھے پسند ہو یا نہ پسند"۔پھر آپؓ اپنے والد ابوسفیانؓ کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا: "فرزند دِلبند! مہاجرین کا یہ گروہ ہم پر سبقت لے گیا اور ہم ان سے پیچھے رہ گئے۔ان کی پہل نے انہیں بلند تر کر دیا اور ہماری تاخیر نے ہمیں پیچھے ہٹا دیا پس ہم پیروکار بنے اور وہ قائد۔اب ان لوگوں (مہاجروں) نے اپنا ایک اہم معاملہ تجھے سونپا ہے، لہٰذا ان کے حکم کی مخالفت نہ کرنا۔تو ایک طویل مدت تک۔جس تک تو نہ پہنچ پائے گا۔مشغول رہے گا اور اگر تو نے اس مدت کو مکمل کر لیا تو تجھے راحت و اطمینان ملے گا۔"

معاویہؓ نے فرمایا: "مجھے اپنے والدین کی نصیحت کے مفہوم کی یکسانیت و یکجہتی پر تعجب ہوا اگرچہ ان کے الفاظ الگ الگ تھے۔"

پرویز کی اپنے وزیر خزانہ کو نصیحت:

پرویز نے اپنے وزیر خزانہ سے کہا: "میں ایک درہم کی خیانت میں بھی تجھے معذور قرار نہ دوں گا اور ایک کروڑ درہم کی حفاظت پر بھی تیری تعریف نہ کروں گا کیونکہ تو اپنا فریضہ انجام دے کر اپنی جان کی حفاظت کرتا ہے اور امانت کی حفاظت کرتا ہے۔اگر تو نے تھوڑے مال میں خیانت کی تو تُو نے زیادہ مال میں خیانت کی۔دو عادتوں سے بچ۔(۱) جو لیتا ہے اس میں کمی نہ کر۔(۲) اور جو دیتا ہے اس میں زیادہ نہ کر۔یاد رکھ کہ میں نے محض اس لیے تجھے ملک کے ذخائر پر متعین کیا ہے اور مملکت کی تعمیر و ترقی کی ذمہ داری تجھ پر عائد کی ہے اور دشمن کے مقابلے کے لیے سامان حرب و ضرب تیار کرنے کی مہم تجھے سونپی ہے کہ تو میرے نزدیک انتہائی امانتدار ہے، تو مال و ذخائر کے خزانوں اور اس کی کنجیوں سے بڑھ کر میرے لیے قابلِ اعتماد ہے، لہٰذا میں نے تجھے متعین و مقرر کر کے جو حسنِ ظن تیرے بارے میں قائم کیا ہے اسے قائم

رکھنا اور میرے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچانا۔ اب تو نے مجھ سے جو امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں میں ان پر پورا اترنے کی پوری کوشش کر کے تیرے اعتماد کو قائم رکھنے کا عہد کرتا ہوں۔ دیکھنا خیر کا بدلہ شر سے نہ دینا، بلندی مرتبہ کا صلہ پستی کردار سے نہ دینا، سلامتی کا عوض ندامت سے نہ دینا اور امانت کا معاوضہ خیانت کی صورت میں نہ دینا۔''

یزید بن معاویہ کی نصیحت:

جب یزید بن معاویہ نے سَلَم بن زیاد کو خراسان کا والی مقرر کیا تو کہا: ''تیرا والد اخوت کے لحاظ سے ایک بڑا انسان تھا۔ میں نے تجھ سے بقدرِ کفایت بچپن سے ہی چاہی ہے۔ میں نے تو تیری اعانت پر بھروسہ کیا ہے لہٰذا تو کسی عذر کی صورت میں مجھ پر اعتماد و بھروسہ نہ کرنا۔ تو مجھ سے ڈرتا رہ اس سے قبل کہ میں تجھے کہوں کہ تو مجھ سے ڈر۔ جب میرا گمان تیرے بارے میں غلط ہو جائے گا تو میرے بارے میں تیرا گمان بھی لائقِ اعتماد نہ ٹھہرے گا۔ تو معمولی حصہ میں ہے جب کہ تیرا مدعا و طلب بہت بلند ہونا چاہیے۔ تیرے والد نے تجھے بہت تھکا دیا ہے لہٰذا اپنے آپ کو آرام طلب نہ بنا لینا۔''

(حضرت) عمرؓ شام میں:

یزید نے کہا: مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ جب عمرؓ شام میں تشریف لائے تو وہ گدھے پر سوار تھے اور ان کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف ایک دوسرے گدھے پر سوار تھے۔ معاویہ ایک بڑے جلوس کی صورت میں ان کا استقبال کرنے آئے مگر عمرؓ نے امیر معاویہؓ کو ایک طرف چھوڑا اور آگے نکل گئے، جب امیر معاویہؓ کو مطلع کیا گیا تو وہ آپ کی خدمت میں باریابی کے لیے چلے۔ قریب پہنچے تو سواری سے اتر کر پاپیادہ چلنے لگے مگر حضرت نے ان سے اعراض کیے رکھا مگر وہ آپ کے ساتھ ساتھ پیدل چلتے رہے۔ اس پر عبدالرحمٰن بن عوف نے عمرؓ کی خدمت میں عرض کیا: ''آپ نے اس شخص کو تھکا دیا ہے''۔ چنانچہ عمرؓ امیر معاویہؓ کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''معاویہ! تم ابھی ابھی ایک بڑے جلوس کے ہم تھے حالانکہ تمھارے بارے میں مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ ضرورت مند تمھارے دروازے پر کھڑے رہتے ہیں؟'' عرض کی: ''جی

ہاں اے امیر المومنین!'' فرمایا: ''کیوں؟'' بولے: ''کیونکہ ہم ایک ایسے علاقے میں ہیں جہاں دشمنوں کے جاسوسوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے، لہٰذا انہیں حکمرانوں کے رعب و دبدبہ سے مرعوب کرنا ضروری ہے؛ اگر آپ حکم دیں تو میں انہیں مرعوب کرنے کا سلسلہ روک دیتا ہوں۔ آپ کے حکم کی بہرحال تعمیل ہوگی اگر یہ حالت برقرار رکھنے کا حکم دیتے ہیں تو بھی عمل کریں گے۔''

فرمایا: ''اگر تمہاری بات درست ہے تو یہ عقل وصواب پر مبنی رائے ہے اور اگر تمہاری بات جھوٹ ہے تو یہ ایک دانشمند کا حیلہ ہے۔ میں نہ تمھیں حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے روکتا ہوں۔'' اس پر عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا: ''اس نوجوان نے آپ کے اعتراض کا بہت خوب جواب دیا ہے'' عمرؓ نے فرمایا: ''اس کی حسنِ تدبیر کی وجہ سے ہی تو ہم نے اس پر یہ ذمہ داریاں ڈال رکھی ہے۔''

ربیع حارثی (حضرت) عمرؓ بن خطاب کے حضور:

ربیع بن زیاد حارثی کا بیان ہے کہ میں ابوموسیٰ اشعریؓ کی طرف سے بحرین پر محصّلِ زکوۃ اور سرکاری کارندہ مقرر تھا۔ پس عمرؓ نے انہیں خط لکھا کہ وہ اور ان کے ماتحت سرکاری کارندے ان کے پاس حاضر ہوں اور اپنے قابلِ اعتماد لوگوں کو واپسی تک اپنا قائم مقام بنالیں۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو میں عمرؓ کے غلام یرفا سے ملا اور کہا: ''یرفا، ایک مسافر آپ سے راہنمائی کا خواستگار ہے۔ آپ مجھے بتائیے کہ امیر المومنین اپنے کارندوں میں جو عمدہ ترین اور محبوب ترین خصلت دیکھنا چاہتے ہیں وہ کون سی ہے؟'' چنانچہ یرفا نے مجھے اشارہ کیا کہ آپؐ کو سادگی، سختی اور کھردراپن زیادہ محبوب ہے۔

چنانچہ میں نے دوہری سلائی کیے ہوئے دو موزے پہنے، اونی جبہ زیب تن کیا اور اپنے سر پر ایک مٹیالی سی پگڑی اڑس لی۔ پھر جب ہم لوگ عمرؓ کے حضور پیش ہوئے اور ان کے سامنے کھڑے ہوگئے تو آپ نے ہمیں غور سے دیکھا مگر آپ کی نگاہ مجھی پر آ کر ٹھہری۔ پس آپ نے مجھے آگے بلایا اور دریافت فرمایا: ''آپ کون ہیں؟'' میں نے عرض کیا: ''زیاد حارثی کا بیٹا ربیع ہوں'' فرمایا: ''آپ ہمارے کس علاقے پر متعین ہیں؟'' میں نے جواب دیا: ''بحرین'' فرمایا: ''آپ کو کتنی تنخواہ ملتی ہے؟'' میں بولا: ''ایک دن میں پانچ درہم'' فرمایا: ''بہت زیادہ

ہیں؟ آپ ان کا کیا کرتے ہیں؟'' میں نے جواب دیا: ''ان میں سے کچھ سے تو اپنی غذا فراہم کرتا ہوں، باقی ماندہ اپنے قریبی عزیزوں کو دے دیتا ہوں اور جو ان میں سے پھر بھی بچ جائیں وہ غریب و نادار مسلمانوں پر خرچ کر دیتا ہوں۔''

یہ سن کر فرمایا: ''کوئی حرج نہیں، واپس اپنی جگہ چلے جاؤ'' چنانچہ میں دوبارہ آ کر لائن میں کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے ہم سب کو ایک بار پھر بنظر غور دیکھا، اس بار بھی آپ کی نظر مجھ پر ہی آ کر رکی۔ آپ نے مجھے بلایا اور دریافت فرمایا: ''آپ کی عمر کیا ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''۴۳ برس'' فرمایا: ''اب آپ میں پختگی آئی ہے۔''

پھر آپ نے کھانا منگوایا میرے ساتھی نرم و نازک زندگی کے عادی تھے، جب کہ میں نے عمرؓ سے ملاقات کرنے سے پہلے ہی عمداً بھوک اختیار کر رکھی تھی۔ کھانے میں خشک روٹیاں اور اونٹ کے گوشت کی ہڈیاں تھیں۔ میرے ساتھی تو اس خوراک سے پہلوتہی کرنے لگے۔ جب کہ میں نے خوب جی بھر کے کھایا۔ اس دوران میں نے عمرؓ کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی مجھے دیکھ رہے ہیں اور دوسرے شرکاء کے بجائے مجھ میں ہی زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں۔

پھر یکدم میرے منہ سے ایک ایسی بات نکلی، کاش کے میں نے یہ بات نہ کہی ہوتی، اس کے بجائے مجھے زمین میں دھنسائے جانا زیادہ پسند ہے۔ میں نے عرض کیا: ''اے امیر المومنین! کاش آپ نے اپنی غذا پر توجہ دی ہوتی۔ عوام آپ کی بہتری کے خواہاں ہیں۔ کاش آپ قدرے نرم غذا کھاتے'' آپ نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا: ''آپ نے یہ بات کیسے کہی؟'' میں نے عرض کی: ''اگر ایسا ہو کہ آپ کے لیے ایک دن پہلے آٹا گوندھ لیا جائے اور پھر روٹی بنائی جائے، اس طرح آپ کے لیے گوشت بھی تیار کیا جائے۔ یوں آپ کو روٹی نرم اور گوشت گلا ہوا ملے۔''

آپ کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا اور فرمایا: ''کیا یہی تمھارا مقصد تھا؟'' میں نے عرض کیا: ''جی ہاں'' فرمایا: ''اے ربیع! اگر ہم چاہتے تو اپنے گھروں کو بھنے ہوئے گوشت کی رکابیوں، سفید آٹے کی روٹیوں اور رائی اور کشمش کی لذیذ چٹنی کے پیالوں سے بھر لیتے مگر اللہ تعالیٰ ایک قوم کی شہوت پرستیوں پر تنقید کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا

واستمتعتم بھا﴾ [۱] یعنی تم اپنے حصے کی نعمتیں اپنی دنیا کی زندگی میں ختم کر چکے اوران کا لطف تم نے اٹھالیا۔ پھر آپ نے ابو موسیٰ کو حکم دیا کہ وہ مجھے میرے عہدے پر برقرار رکھیں اور میرے ساتھیوں کو ملازمت سے برطرف کر دیں۔

زیاد وہ پہلا شخص ہے جس نے بادشاہ کے حضور سلام کا طریقہ ختم کیا:

بادشاہ کے حضور حاضری کے آداب میں سے یہ بھی ہے: کہ بادشاہ کے پاس حاضر ہونے والے شخص کو سلام نہ کیا جائے۔ یہ طریقہ زیاد بن اَبیہ نے شروع کیا تھا۔ ہوا یہ کہ عبداللہ بن عباسؓ، معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اوران کے پاس پہلے سے زیاد موجود تھا۔ معاویہؓ نے ابن عباس کا خیر مقدم کیا، بڑی لطف و مدارت سے پیش آئے، مجلس میں انہیں قرب بخشا، مگر زیاد نے آپ سے مطلقاً بات نہ کی، چنانچہ ابن عباس نے خود ہی پہل کی اور فرمایا: ''ابوالمغیرہ! تمھارا کیا حال ہے؟ تم نے گویا کوشش کی کہ ہمارے تمھارے درمیان کچھ دوری اور نا چاقی پیدا ہو جائے'' زیاد بولا: ''نہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ امیرالمومنین کے پاس آنے والے کو سلام نہیں کیا جاتا'' اس پر ابن عباسؓ نے جواب دیا: ''لوگوں نے اپنے امراء کے حضور باہمی دعا و سلام ترک نہیں کیا'' معاویہؓ نے ابن عباسؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''ابن عباس آپ اس (زیاد) سے بات کرنا رہنے دیجئے۔ آپ تو غالب ہونا نہ بھی چاہیں تو بھی غالب آجایا کرتے ہیں۔''

سفّاح کے حضور ابو مسلم نے منصور کو سلام نہ کیا:

ابو مسلم ابو العباس کے پاس آیا تو اس کے یہاں منصور بھی موجود تھا۔ اس نے ابو العباس کو سلام کیا تو اس نے کہا: ''یا ابا مسلم! یہ ابو جعفر ہیں'' ابو مسلم نے جواب دیا: ''یا امیر المومنین! اس جگہ پر صرف آپ کا حق ہی ادا کیا جاتا ہے۔''

معاویہ اور ابن العاص کی عمرؓ کے سامنے حاضری:

ابو حاتم نے عتبی سے روایت کی ہے اور کہا کہ: معاویہ شام سے اور مصر سے عمرو بن عاص، عمرؓ بن خطاب کے سامنے حاضر ہوئے۔ آپ نے ان دونوں کو اپنے سامنے بٹھالیا اوران

---

[۱] الاحقاف: ۲۰

سے ان کے سرکاری کاموں کے بارے میں دریافت فرمانے لگے۔ یہاں تک کہ عمرو بن العاص نے امیر معاویہ کے کلام میں مداخلت کی۔ اس پر معاویہ نے کہا: ''کیا آپ میرے کام کا عیب نکالتے ہیں اور مجھ پر تنقید کرتے ہیں؟ آئیے آپ امیر المومنین کو میرے کام کے بارے میں بتائیں اور میں انہیں آپ کے کام کے بارے میں باخبر کرتا ہوں'' عمرو نے (بعد میں بتاتے ہوئے) کہا کہ میں بھانپ گیا کہ وہ امیر معاویہ میرے کام سے زیادہ باخبر ہے اور یہ کہ میں اس کے کام سے اس قدر واقف نہیں ہوں لہٰذا جب عمر بات سنیں گے تو وہ بات کی تہہ تک پہنچ جائیں گے۔ یہ سوچ کر میں نے کوئی ایسی حرکت کرنے کا سوچا جس سے عمرؓ اس عمل سے رک جائیں۔ یہ سوچ کر میں نے معاویہ کو تھپڑ مار ڈالا۔ اس پر (حضرت) عمرؓ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں نے تم سے زیادہ بے وقوف آدمی نہیں دیکھا معاویہ اٹھو اور اس سے اپنا بدلہ لو''۔ معاویہ نے جواب دیا: ''میرے والد نے مجھے یہ حکم دے رکھا ہے کہ میں ان کے مشورے کے بغیر کوئی فیصلہ نہ کروں'' عمرؓ نے ابوسفیان کو بلوا بھیجا۔ جب وہ آئے تو انہیں تکیہ پیش کیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ۔ یعنی جب تمھارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اس کا احترام کرو۔ پھر (حضرت) عمرؓ نے ابوسفیان کو پورا واقعہ سنایا تو انہوں نے کہا: ''کیا آپ مجھے اس مقصد کے لیے بلایا ہے؟ عمرو معاویہ کا بھائی اور اس کے چچا کا بیٹا ہے، پھر اس نے کوئی بڑا جرم بھی نہیں کیا۔ میں نے معاویہ کی طرف سے اسے معاف کر دیا۔''

بادشاہ کی نصیحت کے لیے حیلہ جوئی:

داناؤں نے کہا ہے: بادشاہ کے ہم نشین کو چاہیے کہ وہ اس سے نصیحت و خیر خواہی میں دریغ نہ کرے، خواہ وہ اس خیر خواہی کو مشکل و گراں فریضہ ہی کیوں نہ سمجھتا ہو۔ تاہم بادشاہ کو نصیحت کرتے وقت چاہیے کہ ناصح کا کلام نرم و ملائم ہو۔ اناڑی پن کے مظاہرہ سے ہمیشہ گریز کرنا چاہیے۔ وہ حکمران کو براہ راست اس کے عیب و نقص سے باخبر کرنے کے بجائے مثالوں سے کام لے، اسے دوسروں کے عیوب سے آگاہ کرے تاکہ بادشاہ کو اپنا عیب معلوم ہو جائے۔

داناؤں کا کہنا ہے: جو بادشاہ سے ٹکر لے گا، بادشاہ اسے ذلیل و خوار کر ڈالے گا اور

جو شخص بادشاہ کے حضور عاجزی و پستی سے کام لے گا، بادشاہ اس سے درگزر کا معاملہ کرے گا۔ داناؤں نے اس معاملے کو بادشاہ کو تیز و تند آندھی کے مثل قرار دیا ہے، کہ آندھی گھاس پھونس اور نرم و نازک پودوں کو تو کچھ نقصان نہیں پہنچایا کرتی کیونکہ وہ اس کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر جھومتے اور جھولتے ہیں مگر وہ تناور درختوں کو اکھاڑ پھینکتی ہے۔ شاعر کہتا ہے:

ان الرّیاح اذاما اَعصفت قصفت

عیدانَ نبعٍ ولا یعبانَ بالرّتم

[تیز و تند ہوائیں پہاڑی پیڑوں کی ٹہنیوں کو توڑ ڈالتی ہیں مگر نرم و نازک پودوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچاتیں]۔

سلطان کی مصاحبت کے بارے میں شبیب کا قول:

شبیب بن شیبہ نے کہا: ''خلیفہ کے مصاحب کو چاہیے کہ وہ اس کی محفل میں ایسی جگہ پر فروکش ہو کہ اگر خلیفہ کو اس سے کچھ دریافت فرمانا پڑے تو انھیں مڑنے کی زحمت نہ ہو۔ نیز مصاحب ایسی جگہ پر بیٹھے کہ جب خلیفہ اس کی طرف متوجہ ہو تو اس کے سامنے سورج نہ ہو''۔

ایک ہندوستانی وزیر راجہ اور رانی کے درمیان:

میں نے ہند سے متعلق ایک کتاب میں پڑھا کہ ایک راجہ کو کپڑوں اور زیورات کا تحفہ ملا۔ اس نے اپنی دو رانیوں کو بلوایا اور انہیں لباس اور زیورات میں سے وہ پسند کرنے کا اختیار دیا جو راجہ کو زیادہ بھائے۔ وزیر بھی موجود تھا، جب ایک رانی نے مشورہ طلبی کی خاطر وزیر کی جانب دیکھا تو وزیر نے آنکھ بھینچتے ہوئے اسے لباس کے انتخاب کا مشورہ دیا۔ راجہ نے اسے دیکھ لیا۔ اس پر رانی نے زیورات پسند کر لیے اور دوسری رانی کے لیے پوشاک رہنے دی تاکہ کہیں راجہ کو وزیر کے غمزہ کا یقین نہ ہو جائے۔ چنانچہ یہ وزیر چالیس سال تک راجہ کے حضور رہا مگر آنکھ کو بھینچے ہوئے تاکہ راجہ کے دل میں شک نہ ہو اور وہ یہی سمجھتا رہے کہ وزیر کی یہ عادت و خلقت ہے۔

سلطان کا اپنے عمال منتخب کرنا

مسلم بن سعید کو ابن ہُبیرہ کی نصیحت:

جب عمر بن ھبیرۃ نے مسلم بن سعید کو خراسان کی طرف روانہ کیا تو کہا: ''میں تمھیں تین نصیحتیں کرتا ہوں: (۱) تیرا حاجب (دربان)، یہ تیرا وہ چہرہ ہے جس کے ذریعہ تو عوام سے ملتا ہے۔ اس نے اگر حسنِ سلوک کیا تو گویا تو نے حسنِ سلوک کیا اور اگر بری روش اپنائی تو تو ہی اس کا ذمہ دار ہے۔ (۲) تیرا پولیس والا، وہ تیرا کوڑا اور تلوار ہے۔ تو انہیں جہاں رکھے گا وہ تو ہی رکھے گا۔ (۳) اور عمال قدر۔ مسلم نے پوچھا: ''عمال قدر سے کیا مراد ہے؟'' ۔ کہا: ''ہر بستی اور علاقے کے معززین و شرفاء، جنہیں تو نے اپنے کام کے لیے منتخب کر رکھا ہوگا اگر وہ ٹھیک رہے تو یہی تیری منشا ہے اور اگر غلطی کریں گے تو خطا کار وہ ٹھہریں گے تو درست کار ہوگا۔''

ابن ارطاۃ کا قاسم اور ایاس میں سے ایک کا انتخاب:

عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا: ''ایاس بن معاویہ اور قاسم بن ربیعہ جوشینی دونوں کو اکٹھا کرو اور ان میں سے زیادہ صاحب بصیرت کو قاضی بناؤ'' چنانچہ اس نے دونوں کو یک جا کیا تو اس سے ایاس نے کہا: ''جناب محترم! آپ بصرہ کے دو فقہاء حسن اور ابن سیرین سے میرے بارے میں اور قاسم کے بارے میں دریافت کر لیجیے'' قاسم تو ان دونوں حضرات کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا جب کہ ایاس ان دونوں کے پاس نہیں جاتا کرتا تھا۔ اس تجویز پر قاسم بھانپ گیا کہ اگر عدی نے ہم دونوں کے بارے میں ان حضرات سے دریافت کیا تو وہ میرے (قاسم) کے بارے میں اشارہ کریں گے'' چنانچہ قاسم نے کہا: ''آپ نہ میرے بارے میں پوچھیے اور نہ ان صاحب کے بارے میں۔ مجھے اللہ کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ ایاس بن معاویہ مجھ سے بڑھ کر فقیہ ہیں اور قضاء کے بارے میں مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں، اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو پھر آپ کو مجھے قاضی مقرر نہ کرنا چاہیے اور اگر میں سچ کہہ رہا ہوں تو پھر آپ کو میری بات تسلیم کر لینا چاہیے'' اس پر ایاس نے عدی سے کہا: ''آپ

نے ان صاحب کو لا کر جہنم کے کنارے پر کھڑا کر دیا تھا، چنانچہ انہوں نے جھوٹی قسم کھا کر اپنے آپ کو دوزخ سے بچالیا، وہ اس جھوٹی قسم کھانے پر اللہ سے مغفرت طلب کر لیں گے اور اندیشہ سے نجات پا جائیں گے" عدی نے ایاس سے کہا: "جب آپ اس بات کو سمجھ گئے ہیں تو پھر آپ ہی قاضی بننے کے زیادہ لائق ہیں۔ چنانچہ عدی نے ایاس کو قاضی مقرر کر دیا۔"

قرّا کے بارے میں عدی اور ایاس کے مابین مکالمہ:

عدی بن ارطاۃ نے ایاس بن معاویہ سے کہا: "آپ مجھے کچھ قاریوں کے بارے میں بتائیے کہ میں انہیں مامور و متعین کر دوں" انہوں نے جواب دیا: "قاریوں کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جو آخرت کے لیے کام کرتے ہیں، یہ لوگ آپ کی خاطر کام نہ کریں گے۔ دوسری قسم کے قاری دنیادار ہیں۔ اگر آپ نے ان میں سے کچھ قراء کو سرکاری ملازمتوں پر متعین فرما دیا تو پھر ان کے بارے میں خود ہی سوچ لیجئے مگر آپ کو چاہیے کہ آپ ان خاندانی شرفاء قراء کو مامور فرمائیں جو اپنی خاندانی وجاہت و شرافت کی بنا پر سرکاری ملازمتوں کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنے سے شرماتے ہیں۔"

ابو قلابہ اور قضاء:

ایوب سختیانی کا کہنا ہے کہ بصرہ کے قاضی بنانے کے لیے ابو قلابہ کو بلایا گیا تو وہ بھاگ کر شام چلے گئے۔ وہاں کچھ مدت مقیم رہے۔ پھر واپس آ گئے۔ میں نے ان سے پوچھا: "اگر قاضی بن جاتے اور عدل و انصاف کرتے تو آپ کو دو اجر ملتے" فرمایا: "ایوب! جب تیراک سمندر میں گر پڑے تو وہ کب تک تیرتا رہے گا؟"

عبدالملک کا شعبی کو بصرہ کی قضاء پر مقرر کرنا:

عبدالملک بن مروان نے اپنے ہم نشینوں سے کہا: "آپ لوگ مجھے کوئی شخص بتائیے جسے میں قاضی بناؤں" روح بن زنباع نے عرض کیا: "یا امیر المومنین! میں آپ کو ایک ایسا آدمی بتاتا ہوں کہ اگر آپ اسے طلب کریں گے تو وہ حاضر ہو جائے گا اور اگر آپ اسے چھوڑ دیں گے تو آپ کے پاس نہ آئے گا۔ یہ عامر شعبی ہے" چنانچہ خلیفہ نے اسے بصرے کا قاضی بنا دیا۔

عمر بن عبدالعزیز کا ابومجلز سے مشورہ:

عمر بن عبدالعزیز نے ابومجلز سے پوچھا کہ وہ انہیں کوئی ایسا آدمی بتائیں جسے وہ خراسان کا والی بنائیں۔ چنانچہ اس سے پوچھا: ''آپ فلاں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟'' بولا: ''وہ اس عہدہ کے لیے غیر موزوں ہے'' پوچھا: ''فلاں شخص؟''۔ ''جواب دیا: ''بہت جلد غصہ میں آنے والا ہے، دیر تک ناراض رہنے والا ہے۔ زیادہ کا تقاضا کرتا ہے اور معمولی ادائیگی بھی نہیں کرتا۔ اپنے بھائی سے نفرت کرتا ہے، اپنے والد سے مقابلہ کرتا ہے اور اپنے چچازاد بھائی کو حقیر سمجھتا ہے'' پھر دریافت کیا: ''اور فلاں شخص؟'' کہا: ''وہ اپنے ہم پلہ لوگوں کے ساتھ برابری اور حسن سلوک کرتا ہے اور دشمنوں سے عداوت رکھتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے'' کہا: ''ان میں سے کسی ایک میں بھی بھلائی نہیں۔''

(حضرت) عمرؓ سے ملازمت کی درخواست:

عمرؓ نے ایک آدمی کو سرکاری عہدے پر مامور فرمانے کا ارادہ کرلیا، مگر اس شخص نے جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود ہی آپ سے ملازمت کی درخواست کردی، اس پر عمرؓ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں نے اس عہدے کے لیے آپ کا ارادہ کیا تھا، مگر جو شخص سرکاری ملازمت کا خود ہی درخواست گار بن جائے، اسے مامور نہیں کیا جاتا۔''

اسی طرح ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ اسے سرکاری ملازمت دی جائے۔ آپؐ نے فرمایا: انا لانستعمل علی عملنا من یریدہ۔ یعنی ہم اپنے کام پر اس شخص کو مامور نہیں کیا کرتے جو خود ہی یہ ماموری چاہتا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے چچا عباسؓ نے آپ سے گورنری طلب کی تو فرمایا: یاعم، نفس تحییھا خیر من ولایۃ لاتحصیھا۔ ''چچا جان! جس جان کو آپ زندگی بخشتے رہتے ہوں وہ اس گورنری سے بہتر ہے جس کی آپ نگہداشت نہ کرپائیں۔''

ابوبکر صدیقؓ نے خالد بن ولید سے فرمایا تھا: ''آپ عہدے سے بھاگے تو عہدہ آپ کے پیچھے بھاگے گا۔ آپ موت کے طلبگار بنے تو آپ کو زندگی عطا کی جائے گی۔''

''آپ کو کون سے چیز روکتی ہے؟'' مکحول نے جواب دیا: ''رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''لوگوں کا قاضی وہ بنے جو اپنی قوم میں معزز و محترم ہو اور میں ایک آزاد کردہ غلام ہوں''۔

کوفہ کی گورنری پر مغیرہ کا تقرر:

سعد بن ابی وقاص کوفہ کے گورنر تھے۔ کوفہ کے معززین نے خلیفہ عمر بن خطابؓ کے حضور حاضر ہو کر ان کے خلاف شکایت کی تو فرمایا: ''مجھے کوفہ والوں سے کون بچائے گا، اگر میں کسی متقی کو کوفہ کا گورنر بناتا ہوں تو وہ اسے کمزور بنا ڈالتے ہیں، اور اگر میں کسی طاقتور کو ان کا گورنر بناتا ہوں تو اس پر فسق و فجور کے الزامات لگاتے ہیں'' مغیرہ نے عرض کیا: ''یا امیر المومنین! متقی مگر کمزور شخص اگر کوفہ کا گورنر ہوگا تو اس کا تقوی اس کے لیے مفید ہوگا مگر اس کی کمزوری آپ کے لیے نقصان دہ ہوگی اور اگر وہاں کا گورنر طاقتور مگر فاجر ہوگا تو اس کی قوت و طاقت آپ کے کام آئے گی اور اس کے فسق و فجور کا وبال اسی تک محدود رہے گا'' عمرؓ نے فرمایا: ''تم نے سچ کہا، پس تم ہی طاقتور مگر فاجر ہو۔ لہٰذا اٹھو اور کوفہ والوں کے پاس گورنر بن کے جاؤ'' چنانچہ مغیرہ، عمرؓ کے دور میں کوفہ کے گورنر رہے۔ عثمان کے دور حکومت کے ابتدائی حصے میں اور معاویہ کے دور میں وہاں کے گورنر رہے حتی کہ وفات تک وہ اسی عہدہ پر قائم رہے۔

حسنِ سیاست اور قیام مملکت

حجاج اپنا کردار اور طریق کار ولید کے لیے بیان کرتا ہے:

ولید بن عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو یہ حکم لکھا کہ وہ اپنا کردار اسے لکھ کر بھیجے۔ چنانچہ حجاج نے لکھا: ''میں نے اپنی رائے کو بیدار کرلیا ہے اور اپنی خواہش کو سُلا دیا ہے۔ میں اس سردار کو اپنا قرب بخشتا ہوں جس کی قوم اس کی اطاعت کرتی ہے، میں دور اندیش تجربہ کار شخص کو مہم سونپتا ہوں۔ میں سرکاری واجبات کی وصولی کی ذمہ داری انتہائی امانت دار شخص کے حوالے کرتا ہوں۔ میں نے اپنے مخالفین کی درجہ بندی کر رکھی ہے کسی کے ساتھ لطف و کرم کا

معاملہ ہے اور کسی کسی کے ساتھ سختی وتشدد کا۔ بدکار و دھوکہ باز کے لیے تلوار ہے اور نیکوکار و بے گناہ کے لیے اجر ہے۔ چنانچہ بدکار میری سزا سے ڈرتے ہیں اور نیکوکار صلہ واحسان کی توقع رکھتے ہیں۔''

اردشیر کی اپنے بیٹے کو نصیحت:

اردشیر نے اپنے بیٹے سے کہا: ''فرزند عزیز! ملک اور عدل دو جڑواں بھائی ہیں جو ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ملک بنیاد ہے اور عدل نگہبان ہے۔ جو بے بنیاد ہو وہ منہدم ہوتا ہے اور جس کا کوئی نگہبان نہ ہو وہ رائیگاں جاتا ہے۔ فرزند عزیز! عہدے داروں کو اپنی گفتگو دو، جنگجوؤں کو اپنے عطیات ونوازشوں سے نوازو، مذہبی لوگوں سے بشاشت سے پیش آؤ اور اپنا بھید اپنے مخلص و ہمدرد عقلمندوں کو دو۔''[1]

بادشاہ کی ذمہ داری کے بارے میں حکماء کے اقوال:

داناؤں نے کہا ہے: اپنے اقتدار کے قیام واستحکام کی خاطر بادشاہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے ظاہری افعال میں عدل وانصاف سے کام لے اور اپنے دین کے معاملہ کو مضبوط و مستحکم رکھنے کی خاطر اپنے ضمیر کے باطن میں عدل کو ملحوظ رکھے۔ سیاست بگڑ جائے تو حکومت جاتی رہتی ہے جب کہ سیاست کا مکمل دارومدار عدل و انصاف پر ہے۔ کافروں اور مومنوں دونوں کا اقتدار عدل وانصاف پر مبنی ہوا کرتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ امور و معاملات کو منظم و مرتب کرنا بھی انتہائی ناگزیر ہے۔ صاحب اقتدار کو چاہیے کہ وہ اپنی ذات پر رعایا کی حجت قائم کرے اور رعیت کو چاہیے کہ وہ اپنے اوپر حکمرن کی حجت قائم کریں۔ حکمران کو چاہیے کہ اس کا حکم دوسروں پر ایسے چلے جیسا اس کا حکم خود اپنی ذات پر چلتا ہے۔ اشیاء کے حقوق کی معرفت اسی کو ہوسکتی ہے جو ان حقوق کے حدود اور ان کی قدر و منزلت سے آگاہ ہو۔ کوئی اس وقت تک بادشاہ نہیں بن سکتا جب تک کہ پہلے وہ رعیت نہ بن لے۔''

عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹوں سے کہا: ''تم میں سے ہر ایک اس امر خلافت

---

[1] عیون الاخبار اور محاضرات الادباء میں بھی یہ نصیحت معمولی لفظی تغیر کے ساتھ دیکھی جا سکتی ہے۔

کا امیدوار ہے مگر تم میں سے اس کے لیے وہی موزوں و مناسب ہے جس کے پاس سونتی ہوئی تلوار ہو، خرچ کرنے کے لیے خوب مال ہو اور دلوں کو مطمئن کرنے والا عدل و انصاف ہو۔''

ایک بادشاہ اپنی سیاست بیان کرتا ہے:

ایک بادشاہ نے اپنی سیاست واضح کرتے ہوئے کہا: ''میں نے وعدے اور وعید میں نیز امر ونہی میں کبھی کمزوری نہیں دکھائی، نہ میں نے کبھی غصہ کی بنا پر کسی کو سزا دی۔ میں نے ہمیشہ موزوں و مناسب افراد کو ہی سرکاری مناصب پر فائز کیا۔ میں نے اپنی خواہش کے تحت کسی کو اجر وصلہ سے نہیں نوازا بلکہ مستحق افراد کی ہی دل جوئی کی۔ میں نے لوگوں کے قلوب کو رعب وہیبت سے بھرا ہے مگر یہ دبدبہ بغض ونفرت سے خالی ہے۔ میں نے لوگوں کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کی ہے مگر اس الفت و محبت میں جسارت و گستاخی شامل نہیں۔ میں نے رعایا کے لیے رزق وخوارک کا بندوبست کیا ہے مگر انہیں بے جا نوازشوں سے محفوظ بھی رکھا ہے۔''

بادیہ نشین، حکمران کی مدح کرتا ہے:

ایک بدّو نے حکمران کی تعریف کرتے ہوئے کہا: ''جب اس نے حکومت سنبھالی تو اس نے اپنی پلکیں بند نہ کیں، اس نے اپنی آنکھیں جاسوسوں پر رکھیں، وہ بظاہر ان سے دور مگر ان سے قریب تھا۔ نیکوکار اس سے امید رکھتا تھا اور بدمعاش اس سے لرزاں و ترساں رہتا تھا۔''

عمر بن خطابؓ نے فرمایا: ''امورِ مملکت وحکومت چلانے کے لیے صرف وہی موزوں ہے جو نرم دل تو ہو مگر کمزور نہ ہو، طاقتور ہو مگر متشدد نہ ہو۔''

ولید بن عبدالملک کا اپنے والد سے سیاست کے بارے میں استفسار:

ولید بن عبدالملک نے اپنے والد سے پوچھا: ''ابا جان! سیاست کیا ہے؟''۔ کہا: ''خواص کو سچی محبت کے ساتھ مرعوب کر لینا اور عوام کے دلوں کو انصاف سے قابو کر لینا اور سرکاری کارندوں اور خصوصی ایلچیوں کی لغزشوں کو برداشت کرنا۔''

سکندر کو ارسطو کی نصیحت:

ارسطو طالیس نے سکندر کو لکھا: ''آپ رعایا سے حسنِ سلوک کر کے ان کے مالک

بنئے تو آپ کو ان کی محبت ملے گی۔ ظلم و جور سے آپ عارضی طور پر تو رعایا پر قبضہ کر سکتے ہیں مگر پائیدار و دائمی حکمرانی کے لیے حسنِ سلوک کے بغیر چارہ کار نہیں۔ یاد رہے کہ آپ اجسام پر قبضہ کر سکتے ہیں مگر محبت کی بدولت آپ ان کے دل بھی اپنی مٹھی میں لے سکتے ہیں۔''

اردشیر نے اپنے دوستوں سے کہا: ''میں جسموں کا مالک ہوں نیتوں کا نہیں، میں عدل سے حکمرانی کرتا ہوں نہ کہ رضیٰ سے، میں عوام کے ظاہری اعمال پر نظر رکھتا ہوں ان کے بھیدوں کی کرید نہیں کیا کرتا۔''

عمرؓو بن العاص، معاویہؓ کے بارے میں کہا کرتے تھے: ''قریش کے سرکردہ سردار اور قریش کے دو معززین (والدین) کے فرزند سے محتاط رہو، جو غصہ میں بھی ہنستا ہے اور جو حالت رضا میں محوِ خواب ہوتا ہے اور معاملہ کا اوپر سے نیچے تک مکمل احاطہ کر لیا کرتا ہے۔''

معاویہ کی سیاست:

معاویہؓ نے فرمایا: ''جہاں کوڑا کام کر سکتا ہو، وہاں میں تلوار سے کام نہیں لیتا اور جہاں میری زبان کافی ہو جاتی ہو وہاں میں کوڑا استعمال نہیں کیا کرتا۔ اگر عوام کے اور میرے مابین ایک بال ہو تو وہ بھی میں ٹوٹنے نہ دوں'' آپ سے پوچھا گیا: ''وہ کیسے؟'' فرمایا: ''جب لوگ بال کھینچے گے تو میں اسے ڈھیلا چھوڑ دوں گا اور جب وہ اسے ڈھیلا چھوڑیں گے میں اسے کھینچ لوں گا۔''

عمرو بن عاص کی رائے:

عمرو بن العاص نے کہا: میں نے جنگ صفین کے ایام میں ایک روز معاویہ کو دیکھا کہ وہ غیر معمولی تیاری کے ساتھ نکلے۔ آپ اپنے لشکر کے قلب میں کھڑے ہوئے اور لشکر کے میمنہ کو ملاحظہ فرمانے لگے تو وہاں خلا نظر آیا تو فوراً ہی وہ خلا پر کر دیا گیا۔ پھر آپ نے اپنے لشکر کے میسرہ پر نگاہ ڈالی تو آپ کی نگاہ کرتے ہی فوج نے خلا پر کر دیا۔ یہ دیکھ کر معاویہؓ نے فخر محسوس کیا، چنانچہ فرمایا: ''ابن العاص! آپ ان لشکریوں اور ان کے نظم و اطاعت کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟'' میں نے کہا: ''اللہ کی قسم یا امیر المومنین! میں نے بہت سے حضرات کو دین و

دنیا کے اعتبار سے سیاست کرتے اور لوگوں سے عہدہ برآ ہوتے دیکھا ہے مگر کسی کو بھی اپنی رعایا کی وہ فرمانبرداری نہیں ملی جو آپ کو ان لوگوں کی طرف سے ملی ہے'' فرمایا: ''جانتے ہو کہ یہ کب بگڑ جائے گا؟ اور یہ سب کچھ کتنی مدت میں پراگندہ ہو جائے گا؟'' میں نے عرض کی: ''نہیں'' فرمایا: ''محض ایک دن میں'' عمرو کہتے ہیں میں نے اس پر بہت تعجب کیا تو فرمایا: ''ہاں اللہ کی قسم! ایک دن میں نہیں، ایک دن کے بھی کچھ حصے میں'' میں نے پوچھا: ''یا امیر المومنین، یہ کس لیے ہوگا؟'' فرمایا: ''جب ان لشکریوں سے جھوٹے وعدے کئے جائیں گے، انہیں عطیات بربنائے استحقاق نہیں ملیں گے بلکہ اپنی خواہشات کے پیش نظر نوازا جائے گا، تو جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں سب بگڑ جائے گا۔''

(حضرت) حسنؓ کو ابن عباس کی نصیحت:

جب لوگوں نے حسن کو علیؓ کی وفات کے بعد اپنا حکمران بنالیا تو عبداللہ بن عباسؓ نے حسن بن علیؓ کو لکھا: ''جنگ کے لیے تیار رہیے، اپنے دشمن کے خلاف جہاد کیجئے۔ دین میں متہم شخص سے اس کا دین اس طرح خرید لیجئے کہ آپ کے دین پر حرف نہ آئے۔ آپ خاندانی افراد کو سرکاری مناصب پر متعین کریں گے تو ان کے خاندانوں سے آپ کے تعلقات و روابط مضبوط و مستحکم ہوں گے۔''

سیاست داناؤں کی نظر میں:

عوام کا سب سے بڑا سیاست کار وہ ہے جو ان کے دلوں سمیت ان کے جسموں پر قابو رکھتا ہو، ان کے دلوں پر دلوں کے خیالات سمیت حاوی ہو اور پھر دلوں کے خیالات، ان خیالات کے شوق وخوف کے اسباب سمیت اس کے قبضے میں ہوں۔''

پرویز کی اپنے بیٹے شیرویہ کو نصیحت:

پرویز نے اپنے بیٹے شعرویہ سے کہا: ''اپنے لشکر کو اتنے زیادہ مال سے نہ نوازنا کہ وہ تیرے محتاج ہی نہ رہیں اور نہ ان پر اتنی سختی کرنا کہ وہ تجھ سے اکتا جائیں، مگر تم انہیں میانہ روی کے ساتھ مراعات بخشنا اور حسن کارانہ انداز سے انہیں عطیات سے محروم رکھنا۔ تم لمبی چوڑی

اور یوں سے انھیں خوشی ملتا اور عطیات میں وسعت دی کرتا۔"

منصور اور سپہ سالار:

خلیفہ منصور نے بھی اس سے ملتی جلتی بات اپنے ایک سپہ سالار سے کہی تھی کہ کسی نے ٹھیک کہا ہے: "اپنے کتے کو بھوکا رکھو تو وہ تمہارے پیچھے پیچھے چلے گا اور اگر اسے کھلا پلا کر تم نے موٹا کر دیا تو وہ تمہیں کھا جائے گا۔" اس پر ابوالعباس طوسی نے کہا: "اے امیر المومنین! خیال رکھیے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اسے بھوکا رکھیں اور کوئی اور روٹی ڈال دے، وہ آپ کو چھوڑ کر اس کے پیچھے چلا جائے۔"

پرویز کا اپنے بیٹے شیرویہ کو نصیحت:

پرویز نے اپنے بیٹے شیرویہ کو جیل سے لکھا: "جان لو کہ تمہارے منہ سے نکلی ہوئی ایک بات تاوان بن سکتی ہے اور ایک بات خون بہا سکتی ہے۔ جس پر تم غضب ناک ہو اس کے خلاف تمہارا غصہ ایک سونتی ہوئی تلوار ہے اور جس سے تم راضی ہو، تمہاری رضا اس کے لیے فیض رساں برکت ہے۔ تمہارے منہ سے نکلی ہوئی بات فوراً حکم نافذ شدہ بن جاتی ہے۔ لہٰذا غصے کی حالت میں غلط بات سے بچو، غصے میں اپنا رنگ نہ بدلو اور اپنے جسم کو حالتِ غیظ و غضب میں اپنے قابو میں رکھو۔ بادشاہ دور اندیشی کی بنا پر سزا دیا کرتے ہیں اور حلم و برداشت کی وجہ سے معاف کر دیا کرتے ہیں۔ جان لو کہ تم اپنے آپ کو غضب سے بلندتر رکھو۔ تم جس طرح خوش ہو کر انعام سے نوازتے ہو کا اندازہ لگا لیتے ہو اسی طرح غصہ میں سزا دینے کا بھی تخمینہ لگا لیا کرو۔"

سعید بن سوید کے ایک خطبہ کا اقتباس:

سعید بن سوید نے حمص میں خطبہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر کہا: "اے لوگو! اسلام کی ایک مضبوط دیوار اور ایک مستحکم دروازہ ہے۔ اسلام کی دیوار حق ہے اور اس کا دروازہ عدل ہے۔ حکمران جب تک حق کرتے رہیں گے اس وقت تک اسلام بھی مضبوط و توانا رہے گا۔ حکمران کی سختی یہ نہیں کہ وہ تلوار سے قتل کرے اور کوڑے سے پٹائی کرے بلکہ حکمران کی سختی یہ ہے کہ وہ حق کے مطابق فیصلے کرے اور عدل و انصاف پر کاربند رہے۔"

ابن الحکم کا مشورہ:

عبداللہ بن حکم نے کہا ''بادشاہ کے خلاف عموماً دو قسم کے آدمی بغض و کینہ رکھتے ہیں، ایک وہ آدمی جو بھلائی کرنے والوں کے ساتھ شامل تھا مگر انہیں تو اجر و انعام ملا اور یہ محروم رہا۔ ایک وہ آدمی جو بدکاروں کے ساتھ شامل تھا، وہ تو بچ گئے اور اسے سزا ملی۔ بادشاہ کو ان دونوں قسم کے آدمیوں سے بچنا چاہیے۔''

پرویز کی اپنے بیٹے شیرویہ کو نصیحت:

التاج میں ہے، پرویز نے اپنے بیٹے شیرویہ کو نصیحت کرتے ہوئے لکھا: ''چاہیے کہ آپ جسے اعلیٰ عہدے کے لیے مامور کرنا چاہیں وہ پستی میں پڑا شخص ہو جسے آپ رفعت و بلندی عطا کردیں یا کوئی معزز شخص ہو جسے نظرانداز کیا گیا ہو مگر آپ اسے باحیثیت بنادیں۔ اعلیٰ سرکاری منصب کے لیے ہرگز ایسا شخص مقرر نہ کرنا جو آپ کی سزا دہی کی وجہ سے فرمانبردار بنا ہو اور نہ ایسے شخص کو عہدہ دینا جسے آپ نے زبردستی اپنا مطیع بنایا ہو۔ نہ کسی ایسے آدمی کو مامور کرنا جس کے دل میں آپ کے اقتدار کا ازالہ، اس کے ثبات و دوام سے زیادہ محبوب ہو۔ خبردار ایسے شخص کو ہرگز سرکاری عہدہ نہ بخشنا جو کمزور اور ناتجربہ کار ہو۔ نرگسیت کا شکار ہو اور دوسروں پر حکومت کا تجربہ کم ہو۔ نہ ہی کسی عمر رسیدہ شخص کو مقرر کرنا کہ گردش زمانہ نے اس کی عقل اس طرح ہی کم کردی ہو جیسے کثرتِ سن و سال نے اس کے جسم کو ناتواں دیا ہو۔''

فروغِ انصاف اور ظلم کا ازالہ

مامون کا انصاف دلانا:

شیبانی نے کہا، ہم سے محمد بن زکریا نے بواسطہ عباس بن الفضل ہاشمی بیان کیا، اس نے قحطبہ بن حمید کے حوالے سے کہا: ''ایک دن خلیفہ مامون زیادتیوں کے ازالے کے لیے دربار میں جلوہ افروز تھے، میں ان کے بالکل قریب کھڑا تھا۔ آپ نے مجلس برخواست کرنے اور

وہاں سے اٹھنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اتنے میں ایک عورت دربار میں حاضر ہوئی۔ نشاناتِ سفر ظاہر تھے، معمولی لباس میں ملبوس تھی، وہ آئی اور خلیفہ کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی اور بولی: ''اسلام علیک یا امیر المومنین ورحمتہ اللہ وبرکاتہ''۔ مامون نے یحییٰ بن اکثم کی جانب دیکھا تو یحییٰ نے اس عورت سے کہا: ''تم پر سلامتی ہو اے اللہ کی بندی۔ اپنی حاجت وغرض بیان کرو'' اس پر اس عورت نے کہا:

یاخیر منتصفٍ یُهدی له الرشدُ ویا اماماً به قداشرقَ البلدُ

تشکو الیک عمید القوم ارملة عدی علیها فلم تیرک لها سبدُ

وابتز منّی ضیاعیٍ بعد منعتها ظلماً و فرّق فی الاهل والولدُ

[ترجمہ: اے بہترین منصف، جسے رشد وہدایت ملی ہے، اے وہ قائد جس کی بدولت ملک درخشندہ ہے۔ آپ کے حضور، اے قوم کے ستون، ایک بیوہ شکایت کرتی ہے، جس پر زیادتی ہوئی ہے اور جس کا مال ومتاع، اونٹ چھین لیا گیا ہے۔ میری جاگیر پر قبضہ کرنے کے بعد، اسے ظلماً چھین لیا گیا ہے میرا گھر بار اور اہل وعیال مجھ سے علیحدہ کردیئے گئے ہیں]۔

مامون نے تھوڑی دیر سر جھکایا، پھر سر اٹھا کر عورت کی طرف دیکھا اور کہا:

فی دونِ ماقلتِ زال الصبرو الجلدُ عنی واقرح مِنّی القلب والکبدُ

هٰذا اذان صلاة العصر فانصرفی واحضری الخصم فی الیوم الّذی اَعِدُ

والمجلس السبت اِن یقضَ الجلوس لنا ننصفک منه والّا المجلسُ الاحَدُ

[ترجمہ: جو کچھ تو نے بیان کیا اس سے میرا صبر وقرار جاتا رہا۔ میرا دل وجگر غمزدہ ہوگیا۔ یہ نمازِ عصر کا وقت ہے، لہٰذا چلی جا اور جو دن میں بتاتا ہوں، اس دن اپنے فریقِ مقدمہ کو پیش کرنا۔ اگر نشست کا فیصلہ ہوا تو سنیچر کے روز ہم تمھیں اس (مدعی علیہ) سے انصاف دلائیں گے وگرنہ اتوار کی مجلس میں]۔

راوی نے کہا: جب اتوار کا دن آیا، تو خلیفہ نے مجلس منعقد کی۔ سب سے پہلا مقدمہ

اسی عورت کا تھا۔ اس نے آ کر کہا: ''اسلام علیک یا امیر المومنین ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'' کہا: ''وعلیک اسلام، مدعی علیہ کہاں ہے؟'' عورت بولی: ''امیر المومنین! وہ آپ کے پاس کھڑا ہے'' (اس نے مامون کے بیٹے العباس کی طرف اشارہ کیا) خلیفہ مامون نے کہا: ''احمد ابن ابی خالد! اسے ہاتھ سے پکڑ کر اس عورت کے ساتھ مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کرو'' بات چیت شروع ہوئی تو اس عورت کی گفتگو العباس کی بات چیت پر چھا گئی۔ عورت بلند آواز سے بول رہی تھی۔ اس پر احمد بن ابی خالد نے عورت سے مخاطب ہو کر کہا: ''اللہ کی بندی! تو امیر المومنین کے حضور حاضر ہے اور تو الامیر العباس سے گفتگو کر رہی ہے۔ اپنی آواز دھیمی کر'' اس پر مامون نے کہا: ''احمد، اسے بولنے دو، حق نے اسے قوت گویائی بخش دی ہے اور حق نے عباس کو گونگا کر دیا ہے'' پھر مامون نے اس عورت کے حق میں فیصلہ دیا کہ اس کی سلب کردہ جاگیر اسے واپس دی جائے۔ عباس نے عورت پر ظلم و زیادتی کی ہے۔ مامون نے عورت کی جاگیر کے علاقے کو ایک مکتوب تحریر کرنے کا حکم دیا کہ اس عورت کی جاگیر سے زرعی ٹیکس نہ لیا جائے، اس کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے۔ مامون نے عورت کو ایک خطیر رقم دیئے جانے کا بھی حکم صادر کیا۔

خلیفہ ہشام کے خلاف قاضی کا فیصلہ:

العتبی نے کہا: میں خلیفہ ھشام بن عبدالملک کے قاضی کے پاس بیٹھا تھا، جب ابراھیم بن محمد بن طلحہ اور خلیفہ کے حفاظتی دستہ کا کمانڈر آئے اور قاضی کے سامنے بیٹھ گئے۔ حفاظتی دستہ کے کمانڈر نے عرض کیا: ''امیر المومنین کا ابراھیم کے ساتھ تنازعہ ہے، آپ نے مجھے اپنا وکیل نامزد کیا ہے''۔ قاضی نے کہا: ''اپنے وکالت نامہ کے دو گواہ پیش کرو'' کمانڈر نے کہا: ''آپ کا کیا خیال ہے کہ میں امیر المومنین کے ذمے ایسی بات لگا دوں گا جو انھوں نے نہیں کہی۔ جب کہ ان کے اور میرے درمیان صرف یہ پردہ حائل ہے؟'' قاضی نے کہا: ''آپ کی بات درست ہے مگر تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف فیصلہ ہونے میں ثبوت درکار ہے'' یہ سن کر کمانڈر اٹھ کھڑا ہوا اور خلیفہ ہشام کو جا کر ساری بات بتائی۔ کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ دروازے کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں آئیں۔ حفاظتی دستہ کا کمانڈر اندر آیا اور اس نے بتایا کہ امیر

المومنین تشریف لا رہے ہیں۔ اتنے میں خلیفہ ہشام آ گیا، جب قاضی نے اسے دیکھا تو کھڑا ہو گیا اور اس کی خاطر کپڑا بچھانے کا حکم دیا۔ اس کپڑے پر خلیفہ اور ابراہیم دونوں بیٹھ گئے۔ ہمیں ان کی بعض باتیں سنائی دیتی تھیں اور کچھ سنائی نہ دیتی تھیں۔ دونوں نے باہم مکالمہ کیا اور ثبوت فراہم کیے۔ قاضی نے خلیفہ ہشام کے خلاف فیصلہ صادر کیا تو ابراہیم نے ایک ایسی بات کہہ دی جس میں طیش اور جذباتیت تھی، چنانچہ اس نے کہا ''اللہ کی حمد ہے جس نے تمہارا ظلم لوگوں پر واضح کر دیا ہے'' اس بات کے ردعمل میں ھشام نے کہا: ''میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں تم پر تلوار کا ایک ایسا وار کروں گا جس سے تمہارا گوشت تمہاری ہڈی سے جدا ہو جائے گا'' اس پر ابراھیم نے کہا: ''اگر تم ایسا کرو گے تو تم ایک عمر رسیدہ بڈھے کے خلاف کرو گے جو تمہارا قریبی رشتہ دار اور واجب الحق ہے'' ھشام نے یہ سن کر کہا: ''میری یہ بات صیغہ راز میں رہنے دیجئے اور کسی پر افشاء نہ کیجئے'' اس پر ابراھیم نے کہا: ''اگر میں تمہاری اس بات پر پردہ ڈالوں تو روز قیامت اللہ میرے گناہوں پر پردہ نہ ڈالے'' ہشام نے کہا: ''میں یہ بات چھپانے کے عوض تمھیں ایک لاکھ (درہم) دوں گا'' ابراھیم نے بتایا کہ میں نے خلیفہ ہشام کی زندگی میں یہ بات چھپائے رکھی کیونکہ میں نے چھپانے کی قیمت اس سے وصول کر لی تھی، مگر اس کی وفات کے بعد اس کی شان بڑھانے کے لیے، میں نے یہ بات پھیلا دی ہے۔''

حجاج اور ابن سلکہ:

حجاج بن یوسف کے پاس سلیک بن سلکہ آیا اور عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ گورنر کا بھلا کرے، میری بات صبر و برداشت اور غور سے سنئے، میرے بارے میں چشم پوشی سے کام لیجئے، اپنی تلوار کی دھار مجھ سے دور رکھیئے اگر میری بات غلط ہو تو پھر مجھے سزا دیجئے'' حجاج نے کہا: ''آپ بات کریں'' ابن سلکہ نے کہا: ''قبیلہ کے ایک نااہل نافرمان فرد نے زیادتی کی تو میرے نام کے گرد دائرہ لگا دیا گیا، میرا گھر منہدم کر دیا گیا اور مجھے اپنے وظیفہ وعطیہ سے محروم کر دیا گیا'' حجاج نے کہا: کیا تم نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا:

جانیک مین یجنی علیک وقد تعدی الصحاح مبارک الجرب

ولرب ماخوذ بذنب عشیرہ ونجا المقارف صاحب الذنب

[تیرا قصور وار مجرم وہ ہے جو تیرے خلاف جرم کرتا ہے، مگر کبھی کبھی تندرست اونٹوں کو بھی اونٹوں کے باڑے کی خارش لگ جایا کرتی ہے۔ بسا اوقات کوئی شخص اپنے قبیلہ کے گناہ میں ماخوذ ہوتا اور کبھی گنہگار مرتکبِ جرم بچ جایا کرتا ہے]

ابنِ سلکہ نے کہا: ''اللہ امیر کا بھلا کرے۔ میں نے اللہ عز وجل کو کچھ اور فرماتے سنا ہے جو اس سے ہٹ کر ہے'' حجاج نے کہا: ''وہ کیا ہے'' کہا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿یاایھا العزیز ان له اباً شیخاً کبیراً فخذ احدنا مکانه انا نرٰک من المحسنین، قال معاذ الله ان ناخذ الا من وجدنا متاعنا عنده انا اذا لظالمون﴾ [1] (یعنی انہوں نے کہا: اے سردارِ ذی اقتدار (عزیز) اس کا باپ بہت بوڑھا آدمی ہے، اس کی جگہ آپ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجئے، ہم آپ کو بڑا ہی نیک نفس انسان پاتے ہیں۔ یوسفؑ نے کہا پناہ بخدا، دوسرے کسی شخص کو ہم کیسے رکھ سکتے ہیں؟ جس کے پاس ہم نے اپنا مال پایا ہے اس کو چھوڑ کر دوسرے کو رکھیں گے تو ہم ظالم ہوں گے۔)

اس پر حجاج نے کہا: ''میرے پاس یزید بن ابی مسلم کو بھیجا جائے'' چنانچہ وہ حاضر ہوا تو حجاج نے حکم دیا: ''اس کا نام بحال کیا جائے، اس کا عطیہ و وظیفہ اسے دیا جائے، اس کے لیے اس کا گھر تعمیر کیا جائے اور ایک منادی کو یہ اعلان کرنے کا حکم دو، اللہ نے سچ فرمایا اور شاعر نے جھوٹ بکا۔''

معاویہؓ کا قول ہے: مجھے اس شخص پر زیادتی کرتے ہوئے شرم آتی ہے جس کا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہو۔''

عمر بن عبدالعزیز کی اپنے ایک گورنر کو نصیحت:

عمر بن عبدالعزیز کے ایک گورنر نے آپ کو خط لکھ کر اپنے شہر کے اردگرد فصیل

---

[1] یوسف. ۷۸، ۷۹

بنوانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اسے لکھا: عدل وانصاف کے ذریعہ شہر کی فصیل بنواؤ اور شہر کے راستوں کوظلم سے پاک وصاف کرو۔''

مہدی کی نصیحت:

خلیفہ مہدی نے سرزمین فارس کے گورنر ربیع بن ابی الجہم سے کہا: اے ربیع، حق کو ترجیح دو، میانہ روی اپناؤ، عدل و انصاف پھیلاؤ، رعایا سے نرمی سے پیش آؤ اور یاد رکھو کہ انسانوں میں سے سب سے بڑا عادل وہ ہے جوخود اپنی ذات پر عدل نافذ کرتا ہے اور سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو کسی کی خاطر لوگوں پر ظلم وزیادتی کرتا ہے۔''

ابن عامر اور ابن اصبغ کے مابین مکالمہ:

ابن ابی الزناد نے کہا: ھشام بن عروہ کا بیان ہے کہ ابن عامر نے عمرو بن اصبغ کو اھواز کا گورنر بنایا۔ جب اسے معزول کردیا تو اس سے پوچھا: ''تم کیا لائے ہو؟'' اس نے جواب دیا: ''میرے پاس سو درہم اور کپڑوں کے سوا کچھ نہیں'' پوچھا: ''یہ کیوں؟'' عرض کیا: ''آپ نے مجھے ایک ایسے علاقے میں بھیجا تھا جہاں کے باشندے دوقسم کے لوگ تھے۔ ایک تھے مسلمان، مسلمان کا وہی حق ہے جو میرا حق ہے اور ایک مسلمان کا وہی فرض ہے جو میرا۔ دوسرے تھے ذمّی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذمہ داری میں تھے پس اللہ کی قسم مجھے سمجھ نہیں آئی کہ میں اپنا ہاتھ کس پر ڈالوں؟'' راوی بیان کرتا ہے کہ ابن عامر نے اسے بیس ہزار درہم عطا کیے۔

جعفر بن یحییٰ نے کہا: ''خراج ملک کا ستون ہے جو عدل وانصاف سے بڑھتا اور ظلم سے گھٹتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: الظلم ظلمات یوم القیامۃ (ظلم قیامت کے روز تاریکیاں ہوگا)

رعایا کی درستگی حکمران کی درستگی سے ہوتی ہے

داناؤں نے کہا ہے: ''عوام خیر وشر میں اپنے حکمرانوں کے تابع ہوا کرتے ہیں''۔
ابو حازم الاعرج نے کہا: ''حکمران منڈی ہے، اس کے پاس جس چیز کی کمی ہوتی ہے وہ پہنچ جایا کرتی ہے۔

عمر بن خطاب، کسری کا تاج اور کنگن:

جب (حضرت) عمر بن خطابؓ کے پاس کسریٰ کا تاج اور اس کے دو کنگن لائے گئے تو فرمایا: ''جس شخص (مجاہد) نے یہ پیش کیے ہیں وہ یقیناً امانت دار ہے''۔ اس پر ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: ''اے امیر المومنین! آپ اللہ کے امین ہیں، جب تک آپ امانت داری کے ساتھ اللہ کے حضور اپنے امور سرانجام دیتے رہیں گے، لوگ بھی امانت داری برتتے رہیں گے اور اگر (خدانخواستہ) آپ نے خیانت کی تو لوگ بھی آپ کے ساتھ خیانت کرنے لگیں گے۔''

اس سلسلہ میں عربوں کی ایک ضرب المثل ہے: اذا صلحت العین صلحت سواقیھا ۔ اصبعی نے کہا: ''کہا جاتا ہے جب دو قسم کے لوگ درست ہوں تو سب لوگ درست ہو جاتے ہیں، حکمران اور فقہاء۔''

مروان اور اس کا وکیل:

مروان بن حکم اپنی جاگیر کے دورہ پر غوطہ گیا تو وہاں اسے کچھ گڑبڑ معلوم ہوئی چنانچہ اس نے اپنے منشی سے کہا: ''تیرا ناس ہو جائے، میرا گمان ہے کہ تو میرے ساتھ خیانت کر رہا ہے؟'' وہ بولا: ''کیا آپ کا یہ گمان ہے یا یقین؟'' کہا: ''کیا تم خیانت کرتے ہو؟'' اس نے جواب دیا: ''جی ہاں، اللہ کی قسم، میں آپ کے ساتھ بددیانتی کرتا ہوں، اور آپ امیر المومنین کے ساتھ خیانت کرتے ہیں امیر المومنین اللہ کے ساتھ خیانت کرتے ہیں، پس اللہ کی لعنت ہو ان تینوں خیانت کاروں میں سے بدترین خیانت کار پر۔''

بادشاہوں کے مصاحبوں اور وزیروں کے بارے میں اقوال واشعار

بادشاہ اور وزراء کے بارے میں داناؤں کا قول:

بادشاہ نہیں نفع پہنچا سکتا مگر اپنے وزیروں اور معاونین کی بدولت، وزراء اور معاونین نہیں نفع پہنچا سکتے مگر محبت و خیرخواہی کے ذریعہ۔ محبت و خیروخواہی نہیں فائدہ مند ہوتی مگر عمدہ رائے اور پاک دامنی کے ذریعہ۔ پھر بادشاہوں کا فرض ہے کہ وہ نیکو کاروں اور بدکاروں کو جزاو سزا کے بغیر نہ چھوڑیں، اگر وہ انہیں یونہی چھوڑ دیں گے تو نیکوکار شکستہ خاطر ہو کرست ہو جائے گا اور بدکار جرات مند ہو جائے گا اور معاملہ دگرگوں ہو کر بگڑ جائے گا۔

مقربین کے بگاڑ پر احنف کا تبصرہ:

احنف بن قیس نے کہا: ''جس کے حواری و مقرب بگڑ جائیں وہ ایسا ہے جیسے کسی کے گلے میں پانی اٹک جائے، اور جس کے گلے میں سے پانی نہ گزرے اسے کوئی چیز خوشگوار نہیں لگتی اور جس کے ساتھ اس کے قابلِ اعتماد ساتھی ہی خیانت کریں گویا اس پر اس کی کمین گاہ سے اچانک حملہ ہوا'' عباس بن احنف نے کہا:

قلبی الی ماضرنی داعی یکثرا حزانی واوجاعی

کیف احتراسی من عدوی اذا کان عدوی بین اضلاعی

[ترجمہ: میرا دل مجھے پہنچنے والی تکلیفوں پر ملول وافسردہ ہے، میرے دکھوں دردوں میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ میں اپنے دشمن سے کیونکر بچوں جو میرا دشمن میری پسلیوں کے ساتھ ہو]۔

ایک اور شاعر نے کہا ہے:

کنتُ من کربتی اَفِر الیهم فهُم کرَبَتِي فاین الفرارُ

[ترجمہ: میں مصیبت میں ان لوگوں کی طرف بھاگ کے جایا کرتا تھا مگر جب وہی لوگ اب میری مصیبت بن گئے ہیں تو میں بھاگ کے کہاں جاؤں؟]۔

سب سے پہلے اس مفہوم کو عدی بن زید نے نعمان بن منذر کے بارے میں اپنے قول میں ادا کیا ہے۔

لو بغیر الماء حلقی شرق　　　كنتُ كالغصّان بالماءِ اعتصاری

[ترجمہ: اگر پانی پئے بغیر ہی میرا گلا خراب ہے تو میں اچھو لگے شخص کی مانند چوس چوس کر پانی پیوں گا]۔

ایک اور شاعر نے کہا ہے:

الى الماءِ يسعى مَن يغص بريقه　　　ففل اين يسعى من يغص بماء

[ترجمہ: جس کا لعاب دہن منہ میں اٹک جائے وہ تو پانی کی جانب لپکتا ہے، یہ فرمایئے کہ جسے پانی سے ہی اچھولگ جائے وہ کس طرف بھاگے گا؟]۔

عدل

عدل کے بارے میں چند آراء:

عمرو بن العاص نے فرمایا: ''حکمران مردوں کے بغیر کچھ نہیں اور مرد مال کے بغیر کچھ نہیں اور مال آبادکاری کے بغیر نہیں اور آبادکاری عدل کے بغیر نہیں ہوتی۔''

حکماء نے کہا ہے: ''بادشاہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایسا ہے جیسے سمندر اپنی موجوں کے ساتھ۔''

حکماء کا کہنا ہے: ''بادشاہ کے لیے اس ساتھی سے بڑھ کر کوئی چیز نقصان دہ نہیں جو گفتار میں اچھا ہو مگر کردار میں برا ہو۔قول میں فعل کے بغیر بھلائی نہیں، مال میں سخاوت کے بغیر عمدگی نہیں، صدق میں وفاء کے بغیر خیر نہیں، فقہ میں تقویٰ کے بغیر بھلائی نہیں، صدقہ میں حسنِ نیت کے بغیر خیر نہیں اور زندگی میں صحت کے بغیر بھلائی نہیں۔''

داناؤں کا قول ہے: ''بادشاہ تو نیک ہو مگر اس کے وزراء برے ہوں تو بادشاہ کی

بھلائی لوگوں سے رکی رہتی ہے اور کوئی بھی بادشاہ سے کسی طرح کا نفع نہیں اٹھا سکتا'' داناؤں نے اس صورت حال کی تشبیہ اس صاف پانی سے دی ہے جس میں مگرمچھ رہتا ہو، اب کوئی بھی خواہ کتنا ہی ضرورت مند کیوں نہ ہو اس پانی کے قریب جانے کی جرات نہیں کرسکتا۔

عادل حکمران کے اوصاف

عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلافت کی زمام سنبھالنے کے بعد (حضرت) حسن بن ابی حسن بصری کو خط لکھا کہ وہ عادل حکمران کے اوصاف کے بارے میں انہیں لکھ بھیجیں، چنانچہ حسن بصریؒ نے انہیں یہ مکتوب روانہ فرمایا:

''امیر المومنین، جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جھکنے والے کے لیے عادل حکمران کو سیدھا کرنے والا بنادیا ہے۔ وہ ہر ظالم و سرکش کو حداعتدال پر لانے والا ہوتا ہے۔ وہ ہر بگاڑ کو سدھارتا ہے۔ وہ ہر کمزور کی طاقت ہوتا ہے، ہر مظلوم کا فریاد رس اور اسے انصاف دلانے والا ہوتا ہے۔ وہ ہر ستم رسیدہ کی آماجگاہ ہوتا ہے۔

عادل حکمران اے امیر المومنین! اپنے اونٹوں پر شفیق و مہربان چرواہے کی مانند ہوتا ہے، جو ان کے لیے سرسبز وشاداب اور ہری بھری چراگاہ ڈھونڈتا ہے، وہ اپنے گلّے کو ہلاکت گاہوں سے بچاتا ہے، درندوں سے ان کی حفاظت کرتا ہے۔ سخت گرمی کے جھلسا دینے والے جھونکوں اور یخ بستہ ٹھنڈی ہواؤں سے ان کی حفاظت کا سامان فراہم کرتا ہے۔

عادل حکمران اے امیر المومنین! اپنے بیٹے کے لیے ہمدرد و غم گسار باپ کی مانند ہوتا ہے۔ اُس شفیق و مہربان والد کی مانند جو بچے چھوٹے ہوں تو ان کے لیے دوڑ دھوپ کرتا ہے، کچھ بڑے ہوں تو ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کرتا ہے، زندگی میں ان کے لیے کما کر لاتا ہے اور اپنے مرنے کے بعد ان کے لیے مال و متاع چھوڑ جاتا ہے۔

یا امیر المومنین، امام عادل نیکوکار شفیق ماں کی طرح ہوا کرتا ہے جو اپنے بچوں کے لیے محبت و شفقت کا گھنا پیڑ ہوتی ہے۔ پیٹ میں رکھتی ہے تو تکلیف کے ساتھ اور جب جنتی ہے

تو اذیت و تکلیف کے ساتھ۔ وہ بچے کی تربیت میں اپنی جان کی بھی پروانہیں کیا کرتی، بچہ جاگ رہا ہوتو وہ اس کی خاطر بیدار رہتی ہے، بچے کو سکون ملے تو ماں کو سکون ملتا ہے، کبھی اسے دودھ پلا رہی ہوتی ہے تو کبھی اسے غذا کھلا رہی ہوتی ہے۔ بچے کی خیریت و عافیت سے مسرور ہوتی ہے اور اس کے درد و تکلیف پر مغموم و افسردہ ہوجاتی ہے۔ اے امیر المومنین! عادل حکمران یتیموں کا والی و سرپرست، مسکینوں اور غریبوں کا حامی و خازن ہوتا ہے۔ ان کے چھوٹوں کی نگہداشت کرتا ہے اور ان میں سے بڑوں کو خوراک فراہم کرتا ہے۔

اے امیر المومنین! عادل حکمران اعضاء و جوارح میں دھڑکتے ہوئے دل کی مانند ہے، اس کی درستگی سے اعضاء و جوارح درست رہتے ہیں اور اس کے بگڑنے سے اعضاء و جوارح بگڑ جاتے ہیں۔

امام عادل اے امیر المومنین! وہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان کھڑا ہوتا ہے۔ وہ اللہ کا کلام پہلے خود سنتا ہے پھر بندوں کو سناتا ہے، وہ اللہ کی طرف دیکھتا ہے پھر لوگوں کو اللہ دکھاتا ہے وہ اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کرتا ہے اور اللہ کے بندوں سے اللہ کی فرمانبرداری کرواتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو امیر المومنین کہ اللہ نے اپنے بندوں پر جو آپ کو اختیار و اقتدار دیا ہے، اس میں آپ اس غلام کی مانند ہوجائیں، جسے اس کے آقا نے امانتدار اور دیانت دار سمجھ کر اپنا مال و عیال اس کے سپرد کر دیا تھا، مگر اس بے وفا غلام نے مال پراگندہ کر دیا اور عیال کو منتشر کر دیا، یوں اس نے اپنے آقا کے اہل و عیال کو نادار بنا دیا اور اس کے مال کو اڑا دیا۔

جان لیجئے اے امیر المومنین! کہ اللہ نے حدود اس لیے اتاری ہیں تاکہ ان کے ذریعہ خبائث و فواحش کو دور رکھا جائے اور مرتکب افراد کی زجر و توبیخ ہوتی رہے۔ مگر کیا برا حال ہوگا جب ان حدود کے نافذ کرنے والے ہی خبائث و فواحش کا ارتکاب کرنے لگیں؟ اللہ نے قصاص کو اپنے بندوں کے لیے زندگی بنا کر نازل کیا ہے مگر کیا بدترین صورت حال ہوگی جب قصاص کے حکم پر عمل درآمد کرانے والے ہی انسانوں کے قتل کے درپے ہوں۔

امیر المومنین! یاد کیجئے موت کو اور موت کے بعد کے حالات کو۔ جب موت آئے گی

تو اس وقت اپنے مددگاروں کی قلت کو یاد کیجئے۔ موت کے مقابلے میں آپ کی مدد کرنے والے کتنے بے بس ہوں گے، ذرا ان کی بے بسی کو مدنظر رکھ لیجئے۔ لہٰذا موت کے وقت کے لیے اور موت کے بعد آنے والی ''بڑی گھبراہٹ'' کے لیے زادِراہ اکٹھا کر لیجئے۔

جان لیجئے اے امیر المومنین! آپ اس وقت جس گھر میں فروکش ہیں، اس کے سوا بھی آپ کا ایک گھر ہے۔ جس میں آپ نے طویل مدت تک ٹھہرنا ہے۔ آپ کے عزیز و اقارب آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے وہ سب آپ کو گہرے گڑھے میں ڈال کر اِدھر اُدھر بکھر جائیں گے۔ آپ نے اس وحشت و تنہائی کے گھر میں اکیلا رہنا ہے، لہٰذا ابھی سے وہ زادراہ فراہم کرنے کا بندوبست کر لیجئے جو وہاں آپ کا ساتھ دے۔ ﴿یوم یفرّ المرء من اخیہ ٥ وامّہ وابیہ ٥ وصاحبتہٖ وبنیہ ٥﴾ [1] یعنی اس روز آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔

اور یاد کیجئے اے امیر المومنین! ﴿اذا بعثر مافی القبور، وحصّل مافی الصدور﴾ [2] جب قبروں میں جو کچھ (مدفون ہے) اسے نکال لیا جائے گا، اور سینوں میں جو کچھ (مخفی ہے) اسے برآمد کر کے اس کی جانچ پڑتال کی جائے گی؟ پس بھید کھل جائیں گے، راز ظاہر ہو جائیں گے اور الکتاب (کتاب زندگی) کا یہ حال ہوگا کہ ﴿لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاھا﴾ [3] وہ انسانوں کی لکھی چھوٹی بڑی حرکت کو مخفی نہ رہنے دے گی مگر اس میں درج کی گئی ہوگی۔

اب امیر المومنین! آپ کے پاس فرصت ہے، اجلِ مقرر آنے سے پہلے پہلے، امید منقطع ہونے سے پہلے امیر المومنین! اللہ کے بندوں میں جاہلوں کی مانند حکم نہ چلایئے، آپ بندگانِ خدا کے ساتھ ظالموں کا سا طرزِ عمل اختیار نہ کیجئے۔ آپ متکبروں کو کمزوروں پر مسلط نہ

---

[1] عبس: ۳۴، ۳۵، ۳۶

[2] العادیات: ۹، ۱۰

[3] الکہف: ۴۹

کیجئے اس لیے کہ یہ متکبران ضعیفوں کے بارے میں یا اہل ایمان کے بارے میں کسی عہد کا لحاظ نہ رکھیں گے۔ آپ کو پھر اپنے مسلط کردہ افراد کے گناہوں کے ساتھ اپنے گناہ بھی اٹھانے ہوں گے، چنانچہ آپ اپنے بوجھ کے ساتھ ساتھ ان کے بوجھ بھی اٹھائیں گے۔

آپ کو ان لوگوں کا نعمتوں سے متمتع ہونا دھوکہ میں نہ ڈال دے، اس لیے کہ اس میں آپ ہی کی بربادی ہے یہ لوگ تو اپنی دنیا میں خوشگوار چیزیں کھالیں گے مگر آپ کی آخرت کی خوشگواریوں کو ختم کر کے۔

آپ اپنے موجودہ اقتدار واختیار کو نہ دیکھئے مگر کل آنے والی اپنی بے بسی و بے کسی پر نظر رکھیے جب آپ موت کی رسیوں میں جکڑے ہوں گے، فرشتوں، نبیوں اور رسولوں کے مجمع میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے، جب حالت یہ ہوگی کہ ﴿عنت الوجوه للحی القیوم﴾[1] یعنی لوگوں کے سر اس حی وقیوم کے آگے جھکے ہوئے ہوں گے۔

میں اے امیر المومنین، اگرچہ اپنی نصیحت و یاد دہانی کو اتنا بلیغ نہیں بنا سکا، جس قدر مجھ سے پہلے عقلمندوں نے بلیغ بنایا، تاہم میں نے شفقت و نصیحت، خیر خواہی و محبت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ آپ میرے اس خط کو وہی حیثیت دیجئے جو ایک کڑوی کسیلی ناگوار دوا کو کوئی شخص اپنے قریبی بیمار عزیز کو دوا پلانے کو دیتا ہے، محض اس کی عافیت، سلامتی اور صحت و تندرستی کی امید کے پیش نظر۔

والسلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔''

حکمران کی ہیبت اس کی عاجزی میں ہے

ابن السماء نے عیسیٰ بن موسیٰ سے کہا: ''حکومت میں رہتے ہوئے تمہارا عاجزی کرنا حکومت سے بھی بڑھ کر شان رکھتا ہے'' عبدالملک بن مروان نے کہا: ''سب سے افضل وہ مرد

---

[1] طٰہٰ:۱۱۱

ہے جس نے رفعت و بلند مرتبہ ہوتے ہوئے عاجزی ظاہر کی۔ صاحبِ اختیار ہوتے ہوئے بے رغبی کی اور قوت و طاقت ہوتے ہوئے عدل و انصاف سے کام لیا۔''

نجاشی کی یہاں بیٹے کی پیدائش:

بیان کیا جاتا ہے کہ حبشہ کا حکمران نجاشی ایک دن زمین پر بیٹھا تھا اور اس کے سر پر شاہی تاج تھا۔ اس کے دربار کے مذہبی پیشوؤں اور اعلیٰ عہدے داروں نے اس پر اظہار حیرت کیا تو نجاشی نے کہا: ''میں نے عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کردہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں یہ بات پائی ہے کہ جب میں اپنے کسی بندے پر انعام کروں اور اسے کسی نعمت سے نوازوں اور پھر وہ میری خاطر تواضع و انکساری کرے میں یہ نعمت اس پر مکمل کروں گا اور مجھے گزشتہ رات بیٹے کی ولادت سے سرفراز کیا گیا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے میں نے عاجزی اختیار کی ہے۔''

تواضع انکساری کے بارے میں کچھ اشعار:

ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ بنوامیہ کے ایک خلیفہ کے لیے جو شعر کہا گیا ہے اس سے بڑھ کر شاندار شعر نہیں کہا گیا:

یُغضی حیاء وَیُغضی من مهابتهِ   فلاَ یکلم الا حین یبتسم [1]

[وہ شرم و حیاء سے نگاہیں جھکائے رکھتا ہے اور اس کی ہیبت سے نگاہیں جھک جاتی ہے، اس کے ساتھ صرف اس وقت بات کی جاتی ہے جب وہ مسکرا رہا ہوتا ہے]۔

میرے نزدیک ایک اور شاعر کا یہ شعر زیادہ خوبصورت ہے:

فتی زادهُ عزّ المهابة ذلةً   فكل عزيز عنده متواضع

[ہیبت کے غلبہ نے نوجوان کی ذلت کو بڑھا دیا ہے، پس ہر معزز اس کے ہاں متواضع ہے]۔

ابوالعتاھیہ نے کہا:

یـامَـن تشـرف بـالدنیـا وزینتهـا   لیس التشرف رفع الطین بالطین

اذا أردت شـریف النـــاس کلهم   فانظر الی ملکٍ فی زی مسکین

---

[1] یہ فرزدق کا شعر ہے جو زین العابدین علی بن حسین کے لیے کہا گیا ہے۔

ذاک الذی عظمت والله نعمته — وذاک یصلح للدنیا والدین

[ترجمہ: اے دنیا اور اس کی زیب وزینت کو شرف سمجھنے والے، مٹی پر مٹی رکھنا (تعمیرات وغیرہ) شرافت نہیں ہے۔ اگر آپ سب لوگوں میں سے معزز ترین شخص کو جاننے کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ اس بادشاہ کو دیکھ لیجئے جو ایک مسکین کے لباس میں ملبوس ہو۔ اللہ کی قسم اسی شخص کی نعمت عظیم ہے اور یہ فقیر نما شاہ دین ودنیا کے لیے موزوں ہے]۔

رعایا کی محبت کے ساتھ بادشاہ کی ہیبت کے بارے میں ایک شاعر الحسن بن ھانی کہتا ہے:

امام علیه هیبته و مَحَبته — الا بابی ذاک الحبیب المُحَببُ

[یہ حکمران ہیبت ومحبت دونوں کے ساتھ متصف ہے، آگاہ رہیے مجھے اپنے باپ کی قسم کہ یہی پیارا محبوب ہے]۔

ایک اور شاعر نے ہیبت کو بیان کیا ہے، اگرچہ حکمران کے حوالے سے نہیں۔

بنفسی من لومر برد بنانه — علی کبدی کانت شفاء انا مله

ومن هابنی فی کل شیءٍ وهبته — فلاهو یعطینی ولا انا سائِلُه

[مجھے اپنی جان کی قسم کہ اگر اس کے ہاتھوں کے پوروں کی ٹھنڈک میرے جگر پر سے گزرے تو اس کی انگلیاں شفاء ہیں۔ اور جو مجھے ہر اس چیز میں مرعوب رکھتا ہے جو میں نے اسے دی، پس نہ وہ مجھے کچھ دیتا ہے اور نہ میں اس سے مانگتا ہوں]۔

خلیفہ منصور کے بارے میں ابن ھرمہ نے کہا ہے:

له لحظات عن حفافی سریره — اذا کرّها فیها عقاب ونائل

کریم له وجهان وجه لدی الرضی — اسیل و وجه فی الکریهة باسلُ

فام الذی آمنتَ امنة الر دی — وام الذی اوعدت بالثکل ثاکِلُ

ولیس بمعطی العفومن غیرقدره — ویعفو اذا مامکنته المقاتلُ

[ترجمہ: اس کے تختِ خلافت کے دونوں جانبوں پر ایسی نگاہیں ہیں، جن میں سزا و انعام بار بار آتے ہیں۔ وہ ایسا سخی مرد ہے کہ اس کے گویا دو چہرے ہیں۔ خوشی کے

وقت نرم و نازک چہرہ اور لڑائی کے وقت بہادر چہرہ۔ کبھی ایک ماں کو تباہی و بربادی سے بچانے کی بشارت دی جاتی ہے اور کبھی ایک ماں کو بچہ کی محرومی کی دھمکی ملتی ہے۔ وہ اختیار و اقتدار کے بغیر معاف نہیں کرتا اور کبھی اس وقت معاف کرتا ہے جب جنگجو (جلاد) مجرم قابو میں کر چکے ہوتے ہیں]۔

ایک اور شاعر ہیبت کے بارے میں کہتا ہے:

اھاشمُ یافتی دینِ و دنیا ومن ھوفی اللباب من اللباب

اھابُک ان ابوح بذاتِ نفسی وترکی للعتاب من العتاب

[ترجمہ: اے ہاشم، دین و دنیا کے نوجوان، اے وہ شخص جو ہر چیز میں سے خالص ترین ہے۔ میں اپنے آپ کے اظہار میں تجھ سے ڈرتا ہوں اور عتاب کو ترک کرتے ہوئے بھی تجھ سے میں ہیبت زدہ رہتا ہوں]۔

ہیبتِ سلطانی کے بارے میں اشجع بن عمرو کہتا ہے:

مَنعَت مھابتک النفوسَ حدیثھا بالشئی تکرھہ وان لم تَغلَمِ

ومن الولاۃ مفخم لایتقی والسیف تقطر شفرتاہ من الدّمِ

[ترجمہ: تیری ہیبت نے دلوں کو بات کرنے سے بھی روک دیا ہے، کچھ جانے بغیر وہ بات کو ناپسند کرتے ہیں۔ حالانکہ کچھ ایسے بھاری ڈیل ڈول والے حکمران بھی ہیں کہ ان سے انسان مرعوب نہیں ہوتے باوجود یہ کہ ان کی تلوار کے دونوں دھاروں سے خون ٹپک رہا ہوتا ہے]۔

اسی شاعر نے ہارون الرشید کے بارے میں کہا ہے:

وعلی عدوّک یابن عم محمدٍ رَصدانِ: ضوء الصبح والا ظلامُ

فاذا تنبہ رُعتہ، واذاغفا سلت علیہ سیوفک الا حلامُ

[ترجمہ: اے محمدؐ کے چچازاد بھائی تیرے دشمن کے لیے دو گھاتیں ہیں: صبح کی روشنی اور

---

۱ یعنی نیند میں اپنے خوابوں میں تجھ سے ڈرتا ہے اور حالت بیداری میں بھی تجھ سے مرعوب رہتا ہے۔

تاریکیاں۔ جب وہ بیدار ہوتا ہے تو اسے خوفزدہ کر دیتا ہے اور جب وہ اونگھتا ہے تو
خواب اس پر تیری تلواریں سونت لیتے ہیں]۔ لے

الحسن بن ھانی ہیبت کے بارے میں یوں مبالغہ آرائی کرتا ہے:

مَلِک تصوَّرَ فی القلوبِ مِثالُه فکانّه لم یَخلُ منه مکانُ

ماتنطوی عنه القلوب بفجرةٍ اِلّا یکلمه بها اللّحظانُ

حتی الذی فی الرّحم لم یک صورةً لفواده من خوفه خَفَقانُ

[ترجمہ: وہ ایک ایسا بادشاہ ہے کہ دلوں میں اس کی تصویر بنی ہوئی ہے گویا اس کے وجود سے کوئی جگہ بھی خالی نہیں۔ دل اس کے خوف سے فسق و فجور اور نافرمانی سے باز رہتے ہیں اور اسے کن آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے۔ حتی کہ جس کی ابھی رحم مادر میں صورت بھی نہیں بنی، اس کا دل بھی بادشاہ کے ڈر سے مضطرب رہتا ہے]۔

اس شعر میں جو افراط سے کام لیا گیا ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان جب کسی چیز سے ڈرتا ہے یا اس سے محبت کرتا ہے، تو قوتِ سماعت، بصارت سے، اپنے بالوں، کھال، اپنے گوشت اور خون حتی کہ جسم کے تمام اعضاء و جوارح کے ساتھ کسی سے محبت کرتا ہے یا کسی سے ڈرتا ہے۔ صلبوں میں موجود نطفے بھی اس سب میں شامل ہیں۔ شاعر کہتا ہے:

الا ترثی لمکتئبٍ یحبک لحمه وَدَمه

[کیا تم اس کبیدہ خاطر پر ترس نہ کھاؤ گے، جس کا گوشت اور خون تم سے پیار کرتے ہیں]۔

المکفوف نے آلِ محمد کے بارے میں کہا:

اُحِبکم حُبا علی الله اَجره تضمّنه الاحشاء واللحمُ والدمُ

[میں آپ لوگوں سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں، اس محبت کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ یہ محبت میرے جسم کے اندرونی اعضاء، گوشت اور خون میں شامل ہے]۔

حسن بن ھانی کا شعر بھی اسی مفہوم میں ہے:

واَخفتَ اهل الشرکِ حتی انّه لتخافُک النطفُ الّتی لم تخلق

[آپ نے مشرکوں کو خوف زدہ کر دیا ہے حتی کہ آپ سے وہ نطفے بھی ڈرتے ہیں جن کی ابھی تخلیق نہیں ہوئی]۔

جب اس سے اہل شرک ڈرتے ہیں تو پھر اس سے وہ نطفے بھی ڈرتے ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئے، یہ سب مجازی معنوں میں ہے، جیسا کہ اوپر گزرا۔

ایک اور مجازی تشریح:

بلاشبہ وہ نطفے جن سے اللہ نے میثاق لیا تھا، ان کی طرف بھی نسبت کرنا جائز ہے اس لیے کہ وہ ضرور وہ کام کرنے والے ہیں جو انہوں نے کرنے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے سامنے ان کی اولاد پیش کی اور فرمایا۔ یہ جنتی ہیں اور جنتیوں والے کام کریں گے اور یہ لوگ دوزخی ہیں اور دوزخیوں والے کام کریں گے۔

ہیبت کے بارے میں مولف کے اشعار:

میں (ابن عبدربہ) ہیبت کے بارے میں کچھ شعر عرض کرتا ہوں:

یامن یجرد من بَصیرته — تحت الحوادث صارم العزم
رُعت العدوّ فمامَثَلتَ لَه — الا تفزعَ منک فی الحُلمِ
اضحی لک التدبیرُ مُطرداً — مِثلِ اطّرَاد الفعِل للاسمِ
رَفعَ الحسودُ الیک ناظِره — فرآک مُطلَعًا مع لنجمِ

[ترجمہ: اے حالات و واقعات کے تحت مضبوط عزم کے مالک انسان، اپنی بصیرت سے الگ ہونے والے، تو نے دشمن کو اتنا زیادہ مرعوب اور ہیبت زدہ کر دیا ہے کہ وہ اپنے خوابوں میں بھی تجھ سے گھبرایا رہتا ہے۔ تدبیر تجھ سے ایسے الگ ہوئی ہے جیسے فعل اسم سے۔ حاسد نے جب تیری طرف نگاہ کی تو اس نے تجھے ستارے کے ساتھ بلندی پر پایا]۔

اخطل، معاویہؓ کے بارے میں:

ابو حاتم سہل بن محمد نے کہا کہ مجھ سے عتبی نے معاویہؓ کے بارے میں اخطل کے یہ

شعر بیان کیے:

تسمو العیون الی امام عادلٍ معدَلی المهابة نافعٍ ضرار

وتری علیه اذا العیونُ لمحتَهُ سیما الحلیم وَهَیبة الجبّارِ

[امام عادل کی طرف آنکھیں بلند ہوتی ہیں جسے ہیبت سے سرفراز فرمایا گیا ہے، نفع و نقصان دینے والا ہے۔ آنکھیں جب بھی اسے دیکھتی ہیں تو انہیں بردبار کی پیشانی اور جبّار کی ہیبت نظر آتی ہے]۔

حسنِ سیرت اور رعایا کے ساتھ نرمی

اس مفہوم کے بارے میں ایک آیت اور ایک حدیث:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو اپنے ماتحتوں کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ولو کنت فَظًّا غلیظ القَلبِ لانفضّوا من حَولکِ﴾ [1] اگر کہیں تم تندخو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمھارے گردو پیش سے چھٹ جاتے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جسے نرمی سے اپنا حصہ عطا کیا گیا اسے مکمل خیر سے حصہ ملا اور جسے نرمی کے اپنے حصے سے محروم رکھا گیا، اسے مکمل طور پر خیر سے محروم کر دیا گیا۔''

عمر بن عبدالعزیز کو سالم اور ابن کعب کا مشورہ:

جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے سالم بن عبداللہ اور محمد بن کعب کو بلوا بھیجا اور ان سے کہا: ''مجھے مشورہ دیجیے'' اس پر سالم نے آپ سے کہا: ''آپ لوگوں کو باپ، بھائی اور بیٹا بنا لیجیے۔ اپنے باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کیجیے، اپنے بھائی کی حفاظت کیجیے اور اپنے بیٹے پر رحم کیجیے'' محمد بن کعب نے کہا: ''آپ لوگوں کے لیے وہی پسند کیجیے جو آپ اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور لوگوں کے لیے وہی ناپسند کیجیے جو اپنے لیے ناگوار سمجھتے ہیں اور ہر وقت

---

[1] آل عمران: ۱۵۹

تمھیں سختی اور تشدد پر آمادہ نہ کرے اور رعیت سے وہی کچھ مانگ جو تو اس کے لیے خرچ کرتا ہے۔ پس، ﴿ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون﴾ [1] اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقوی سے کام لیتے ہیں اور احسان پر عمل کرتے ہیں۔

مہدی کے کاتب (سیکریٹری) ابوعبداللہ نے کہا:

صاحب اقتدار اور بادشاہ کو کس قدر سخت حاجت ہے ایک ساتھی کی جو اُسے روکے رکھے، حیاء کی جو اسے باز رکھے، عقل کی جو اسے باندھ کے رکھے، طویل تجربہ اور غیرت مند آنکھ کی، اس تک پہنچنے والی رگوں (شریف ومعزز آباء اجداد) کی، اسے کس قدر ضرورت ہوتی ہے ان اخلاقِ عالیہ کی جن کی بدولت وہ معاملات سے بآسانی عہدبرآ ہو سکے، ایک مشفق مصاحب کی، ایک نرم دل دوست کی اور ایک ایسی آنکھ کی جو انجام وعواقب کا مشاہدہ کر سکے اور ایسے دل کی جو خوف سے لبریز ہو۔ جو شخص کبرونخوت کی ملامت و مذمت سے آگاہ نہیں ہوتا وہ زبان کی لغزشوں سے بچ نہیں سکتا، نہ ہی وہ کسی بڑے سے بڑے گناہ کو بڑا سمجھ پاتا ہے اور نہ کسی تعریف و ثنا کا قدردان ہوتا ہے۔"

اردشیر کا اپنی رعیت کے نام مکتوب:

عظیم آباء واجداد کے وارث شہنشاہ اردشیر کی طرف سے دین بردار فقہاء سلطنت کے وقار وعظمت کے محافظ بہادر سرداروں، مملکت کی زیب و زینت سیکریٹریوں اور ملک کے ستون زمینداروں کے نام۔ تم سب پر امن وسلامتی ہو۔ ہم بفضلِ خداوند آپ لوگوں کے لیے صحیح وسالم ہیں۔ اپنی رعایا سے شفقت کی بنا پر ہم نے اس پر عائد ٹیکس معاف کر دیئے ہیں۔ ہم اس اعلان کے ساتھ ہی آپ لوگوں کو ایک نصیحت کر رہے ہیں جس پر عمل درآمد آپ لوگوں کی ذمہ داری ہے۔ باہم بغض وکینہ نہ رکھو کہ دشمن تمھیں کچل ڈالے گا، ذخیرہ اندوزی نہ کرو کہ قحط میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اپنے قریبی رشتہ داروں میں شادیاں کرو کہ یہ رحم ونسب کے رشتوں کو مضبوط کرنے والی ہیں۔ اس دنیا کو کچھ شمار نہ کرو کہ یہ کسی کو باقی نہیں رہنے دیتی اور نہ ہی دنیا کو

[1] النحل: ۱۲۸

بالکل ترک کردو کیونکہ آخرت دنیا ہی کی بدولت ملا کرتی ہے۔"

مروان بن حکم کی اپنے بیٹے عبدالعزیز کو نصیحت:

مروان بن حکم جب مصر سے شام منتقل ہوا تو اس نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو مصر کا گورنر مقرر کیا اور الوداع ہوتے وقت اس سے کہا: "دانا کو اپنا ایلچی بناؤ تو اسے نصیحت نہ کرو۔ اے فرزند عزیز! اپنے ماتحت کارندوں پر نظر رکھو، اگر ان کا کوئی حق تم پر ادا کرنا صبح کو لازمی ہو تو پھر شام تک تاخیر مت کرو، اور اگر شام کو ان کا حق بنتا ہو تو صبح تک تاخیر مت کرو۔ ان کے حقوق موقع پر ادا کرتے رہو گے اس سے ان کی اطاعت تمہارے لیے لازمی ہو جائے گی۔ خبردار تمہارا کوئی جھوٹ رعایا پر ظاہر نہ ہو، اگر ان کے سامنے تمہارا کوئی جھوٹ ظاہر ہو گیا تو وہ حق میں تمہیں کبھی سچا نہ سمجھیں گے۔ اپنے ہم نشینوں اور اہل علم سے مشاورت کرتے رہو اور اگر پھر بھی کوئی بات واضح نہ ہو تو مجھے لکھ بھیجو، انشاء اللہ تعالیٰ میری رائے تم تک پہنچ جائے گی۔ اگر اپنی رعایا میں سے کسی پر تمہیں غصہ آئے تو غصہ کی انتہائی تیزی کی حالت میں اس کا مواخذہ نہ کرنا، متعلقہ فرد سے اپنی سزا روکے رکھنا حتی کہ تمہارا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے، پھر جو چاہو تم فیصلہ کرو کہ اب تمہارا غصہ اور اشتعال سرد پڑ چکا ہو گا۔ سب سے پہلے جس شخص نے قید خانہ بنوایا وہ بہت بردبار اور صبر و حوصلہ والا شخص تھا۔ تمہارے رفقاء اور ہم نشین ہمیشہ اچھے خاندانوں کے افراد ہونے چاہیے۔ یہ لوگ دین و مروت سے بھی مالا مال ہوں۔ پھر اپنے ان ساتھیوں کے مرتبے دوسروں سے بلند کرنا، نہ انہیں بے مہار چھوڑ دینا اور نہ خواہ مخواہ سختی سے کام لینا۔ میں انہی باتوں پر اکتفاء کرتا ہوں اور تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔"

زیاد کے نام معاویہ کا خط:

ابو بکر بن ابی شیبہ نے عبداللہ بن مجالد سے بواسطہ شعبی روایت کی ہے کہ کہا: "زیاد نے کہا: امیر المومنین سیاست کے کسی معاملہ میں مجھ پر غالب نہیں آئے مگر صرف ایک مرتبہ، ہوا یوں کہ میں نے ایک آدمی کو خراج جمع کرنے پر مامور کیا تو اس نے خراج کی وصولی میں ہیر پھیر کی، اسے یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ میں اسے سزا دوں گا چنانچہ وہ بھاگ کر امیر معاویہ کے پاس

جا پہنچا، ان سے پناہ طلب کی تو انہوں نے اسے اپنی پناہ میں لے لیا۔ میں نے اس پر ان کے حضور شکایت لکھ بھیجی تو آپ نے مجھے لکھا: ہمیں لوگوں کے ساتھ یکساں پالیسی نہیں رکھنا چاہیے، ہم سب کو نرم نہ ہو جانا چاہیے کہ لوگ نافرمانی میں دلیر ہو جائیں اور نہ ہم سب کو سختی و تشدد سے کام لینا چاہیے کہ ہم لوگوں کو ہلاکت پر اکسائیں۔ لہٰذا آپ کو سختی و تشدد کے لیے ہونا چاہیے اور مجھے نرمی و رحمت کے لیے ہونا چاہیے۔"

حکمران کو درکار دور اندیشی اور عزمِ مصمم

داناؤں کا قول ہے: "سب سے دور اندیش بادشاہ وہ ہے جس کی سنجیدگی اس کی غیر سنجیدگی پر غالب ہو۔ اس کی رائے اس کی خواہش پر حاوی ہو۔ فکر و نظر اس کے ہم نشین ہوں کہ انجام ہائے کار اس کے لیے آشکار کریں، اس کا فعل اس کے باطن کا نمائندہ بنے۔ اس کی رضامندی اس کی ناراضگی کو دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ اس کا غیض و غضب اس کی تدبیر کو دھوکہ دے۔"

عبدالملک کی اپنے ولی عہد بیٹے ولید کو نصیحت:

عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے ولید کو جو اس کا ولی عہد تھا، کہا: "فرزند عزیز! جان لیجئے کہ حکمران اور اس کی رعایا کے مابین کہ وہ رعایا پر غالب آتا ہے یا رعایا اس پر غلبہ پاتی ہے۔ صرف دو حرف ہیں، دور اندیشی اور کوتاہی"۔

معمولی لغزشوں کے بارے میں داناؤں کا قول:

داناؤں کا کہنا ہے: "عقلمند کو چاہیے کہ وہ غلطیوں اور لغزشوں کو معمولی نہ سمجھے، اس لیے کہ جب وہ چھوٹے گناہ کو معمولی سمجھے گا تو خطرہ ہے کہ وہ بڑے گناہ میں مبتلا ہو جائے گا۔ ہم نے کئی بار دیکھا ہے کہ حقیر سا دشمن ملک کے لیے بہت بڑا خطرہ بن جاتا ہے۔ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ معمولی سی دوا سے صحت مل جاتی ہے اور ہم نے اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ بڑے بڑے دریا چھوٹے چھوٹے ندی نالوں سے پھوٹتے ہیں۔"

رعایا کی مذمت کا سبب:

داناؤں نے کہا ہے: ''رعایا میں سے حکمران کی مذمت تین قسم کے لوگ کیا کرتے ہیں: (۱) معزز فرد جس کی ناقدری کی گئی ہو، وہ حکمرن کے خلاف دل میں بغض و کینہ رکھ لیتا ہے۔ (۲) کمینہ فطرت انسان جو نااہل اور غیر مستحق تھا مگر اسے بہت کچھ دیا گیا، اس سے اس میں انکارِ نعمت نے جنم لیا۔ (۳) وہ مظلوم جسے انصاف میں سے اپنا حصہ نہیں ملا، اس نے حکمران کے خلاف شکایت شروع کردی۔''

بادشاہوں کی بارے میں ہندوستانی کتاب کا تبصرہ:

کتاب الہند میں ہے: ''بہترین بادشاہ وہ ہے جو گدھ کے مشابہہ ہو کہ اس کے اردگرد مردار پڑے ہوں نہ وہ جو مرداروں کے مشابہہ ہو کہ اس کے اردگرد گدھ موجود ہوں۔''

ایک بادشاہ سے اس کا ملک چھین لیا گیا تھا، اس سے پوچھا گیا: ''آپ سے ملک سلب ہونے کا سبب کیا ہے؟'' کہا: ''آج کا کل پر ڈالنا، نفری ضائع کر کے ساز و سامانِ جنگ اکٹھا کرنا اور ہر ابلہ اور ناداں پر بھروسہ کرنا'' ابلہ نادان سے مراد ہے جو ایسے رتبے تک پہنچے جس کا وہ مستحق واہل نہ ہو اور جسے وہ انعام واکرام ملا ہو جس کا وہ اہل نہ ہو۔

مواقع کے بارے میں ابن ابی طالبؓ کا قول:

''ان فرصتوں کو غنیمت سمجھو یہ بادلوں کی مانند گزر جایا کرتی ہیں، اصل کے بعد نقل کے درپئے نہ ہوا کرو۔''

(حضرت) عمرؓ کے بارے میں کچھ اقوال:

عمرؓ سب سے زیادہ محتاط اور دوراندیش خلیفہ تھے۔ جب عمرؓ کا تذکرہ کیا جاتا تو (حضرت) عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں: ''اللہ کی قسم، آپ معاملات کو بخوبی چلانے میں باکمال تھے۔ آپ نے تمام امور و معاملات کے لیے موزوں و مناسب اور باصلاحیت افراد منتخب فرمایا کرتے تھے۔''

مغیرہؓ بن شعبہ نے کہا: ''میں نے عمرؓ سے بڑھ کر کسی کو دوراندیش نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم ان کا مقام اتنا بلند تھا کہ وہ کسی کو دھوکہ نہ دے سکتے تھے اور عقل اتنی زیادہ تھی کہ وہ کسی سے

دھوکہ نہ کھا سکتے تھے''۔ عمرؓ نے فرمایا: ''میں دھوکہ باز نہیں ہوں اور دھوکہ باز مجھے فریب نہیں دے سکتا۔''

(حضرت) عمرؓ اور بحرین کا محصلِ زکوۃ:

عمرؓ کا گزر ایک جگہ سے ہوا جہاں گچ اور اینٹوں سے عمارت بنائی جارہی تھی، دریافت فرمایا: ''یہ عمارت کس کے لیے بنائی جارہی ہے؟'' بتایا گیا: ''آپ کے بحرین پر متعین عامل کے لیے'' فرمایا: ''آخر درہم اپنی گردنیں باہر نکال کے ہی رہے'' عمرؓ نے اسے بلوا بھیجا اور اس کے مال میں سے سرکاری حصہ وصول کر کے چھوڑا۔

(حضرت) عمرؓ اور ابن ابی وقاص:

(حضرت) سعد بن ابی وقاص المستجاب کہلایا کرتے تھے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: اتقوا وعدة سعد (سعد کی بددعا سے بچو)۔ عمرؓ نے جب ان سے سرکاری مال کا حصہ وصول فرمالیا تو سعدؓ نے عمرؓ سے کہا: ''میں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے'' عمرؓ نے فرمایا: ''کیا تم نے میرے خلاف بددعا کرنے کا تہیہ کرلیا ہے؟'' کہا: ''جی ہاں'' فرمایا: ''پھر آپ مجھے بھی اپنے رب سے مانگ کر محروم ہونے والا نہ پائیں گے۔''

ابن ابی وقاص کی ہجو:

جنگ قادسیہ کے موقعہ پر ایک شاعر نے سعد بن ابی وقاص کی ہجو کرتے ہوئے کہا:

الم تر انّ اللہ اظھر دینہ — وسعد بباب القادسیّة مُغصِمُ

فابنا وقد آمت نسآء کثیرة — ونسوةُ سعدٍ لیس فیھنّ اَیّم

[ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اپنا دین غالب کردیا اور سعد قادسیہ کے پھاٹک پر مضبوط قبضہ کیے ہوئے ہے۔ ہم فتح کے بعد قادسیہ سے پلٹے تو بہت سی عورتیں بیوہ ہوچکی تھیں جب کہ سعد کی بیویوں میں سے کوئی بھی بیوہ نہیں ہوئی]۔

یہ ہجو سن کر سعد نے بددعا ان الفاظ میں کی: اللھم اکفنی یدہ ولسانہ (یااللہ! مجھے اس کے ہاتھ اور زبان کے شر سے بچانا) چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور اس کی زبان گونگی ہوگئی۔

ابو موسیٰ اشعری، ابو ہریرہ اور حارث (حضرت) عمرؓ کے حضور:

عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ سے معزول کر دیا تھا اور ان سے سرکاری مال وصول کیا۔ ابو ہریرۃ کو بحرین سے معزول کیا اور ان سے بھی سرکاری مال وصول کیا، اسی طرح حارث بن کعب بن وھب کو بھی معزول کیا اور ان سے بھی سرکاری مال کا حصہ وصول کیا۔ آپ نے ابو موسیٰ کو بلوا بھیجا اور ان سے پوچھا: ''مجھے معلوم ہوا تمہارے پاس دو باندیاں ہیں، ایک عقیلہ کہلاتی ہے اور دوسری کوئی شہزادی ہے؟'' کہا: ''عقیلہ تو میری باندی ہے جس کا میری باندی ہونا واضح ہے اور جو شہزادی ہے، اس سے میرا مقصود فدیہ کی رقم کو بڑھانا ہے'' فرمایا: ''آپ کے یہاں دو دیگوں کا کیا قصہ ہے؟'' کہا: ''ہر روز میری خوارک ایک بکری ہے۔ نصف صبح پکائی جاتی ہے اور نصف شام کو'' فرمایا: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے پاس دو پیمانے ہیں؟'' عرض کیا: ''ایک تو میں اپنے اہل وعیال کو بھر کر دیتا ہوں اور اس سے اپنا قرض دور کرتا ہوں اور دوسرا عوام کے استعمال کے لیے ہے'' فرمایا: ''عقیلہ ہمارے حوالے کر دو۔ اللہ کی قسم یا تم مرد مومن ہو خیانت کا ارتکاب نہ کرنے والے یا پھر تم ایسے خبیث عیار ہو جو باتوں کے ہیر پھیر کا ماہر ہوتا ہے۔ اپنے کام پر واپس چلے جاؤ اپنے بال سے بندھے ہوئے، اپنی دم کو ٹانگوں میں دبائے ہوئے (یعنی ذلت وخواری کے ساتھ) اللہ کی قسم! اگر مجھے پھر تمہارے بارے میں کوئی بات معلوم ہوئی تو میں تمھیں بحال نہیں کروں گا۔''

پھر آپ نے ابو ہریرہؓ کو طلب کیا اور ان سے فرمایا: ''کیا تمھیں معلوم ہے کہ جب میں نے تمھیں بحرین پر مقرر کیا تھا تو تمہارے پاؤں میں جوتے تک نہ تھے، پھر مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے ایک ہزار چھ سو دینار کے گھوڑے خریدے ہیں؟'' عرض کی: ''ہم نے گھوڑوں کی یہ تجارت اس لیے کی ہے کہ ہمارے گھوڑوں کی افزائش نسل ہوتی تھی اور کچھ ہمیں تحفے ملے تھے'' فرمایا: ''میں نے تمہاری تنخواہ اور تمہارے راشن کا حساب کیا ہے۔ یہ رقم تمہاری آمدنی سے زائد ہے، اس لیے یہ سرکاری خزانہ میں واپس کرو'' عرض کیا: ''آپ کو اس کا اختیار نہیں'' فرمایا: ''کیوں اختیار نہیں، اللہ کی قسم! میں تمہاری پیٹھ کو درد آلود کر دوں گا'' پھر کوڑا لے کر ابو ہریرہ کی طرف

بڑھے اور انہیں مار مار کر خون آلودہ کر دیا'' پھر فرمایا: ''یہ رقم پیش کرو'' عرض کی: ''میں نے اس رقم سے اللہ کے یہاں ثواب کی امید رکھ لی ہے'' فرمایا: ''ثواب کی امید تو تم تب رکھتے جب تم نے یہ رقم حلال اور جائز ذرائع سے حاصل کی ہوتی اور پھر اسے از خود اللہ کے راستے میں ادا کرتے۔ کیا تم البحرین کے دور دراز کے مقام ہُجَر سے حال میں یہاں آئے ہو کہ لوگ تمہاری ذات کے لیے ٹیکس ادا کرتے تھے، وہ نہ اللہ کے لیے اور نہ ہی مسلمانوں کے لیے ٹیکس ادا کرتے تھے؟ اُمَیمہ نے تمھیں محض بکریاں چرانے کے لیے جنا تھا۔'' (امیمہ ابو ہریرہ کی والدہ کا نام ہے)۔

(حضرت) ابو ہریرہؓ اپنا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں: ''عمرؓ نے مجھے بحرین سے معزول کرتے ہوئے کہا تھا: اے اللہ کے دشمن اور اس کی کتاب کے دشمن، تو نے اللہ کا مال چرایا ہے؟ کہتے ہیں، میں نے عرض کیا: میں اللہ کا دشمن نہیں ہوں اور نہ ہی اس کی کتاب کا دشمن ہوں، بلکہ میں ان دونوں سے عداوت رکھنے والے کا دشمن ہوں اور میں نے اللہ کا مال چوری نہیں کیا۔ فرمایا: تیرے پاس پھر دس ہزار دینار کہاں سے آ گئے؟ میں نے جواب دیا: گھوڑوں کی نسل بڑھی اور تحفے و ہدیے جمع ہوتے رہے اور حصے پے در پے اکٹھے ہوتے رہے۔ کہتے ہیں: عمرؓ نے وہ سب کچھ مجھ سے وصول کر لیا۔ میں نے جب صبح کی نماز ادا کی تو امیر المومنین کے لیے استغفار کی۔''

اس واقعہ کے بعد عمرؓ نے ایک بار مجھ سے فرمایا: ''کیا تم سرکاری ملازمت نہیں کرو گے؟'' میں نے عرض کی: ''نہیں'' فرمایا: ''جو تم سے بہتر ہے اس نے سرکاری کام کیا ہے، یوسف صلوات اللہ علیہ نے'' میں نے عرض کی: ''یوسف علیہ السلام تو نبی ہیں جب کہ میں امیمہ کا بیٹا ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ میری ناموس کو گالی دی جائے گی، میری پیٹھ پر کوڑے برسائے جائیں گے اور میرا مال مجھ سے چھین لیا جائے گا۔''

راوی کا کہنا ہے کہ پھر عمرؓ نے حارث بن وھب کو بلایا اور فرمایا: ''وہ جوان اونٹنیاں اور غلام کہاں ہیں، جو تم نے دو سو اشرفیوں (دیناروں) میں خریدے ہیں؟'' کہا: ''میں نے اپنی تنخواہ کی رقم بچا کر اس سے تجارت کی ہے'' فرمایا: ''اللہ کی قسم! ہم نے تمھیں مسلمانوں کے مال

کی تجارت کرنے کے لیے نہیں بھیجا یہ رقم ادا کرو" اس پر حارث نے کہا: "اللہ کی قسم! اس کے بعد کوئی سرکاری منصب نہیں لوں گا" فرمایا: "انتظار کرو کہ میں تمھیں مقرر کردوں۔"

عمر بن خطاب اور ابن عاص:

عمرو بن العاص مصر کے گورنر تھے تو عمرؓ نے انہیں خط لکھا: "اللہ کے بندے عمر بن الخطاب کی طرف سے عمرو بن العاص کے نام، تم پر سلامتی ہو۔ امابعد! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے پاس گھوڑے، اونٹ، بھیڑ بکریاں، گائیں اور غلام بکثرت ہوگئے ہیں۔ حالانکہ مجھے تمہارے بارے میں اچھی طرح معلوم ہے کہ تمہارے پاس مال نہ تھا۔ لہٰذا مجھے یہ لکھ بھیجو کہ اس مال کی اصل کہاں سے ہیں اور حقائق کو چھپانا نہیں۔"

چنانچہ انہوں نے (حضرت) عمر کے نام یہ خط لکھ بھیجا:

"عمرو بن العاص کی طرف سے اللہ کے بندے عمر بن الخطاب امیر المومنین کے نام، سلام علیک، میں آپ کے سامنے اللہ کی حمد بجالاتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ امابعد! میرے پاس امیر المومنین کا مکتوب پہنچا ہے جس میں انہوں نے میری ملکیت کے بڑھنے کا تذکرہ فرمایا ہے اور یہ کہ آنجناب خوب جانتے ہیں کہ اس سے پہلے میرے پاس کوئی مال نہ تھا۔ میں امیر المومنین کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ میں ایسے علاقے میں ہوں جہاں اشیاء کی ارزانی ہے، میں بھی یہاں کے باشندوں کی طرح حرفت وزراعت سے کام لیتا ہوں اور امیر المومنین کے رزق میں کشادگی ہے۔

اللہ کی قسم! اگر میں آپ کے ساتھ خیانت کرنے کو روا سمجھتا تو بھی میں آپ کے ساتھ خیانت نہ کرتا۔ جنابِ والا، سختی ذرا کم کیجیے، ہماری آبائی شرف ومنزلت موجود ہے جو ہمیں آپ کے یہاں کام سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ ہم واپس جا کر اسی کی بدولت زندگی گزاریں گے۔ مجھے اپنی جان کی قسم! آپ کے پاس وہ حضرات ہیں جن کی معیشت مذموم نہیں اور نہ ہی یہ حضرات آپ کے نزدیک قابلِ مذمت ہیں۔ آپ نے بیان کیا تھا کہ آپ کے یہاں مہاجرین اولین ہیں جو مجھ سے بہتر ہیں۔ یہ کیونکر ہوا، آپ کا قفل کھولا نہیں گیا اور نہ ہی ہم نے آپ کو

آپ کے عمل میں شریک کیا ہے؟''

اس خط کا جواب (حضرت) عمرؓ نے یہ دیا:

''امابعد! اللہ کی قسم میں تیری داستان سرائیوں اور فضول گوئیوں کا موضوع نہیں ہوں۔ تم اپنے آپ کو کیسے پاک دامن قرار دینے لگے۔ میں نے تمہاری طرف محمد بن مسلمہ کو بھیج دیا ہے، تم اپنے مال کا سرکاری حصہ نکال کر اس کے حوالے کر دو۔ اے سرکاری کارندوں کے گروہ تم مال کے امین بنائے گئے ہو۔ کوئی بھی عذر و بہانہ گھڑ کے تم بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ تم لوگ اپنی اولادوں کے لیے مال جمع کرتے ہو اور اپنے مستقبل کے لیے سرمایہ بچاتے ہو۔ مگر یاد رکھو کہ تم لوگ عار و ذلت جمع کر رہے ہو اور تم لوگ آگ کے وارث بنو گے اور اپنی اولاد کو بھی آگ کا وارث بناؤ گے، والسلام۔''

جب محمد بن مسلمہ پہنچے تو عمرو بن العاص نے ان کے لیے بڑے اہتمام سے بہت سا کھانا تیار کروایا مگر محمد بن مسلمہ نے اس میں سے کچھ بھی کھانے سے انکار کر دیا، اس پر عمرو نے ان سے کہا: ''کیا آپ ہمارے کھانے کو حرام سمجھتے ہیں؟'' جواب دیا: ''اگر آپ نے میرے سامنے مہمان کا کھانا رکھا ہوتا تو میں اسے کھا لیتا، مگر آپ نے جو میرے لیے کھانا پیش کیا ہے یہ تو کسی شر کا پیش خیمہ ہے۔ اللہ کی قسم، میں تمہارے یہاں پانی بھی نہیں پیوں گا۔ تم اپنی ملکیت میں ہر چیز مجھے لکھ کر دو اور کسی بات کو نہ چھپاؤ'' محمد بن مسلمہ نے حضرت عمرو کے سارے مال میں سے سرکاری حصہ وصول کر لیا، صرف ان کے جوتے باقی رہ گئے تو محمد بن مسلمہ نے ایک جوتا اٹھا لیا اور دوسرا چھوڑ دیا۔ یہ دیکھ کر عمرو بن العاص نے برافروختہ ہو کر کہا: ''اے محمد بن مسلمہ، اللہ اس زمانے کا برا کرے جس میں عمرو بن العاص، عمر بن خطاب کا گورنر بنا۔ اللہ کی قسم، مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ خطاب نے اپنے سر پر ایندھن کی گٹھڑی اٹھائی ہوئی تھی اور اس کے بیٹے نے بھی اسی طرح گٹھڑی اٹھائی ہوئی تھی۔ دونوں کے جسموں پر اونی تہہ بند کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا جو بمشکل ان کی پنڈلیوں تک پہنچتا تھا اور اللہ کی قسم عاص بن وائل سونے سے مزین دیباج کا لباس زیب تن کیا کرتا تھا۔''

یہ سن کر محمد بن مسلمہ نے کہا: ''چپ رہو، اللہ کی قسم، عمر تم سے بہتر ہیں۔ تمہارا باپ اور ان کا باپ جہنم میں ہیں۔ اللہ کی قسم، اگر تمہارا اچھا دور نہ گزرا ہوتا تو تم (یہ بات کرنے کے بعد) ایک بکری کے پاس بیٹھے ہوتے، جس کا دودھ تمھیں اچھا لگتا مگر اس کے دودھ کی تھوڑی مقدار تمھیں ناگوار معلوم ہوتی'' اس پر عمرو نے کہا: ''میری یہ بات آپ کے پاس، اللہ کے راز کی مانند ایک امانت ہے'' چنانچہ محمد بن مسلمہ نے یہ بات (حضرت) عمرؓ کو نہ بتلائی۔

ابوسفیان، مال اور بیڑیوں کے ساتھ:

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہا: معاویہؓ نے عمرؓ بن خطاب کی طرف مال اور بیڑیاں روانہ کیں۔ آپ شام کے گورنر تھے۔ آپ نے اپنے والد ابوسفیانؓ کو لکھ بھیجا کہ وہ یہ بیڑیاں عمرؓ کے حوالہ کردیں۔ انہوں نے ایک خط عمرؓ کے نام لکھا کہ مجھے رومیوں کے قلعوں میں مسلمان قیدی ملے جو لوہے کی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ میں نے یہ بیڑیاں وہاں سے اٹھوالیں تا کہ انہیں امیر المومنین ملاحظہ فرمالیں'' عرب اس سے پہلے قیدیوں کو رسیوں سے جکڑتے تھے۔ شاعر نے کہا ہے: اولجدل الاداھم [1]

چنانچہ ایلچی مال اور بیڑیاں لے کر پہلے ابوسفیان کے پاس پہنچا۔ راوی کا بیان ہے: ابوسفیان نے مال تو اپنے لیے روک لیا اور خط اور بیڑیاں لے کر عمرؓ کے پاس پہنچے۔ جب حضرت عمر نے خط پڑھا تو پوچھا: ''ابوسفیان مال کہاں ہے؟'' عرض کی: ''ہم پر کچھ قرض تھا، اس لیے ہم اس مال کو مدد سمجھ کر اس سے اپنا قرض اتاریں گے اور پھر بیت المال میں ہمارا حق بھی ہے۔ جب آپ ہمیں کچھ وظیفہ وغیرہ دینے لگیں تو وہ اس کے بدلے میں ہم سے کاٹ لینا۔''

یہ سن کر عمرؓ نے حکم دیا کہ اسے بیڑیوں میں جکڑ دو حتی کہ مال پیش کردے۔ راوی کہتا ہے: چنانچہ ابوسفیانؓ نے کسی کو مال لانے کے لیے بھیج دیا، عمرؓ نے ان کی بیڑیاں کھولنے کا حکم دے دیا۔ راوی کہتا ہے: جب فرستادہ واپس امیر معاویہ کے پاس پہنچا تو اس سے آپ نے پوچھا: ''کیا امیر المومنین کو وہ بیڑیاں پسند آئی تھیں؟'' اس نے جواب دیا: ''جی ہاں، بہت پسند

---

[1] مکمل شعر یہ ہے: هوا القين وابن القين لاقين مثله لبطح المساحي اولجدل الاداهم

آئی تھیں اورانہوں نے آپ کے والد کو ان میں جکڑ دیا تھا'' پوچھا: ''وہ کیوں؟'' کہا: ''اس لیے کہ آپ کے والد نے مال اپنے پاس روک لیا تھا اور بیڑیاں لے کر عمرؓ کے پاس تشریف لے گئے تھے'' اس پر معاویہ نے کہا: ''جی ہاں، اللہ کی قسم! اگر خطاب (عمر کے والد) بھی ہوتے تو وہ انہیں بھی بیڑیوں میں جکڑتے۔''

ابوسفیان کی مال چھپانے کی کوشش:

ابوسفیانؓ اپنے بیٹا معاویہؓ سے ملنے شام گئے، جب ان کے ہاں سے پلٹے تو عمرؓ سے ملنے گئے۔ انہوں نے فرمایا: ''ابوسفیان ہمیں ٹیکس ادا کرو'' عرض کیا: ''ہمیں کچھ مال تو ملا نہیں آپ کو ٹیکس کیسے دیں'' عمرؓ نے ایک انگوٹھی لی اور ایک ایلچی کے سپرد کی، اس سے کہا: ''جا کر ہند کو دینا اور اسے کہنا کہ ابوسفیان آپ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ میں جو دو تھیلیاں لایا ہوں وہ دے دیجئے'' ایلچی بھیجنے کے تھوڑی دیر بعد ہی عمرؓ کے سامنے تھیلیاں پیش ہوئیں جن میں دس ہزار درہم تھے۔ عمرؓ نے تھیلیاں بیت المال میں رکھنے کا حکم دیا۔ جب عثمان خلیفہ بنے تو آپؓ نے تھیلیاں ابوسفیان کو واپس کر دیں مگر انہوں نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ جو مال میرے لیے عمرؓ نے عیب دار قرار دیا میں اسے کیونکر لوں۔''

(حضرت) عمر اور عتبہ کے پاس مال:

عمرؓ بن خطاب نے عتبہ بن ابی سفیان کو طائف کا والی مقرر کیا اور وہاں سے صدقات کی وصولی کی ذمہ داری بھی انہیں سونپی۔ پھر انہیں معزول کر دیا۔ وہ آپ کو راستہ میں مل گئے، دیکھا کہ ان کے پاس تیس ہزار درہم ہیں۔ دریافت فرمایا: ''یہ آپ کے پاس کہاں سے آ گئے؟'' عرض کی: ''اللہ کی قسم، یہ مال نہ آپ کا ہے نہ مسلمانوں کا ہے۔ مگر یہ مال تو میں نے ایک جاگیر خریدنے کے لیے نکالا ہے'' اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''ہمارے ایک سابقہ عامل کے پاس ہمیں مال مل گیا ہے۔ اب یہ ضرور مسلمانوں کے بیت المال میں جمع ہوگا'' چنانچہ وہ مال اٹھوا کر بیت المال کے سپرد کر دیا۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے تو عتبہ سے فرمایا: ''کیا آپ یہ مال لینا چاہتے ہیں۔ میں عمرؓ کے اسے ضبط کر لینے کو صحیح نہیں سمجھتا'' عتبہ بولا: ''اللہ کی قسم، ہمیں اس مال کی

ضرورت ہے، مگر آپ اپنے سے پہلے کے خلیفہ کا ضبط شدہ مال مجھے نہ دیجئے کہ آپ کے بعد آنے والا خلیفہ یہ آپ کے وارثوں سے ضبط کر کے اسے واپس بیت المال میں رکھوا دے گا۔"

(حضرت) عمر اور ابوسفیان کے مابین مکالمہ:

قحذمی [۱] کا بیان ہے ایک شخص کو عمرؓ نے درّہ سے پیٹا تو اس نے قصیٰ کی دہائی دی۔ اس پر ابوسفیان نے کہا: "اے بھتیجے! اگر آج سے پہلے تم نے قصیٰ کو پکارا ہوتا تو قصیٰ کی نسل سے تمہاری مدد کے لیے سردار اور شرفاء ضرور پہنچتے" اس پر عمرؓ نے ابوسفیان سے فرمایا: "چپ رہو تمہارا باپ نہ رہے" ابوسفیان نے اس پر "ہا" کی اور اپنی درمیانی انگلی اپنے منہ پر رکھ لی۔"

یزید کا مروان کے نام خط:

خلیفہ بن خیاط کا کہنا ہے کہ یزید بن ولید المعروف بہ ناقص۔ عدم کمال کی وجہ سے الناقص کہلایا۔ [۲] نے مروان بن محمد کے نام خط لکھا (اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ اس کی بیعت کرنے کے بارے میں متذبذب ہے) "امابعد! میں آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ ایک قدم بڑھاتے ہیں اور دوسرا قدم پیچھے ہٹاتے ہیں۔ جب آپ کو میرا یہ خط ملے تو آپ جس قدم پر چاہیں اعتماد کرلیں، والسلام" چنانچہ مروان نے یزید کی بیعت کر لی۔

ابوغسان اور اہل مرو:

جب اہل مرو نے ابوغسان تک پانی پہنچنے سے روک دیا اور پانی کا رخ صحرا کی طرف موڑ دیا، تو ابوغسان نے ان کی طرف خط لکھا: "اہل مرو میں سے بنو الاستاہ کے نام یا تو شام تک میرے پاس پانی پہنچ جانا چاہیے یا پھر تمہارے پاس صبح سویرے گھوڑ سوار دستے پہنچ جائیں گے" ابھی شام نہیں ہوئی تھی کہ اس کے پاس پانی پہنچ گیا" اس پر ابوغسان نے کہا:

---

[۱] مراد ہے ولید بن ہشام القحذمی۔

[۲] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنی فوج کی تنخواہوں میں کمی کر دی تھی اس لیے الناقص یعنی کمی کرنے والا کہلایا۔ یہ ۱۲۶ھ/۷۴۴ء میں برسراقتدار آیا اور محض چھ ماہ حکمران رہنے کے بعد طاعون میں وفات پائی، اس کے عہد حکومت میں کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا۔

''تمہارے بارے میں دھمکی اتنی موثر نہیں ہوتی جتنا سچ۔''

ابن طاہر کا مکتوب حسن تغلبی کے نام:

عبداللہ بن طاہر خراسانی نے حسن عمر تغلبی کے نام یہ خط لکھا: ''امابعد! مجھے یہ اطلاع مل چکی ہے کہ بدکاروں نے جوڈاکہ زنی شروع کر رکھی ہے تم نہ تو راستے کو پرامن بناتے ہو، نہ چوروں اور ڈاکوؤں کو قابو کرتے ہو اور نہ عوام کو خوش رکھتے ہو۔اس کے باوجود زیادہ رعایات وتنخواہ کی طمع رکھتے ہو! تم وسیع الصدر بنے کی کوشش نہ کرو۔اللہ کی قسم، یا تو تم خود ہی میرے لیے کفایت کرنے والے بن جاؤ یا پھر میں تمہاری طرف ایسے جوان مرد بھیجوں گا کہ تمہیں یہ تک معلوم نہ ہو سکے گا کہ ان کا تعلق مرّہ سے ہے یا جہم سے، یہ عدی سے تعلق رکھتے ہیں یا رُھم سے و لاحول و لا قوة الّا باللہ۔''

قتیبہ[1] کے نام حجاج کا مکتوب:

حجاج بن یوسف نے خراسان میں اپنے گورنر کے نام مکتوب روانہ کیا جس میں تحریر تھا ''امابعد، وکیع بن حسان نے بصرہ میں جو حرکتیں کیں وہ کیں۔ پھر وہ سجستان جا کر چوریاں کرنے لگا۔ پھر وہاں سے اس نے خراسان کا رخ کیا۔ جب میرا یہ خط تم تک پہنچے تو اس کا گھر منہدم کردو۔اس کا گروہ تتر بتر کر کے اس کا پرچم لپیٹ دو'' وکیع ،قتیبہ کی پولیس کا انچارج تھا، چنانچہ قتیبہ نے اسے معزول کر دیا اور مسعود بن خطاب کے چچا الضّبی کو انچارج بنا دیا۔

حجاج کا خط راہ زنوں کے نام:

حجاج کو اطلاع ملی کہ بدوؤں کا ایک طائفہ راہ زنی کرتا ہے، چنانچہ اس نے ان کے نام یہ خط بھیجا: ''امابعد! تمھیں فتنے نے ہلکا کر ڈالا ہے، تم ناحق خون ریزی کرتے ہو اور ڈاکہ زنی اور راہ زنی میں مشغول ہو اور برائیوں سے باز نہیں آتے۔ میں نے تمہاری طرف ایسی گھوڑ سوار فوج بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے جو نئی اور پرانی جائیدادوں اور مال و سرمایہ کو ضبط کر لیں گے۔ عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنا دیں گے، علاقے کو تاخت و تاراج کر ڈالیں گے۔''

جب یہ خط بدوؤں کو ملا تو انہوں نے راہ زنی ترک کر دی۔

---

[1] مراد ہے قتیبہ بن مسلم باہلی، جسے حجاج بن یوسف نے خراسان کا گورنر مقرر کیا تھا۔ (ن س ظ)

حکمران سے ٹکراؤ

داناؤں نے کہا ہے: جو بادشاہ سے ٹکر لے گا، بادشاہ اسے ذلیل وخوار کرڈالے گا اور جوشخص بادشاہ کے حضور عاجزی وپستی سے کام لے گا، بادشاہ اس سے درگزر کا معاملہ فرمائے گا۔
داناؤں نے بادشاہ کے ساتھ اس معاملے کو تیز وتند آندھی سے مشابہت دی ہے کہ آندھی گھانس پھوس اور نرم پودوں کو تو کچھ نقصان نہیں پہنچایا کرتی کیونکہ وہ اس کے ساتھ ہم آہنگ ہوکر جھومتے جھولتے ہیں مگر وہ تناور درختوں کو اکھاڑ پھینکتی ہے۔ شاعر نے کہا ہے:

ان الریاح اذا ماعصفت قصفت   عیدانِ نبع ولا یعبأن بالرَّتم

[تیز وتند ہوائیں پہاڑی پیڑوں کی ٹہنیوں کو توڑ ڈالتی ہیں مگر وہ نرم ونازک پودوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچاتیں]۔

حبیب بن اوس کا یہ شعر حکمران کے بارے میں ایک بہتر شعر ہے:

هو السَّیلُ اِن واجَهتَه انقدتَ طوعَه   وتقتاده مِن جانبیه فَیَتبعُ

[وہ سیلاب ہے اگر تم نے اس کا سامنا کیا تو تمھیں مجبوراً اطاعت اختیار کرنا پڑے گی اور اگر تم نے اس کے دونوں پہلوؤں کو قابو کرلیا تو وہ تمہارے پیچھے چلے گا]۔

ایک اور شاعر نے کہا ہے:

هو السیف ان لاینته لان مَتنَه   وَحدَّاهُ اِن خاشَنتهُ خَشِنَان

وہ تلوار ہے اگر تم اس کے ساتھ نرمی سے پیش آوَ گے تو اس کا متن[1] نرم ہوگا اور اگر تم نے اس کے ساتھ سختی کا برتاوَ کیا تو پھر اس کی دونوں دھاریں سخت ہوں گی۔

معاویہ اور ابوالجہم:

معاویہؓ نے ابوجہم عدوی سے دریافت کیا: ''میں بڑا ہوں کہ آپ؟'' اس نے کہا: ''اے امیر المومنین! میں نے آپ کی والدہ کی شادی کا کھانا کھایا ہے'' فرمایا: ''میری والدہ کے

---

[1] تلوار کا چوڑا حصہ

کون سے خاوند کی شادی کا کھانا؟''۔ ''جب ان کی شادی حفص المغیرۃ کے ساتھ ہوئی تھی'' فرمایا:
''ابوالجہم، بادشاہ کے حضور محتاط رہو، وہ بچے کی طرح غصے ہوتا ہے اور شیر کی طرح پکڑتا ہے۔''

اسی ابوجہم نے ہی معاویہؓ کے بارے میں کہا ہے:

وَنُغضبہ لنَخبرَ حالتیہ　　فنخبرُ منہما کَرَماً ولینا

نمیل علیٰ جوانبہ کانا　　نمیلُ اذا نمیلُ علی ابینا

[ہم آپ کو غصہ دلاتے ہیں تاکہ آپ کی دونوں حالتوں سے آگاہ ہو جائیں تو ہمیں کرم وسخاوت اور نرمی و عاجزی سے آگاہی ہوتی ہے۔ ہم آپ سے اس طرح اتراتے ہیں جیسے اپنے والد سے نازنخرے کر رہے ہوں]۔

معاویہ اور عقیبہ اسدی:

عقیبہ اسدی، معاویہ کی خدمت میں پہنچا تو ایک رقعہ پیش کیا، جس میں یہ اشعار تھے:

مُعَاوِیَ اننا بشرٌ فاسجَح　　فلسنا بالجبال ولا الحدیدِ

اکلتم اَرضنا فجرذ تموہا　　فہل من قائم اومن حصیدِ

اتطمع بالخلود اذا ہلکنا　　ولیس لنا ولا لک من خلود

فہبنا أمۃً ہلکت ضیاعاً　　یزیدُ امرہا و ابو یزیدِ

[ترجمہ: اے معاویہ ہم انسان ہیں، ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، ہم پہاڑ اور فولاد نہیں ہیں۔ تم لوگوں نے ہماری زمین کھا کر اسے چٹیل بنا دیا ہے کیا تمھیں کوئی کھڑی یا کٹی ہوئی چیز نظر آتی ہے؟ جب ہم مر جائیں گے تو کیا تم ہمیشگی کا طمع رکھتے ہو۔ ہمارے اور تمہارے لیے دوام نہیں ہے۔ ہمیں وہ امت دے دیجیے جو رائیگاں ہو کر موت کے گھاٹ اتر گئی، اس امت کا امیر یزید اور یزید کا باپ ہے]۔

یہ اشعار پڑھنے کے بعد معاویہؓ نے شاعر کو بلوایا اور دریافت فرمایا: ''کس چیز نے تمھیں میرے خلاف اس قدر جری و بے باک بنا دیا ہے؟'' عرض کیا: ''میں نے آپ کی خیر خواہی کی ہے جب کہ دوسرے ملاوٹ اور کھوٹ سے کام لیتے ہیں، میں نے آپ کے سامنے

سچ بولا ہے جب کہ دوسروں نے آپ کے ساتھ دروغ بیانی سے کام لیا ہے'' فرمایا: ''میں تمھیں سچا سمجھتا ہوں'' پھر اس کی ضرورت پوری کردیں۔

زیاد نے مالک بن انس سے روایت کی ہے کہا، خلیفہ ابوجعفر منصور نے خطبہ دیا، پس اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، پھر کہا: ''ایھا الناس، اتقوا اللّٰہ (لوگو! اللہ سے ڈرو)'' ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ عوام میں سے ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اور بولا: ''میں آپ کو اللہ یاد دلاتا ہوں اے امیر المومنین وہی ہستی جو آپ نے ہمیں یاد دلائی ہے'' ابوجعفر نے بلاتردد فی البدیہہ کہا: ''جو اللہ کی یاد دلاتا ہے، اس شخص کی بات سنی اور مانی جاتی ہے، میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں لوگوں کو اللہ یاد دلاؤں اور خود اسے بھول جاؤں اور یوں مجھے اپنے وقار کا خیال گناہ پر جمادے، ﴿قد ضللت اذاً وما انا من المھتدین﴾ [1] (یعنی اگر میں نے ایسا کیا تو گمراہ ہوگیا، راہِ راست پانے والوں میں سے نہ رہا) بہرحال جہاں تک تمہارا تعلق ہے، تمہارا مقصود خیر خواہی نہ تھا، تم صرف یہ کہلوانا چاہتے تھے اس نے بات کی، سزا پائی اور برداشت سے کام لیا اور لوگوں میں تمھیں آئندہ اس قسم کی حرکت سے خبردار کرتا ہوں۔ یقیناً موعظت ہم پر اتری، اور ہم سے لی گئی'' اس کے بعد خلیفہ منصور نے اپنا خطبہ وہیں سے شروع کیا، جہاں سے اسے شروع کرنا تھا۔

(ہارون) الرشید کے خطاب میں مداخلت:

خلیفہ ہارون الرشید مکہ مکرمہ میں خطاب فرما رہے تھے، ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اور کہا: ﴿کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون﴾ [2] (اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم کہو وہ بات جو کرتے نہیں)۔ خلیفہ نے اس کے بارے میں حکم دیا چنانچہ اسے سو کوڑے مارے گئے۔ وہ ساری رات چلاتا رہا اور الموت، الموت پکارتا رہا۔ ہارون کو بتایا گیا کہ وہ تو ایک نیک بندہ ہے، چنانچہ اسے بلوا بھیجا اور معافی طلب کی، اس نے معاف کردیا۔

ولید کے خطبے میں مداخلت:

ولید بن عبدالملک جمعہ کے دن منبر پر بیٹھا، حتیٰ کہ سورج زرد ہوگیا۔ ایک شخص اٹھ

---

[1] الانعام: ۵۶ [2] الصف: ۳

کھڑا ہوا اور کہا: ''یا امیر المومنین وقت آپ کا انتظار نہیں کرے گا اور پروردگار آپ کا عذر قبول نہیں فرمائے گا'' ولید نے کہا: ''آپ نے سچ فرمایا ہے اور جو شخص آپ کے کلام کی مانند بات کرے اسے آپ کی طرح کھڑا نہیں رہنا چاہیے۔ حفاظتی عملہ کا جو بھی سپاہی اس شخص کے قریب ترین ہو، اسے آگے بڑھ کر اس کی گردن اڑا دینی چاہیے۔''

ایک جانباز، معاویہ اور زیاد کے سامنے:

ریاشی نے اصمعی سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے ایک شخص کے ساتھ اس بات پر شرط لگائی کہ جب معاویہ سجدہ ریز ہوں تو وہ ان کے پاس پہنچ جائے اور ان کے سرین پر ہاتھ رکھ کر کہے: ''سبحان اللہ یا امیر المومنین! آپ کا سرین، آپ کی والدہ ہند کے سرین سے کتنا ملتا جلتا ہے'' اس آدمی نے ایسا ہی کیا۔ جب معاویہؓ نماز ختم کر چکے تو فرمایا: ''میرے بھتیجے! ابو سفیان کا سرین اس سرین سے زیادہ مشابہ تھا۔ بہرحال، تم جا کر اپنی شرط کی رقم وصول کر لو، جو لوگوں نے تمہارے لیے ٹھہرائی ہے'' چنانچہ اس نے اپنی شرط کی رقم وصول کر لی۔ پھر اسی شخص نے یہ شرط لگائی کہ وہ زیاد کے خطبہ کے دوران اٹھ کھڑا ہوگا اور اس سے پوچھے گا: ''گورنر صاحب! تمہارا باپ کون ہے؟'' اس جانباز نے ایسا ہی کیا، اس پر زیاد نے اس سے مخاطب ہو کر پولیس والے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''یہ تمھیں بتائے گا'' پولیس والے نے آگے بڑھ کر اس کی گردن اڑا دی۔ جب اس واقعہ کی اطلاع امیر معاویہؓ کو پہنچی تو فرمایا: ''اسے میرے سوا کسی نے قتل نہیں کیا۔ اگر میں اس کی پہلی حرکت پر ہی اس کی تادیب کر دیتا تو وہ دوسری بار حرکت کی جرات نہ کرتا۔''

ایک آدمی نے شرط لگائی کہ جب عمروؓ بن العاص خطبہ دے رہے ہوں گے تو وہ اٹھ کھڑا ہوگا اور کہے گا: ''گورنر صاحب! آپ کی والدہ کون ہیں؟'' چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا تو عمروؓ بن العاص نے اس سے فرمایا: ''نابغہ بنت عبداللہ، میری والدہ ہے، عربوں کے نیزوں نے اسے اپنے قبیلہ سے الگ کر دیا تھا چنانچہ وہ عکاظ کے میلے میں فروخت کر دی گئی، اسے عبداللہ بن جدعان نے عاص بن وائل کے لیے خرید لیا، اس نے شریف اولاد جنی۔ اگر ان لوگوں نے

تیرے لیے کوئی شرط مقرر کی ہے تو وہ تو وصول کر لے۔“

معاویہ اور خریم:

معاویہؓ کے پاس خریم الناعم آئے تو آپ نے اس کی دونوں پنڈلیوں کو دیکھ کر کہا: ”کتنی اچھی پنڈلیاں ہیں، اگر یہ کسی لڑکی کی ہوتیں“ اس پر خریم نے کہا: ”جیسے آپ کے سرین یا امیر المومنین“ فرمایا: ”ایک کا جواب دوسری بات سے ملا، تاہم پہل کرنے والا زیادہ ظالم ہے۔“

سلطان کا اہل فضل و دین کے سامنے برداشت سے کام لینا جب وہ اس کے خلاف اظہار جرأت کریں

ابو جعفر منصور، مالک اور ابن طاوس کے ساتھ:

زیاد نے مالک ابن انس سے روایت کی ہے کہا: خلیفہ ابو جعفر منصور نے مجھے اور ابن طاوس کو بلوا بھیجا۔ چنانچہ ہم اس کے پاس پہنچے اور جب اس کی مجلس میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بڑے سلیقے اور ترتیب سے سجائے گئے فرشوں پر فروکش ہے اور اس کے سامنے چرمی فرش بچھائے گئے۔ پولیس والوں کے ہاتھوں میں تلواریں ہیں اور وہ گردنیں اڑا رہے ہیں اس نے ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا چنانچہ ہم بیٹھ گئے۔ اس نے بڑی دیر تک ہم سے بات چیت نہ کی اور سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر سر اٹھایا اور ابن طاوس کی طرف متوجہ ہو کر ان سے کہا: ”مجھے اپنے والد کے حوالے سے حدیث سنائیے“ انہوں نے کہا: ”ٹھیک ہے، میں نے اپنے والد کو یہ کہتے سنا ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب اس شخص کو ہو گا جسے اللہ نے اپنی حکومت میں شامل کیا مگر اس نے اپنے عدل میں ظلم و جور کو داخل کیا“۔ کچھ دیر خلیفہ خاموش رہے۔ مالک کہتے ہیں، میں نے اپنے لباس کو سمیٹ لیا اس اندیشہ سے کہ کہیں ابن طاوس کے خون سے یہ آلودہ نہ ہو جائے۔ پھر خلیفہ ابو جعفر نے ابن طاوس کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ”اے ابن طاوس مجھے وعظ و نصیحت کیجئے“ عرض کیا: ”ہاں، اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں: ﴿الم تر کیف فعل ربک بعاد ○ ارم ذات العماد ○ التی لم یخلق مثلها فی البلاد ○ وثمود الذین جابوا الصخر بالواد ○ وفرعون ذی الاوتاد ○ الذین طغوا فی البلاد ○ فاکثروا فیها الفساد ○ فصبّ علیهم ربُّکَ سوط عَذاب ○ انّ ربَّکَ لبالمرصاد ○﴾[1] (یعنی تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے کیا برتاؤ کیا اونچے ستونوں والے عادِ ارم کے ساتھ جن کے مانند کوئی قوم دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی تھی؟ اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں چٹانیں تراشی تھیں؟ اور میخوں والے فرعون کے ساتھ؟ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیا کے ملکوں میں بڑی سرکشی کی تھی اور ان میں بہت فساد پھیلایا تھا۔ آخرکار تمہارے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب گھات لگائے ہوئے ہے)۔

امام مالک فرماتے ہیں، میں نے ایک بار پھر اپنے کپڑے سمیٹ لیے کہ مبادا ابن طاوس کے خون سے آلودہ نہ ہوں خلیفہ کچھ دیر کے لیے خاموش رہے۔ حتی کہ ان کے اور ہمارے درمیان تاریکی چھا گئی۔ پھر فرمایا: ''ابن طاوس، مجھے یہ دوات پکڑائیے'' مگر ابن طاوس نے اس حکم کی تعمیل نہ کی۔ پھر فرمایا: ''مجھے یہ دوات پکڑیئے'' پھر بھی وہ باز رہے۔ پھر فرمایا: ''آپ کو کیا چیز مجھے دوات پکڑانے میں رکاوٹ ڈال رہی ہے؟'' کہا: ''مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے کوئی معصیت تحریر کی جائے گی، اور یوں میں بھی گناہ میں آپ کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا'' جب خلیفہ نے یہ سنا تو فرمایا: ''آپ حضرات یہاں سے تشریف لے جایئے'' ابن طاوس نے کہا: ''آج تو ہم یہی چاہتے تھے'' امام مالک فرماتے ہیں: میں ہمیشہ ابن طاوس کی فضیلت کا معترف رہا ہوں۔

ابوہریرہ اور مروان جب اس نے جمعے میں تاخیر کی:

ابوبکر بن ابی شیبہ نے کہا: ابوہریرہ اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور سیدھے مروان بن الحکم کے پاس جا پہنچے جب اس نے جمعے میں تاخیر کی اور اس سے مخاطب ہو کر کہا: ''کیا تو فلاں کی بیٹی کے پاس سارا دن پڑا رہے گا کہ وہ پنکھے سے تجھے ہوا دیتی رہے اور تجھے ٹھنڈا پانی

[1] الفجر: ۶۔۱۴

پلاتی رہے جب کہ مہاجرین اور انصار کی اولاد گرمی سے جھلس اور پگھل رہے ہیں؟ میں نے ارادہ کیا ہے کہ یہ یہ کروں" پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: "اپنے گورنر کو سنو"۔

ابوجعفر اور ابن ابی ذئب:

فرج بن سلام نے ابوحاتم سے بواسطہ اصمعی روایت کی ہے، کہا: مجھ سے ایک ایسے شخص نے واقعہ بیان کیا جو بنوزُریق کے محلے میں ٹھہرا ہوا تھا، اس نے کہا: میں نے محمد بن ابراھیم کو بیان کرتے سنا، کہا: میں نے ابوجعفر کو مدینہ منورہ میں سنا، وہ اس بات کا جائزہ لے رہے تھے کہ وہ کون سا آدمی ہے جو قریش سے ہونے کا مدعی ہے اور مدینہ کے مہاجرین کے گھرانوں کی طرف نسبت کرتا ہے مگر وہ فی الحقیقت قریش کے لوگوں میں سے نہیں ہے۔ ان حضرات نے ابوجعفر سے کہا: "اس قریش سے منسوب شخص اور ہمارے درمیان آپ ابن ابی ذئب کو ثالث و منصف مقرر فرما دیجئے" چنانچہ ابوجعفر نے ابن ابی ذئب سے کہا: "آپ بنوفلاں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟" اس نے جواب دیا: "شریر ہیں اور شریر گھرانے کے افراد ہیں" ان لوگوں نے کہا: "آپ ان سے مدینہ پر اپنے گورنر حسن بن زید کے بارے میں دریافت کیجئے" چنانچہ خلیفہ ابوجعفر نے کہا: "آپ حسن بن زید کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟" کہا: "بغض و عداوت کی بنا پر پکڑتا ہے اور خواہش نفسانی کے مطابق فیصلے کرتا ہے" اس پر مدینہ کے گورنر حسن نے کہا: "یا امیر المومنین، اللہ کی قسم، اگر آپ اس سے خود اپنے بارے میں دریافت فرمائیں گے تو یہ آپ کے بارے میں بھی تکلیف دہ بات کی تہمت تھوپیں گے یا برائی سے آپ کو متصف کریں گے" چنانچہ خلیفہ نے کہا: "آپ میرے بارے میں کیا کہتے ہیں؟" کہا: "مجھے معاف رکھیئے" کہا: "آپ کو ضرور کچھ کہنا ہوگا" کہا: "آپ رعایا میں عدل سے کام نہیں لیتے اور تقسیم میں مساوات کو ملحوظ نہیں رکھتے"۔

راوی کہتا ہے یہ سن کر ابوجعفر کا رنگ بدل گیا۔ اس پر صاحب موصل ابراہیم بن یحییٰ بن محمد بن علی نے عرض کیا: "یا امیر المومنین، اس کے خون سے مجھے پاک کیجئے" خلیفہ نے کہا: "بیٹا، بیٹھ جاؤ، جو آدمی لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہو، اس کا خون بہانے میں طہارت کہاں؟"

راوی کہتا ہے: پھر ابن ابی ذئب نے ازالہ کی کوشش کرتے ہوئے کہا: ''یا امیر المومنین، ہماری موجودہ حالت کو چھوڑ یئے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ عراق میں آپ کا ایک نیک بیٹا ہے؟ مراد المہدی سے تھی'' خلیفہ نے جواب دیا: ''آپ نے خود ہی بات چھیڑ دی ہے تو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ بہت روزہ دار اور تہجد گزار ہے اور دونوں طرف سے انتہائی شریف النسب ہے'' راوی کا بیان ہے۔ پھر ابن ابی ذئب اٹھے اور چلے گئے۔ پھر ابو جعفر نے کہا: ''واللہ، یہ صاحب عقل میں پختگی نہیں رکھتے، اور انہوں نے یہ بات بذات خود کہی'' اصمعی نے کہا: ''ابن ابی ذئب کا تعلق بنو عامر بن لوئی سے تھا۔''

مامون اور حارث بن مسکین:

حارث بن مسکین خلیفہ مامون کے پاس آئے تو انہوں نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا، انہوں نے کہا: میں اس مسئلے کے بارے میں وہی کچھ کہتا ہوں جو مالک بن انس نے آپ کے والد ہارون الرشید سے کہا تھا، چنانچہ حارث نے اپنا قول و رائے بیان کر دی جو مامون کو اچھی نہ لگی۔ اس پر مامون نے کہا: ''آپ نے اس میں بے عقلی کا مظاہرہ کیا ہے اور مالک نے بھی بے عقلی سے کام لیا تھا'' حارث بن مسکین نے کہا: ''اے امیر المومنین، سننے والا دونوں بے عقلوں سے بڑھ کر بے عقل ہے'' مامون کے چہرے کا رنگ بدل گیا، حارث بن مسکین اٹھ کھڑے ہوئے اور مجلسِ خلافت سے باہر نکل گئے اور اپنی بات پر انہیں ندامت محسوس ہوئی، ابھی وہ جا کر اپنے گھر میں ٹھہرے بھی نہ تھے کہ ان کے پاس مامون کا فرستادہ پہنچ گیا۔ چنانچہ انہیں موت کا یقین ہو گیا، انہوں نے کفن کے کپڑے پہن لیے۔ پھر خلیفہ کی طرف چل پڑے۔ حتیٰ کہ ان کے پاس پہنچ گئے۔ مامون نے انہیں اپنے قریب کیا اور پھر ان کی طرف پوری طرح متوجہ ہوئے اور ان سے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو بات چیت میں نرمی کرنے کا حکم دیا ہے جو آپ سے بہتر ہے اور یہ نرمی اس شخص کے ساتھ کرنے کے لیے کہا ہے، جو مجھ سے بدتر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا جب انہیں فرعون کی طرف بھیجا: ﴿فقولا له قولاً ليناً لعلّه يتذكر اَو يخشى﴾ [1] (اس کے ساتھ نرمی کے ساتھ بات

کرنا، شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے) عرض کیا: ''یا امیر المومنین، میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں اور اپنے پروردگار سے مغفرت کا طالب ہوں'' مامون نے کہا: ''اللہ آپ کو معاف فرمائے، آپ جب چاہیں تشریف لے جائیں۔''

منصور اور ابوسفیان ثوری:

خلیفہ ابوجعفر منصور نے سفیان ثوری کو بلوا بھیجا، جب ان کے پاس تشریف لے آئے تو فرمایا: ''ابوعبداللہ مجھے نصیحت کیجئے'' کہا: ''جو کچھ آپ کو معلوم ہے اس میں آپ نے کیا عمل کرلیا ہے کہ اب میں ان چیزوں کے بارے میں آپ کو نصیحت کروں جن سے آپ نا آشنا ہیں'' منصور کو اس بات کا کوئی جواب سجھائی نہ دیا۔

ابوالنضر اور گورنر:

عمر بن عبداللہ کے آزاد کردہ غلام ابوالنضر سالم خلیفہ وقت کے گورنر کے پاس تشریف لے گئے۔ گورنر نے ان سے کہا: ''ابوالنضر، ہمارے پاس خلیفہ کی جانب سے متعدد مراسلے آتے رہے ہیں، جن میں مختلف احکام ہوتے ہیں، ان پر عمل درآمد کیے بغیر ہمارے لیے چارہ کار نہیں ہوتا، آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟'' ابوالنضر نے جواب دیا: ''خلیفہ کی چٹھی سے پہلے آپ کے پاس اللہ کی کتاب پہنچ چکی ہے۔ آپ نے ان دونوں مراسلوں میں سے جس ایک کی پیروی کی، آپ کا تعلق اسی سے ہوگا۔''

اسی طرح کی بات اعمش نے شعبی سے روایت کی ہے۔ زیاد نے الحکم بن عمرو الغفاری، گرمیوں کے لشکر کے کمانڈر کے نام خط لکھا: ''امیر المومنین معاویہ نے مجھے یہ حکم بھیجا ہے کہ میں مال غنیمت میں سے زرد اور سفید ان کے لیے مختص رکھوں، لہٰذا آپ مجاہدین میں سونا اور چاندی تقسیم نہ کریں اور اس کے ماسوا سب مال بانٹ دیں۔''

چنانچہ اس کے جواب میں کمانڈر حکم بن عمرو نے گورنر زیاد کو لکھا: ''امیر المومنین کے مراسلے سے پہلے میں نے اللہ کی کتاب پائی ہے اور اللہ کی قسم، اگر زمین و آسمان کسی بندے کے

---

[1] ط: ۴۴

خلاف باہم مل جائیں مگر وہ اللہ سے ڈرتا رہے تو اللہ ضرور اس کے لیے ان سے خلاصی کی سبیل پیدا فرمادے گا۔" [1]

ابن ہبیرۃ، حسن بصری اور شعبی:

اسی طرح کی بات ابن ہبیرہ کے سامنے حسن بصری نے کہی تھی جب اس نے انہیں اور شعبی کو بلوا بھیجا تھا۔ چنانچہ اس نے عرض کیا تھا: ابوسعید [2] آپ ان مراسلات کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ہمارے پاس (خلیفہ) یزید بن عبدالملک کی جانب سے وقتاً فوقتاً آتے رہتے ہیں، اگر ہم ان پر عمل درآمد کریں تو اللہ کی ناراضگی ہوتی ہے اور اگر میں ان پر عمل درآمد نہ کرواؤں تو مجھے اپنی جان کا خطرہ ہوتا ہے؟" اس پر حسن بصری نے فرمایا: "یہ آپ کے پاس فقیہ حجاز الشعبی تشریف فرما ہیں" جب ابن ہبیرۃ نے ان سے یہ بات دریافت کی تو الشعبی نے ان کے لیے نرمی کا پہلو اختیار کیا اور ان سے کہا: "آپ اعتدال سے کام لیجئے اور درست رہیے۔ آپ تو حکم کے غلام ہیں۔"

اب ابن ہبیرۃ حسن کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: "یا ابا سعید، آپ کیا کہتے ہیں؟" اس پر حسن بصری نے کہا: "اے ابن ہبیرہ، یزید کے بارے میں اللہ سے ڈریئے اور اللہ کے بارے میں یزید سے نہ ڈریئے، اے فرزندِ ہبیرہ، اللہ تمھیں یزید (کی گرفت) سے بچانے والا ہے اور یقیناً یزید (خلیفہ) تمھیں اللہ سے نہ بچاسکے گا۔ اے فرزند ہبیرہ، خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی طاعت نہیں۔ آپ دیکھئے کہ یزید نے اپنے مکتوب میں آپ کے لیے کیا لکھا ہے، اسے اللہ کی کتاب کے سامنے پیش کیجئے، پس جو کچھ اللہ کی کتاب کے مطابق ہو اسے نافذ کردیجئے، اور جو اللہ کی کتاب کے خلاف ہو، اسے نافذ نہ کیجئے۔ اللہ یزید سے بڑھ کر تمہارے قریب تر ہے۔ اور اللہ کی کتاب، یزید کے مراسلہ سے بڑھ کر آپ کے لیے لائقِ اتباع ہے۔"

---

[1] یہ لکھنے کے بعد حکم کمانڈر نے مجاہدین کو یکجا کیا اور جو اسے مالِ غنیمت ملی وہ ان میں قواعد کے مطابق تقسیم کردی۔ (البیان والتبیین)

[2] حسن بصری کی کنیت۔

یہ سن کر ابن ہبیرہ نے اپنا ہاتھ حسن بصری کے کندھے پر مارا اور کہا: ''ھذا الشیخ صدقنی ورب الکعبتہ۔ اس شیخ نے، ربّ کعبہ کی قسم، میرے ساتھ سچ بولا'' اب ابن ہبیرہ نے حسن بصری کے لیے چار ہزار اور شعبی کے لیے دو ہزار دینے کا حکم دیا'' اس پر شعبی نے کہا: ''ہم نے اس کے لیے نرمی کی تو وہ بھی ہمارے لیے نرم ہوا'' حسن نے مسکینوں کو بلوایا، جب سب ان کے پاس اکٹھے ہوگئے، تو یہ رقم ان میں تقسیم کر ڈالی، مگر شعبی نے اپنی رقم قبول کر لی اور اس پر شکریہ ادا کیا۔

یزید کو خلیفہ بنانے کے بارے میں معاویہ اور احنف:

اسی سے ملتی جلتی بات احنف بن قیس [1] نے معاویہؓ سے کی تھی، جب آپؓ نے ان سے یزید کو خلیفہ بنانے کے بارے میں مشورہ کیا۔ احنف خاموش رہے تو حضرت معاویہؓ نے ان سے پوچھا: ''کیا بات ہے کہ آپ کچھ اظہار رائے نہیں فرماتے؟'' کہا: ''اگر ہم آپ کے سامنے سچ بولیں تو ہم آپ کو ناراض کر لیں اور اگر آپ کے سامنے جھوٹ بولیں تو اللہ کو ناراض کر لیں گے۔ پس امیر المومنین کی ناراضگی ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مقابلے میں بہت ہلکی اور معمولی ہے'' اس پر معاویہؓ نے ان سے فرمایا: ''آپ نے سچ کہا۔''

ابوالدرداء کا مکتوب معاویہ کے نام:

ابوالدرداء نے معاویہؓ کے نام خط لکھا: ''امابعد! پس جو شخص لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کی خوشنودی کا طالب بنے گا، اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی کلفت سے بچالے گا اور جس نے اللہ کو

---

[1] احنف ابن قیس عمائدین عراق میں سے تھے، بصرہ میں مقیم بنوتمیم کے سردار تھے۔ اپنی قوم اور علاقے میں ان کی بڑی عزت تھی، ان کے بارے میں لوگ کہتے تھے کہ جب وہ غضبناک ہوتے تو ان کے غصہ کی وجہ سے ایک لاکھ تلواریں تڑپ کر باہر آجایا کرتی تھیں۔ یہ جانے بغیر کہ احنف کو کس بات پر غصہ آیا ہے۔ جنگ جمل میں احنف کسی فریق کے ساتھ نہیں تھے جبکہ جنگ صفین میں حضرت علی کی طرف تھے۔ اپنی قوم اور علاقے میں ان کی حیثیت اور مرتبے کی وجہ سے اپنے دور خلافت میں حضرت امیر معاویہ نے ان کو اپنا مقرب بنایا حتی کہ امیر معاویہ ایسے گورنر کو معزول کر دیتے تھے جس سے احنف ناراض ہو جاتے۔

ناراض کر کے لوگوں کی خوشنودی چاہی، اللہ اسے لوگوں کے سپرد فرما دے گا۔''

(حضرت) عائشہؓ کا مکتوب (حضرت) معاویہؓ کی طرف:

ام المومنین عائشہؓ نے معاویہؓ کے نام خط میں لکھا: ''امابعد، پس جو کوئی اللہ کو ناراض کر کے کام کرے گا تو لوگوں میں سے اس کی تعریف کرنے والے اس کی مذمت کرنے والے بن جائیں گے، والسلام۔''

ہشام کو نصیحتیں:

ابوحسن مدائنی نے کہا: ایک دن زُھری خلیفہ ہشام کے یہاں سے چار کے ساتھ باہر تشریف لائے، ان سے پوچھا گیا ''یہ چار کیا ہیں؟'' فرمایا ''ایک شخص خلیفہ ہشام کے یہاں گیا اور عرض کی ''یا امیر المومنین، آپ مجھ سے سن کر چار باتیں یاد رکھ لیجیے، اس میں آپ کے اقتدار کی بہتری اور آپ کی رعایا کے لیے سہولت ہے'' خلیفہ نے فرمایا ''بیان کرو'' چنانچہ اس آدمی نے کہا ''آپ کبھی ایسی بات کا وعدہ نہ کریں جس کے پورا کرنے کا آپ کو خود یقین نہ ہو'' فرمایا ''یہ تو ایک ہوئی، دوسری بات بیان کرو'' اس نے کہا ''چڑھائی آپ کو دھوکہ میں نہ ڈال دے خواہ یہ کتنی ہی آسان کیوں نہ ہو اس لیے کہ اترائی میں پھسلن ہوا کرتی ہے'' فرمایا ''تیسری بات بیان کرو'' کہا ''جان لیجئے کہ اعمال کی جزا ہوا کرتی ہے، لہٰذا انجام سے ڈرتے رہیے'' کہا ''چوتھی بات بیان کرو'' کہا ''جان لیجئے کہ معاملات اچانک پیش آجایا کرتے ہیں، لہٰذا محتاط رہیے۔''

معاویہؓ کوفہ میں لوگوں سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے برأت پر بیعت لے رہے تھے، ایک آدمی نے عرض کیا: ''اے امیر المومنین، ہم آپ کے زندوں کی اطاعت کرتے ہیں اور آپ کے فوت شدگان سے اظہار برأت نہیں کرتے'' معاویہؓ یہ سن کر مغیرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: ''ان صاحب سے حسنِ سلوک کیجئے۔''

ابن زبیرؓ کے بارے میں عبدالملک اور حارث کی رائے:

عبدالملک بن مروان نے ابن زبیر کے بارے میں حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ سے کہا: ''وہ کذاب اِس مسئلہ میں کیا کہا کرتا تھا؟'' حارث نے جواب دیا: ''وہ کذاب نہیں

تھا'' اس پر یحییٰ بن حکم نے حارث سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے حارث! تمہاری ماں کون ہے؟'' کہا: ''وہ وہی ہے جسے تم جانتے ہو'' عبدالملک نے یحییٰ سے کہا: ''خاموش رہو، وہ تمہاری ماں سے زیادہ شریف و معزز خاتون ہے۔''

ولید بن عبدالملک اور زہری:

زہری[1] عبدالملک کے بیٹے ولید کے پاس تشریف لے گئے تو خلیفہ ولید نے ان سے کہا: ''اہل شام ہم سے جو حدیث بیان کرتے ہیں وہ کیسی حدیث ہے؟'' پوچھا: ''یا امیرالمومنین! وہ کون سی حدیث ہے؟'' کہا: ''اہل شام ہم سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو رعایا پر حکمران بنا دیتا ہے، تو اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کی برائیاں نہیں لکھی جاتیں'' زہری نے کہا: ''یا امیرالمومنین، یہ حدیث باطل ہے۔ کیا نبی خلیفہ زیادہ محترم و مکرم ہے یا غیر نبی خلیفہ؟'' کہا: ''بلکہ نبی خلیفہ'' کہا: ''اللہ تعالیٰ اپنے نبی داؤد علیہ السلام سے کہتا ہے: ﴿یا داود انا جعلناک خلیفةً فی الارضِ فاحکم بین الناس بالحقِّ ولا تتبع الھدی فیضلّک عن سبیل اللہ، انّ الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب﴾[2] (اے داؤد، ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، لہٰذا تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کر اور خواہشِ نفس کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں یقیناً ان کے لیے سخت سزا ہے کہ وہ یوم الحساب کو بھول گئے) یہ ہے امیرالمومنین ایک نبی خلیفہ کے لیے وعید، تو پھر آپ کا کیا خیال ہے ایک غیر نبی خلیفہ کے لیے؟'' ولید نے کہا: ''لوگ یقیناً ہمیں دین سے غافل کر ڈالیں گے۔''

ابن یسار اور ابن عبدالملک کے مابین مکالمہ:

اصمعی نے اسحاق بن یحییٰ سے بواسطہ عطاء بن یسار روایت کی ہے، کہا: میں نے ولید بن عبدالملک سے کہا: عمر بن خطابؓ نے فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ (خلافت) کے اس معاملے سے

---

[1] مراد ہیں مشہور محدث ابن شہاب زہری جو ولید کے اتالیق بھی تھے۔

[2] ص: ۲۶

برابر سرابر نکل جاؤں، نہ میرے خلاف کچھ ہو اور نہ میرے حق میں" اس پر ولید نے کہا: "تم نے جھوٹ بولا ہے" میں نے عرض کیا: "کیا میرے ساتھ جھوٹ بولا گیا ہے؟" پس میں نے ولید سے ایسے جان چھڑائی گویا چھوٹا سا گھونٹ ٹھوڑی کے قریب تھا (یعنی میں بمشکل موت سے بچ سکا)۔

مشورہ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے مشورہ کیا وہ نادم نہ ہوا اور جس نے استخارہ کیا وہ بدبخت نہ ہوا" اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم علیہ لسلاۃ والسلام کو ان حضرات سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے جو رائے میں آپ سے کم تھے، چنانچہ فرمایا: ﴿وشاورھم فی الامر، فاذا عزمت فتوکل علی اللہ﴾ [1] (اور دین کے کام میں ان کو بھی شریکِ مشورہ رکھو، پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو)۔

ثقیف نے جب مرتد ہونے کا ارادہ کیا تو عثمان کی رائے:

نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد جب ثقیف نے مرتد ہونے کا ارادہ کیا تو ان لوگوں نے عثمان بن ابی العاصی سے مشورہ کیا، عثمان کی یہ لوگ بات مانتے تھے، چنانچہ عثمان نے ان سے کہا: "تم عربوں میں سب سے آخر میں اسلام لانے والے اور سب سے پہلے مرتد ہونے والے نہ بنو" چنانچہ عثمان کی رائے سے اللہ تعالیٰ نے انہیں فائدہ پہنچایا۔

نفع ونقصان کے بارے میں ایک حکیم کی رائے:

ایک حکیم سے پوچھا گیا: "کون سا معاملہ نوجوان کے لیے انتہائی مفید اور کون سا انتہائی مضر ہے؟" اس دانا نے کہا: "تین چیزیں نوجوان کے لیے انتہائی مفید ہیں: علماء سے مشاورت، معاملہ کا تجربہ اور اچھی طرح ثابت قدمی اور نوجوان کے لیے انتہائی نقصان دہ چیزیں

[1] آل عمران: ۱۵۹

بھی تین ہیں: اپنی رائے مسلط کرنا، سہل انگاری اور جلد بازی۔''

دو داناؤں کے مابین مکالمہ:

ایک دانا نے دوسرے فرد دانا کو کسی رائے پر مشورہ دیا جو اس نے قبول کرلیا۔ چنانچہ اس نے کہا: ''آپ نے وہی بات کہی ہے جو ایک ناصح شفیق کہتا ہے، وہ جو اپنے تلخ کلام کو اپنے شیریں کلام سے اور اپنے ہموار کو اپنے کیچڑ سے ملا دیتا ہے، اس کی شفقت اس کو بھی حرکت عطا کردیتی ہے جو کسی اور کی وجہ سے ساکن رہتا ہے۔ میں نے آپ کی نصیحت کو محفوظ کرلیا ہے اور اسے قبول کرلیا ہے۔ اس لیے کہ اس کا منبع وہ شخص ہے جس کی محبت شک وشبہ سے بالاتر ہے اور جس کی خیر خواہی اور خلوصِ نیت واضح ہے۔ آپ اللہ کے فضل وکرم سے ہمیشہ خیر کی جانب ایک واضح راستہ بنے رہیں گے اور روشنی کا مینار رہیں گے۔''

خام رائے، الراسبی کی نظر میں:

عبداللہ بن وھب الراسبی کہا کرتے تھے: ''خام رائے سے بچو جو سوچے سمجھے بغیر دل میں آتے ہی ظاہر کردی جاتی ہے'' وہ اللہ سے اس رائے سے بھی پناہ مانگا کرتے تھے جو موقعہ نکل جانے کے بعد سمجھ میں آئے۔

بوڑھے کی رائے کے بارے میں علیؓ کا ارشاد:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''بوڑھے آدمی کی رائے غلام کی موجودگی وحاضری سے زیادہ بہتر ہے۔''

ابن ہبیرہ کی اپنے بیٹے کو وصیت:

ابن ہبیرہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: ''از خود مشورہ دینے والا نہ بننا، خواہشِ نفسانی اور خام رائے سے بچ کے رہنا۔ تم نہ مشورہ دینا کسی خودرائے کو، نہ کسی حقیر وکمینہ بے وقوف کو اور نہ کسی ضدی کو، مشورہ طلب کرنے والے کی خواہش کی موافقت کرنے سے اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اس کی موافقت کی تمنا کرنا کمینہ پن ہے اور ایسے شخص کی بات کو توجہ سے سننا خیانت ہے۔''

عامر بن ظرب کا قول:

حکیم العرب عامر بن ظرب کہا کرتا تھا: ''رائے کو گلنے سڑنے دیا کرو حتی کہ اس میں خمیر پیدا ہو جائے، اور خام و ناپختہ رائے سے بچ کے رہنا'' اس کا مقصد یہ تھا کہ رائے میں پختگی ثبات اور ٹھہراؤ ہونا چاہیے۔ عمدگی رائے کے بارے میں عربوں کا قول ہے: لا راعا لمن لا یطاع (جس کی اطاعت نہیں کی جاتی، اس کی کوئی رائے نہیں)۔

رائے کے بارے میں مہلب کا قول:

مہلب [1] کہا کرتا تھا: ''مصیبت اس وقت ہوتی ہے جب رائے اس شخص کے ہاتھ میں ہو جو اس پر قبضہ تو رکھتا ہو مگر اس کے بارے میں بصیرت سے محروم ہو۔''

ایک عبسی کی رائے:

عتبی نے کہا: قبیلہ عبس کے ایک شخص سے پوچھا گیا: ''آپ کا قبیلہ محتاط و دور اندیش ہے اس کا سبب کیا ہے؟'' کہا: ''ہم ہزار آدمی ہیں اور ہم میں سے ایک شخص محتاط و دور اندیش ہے، چنانچہ ہم اس سے مشورہ کر لیا کرتے ہیں، یوں گویا ہم ایک ہزار ہی دور اندیش ہیں'' شاعر نے کہا ہے:

الرای کالليل مُسود جوانبهُ — والليل لاینجلی لا ابا صباحِ

فَاضمُم مصابیحَ آراءِ الرجال الیٰ — مصباح رائک تَزوَدْ ضوءَ مِصباح

[ترجمہ: رائے رات کی مانند ہے، اس کے پہلو تاریک ہیں اور رات صبح کیے بغیر جاتی نہیں۔ تم دور اندیش کی آراء کے چراغوں کو اپنی رائے کے چراغ کے ساتھ ملا

---

[1] مہلب بن ابی صفرہ ابو سعید الازدی ایک بہادر عرب سپہ سالار تھے۔ عبداللہ ابن زبیر جب خلیفہ بنے تو انہوں نے مہلب کو خراسان کا عامل مقرر کیا۔ ابن زبیر کی شہادت اور عراق پر عبدالملک بن مروان کے قبضے کے بعد یہ عبدالملک سے مل گئے۔ ان کی شہرت خوارج سے سالہا سال جنگوں کی وجہ سے ہے۔ عبدالملک (خلیفہ)، حجاج بن یوسف (گورنر عراق) اور مہلب بن ابی صفرہ (سپہ سالار) کے مثلث کی وجہ سے خوارج کا مقابلہ ممکن ہوا۔ بعد ازاں مہلب پانچ سال تک خراسان کے گورنر رہے اور وہیں مروالروز کے مقام پر ۸۳ھ میں وفات پائی۔

لو گے تو تمہارے چراغ کی روشنی بڑھ جائے گی]۔

عبداللہ بن عبدالاعلیٰ پر خلیفہ کا عتاب:

عتبی نے کہا: مجھے اس نے خبر دی ہے جس نے عبداللہ بن عبدالاعلیٰ کو دیکھا تھا۔ یہ صاحب سب سے پہلے خلیفہ کے یہاں داخل ہوتے تھے اور سب سے آخر میں وہاں سے باہر آتے تھے، ان صاحب کی سرگرمیوں کا مشاہدہ کرنے والے صاحب کا کہنا ہے: ''پھر میں نے اسے دیکھا تو اس کا یہ حال تھا کہ اس سے ایسے بچا جاتا اور دور رہا جاتا تھا جیسے کسی خارش زدہ اونٹ سے دور رہا جاتا ہے'' اس معتوب شخص نے مجھ (راوی حال) سے کہا: ''اے عراقی بھائی، لوگوں نے ہماری پنہاں حالت کے بارے میں ہم پر تہمتیں تراشیں اور ہماری ظاہری حالت کو نظرانداز کیا۔ خیر، ان کے اور ہمارے پیچھے ایک منصف عادل موجود ہے جو بہرحال انصاف فرمائے گا۔''

اہل یمامہ سے سبیع کا خطاب:

جس شخص سے مشورہ لیا جائے اور پھر وہ بہترین مشورہ بھی دے، اب ایسے شخص کے مشفقانہ مشورہ کو ٹھکرا کر رد کر دیا جائے اور قبول نہ کیا جائے، تو اس سلسلے میں سب سے بہترین قول سبیع کا ہے، یعنی اس نے اہل یمامہ سے کہا تھا، جب خالد بن ولیدؓ نے ان پر حملہ کر دیا تھا۔

''اے بنوحنیفہ، تمہارے لیے عاد و ثمود کی مانند ہلاکت ہو۔ اللہ کی قسم میں نے تمھیں معاملہ سے اس کے پیش آنے سے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا، گویا کہ میں اس سانحہ کی گھنٹی کی آواز سن رہا تھا اور اس کے غیب و عدم کو چشمِ بصیرت سے ملاحظہ کر رہا تھا مگر افسوس کہ تم نے نصیحت و خیرخواہی قبول کرنے سے انکار کر دیا اور پھر تم نے ندامت کا کڑوا پھل چن ہی لیا۔ میں نے جب تم لوگوں کو دیکھا کہ تم اپنے ناصح کو موردِ الزام ٹھہراتے ہو، اس پر تہمتیں تراشتے ہو، اس کی عیب گیری کرتے ہو اور بردبار کو احمق و نادان قرار دیتے ہو، تو میں نے اسی وقت تمہاری طرف سے مایوسی کو بھانپ لیا تھا اور ناامیدی کا احساس کر لیا تھا اور مجھے تم پر آنے والی مصیبت کا خطرہ ظاہر ہو چکا تھا۔ اللہ کی قسم اللہ نے تمھیں توبہ کرنے سے نہیں روکا تھا اور نہ ہی اللہ نے تمھیں غفلت

میں پکڑا ہے۔ اس نے تو تمھیں خوب مہلت دی تھی حتی کہ ناصح اکتا گیا تھا اور سمجھانے والا تنگ آ گیا تھا اور نصیحت سننے والا کمزور ہو گیا تھا۔ تمہارا یہ حال ہو گیا تھا کہ تم یہ نہیں ہو بلکہ کچھ اور لوگ ہیں جو اس حالت میں مبتلا ہیں۔ مگر اب تمہارا حال یہ ہو چکا ہے کہ اب تمہارے ہاتھوں میں مجھے جھٹلانے کی تصدیق موجود ہے اور میرے سامنے تمہاری ہلاکت پر گریہ و بکا رہ گیا ہے، اور تمہاری ذلت پر بے چینی۔ جو جاتا رہا وہ واپس نہیں لایا جا سکتا اور جو باقی بچا ہے وہ غیر محفوظ ہے۔''

اس مفہوم میں قطامی کے اشعار:

وَمعصيةُ الشفيق عليك مِمَّا	يـزيـدک مـرّـةً منـه استماعاً
وخيـر الامـرِ مـااستـقبلتَ منه	ولیـس بـان تَتَّبعـه اتّبـاعـا
كـذاک ومـا رأيت النـاسَ الا	والى مـاجـرّ غـاويهـم سراعاً
تـراهـم يـغمزون من استرگُوا	ويجتنبون من صدق المِصَاعا

[ترجمہ: ایک شفیق و مہربان آدمی کی تم پر زیادتی، تمھیں اس کی بات سننے میں تلخی میں اضافہ کر دیتی ہے۔ بہترین معاملہ وہ ہے جس کا تم خیر مقدم کرو نہ کہ تم بالکل اس کے پیچھے پڑ جاؤ۔ میں نے لوگوں کو اس کے سوا کچھ نہیں دیکھا کہ کوئی دھوکہ باز انہیں جلدی سے اپنی طرف مائل کر لیتا ہے۔ تم عوام کو دیکھو گے کہ جو انہیں کمزور سمجھتا ہے، اس کا سامنا کرنے سے کتراتے ہیں اور مقابلہ سے ہمیشہ پہلو تہی کرتے ہیں]۔

چند کہاوتیں:

☆ : یہ کہا جاتا تھا کہ معلّم سے، جولاہے سے، چرواہے سے اور عورتوں کی صحبت میں زیادہ دیر بیٹھنے والے سے مشورہ نہ کرو

☆ : یہ کہا جاتا تھا کہ کسی ایسے ضرورت مند سے مشورہ مت کرو جو اپنی ضرورت پوری کرنے کے درپے ہو

☆ : کہا جاتا تھا پیشاب روکنے والے، تنگ جوتا پہننے والے اور پاخانہ روکنے والے کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں

چند اشعار:

وکیف یرجی العقلُ والرای عندمن　　یروح الی انثیٰ ویغدو الی طفلٍ

[اس شخص سے عقل ورائے کی امید کیسے کی جاسکتی ہے جو شام کو عورت کے پاس پڑھانے جاتا ہو اور صبح کو لڑکے کو]

وعاجز الرأی مضیاع لفرصته　　حتی اذافات امر عاتب القدرا

[رائے میں عاجز شخص اپنا موقع ضائع کرنے والا ہوتا ہے، حتیٰ کہ جب معاملہ ختم ہو جائے تو وہ شکوہ تقدیر کرتا ہے]

اس بارے میں ہمارا ایک شعر ہے:

فلئن سمعتَ نصیحتی وعصیتھا　　ماکنتُ اول ناصحٍ مَعصِی

[پس اگر تم نے میری نصیحت سنی اور اس کی نافرمانی کی تو تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں وہ پہلا شخص نہیں ہوں جو ناصح ہو اور اس کی نافرمانی کی گئی ہو]

جب مالک بن طوق نے بنو تغلب پر چڑھائی کی تو ان کے بارے میں حبیب نے کہا:

لم یالُکم مالکٌ صفحاً و مغفرةً　　لو کان ینفخ قینُ الحَیّ فی فَحم

[مالک نے تم لوگوں سے عفوودرگزر میں کوئی کوتاہی نہیں کی، اگر قبیلے کا لوہار کوئلے میں پھونکیں مارتا رہتا]۔

رازوں کی حفاظت

داناؤں نے کہا ہے: ''تیرا سینہ تیرے راز کی حفاظت کے لیے دوسروں کے سینے سے زیادہ کھلا ہے۔''

حکماء نے کہا ہے: ''تیرا بھید تیرے خون سے ہے'' یعنی بسااوقات اس کے فاش

کرنے میں تمہاری جان ہلاک ہوسکتی ہے۔عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کے نام خط لکھا:

وَلاَ تفش سرّک الا الیک　　　فانّ لکل نصیح نصیحاً

وانّی رایتُ غواۃ الرجا　　　ل لایترکون ادیماً صحیحاً

[اپنا بھید اپنے سوا کسی پر ظاہر مت کر ہر دوست کا دوست ہوا کرتا ہے۔ میں نے سرکشوں اور مفسدوں کو دیکھا ہے کہ وہ کسی چمڑے کو درست نہیں رہنے دیتے]۔[1]

داناؤں نے کہا ہے: ''جس بات کو تم اپنے دشمن سے چھپانا چاہتے ہو، اس پر اپنے دوست کو مطلع مت کرو۔''

عمرؓو بن العاص نے کہا: میں نے جب کسی آدمی کے ساتھ راز کی بات کی، پھر اس نے وہ بات، ظاہر کردی تو میں نے کبھی اسے ملامت نہیں کی، کیونکہ خود میرا سینہ اس سے زیادہ تنگ تھا جب میں نے اپنا راز اس کے سامنے فاش کردیا تھا۔

شاعر کہتا ہے:

اذا ضاق صدر المرء عن سرّنفسه　　　فصدر الّذی یستودع السرّاضیقُ

[جب آدمی کا اپنا سینہ ہی اپنے بھید سے تنگ ہوجائے تو جس کے پاس راز امانت کے طور پر رکھ رہا ہے، اس کا سینہ کہیں زیادہ تنگ ہوگا]۔

ایک بادیہ نشین سے پوچھا گیا ''آپ راز کی حفاظت کیسے کرتے ہیں؟'' اس نے کہا ''میں مخبر کے سامنے انکار کردیتا ہوں اور بھید کی ٹوہ رکھنے والے کے سامنے قسم اٹھا جاتا ہوں۔''

ایک اور بدو سے پوچھا گیا ''آپ راز کیسے چھپاتے ہیں؟'' کہا ''میرا دل اس کی قبر بن جاتا ہے۔''

مامون نے کہا ''بادشاہ تین باتوں کے سوا سب برداشت کرلیتے ہیں: بادشاہ پر تنقید، راز فاش کرنا اور حرمتوں سے تعرض۔''

---

[1] یعنی لوگوں کی عزت و ناموس کے درپے ہوا کرتے ہیں۔

ولید بن عتبہ نے اپنے والد سے کہا ''امیر المومنین نے مجھے ایک خفیہ بات بتائی ہے، کیا میں وہ آپ کو نہ بتادوں؟'' کہا ''نہیں بیٹے، جو شخص اپنا راز چھپاتا ہے، اختیار اس کے ہاتھ میں رہتا ہے (اور جو راز فاش کردیتا ہے، اختیار اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے) [1] لہٰذا تم مالک بننے کے بعد مملوک نہ بنو۔''

ایک عجمی بادشاہ کا اپنے دو وزیروں سے مشورہ:

'التاج' میں ہے کہ ایک عجمی بادشاہ نے اپنے دو وزیروں سے مشورہ طلب کیا، چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: ''بادشاہ کے لیے روا نہیں ہے کہ وہ ہم سے مشورہ کرے مگر یہ کہ وہ صرف ایک وزیر سے تخلیہ میں ہی مشورہ کرے۔ اس میں ہی راز کی زیادہ حفاظت ہے اور یہ ہی دوراندیشی پر مبنی رائے کے لیے ضروری ہے اور سلامتی کے لائق ہے، نیز ایسا کرنے سے ہم ایک دوسرے کے شرّ وکینہ سے محفوظ رہیں گے۔ اپنا بھید ایک شخص کے سامنے ظاہر کرنا دو آدمیوں کے سامنے ظاہر کرنے سے زیادہ لائق اعتماد اقدام ہے اور تین آدمیوں کے سامنے راز فاش کرنا تو گویا پوری جماعت کے سامنے راز فاش کردینا ہے۔ اس لیے کہ ایک آدمی تو اپنے راز کی حفاظت کا ذمہ دار ہوا کرتا ہے اور دوسرا آدمی اس پابندی سے آزاد ہوتا ہے، تیسرا تو سرے سے ہی مادر پدر آزاد ہوتا ہے۔ راز اگر ایک شخص کے پاس ہے تو وہ لالچ اور خوف کی وجہ سے اسے ظاہر کرنے سے کترائے گا، اور اگر راز دو آدمیوں کے پاس ہے تو بادشاہ کو شک وشبہ لاحق ہوگا کہ ان میں سے کس نے راز فاش کیا ہے؟ اور دونوں آدمیوں کے لیے بہانہ سازی کا وسیع موقع ہوگا۔ اگر بادشاہ دونوں کو افشائے راز کے جرم کی سزا دیتا ہے تو اس نے ایک کے گناہ کی دو آدمیوں کو سزا دے دی اور اگر دونوں کو متہم گردانتا ہے تو اس نے ایک بے گناہ شخص پر مجرمانہ خیانت کی تہمت لگائی اور اگر بادشاہ دونوں کو معاف کردیتا ہے تو اس نے ان دونوں میں سے بے قصور کو معاف کردیا حالانکہ اس کا کوئی گناہ نہ تھا اور دوسرے شخص کو جو اصل مجرم تھا، بلا حجت و دلیل معاف کردیا۔''

---

[1] قوسین کی عبارت عیون الاخبار کا ایزاد ہے۔

راز داری کے بارے میں عمر بن ابی ربیعہ کے اشعار:

راز داری کے بارے میں ویسے تو شاعروں نے بہت کچھ کہا ہے، مگر عمر بن ابی ربیعۃ کے یہ اشعار بہت عمدہ ہیں:

فقالت و ارخت جانب الستر: انّما معی فتحدَّث غیر ذی رقبة اهلی

فقلت لها: مابیِ لهم من ترقّب ولکن سِرّی لیس یحمله مَثلی

[وہ پردہ لٹکاتے ہوئے مجھ سے بولی: ''میں اب اکیلی ہوں لہٰذا میرے گھر والوں کی نگرانی کے اندیشہ سے بے فکر ہوکر میرے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کرو'' میں نے اسے جواب دیا: ''مجھے ان کی نگرانی کا کوئی اندیشہ نہیں لیکن میرا راز کوئی میرے جیسا ہی راز داری میں رکھ سکتا ہے'']۔

ابو محجن ثقفی نے کہا:

لاتسالی النّاس عن مالی و کثرته وسائلیِ النّاسَ عن باسِی وعن خُلقی

قدا طعن الطعنة النّجلاء عن عُرضٍ واکتُم السرّفیه ضربةُ العنق

[تو لوگوں سے میرے کثرتِ مال کے بارے میں نہ پوچھ، بلکہ میری لڑائی اور میری عادات کے بارے میں دریافت کر، میں چوڑائی میں نیزہ کا بھرپور وار کرتا ہوں اور میں ایسا راز چھپاتا ہوں جس کے افشاء پر گردنیں کاٹ دی جائیں]۔

ہجو کرتے ہوئے حطیئہ نے کہا:

اَغرِبالاً اذا استو دِعت سرّا وکانُوناً علیٰ المتحدِّثینا

[جب راز اس کے پاس رکھا جائے تو وہ چھلنی ہوتا ہے اور باتیں کرنے والوں کے لیے ''کانون''] ۱

۱ وہ شخص جو خبریں اور باتیں سننے کے لیے بیٹھے اور پھر ان کو دوسری جگہ نقل کرے۔

اجازت

زیاد اور اس کے حاجب کے مابین مکالمہ:

زیاد نے اپنے دربان عجلان سے پوچھا: ''تم لوگوں کو کیسے اجازت دیتے ہو؟'' کہا: ''گھرانوں کے لحاظ سے، پھر عمروں کے لحاظ سے، پھر آداب کی رو سے'' پوچھا: ''تم کن لوگوں کو مؤخر کر دیتے ہو؟'' کہا: ''اللہ کو جن کی پرواہ نہیں'' دریافت کیا: ''اور یہ کون لوگ ہیں؟'' کہا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو سردیوں کے کپڑے گرمیوں میں پہنتے ہیں اور موسم گرما کا لباس سردیوں میں زیب تن کرتے ہیں۔''

سعید بن عتبہ کا دربان سے دور ہٹ کر بیٹھنا:

سعید بن عتبہ بن حُصین کی عادت تھی کہ جب وہ کسی بادشاہ کے دروازے پر حاضر ہوتا تو دربان سے دور ہٹ کر بیٹھتا، چنانچہ اس سے پوچھا گیا: ''آپ حاجب سے کافی دور ہٹ کر کیوں بیٹھتے ہیں؟'' کہا: ''مجھے دور سے بلایا جانا اچھا لگتا ہے بجائے اس کے کہ مجھے قریب سے دور ہٹا دیا جائے'' پھر یہ شعر پڑھے:

وَاِنّ مسیری فی البلادو منزلی — هوالمنزل الاقص اذالم اقرّب

ولست وان اَذنیت یوماً ببائع — خَلاقیِ ولا دینی ابتغاء التحبُّب

وقد عَدَّهُ قوم تجارةَ رابحً — ویمنعنی من ذاک دینی ومَنصَبِی

[ترجمہ: ملک میں میرا چلنا پھرنا اور پڑاؤ کرنا، اگر مجھے قُرب نہ بخشا جائے تو دور کی منزل ہے۔ محبوب و پسندیدہ بننے کی خاطر میں اپنی عادات اور دین کو فروخت کرنے والا نہیں ہوں اگرچہ میں کسی روز خریدار کے قریب ہی کیوں نہ ہوں۔ حالانکہ کچھ لوگوں نے اخلاق و دین فروشی کے دھندے کو کامیاب تجارت سمجھ رکھا ہے، مگر میرا دین و مذہب مجھے اس حرکت سے روکتے ہیں]۔

رایتُ اناساً یسرعون تبادراً — اذا فتح البوابُ بابک اصبَعَا

ونحن جلوس ساکنون رزانةً　　وحلماً الی ان یُفتَح الباب اَجمعا

[ترجمہ: جب دربان آپ کا دروازہ ایک انگلی کی مقدار میں کھولتا ہے تو میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ اس میں سے گزرنے کے لیے تیزی سے لپکتے ہیں جب کہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم وقار وحوصلہ کے ساتھ بیٹھے رہتے ہیں حتیٰ کہ پورا دروازہ کھول دیا جاتا ہے]۔ [1]

معاویہ اور ابن اشعث کے مابین گفتگو:

احنف بن قیس اور محمد بن اشعث، معاویہؓ کے دروازے پر کھڑے تھے۔ آپ نے پہلے احنف کو آنے کی اجازت دی، پھر ابن الاشعث کو، مگر ابن الاشعث تیز چل کر احنف سے آگے نکل گیا اور اس سے پہلے اندر جا پہنچا۔ جب معاویہؓ نے اسے دیکھا تو انہیں صدمہ پہنچا اور غصہ آیا، چنانچہ آپ نے ابن الاشعث کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ''اللہ کی قسم! میں نے اسے (احنف کو) تجھ سے پہلے اجازت اس لیے نہیں دی تھی کہ میں اُس سے پہلے تیری آمد کا ارادہ کیے ہوئے تھا، ہم جس طرح تمہارے معاملات کو ملاحظہ کرتے ہیں اسی طرح تمہارے آداب کو بھی سامنے رکھتے ہیں۔ کوئی جلد باز اسی وقت قدم آگے بڑھاتا ہے جب وہ اپنی ذات میں کوئی عیب ونقص پاتا ہے۔''

ہمام رقاشی کہتا ہے: [2]

ابلغ ابا مسمع عنّی مغلغلةً　　وفی العتاب حیاة بین اقوام

قدمتَ قبلی اجالاً مایکون لهم　　فی الحق ان یلجوا الابوابَ قدام

لوعُدّ قبر وقبر کنت اقربهم　　قربی وابعَدَهم من مَنزل الذام

حتی جعلتُ اذا ماحاجة عرضت　　بباب قصرک اَدلوها باقوام

[ترجمہ: اے مخاطب، میری طرف سے ابو مسمع کو یہ پیغام پہنچا دے اور باہمی عتاب سے دوستوں کے درمیان خوش گوار زندگی پیدا ہوتی ہے کہ تو نے مجھ سے پہلے ایسے لوگوں کو اپنے گھر داخل ہونے کی اجازت دی، جن کو دراصل مجھ سے پہلے دروازوں میں داخل

---

[1] یہ شعر حصین بن منذر کے لیے کہا گیا ہے۔ دیکھئے جاحظ کی البیان والتبیین۔ (ن س ظ)

[2] ان اشعار کی نسبت کے بارے میں ابن قتیبہ، جاحظ اور صاحب تاج العروس کے مابین خاصا اختلاف ہے۔

ہونے کا کوئی حق نہ تھا، اگر ہماری اور ان کی قبریں ایک ایک کر کے گنی جائیں تو میں بلحاظ مرنے والوں کے ان سے اشرف ہوں اور خاندانی عیب میں ان سے زیادہ دور ہوں۔ اسی بے انصافی کی وجہ سے اب میں اپنی حاجت جو تیرے دروازے سے متعلق ہوتی ہے دوسرے لوگوں کی وساطت سے تیرے پاس پہنچانے لگا ہوں]۔

معاویہ کا اپنے دربان کے بارے میں تبصرہ:

معاویہؓ کے حضور شکایت کی گئی کہ آپ کا دربان لوگوں کو آپ کے حضور اذنِ باریابی میں اپنے واقف کاروں کو شرفاء و معززین پر فوقیت دیتا ہے، تو انہوں نے فرمایا: ''پھر اس کا کیا قصور ہے؟ اگر ہڑکائے کتے اور لوگوں کو ستانے والے اونٹ میں بھی جان پہچان مفید ہوا کرتی ہے تو پھر ایک خاندانی شخص اور صاحبِ دین و کرم کے لیے جان پہچان کیوں نفع بخش نہ ہوگی؟''

داناؤں کے اقوال:

حکماء نے کہا ہے: ''جب کوئی شخص مسلسل شاہی دروازہ پر جاتا ہے، اپنی خودداری کو ایک طرف رکھ دیتا ہے، مشقت و اذیت برداشت کرتا ہے، غصہ پیتا ہے تو وہ ضرور اپنی حاجت پالے گا۔''

داناؤں نے کہا ہے: ''جو مسلسل دروازہ کھٹکھٹاتا ہے توقع ہے کہ اس کے لیے دروازہ کھولا جائے گا۔''

شاعر کہتا ہے:[1]

کم من فتیً قصّرت فی الرزق کطوتہُ — اصبتُـہ سبھـام الـرزق قـدفَلَجَـا

انّ الامـوراذا انسـدت مسـالکھـا — فـالـصبـریـفتـق مـنھا کل ماارتتجا

لاتیـاسـن و ان طـالـت مطـالبتـہ — اذا استـعـنـت بـصـیر ان تری فرجا

اخلق بذی الصبران یحظی بحاجتہ — ومُـدْمـنِ الـقـرع للابواب ان یلجا

[ترجمہ: بہت سے ایسے نوجوان ہیں جن کے قدم تلاشِ معاش میں سست رفتار ہیں مگر تو انہیں رزق کے حصوں میں کامیاب و کامران پائے گا۔ جب ہر قسم کے کام کے راستے

---

[1] بعض کے نزدیک یہ شاعر بشار بن برد اور بعض کے نزدیک محمد بن بشیر ہے۔ (ن س ظ)

بند ہو جائیں تو صبر اس کے بند راستے کھول دیتا ہے۔ اگر چہ تجھے تلاش کرتے زمانہ گزر گیا ہے جب تو صبر سے کام لے تو کشادگی دیکھنے سے ہرگز مایوس نہ ہو۔ صابر آدمی اپنی حاجت میں کامیابی کا اور ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹانے والا گھر میں داخل ہونے کا کس قدر حق دار ہے؟] [1]

روح اور ایک آدمی کے مابین مکالمہ:

ایک آدمی نے روح بن حاتم کو خلیفہ منصور کے دروازے کے پاس دھوپ میں کھڑے دیکھا تو اس سے کہا: ''آپ کو دھوپ میں کھڑا ہوئے بہت دیر ہوگئی'' اس نے جواب دیا: ''یہ اس لیے تا کہ میں زیادہ دیر تک سائے میں بیٹھ سکوں۔''

ایک اور صاحب نے حسن بن عبدالحمید کو دیکھا کہ وہ محمد بن سلیمان کے دروازے پر لوگوں کی بھیڑ سے نبرد آزما تھے، پوچھا: ''کیا آپ جیسا شخص اس (ذلت) پر آمادہ ہوگیا؟'' حسن نے جواب دیا:

أهين لهن نفسی لا کرمهابهم　　　ولا یکرم النفس الذی الا یهینُها

[میں ان عورتوں کی خاطر اپنی توہین برداشت کرتا ہوں تا کہ ان مردوں کے مقابلہ میں مجبور کی عزت کا مستحق ٹھہروں، اس نفس کی تکریم نہیں کی جاتی جو پہلے (اہانت برداشت نہیں کرتا]۔

ہندوستانی کتاب کا اقتباس:

ایک ہندوستانی کتاب میں ہے: ''بادشاہ لوگوں کو اپنا قرب، ان کے باپ دادا کی قرابت کی وجہ سے نہیں بخشتا اور نہ ہی لوگوں کو ان کے آباء واجداد سے دوری کی وجہ سے دور کرتا ہے۔ وہ تو ہر شخص کو ذاتی طور پر دیکھتا ہے۔ وہ دور کے ایک آدمی کو اس کی نفع کی بنا پر قریب کر لیتا ہے اور اپنے قریبی رشتہ دار کو اس کے نقصان کی وجہ سے دور کر دیتا ہے۔ داناؤں نے بادشاہ کے اس عمل کی مشابہت بڑے چوہے سے دی ہے کہ گھر میں اس قدر قریب رہنے کے باوجود اس

---

[1] یعنی یہ دونوں اپنے مقصد میں کامیابی کے بہت حق دار ہیں۔

کے نقصان کی وجہ سے اُسے گھر سے باہر بھگایا جاتا ہے اور باز کو جو وحشی پرندہ ہے، اس سے نفع کی وجہ سے حاصل کیا جاتا ہے۔“

اجازت طلب کرنے والا اور حضور اکرم ﷺ:

آپ ﷺ گھر میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، چنانچہ اس نے کہا: ”أألج (کیا میں گھس آؤں؟)“ یہ سن کر حضورؐ نے اپنے خادم سے فرمایا: ”اس کے پاس جاؤ اور اسے اجازت لینے کا طریقہ سکھلاؤ اور اسے کہو کہ وہ یوں کہے: ”اسلام وعلیکم، أدخل؟ (کیا میں اندر آسکتا ہوں؟)۔“

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”اجازت طلبی تین بار ہوا کرتی ہے، اگر تو تمھیں اجازت دے دی جائے (تو ٹھیک) ورنہ واپس چلے جاؤ۔“

علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا: ”پہلی اجازت ہے۔ دوسری مشاورت ہے اور تیسری پختہ ارادہ ہے۔ یا تو اسے اجازت دیں یا وہ لوٹ جائے۔“

حجابت و دربانی

زیاد اور اس کا دربان:

گورنر زیاد نے اپنے دربان سے کہا: ”میں نے تجھے اپنی دربانی پر مقرر کیا ہے اور چار باتوں سے تمھیں روکا ہے: (۱) موذن کو میرے پاس آنے سے نہ روک، تجھے اُس کی آمد ورشد پر کوئی اختیار نہیں (۲) رات کو دروازہ کھٹکھٹانے والے کو نہ روکنا، کیوں کہ رات کی کسی گھڑی میں آنے والا کسی مصیبت کی وجہ سے آتا ہے، اگر چہ کوئی خیر کی ہی خبر لائے (۳) سرحدی فوج کا ایلچی، اسے ہر حال میں مجھ سے ملنے دے خواہ میں اپنے لحاف میں ہی کیوں نہ ہوں، اس لیے کہ اگر اسے ایک گھڑی کی تاخیر ہوگئی تو پورے سال کی کارکردگی ضائع ہوئی (۴) کھانے والے کو نہ روک اس لیے کہ کھانے کو جب دوبارہ گرم کیا جاتا ہے تو وہ خراب ہوجاتا ہے۔“

ابوسفیان کو مشتعل کرنے کی کوشش:

ابوسفیانؓ، عثمان بن عفانؓ کے دروازے پر کھڑے تھے، عثمان چونکہ مسلمانوں کے مفادات و مصالح کے امور میں انتہائی مشغول تھے، اس لیے آپ کو اندر آنے کی اجازت نہ دی تھی۔ ایک آدمی نے آپ کو اشتعال دلاتے ہوئے کہا: ''میں نے کبھی یہ خیال بھی نہ کیا تھا کہ آپ مضری کے دروازے پر آئیں گے اور آپ کو اندر آنے سے روک دیا جائے گا'' ابوسفیانؓ نے اسے جواب دیا: ''اگر کوئی مجھے اپنے دروازے پر روک دے تو میں اپنی قوم سے کٹ نہیں جاؤں گا۔''

ابوالدرداء معاویہ کے دروازے پر:

ابوالدرداءؓ نے معاویہؓ سے ملنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے روک دیا۔ اس پر آپؓ نے فرمایا: ''جو بادشاہوں کے دروازوں پر حاضری دیتا ہے وہ کھڑا ہوتا اور بیٹھتا ہے اور جو کوئی بند دروازہ پاتا ہے، اس کے ساتھ ہی ایک کھلا دروازہ ملتا ہے، اگر پکارے گا تو جواب ملے گا اور اگر مانگے گا تو دیا جائے گا۔''

محمود الوراق نے کہا:

شاد الملوک قصورهم فتحصنوا — من کل طالب حاجةٍ او راغب
غـالَـوْا بُـابـواب الـحدید لعزهـا — وتـنـوقـوا فـی قبح وجه الحاجب
فـا ذ اتَـلَـطفَ لـلـدّ خـول عـلیهم — راجٍ تَـلَـقّـوه بـوعـدٍ کـاذِب
فاطلب الی ملک الملوک ولاتکن — بـادِی الـضـراعة طـالباً مِن طالبِ

[ترجمہ: بادشاہوں نے اپنے محلات خوب مضبوط بنائے ہیں اور ہر حاجتمند اور صاحب غرض سے بچنے کے لیے اپنے محلات کے اردگرد مضبوط فصیل بنوائی ہے۔ انہوں نے آہنی پھاٹک لگوائے ہیں اور دربان کے چہرے کی بدصورتی میں خوب مبالغہ سے کام لیا ہے۔ اگر کوئی باہمت انسان وہاں کسی طرح داخل ہونے میں کامیاب ہوجائے تو بادشاہ جھوٹے وعدوں کے ساتھ اُسے ٹرخائیں گے۔ پس تو بادشاہوں کے بادشاہ کی

طلب رکھ اور کسی گداگر کے سامنے اظہار فروتنی نہ کر]۔

سعید بن مسلم اور ابو ھفان کے مابین مکالمہ:

سعید بن مسلم کہتے ہیں: میں ارمینیہ کا گورنر تھا، ابو ھفان کچھ دنوں تک میرے پھاٹک پر پڑا رہا۔ جب وہ مجھ تک پہنچ گیا، تو وہ قطار کے درمیان آکر کھڑا ہو گیا اور کہا: ''اللہ کی قسم، میں ایسے حضرات سے بخوبی واقف ہوں جن کو اگر یقین ہو جائے کہ ایک خاک کی چٹکی ان کی پشتوں کی کجی کو سیدھا رکھے گی تو وہ اسے ہی اپنے جسم و جان کا رشتہ قائم رکھنے کے لیے پھانک کر گزارہ کرتے رہیں، وہ یہ ایثار و قربانی اس لیے کریں گے تاکہ وہ غلامی کی ذلیل زندگی سے محفوظ رہ سکیں۔ اللہ کی قسم میں دور تک چھلانگ لگانے والا ہوں، لڑنے میں سست ہوں۔ بے شک اللہ کی قسم، مجھے آپ سے دور نہیں ہٹا سکتی مگر وہی چیز جو آپ کو مجھ سے دور ہٹا دیتی ہے اور یہ کہ اگر میرے پاس مال کم ہو مگر مجھے تقرّب حاصل ہو، یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ میرے پاس مال تو بہت ہو مگر مجھے دور رکھا جائے۔ اللہ کی قسم، ہم ایسے کام کی درخواست نہیں کرتے جسے ہم کر نہ سکیں اور سنبھال نہ سکیں اور نہ ہی ہم مال کی درخواست کرتے ہیں سوائے اس صورت کے کہ مال سے ہم زیادہ ہوں (اور مال کم ہو)۔ اور یہ معاملہ (حکومت) جواب آپ کے پاس آ گیا ہے، یہ اس سے پہلے کسی اور کے پاس تھا مگر اللہ کی قسم، آپ سے پہلے کے حکمران اب قصہ پارینہ بن چکے ہیں۔ اگر اچھا کام کیا تھا تو ان کا تذکرہ خیر سے ہوتا ہے اور اگر وہ شریر تھے تو ان کا تذکرہ برائی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ پس آپ اللہ کے بندوں کے محبوب بن جایئے خندہ پیشانی، نرم دلی اور دربانی میں سہولیات بہم پہنچا کر۔ اللہ کے بندوں سے محبت اللہ کی محبت سے ملا دیتی ہے اور اللہ کے بندوں سے بغض و نفرت اللہ کے بغض تک پہنچا دیتا ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کی مخلوق پر اللہ کے گواہ ہیں اور اللہ کے راستے میں کجی پیدا کرنے والوں پر نگران ہیں۔''

ابو مسہر اور ابن عبدکان:

ابو مسہر نے کہا: میں ابو جعفر محمد بن عبداللہ بن عبدکان کے پاس حاضر ہوا تو اس نے مجھے اپنے پاس آنے سے روک دیا، چنانچہ میں نے یہ شعر لکھ کر اس کے پاس بھجوا دیئے:

انّی اتیتک للتسلیم مسِ فلم　　تاذن علیک لی الاستارُ والحُجبُ

وقد علمت بانی لم اردّ ولا　　واللہ ماردّ الا العلم ولادبُ

[میں کل آپ کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہوا تھا مگر پردوں اور دربانوں نے مجھے آپ سے ملنے کی اجازت نہ دی اور آپ کو خوب معلوم ہے کہ مجھے واپس نہیں کیا گیا بلکہ اللہ کی قسم علم وادب کو واپس کر دیا گیا]۔

ابن عبدکان نے مجھے ان اشعار کا جواب دیتے ہوئے کہا:

لو کنتَ کافاتَ بالحسنیٰ لقلتَ کما　　قال ابنُ اوس [1] وفیما قاله ادب

لیس الحجابُ بمقص عنک لیِ املاً　　انّ السمآءَ ترجّی حین تحتَجبُ

[ترجمہ: اگر تم اچھائی کے ساتھ بدلہ دیتے تو تم ضرور وہی بات کہتے جو ابن اوس نے کہی اور یہی کہنا زیادہ قرینِ ادب تھا۔ ملاقات سے روک دیا جانا، آپ سے میری امید کو منقطع کرنے والا نہیں ہے۔ آسمان سے (بارش کی) امید اسی وقت رکھی جاتی ہے جب اسے بادلوں سے روک دیا جاتا ہے]۔

ابن منصور اور اس کا خاص آدمی:

محمد بن منصور کے دروازے پر اس کا ایک خاص آدمی کھڑا ہوا تو اسے ملاقات سے روک دیا گیا، چنانچہ اس نے اُسے یہ شعر لکھ بھیجا:

علی ای باب الطلب الاذنَ بعدما　　حُجبتُ عن الباب الذی انا حاجبه

[میں کس دروازے پر جا کر اجازت طلب کروں جب کہ مجھے اس دروازے سے بھی اندر جانے کی اجازت نہیں ملی جس کا میں دربان ہوں]۔

ابوالعتاھیہ ہاشمی دروازے پر:

ابوالعتاھیہ ایک ہاشمی کے دروازے پر کھڑا ہوا اور اجازت طلب کی تو اسے کہا گیا: ''آپ پھر کبھی تشریف لائیے'' اس پر اس نے کہا:

---

[1] مراد ہے ابوتمام حبیب بن اوس طائی۔ (ن س ظ)

لئن عدتُ بعد الیوم انی لظالم سا صرفُ وجھی حیثُ تبغی المکارمُ
متیٰ یظفر الغادی الیک بحاجةٍ ونصفُک محجوب ونصفک نائمُ

[ترجمہ: اگر میں آج کے بعد واپس یہاں آؤں تو ضرور میں ظالم ہوں گا، میں وہاں کا رخ کروں گا جہاں قابلِ قدر کاموں کی قدر ہوتی ہے۔تمہارے پاس حاجت لانے والا حاجت برآری میں تب کامیاب ہوگا جب کہ تمہارا نصف مستور ہے اور دوسرا نصف محوخواب ہے]۔

اسی مفہوم کو العتابی نے یوں ادا کیا ہے:

قد اتیناک للسّلامِ مراراً غیر من منّا بذاک المزار
فاذا انت فی استتارک باللّیل علی مثل حالنا بالنھار

[ترجمہ: ہم آپ کو سلام کرنے کے لیے کئی بار حاضر ہوئے مگر یہ مزار ہم سے اوجھل ہی رکھا گیا۔پس جب آپ رات کو اس طرح مستور ہوتے ہیں، جیسے ہمارا حال دن کو ہوتا ہے]۔

ابودلف کا ملاقاتی:

ایک شخص ابودلف کے دروازے پر رکا رہا مگر جب دیکھا کہ اندر جانے کی اجازت نہیں مل رہی تو اس نے ایک رقعہ لکھا اور ابودلف تک پہنچا دیا۔اس میں اس نے لکھا:

اذا کان الکریم له حِجَاب فما فضل الکریم علی اللئیم

[ترجمہ: جب معزز شخص کا ہی دربان ہو تو پھر معزز آدمی کی کمینے پر برتری کیا رہی؟]

ابودلف نے اسے یوں جواب دیا:

اذا کان الکریم قلیل مال ولم یعذر تعلّل بالحجاب
وابواب الملوکِ مُحجّبات فلا تستعظمن حُجّابَ بابی

[ترجمہ: اگر شریف وسخی شخص کے پاس مال کم ہو اور اسے سخاوت کی ادائیگی سے معذور بھی نہ رکھا جائے تو اس نے حجاب و دربانی کو بہانہ بنالیا۔ جب بادشاہوں کے دروازوں پر دربان بیٹھے ہیں تو آپ میرے دروازے پر دربانی کو بڑا نہ سمجھے]۔

حبیب بن اوس الطائی دربانوں کے بارے میں کہتا ہے:

ساترُک ھذا الباب مادام اِذنُه	علی ماری، حتی یلین قلیلا
فما خاب من لم یاته متعمداً	ولا فازمن قدنالَ منه وصولا
ولاجُعلت ارزاقنا بیدامریءٍ	حمی به مِن ان ینال دُخُولاَ
اذالم نجد للاذنِ عندک مَوضِعًا	وَجَد ناالیٰ ترک المجی سبیلا

[ترجمہ: میں جلد ہی یہ دروازہ چھوڑ دوں گا، جب تک کہ یہاں اجازت ملنے کی یہی کیفیت رہی، حتی کہ دربان کچھ نرمی کرنے لگے۔ جو اس دروازے پر ارادہ کر کے نہیں آیا وہ ناکام نہ رہا اور جسے باریابی مل گئی وہ کامیاب نہ ہوا۔ ہمارے رزق ایسے شخص کے ہاتھ میں نہیں دیئے گئے جو اپنے دروازے سے کسی کو داخل نہیں ہونے دیتا اور دروازے کی حفاظت کرتا ہے۔ جب آپ کے پاس حاضری کی ہمیں اجازت نہیں ملے گی تو ہم یہاں نہ آنے کی سبیل ڈھونڈیں گے]۔

ابوبکر العطار کہتا ہے:

مالک قدحلت عن وفائک	واستبدلتَ یا عمرو شیمةً کدِرَہْ
لستُم ترجُون للحساب ولا	یومُ تکون السمآءُ منفطرہْ
قدکان وجھی لدیک معرفةً	فالیوم اضحی باباً من النکرہْ

[ترجمہ: آپ کو کیا ہوگیا ہے کہ آپ اپنی وفا سے دستبردار ہوگئے ہیں اور اپنی عمدہ خصلت کو برائی سے بدل لیا ہے۔ آپ کو نہ یومِ حساب کی امید ہے اور نہ اس دن کی جب آسمان شق ہوجائے گا۔ میرا چہرہ آپ کے لیے معرفہ (جانا پہچانا) تھا مگر آج وہ آپ کے لیے نکرہ کا ایک باب بن چکا تھا]۔

کسی شاعر نے کہا ہے:

اتیتک للتسلیم، لاانني امرؤ	اردتُ باتیانک اَسبابَ نائلکَ
فالفیتُ بواباً ببابکَ مُغرماً	بھدم الذی وَطدتَهُ مِن فضائلک

وقد قال قوم: حاجب المرء عامل　　علی عرضه، فاحذر خیانة عاملِک

[ترجمہ: میں سلام کرنے کے لیے آپ کے پاس آیا، میں کوئی ایسا شخص نہیں ہوں کہ آپ کے پاس میری حاضری کا مقصد آپ کے عطیات ہوں۔ میں نے آپ کے دربان کو اس بات کا شوقین پایا کہ وہ آپ کے مستحکم کردہ فضائل کو مسمار کردے، کچھ لوگوں نے کہا: ''انسان کا دربان اس کی عزت کا محافظ ہوتا ہے'' لہٰذا اپنے محافظ کی خیانت سے متنبہ و محتاط رہیے]۔

حسن بن ھانی کہتے ہیں:

ایھا الراکب المغذ الی الفضل　　ترفق فدونَ فضلِ حِجابُ

وَنَعَم هَبک قد وصلت الی الفضل　　فهل فی یدیک الا الترابُ

[ترجمہ: اے فضیلت کی طرف جلدی کرنے والے سوار، ذرا رک جاؤ، کیونکہ حصولِ فضل کے راستے میں دربان حائل ہے، اور ہاں فرض کیجئے کہ آپ فضل تک پہنچ گئے تو کیا آپ کے ہاتھوں میں مٹی کے سوا بھی کچھ ہے؟]۔

محمود بغدادی کہتا ہے:

حِجابک من مهابته عسیر　　وخیرک فی الیدین غدا یسیرًا

خرجت کما دخلتُ الیک الا　　ترابـاً صارَ فی خُفّیِ کثیراً

[ترجمہ: آپ کے دربان کی ہیبت بہت سخت ہے۔ اور آپ کی کرم وسخاوت ہاتھوں میں ہے۔ میں آپ کے پاس سے نکلا جیسا کہ آپ کے پاس پہنچا مگر یہ کہ میرے موزوں میں بہت سی مٹی پڑ گئی]۔

العتابی کہتا ہے:

حجابُک لیس یشبهه حجابُ　　وخیرک دون مَطلبه السّحابُ

ونومک نوم من ورد المنایا　　فلیس له الی الدنیا ایابُ

[ترجمہ: آپ کے دربان سے کوئی دربان بھی نہیں ملتا اور آپ کے خیر و برکت پانے

کے راستہ میں بادل حائل ہیں۔ اور آپ کا سونا مُردوں کے سونے کی مانند ہے۔ جس کی دنیا کی طرف واپسی نہیں ہوتی]۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

انا بالباب واقف منذا صحبتُ — علی السّرج لممسکا بعنانی

وبعین البواب کل الذی بی — ویرانی کانه لایرانی

[ترجمہ: میں صبح سے آپ کے دروازے پر کھڑا ہوں، اپنے گھوڑے کی باگ تھامے زین پر بیٹھا ہوں۔ آپ کی دربان کی آنکھ مکمل طور پر مجھ پر لگی ہے اور وہ مجھے ایسے دیکھ رہا ہے کہ وہ مجھے نہیں دیکھ رہا]۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اذا ما اَتیناہ فی حاجته — رَفعنا الرقاع له بالقصب

له حاجِب دونهُ حاجب — وحاجَبُ حاجبه مُحتَجَب

[ترجمہ: جب ہم اپنے کام کے لیے اس کے پاس پہنچے اور ہم نے اس کا ریشمی پردہ اٹھایا تو وہاں دربان سے پہلے دربان تھا اور ایسا دربان تھا جس کا دربان مستور و غائب تھا]۔

ابوبشیر اور عسکری منشی:

ابوبشیر نے کہا مجھے ایک عسکری منشی نے ملنے سے روک دیا تو میں نے اس کی طرف یہ سطور قلم بند کیں اور بھیجیں: ”جسے اجازت بلند مرتبہ نہ عطا کر سکے اسے ملاقات سے محروم کرنا ذلیل نہیں کر سکتا، میں تمھیں اس مرتبہ سے بلند کرتا ہوں اور تمھیں اس عادت سے ہٹنے کے لیے کہتا ہوں۔ آپ کی حیثیت میں کام کرنے والا ہر شخص، خواہ اس کی حیثیت بڑی ہو یا چھوٹی خلیفہ سے ملاقات سے روکنے کی کوشش میں کامیاب ہوگا۔ آپ اس حالت پر غور کیجیے اور فہم و فراست کی آنکھ سے اسے دیکھیے تو آپ کو یہ انتہائی قبیح صورت دکھائی دے گی اور یہ مرتبہ انتہائی گھٹیا معلوم ہوگا۔“

ابنِ عبدربہ (مولف) کے اس بارے میں چند اشعار:

اذا کنت تاتی المرءَ تعظم حقهٗ — ویجهل منک الحق فالهجر اوسَعُ

وفی الناسِ ابدال وفی الھجر راحة　　وفی الناسِ عمن لایُواتیک مقنع

وان امرءً یرضی الھوان لنفسہٖ　　حَرِیّ بجدع الانف والانف أشنع

[ترجمہ: جب آپ کسی شخص کے پاس جائیں تو اس کے حق کی تعظیم کیجئے۔ مگر جب آپ سے حق کو مجہول و مستور کر دیا جائے تو فراق ہی میں زیادہ کشادگی ہے۔ لوگوں میں آدمی ادل بدل کر سکتا ہے اور فراق و علیحدگی میں راحت ہے اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو تسلی بخش معاملات میں تمہاری موافقت نہیں کریں گے۔ اب جو آدمی اپنے لیے ذلت کو پسند کر لیتا ہے تو وہ اپنی ناک کٹوانے کے لائق ہے اور یہ ناک کس قدر بھونڈی ہو گی]۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

یا ابا موسیٰ وانت فتیً　　ماجد حُلو ضَرَائبُہٗ

کن علی منھاج معرفةٍ　　انّ وجہ المرءِ حاجبُہٗ

فبہ تبدو محاسنہ　　وبہ تبدو معایبہٗ

[ترجمہ: اے ابو موسیٰ اور تم ایک شریف شریں خصائل نوجوان ہو طریقِ معرفت و شناخت پر قائم رہو۔ انسان کا حاجب دراصل اس کا چہرہ ہوتا ہے۔ اسی میں اس کی خوبیاں جھلکتی ہیں اور اسی کے ذریعے اس کے عیوب نمایاں ہوتے ہیں]۔

حسین الجمل شاعر صبح سویرے سلیمان بن وھب کے دروازے پر گیا تو اسے حاجب نے اندر جانے سے روک دیا جب کہ ابن سعدة اور حمدویہ کو اندر جانے دیا، اس پر حسین نے یہ اشعار کہے:

ولَعمری لئن حُجبنا عن الشیخ　　فلا وجہٍ ھناک وجیہ

لا ولاعن طعامہ التافہ النزر　　الذی حولہٗ لطام بنیہ

بل حجَبنا بہ عن الخسف والمسخ　　وذاک التبریق والتمویہ

فَجَزی اللہ حاجبًالک فظا　　کل خیرِ عنّا اذا یجزیہٖ

انّ ذبحی نَذالةً قد تاتّی　　منِ صباحی بقبح تلک الوُجوُہِ

[ترجمہ: مجھے اپنی جان کی قسم، اگر ہمیں بڑھے سے ملنے سے روک دیا گیا ہے تو ہمیں وہاں پر موجود کسی باوجاہت چہرے کی ملاقات سے محروم نہیں کیا گیا اور نہ ہی ہمیں اس کے معمولی اور تھوڑی تعداد کے کھانے سے روکا گیا ہے جس کے اردگرد اس کے بیٹوں کی تھپڑ بازی ہو رہی ہوتی ہے، بلکہ ہمیں تو خسف و مسخ سے روکا گیا ہے، ہمیں تو گناہ میں آلودہ ہونے اور حقائق کی پردہ پوشی سے روکا گیا ہے۔ تمہارے دربان کی ترش روئی کی اللہ تمہیں جزاء دے، جب اللہ ہمیں ہر خیر کی جزا دے گا۔ ان چہروں کی بدشکلی کے تصور سے ہی مجھے صبح سویرے سے ہی کمینگی کے احساس سے ذبح کی سی کیفیت سے گزرنا پڑتا ہے]۔

احمد بن محمد البغدادی نے کاتب حسن بن وھب کے بارے میں کہا:

ومستنب عن الحسن بن وهب — وعمّا فيه من كرم وخيرٍ

اتانی کی اُخبره بعلمی — فقلت له سقطتَ علی خبیر

هوالرجلُ المهذب غیرانني — اراهُ كثير ارخاء الستورِ

واكثرُ مايغنّيه فتاه — حُسَين حين يخلو بالسرور

"ولولا الريحُ اسمع اهل حَجرَ — صَليلِ البيض تقرع بالذُّ كور"

[ترجمہ: حسن بن وھب کے بارے میں ایک پرسانِ حال شخص میرے پاس آیا وہ موصوف کے خیر و کرم اور شرف کے بارے میں جاننا چاہتا تھا، وہ میرے پاس آیا تاکہ میں اسے اپنے علم و معلومات سے باخبر کروں، چنانچہ میں نے اسے کہا: تم ایک باخبر موزوں شخص کے پاس آئے ہو، وہ (حسن بن وھب) ایک مہذب شخص ہے، سوائے اس کے (اس میں کوئی عیب نہیں) کہ میں اسے بہت پردے لٹکانے والا دیکھتا ہوں۔ اس کا گویا حسین اسے خلوت میں حالت سرور میں یہ شعر گا کر سناتا ہے۔ اگر ہوا نہ ہوتی تو یمامہ والوں کو سفید عورتوں کی جھنکار سنائی دیتی جن کی نروں سے قرعہ اندازی کی جارہی ہوں]۔

مولف کے اشعار:

اس مفہوم کو ہم نے یوں ادا کیا ہے:

مـابـالُ بـابـک محروساً ببواب یـحـمیـه مـن طـارق یاتی و منتاب

لایحتجب وَجهک الممقوتُ عن احَدِ فـالـمـقـتُ یحجُبه مِن غیر حُجّابِ

فاعزل عن الباب من قدظل یحجبه فـان وجهک طَـلّسم علی الباب

[ترجمہ: تیرے دروازے کا کیا حال ہے۔ دربان جس کی نگہبانی کرتا ہے جو رات کو آنے والے مہمان سے اور دن میں کسی کام اور غرض سے آنے والے سے دروازے کی حفاظت کرتا ہے۔ آپ اپنے مبغوض چہرے کو کسی سے نہ چھپایئے، بُغض اسے دربان کے بغیر ہی دربانی کے لیے کافی ہے۔ دروازے سے اب حاجب کو ہٹا دیجئے، خود آپ کا چہرہ ہی دروازے پر ایک طلسم ہے]۔

حبیب الطائی کے اشعار:

حبیب الطائی، مالک بن عوف کے دروازے پر گئے مگر انہیں اندر جانے سے منع کر دیا گیا اس پر انہوں نے یہ شعر لکھ کر مالک کو بھجوائے:

قل لابن طوق رَحَی سعَدٍ اِذَا خبطت نـوائبُ الـدّهـرِ اَعـلا هـاوَاَسفلها

اصبـحـت حاتمها جودًا، وَاَحنَفَها حِـلْـمـاً وکیسها عِـلماً، ودَغفلها

مـالـی اری الـقبة البیـعـاءَ مقفلـتـهً دُونی وقد طال ماستفتحتُ مَقفلهاَ

اظـنهـا جنة الـفـرِدوس مَغـرِضَةً ولیـس لـی عـمـل زاکٍ فادخُلَها

[ترجمہ: بنوسعد کے سردار ابن طوق سے کہہ دیجئے کہ زمانے کے مصائب بے تکے پن سے جب اس کے قبیلہ کے اوپر نیچے آئیں گے تو سخاوت میں وہ حاتم، حلم میں احنف، علم میں کیس اور دغفل بن جائے گا[1] کیا وجہ ہے کہ میں سفید گنبد کو اپنے لیے مقفل پاتا ہوں۔ میرے لیے اس کا قفل کھلے طویل مدت ہو چکی ہے۔ میں اسے جنت الفردوس گمان کرتا ہوں، جو سامنے پھیلا دی گئی ہے مگر میرے پاس کوئی پاکیزہ عمل نہیں کہ میں اس میں داخل ہو سکوں]۔

[1]: حاشیہ اگلے صفحے پر دیکھیے۔

بابِ وفا وغدر

مروان اور عبدالحمید الکاتب کے مابین:

مروان بن محمد [2] کو جب اپنے اقتدار کے زوال کا یقین ہوگیا تو اس نے اپنے سیکریڑی عبدالحمید الکاتب سے کہا: ''اب تجھے ضرورت ہے کہ تو میرے دشمن کے ساتھ مل جائے اور میرے خلاف غداری ظاہر کرے، وہ تیرے ادب سے متاثر اور کتابت کے لیے تیری محتاجی کی وجہ سے تیرے ساتھ یقیناً حسنِ ظن سے کام لیں گے۔ اگر تمہیں میری زندگی میں میری مدد کا موقع ملے تو میری مدد کرنا وگرنہ تم کم از کم میری موت کے بعد میری بے حرمتی سے مجھے بچانے سے بے بس نہ ہوگے'' عبدالحمید نے جواب دیا: ''آپ نے جو حکم دیا ہے وہ آپ کے لیے تو بہت مفید ہے مگر میرے لیے بہت قبیح ہے۔ اب میرے لیے آپ کے ساتھ صبر و برداشت کے سوا کوئی چارہ کار نہیں، یا تو اللہ آپ کو فتح عطا فرمائے یا میں بھی آپ کے ساتھ ہی مارا جاؤں'' پھر اس نے یہ شعر پڑھا:

أَسرُّ وفاء ثم أُظهر غدرةً فمن لی بعذرٍ یُوسِعُ الناسَ ظاهِرُهْ

[ترجمہ: میں وفاداری کو پوشیدہ رکھوں پھر غداری و بے وفائی ظاہر کروں تو میرے پاس لوگوں کے سامنے بظاہر کیا وجہ جواز ہوگی؟]۔

ابنِ سعید کے قتل کے بعد عبدالملک:

ابوالحسن المدائنی نے کہا: جب عبدالملک بن مروان نے عمرو بن سعید کو، اس کے ساتھ صلح کرنے اور اس کے لیے امان لکھنے اور گواہوں کی گواہی کے بعد قتل کر دیا تو اس نے اپنے ایک مشیرِ خاص سے، جس سے وہ مشورہ کیا کرتا تھا اور مشکل گھڑی میں اس کی رائے پر عمل کیا

---

[1] یہاں سخاوت میں حاتم طائی کا، حلم میں احنف ابن قیس کا، علم میں کیس بن ابی الکیس محدث یا زید بن الکیس النمری (ماہر علم الانساب) دغفل بن حنظلہ الشیبانی (ماہر علم الانساب) کا حوالہ دیا گیا ہے۔

[2] آخری اموی خلیفہ۔ (ن س ظ)

کرتا تھا، کہا: ''جو کچھ مجھ سے سرزد ہوا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''اب اس گزرے ہوئے معاملہ کا ازسرنو جائزہ کیا لینا؟'' خلیفہ نے کہا: ''نہیں، آپ کو ضرور کچھ کہنا ہوگا'' کہا: ''دوراندیشی تھی اگر اسے مار ڈالتے اور آپ خود زندہ رہتے'' کہا: ''کیا میں زندہ نہیں ہوں؟'' کہا: ''وہ شخص زندہ نہیں جو اپنے آپ کو ایسی جگہ لا کھڑا کرے کہ اس کے کسی عہد و پیمان پر اعتماد و یقین نہ کیا جاتا ہو'' عبدالملک نے کہا: ''اگر یہ بات میں اپنے فعل سے پہلے سن لیتا تو میں ضرور (قتل سے) باز رہتا۔''

ابوجعفر اور ابن ہبیرہ:

مدائنی نے کہا جب ابوجعفر نے ابن ہبیرہ کے لیے امان لکھی تو چالیس دنوں تک گواہوں نے اختلاف کیا تو ابن ہبیرہ اپنے آدمیوں کے ساتھ سوار ہو کر منصور کے پاس چلا گیا اور کہا: ''تمہاری یہ سلطنت نئی ہے لہٰذا لوگوں کو اس کی شیرینی چکھاؤ اور اس کی کڑواہٹ سے لوگوں کو بچاؤ، تاکہ تمہاری محبت ان تک جلد پہنچے اور ان کی زبانوں پر تمہارا ذکر میٹھا لگے اور میں اس دعوت کا ہمیشہ منتظر رہوں گا'' یہ سن کر خلیفہ ابوجعفر نے اپنے اور اس کے مابین پردے ہٹانے کا حکم دیا، اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور اس کے ساتھ خندہ پیشانی سے گفتگو کی کہ اس کا دل مطمئن ہو گیا'' جب ابن ہبیرہ چلا گیا تو ابوجعفر نے اپنے ہم نشینوں سے کہا: ''مجھے ہر اس شخص پر تعجب ہے جو مجھے اس جیسے شخص کو قتل کرنے کا مشورہ دیتا ہے'' پھر بعد میں اسے بے وفائی کرتے ہوئے مار ڈالا۔

ابوجعفر اور سلم کے مابین مکالمہ:

ابوجعفر نے سلم بن قتیبہ سے کہا: ''آپ ابومسلم کے قتل کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟'' تو اس نے کہا: ''اگر آسمان و زمین میں ایک اللہ کے سوا دوسرے خدا بھی ہوتے تو (زمین اور آسمان) دونوں کا نظام بگڑ جاتا'' اس پر ابوجعفر نے کہا: ''ابوامیہ اللہ تیرے لیے کافی ہو۔''

ابوعمرو بن العلاء نے کہا: ''عربوں میں سب سے زیادہ بے وفائی کرنے والے بنو سعد بن تمیم تھے اور یہ لوگ جاہلیت میں بے وفائی و غداری کو کیسان کہتے تھے۔ چنانچہ ان کے

بارے میں شاعر نے کہا:

اذا کنت فی سَعدِ و خالک مِنهم غریباً، فلا یغررک خالک مِن سعد
اذا ما دعوا کینسان کانت کھولھم الی الغدر ادنیٰ من شبابھم المرُدِ

[ترجمہ: جب آپ قبیلہ بنو سعد میں موجود ہوں اور آپ کا ماموں ان میں سے پردیسی ہو، تو آپ کو یہ بات دھوکہ میں نہ ڈال دے کہ آپ کا ماموں سعد سے ہے۔ یہ بنو سعد جب کیسان (غداری) کی دعوت دیتے ہیں تو ان کے نوجوان کے مقابلے میں ان کے بڈھے غدر کے قریب تر ہوتے ہیں]۔

تقرری اور معزولی

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ جلد ہی سرکاری مناصب کی حرص کرو گے پھر یہ حسرت وندامت بن جائے گی۔ یہ اچھی دودھ پلانے والی مگر بری دودھ چھڑانے والی ہے۔''

سرکاری ملازمت پر ابن شعبہ کی رائے:

مغیرہ بن شعبہؓ نے فرمایا: ''میں سرکاری ملازمت کو تین وجہ سے پسند اور تین وجہ سے ناپسند کرتا ہوں: میں اسے پسند کرتا ہوں کہ دوستوں اور عزیزوں کو رفعت و بلندی ملتی ہے۔ دشمنوں کو پستی نصیب ہوتی ہے، چیزوں کا لائسنس اور پرمٹ مل جاتا ہے اور میں اسے ناپسند کرتا ہوں کہ سرکاری ڈاک کی ہیبت اور خوف ہوتا ہے۔ معزول کر کے جلاوطن کی موت نصیب ہوتی ہے اور دشمنوں کو خوشی ملتی ہے۔''

ابن شبرمہ اور طارق کا جلوس:

ابن شبرمہ القاضی کے بیٹے کا کہنا ہے کہ والد صاحب کے قاضی مقرر ہونے سے پہلے میں ان کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس سے طارق بن ابی زیاد کا شاندار جلوس گزرا، طارق بصرہ کے گورنر تھے، والد صاحب نے اس جلوس کو دیکھ کر ٹھنڈی آہ بھری اور کہا:

ارھا وان کانت تحب کانھا سحائب صَیفٍ عن قریبٍ تقشّعُ

[میں اسے دیکھ رہا ہوں اور اگرچہ وہ محبوبہ ہے مگر وہ گرمیوں کے بادلوں کی طرح جلد ہی چھٹ جائے گی]۔

پھر کہا: ''یا اللہ میرے لیے میرا دین اور ان لوگوں کے لیے ان کی دنیا'' جب والد صاحب کو قاضی بنایا گیا تو میں نے کہا: ''ابا جان کیا آپ کو طارق کے جلوس کا دن یاد ہے؟'' فرمایا: ''فرزند عزیز ان لوگوں کو تیرے باپ کی جگہ بندہ مل جائے گا لیکن تیرے باپ کو ان کی جگہ کوئی نہیں ملے گا۔ تیرا باپ ان کی خواہشات میں گھرا اور گرا اور ان کی مٹھائی کھائی۔''

سرکاری عہدے اور انسان کی تبدیلی:

عبداللہ بن حسن سے کہا گیا کہ فلاں شخص کو سرکاری ملازمت نے بدل دیا ہے۔ کہا: ''جو کسی سرکاری منصب پر مقرر ہوا اور اس عہدے کو اپنے سے بڑا سمجھا وہ بدل جاتا ہے اور جو سرکاری منصب کو اپنے سے کم تر سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو اس عہدے سے بڑا سمجھتا ہے، وہ نہیں بدلتا۔''

مغیرہؓ کی معزولی:

جب (حضرت) عمرؓ نے ابوموسیٰ کی سیکرٹری شپ سے مغیرۃ بن شعبہ کو معزول کیا تو انہوں نے پوچھا: ''اے امیر المومنین! کیا مجھے خیانت کی وجہ سے معزول کیا ہے یا اس عہدہ کے لیے نااہل ہونے کی بنا پر الگ کیا ہے؟'' فرمایا: ''ان دونوں میں سے کسی ایک وجہ سے بھی نہیں۔ لیکن میں ناگوار سمجھتا ہوں کہ آپ کی زائد عقل کو عوام پر لا دوں۔''

ابن عمرؓ کی زیاد کے خلاف بددعا:

گورنر زیاد نے معاویہؓ کے نام خط میں لکھا: ''میں نے عراق کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیا ہے اور میرا بایاں ہاتھ خالی ہے'' (یہ گویا) حجاز کا گورنر بننے کی درخواست تھی۔ جب یہ بات عبداللہ بن عمر کو معلوم ہوئی تو انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا: ''یا اللہ تو زیاد کے بائیں ہاتھ کے مقابلہ میں ہمارے لیے کافی ہو جا'' چنانچہ زیاد کے بائیں ہاتھ میں پھوڑا نکلا جو جان لیوا ثابت ہوا۔

ابن الخطاب اور ابو ہریرہ:

عمرؓ بن خطاب، ابو ہریرہؓ سے ملے اور فرمایا: کیا آپ سرکاری عہدے پر کام نہیں کریں گے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''میں کام کرنا نہیں چاہتا'' فرمایا: ''سرکاری عہدہ پر کام کرنے کا تقاضا تو تم سے بہتر شخص یوسفؑ نے کیا ہے، جب فرمایا: ﴿اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم﴾[1]

بلال کا تقرر خالد قسری کی جانب سے:

مدائنی نے کہا: بلال بن ابی بردہ ہمیشہ خالد بن عبداللہ القسری[2] کے دروازے پر پڑے رہتے تھے۔ خالد جب بھی جلوس کے صورت میں سوار ہو کے جاتے تو بلال کو دیکھتے، وہ ان سے اکتاء گئے اور تنگ آ گئے۔ چنانچہ ایک دن پولیس کے ایک آدمی سے کہا: ''اس کالی پگڑی والے آدمی کے پاس جاؤ اور اسے کہو، تمہارے لیے گورنر کا حکم یہ ہے کہ تم کیوں ہمیشہ میرے دروازے پر کھڑے رہتے ہو اور میرے جلوس کے موقعہ پر موجود ہوتے ہو؟ میں تمہیں کبھی بھی سرکاری منصب پر متعین نہیں کروں گا'' چنانچہ پولیس کا آدمی پیغام رسان بن کر آیا اور اسے یہ پیغام پہنچا دیا۔ بلال نے اس سے کہا: ''جس طرح آپ نے گورنر کا پیغام مجھے پہنچایا ہے کہ میرا پیغام بھی اس تک پہنچاؤ گے؟'' وہ بولا: ''جی ہاں'' کہا: ''جا کر اسے بتاؤ، اللہ کی قسم، آپ اگر میرا تقرر کریں گے تو پھر مجھے معزول نہ کریں گے'' چنانچہ ایلچی نے اسے یہ پیغام پہنچا دیا۔ اس پر خالد نے کہا: ''کیا بات ہے بھئی اللہ اسے قتل کرے، یہ تو اپنے آپ کو اہل ثابت کر کے پیش کر رہا ہے'' چنانچہ اسے بلایا اور سرکاری عہدے پر متعین کر دیا۔

عمرؓ اور ملازمت کا خواہاں شخص:

(حضرت) عمر ایک شخص کو عامل مقرر کرنا چاہتے تھے، مگر اس آدمی نے جلد بازی کی

---

[1] یوسف: ۵۵

[2] خالد بن عبداللہ القسری ۱۰۵ھ تا ۱۲۰ھ/۷۲۴ء تا ۷۳۸ء تقریباً پندرہ سال عراق کا گورنر رہا۔ اس کی ماں نصرانی تھی۔ بنو امیہ کے قابل ترین گورنروں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

اور خود ہی آپ سے ملازمت کا خواستگار ہوا، اس پر عمرؓ نے اس سے کہا: ''اللہ کی قسم، میں نے اس منصب کے لیے تمہیں ہی مقرر کرنا طے کر لیا تھا مگر جو کوئی اس کام کو از خود طلب کرتا ہے، اس کی اعانت نہیں کی جا سکتی۔''

نبی اکرمؐ اور عباسؓ:

رسول اللہ ﷺ کے چچا عباسؓ نے آپ سے ولایت طلب کی تو آپؐ نے ان سے فرمایا: ''اے چچا جان! وہ جان جسے آپ زندہ رکھتے ہیں اس ولایت سے بہتر ہے جس کا آپ احاطہ نہیں کر سکتے۔''

ملازمت کا طلبگار اور نبی اکرمؐ کا ارشاد:

نبی اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک نے آپ سے ملازمت کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''ہم اپنے کام پر اس سے مدد نہیں لیتے جو اس کا طلبگار ہو۔''

عیسائی کہا کرتے ہیں: ''ہم دینی پیشوائی کے منصب کے لیے نہیں چنتے مگر اسے جو زاہد و پارسا ہو اور اس عہدہ کا طلبگار نہ ہو۔''

رشک آور زندگی:

گورنرِ عراق زیاد نے ایک بار اپنے ہم نشینوں سے کہا: ''لوگوں میں سے سب سے بڑھ کر رشک آور زندگی کون گزار رہا ہے؟'' وہ بولے: ''گورنر اور اس کے مصاحب'' کہا: ''ہرگز نہیں، منبر کے تختوں کی ہیبت و خوف ہے، ڈاک کے لگام کی کھڑکھڑاہٹ گھبراہٹ والی ہے۔ مگر انسانوں میں سے رشک آور ترین شخص وہ ہے، جس کا گھر ہو اور یہ گھر کرائے پر ہو جس کی آمدنی اس کے لیے کافی ہو، جس کی بیوی اس کی زندگی کی شریک ہو اور اس کی ہم نوا ہو۔ نہ وہ ہم (حکمرانوں) سے واقف ہو اور نہ ہم اس سے واقف ہوں لیکن اگر اس نے ہمیں جان لیا اور ہماری جان پہچان اس کے ساتھ ہو گئی تو ہم اس کی آخرت اور دنیا دونوں خراب کر ڈالیں۔''

مغیرہؓ کی کبرسنی اور معاویہؓ:

جب مغیرہ بن شعبہ بوڑھے ہو گئے اور انہیں خطرہ پیدا ہوا کہ ان کو گورنری سے ہٹا دیا

جائے گا تو انہوں نے معاویہؓ کو یہ خط روانہ کیا: ''امابعد، میری عمر زیادہ ہوگئی ہے، میری ہڈیاں باریک وکمزور ہوچکی ہیں، میری موت قریب آچکی ہے، قریش کے احمق مجھے بے وقوف قرار دے چکے ہیں۔ پس امیرالمومنین کی رائے ان کے عمل میں باصواب ہے۔''

معاویہ نے انہیں لکھا: ''آپ نے جو بڑی عمر ہونے کا لکھا ہے تو بات یہ ہے کہ آپ نے اپنی جوانی کو کھالیا ہے، اور یہ جو آپ نے اپنی موت کے قریب آنے کا تذکرہ کیا ہے تو اگر میرے پاس موت کو ہٹانے کی طاقت ہوتی تو میں ضرور آلِ ابی سفیان سے اسے ہٹا دیتا۔ باقی آپ نے جو قریش کے احمقوں کا ذکر کیا ہے، تو قریش کے داناؤں اور بردباروں نے آپ کو اس مرتبہ تک پہنچایا ہے۔ آپ نے جو عہدہ پر برقرار رہنے کا تذکرہ کیا ہے۔ ضَحِّ رُوَیدَ اُیَدرِک الھیجاءَ حَمَل'' یہ ایک ضرب المثل ہے جس کی تفسیر وضاحت کتاب الامثال میں ملے گی۔

جب یہ خط مغیرہ کو ملا تو انہوں نے واپسی خط میں معاویہؓ کے پاس حاضری کی اجازت طلب کی۔ چنانچہ اجازت مل گئی تو وہ ملنے کے لیے روانہ ہوئے تو ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ چل پڑے جب وہاں پہنچے تو معاویہؓ نے ان سے فرمایا: ''اے مغیرہ، تمہاری عمر زیادہ ہوگئی اور تمہاری ہڈی نرم ہوگئی اور اب تم میں کچھ بھی نہیں رہا، اب میری رائے میں تمہیں ہٹانا اور تمہاری جگہ کسی اور کا تقرر ضروری ہے۔''

یہ واقعہ بیان کرنے والے صاحب کہتے ہیں: جب مغیرہ دربارِ خلافت سے نکل کر ہمارے پاس پہنچے تو ہم نے آپ کے چہرے پر پریشانی کے آثار پائے۔ چنانچہ آپ نے ہمیں اپنی روئیداد سے باخبر کیا۔ ہم نے ان سے کہا: ''اب آپ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟'' کہا: ''جلد ہی آپ لوگوں کو معلوم ہوجائے گا۔''

چنانچہ وہ معاویہ کے پاس گئے اور کہا: ''اے امیرالمومنین! جانوں پر تو صبح شام آتی جاتی رہتی ہے۔ آپ ابوبکر وعمر کے دور میں نہیں رہ رہے۔ اگر آپ ہمارے لیے کوئی پرچم گاڑ دیتے تو ہم آپ کے بعد اسی کی طرف چلتے۔ میں تو اہلِ عراق کو یزید کی بیعت کی دعوت دیا کرتا تھا'' اس پر امیر معاویہؓ نے فرمایا: ''اے ابومحمد! آپ اپنے کام (گورنری کے منصب) پر جایئے

اور اپنے بھتیجے (یزید) کے لیے اپنی مہم جاری رکھیے" چنانچہ مغیرہ خوشی خوشی ہمارے پاس پہنچے اور کہا: "میں نے اس کا پاؤں ایک لمبی رکاب میں رکھ دیا ہے جو امت محمد ﷺ نے اس پر ڈالی ہے۔"

قاضیوں کے لیے کچھ ہدایات واحکام

عمر بن عبدالعزیز نے کہا: "جب قاضی میں پانچ خصلتیں ہوں تو وہ کامل ہوگا۔ اپنے سے پہلے (کے قاضیوں کے فیصلوں کا) علم، طمع ولالچ سے پاک ہونا، فریقینِ مقدمہ کے مقابلہ میں حلم و بردباری سے کام لینا، ائمہ کی پیروی کرنا، اہل علم ورائے سے مشاورت کرنا۔"

عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: "جب تمہارے پاس مدعی آئے اور اس کی آنکھ پھوڑی گئی ہو تو تم اس کے حق میں فیصلہ نہ دو جب تک کہ تمہاری پاس مدعی علیہ نہ آئے، ہوسکتا ہے کہ اس کی دونوں آنکھیں پھوڑی گئی ہوں۔"

عمر بن خطاب کا امیر معاویہ کے نام مکتوب:

عمرؓ بن الخطاب نے قضاء کے بارے میں معاویہؓ کو ایک خط لکھا۔ اس خط میں وہ فرماتے ہیں: "جب فریقین مقدمہ آپ کے پاس آئیں تو آپ کی ذمہ داری ہے کہ عادلانہ ثبوت یا قسم کا بندوبست کریں۔ آپ کو چاہیے کہ کمزور کو قریب کریں تا کہ اس کا دل قوی ہو اور اس کی زبان کھلے۔ آپ اجنبی و پردیسی کا خیال رکھیں، اس کی دیکھ بھال کریں، اگر آپ اس کی خبر گیری نہیں کریں گے تو اس کا حق ضائع ہو جائے گا اور وہ اپنے گھر واپس چلا جائے گا۔ اس کا حق وہ ضائع کرنے والا ہوگا، جس نے اس کے ساتھ رفاقت و نرمی نہیں کی۔ اپنی نظر میں بھی لوگوں کے ساتھ برابری کرو، جب تک آپ کے لیے جھگڑے کا فیصلہ واضح نہیں ہو جاتا، آپ فریقین میں صلح کروائیں۔"

آدابِ عدالت:

عتبی نے کہا: ابراہیم بن المهدی اور بُختیشوع الطبیب کے مابین احمد بن ابی دؤاد

القاضی کی مجلسِ عدالت میں السّواد کے نواح میں ایک جائیداد میں تنازعہ کا مقدمہ تھا۔ ابن المہدی نے الطبیب کو ڈانٹا ڈپٹا اور قاضی کے سامنے اسے سخت سست کہا۔ اس پر قاضی کو غصہ آیا اور اس نے کہا: ''اے ابراہیم! جب مجلس عدالت میں تم کسی مقدمے میں پیش ہو، بحث کے دوران نہ تو فریقِ مقدمہ کے خلاف آواز بلند کرو، نہ ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرو، تمہارا رویہ معتدل ہونا چاہیے، تمہارا انداز مہذبانہ ہو اور یہ کہ تم پرسکون ہو۔ تمہارا فرض ہے کہ سرکاری مجلسوں کے آداب وحقوق کو توقیر وتعظیم کے ساتھ پورا کرو۔ یہ سب آداب ملحوظ رکھنا آپ کے شایانِ شان ہے۔ آپ کی خاندانی اصل وشرافت سے یہی رویہ ہم آہنگ ہے اور آپ کے وقار وعظمت کا یہی تقاضا ہے۔ لہٰذا آپ جلد بازی سے کام نہ لیں۔ فَرُبَّ عَجَلَتِهِ تَهَبُ رَيْثًا، کبھی عجلت دیر کا باعث ہو جاتی ہے۔ اللہ آپ کو لغزشوں سے بچائے، آپ کو فسادِ قول وعمل سے محفوظ رکھے اور اپنی نعمتیں آپ پر پوری کرے جیسے اس سے پہلے اس نے آپ کے والدین پر اپنی نعمتیں مکمل کی ہیں، بے شک آپ کا پروردگار حکیم وعلیم ہے۔''

ابراہیم نے جواب دیا: ''اللہ آپ کا بھلا کرے، آپ نے درست کام کا حکم دیا ہے اور راست روی کی ترغیب دی ہے، آئندہ میں ایسی حرکت نہیں کروں گا جس کی وجہ سے آپ کے یہاں میری مروت میں عیب ونقص آئے اور وہ حرکت مجھے آپ کی نگاہوں میں گرا دے اور مجھے اپنے مرتبہ سے گرا کر معذرت پر مجبور کر دے۔ لیجئے، میں یہاں آپ کی موجودگی میں، آپ کے سامنے اس غصے کی حالت میں لغزشِ کلام سے معذرت کرتا ہوں، اپنے گناہ کا اعتراف کرنے والے کی معذرت، اپنے جرم کو تسلیم کرنے والے کی معذرت اور یہی ہماری آپ کے یہاں عادت ہے۔ اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ میں نے اس متنازعہ جائیداد میں سے اپنا حق بَختَیشُوع کو بخش دیا ہے، پس کاش کہ یہ میرے جرم کا کفارہ بن جائے اور وہ مال ہرگز تلف نہیں ہوتا جس کی بدولت انسان کو کوئی پند وموعظمت مل جائے، وباللہ التوفیق۔

عمر بن خطاب بنام ابوموسیٰ اشعری:

ابن عیینۃ کی روایت کے مطابق عمرؓ بن خطاب نے موسیٰ الاشعری کو خط لکھا: ''امابعد!

قضاء ایک فرضِ محکم اور لائق اتباع سنت ہے۔ جب فریقِ مقدمہ آپ کے پاس پیش ہو تو خوب سوچ سمجھ سے کام لیجئے اور صورت حال کا بخوبی ادراک کیجئے۔ زیادہ باتیں کرنے سے اس فریق کو کچھ نہ ملنا چاہیے جس کا حق نہیں بنتا، حق بہر حال حقدار کو ملنا چاہیے۔ مجلس، عدالت میں لوگوں میں مساوات ملحوظ رکھیئے، آپ کا رویہ بھی سب کے لیے یکساں و برابر ہو تاکہ طاقتور کو آپ کی زیادتی کا طمع نہ رہے اور کمزور و ناتواں فریق آپ کے ظلم سے نہ ڈرے۔ ثبوت مدعی کے ذمے ہے اور قسم انکار کرنے والے پر ہے۔ مسلمانوں کے مابین صلح کرانا جائز ہے، لیکن ایسی صلح نہیں ہونی چاہیے جو کسی حرام کو حلال اور کسی حلال کو حرام قرار دے۔ اگر آپ نے کل ایک فیصلہ کر دیا ہے، پھر آپ نے بعد میں اس پر تنہائی میں غور کیا ہے اور آپ کو معلوم ہو گیا ہے کہ درست فیصلہ یہ نہ تھا تو آپ کو اب کل کے غلط فیصلہ سے رجوع کر لینا چاہیے۔ باطل پر ڈٹے رہنے سے صحیح فیصلہ کی طرف رجوع کرنا زیادہ بہتر ہے۔

جو بات آپ کے سینے میں کھٹکتی ہو، جس تک آپ کو اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کریم ﷺ کی سنت نہیں پہنچا سکے، اس پر بار بار غور کیجئے اور اسے درست طریقے سے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ آپ ملتے جلتے اور یکساں نوعیت کے معاملات پر بھی غور کرتے رہیں اور پھر تمام امور پر خوب عقل و قیاس سے کام لیں، پھر اس فیصلہ اور معاملہ پر ڈٹ جائیں جو اللہ اور اسے کے رسول ﷺ کو زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے۔

آپ مدعی کے لیے ایک مدت کا تعین کر دیا کریں تاکہ وہ اس تک پہنچ سکے اگر مقرر تاریخ تک مدعی اپنا ثبوت پیش کر دیتا ہے تو آپ اسے اس کا حق دلوائیں وگرنہ اس کے خلاف فیصلہ کر دین یہ طریق کار غلط فہمیوں کی تاریکی کو زیادہ رفع کرنے والا اور وجہ جواز کے لیے زیادہ موزوں ہے۔

مسلمان ایک دوسرے کے برابر اور ہم رتبہ ہیں سوائے اس کہ جسے کسی حد کوڑے مارے گئے ہوں یا وہ جھوٹی گواہی دینے کا مرتکب پایا گیا ہے یا وہ مُتہم و مشکوک ہو وِلاء، قرابت یا نسب میں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پوشیدہ امور کی ذمہ داری لے لی ہے اور تمہیں سزا وغیرہ سے

بچالیا ہے ثبوتوں اور قسموں کے ذریعے۔

پھر آپ لوگوں کو ایذا دینے سے بچیں اور ان حقوق کے مقامات پر جن سے اللہ اجرو اجب کر دیتا ہے اور ان حقوق کی وجہ سے بہترین ثواب عطا فرماتا ہے آپ ان حقوق کے مقامات پر فریقانِ مقدمہ سے نا آشنا بن کے رہیں۔ یقین جانیئے، جو شخص اپنی نیت کو خالص کر لیتا ہے اپنے اور اللہ کے مابین معاملات میں، اگر چہ یہ معاملات خود اس کی اپنی ذات کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں، تو اللہ اس شخص کے لیے کفایت کرنے والا بن جاتا ہے۔ اس کے اور لوگوں کے مابین۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے علم میں تو بد چلن و بدکردار ہوتا ہے مگر وہ لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو بے عیب و گناہ بنا کر اور نیک و صالح شخص کی صورت میں آراستہ کر کے پیش کرتا ہے۔ اللہ اس کا پردہ چاک کر دیتا ہے۔''

(حضرت) عمرؓ کا ایک مکتوب گرامی:

عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا: ''امابعد، عوام کو اپنے حکمرانوں سے ایک طرح کی بیگانگی اور کشیدگی سی ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ مجھے باخبر رکھنے میں محتاط رہیے۔ آپ نامعلوم بیگانگی، سینوں میں موجود کینوں اور خواہشات جن کی اتباع کی جاتی ہے اور دنیا جسے ترجیح دی جاتی ہے، سے بچ کے رہیں۔ آپ حدود قائم کریں، فریاد رسی کے لیے بیٹھیں اگر چہ دن میں ایک گھنٹے کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔ آپ قانون شکنوں اور فاسقوں کا تعاقب کیجیے اور تتر بتر کر دیجیے۔ اگر کہیں قبائل کے مابین شدید عداوت واقع ہو جائے اور وہ اپنے اپنے قبیلہ کو مدد کے لیے پکارنے لگیں تو یہ شیطانی اکساہٹ ہوگی، آپ تلوار سے ان کی خبر لیجیے، حتیٰ کہ وہ اللہ کے لیے سر تسلیم خم کر لیں اور ان کی پکاریں اللہ اور اسلام کے لیے ہو جائیں۔

آپ شکر کے ذریعہ نعمت کو دوام بخشیئے، آپ باہمی الفت و محبت سے اپنی طاعت کو دوام عطا کیجیے۔ آپ عفو و درگزر کے ذریعے اپنے اقتدار کو طول دیجیے اور عاجزی و تواضع نیز عوام سے محبت کے ذریعہ نصرت و اعانت کو ہمیشگی دیجیے۔

جب آپ کو میرا یہ خط ملے تو آپ ان لوگوں کو سخت سزا دیں تا کہ اگر یہ سمجھتے نہیں تو

خوف زدہ تو ہو جائیں۔ آپ غیلان بن خرشہ کو بھی ان کے ساتھ ملائیں۔

آپ مسلمان مریضوں کی عیادت کریں، ان کے جنازوں میں شامل ہوں، ان کے معاملات میں ان کا ساتھ دیں، اپنا دروازہ ان کے لیے کھلا رکھیں، آپ انہی میں سے ایک ہیں سوائے اس کے اللہ نے آپ پر کچھ زائد بوجھ لادا ہے۔

امیر المومنین کو معلوم ہوا ہے کہ آپ اور آپ کے اہلِ خانہ، اپنے لباس، خوراک اور سواری میں عام مسلمانوں سے ہٹ کر زیادہ بہتر حالت میں ہیں۔ اے عبداللہ، اپنے آپ کو چوپائے کے مانند بنانے سے بچو۔ چوپائے (مویشی) کی ساری توجہ اپنے آپ کو موٹا کرنے میں ہوتی ہے، حالانکہ موٹاپا اس کے لیے موت ہوتی ہے۔ یاد رکھیے جب حاکم بگڑتا ہے تو اس کی رعایا بگڑتی ہے اور لوگوں میں سے بد بخت ترین شخص وہ ہے جس کی وجہ سے لوگ بد بخت بنیں، والسلام۔''

سمندری لڑائی کے بارے میں مکالمہ:

عمرؓ بن خطاب نے سمندر میں ایک قوم کے خلاف جہاد کرنے کا فیصلہ کیا تو مصر کے گورنر عمرو بن العاص نے انہیں لکھا: ''یا امیر المومنین! بلاشبہ سمندر ایک عظیم مخلوق ہے، جس پر ایک چھوٹی سے مخلوق سوار ہوتی ہے جیسے لکڑی پر کیڑا۔''

عمر نے فرمایا: ''اگر میں کسی کو کسی کام پر آمادہ کرتا ہوں تو اس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھ گچھ نہ فرمائے گا۔''

گریہ و بکا برحق ہونے کا ثبوت نہیں:

شعبی نے کہا: میں شریح کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب ان کے پاس ایک عورت روتی ہوئی پیش ہوئی، وہ اپنے خاوند کے خلاف شکایت کر رہی تھی اور اس کا خاوند غیر حاضر تھا۔ یہ عورت بہت سخت رو رہی تھی۔ اس پر میں نے کہا: ''اللہ آپ کا بھلا کرے۔ میں تو اسے مظلومہ سمجھتا ہوں'' کہا: ''آپ کو کیسے پتہ چلا؟'' میں نے کہا: ''اس کے رونے کی وجہ سے'' کہا: ''یوں نہ کیجئے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے والد کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے آئے تھے، حالانکہ وہ یعقوب اور یوسف دونوں پر زیادتی کر چکے تھے۔''

گواہی کا رد کیا جانا:

حسن بن ابی حسن کی رائے یہ تھی کہ کسی مسلمان کی گواہی رد نہ کی جائے سوائے اس صورت کے کہ جب مشہور علیہ (جس کے خلاف گواہی دی گئی ہے) ہی اسے مجروح (مشکوک، جھوٹا وغیرہ) قرار دے۔ چنانچہ حسن کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کی: ''اے ابو سعید، ایاس نے میری گواہی رد کر دی ہے، چنانچہ حسن اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے ساتھ چل پڑے۔ ایاس کے پاس پہنچے تو کہا: ''اے ابو وائلہ! آپ نے اس مسلمان کی گواہی کیوں رد کر دی، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: من صلّی صلاتنا واستقبل قبلتنافهو المسلم له مالنا وعليه ماعلينا (جس نے ہماری نماز کی مانند پڑھی اور ہمارے قبلہ کا رخ کیا پس وہ مسلمان ہے اس کے اور ہمارے حقوق وفرائض یکساں ہیں)۔''

ایاس نے کہا: ''اے ابو سعید! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ممن ترضونَ من الشهداء﴾ [1] (گواہوں میں سے جو تم پسند کرتے ہو) اور یہ شخص پسندیدہ نہیں ہے۔''

قاضی شریح کا عدل:

اشعث بن قیس قاضی شریح کی عدالت آئے تو انہوں نے کہا: مرحباً واهلاً شيخنا وسيدنا (ہمارے استاد وآقا کو خوش آمدید) اور انہیں اپنے ساتھ بٹھالیا۔ جب وہ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص داخل ہوا وہ اشعث کے خلاف ظلم کی شکایت کر رہا تھا۔ اس پر قاضی شریح نے اشعث سے کہا: ''اٹھیے اور جہاں مقدمہ کے فریق حاضر ہو کر بیٹھتے ہیں، وہاں جا کر بیٹھیے اور اپنے مدعی کے خلاف اپنی صفائی میں بات کیجیے۔ انہوں نے جواب دیا: ''نہیں، میں تو یہیں بیٹھ کر اپنی صفائی میں بات کروں گا'' اس پر قاضی شریح نے فرمایا: ''آپ یہاں سے اٹھیں گے یا میں کسی کو حکم دوں کہ وہ آپ کو یہاں سے اٹھا کھڑا کردے؟'' اشعث نے کہا: ''آپ اتنی سختی کیوں کر رہے ہیں؟'' کہا: ''کیا آپ اس میں کوئی نقصان محسوس کرتے ہیں؟'' کہا: ''نہیں'' کہا: ''میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ دوسروں پر تو اللہ کی نعمتوں سے واقف ہیں مگر خود

---

[1] البقرۃ: ۲۸۲

آپ پر جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان سے نا آشنا رہتے ہیں۔''

ابن ابی سود کی گواہی کا رد کیا جانا:

صاحبِ خراسان، وکیع بن ابی سود، قاضی ایاس کے پاس گواہی دینے کے لیے آئے تو قاضی موصوف نے ان کا استقبال کرتے ہوئے کہا: ''خوش آمدید ابومُطرف'' پھر انہیں اپنے ساتھ بٹھایا۔ پھر ان سے دریافت کیا: ''آپ کیسے تشریف لائے؟'' کہا: ''تاکہ فلاں شخص کے حق میں گواہی دوں'' اس پر قاضی نے کہا: ''آپ کا گواہی سے کیا کام؟ گواہی تو موالی، سوداگر اور بازاری لوگ دیتے ہیں'' کہا: ''آپ نے سچ کہا'' اور یہ کہہ کر، ان کی عدالت سے تشریف لے گئے۔ کیس نے وکیع سے کہہ دیا کہ قاضی نے آپ کو دھوکہ دیا ہے، اصل بات یہ ہے کہ وہ آپ کی گواہی ہی قبول نہیں کرتے'' کہا: ''اگر ایسا ہوتا تو میں لاٹھی سے ان کی خبر لیتا۔''

عدی بن ارطاۃ اور شریح:

عدی بن ارطاۃ قاضی شریح کے پاس گئے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا: ''آپ کہاں ہیں؟ اللہ آپ کا بھلا کرے'' عرض کی: ''آپ کے اور دیوار کے مابین'' کہا: ''میں اہل شام کا ایک مرد ہوں'' کہا: ''دور کی جگہ کے باشندے، دور کے گھر کے رہنے والے'' عرض کیا: ''میں نے آپ کے علاقے میں شادی کی ہے'' فرمایا: ''آسودگی ملے اور بیٹے ہوں'' عرض کیا: ''میرا ایک بیٹا پیدا ہوا ہے'' فرمایا: ''آپ کو گھوڑ سوار کی مبارک ہو'' عرض کیا: ''میں نے اپنی بیوی کو سفر پر بھیجنے کا ارادہ کیا ہے'' کہا: ''آدمی اپنے گھر والوں پر زیادہ حق رکھتا ہے اور ان کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتا ہے'' عرض کیا: ''میں نے اس کے لیے اس کا گھر مشروط کیا ہے'' فرمایا: ''شرط سے زیادہ قابو پایا جاتا ہے'' عرض کیا: ''اب ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجیے'' فرمایا: ''میں نے فیصلہ کر دیا ہے'' کہا: ''آپ نے کس کے خلاف فیصلہ کیا ہے؟'' فرمایا: ''تیری ماں کے بیٹے کے خلاف'' پوچھا: ''کس کی گواہی ہے؟'' فرمایا: ''تیری خالہ کی بہن کے بیٹے کی گواہی سے۔'' (مراد ہے تمہارے اپنے خلاف خود اقرار کر لینے کی وجہ سے)

کتاب الیتمیة فی النسب و فضائل العرب

قریش کی اصل:

قریش نضر بن کنانہ کی طرف منسوب ہیں، یہ لوگ بنو کنانہ میں بکھرے پڑے تھے کہ انہیں ہر طرف سے بیت اللہ کے قریب قصی بن کلاب بن قرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک نے اکٹھا کر دیا، چنانچہ ان کا نام ''قریش'' پڑا۔ تقریش کا مطلب ہے۔ جمع کیا جانا، قصی بن کلاب کا نام مُجمّع (جمع کرنے والا) پڑا۔ اس بارے میں شاعر کہتا ہے:

قصیَ ابو کم مَن یُسمَیَ مجمّعاً   بہِ جَمع اللہُ القبائل مِن فِہرِ

[تمارا باپ قصی ہے جو مجمع کہلاتا ہے۔ اس کی بدولت اللہ نے فہر کی نسل کے قبائل کو یکجا کر دیا]

حبیب نے کہا ہے:

غدوا فِی نواحی نعشہ و کأنّما   قریشٌ قریشٌ یومَ ماتَ مجمّعُ

[جس دن مجمع فوت ہوا تھا اس کی صبح کو وہ سب اس کی لاش کے ارد گرد تھے گویا اس روز قریش تھے]

شاعر کی مجمع سے مراد قصی بن کلاب ہے، اس نے مشعر الحرام تعمیر کروایا تھا اور حج کے دنوں میں وہاں قیام کیا کرتا تھا، اللہ نے اس جگہ کو مشعر فرمایا ہے اور اس کے پاس وقوف کرنے کا حکم دیا ہے۔ قصی نے بنو فہر بن مالک کو مکہ کے پاس یکجا کر دیا۔ پس تمام قریش کا جدّ امجد فہر بن مالک ہے۔ فہر سے جو نیچے ہیں وہ قریش ہیں اور جو اُس سے اوپر ہیں وہ عرب ہیں جیسے کنانہ اور اسد وغیرہ قبائل مضر میں سے۔ بہر حال قریش کے قبائل فہر بن مالک تک پہنچتے ہیں اور اس سے

آگے نہیں بڑھتے۔ قریش ''آل اللہ''، ''جیران اللہ'' (اللہ کے پڑوسی) اور ''سکان اللہ'' بھی کہلاتے ہیں۔

اس بارے میں عبدالمطلب بن ہاشم کہتے ہیں:

نحن آل الله في ذمّته — لم نزل فيها علىٰ عهد قدُمْ

ان للبيت لربّاً مانعاً — من يردْ فيه بأثم يخترم

لم تزلْ لله فينا حرمة — يدفعُ الله بهاعنّا النّقم

[ہم آل اللہ ہیں، اس کی حفاظت میں ہیں اور ہم اس بارے میں قدیم عہد پر قائم ہیں۔ یقیناً بیت اللہ کی حفاظت کرنے والا ربّ ہے، اس میں گناہ کا ارادہ کرنے والا ماخوذ ہوگا۔ اب تک ہم میں حرمتِ الٰہی موجود ہے جس کی برکت سے اللہ ہم سے سزاؤں اور بلاؤں کو ہٹاتا ہے]

کعبہ کے کلید برداروں، بنوشیبہ بن عثمان میں سے بعض کی تعریف میں حسن بن ہانی کہتا ہے:

اذا اشتعب الناس البيوت فأنتم — اولو الله والبيت العتيق المَحَرمِ

[جب لوگ گھروں میں منتشر و متفرق ہو جاتے ہیں تو تم اللہ والے اور قدیم محترم گھر والے ہو]

قریش کا نسب:

ابوالمنذر ہشام بن محمد بن سائب کلبی نے کہا: جاہلیت میں قریش کو جو شرف ملا اور پھر وہ شرف اسلام میں بھی قائم رہا، وہ قریش کے دس بطون کے دس خاندان ہیں، اور یہ ہیں:

☆ ہاشم ☆ امیہ ☆ نوفل ☆ عبدالدار ☆ اسد ☆ تیم ☆ مخزوم ☆ عدی ☆ جُمح ☆ سہم۔

ہاشم میں سے عباس بن عبدالمطلب تھے۔ وہ جاہلیت میں حاجیوں کو پانی پلاتے تھے، اسلام میں بھی انہیں یہ شرف حاصل رہا۔ بنواُمیہ میں سے ابوسفیان بن حرب کے پاس قریش کا پرچم، العقاب تھا جب لڑائی تیار ہو جاتی تو جس شخص کے پاس جھنڈا ہوتا تھا وہ اسے باہر نکال لاتا تھا۔ جب قریش کسی کو اپنا سپہ سالار متفقہ طور پر منتخب کر لیتے تو اسے العقاب، پرچم عطا کرتے اور

اگر وہ سب کسی ایک پر متفق نہ ہو سکتے تو پرچم بردار کو ہی اپنا سالار بنا کر آگے کرتے۔ بنو نوفل میں سے حرث بن عامر تھا، اس کے پاس رفادہ (غریب حاجیوں کے لیے کھانے کا انتظام کرنا) تھا۔ قریش اپنے مالوں میں سے کچھ نکال کر اس سے نادار حاجیوں کے لیے کھانے وغیرہ کا انتظام کرتے تھے۔ بنو عبدالدار میں سے عثمان بن طلحہ تھا، اس کے پاس پرچم، سدانۃ (خدمتِ خانہ کعبہ) اور حجابۃ (دربانی) تھے، کہا جاتا ہے کہ ندوہ بھی بنو عبدالدار کے پاس تھا۔

بنو اسد میں سے یزید بن زمعہ بن اسود تھا۔ اس کے پاس 'مشورہ' تھا۔ ہوتا یہ تھا کہ قریش اس وقت تک کسی معاملہ پر اکھٹے نہ ہوتے جب تک اسے یزید کے پاس پیش نہ کر لیتے، اگر یزید بن زمعہ ان کے ساتھ متفق ہو جاتا تو وہ انہیں یہ معاملہ سونپ دیتا وگرنہ وہ اپنا اختیار بروئے کار لاتا۔ یہ یزید، طائف کے محاصرے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا اور وہیں شہادت پائی۔

بنو تیم میں سے ابوبکر صدیق ؓ کے پاس جاہلیت میں خون بہا اور تاوان کی ذمہ داری تھی جو 'اشناق' کہلاتا تھا۔ جب وہ کسی خون بہا یا دیت کے بارے میں لینے کا قصد کرتے تو اس بارے میں قریش سے پوچھتے، قریش آپ کی تصدیق و تائید کرتے اور اگر آپ کے سوا کوئی اور دیت و تاوان لینے کا قصد کرتے تو اس کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیتے۔

بنو مخزوم میں سے خالد بن ولید تھے، ان کے ذمہ قبّہ اور اعنّہ تھا۔ قبّہ ایک خیمہ تھا جسے گاڑتے اور اس میں فوج کو سپلائی کیے جانے والا مال رکھتے تھے۔ اعنّہ سے مراد یہ ہے کہ خالد بن ولید لڑائی میں قریش کے گھوڑ سوار دستے کی قیادت کرتے تھے۔

بنو عدی میں سے عمر بن الخطاب تھے۔ جاہلیت میں ان کے ذمہ سفارت ہوا کرتی تھی۔ جب قریش اور غیر قریش کے مابین لڑائی چھڑتی تو وہ عمر بن الخطاب کو سفیر بنا کر بھیجتے تھے اور اگر کسی قبیلہ کے ساتھ اپنی لڑائی پر فخر کرنے کا مقابلہ کرنا ہوتا تو قریش اس کے لئے عمر بن الخطاب مقرر کرتے اور ان کی نمائندگی پر راضی ہوتے۔

بنو جمح میں سے صفوان بن امیہ کے پاس قسمت معلوم کرنے کے تیر ہوتے تھے۔ جب تک صفوان کے حضور قسمت معلوم کرنے کے تیروں کے ذریعہ اپنی قسمت معلوم نہ کر لیتے

تھے، قریش کوئی اہم اجتماعی کام سرانجام نہ دیتے تھے۔

بنوسہم میں سے حرث بن قیس تھا، اس کے پاس حکومت (فیصلہ کرنا) اور دیوتاؤں کے لیے مخصوص کردہ اموال ہوتے تھے۔

یہ تھے جاہلیت میں قریش کے شرف اور قابلِ فخر کام۔ یعنی حاجیوں کو پانی پلانا، خانہ کعبہ کی آبادکاری، عقاب، غریب حاجیوں کے لیے کھانے کا انتظام کرنا، خانہ کعبہ کی خدمت کرنا، خانہ کعبہ کی دربانی، ندوہ، جھنڈا، مشورہ، خون بہا اور جرمانے، جنگ کے لیے خیمہ، گھوڑ سوار دستے کی قیادت، سفارت، قسمت معلوم کرنے کے تیر، دیوتاؤں کے لیے مخصوص کردہ اموال اور حکومت۔ یہ شرف ان دس خاندانوں کو حاصل تھا اور یہ انہیں نسلاً بعد نسلٍ ورثہ میں ملتے رہتے تھے۔ جب اسلام آیا تو اسلام نے انہی خاندانوں کو یہ شرف عطا کیے۔ [1] غرضیکہ جاہلیت کے ہر شرف کو اسلام نے برقرار رکھا۔ حاجیوں کو پانی پلانا، مسجدِ حرام کی آبادکاری اور جنگی قیادت بنوہاشم میں رہی۔ حاجیوں کو پانی پلانا تو معلوم ہی ہے۔ آبادکاری (عمارت) سے مراد یہ تھی کہ کوئی شخص مسجدِ حرام میں فحش گوئی اور بے ہودہ گوئی نہ کرے اور نہ اس میں اپنی آواز بلند کرے۔ عباسؓ لوگوں کو اس چیز سے روکتے تھے۔

جہاں تک جنگی قیادت کا تعلق ہے تو جاہلیت میں عربوں نے اس منصب پر کسی ایک کو فائز نہیں کیا۔ جب جنگ ہوتی تو اس سے پہلے کوئی اہل ریاست کے سربرآوردہ افراد میں قرعہ اندازی کرتے، جس کے نام قرعہ نکلتا اسے اپنا سالارِ لشکر بناتے، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ چنانچہ جب جنگ فجار کے لئے انہوں نے بنوہاشم میں قرعہ ڈالا تو تیر عباس کے نام نکلا، وہ کم عمر تھے، چنانچہ انہوں نے آپ کو ڈھال پر بٹھایا۔

مامون اور ابوطاہر کے مابین مکالمہ:

ابوطاہر احمد بن کثیر بن عبدالوھاب نے بیان کیا کہ مجھے ابوذکوان نے احمد بن یزید

[1]: سوائے اس کے جو اسلام میں ممنوع، حرام تھے جیسے تیروں سے قسمت معلوم کرنا۔ (مترجم)

انطاکی کے حوالے سے بتایا کہ اس نے مامون کو ابوطاہر سے یہ کہتے سُنا جو بحرین پر مامور تھا: تم قریش کی کس شاخ سے تعلق رکھتے ہو؟ اس نے کہا: بنو اسامہ بن لوئی سے، اس پر مامون نے کہا: ہم نے اپنی دس شاخوں میں اسامہ بن لوئی کا نسب نہیں سنا، اگر ہمیں اس کے بارے میں معلوم ہوتا تو ہم سے اس شاخ کی دوری کے باوجود، ہم اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے''۔

بنو ہاشم اور بنو امیہ کی فضیلت:

علیؓ بن ابی طالب سے پوچھا گیا: آپ ہمیں اپنے اور بنو امیہ کے بارے میں بتائیے، فرمایا: بنو امیہ بے وفاء، مکّار اور نافرمان ہیں، جب کہ ہم خوبصورت، فصیح اور درگزر کرنے والے ہیں''۔

ایک آدمی نے شعبی سے بنو ہاشم اور بنو امیہ کے بارے میں پوچھا تو شعبی نے کہا ''اگر آپ چاہیں تو آپ کو وہ بتاؤں جو اُن کے بارے میں علی بن ابی طالب نے کہا ہے۔'' اُس آدمی نے کہا ''آپ مجھے بتائیے۔'' کہا ''بنو ہاشم زیادہ کھانا کھلانے والے اور لشکروں پر زبردست حملہ کرنے والے ہیں جبکہ بنو امیہ، حلم اور بردباری سے دور ہیں اور نہ ہونے والے کام کو کرگذرنے والے ہیں۔''

معاویہ سے دریافت کیا گیا: آپ ہمیں اپنے اور بنو ہاشم کے بارے میں بتائیے، فرمایا: بنو ہاشم ایک کے لحاظ سے معزز ہیں اور ہم زیادہ کے اعتبار سے معزز ہیں۔ باقی جو خوبی ان میں تھی وہ ہم میں بھی تھی، حتی کہ وہ ایک ایسی خوبی لائے جس کی بدولت وہ اگلوں پچھلوں سب پر غالب آگئے۔ اس خوبی لانے سے معاویہ کی مراد نبی کریم ﷺ تھے اور ایک کے لحاظ سے معزز کہنے سے مراد تھی عبدالمطلب بن ہاشم۔

الرشید اور اموی:

ریاشی نے اصمعی سے روایت کی ہے، کہا: بنو امیہ کے ایک آدمی کا جب ہارون

الرشید سے سامنا ہوا تو اس نے یہ شعر پڑھے:

یـا امیـن اللہ انّـی قـائلٌ　　قـول ذی فهـم و علم و اَدب
عبـد شمسٍ کان یتلو هاشماً　　وهُـمـا بـعـدُ لامٌ ولأبْ
فـاحـفـظ الارحـام فیـنـا انّما　　عبدُشمسِ عمّ عبدالمطلب
لـکـم الـفـضـل عـلینـا، ولنـا　　لکم الفضل علیٰ کلّ العرب

[اے اللہ کے امین، میں ایک ایسی بات عرض کرتا ہوں جو صاحبِ فہم وعلم وادب کی بات ہے، عبدشمس ہاشم کے پیچھے پیچھے تھا اور وہ دونوں ایک ماں اور ایک باپ سے تھے۔ آپ ہمارے بارے میں رحمی رشتوں کا خیال کیجئے، عبدشمس چچا تھا عبدالمطلب کا۔ آپ لوگوں کو ہم پر فضیلت حاصل ہے اور ہمیں آپ کی بدولت تمام عربوں پر فضیلت حاصل ہے]

یہ سن کر ہارون الرشید نے اسے انعام سے نوازا اور حسنِ سلوک کیا۔

نبی اکرمؐ کا ارشاد:

سفیان ثوری نبی اکرم ﷺ تک یہ روایت پہنچاتے ہیں: ”اللہ نے مخلوق پیدا کی تو مجھے اپنی بہترین مخلوق میں رکھا، پھر ان کے کئی گروہ بنائے اور مجھے بہترین گروہ میں رکھا، پھر ان کے کئی قبیلے بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا، پھر ان کے کئی گھرانے بنائے اور مجھے سب سے بہتر گھرانے میں رکھا۔ پس میں گھرانے کے لحاظ سے بھی تم سب سے بہتر ہوں اور نسب کی رو سے بھی“۔

آپؐ کا ارشاد ہے: ”میرے سبب اور میرے نسب کے سوا قیامت کے دن ہر سبب اور ہر نسب منقطع ہوگا۔“

جماعتِ بنی ہاشم بن عبدمناف:

عبدالمطلب بن ہاشم کے دس بیٹے تھے۔☆ عبداللہ، رسول اللہ ﷺ کے والد

☆ابو طالب ☆زبیر، ان تینوں کی والدہ فاطمہ بنت عمرو مخزومیہ تھیں ☆عباس ☆ضرار، ان دونوں کی والدہ نتیلہ نمریہ تھیں ☆حمزہ ☆مقوم، ان دونوں کی والدہ ھالہ بنت وھیب تھیں۔ ☆ابولہب، اُس کی والدہ کا تعلق بنوخزاعیہ سے تھا ☆حارث، اُس کی والدہ صفیہ تھی جس کا تعلق بنو عامر بن صعصعہ سے تھا ☆غیداق، اُس کی والدہ خزاعیہ تھی۔

جماعت بنوامیہ بن عبد شمس بن عبد مناف:

یہ امیۃ الاکبر کہلاتا ہے: حرب بن امیہ، ابوحرب، سفیان، ابوسفیان، عمرو، ابوعمرو، یہ العنابس کہلاتے ہیں۔ العاص، ابوالعاص، العیص اور ابوالاعیص یہ ابوعیاص کہلاتے ہیں۔ انہی میں سے ہیں: معاویہ بن ابی سفیان، عثمان بن عفان ابن ابی العاص بن امیہ اور انہی میں سے ہیں، سعید بن العاص بن امیہ اور مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ۔

جماعتِ بنونوفل:

بنونوفل کے ممتاز لوگ یہ ہیں: ☆حارث بن عامر صاحبِ رفادہ ☆معطعم بن نوفل ☆عدی بن خیار بن نوفل ☆شافع بن ظرب بن عمرو بن نوفل (یہی حضرت عمرؓ بن الخطاب کی طرف سے مصاحف کے کاتب تھے) ☆مسلم بن قرطہ، یہ جنگِ جمل میں کام آئے۔

جماعتِ بنوعبدالدار:

بنوعبدالدار کے ممتاز افراد یہ ہیں: ☆عثمان بن طلحہ صاحبِ حجابہ ☆شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ ☆حرث بن علقمہ بن کلدہ (یہ ابویکسوم کے یہاں قریش کے گروی رکھے ہوئے شخص تھے) ☆نضر بن حرث بن علقمہ بن کلدہ بن عبدمناف بن عبدالدار، اسے حضورؐ نے گرفتار کر کے قتل کرایا۔ آپؐ نے علی بن ابی طالب کو اسے قتل کرنے کے حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے اسے مدینہ کے قریب اثیل کے مقام پر قتل کردیا۔

جماعت بنی اسد بن عبدالعزیٰ:

اس شاخ کے نمایاں افراد یہ ہیں ☆زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد، ان کی والدہ صفیہ بنت عبدالمطلب تھیں ☆یزید بن زمعہ بن اسود، صاحبِ مشورہ ☆ابوالبختری، جس کا نام عاص بن ہاشم بن حرث بن اسد ہے ☆ورقہ بن نوفل بن اسد، جنہوں نے اپنی عقل سے ایمان کا ادراک کیا اور (حضرت) خدیجہ کو نبی اکرم ﷺ کے بارے میں بشارت دی۔

بنو تیم بن مرہ کے معززین:

☆ابوبکر صدیق ☆طلحہ بن عبیداللہ ☆عمرو بن عبداللہ بن معمر ☆عبداللہ بن جدعان ☆علی بن زید بن عبداللہ بن ابی ملیکہ ☆مہاجر بن فہد بن عمر بن جدعان ☆محمد بن منکدر بن عبداللہ بن ہدیر۔

معززینِ مخزوم بن مرہ:

☆مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ☆خالد بن ولید بن مغیرہ ☆عبدالرحمٰن بن حرث ☆عمرو بن حُرَیْث ☆ابوجہل بن ہاشم بن مغیرہ ☆عیاش بن ابی ربیعہ ☆عمر بن عبداللہ بن ابی ربیعہ شاعر ☆عبداللہ بن مہاجر ☆عمارہ بن ولید بن مغیرہ ☆اسماعیل بن ہشام بن مغیرہ، یہ مدینہ کا گورنر بنا تو اس نے سعید بن میبّب کو شہید کیا ☆سعید بن میبّب بن ابی وہب، فقیہ۔

عدی بن کعب کے سربرآوردہ لوگ:

☆عمر بن خطاب ☆سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، یہ اصحابِ حراء میں سے تھے ☆عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب، جو عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے ☆سراقہ بن معتمر ☆نحام بن عبداللہ بن اُسید ☆نعمان بن عدی ابن نضلہ، جنہیں عمر نے مَیسان [1] کا حاکم بنایا ☆عبداللہ بن مطیع ☆ابوجہم بن حذیفہ ☆خارجہ بن حذافہ جو عمروؓ بن

[1]: مَیسان، بصرہ اور واسط کے درمیان ایک وسیع علاقہ ہے۔ (ن س ظ)

عاص کی جانب سے مصر کے قاضی تھے۔ انہیں ایک خارجی نے عمرو بن عاص سمجھ کر شہید کر دیا اور ان کے بارے میں کہا: اردت عمراً و اراد اللہ خارجة (میں نے عمرو کا ارادہ کیا اور اللہ نے خارجہ کا ارادہ کیا)

جمح کے نمایاں افراد:

☆صفوان بن امیہ، جو مؤلفۃ القلوب میں سے تھے ☆امیہ بن خلف غزوہ بدر میں مارا گیا ☆ابی بن خلف ☆محمد بن حاطب ☆جمیل بن معمر بن حذافہ ☆ابوعزۃ، جن کا نام عمرو بن عبداللہ تھا ☆ابومحذورہ، نبی اکرم ﷺ کے مؤذن۔

بنوسہم کے ممتاز افراد:

☆حرث بن قیس، صاحبِ حکومت قریش ☆عمرو بن عاص ☆قیس بن عدی ☆خنیس بن حذافہ، ☆منبہ بن حجاج ☆نبیہ بن حجاج ☆عاص بن منبہ جو اپنے باپ کے ساتھ مارا گیا، اسے (حضرت) علیؓ نے قتل کیا اور اس کی تلوار ذوالفقار لی، پھر یہ تلوار رسول اللہؐ کے پاس پہنچی۔

عامر بن لوئی کے خاص لوگ:

☆سہیل بن عمرو، جو مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں ☆ابن اَبی ذئب، فقیہ، ان کا نام محمد بن عبدالرحمٰن ہے ☆حویطب بن عبدالعزی، مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں ☆عبداللہ بن مخرمہ، بدری ☆نوفل بن مساحق ☆ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ، فقیہ ☆عبداللہ بن ابی سرح، بدری ☆ابن ام مکتوم، رسول اللہ کے مؤذن۔

بنومحارب بن فہر بن مالک کی اہم شخصیتیں:

☆ضحاک بن قیس فہری ☆حبیب بن مسلمہ۔

بنوحارث بن فہر بن مالک کے اہم افراد:

☆ابو عبیدہ بن جراح، اس امت کے امین ☆سہیل بن وہب ☆صفوان بن وہب ☆عیاض بن غنم بن زہیر ☆ابو جہم بن خالد ☆بنوالحرث، یہ مطیبین میں سے ہیں جنہوں نے باہم معاہدہ کیا اور اپنے ہاتھ ایک گڑھے میں ڈبوئے جس میں خوشبو تھی۔

قریش الظواہر اور دیگر بطونِ قریش:

بنوحارث اور بنومحارب، یہ دونوں فہر بن مالک کے بیٹے تھے۔ یہ قریش الظواہر کہلاتے ہیں، کیونکہ یہ مکّہ کے اردگرد اور اس کے قرب وجوار کے علاقوں میں رہائش پذیر ہوئے۔

بنو حارث بن فہر میں سے اہم فرد یہ ہیں، ابو عبیدہ بن جراح، ان کا نام عامر بن عبداللہ بن جراح ہے، یہ مہاجرین اوّلین میں سے ہیں۔

بنومحارب بن فہر میں سے ضحاک بن قیس فہری، صاحبِ مرج راہط ہیں۔

درجِ بالا بطونِ قریش کے ماسوا باقی قریش البطاح کہلاتے ہیں، کیونکہ یہ بطحاء مکہ میں مقیم تھے اور یہ وہی دس بطون ہیں جن کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں۔

بطونِ قریش میں اہم لوگ:

☆بنوزہرہ بن کلاب بن کعب بن لوئی، ان میں سے اہم ترین وہب بن عبد مناف بن زہرہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی والدہ آمنہ کے والد ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عوف نبی کریمؐ کے ماموں ہیں ☆بنو حبیب بن عبد شمس ہیں، جن میں سے عبداللہ بن عامر بن کریز بن حبیب بن عبدشمس، صاحبِ عراق ہیں۔ انہی میں سے بنوامیہ الاٗصغر بن عبدشمس بن عبد مناف ہے جس کی والدہ عبلہ تھی، اس لیے یہ العبلات کہلائے ☆بنوعبدالعزی بن عبدشمس ہیں، ان میں سے ابوالعاص بن ربیع ہیں جو رسول اللہؐ کے داماد تھے۔ آپؐ نے ان کے نکاح میں اپنی بیٹی [1] دی

[1]: یہ رسول اللہ ﷺ کی سب سے بڑی بیٹی حضرت زینبؓ تھیں۔ (ن س ظ)

اور ان کے بارے میں فرمایا: ''لیکن ابوالعاص کے خسر کی مذمت نہ کی جائے گی''۔ قریش میں سے ہی ☆بنو مطلب بن عبد مناف ہیں اور انہی میں سے محمد بن ادریس الشافعی تھے۔

☆بنو نوفل بن عبد مناف میں سے المعلم بن عدی تھا۔ جناب ابو طالب نے عبد شمس بن عبد مناف اور نوفل بن عبد مناف کے بارے میں کہا تھا۔

فیا اَخوینا عبدشمسٍ و نوفلاً اُعیذ کما اَن تبعثا بنینا حَربا

[اے ہمارے دو بھائیوں عبدشمس اور نوفل، میں التجاء کرتا ہوں کہ تم ہمارے مابین لڑائی کی آگ نہ بھڑکانا]

امیہ الاکبر کے بیٹے تھے: العاص، ابوالعاص، العیص اور اباالعیص، انہیں الاعیاص کہا جاتا ہے، حرب اور ابوحرب تھے۔

یہ بطون جن کا ہم نے تذکرہ کا ہے یہ سب قریش کے ہیں، لیکن یہ ان دس بطون میں شامل نہیں جن کا ہم نے ابتداء میں تذکرہ کیا ہے، ہم نے ان بطون کی اہم شخصیتوں کا تذکرہ کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

قریش کی فضیلت

نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا: الأئمة من قریش (امام قریش سے ہوں گے)۔ آپؐ کا ارشاد ہے: ''قریش کو آگے بڑھاؤ اور ان سے آگے نہ بڑھو''۔ جب نضر بن حارث بن کلدہ بن عبد مناف مارا گیا تو فرمایا: ''آج کے بعد کوئی قریش گرفتار کیے جانے کے بعد نہ مارا جائے گا۔'' آپؐ کا مطلب یہ تھا کہ کوئی قریش کفر نہیں کرے گا لہٰذا آج کے بعد وہ قیدی بنائے جانے کے بعد مارا بھی نہ جائے گا۔

معاویہ اور اُن کے رفقاء:

اصمعی نے کہا: معاویہ نے پوچھا: ''لوگوں میں سے سب سے بڑھ کر فصیح کون ہے؟''

سماط کے ایک شخص نے جواب دیا: ''اے امیر المومنین! سب سے فصیح وہ لوگ ہیں جو عراقیوں کے ہکلاہٹ سے بالاتر ہیں، قبیلہ بکر کے بائیں طرف ہیں جو مؤنث سے خطاب کرتے وقت کاف کو شین سے بدل دیتے ہیں وہ تغلب کے کاف کو شین میں بدلنے سے دائیں طرف ہیں، ان میں قضاعہ کی مانند ایسی آواز نہیں نکلتی کہ آواز تو ہو مگر حروف غیر واضح ہوں، نہ ہی وہ حمیر کی مانند عجمیوں کے مشابہہ کلام کرتے ہیں۔'' فرمایا: ''یہ لوگ کون ہیں؟'' عرض کی: ''آپ کی قوم (قریش) اے امیر المومنین''۔ فرمایا: ''تو نے برحق کہا۔ تو کون ہے؟'' کہا: ''جرم سے میرا تعلق ہے۔'' اصمعی نے کہا: جرم عرب کے فصیح ترین لوگ ہیں۔

ابن عتبہ اور ابن عمیر:

محمد بن عمیر بن عطارد ستّر سے کچھ زیادہ سواروں کے ساتھ آیا تو عمرو بن عتبہ نے ان لوگوں سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ ابن عمیر نے بوقت ملاقات کہا: ''اے ابوسفیان، کیا بات ہے کہ عرب اپنے کلام کو طُول دیتے ہیں اور اے گروہِ قریش تم اسے مختصر کرتے ہو؟''۔ اس پر عمرو بن عتبہ نے کہا: ''چٹان پر چٹان ہی ماری جاتی ہے، ہمارا کلام ایسا ہے کہ اس کے لفظ قلیل مگر معنی کثیر ہوتے ہیں۔ ہمارے کلام کا ابتدائی حصہ کفایت کرنے والا ہوتا ہے اور آخری حصہ سے شفا ملتی ہے۔ ہمارا کلام قلب و دماغ پر یوں پڑتا ہے جیسے ٹھنڈا اور صاف و شیریں پانی جگہ پر پڑتا ہے۔ قریش نے کلام مختصر کیا اور دوسروں نے طویل مگر قریش نے اظہار مدعا میں کوئی کمی نہ رہنے دی۔ میں نے اللہ کو ایسی مخلوق کرپایا ہے جنہیں دنیا کی قباحتوں کو سنوارنے کے لیے ہی گویا پیدا کیا گیا ہے۔ ان کے الفاظ وکلمات ایسے سہل ہیں جیسے ان کی جانیں ان کے لیے سبک ہیں۔ انہوں نے اپنے اموال خرچ کرکے اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کی ہے، حتی کہ کسی طعنہ دینے والے کو ان پر طعنہ زن ہونے کی گنجائش نہیں ملی۔ آل ابی سُفیان اپنی قلت تعداد کے باوجود اس میدان میں بہت کچھ پاگئے۔ ان کے عم زاد کی خوبی ہو جب وہ ان کے بارے میں کہتا ہے:

وضعَ الدهرُ فيهِمُ شفرتيهِ ۔۔۔ فمضىَ سالِماً و اَمسَوْا شعوبَا

[زمانے نے ان میں اپنی دونوں دھاریں رکھ دیں، زمانہ تو خیریت سے چلا گیا اور وہ کئی قومیں بن گئے]

اللہ کی قسم "دو دھاروں نے ان کے بدنوں کو فنا کر ڈالا، مگر ان کی خبروں کو باقی رکھا۔ پس ہم نے انہیں دُنیا میں "عمدہ بات" کی مانند چھوڑا، جس کا ثواب آخرت میں بہترین ہے۔ جب کہ دنیا میں "بری بات" کی جزا آخرت میں بدترین ہے۔ اے اپنے سے پہلے والوں کے وعظ سننے والے اپنے آپ کو نفع پہنچالے جب کہ تیرے ماسوا لوگ اپنے آپ کو خسارہ میں ڈالنے والے ہوں"۔ راوی کہتا ہے: میں گمان کرتا ہوں کہ ابن عتبہ یہ واضح کرنا چاہتا تھا کہ قریش جب بولنا چاہیں تو وہ خوب بول لیا کرتے ہیں۔

قریشیوں کا باہم مقابلہ و موازنہ اور ابنِ عتبہ کی رائے:

عتبی نے کہا: میں عمرو بن عتبہ کی مجلس میں حاضر تھا، وہاں کچھ قریشی لوگ بھی تھے۔ جنہوں نے باہم مقابلہ و موازنہ کیا اور ایک دوسرے کی فضیلتوں کا انکار کیا۔ جب یہ لوگ اٹھ کر چلے گئے تو ابن عتبہ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر کہا: "یقیناً قریش کے درجے اتنے بڑے ہیں کہ وہاں پہنچنے سے مردوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں، قریش کے کارہائے نمایاں اتنے عظیم ہیں کہ اقوال کی گردنیں ان کے حضور جھک جاتی ہیں۔ ان کے مقاصد اتنے عالی اور اہداف اتنے بلند ہیں کہ گردنیں خم ہو جاتی ہیں۔ ان کی زبانوں تک رسائی سے تیز و طرار دھاریں قاصر رہتی ہیں، اور اگر دنیا محفل جمائے اور مجلس سجائے تو قریش کے وجود سے ہی مزین ہو۔ دنیا قریش کے وسعتِ اخلاق کے آگے تنگ پڑ جائے۔ ہاں ان قریشیوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے 'عوام کالانعام' کی سی عادتیں اختیار کر لیں تو وہ ملامت کے یاد بنے اور حرص و طمع کے رفیق بنے۔ حالانکہ اگر ان کے لیے ممکن ہوتا تو وہ پرندوں کے رزق میں ان کے حصہ دار بنتے اور اگر کسی ناگوار بات سے متفکر ہوتے تو فقر و فاقہ میں جلدی کر لیتے۔ اگر ان لوگوں کو نعمتیں جلد ملیں تو انہوں نے شکر میں تاخیر کی۔ یہ فقر و فاقہ کی فکر سے نڈھال اور شکر بجا لانے سے قاصر ہیں"۔

محمد بن فضل اور کچھ لوگ:

ابوالعیناء ہاشمی نے کہا: محمد بن فضل اور اہل اہواز کے کچھ لوگوں کے مابین گفتگو ہوئی، جب صبح ہوئی تو ابن فضل نے اپنی بات سے رجوع کرلیا، اس پر ان لوگوں نے کہا: ''کل آپ نے یوں یوں نہ کہا تھا؟'' ابن فضل بولا: ''جب احوال مختلف ہوتے ہیں تو اقوال بھی مختلف ہوجایا کرتے ہیں۔''

ابن فضل اور والی اہواز:

محمد بن فضل والی اھواز کے پاس پہنچا تو اسے یہ کہتے سُنا: ''جب ہاشمی اور نبطی دونوں کا حق میرے یہاں یکساں ثابت ہو''۔ اس پر محمد بن فضل نے کہا: اگر ان دونوں کے حالات آپ کے یہاں یکساں ہوں تو اس سے نبطی کی زینت میں کچھ اضافہ نہ ہوگا، جو زینت اس کے پاس نہیں اور نہ اس سے ہاشمی کی قدر و منزلت میں کچھ کمی ہوگی جو اسے حاصل ہے''۔

ابن عتبہ کی قریشیوں کو نصیحت:

عتبی نے کہا: عمرو بن عتبہ نے کہا: قریش کے کچھ لوگوں نے معاویہؓ کے حضور جھگڑا کیا اور حق گوئی سے کام نہ لیا اس پر معاویہؓ نے کہا: ''اے گروہِ قریش، والدہ کی طرف سے بھائی بننے والے لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے ٹوٹے ہوئے تعلقات جوڑ رہے ہیں، جب کہ تمہارا باپ ایک اور مائیں الگ الگ ہیں مگر تمہارا حال یہ ہے کہ جسے اللہ نے ملایا ہے تم اسے کاٹتے ہو، اور جو قریب ہے اسے دور ہٹاتے ہو، جب تم ایسا کرنے سے عاجز ہو تو تم کسی اور سے ایسا کرنے کی امید کیسے رکھ سکتے ہو؟ تم کہتے ہو کہ ہم سے پہلوں کا شرف ہمارے لیے کافی ہے۔ ایسا کہنے سے تم پر اتمامِ حجت ہوجاتا ہے کہ جس طرح تم نے یہ شرف اپنے پہلوں سے حاصل کیا اسے اپنے بعد والوں کے لیے بھی اسے تم برقرار رکھو۔ کیا تم جانتے ہو کہ تم جنوب عرب کے اصل و جوہر تھے مگر تم اپنے ربّ کے حرم سے نکالے گئے اپنے باپ کی میراث اور اپنے وطن سے دور

ہٹائے گئے جو تم سے لیا گیا وہ تمہارے لیے لیا گیا۔ تمہاری اجتماعیت واتحاد کی وجہ سے تمہیں ایسا نام ملا، جس نے تمہیں تمام عربوں سے نمایاں کر دیا اور اسی کی بدولت عجم کے مکر کو رد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لایلافِ قریشٍ ایلافھم (سورۃ القریش۔ آیت ۱) پس باہمی الفت و مانوس ہونے میں رغبت رکھو، اسی کے ذریعہ اللہ نے تم کو مکرم و محترم ٹھرایا ہے۔ تفرقہ واختلاف نے تمہیں خبردار کیا ہے اور نصیحت حاصل کرنے کے لیے تجربہ کافی ہوتا ہے"۔

قریش کے یہاں عربوں کا مقام:

یحییٰ بن عبدالعزیز نے ابوالحجاج، ریاح بن ثابت سے، انہوں نے بکر بن حنیس سے، انہوں نے ابوالحصین سے، انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "قریش کشتی کا سینہ ہیں اور عرب دو بازو ہیں۔ کشتی کا سینہ بازوؤں کے بغیر نہیں چلتا"۔

معاویہؓ کی رائے:

عمرو بن عتبہ نے کہا: جب بھی میرے چچا کے سامنے کوئی کلام ہوئی تو اُس نے اسے کاٹ ڈالا جب تک کہ عربوں کی فضیلت و برتری یا ان کے بارے میں ذکرِ خیر نہ ہوجائے۔ چنانچہ ایک بار مروان نے آپ کے سامنے نابغہ کا یہ شعر پڑھا:

فھم دِرعیی الّتی استلأ مت فیھا   الیٰ یومِ النّسار وھم مجنّی

[یہ لوگ میری زیب تن کرنے والی زرہیں ہیں اور یہی لوگ میری ڈھالیں ہیں]

تو معاویہؓ نے فرمایا: "یاد رہے کہ قبیلہ قریش کی زرہیں اس کے عرب بھائی ہیں۔ عربوں اور قریش کی رشتہ داریاں یوں ایک دوسرے سے پیوست ہیں جیسے زرہ کے حلقے، کہ اگر ان میں سے ایک حلقہ نکل جائے تو چار حلقوں میں جدائی و علیحدگی ہوجایا کرتی ہے، تلواریں قریش کے گوشت کو چکھنے کو ناپسند کرتی رہیں گی جب تک قریش کی زرہیں ان کے ساتھ رہیں گی اور یہ زرہیں سختی کے ساتھ باہم پیوست رہیں گی اور ان کا کوئی حلقہ ٹوٹے گا نہیں اور یہ زرہیں

قریش کے بدن سے جب الگ ہو جائیں گی تو قریش تلواروں کے لیے مولی گاجر کی مانند ہو جائیں گے"۔

معاویہ کا تذکرہ ابن عتبہ کی زبانی:

عتبی نے اپنے والد سے بواسطہ عمرو بن عتبہ روایت کی ہے کہ اس نے کہا: عورتیں میرے چچا جیسا جننے سے عاجز آ چکی ہیں۔ میں ایک روز اپنے چچا کی مجلس میں حاضر تھا، اس روز آپ کے پاس عربوں کے کئی وفد آئے تھے، آپ نے ان کی حاجات پوری کیں اور انہیں بہترین انعامات سے نوازا تھا، جب یہ سب وفود آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے ان کا شکریہ ادا کرنے میں ان پر سبقت کی اور ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے گروہ عرب اللہ آپ کو قریش کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے، کہ آپ عرب لوگ قریش کو جنگ میں بھی مقدم رکھتے ہیں اور صلح میں بھی۔ اپنے خون بہا کر ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم، جو کوئی تمھیں دوسروں پر ترجیح دے گا وہ دانشمند و مہربان ہوگا اور تم سے بے رخی کرنے والا عاجز و کمینہ ہوگا۔ درخت تنے پر کھڑا ہوتا ہے تو اس کی شاخیں نکلتی اور اس کی جڑ مضبوط رہتی ہے۔ اللہ اُسے مضبوط کرے جو اس (مسلمانوں) کو مضبوط کرتا ہے، کاش مسلمان متحد ہوتے اور ان میں باہم الفت ہوتی، تاہم اللہ اگر کسی کو بگاڑنا چاہے تو اس کی اصلاح کیونکہ ہو سکتی ہے؟

عربوں کی فضیلت و برتری

یحییٰ بن عبدالعزیز نے کہا: ہم سے ابوالحجاج، ریاح بن ثابت نے بیان کیا، کہا: ہم سے بکر بن خنیس نے بواسطہ ابوالاحوص بواسطہ عبداللہ بن مسعودؓ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تمھیں حاجات کا سوال کرنا ہو تو عربوں سے سوال کرو، وہ تین خصلتوں کی بناء پر عطا کرتے ہیں، اپنے حسب کی شرافت، ایک دوسرے کا لحاظ و حیاء اور اللہ کے لیے ہمدردی و غم

خواری"۔ پھر فرمایا: "جو عربوں سے بغض رکھے اللہ اُس سے بغض رکھے گا"۔

ابن کلبی نے کہا: عربوں میں ایسی خاص دس خصلتیں تھیں جو دنیا کی کسی قوم میں نہ تھیں: ان میں سے پانچ خصلتیں سر میں ہیں اور پانچ باقی جسم میں۔ سر کی خصلتیں یہ ہیں: مانگ نکالنا، مسواک کرنا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کرنا، مونچھیں کٹوانا۔ جسم کی خصلتیں یہ ہیں: ناک کاٹنا، بغل کے بال اکھاڑنا، موئے زیرِ ناف مونڈنا، ختنہ کروانا اور استنجاء کرنا۔ عربوں میں خصوصیت سے قیافہ شناسی پائی جاتی تھی۔ عربوں کے ماسوا کسی بھی قوم کے کسی فرد میں یہ صلاحیت نہ تھی کہ وہ دو اشخاص کو دیکھے جن میں سے ایک لمبا ہو اور دوسرا پستہ قامت یا ان میں ایک کالا ہو اور دوسرا گورا اور وہ یہ کہہ دے کہ یہ پستہ قامت اس دراز قد کا فرزند ہے اور یہ کالا اس گورے کا بیٹا ہے۔ یہ چیز صرف عربوں میں تھی۔"

عرب ابن مقفع کی نظر میں:

ابو العینا ہاشمی نے قحذمی سے بواسطہ شبیب بن شیبہ روایت کی ہے کہ کہا: ہم مربد میں کھڑے تھے اور مربد شرفاء کے لیے مانوس مقام تھا جب ابن مقفع آ گیا، ہم اس کی آمد پر بہت خوش ہوئے اور سلام کرنے میں پہل کی، اس نے ہمارے سلام کا جواب دیا، پھر کہا: "اگر آپ لوگ دارِ فیروز اور اس کے گھنے سائے کے لیے بے تاب ہیں اور اس کی وسیع و عریض فصیل کے لیے بے قرار ہیں اور کی انوکھی نسیم کے لیے تڑپ رہے ہیں تو آپ لوگ اپنے بدنوں کو پستی کا عادی کر لیں گے، اپنی سواریوں کو بوجھ سے راحت دیں لیں گے، مگر آپ لوگ جس چیز کے طالب ہیں وہ آپ کو پھر بھی مل کے ہی رہے گی اور اللہ نے آپ لوگوں کے بارے میں جس چیز کا فیصلہ کر دیا ہے وہ آپ پالیں گے"۔ ہم نے ابن مقفع کی یہ بات قبول کر لی مگر ہماری بے قراری قائم تھی۔ جب وہ خوب جم کر بیٹھ گیا تو اس نے ہم سے دریافت کیا۔ قوموں میں سے کون سی قوم زیادہ عقلمند ہے؟ ہم لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر ہم نے سوچا کہ چونکہ یہ فارسی الاصل ہے، اس لیے شاید اس کی مراد فارسی قوم ہو، چنانچہ ہم نے جواب دیا: اہلِ

فارس۔ ابن مقفع نے کہا: ''وہ نہیں۔ وہ تو بہت سی زمین کے مالک بنے، بڑا ملک بنالیا، بہت سے لوگوں پر غلبہ پالیا، حکومت و اقتدار ان میں رہا، مگرانھوں نے اپنی عقلوں سے کسی چیز کا استنباط نہیں اور نہ ہی اپنے اقتدار کو باقی رکھ سکے۔'' ہم نے جواب دیا: ''رومی۔'' کہا: ''یہ تو کاریگرلوگ ہیں۔'' ہم نے کہا: ''چین والے۔'' کہا: ''یہ تو نادر و عمدہ چیز والے ہیں۔'' ہم نے کہا: ''ہندوستانی۔'' کہا: ''یہ فلسفی ہیں۔'' ہم نے کہا: ''سوڈانی۔'' کہا: ''یہ اللہ کی بدترین مخلوق ہیں۔'' ہم نے کہا: ''ترک۔'' کہا: ''بھٹکے ہوئے کتے۔'' ہم نے کہا: ''خزر۔'' کہا: ''چرنے والی گائیں۔'' ہم نے کہا: ''آپ ہی بتایئے۔'' کہا: ''عرب، اس پر ہم سب ہنس پڑے۔''

ابن مقفع نے کہا: میرا مقصد آپ لوگوں کی موافقت نہیں ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ جب مجھ عربوں سے خاندانی نسبت کا شرف حاصل نہیں تو مجھے علم و دانش سے تو بے زیب نہیں ہونا چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ عربوں نے کسی پہلے سے موجود مثال و نمونہ کو دیکھ کر حکومت نہیں چلائی، یہ تو اونٹ اور بھیڑ بکریوں والے لوگ تھے، بالوں اور کھالوں سے بنے خیموں کے مکین تھے، ایک عرب اپنی خوراک تک کی سخاوت کر دیتا تھا اور اپنی محنت کی کمائی کو دوسروں کے لے بخوشی دے دیتا تھا۔ عرب ایک دوسری کی آسانی و تنگی میں شریک ہوتے تھے۔ ایک عرب محض اپنی تخیل سے کسی چیز کو ایسی خوبی سے بیان کرتا کہ دوسروں کے لیے نمونہ ٹھہرنا، اپنی عقل سے ایسا کام کرتا کہ محبت بن جاتا، جسے چاہتا مستحسن قرار دیتا اور جسے چاہتا قبیح قرار دیتا۔ ان کے نفوس نے ہی انھیں مقام بلند تک پہنچا دیا تھا۔ اللہ کا کرم و انعام ان پر مسلسل رہا اور ان کی عزتِ نفس قائم رہی حتی کہ انہیں رفعتِ فخر نصیب ہوئی۔ ذکرِ خیر سے بہرہ ور ہوئے، زمانے پر ان کی حکومت چھا گئی اور عربوں کا دین اور خلافت حشر تک ان ہی کا مقدر بنا۔ ارشادِ الٰہی ہے: انّ الارض للہ یورثھا من یشآء من عبادہٖ والعاقبۃ للمتقین (اعراف:۱۲۸) (یعنی زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور انجامِ کار متقیوں ہی کے لیے ہے۔) جس نے عربوں کا حق کم کیا وہ ناکام رہا اور جس نے ان کی فضیلت کا انکار کیا اس نے ناحق جھگڑا کیا۔ زبان کے ذریعہ حق کو ہٹانا دل کو رسوا کرنا ہے۔

ذوالرمہ اور سیاہ فام غلام:

اصمعی نے ذوالرمہ کے حوالہ سے اس کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے بنواسد کے ایک سیاہ فام غلام کو دیکھا یہ یمامہ کے کنارہ سے ہمارے پاس آیا اور چونکہ لمبی مدت تک اونٹوں کا چرواہا رہا تھا اس لیے وحشی تھا، جب کبھی اس کی کسانوں سے ملاقات ہوتی تو نہ ان کی بات سمجھ سکتا اور نہ اپنی بات انہیں سمجھا پاتا، اُس نے جب مجھے دیکھا تو مانوس ہو گیا پھر اس نے کہا: اے غیلان، اللہ اس ملک پر لعنت کرے جس میں کوئی عرب نہ ہو۔ اللہ اس شاعر کو مارے جس نے کہا ہے:

حَرُّ الثری مستغربُ الترابِ

[گیلی مٹی میں آزادی سے رہنے والا خشک مٹی کو عجیب سمجھنے لگتا ہے]

میں نے تمام لوگوں میں ان عربوں کو اتنا دیکھا ہے جتنا گھوڑے کی جلد پر دو آنکھوں کے درمیان سفید دھبہ کی مقدار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے عربوں پر مہربانی کی ہے کہ انہیں اپنا رازدان بنالیا ہے ورنہ یہ عجمی لوگ تو عربوں کا نام ونشان مٹا ڈالتے۔ اللہ کی قسم، اللہ نے ان عجمیوں کو قتل کرنے کا حکم اپنے نبی کو اس لیے دیا ہے کہ یہ عجمی فرومایہ ہیں اور اسی بنا پر ان سے جزیہ قبول کیا جاتا ہے۔

علماءِ نسب

ابوبکر اور ابن مسیب:

ابوبکر رضی اللہ عنہ ماہر انساب تھے۔ سعید بن مسیب بھی ماہر انساب تھے۔ ایک آدمی نے ان سے عرض کیا: ''میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے علم نسب سکھائیں''۔ فرمایا: ''تم تو لوگوں کو گالیاں دینا چاہتے ہو؟''

ابوبکر اور ایک قبیلہ:

عکرمہ، ابن عباسؓ سے بواسطہ علی بن ابی طالب روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

جب رسول اللہ ﷺ کو حکم ملا کہ آپؐ اپنے آپ کو قبائل کے سامنے پیش کریں تو ایک بار حضورؐ نکلے ابوبکر اور میں آپ کے ساتھ تھے، حتیٰ کہ ہم مجالسِ عرب میں سے ایک مجلس میں جا پہنچے۔ ابوبکر نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ حضرت علی کا کہنا ہے کہ ابوبکر خیر کے ہر کام میں آگے ہی ہوتے تھے اور یہ کہ آپ ماہر انساب تھے۔ چنانچہ آپ نے ان لوگوں سے پوچھا: ''کس قوم سے ہو؟'' انہوں نے جواب دیا: ''ربیعہ سے''۔ پوچھا: ''تم کون سے ربیعہ ہو؟'' کیا اس کے ھامہ سے ہو یا اس کے ھازم سے؟'' وہ بولے: ''اس کے بڑے ھامہ سے۔'' فرمایا: ''اس کے کسی بڑے ھامہ سے ہو؟'' بولے: ''ذُھل لاکبر سے۔'' ابوبکر نے کہا: ''کیا عوف بن محلم کا تعلق تم ہی سے ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ لاحُر بوادی عوف؟ بولے ''نہیں۔'' کہا: ''کیا حساس بن مرۃ کا تعلق تم ہی سے ہے جو آبرو کا محافظ ہے اور پناہ دے کر اس کی حفاظت کرنے والا ہے؟'' بولے: ''نہیں۔'' فرمایا: ''کیا کندہ کے بادشاہوں کے ماموں تم ہی میں سے ہیں؟'' بولے نہیں۔ فرمایا: ''کیا بادشاہوں کے داماد تم ہی میں سے ہیں؟ بولے نہیں''۔ ابوبکر نے فرمایا: ''پھر تم ذھل اکبر نہیں بلکہ ذھلِ اصغر ہو۔''

اتنے میں ایک نوجوان لڑکا جو دَغفل کہلاتا تھا، اس کے چہرے پر بال آنا شروع ہوئے تھے، اٹھا اور بولا:

انّ علی سائلنا اَن نسألَهٗ والعِبْ ؤَلا تعرفه أو تحمله

[ہم سے پوچھنے والے پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اس سے پوچھیں اور بوجھ کو تو نہ پہچانتا ہے یا اسے اٹھاتا ہے]

اے صاحب! آپ نے ہم سے پوچھا تو ہم نے کچھ نہ چھپایا، اب آپ فرمایئے کہ آپ کا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟ ابوبکرؓ نے جواب دیا: ''قریش سے''۔ کہا: ''واہ واہ اہلِ شرف و ریاست، آپ کس قریش سے ہیں؟'' فرمایا: ''تیم بن مرہ کی اولاد سے''۔ کہا: ''اللہ کی قسم، آپ نے تو تیر انداز کے سامنے اپنا سینہ رکھ دیا۔ کیا قصّی بن کلاب آپ لوگوں میں سے تھا جس نے قبائل کو یکجا کیا اور مجمع کہلایا؟'' فرمایا: ''نہیں''۔ کیا ہاشم آپ لوگوں میں سے تھا جس نے اس

وقت لوگوں کو ثرید کھلایا جب مکہ والے قحط سالی میں مبتلا تھے؟'' فرمایا: ''نہیں۔'' پوچھا: ''کیا شیبۃ الحمد عبدالمطلب، آسمان کے پرندوں کو کھلانے والا، آپ لوگوں میں سے تھا جس کا چہرہ تاریک رات میں چاند کی مانند تھا؟'' کہا: ''نہیں۔'' پوچھا: ''کیا آپ کا تعلق وقوف عرفہ کے بعد لوگوں کو روانہ کرنے والوں سے ہے؟'' فرمایا: ''نہیں۔'' پوچھا: ''پھر کیا آپ حاجیوں کو پانی پلانے والوں میں سے ہیں؟'' فرمایا: ''نہیں۔'' ابوبکرؓ نے اونٹنی کی مہار کھینچی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کے لیے پلٹے، اس پر اس لڑکے نے کہا:

صَادفَ دَرُّ السیلِ درّاً یدفعه　　　　یهبِضُهُ حیناً و حیناً یصدعُهُ

[سیلاب کے تھپیڑے نے اسے خوب دھکیلا، کبھی تو اسے توڑ پھوڑ دیا اور کبھی ریزہ ریزہ کر ڈالا][1]

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے، علیؓ نے کہا: اے ابوبکر، آپ کو بدو کی طرف سے بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ جواب دیا: جی ہاں۔ کہا: ہر مصیبت کے اوپر ایک بڑی مصیبت ہوتی ہے اور آزمائش بولنے سے آتی ہے اور بات طولانی ہے۔

دغفل اور انصار کا ایک گروہ:

ابن الاعرابی نے کہا کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ انصار کا ایک گروہ ماہرِ انساب دغفل کو ملنے کے لیے گئے جب کہ وہ نابینا ہو چکا تھا۔ انہوں نے سلام کیا تو اس نے پوچھا: کون لوگ ہو؟ بولے: سردارانِ یمن۔ پوچھا: کیا قدیم و کثیر شرف و مجد کے مالک کندہ سے ہو؟ بولے: نہیں۔ پوچھا: کیا تم دراز قامت خالص النسب بنو عبدالمدان سے ہو؟ بولے: نہیں۔ پوچھا: کیا تم لشکروں کی قیادت کرنے والے، دشمنوں کی صفوں کو چیرنے والے اور شمشیر زنوں کی شاخ عمرو بن معدیکرب سے ہو؟ بولے: نہیں۔ پوچھا: پھر کیا تمہارا تعلق بہترین مہمان نواز، پاکیزہ صحنوں اور بہترین ملاقات کرنے والوں کے قبیلہ حاتم بن عبداللہ طائی سے ہے؟ بولے:

---

[1]: یہ محاورہ ایسے شخص کے بارے میں بولا جاتا ہے جسے اپنے سے زیادہ طاقتور سے سابقہ پڑ جائے، لفظی مطلب یہ ہے کہ شر بڑے شر سے ٹکرا کر مغلوب ہو گیا۔ (مترجم)

نہیں۔ کہا: اچھا تو پھر تم کھجوریں کاشت کرنے والے، گھروں میں کھانا کھلانے والے اور عدل و انصاف کی بات کرنے والے انصار ہو؟ بولے 'جی ہاں'۔

ابن شیبان اور عربوں کا ایک گروہ:

مسلمہ بن شبیب نے منقری سے روایت کی ہے کہا: بیان کیا جاتا ہے کہ یزید بن شیبان بن علقمہ بن زرارۃ بن عدس نے کہا: میں حج کے لیے نکلا، جب میں منیٰ میں محصب کے مقام پر تھا تو اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی سواری پر سوار ہے اور اس کے ساتھ دس نوجوان ہیں۔ ہر ایک کے پاس خمدار ڈنڈا ہے، وہ لوگوں کو اس آدمی سے دور رکھتے ہیں اور اس کے لیے راستہ کھلا رکھتے ہیں۔ میں نے جب اُسے دیکھا تو اس کے قریب ہوا اور پوچھا: آپ کا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟ اس نے جواب دیا: مَهرَ ہ سے جو وادی میں رہتے ہیں۔ میں نے اسے ناپسند کیا اور وہاں سے چل پڑا۔ مگر اُس آدمی نے مجھے پیچھے سے آواز دی، آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا: آپ نہ میری قوم کے ہیں اور نہ آپ مجھے پہچانتے ہیں اور نہ میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ اس نے کہا: اگر آپ معززین عرب میں سے ہیں تو میں آپ کو جلد پہچان لوں گا۔ چنانچہ میں نے دوبارہ اپنی سواری کا رخ اس کی طرف کر دیا اور کہا: میں معزز عربوں میں سے ہوں۔ اس نے پوچھا: آپ کا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟ میں نے کہا مضر سے۔ پوچھا: کیا آپ فرسان (شہ سواروں) میں سے ہیں یا ارحاء (چکیوں) میں سے؟ میں سمجھ گیا کہ فرسان سے اس کی مراد قیس ہے اور ارحاء سے مراد خندف، چنانچہ میں نے جواب دیا: بلکہ ارحاء سے تعلق ہے۔ بولا: کیا آپ خندف سے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ بولا: کیا آپ ارنبہ (ناک کا اگلا حصّہ) سے ہیں یا جماجم (کھوپڑیوں) سے؟ میں سمجھ گیا کہ ارنبہ سے مراد خزیمہ ہے اور جمجمہ سے مراد بنواڈ بن طابخہ ہے۔ میں جواب دیا: بلکہ جمجمہ سے۔ اس نے کہا: تو کیا آپ بنواد بن طابخہ سے تعلق رکھتے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ اس نے پوچھا: کیا آپ دَوَانی (معمولی و گھٹیا) سے ہیں یا صمیم (خالص و اصل) میں سے؟ میں سمجھ گیا کہ دوانی سے اس کی مراد رباب اور مزینہ ہیں اور صمیم

سے بنو تمیم۔ میں نے جواب دیا: صمیم سے۔ اس نے کہا: پھر آپ بنو تمیم میں سے ہیں؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ پوچھا: آپ کا تعلق اکثرین سے ہے یا اقلین سے یا ان کے دوسرے بھائیوں سے؟ میں سمجھ گیا کہ اکثرین سے اس کی مراد اولاد زید مناۃ ہے اور اقلین سے اس کی مراد اولاد حارث ہے اور ان کے دوسرے بھائیوں سے مراد بنو عمرو بن تمیم ہیں۔ چنانچہ میں کہا: اکثرین میں سے۔ اس نے کہا: پھر تو آپ زید کی اولاد میں سے ہیں۔ میں نے کہا: جی ہاں۔ پوچھا: کیا آپ بحور (سمندروں) میں سے ہیں یا جُدود (ساحلوں) میں سے ہیں یا ثماد (تھوڑے سے پانی والا گڑھا) میں سے؟ میں سمجھ گیا کہ بحور سے اس کی مراد بنو سعد ہے اور جدود سے مراد بنو مالک بن حنظلہ اور ثماد سے مراد بنو مري القیس۔ چنانچہ میں نے جواب دیا: بلکہ میرا تعلق ذری سے ہے۔ اس نے کہا: کیا آپ مالک بن حنظلہ کی نسل میں سے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ بولا: کیا آپ لھاب (پہاڑ کی چھوٹی سے گھاٹی) میں سے ہیں یا شعاب (بڑی گھاٹی) میں سے یا لصاب (تنگ پہاڑی راستے) میں سے؟ میں جان گیا کہ لہاب سے اس کی مراد مجاشع ہے اور شعاب سے مراد ہے نہشل اور لصاب سے مراد بنو عبداللہ بن دارم ہے۔ چنانچہ میں نے جواب دیا: لصاب میں سے ہوں۔ بولا: تو کیا آپ بنو عبداللہ بن دارم میں سے ہیں۔ میں نے کہا: جی ہاں۔ پوچھا: کیا آپ بیوت (گھروں) میں سے ہیں یا زوافرِ (اعوان وانصار) میں سے؟ میں سمجھ گیا کہ بیوت سے اس کی مراد اولاد زرارۃ ہے اور زوافر سے اس کی مراد الاحلان ہیں۔ میں نے کہا: بیوت میں سے۔ اس نے کہا: کیا آپ یزید بن شیبان بن علقمہ بن زرارۃ بن عدس ہیں؟ آپ کے والد کی دو بیویاں تھیں، ان میں سے کون سی آپ کی والدہ ہے؟

عرب قبائل کے بارے میں دغفل کی رائے:

ہیثم بن عدی نے عدانہ سے روایت کی ہے کہا: زیاد نے دغفل سے عربوں کے بارے میں پوچھا، تو اس نے کہا: ”جاہلیت یمن کے لیے اور اسلام مضر کے لیے اور ان دونوں کے مابین ربیعہ کے لیے“۔ کہا: مجھے مضر کے بارے میں بتائیے تو کہا: کنانہ پر فخر کرو، تمیم سے

کثرت لو اور قیس کے ذریعہ لڑائی کرو کہ ان میں شہ سوار اور دلیر و بہادر ہیں۔ باقی رہے اسد تو ان میں ناز اور تکبر پایا جاتا ہے۔

دغفل اور معاویہ:

معاویہؓ بن ابی سفیان نے دغفل سے عربوں کے بارے میں دریافت کیا، چنانچہ پوچھا، آپ بنو عامر بن صعصعہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ کہا: ہرنیوں کی گردنیں ہیں اور عورتوں کے سرین ہیں۔ پوچھا: آپ بنو اسد کے بارے میں کہا کہتے ہیں؟ کہا: پرندوں سے فال لینے والے، قیافہ شناس اور سب کے سب فصیح۔ پوچھا: آپ بنو تمیم کے بارے میں کہا کہتے ہیں؟ کہا: سخت کھردرے پتھر، اگر آپ پتھروں سے ٹکرائیں تو آپ کو تکلیف پہنچائیں اور اگر آپ انہیں چھوڑ دیں تو آپ کو راحت پہنچے۔ فرمایا: آپ خزاعہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ کہا: بھوک اور باتیں۔ فرمایا، آپ یمن کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ کہا: شدت و سختی اور انکار۔ نصر بن سیّار نے کہا:

اِناّ وھٰذا الحّی من یمن لنا — عند الفخار اعزّۃ اکفاءُ

قومٌ لھم فینا دماءُ جمّۃ — ولنا لدیھم اجنۃٌ و دمآءُ

وربیعۃ الأ ذنابِ فیما بیننا — لاھمُ لنا سِلمٌ ولا اعداءُ

ان ینصرونا لانعزّ بنصرھم — اَویخذُ لونا فالسماءُ سماءُ

[ہم اور یمن کا یہ قبیلہ ہمارے لیے فخر و مباحات کے وقت ہم پلّہ عزیز ہیں۔ ان لوگوں کے ہم میں دیت کے خون ہیں اور ہمارے لیے ان کے یہاں ابھرے ہوئے رُخسار اور خون ہیں۔ جب کہ ربعیۃ الاذناب کا ہمارے ساتھ یہ تعلق ہے کہ وہ نہ ہمارے دوست ہیں نہ دشمن۔ اگر وہ ہماری مدد کریں تو ہم ان کی مدد سے معزز نہ ہونگے اگر وہ ہماری مدد نہ کریں تو بھی آسمان آسمان ہے]

یمن اور مضر کا باہمی تفاخر

☆ابرش کلبی نے خالد بن صفوان سے کہا: کیا میں آپ کے ساتھ فخر کرنے کا مقابلہ کروں؟ یہ دونوں ہشام بن عبدالملک کے پاس تھے، خالد نے جواب دیا: آپ کہیں۔ چنانچہ ابرش نے کہا: ہمارے لیے ربع البیت، یعنی رکن یمانی، ہے اور حاتم طئی ہم میں سے ہے، مہلب بن ابی صفرہ ہم میں سے ہے۔

خالد بن صفوان نے کہا: نبی مرسلؐ ہم میں سے ہیں کتاب ہم میں نازل ہوئی۔ خلیفہ بھی ہمارا ہے۔ ابرش نے کہا: تیرے بعد میں کسی مُضَرِی سے فخر کا مقابلہ نہ کروں گا۔

☆ ابوالعباس کے پاس یمن میں سے اس کے ماموؤں میں سے کچھ لوگ آئے جو کعب سے تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ابوالعباس کے سامنے اپنے نئے پرانے کارناموں پر فخر کیا۔ اس پر ابوالعباس نے خالد بن صفوان سے کہا: ان لوگوں کو جواب دیجئے۔ عرض کیا: یہ حضرات امیر المومنین کے ماموں ہیں اور گھر والے ہیں ان کو کیا جواب دوں؟ ابوالعباس نے کہا: نہیں آپ ضرور کچھ کہیں۔ چنانچہ خالد نے کہا: اے امیر المومنین! میں ان لوگوں کو کیا کہوں جو چادریں بنانے والے جولا ہے ہیں یا پھر بندروں کو سِدھانے اور ان کی دیکھ بھال کرنے والے، یا پھر چمڑوں اور کھالوں کو رنگنے والے۔ ہدہد نے ان کے بارے میں بتایا۔ ایک عورت نے ان پر حکومت کی اور ایک چوہیا نے ان کو غرق کردیا۔ پھر اس کے بعد ان کا قدم جم نہ سکا۔

اوس وخزرج کی باہمی مفاخرت:

الخشنی نے یہ روایت انس تک پہنچائی ہے وہ کہتے ہیں: اوس اور خزرج نے ایک دوسرے پر فخر کیا۔ اوس نے کہا: حنظلۃ الراھب ہم میں سے ہے جسے فرشتوں نے غسل دیا۔ عاصم بن ثابت بن افلح ہم میں سے ہے جس کی نعش کی حفاظت شہد کی مکھیوں نے کی تھی۔ دو گواہیوں والا جزیمہ بن ثابت بھی ہم میں سے ہے۔ سعد بن معاذ بھی ہم میں سے ہیں جن کی وفات پر عرش ہلا تھا۔

خزرج نے کہا: ہم میں سے چار وہ حضرات ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں قرآن حکیم کی قرأت کی، ان چاروں کے ماسوا حضورؐ کے دور میں کسی نے قرآن کی قرأت نہیں کی، زید بن ثابت، ابو زید، معاذ بن جبل اور سیّد القراء ابی بن کعب۔ حسان بن ثابت ہم میں سے ہیں جن کی شاعری میں روح القدس کے ذریعہ اللہ نے ان کی مدد کی تھی۔

خاندان

عبدالملک کے حضور علماء نسب:

کتاب التاج میں ابوعبیدہ نے بیان کیا ہے کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان کی شبینہ مجلسِ داستان سرائی میں ایک بار بہت سے عرب ماہرین انساب یکجا ہو گئے۔ انہوں نے عرب خاندانوں کا تذکرہ کیا، چنانچہ پانچ خاندانوں پر سب متفق ہو گئے۔ کندہ میں بنو معاویہ اور الاکرمین کا خاندان، تغلب میں بنو جشم بن بکر کا خاندان، بکر میں ابن ذی الجدین کا خاندان، تمیم میں زُرارة بن عدس کا خاندان اور قیس میں بنو بدر کا خاندان۔۔ ان ماہرینِ انساب میں الاحزر بن مجاہد تغلبی بھی شامل تھا اور وہ سب سے بڑا صاحبِ علم تھا مگر خاموش تھا اور دیگر علماء کے ساتھ مصروفِ گفتگو نہ تھا۔ چنانچہ خلیفہ عبدالملک نے اس سے کہا: اے احیزر، کیا بات ہے آج رات آپ خاموش ہیں؟ اللہ کی قسم، علماء کے بغیر، آپ کا علم کس کام کا۔ احیزر نے کہا: میں کیا عرض کروں؟ اہل فضل اپنی فضیلت میں سبقت کر گئے اور اہلِ نقص نقصان میں سبقت کر گئے۔ اللہ کی قسم، اگر سب لوگوں کے لیے ایک سبقت کرنے والا گھوڑا ہو تو بھی بنو شیبان کے لیے یہ باعث فخر ٹھہرے گا کیونکہ ان میں گھڑ سوار سب سے زیادہ ہیں۔ مسیّب بن علَس نے کہا:

تَبیت الـمـلـوکُ علی عتبها — وشیبـــان أن عتبــت تـعـتِـبُ

فـکـا لشُهـد بـالرّاحِ اخـلاقهُمُ — واحـــلا مهم مـنـهـمـا اعـذبُ

وکـا لمسک تُربُ بِقا ماتُهم — وتـــربُ قبـورهـم اطيـب

[بادشاہ اس کی دہلیز پر رات گزارتے ہیں اور قبیلہ بنوشیبان اگر اظہار خفگی کرے تو وہ خوب اظہار ناگواری کرتا ہے۔ ان کے اخلاق شہد اور شراب کی مانند ہیں، جب کہ ان کے خواب ان دونوں سے زیادہ شیریں ہیں۔ ان کے مسکنوں کی مٹی کستوری کی مانند ہے، جب کہ ان کی قبروں کی خاک بہت زیادہ پاکیزہ ہے]

مضر کے خاندان اور ان کے فضائل

نبی کریم ﷺ سے مضر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: ''کنانہ اس کی کھوپڑی ہے اور اس میں دو آنکھیں ہیں، اسد اس کی زبان ہے اور تمیم اس کا کندھا ہے۔''

اہلِ علم نے کہا ہے: تمیم کا خاندان بنو عبداللہ بن دارم ہے اور اس کا مرکز بنو زُرارۃ ہے۔ قیس کا خاندان فزارہ ہے اور اس کا مرکز بنو بدر ہیں۔ بکر بن وائل کا خاندان شیبان ہے اور اس کا مرکز بنو ذی الجدین کا خاندان ہے۔''

معاویہ اور کلبی:

معاویہؓ نے کلبی سے عربوں کے حالات و واقعات دریافت کیے تو اُس نے پوچھا: مجھے آپ معزز ترین عرب کے بارے میں بتایئے۔ کہا: میں نے ایک شخص کو اپنے چھوٹے سے خیمے کے دروازہ پر کھڑا دیکھا وہ اسد اور غطفان دونوں حلیفوں کے مابین مالِ غنیمت تقسیم کرتا تھا۔ فرمایا: وہ کون ہے؟ کہا: حصن بن حذیفہ بن بدر۔ فرمایا: مجھے عربوں کے سب سے باشرف گھرانے کے بارے میں بتایئے۔ کہا: اللہ کی قسم، میں اسے جانتا ہوں اور اس سے نفرت وبغض بھی رکھتا ہوں۔ فرمایا: وہ کون ہے؟ کہا: زرارۃ بن عدس کا گھرانہ۔ فرمایا: مجھے عربوں میں سے فصیح ترین کے بارے میں بتایئے۔ کہا: بنو اسد۔

جیسا کہ ابوعبیدۃ نے التاج میں لکھا ہے اہل نسب کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ مضر کا معزز ترین گھرانہ جس کا جاہلیت میں کوئی مقابل نہ تھا بہدلہ بن عوف بن کعب بن سعد بن زید

مناۃ ابنِ تمیم کا گھرانہ ہے۔

نعمان اور احیمر:

نعمان بن منذر کے دربار میں ایک روز سرداران عرب اور قبائل کے وفود جمع تھے کہ اس نے محرق کی وہ چادریں منگوائیں اور پھر اعلان کیا: یہ دو چادریں وہ شخص زیبِ تن کرے جو عربوں میں سب سے زیادہ مکرم ہو اور حسب کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر باشرف ہو اور قبیلہ کے لحاظ سے بھی سب سے زیادہ معزز ہو۔ لوگ باز رہے اور کوئی آگے نہ آیا، اتنے میں احیمر بن خلف بن بہدلہ بن عوف بن کعب بن سعد بن زید مناۃ اٹھ کھڑا ہوا اور بولا: میں اس کا اہل ہوں، چنانچہ اس نے ایک چادر بہ طور تہبند باندھ لی اور دوسری اوڑھ لی۔ اس پر منذر نے اس سے کہا: تمہارے اس دعویٰ کی حجت کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: نزار کا سارا شرف مضر میں ہے، پھر تمیم میں، پھر سعد میں، پھر کعب، میں پھر بہدلہ میں۔ منذر نے کہا: یہ تو تیری اصل ہوئی، تو اپنے خاندان میں کیسا ہے؟ کہا: میں دس کا باپ، دس کا چچا، دس کا بھائی اور دس کا ماموں ہوں۔ کہا: یہ تو تو اپنے عشیرۃ (خاندان) میں ہوا۔ تو اپنی ذات میں کیسا ہے؟ اس پر احیمر نے کہا: میدان بھی حاضر گھوڑا بھی حاضر۔ پھر کھڑا ہوا اور زمین پر مضبوطی سے اپنا پاؤں رکھا اور کہا: جو میرا پاؤں زمین سے ہٹا دے اسے سو اونٹ دوں گا۔ مگر اس کے مقابلہ کے لیے نہ کوئی اٹھا اور نہ کسی نے جھگڑا کیا۔ اس بارے میں فرزدق کہتا ہے:

فما تم فی سعدٍ و لا آلِ مالک غلامٌ اذا ماسیل لم یَتَبَهدل

لهم وَهَب النّعمان بَر دَیْ مُحَرقِ بمجد مَعَدّ و العدید المحصَّل

[سعد میں اور نہ آلِ مالک میں کوئی ایسا لڑکا ہوا ہے کہ جب وہ جم کر کھڑا ہو جائے تو اسے ہٹایا نہ جا سکے۔ انہیں نعمان نے مُحَرّق کی دو چادریں عطا کیں، مَعَدّ کی شرافت و بزرگی کے ساتھ اور ہم پلّہ و مقابل جان کر]

بہدلہ بن عوف کے گھرانہ میں سے زبرقان بن بدر تھا۔ سعد بن زید مناۃ بن تمیم کہلاتا

تھا۔ جاہلیت میں افاضہ انہی میں سے عطارد بن عوف بن کعب بن سعد میں تھا۔ پھر آل کرب بن صفوان بن عطارد میں منتقل ہوا۔ جب حج کے دنوں میں لوگ منیٰ میں اکھٹے ہوتے تو کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرتا جب تک آلِ صفوان یا اس سلسلہ میں ان کے وارث چلے نہ جاتے۔ ان کی روانگی کے بعد لوگ ٹولیوں کی صورت میں جانا شروع کر دیتے۔ اس بارے میں اوس بن مغراء السعدی کہتا ہے:

ولا یریمونَ فی التعریفِ موقفُهم　　حتی یقال اجیزوا آل صفوانا

ما تطلع الشمسُ الّا عِند اَوّلِنا　　ولا تغیبُ الّا عندأ خرانا

[وہ عرفات میں اپنی جگہوں سے تجاوز نہیں کرتے جب تک کہ یہ اعلان نہ ہو جائے کہ آل صفوان کے گزرنے دو۔ سورج نہیں طلوع ہوتا مگر ہمارے پہلے فرد کے پاس اور نہیں غروب ہوتا مگر ہمارے آخری فرد کے پاس]

فرزدق نے کہا:

تری الناس ماسِر نایسیرون خلفنا　　وان نحنُ أومأنا الی النّاسِ وَقَفُوا

[تو لوگوں کو دیکھے گا کہ جب ہم چلتے ہیں تو وہ ہمارے پیچھے چلتے ہیں اور جب ہم لوگوں کو اشارہ کرتے ہیں تو وہ رک جاتے ہیں]

یمن کے خاندان اور ان کے فضائل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انّی لأ جد نفس ربکم من قبل الیمن۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ واللہ اعلمُ۔ کہ اللہ تعالیٰ اہلِ یمن کی وجہ سے مسلمانوں کو راحت پہنچائے گا۔ اس سے مراد انصار ہیں۔ جب کسی کو کوئی حاجت درپیش ہو اور کوئی اسے غم سے نجات دلا دے تو اس موقعہ پر عرب کہتے ہیں: نَفّسنی فلانٌ فی حاجتی۔

عبداللہ بن عباسؓ نے کچھ یمنیوں سے فرمایا تھا: تمہارے لیے آسمان سے ستارہ ہے اور کعبہ سے اس کا رکن ہے اور شرف میں سے اس کا اصل ہے۔

عمر بن خطابؓ نے فرمایا: عربوں میں سب سے بڑا سخی کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: حاتم طیئ۔ فرمایا: عربوں کا سب سے بڑا شہ سوار کون ہے؟ جواب ملا: عمرو بن معدی کرب۔ فرمایا: ان کا سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ بولے: امرؤالقیس بن حجر۔ فرمایا: کون سی تلوار زیادہ کاٹ دار ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: صمصامہ۔ فرمایا: یہ یمن کے لیے فخر کرنے لیے کافی ہے۔

ابو عبیدہ نے کہا: عربوں کے بادشاہ حمیر ہیں اوران کے۔۔۔غسان اور لخم ہیں۔ ان کی نفری اور گھوڑ سوار ازد ہیں۔ ان کی زبان مذحج ہیں، ان کا گلدستہ کندہ ہیں اوران کو یکجا کرنے والے انصار ہیں۔

ابن کلبی نے کہا: حمیر بادشاہ اور بادشاہوں کے تابع ہیں۔ ازد، شیر ہیں۔ مذحج زبردست نیزہ زن ہیں۔ ہمدان گھوڑوں میں مشغول رہنے والے ہیں اور غسان ارباب الملوک ہیں۔

ازد میں سے انصار ہیں اور یہ اوس وخزرج ہیں، یہ دونوں حارثہ بن عمرو بن عامر کے بیٹے تھے۔ یہ لوگ خودداری کے لحاظ سے سب سے زیادہ معزز اور ہمت کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر باشرف تھے۔ انہوں نے کسی بھی بادشاہ کو کبھی خراج نہیں دیا۔ ابو کرب تبّع الآخر نے انہیں خط بھجوایا اوراپنی اطاعت وفرمانبرداری کی دعوت دی اور انہیں دھمکی دی کہ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو وہ ان کے خلاف جنگ کرے گا۔ اس پر اوس وخزرج نے اُسے لکھ بھیجا:

العبدُ تُبّعکم یریدُ قتالَنا — ومکانُهُ بالمنزل المتذلّلِ
انّا اناس'' لاتنام بأرضنا — عضّ الرسولُ ببظرِ امّ المرسَلِ

[تمہارا اتبع خاص غلام ہم سے لڑائی لڑنا چاہتا ہے، حالانکہ اس کی حیثیت انتہائی حقیر وذلیل ہے] [۱]

ابو کرب نے اوس وخزرج سے لڑائی لڑی۔ یہ لوگ دن کے وقت اس کے خلاف لڑتے تھے اور رات کو اس کی مہمان نوازی کرتے اور کھانا کھلاتے تھے۔ اس پر ابو کرب نے کہا: میں نے ان لوگوں سے بڑھ کر شریف لوگ نہیں دیکھے کہ دن کو ہمارے خلاف لڑتے ہیں اور رات کو ہمیں کھانا کھلاتے ہیں، انہیں چھوڑ دو اور کوچ کرو۔ چنانچہ وہ اوراس کا لشکر کوچ کر گئے۔

[۱] دوسرے شعر کا ترجمہ عمداً ترک کر دیا ہے کیونکہ یہ درجہ ثقاہت سے گرا ہوا ہے۔ (مترجم)

رسول اللہ ﷺ سے سوال:

ابن لھیعہ نے ابن ہبیرہ سے، انہوں نے علقمہ بن وعلہ سے، انہوں نے ابنِ عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سباء کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کون ہے؟ کیا کوئی شہر ہے یا مرد یا عورت؟ تو آپؐ نے فرمایا: بلکہ آدمی ہے جس کے دس بیٹے ہوئے۔ ان میں سے چھ یمن میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور شام میں چار۔ یمنیوں میں سے ہیں: کندہ، مذحج، ازد، انمار، حمیر اور اشعری لوگ۔ شام والوں میں سے ہیں: لخم، جذام، غسان اور عاملہ۔

ابنِ لھیعہ نے کہا: ابو ہریرۃؓ کے پاس جب کوئی ایلچی آتا تو اس سے پوچھتے کہ اس کا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟ اگر وہ کہتا جذام سے تو فرماتے: خوش آمدید موسیٰ کے سسر اور قومِ شعیب۔

ابن لھیعہ نے بکر بن سوادہ سے روایت کی ہے کہ مہرہ قبیلہ کا ایک آدمی علی بن ابی طالب کے پاس آیا تو فرمایا: تم کس قبیلہ کے ہو؟ اس نے کہا: مہرہ سے۔ فرمایا: واذکر اخاعادٍ اذ انذر قومہ بالا جقاف (الاحقاف:۲۱) (یعنی ذرا انہیں عاد کے بھائی (ہود) قصہ سناؤ جب کہ اس نے احقاف میں اپنی قوم کو خبردار کیا تھا)۔

ابن لھیعہ نے کہا: ہودؑ کی قبر مہرہ میں ہے۔

قبائل، عمائر اور شعوب کی وضاحت:

ابن کلبی نے کہا: شعب قبیلہ سے بڑی ہے، پھر عمارہ، پھر بطن، پھر فخذ، پھر عشیرہ، پھر فصیلہ۔ کسی اور نے کہا ہے: شعوب عجمیوں میں ہیں اور قبائل عربوں میں۔ قبیلہ کو قبیلہ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے افراد ایک دوسرے کے سامنے اور ایک دوسرے کی نظر میں ہوتے ہیں، نیز قبیلہ کے بعض افراد دیگر بعض کے لیے کفایت کرتے ہیں۔ شعب (قوم) کو شعب اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سے قبیلہ کے مقابلہ میں زیادہ شاخیں پھیلتی اور بکھرتی ہیں۔ ان کو اجتماع اور آبادی کی وجہ سے عمائر کہا جاتا ہے۔ انہیں بطون اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ قبائل سے چھوٹے ہوتے ہیں۔ بطون سے کم افخاذ ہوتے ہیں۔ پھر عشیرۃ ہوتا ہے اور یہ آدمی کے قریبی رشتہ دار

ہوتے ہیں۔ اس کے بعد فصیلہ ہے، جس کا مطلب آدمی کے خاص گھر والے ہوتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے: وفصیلتہ التی تؤویہ (المعارج: آیت ۱۳) (یعنی اپنے قریب ترین خاندان کو جو اسے پناہ دینے والا تھا۔) نیز ارشادِ ربانی ہے۔ وانذر عشیرتک الأقربین (الشعراء: ۲۱۴) (یعنی اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ۔)

ارحاء اور جماجم کی وضاحت:

ابوعبیدہ نے التاج میں کہا ہے: عربوں کی ارحاء چھ تھیں اور ان کی جماجم آٹھ تھیں۔ چھ ارحاء کی تفصیل یہ ہے: مضر میں سے دو، ربیعہ میں سے دو، یمن میں سے دو، مُضر کی دو یہ ہیں: تیم بن مرّہ اور اسد بن خزیمہ، یمن کی دو یہ ہیں: کلب بن وبرہ اور طیئ بن ادد۔

ان کو ارحاء کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ انہوں نے گھروں اور پانی کے کنوؤں اور پانی کے دیگر ذخیروں کے پر تسلط کرنے میں پہل کی، جس کی عرب میں مثال نہیں تھی۔ چنانچہ یہ قبیلے اپنے وطنوں سے نقل مکانی نہیں کرتے تھے اور اس طرح اپنے گھروں میں قائم رہتے تھے جیسے چکیاں اپنے قطبوں پر گھومتی رہتی ہیں۔ ہاں ان میں سے کچھ لوگ سختی و مصیبت کے اوقات اور قحط سالی میں گھاس چارے کی تلاش میں نکل جاتے تھے۔ مگر یہ لوگ بہت تھوڑے ہوتے تھے۔

جماجم کو جماجم اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک میں ایسے قبائل پھوٹے، جنہوں نے اپنے ناموں پر اکتفا کر لیا اور ان کی طرف نسبت نہ کی، گویا کہ یہ مکمل جسم ہیں اور اس کا ہر عضو اپنے نام پر اکتفاء کیے ہوئے ہے اور اپنی جگہ میں معروف ہے۔

جماجم آٹھ ہیں: ان میں سے دو یمن میں، دو ربیعہ میں، چار مضر میں۔ مضر میں جو چار ہیں، ان میں سے دو قیس میں، دو خندف میں، قیس میں غطفان اور ہوازن ہیں۔ خندف میں کنانہ اور تمیم ہیں۔ ربیعہ میں بکر بن وائل اور عبدالقیس بن افصیٰ ہیں۔ یمن میں مذحج، اور یہ مالک بن ادد بن زید بن کہلان بن سبأ ہے، اور قضاعہ بن مالک بن زید بن مالک بن حمیر بن سبأ ہیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ وائل کے دونوں بیٹے بکر اور تغلب مال و اسباب اور تعداد

کے لحاظ سے برابر ہیں مگر چونکہ تغلب میں ایسے مرد نہیں ہوئے جن کے نام مشہور ہوتے تاکہ ان کی طرف نسبت کی جاتی اور تغلب کی طرف نسبت کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی، چنانچہ آپ بنو تغلب کے کسی آدمی سے اس کا نسب دریافت کریں تو اس کے لیے یہ کہنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ میں ''تغلبی'' ہوں۔ مگر بکر میں ایسے آدمی ہوئے ہیں جن کے نام مشہور ہوگئے ہیں حتی کہ وہ شہرت میں اپنے بزرگ بکر کی مانند ہوگئے۔ چنانچہ ان میں شیبان، عجل، شکر، قیس، حنیفہ اور ذھل ہوئے۔

عبدالقیس کا بھی یہی حال ہے۔ آپ دیکھئے کہ عنزہ نسب میں عبدالقیس سے اوپر ہے۔ اس کے اور ربیعہ کے مابین صرف ایک باپ ہے یعنی عنزۃ بن اسد بن ربیعہ مگر ان میں سے کوئی بھی۔ جب اس سے پوچھا جائے کہ تو کون ہے؟ اپنے آپ کو ''عنزی'' کے سوا کچھ بتا نہیں سکتا۔ جب کہ عبدالقیس قبیلہ کے افراد اپنی نسبت میں اپنے آپ کو شیبانی، جرمی اور بکری کہلاتے ہیں۔

یہی حال ضبہ بن ادعم تمیم کا ہے کہ ان میں سے کوئی آدمی بھی اپنے آپ کو ''ضبّی'' کے سوا کچھ نہیں کہتا، جب تمیمی اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے اور کہتا ہے: منقری، ہجمی، طہوی، یربوعی، دارمی اور کلبی۔ اسی طرح الکنانی نسبت کرتے ہوئے کہتا ہے: لیثی، دولی، ضمری، فراسی اور یہ سب مشہور ومعروف ہیں۔ اسی طرح غطفانی نسبت کرتا ہے اور کہتا ہے: عبسی، ذبیانی، فزاری، مری، اشجعی اور بغیضی۔ اسی طرح ہوازن میں سے ہیں: ثقیف، اعجاز، عامر بن صعصعہ، قشیر، عقیل اور جعدۃ۔

اور یہی حال یمن کے قبائل کا ہے جن کا ہم نے تذکرہ کردیا ہے۔

یہ ہے فرق جماجم اور دیگر قبائل میں، اور یہ ہے جماجم کی وجہ تسمیہ۔

عرب کے جمرات چار ہیں جو یہ ہیں: بنو نمیر بن عامر بن صعصعہ، بنو حرث بن کعب، بنو ضبہ، بنو عبس بن بغیض۔ ان کے اجتماع کی وجہ سے اسے جمرات کہا جاتا ہے۔ الجمر ۃ کا مطلب ہے جماعۃ اور التجمیر کا مطلب ہے جمع کرنا۔

نزار کی اولاد کے نام:

ابوعبداللہ محمد بن عبدالسلام خشینی نے کہا: جب نزار بن معد بن عدنان کی موت کا

وقت قریب آیا تو اس نے اپنے چار بیٹے مضر، ربیعہ، انمار اور ایاد چھوڑے، اس نے وصیت کی کہ ان میں ورثہ سطیح کاہن تقسیم کرے۔ جب نزار مر گیا تو چاروں بیٹے سطیح کے سامنے کھڑے ہو گئے، اس نے فراست کی بنا پر انہیں یہ مال دیا۔ چنانچہ اس نے ربیعہ کو گھوڑا دیا۔ اس لیے وہ ربیعۃ الفرس کہلایا۔ مضر کو سرخ اونٹنی دی چنانچہ وہ مضر الحمراء کہلایا۔ اس نے انمار کو گدھا دیا اور ایاد کو گھر کا اثاثہ دیا۔ سطیح سے پوچھا گیا: آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا؟ کہا: میں نے اسے اپنے بھائی سے سنا، جس نے یہ موسیٰ سے طور سیناء کے دن سنا تھا۔

اصمعی نے کہا: مجھے تغلب کے ایک بوڑھے نے بتایا کہ میرے والد نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا، جب صحرا میں پہنچا تو اس نے اپنی آواز بلند کی اور کہا:

رأت سِدرةً من سِدْرِ حَوْمَلَ فابتنت ۔۔۔ بــه بيتهــاانْ لا تـحـاذِر راميـا

اِذا هـی قـامـت فيـه قـامت ظليلةً ۔۔۔ وادرکِ روقاها الغصونَ الدّوانيا

تـطـلـع مـنـه بـالـعشیّ و بالضُّحی ۔۔۔ تطلّعُ ذاتِ الخِدرِ تدعو الجواريا

[اس نے حومل کی بیریوں میں سے ایک بیری کا درخت دیکھا تو حومل کے پاس اپنا گھر بنالیا کہ تیرانداز سے چوکنا نہ رہنا پڑے۔ جب وہ اس گھر میں کھڑی ہوتی تو سائے میں کھڑی ہوتی۔ اس کے سینگ نزدیکی ٹہنیوں تک پہنچتے۔ وہ عشاء اور چاشت کے وقت اس گھر سے یوں جھانکتی جیسے پردہ نشین دوشیزہ جھانک کر باندیوں کو بلاتی ہے]

پھر والد نے کہا: پیارے بیٹے کیا تو جانتا ہے کہ یہ شعر کس کے ہیں؟ میں کہا: مجھے نہیں معلوم۔ کہا: ربیعہ بن نزار کے ہیں۔ میں نے پوچھا: شاعر کس کا تذکرہ کر رہا ہے؟ کہا: نیل گائے کا۔

انساب مضر:

مضر بن نزار کے بیٹے ہیں: الیأس اور الناس جو عیلان ہے۔ ان دونوں کی والدہ رباب بنت حیدہ بن معد ہیں۔ چنانچہ الناس یعنی عیلان بن مضر کا بیٹا قیس تھا۔ جب کہ الیأس کے بیٹے تھے۔ عمر جو مدرکہ ہے، عامر جو طابخہ ہے اور عمیر جو القمعہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ القمعہ ہی ابوخزاعہ

ہے۔ ان سب کی والدہ خندف ہے جو لیلی بنت حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ہے۔ چنانچہ الیأس بن مضر بن نزار کی سب اولاد خندف سے ہے۔ اسی وجہ سے یہ لوگ خندف کہلاتے ہیں یعنی اپنی والدہ کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ پس مضر بن نزار کی سب اولاد قیس اور خندف ہیں۔

خندف کے بطون: بنو مدرکہ بن الیأس بن مضر، اور یہ ہیں: ہذیل بن مدرکہ، کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ، اسد بن خزیمہ بن مدرکہ اور ھون بن خزیمہ بن مدرکہ۔ اسد بن خزیمہ میں سے چار عشائر ہیں: بنو کاہل، صعب، عمرو اور دودان۔ دودان میں سے: بنو عمرو بن دودان قبیلہ ہے اور یہی لوگ بنو اسد کے نمایاں ترین ہیں۔

بنو طابخہ بن الیأس بن مضر میں سے: ضبہ بن اُدّ بن طابخہ اور مزینہ ہیں۔ یہ بنو عمرو بن اڈ بن طابخہ ہیں۔ یہ لوگ اپنی والدہ حزینہ بنت کلب بن وبرہ کی طرف منسوب ہیں۔ رباب بنو اڈ بن طابخہ اور یہ ہیں: عدی، تمیم، ثور اور عکل۔ ان کو رباب اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اکٹھے ہوئے اور باہم معاہدہ کیا تو یہ ربابہ (تیر باندھنے کی ڈوری) کی مانند ہو گئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب انہوں نے باہم معاہدہ کیا تو ایک پیالہ میں ہاتھ رکھے جس میں رُب (گاڑھا تیل) تھا اس لیے الرباب کہلائے۔ صُوفہ اور یہ ہے ربیط بن غوث بن اڈ بن طابخہ۔ یہ اصحاب الاجازہ تھے۔ پھر اجازت بنو عطارد بن عوف بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم میں منتقل ہو گئی۔ اور تمیم بن مرۃ بن اڈ بن طابخہ۔

مضر کے تمام قبائل کو قیس اور خندف یکجا کرتے ہیں۔ کبھی ربیعہ کی نسبت مضر کی طرف کر دی جاتی ہے، حالانکہ یہ لوگ مضر کے بھائی ہیں کیونکہ ربیعہ بن نزار اور مضر بن نزار بھائی ہیں۔

ہذیل کے بطون اور ان کی اہم شخصیتیں:

لحیان بن ہذیل ایک بطن ہے۔ خُناعہ بن سعد بنہذیل ایک بطن ہے۔ حریث بن سعد بنہذیل ایک بطن ہے۔ کاہل بن ہذیل ایک بطن ہے۔ صاہلہ بن کاہل بنحارث بن سعد بن ہذیل ایک بطن ہے۔ صبح بن کاہل ایک بطن ہے اور کعب بن کاہل ایک بطن ہے۔

بنو صاہلہ میں سے عبداللہ بن مسعودؓ صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں۔ بدر میں شریک ہوئے۔ بنو صبح بن کاہل میں سے فقیہ ابو بکر ہذلی ہیں۔ صخر بن حبیب شاعر ہے جسے صخر الغی کہا جاتا ہے۔ ابو بکر شاعر ہے جس کا نام ثابت بن عبد شمس ہے۔ اور انہی میں سے شاعر ذوئیب ہے یعنی خویلد بن خالد۔ ہذیل کے تمام بطون اپنے میں سے کسی کی طرف منسوب نہیں ہوتے۔ ان سب کی نسبت ہذیل کی طرف کی جاتی ہے کیونکہ یہ جمجمہ نہیں ہے۔

کنانہ کے بطون اور اس کی اہم شخصیات:

کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ، ان میں سے قریش ہیں اور یہ بنو نضر بن کنانہ ہیں۔ ان میں سے بکر بن عبد مناۃ ایک بطن ہے۔ حدج بن لیث بن بکر بن مناۃ ایک بطن ہے۔ غفار بن مُلیل بن ضرہ بن بکر ایک بطن ہے، رسول اللہ ﷺ کے صحابی ابو ذرؓ غفاری اسی بطن سے تھے۔ مدلج بن مرۃ بن عبد مناۃ ایک بطن ہے۔ سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی اسی بطن سے تھا، غزوہ بدر کے دن ابلیس اس کی شکل میں نمودار ہوا تھا اور قریش سے کہا تھا ''میں تمہارے ساتھ ہوں۔'' بنو مالک بن کنانہ ایک بطن ہیں۔ جذل الطعان انہی میں سے تھا اور یہ علقمہ بن اوس بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن کنانہ ہے۔ جذل الطعان کی اولاد میں سے ربیعہ بن مکدم ہے۔ جو عربوں کا بہادر ترین گھرانہ ہے، انہی کے بارے میں علیؓ بن ابی طالب نے اہلِ کوفہ سے کہا تھا: اللہ کی قسم میں چاہتا ہوں کہ کاش تمہارے ایک لاکھ کے بجائے میرے پاس بنو فراسل بن غنم بن ثعلبہ کے تین سو افراد ہوتے۔ بنو حارث بن مالک بن کنانہ میں سے مشہور ترین شخص العملس ہے اور وہی ابو ثمامہ ہے جو ماہ محرم کی حرمت کو ماہِ صفر تک بڑھا دیتا تھا، حتیٰ کہ اللہ نے اس بارے میں یہ حکم نازل فرمایا: انما النسئی زیادہ فی الکفر (التوبہ:۳۷) (یعنی اللہ کی جانب سے مقررہ شہر حرام میں عربوں کا اپنی طرف سے اضافہ اور ان کی حرمت کو ماہِ صفر تک لے جانا کفر ہے)۔

بنو مخدج بن عامر بن ثعلبہ ایک بطن ہے۔ بنو ضمرہ کنانۃ الاحابیش میں، انہی میں سے البرّاض بن قیس ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے افتک من البراض (براض سے

بڑھ کر سفاک) بنوکنانۃ الاحابیش میں سے مبذول، عوف، احمر اور عون ہے۔ بنو حرث بن عبد مناۃ میں سے حلیس بن عمرو بن حارث ہے جو غزوہ احد میں احابیش کا سردار تھا۔ بنو سعد لیث میں سے ابو الطفیل عامر بن واثلہ ہے۔ واثلہ بن الاسقع کو نبی اکرمؐ کا شرفِ صحبت حاصل تھا۔ بنو حدج بن لیث میں سے نصر بن سیار، صاحبِ خراسان ہے۔ بنو ضمرہ بن بکر میں سے عمارۃ بن مخشی ہے جس نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ بنوضمرۃ کے خلاف معاہدہ کیا تھا۔

اسد کے بطون اور اہم شخصیات

اسد بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیأس بن مضر، ان میں سے دودان ہے جس کے بارے میں امرؤالقیس کہتا ہے:

قولا لدودان عبید العصا   ماغرّ کم بالأسد الباسلِ

[تم دونوں لاٹھی کے غلاموں دُودان سے کہہ دو، تمھیں دیرِ اسد (شہر) کے خلاف کس نے بھڑکایا اور دھوکے میں ڈالا ہے؟]

ان میں سے کاہل بن عمرو بن صعب ہے۔ حلمہ، تو بنو حلمہ کو امرؤالقیس بن حجر نے اپنے باپ کے انتقام میں فنا کر ڈالا۔ ان میں سے نخم بن دودان اور ثعلبہ بن دودان ہیں۔ انہی میں سے قُعیس بن حارث بن ثعلبہ بن دودان بن اسد ہے۔ ان میں سے بنو الصیداء بن عمرو بن قعیس ہیں۔ ان میں سے فقعص بن طریف بن عمرو بن قعیس ہے۔ ان میں سے حجوان بن فقعس، دثار، نوفل، منقذ۔۔اور وہ حذیم ہے۔۔، بنو فقعس ہیں۔ بنو حجوان میں سے طلیحہ بن خویلد اسدی ہے۔

بنو الصیداء میں سے ایک عمیرۃ القائد کا شیخ ہے۔ صامت بن افقم ہے جس نے ربیعہ بن مالک کو یومِ ذی علق میں قتل کر دیا تھا۔ یہ مقتول لبید بن ربیعہ شاعر کا والد تھا۔ بنو الصیداء کے بارے میں شاعر کہتا ہے:

یابنیِ الصّیداءِ رَدّوا فَرسی   انما یفعل ھذا بالذلیل

[اے بنو الصیداء میرا گھوڑا واپس کرو۔ ذلیل کے ساتھ ایسا ہی کیا جاتا ہے]

بنوقعیس میں سے اہم شخصیات یہ ہیں: العلاء بن محمد بن منظور کوفہ کی پولیس کا سربراہ۔ ذؤاب بن ربیعہ جس نے عتیبہ بن حارث بن شہاب یربوعی کو قتل کیا تھا۔ قبیصہ بن برمہ اور بشر بن ابی خازم شاعر۔

بنوسعد بن ثعلبہ بن دودان کی اہم شخصیات یہ ہیں: سوید بن ربیعہ، عبید بن الابرص، عمرو بن شاس ابوعرار، الکمیت بن زید اور ضرار بن ازور جو مختار کا ساتھی تھا۔ انہی میں سے بنو غاضرہ بن مالک بن ثعلبہ بن دودان تھے۔ بنو غاضرۃ میں سے زر بن حبیش فقیہ تھا۔ انہی میں حسحاس بن ھند تھا جس کی جانب عبد بنوحسحاس منسوب کیے جاتے ہیں۔ اسد میں سے بنوغنم بن دودان ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ زینبؓ بنت جحش انہی میں سے تھیں۔ انہی میں سے ایمن بن خریم شاعر اور اقیشر شاعر تھے۔ بنو کاہل بن اسد میں سے علباء بن حرث ہے، جس کے بارے میں امرؤالقیس کہتا ہے:

وافلتھن علباء حریضاً ولو ادرکنہُ صَفِرَ الوِ طابُ

[اور علباء ادھ موا ہو کر نکل بھاگنے والوں میں سب سے آگے ہے اور وہ اسے پالیتیں تو وہ مرجاتا]

ہون بن خزیمہ بن مدرکہ:

ان میں سے قارۃ ہے اور یہ عائذۃ اور یُثیع ہیں بنو ہون بن خزیمہ بن مدرکہ۔ قارۃ عربوں کا سب سے بڑا تیرانداز قبیلہ ہے، ان کے بارے میں ہی کہا جاتا ہے:

قد انصفَ القارۃَ من راماھا

بنومدرکہ بن الیاس کے قبائل یہ ہیں: ہذیل بن مدرکہ، کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ، اسد بن خزیمہ بن مدرکہ اور ہون بن خزیمہ بن مدرکہ۔

طابخہ بن الیاس کے قبائل میں سے ضبہ کے بطون اور ان کی اہم شخصیات:

ضبہ بن اد بن طابخہ بن الیاس: ضبہ بن اد کے بیٹے تھے سعد، سُعید اور باسل۔ ایک ضرب المثل ہے جوان کے بارے میں ہے۔ اسعدأم سُعید (سعد یا سُعید) سُعید مارا گیا اور اس نے اولاد نہ چھوڑی۔ جب کہ باسل سرزمینِ دیلم میں چلا گیا اور وہاں ایک عجمی عورت سے شادی کرلی۔ جس سے اس کا بیٹا دیلم پیدا ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ باسل بن ضبہ دیلم کا باپ ہے۔ اسی کے بارے میں بات کرتے ہوئے۔ ابو بجیر عربوں پر عیب گیری کرتے ہوئے کہتا ہے:

زعمتم بـأنَّ الهنـد اولادُ خِندِفٍ　　وبينـكـمُ قُـرْبَـى و بيـنَ البَـرابِـر

و ديلـم مـن نسـلِ ابـن ضَبَّةَ بـاسل　　وُبـرجـانَ مـن اولادِ عمرو بن عامرِ

فـقـد صـار كـلّ النـاسِ اولاد واحِدٍ　　وَصَـاروا سـواءً فـى أُصولِ العناصِر

بـنـوالأصفر الامـلاك اكـرم منكم　　واولـى بـقـربانا مـلوك الاكا سر

[تمہارا گمان ہے کہ ہندوستانی خندف کی اولاد ہے اور یہ کہ تمہارے اور بربروں کے مابین قرابت ہے۔ دیلم والے ابن ضبہ باسل کی نسل سے ہیں اور بُرجان عمرو بن عامر کی اولاد ہیں۔ تو یوں تمام لوگ ایک ہی شخص کی اولاد ہوئے اور اصولِ عناصر میں یکساں ہوئے۔ بنو اصفر بادشاہ (رومی) تم عربوں سے زیادہ معزز ہیں اور کسریٰ بادشاہ قرب وتقرب کے زیادہ لائق ہیں]

بنوسعد بن ضبہ میں سے: بنو السید بن مالک بن بکر بن سعد بن ضبہ ایک بطن ہیں۔ بنو کوز بن کعب بن بجالہ بن ذہل بن مالک بن بکر بن سعد بن ضبہ ایک بطن ہیں۔ بنو زید بن کعب بن بجالہ بن ذہل بن مالک بن بکر ایک بطن ہیں اور بنو عائذ ۃ بن مالک بن بکر بن سعد بن ضبہ ایک بطن ہیں۔

انہی میں سے: عبد مناۃ بن بکر بن سعد بن ضبہ ہیں اور بنو ثعلبہ بن سعد بن ضبہ ہیں۔ بنو کوز میں سے مسیّب بن زہیر بن عمرو ہے۔ بنو زہیر میں سے مشہور شخص عمرو بن مالک بن زید بن کعب ہے، یہ ایک اطاعت کیے جانے والا سردار تھا۔ اس کے بیٹے تھے: عبد الحارث، حصین، عمرو، ادھم، ذبحہ، عامر، قبیصہ، حنظلہ، خیار، حارث، قیس، شیبہ اور منذر۔ ان میں سے ہر ایک

شریف تھا، سردار تھا اور چوتھ وصول کرنے والا تھا، یعنی جب لشکر مالِ غنیمت حاصل کرتا تو وہ اس سے چوتھا حصہ وصول کرتا تھا۔

حصین بن ضرار کی اولاد میں سے زید الفوارس ہے، جس کے بارے میں فرزدق کہتا ہے:

زَیدُ الفوارسِ و ابنُ زیدٍ منھم　　　وابو قبیصة والرئیس الأَوّلُ

[زید الفوارس اور ابن زید ان میں سے ہیں اور ابو قبیصہ اور رئیس الاوّل بھی انہی میں سے ہے]

رئیس الاوّل سے مراد محلّم بن سُوَیط ہے جس نے ضبہ، تمیم اور رباب سے چوتھ وصول کیا۔

بنو زید الفوارس میں سے ابن شبرمہ قاضی ہے۔ بنو عائذۃ بن مالک میں سے شرحاف بن مثلم ہے جس نے عمارہ بن زیاد عبسی کو قتل کیا تھا۔ بنو السید بن مالک میں سے زید بن حصین ہوا ہے جو اصبہان (اصفہان) کا گورنر بنا۔ نیز عبداللہ بن علقمہ شاعر۔ انہی میں سے عمیرہ بن یثربی قاضیِ بصرہ ہے، جس نے علباء اور ھند الجملی کو قتل کیا تھا۔ اور جنگ جمل کے روز ان کے قتل کے بارے میں کہا تھا:

اِنّی أنا عمیرةُ بن الیثربّی　　　قتلتُ عِلباءَ وھند الجمَلیّ

[میں ہی عمیرہ فرزند الیثربی ہوں۔ میں نے علباء اور ھند الجملی کو قتل کیا]

بنو ثعلبہ بن سعد بن ضبہ میں سے، عاصم بن خلیفہ بن یعقل ہے جس نے بسطام بن قیس کو مار ڈالا تھا۔

مزینہ:

بنو عمرو بن اُدّ بن طابخہ بن الیاس ہیں۔ یہ لوگ اپنی والدہ مزینہ بنت کلب بن وبرہ کی جانب منسوب ہیں۔ ان میں سے مشہور ترین لوگ نعمان بن مقرّن ہے، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی معقلؓ بن سنان بن نبیشہ ہیں۔ زہیر بن ابی سلمی شاعر، معن بن اوس شاعر اور ایاس بن معاویہ قاضی ہیں۔ تمام مزینہ بنو عثمان اور بنو اوس بن عمرو بن اُدّ بن طابخہ ہیں۔ اس

بارے میں کعب بن زہیر کہتا ہے:

متیٰ ادعُ فی اَوسٍ و عثمان تأتني   مساعیرُ تومٍ کُلُّھم سادۃ دعَمْ
ھم الاسُد عندالبأس والحشد في القِرَی   وَھُمْ عند عقد الجارِ یوفون بالذّمْ

[میں جب اوس اور عثمان (قبیلوں) کو پکارتا ہوں تو میری مدد کرنے کے لیے تمام بڑے بڑے سردار آپہنچتے ہیں یہ لوگ لڑائی کے وقت شیر ہیں، مہمان نوازی میں بے دریغ مال خرچ کرنے والے ہیں اور پناہ کے معاہدے کو پورا کرنے والے ہیں]

رباب:

یہ ہیں عدی، تمیم، ثور اور عُکل۔ ان قبائل کی الرباب کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ جب انہوں نے باہم معاہدہ کیا تو اپنے ہاتھ ایک بڑے پیالے میں رکھے جس میں گاڑھا تیل تھا۔ بعض حضرات کے نزدیک اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب یہ معاہدہ کرتے تو تیرا کھٹے کرتے، ہر قبیلہ ایک تیر لاتا، ان تیروں کو چمڑے کے ایک ٹکڑے میں رکھتے، یہ ٹکرا چونکہ الربۃ (تیر باندھنے کی ڈوری) کہلاتا ہے، اس لیے یہ قبیلے الرباب کہلائے۔

بنو عدی بن عبد مناۃ بن اد بن طابخہ میں سے مشہور شخص شاعر ذوالرّمہ ہے یہ غیلان بن عقبہ ہے۔ بنو تمیم بن عبد مناۃ میں سے مشہور آدمی عمر بن لجا شاعر ہے جو جریر کی ہجو کرتا تھا۔ بنو عکل بن عبد مناۃ میں سے نمر بن تولب ایک شاعر ہے۔ بنو ثور بن عبد مناۃ میں سے سفیان الثوری فقیہ ہیں۔ یہ تھے بنو عبد مناۃ۔

صوفہ:

یہ بنو الغوث بن مر بن اد بن طابخہ ہیں۔ جاہلیت کے زمانے میں اجازۃ ان میں تھی یعنی وہ لوگوں کو عرفات سے بھیجتے تھے۔ پھر یہ اجازۃ، بنو عطارد بن عوف بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم میں منتقل ہوگئی۔ غوث میں سے شرحبیل بن عبد العزی ہیں جو شرحبیل بن حسنہ کہلاتے ہیں۔

تمیم کے بطون اور مشہور شخصیتیں:

تمیم بن مُر بن اُدّ بن طابخہ بن الیاَس بن مضر۔ تمیم کے تین بیٹے تھے: زید مناۃ، عمرو اور حارث۔ حارث بن تمیم میں سے مشہور شخص شَقرۃ ہے۔ اس کا نام معاویہ تھا مگر اپنے اس شعر کی وجہ سے شقرۃ کہلایا۔

وقد اَحمِلُ الرّمحَ الاصمَّ کُعوبہ بہٖ من دماء القومِ کالشَقِرات

[میں اپنا سخت نیزہ اٹھاتا ہوں، جس کی گرہیں لوگوں کے خون کی وجہ سے پھولدار پودے (شقرات) کی مانند ہیں]

بنوشَقرۃ میں سے مسیّب بن شریک فقیہ اور نصر بن حرب بن مخرمہ مشہور ہیں۔

عمرو بن تمیم میں سے اُسَیدِ بن عمرو بن تمیم ہے۔ اکثم بن صیفی، حکیم العرب ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ خدیجہ کے والد ابو ہالہ ہیں۔ اوس بن حجر الاسیدی شاعر ہے۔ نبی اکرمؐ کے صحابی حنظلہ بن ربیع ہیں جو حنظلۃ الکاتب کہلاتے ہیں۔

بنوعنبر بن عمرو بن تمیم:

ان میں سے سوار بن عبداللہ القاضی ہیں۔ عبیداللہ بن حسن القاضی ہیں۔ عامر بن قیس الزاہر ہیں۔ انہی میں سے بنودُغہ بنت مغنج ہیں۔ اس دُغہ کے بارے میں کہا جاتا ہے احمق من دُغہ (دُغہ سے زیادہ بے وقوف۔) یہ عورت ایاد بن نزار میں سے تھی۔ عمرو بن جندب بن عنبر نے اس کے ساتھ شادی کی تو اس نے بنوجہیم بن عمرو بن تمیم کو جنا، جنہیں الحبال کہا جاتا ہے۔

بنو مازن بن عمرو بن تمیم ہیں۔ ان کے مشہور آدمی یہ ہیں: عباد بن اخضر، حاجب بن ذبیان جو حاجب الفیل کے نام سے مشہور ہے، مالک بن الرّیب شاعر، قطری بن الفُجاءۃ صاحب الازارقہ، سلم اور اس کا بھائی ہلال بن اَحوز۔

حبطات:

اور یہ بنو حارث بن عمرو بن تمیم ہیں۔ ان کے والد حارث نے ایک بار کھانا کھایا تو اس کا پیٹ پھول گیا جسے عربی میں حبط کہا جاتا ہے، اس لیے اس کی اولاد الحبطات کہلائی۔ ان کا مشہور شخص عباد بن حصین ہے جو عربوں کے شہسواروں میں سے ایک ہے۔ یہ مصعب بن زبیر کی پولیس کا سربراہ تھا۔

غیلان، اسلم، حرماز بنو مالک بن عمرو بن تمیم:

بنو غیلان میں سے ابوالجرباء ہے، یہ جنگ جمل میں عائشہؓ کے ساتھ تھا اور اسی جنگ میں مارا گیا۔ بنو حرماز کا مشہور ترین آدمی سَمُرۃ بن یزید ہے۔ یہ بصرہ میں پہلے فرد کش ہونے والوں میں سے ایک تھا۔

بنوسعد بن زید مناۃ بن تمیم:

الابناء اور یہ سعد بن زید مناۃ کے چھ بیٹے ہیں۔ عبد شمس، مالک، عوف، عُوافہ، جشم اور کعب۔ معلوم ہونا چاہئے کہ سعد بن زید مناۃ اور کعب بن سعد دونوں کی اولاد مُقاعس اور الاجارب کہلاتی ہے سوائے کعب کے دونوں بیٹوں عمرو اور عوف کے۔

بنو عبد شمس میں سے مشہور ترین شخص ہیں: تمیلہ بن مُرۃ جو ابراہیم بن عبداللہ بن حسن کی پولیس کا سربراہ تھا۔ ایاس بن قتادہ جنگ الازد میں تمیم کے لیے دیتوں کو برداشت کرنے والا اور وہ احنف بن قیس کا بھانجا ہے۔ عبدۃ بن طبیب شاعر اور حمان جو عبدالعزی بن کعب بن سعد ہے۔

اجارب:

یہ سعد کے دو بطن ہیں یعنی ربیعہ بن کعب بن سعد اور بنو الاعرج کعب بن سعد، ان کے بارے میں احمر بن جندل کہتا ہے:

ذودا قليلاً تلحق الجلائب　　　يلحقنا حمّان والأ جارب

[تھوڑی دیر اور دفاع کرو، گھوڑ سوار پہنچنے والے ہیں، ہمیں حمان اور الاجارب کمک کے لیے ملنے والے ہیں]

بنوالاجارب میں سے حارثہ بن قُدامہ ہے جو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی پولیس کا سربراہ تھا اور عمرو بن جُرموز جو زبیر بن عوام کا قاتل تھا۔

مقاعس: وہ حارث بن عمرو بن کعب بن سعد ہے۔ مقاعس کی شاخوں میں سے منقر بن عبید بن مقاعس ہے۔ ان میں سے قیس بن عاصم سیدالوبر ہے۔ خالد بن صفوان بن عمرو بن اہتم ہے۔ شبیب بن شیبہ بن عبداللہ بن عمرو بن اہتم ہے۔ منقر کے بھائیوں میں احنف بن قیس، سلامہ بن جندل اور سلیک بن سلکہ رجلیُ العرب۔ اسے الرئبال کہا جاتا ہے۔ یہ تنہا غارت گری کرتا تھا۔ ان میں سے مشہور ترین عبداللہ بن صَفّار ہے جس کی طرف الصّفریہ [1] کی نسبت کی جاتی ہے۔ نیز عبداللہ بن اِباض جس کی طرف اباضیہ [2] منسوب ہیں۔ یہ تھے مقاعس اور ان کے مشہور ترین افراد۔

بنوعطارد بن عوف ابن کعب بن سعد:

ان میں سے: کرب بن صفوان بن حباب صاحب افاضہ ہے۔ یعنی حاجیوں کو عرفات سے بھیجنے اور روانہ کرنے والا۔ اس کے بارے میں اوس بن مغراء کہتا ہے:

ولایریمون فی التّعریف موقِفِھم حتی یقال اجیزوا آل صفوانا

[لوگ میدان عرفات سے اپنی جگہوں سے نہیں حرکت کرتے جب تک کہ آل صفوان اجازت نہ دے دیں]

قریع بن عوف ابن کعب بن سعد:

ان میں اضبط بن قریع ہے جو جنگ میط میں تمیم کا سپہ سالار تھا، بنولأی بن انف

[1]، [2]: صفریہ اور اباضیہ دو مشہور خارجی فرقے تھے۔ (ن س ظ)

الناقہ سے ہیں جن کی حطیئہ نے تعریف کی ہے، چنانچہ ان کے بارے میں کہا ہے:

قوم هم الأنف والاذ ناب غیرُهُم ومن یسوی بأنف النّاقة الذّنبا

[یہ لوگ ناک ہیں اور باقی لوگ دمیں ہیں۔ کون اونٹنی کی ناک کو دم کے برابر قرار دے سکتا ہے]

ان میں سے اوس بن مغرا شاعر ہے۔ یہ تمیم کا انتہائی مشرف بطن ہے۔

بہدلہ بن عوف ابن کعب بن سعد:

ان میں زبرقان بن بدر ہے اور اس کا نام حصین ہے۔ ان میں سے ہی احیمر بن خلف بن بہدلہ، محرق (دو چادروں والا) ہے، جس کے بارے میں فرزدق کہتا ہے:

فیا ابنة عبدالله وابنة مالکِ ویا بنت ذی البردین الفرسِ النهد

[اے دختر عبداللہ اور دخترِ مالک اور اے دو چادروں والے اور گھوڑے والے کی صاحبزادی]

جشم بن عوف بن کعب بن سعد:

بنو جشم، عطارد اور بہدلہ کو الجذاع کہا جاتا ہے۔

حنظلہ بن مالک الاحمق بن زید مناۃ:

بنو حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ میں پانچ براجم ہیں اور وہ ہیں: غالب، عمرو، قیس، کلفہ اور ظلیم۔ یہ حنظلہ بن مالک الاحمق بن زید مناۃ بن تمیم کے بیٹے ہیں۔ انہی کی نسل میں سے عمیرۃ بن ضابی ہے جسے حجاج (بن یوسف) نے قتل کیا تھا۔

یربوع بن حنظلہ ابن مالک بن زید مناۃ بن تمیم:

اس کی اولاد میں سے ریاح بن یربوع بن حنظلہ ہے۔ انہی کی نسل میں سے عتاب بن ورقاء الریاحی گورنر اصفہان گزرا ہے جو اسلام کا انتہائی سخی آدمی تھا۔ انہی کا مشہور مطر بن ناجیہ ہے

جس نے ابن اشعث کے دورِ حکومت میں کوفہ پر قبضہ کرلیا تھا۔ ان کے مشہور ترین سو افراد میں سے شاعر سُہیم بن وثیل ہے، حارث بن یزید ہے جو حسنؓ بن علیؓ کا ساتھی تھا۔ شاعر ابوالھندی ہے جس کا نام ازہر بن عبدالعزیز تھا۔ علیؓ بن ابی طالب کے ساتھی معقل بن قیس ہیں۔ اور ابیرد بن قُرۃ۔

غدانہ بن یربوع میں سے مشہور ترین افراد وکیع بن ابی سود اور حارثہ بن بدر ہیں۔ مؤخرالذکر شہ سوار اور شاعر تھا۔

ثعلبہ بن یربوع: ان میں سے اہم شخصیات نویرۃ کے بیٹے مالک اور متمم تھے۔ نیز عتیبہ بن حارث بن شہاب ہے جسے ''صیاد الفوارس'' کہا جاتا ہے۔

بنو سلیط بن یربوع میں سے مشہور شخص مساور بن رئاب ہے۔

کلیب بن یربوع میں سے مشہور آدمی جریر بن خطفی شاعر ہے۔

عنبر بن یربوع میں سے مشہور ترین شخصیت اوس کی بیٹی سجاح ہے جس نے تمیم میں جھوٹا دعوائے نبوت کیا۔

زید بن مالک، کعب الضرّاء بن مالک، یربوع بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ ان تینوں کی والدہ العدویہ ہے اور وہ اسی سے معروف ہیں، انہیں بنوالعدویہ کہا جاتا ہے۔

طھیہ، یہ بنو ابی سود بن مالک اور بنو عوف بن مالک ہیں۔ ان کی والدہ طھیہ ہے، اسی سے معروف ہیں۔ یاد رہے کہ بنو طھیہ اور بنو العدویہ کو الجمار کہا جاتا ہے۔

بنو طھیہ میں سے بنو شیطان ہیں۔ انہی میں سے دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم ہے۔ پس دارم بن مالک کے بیٹے یہ تھے: عبداللہ، مجاشع، سدوس، خیبری، نہشل، جریر، ابان اور مناف۔

عبداللہ بن دارم کی اولاد میں سے حاجب بن زرارۃ بن عدس بن عبداللہ بن دارم اور ہلال بن وکیع بن بشر ہیں۔ یہ بنو تمیم کا گھرانہ ہے اور صحابِ کمان ہے۔ عبداللہ بن دارم کی اولاد میں سے محمد بن جبیر بن عطارد بھی تھا۔

مجاشع بن دارم میں سے مشہور اشخاص یہ ہیں: فرزدق شاعر، اقرع بن حابس، اعین

بن ضبیعہ بن عقال، حتات بن یزید، حارث بن شریح بن زید، صاحبِ خراسان، بعیث شاعر جس کا نام خِداش بن بِشر ہے اور اصبغ بن نباتہ (حضرت) علیؑ کے ساتھی۔

نہشل بن دارم کی نسل میں اہم اشخاص یہ ہیں: ہارون الرشید کا سپہ سالار خازم بن خزیمہ، عباس بن مسعود جس کی حطیئہ نے مدح کی، کثیر عزۃ شاعر اور الاسود بن یعفر شاعر۔

ابان بن دارم کی اولاد میں سے سَورۃ بن بحر شہسوار تھا جو صاحبِ خراسان ہے اور ذوالخِرَق بن شریح شاعر۔

سدوس بن دارم یہ لوگ ناپید ہو گئے۔

یاد رہے کہ ربیعہ بن مالک بن زید مناۃ، ربیعہ بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ اور ربیعہ بن مالک بن حنظلہ ان سب کو ''الربائع'' کہا جاتا ہے۔

ربیعہ بن حنظلہ میں سے ابو بلال خارجی تھا اس کا نام مرداس بن حُدیر تھا۔

ربیعہ بن مالک بن زید مناۃ میں سے علقمہ بن عبدۃ شاعر ہے اور اس کا بھائی شأس۔ ربیعہ بن مالک بن حنظلہ میں سے مشہور ترین حنیف بن سجف ہے۔

جشیش بن مالک کی والدہ حُظَّی ہے اور اس کی نسل اسی کے نام سے مشہور ہے۔ ان میں سے مشہور ترین شخص حصین بن تمیم ہے جو عبید اللہ بن زیاد کی پولیس کا سربراہ تھا۔ یاد رہے کہ جشیش، ربیعہ، دارم اور کعب بنو مالک بن حنظلہ بن مالک کو ''الخشاب'' کہا جاتا ہے۔

رباب، ضبہ، مزینہ اور تمیم کے نسب کا بیان مکمل ہوا۔

قیس کے بطون اور ان کے اہم لوگ:

قیس بن عیلان بن مضر کا نسب، قیس بن الناس اور وہ عیلان بن مضر ہے۔ بطون قیس میں سے عدوان اور فہم ہیں، یہ دونوں عمرو بن قیس بن عیلان کے بیٹے ہیں۔ ان کی والدہ جدیلہ ہے جو مدرکہ بن الیاس بن مضر کی بیٹی ہے۔ یہ لوگ اسی کی طرف منسوب ہیں۔

عدوان میں سے عامر بن ظرب ہے، جو عکاظ کے مقابلہ شاعری میں عربوں کا حکم

بنا۔ انہی میں سے ابو سیارۃ عمیلہ بن الاعزل ہے انہی میں سے تأبط شراً ثابت بن عمیثل ہے۔

غطفان بن قیس عیلان۔ اور اعصر بن سعد بن قیس بن عیلان۔ غطفان کے بطون میں سے اشجع بن ریث بن غطفان ہیں۔ ان میں سے مشہور ترین آدمی نصر بن دُھمان ہے یہ بڑی عمر پانے والوں میں سے تھا۔ اس نے دو سو سال عمر پائی۔ انہی میں سے فروہ بن نوفل ہے۔

عبس بن بغیض بن ریث بن غطفان، عرب کے جمرات میں سے ایک جمرۃ ہے۔ زہیر بن جذیمہ انہی میں سے تھا، وہ سارے عبس کا سردار تھا۔ اسے خالد بن جعفر کلابی نے قتل کیا۔ اس کا بیٹا قیس بن زہیر زبردست گھوڑسوار تھا۔ انہی میں سے عنترۃ الفوارس، الحطیئۃ اور عروۃ بن الورد تھے۔ الربیع بن زیاد اور اس کے بھائی کملہ کہلاتے ہیں۔ مروان بن زنباع جو مروان القرظ کہلاتا ہے، بھی انہی میں سے تھا۔ خالد بن سنان بھی انہی میں سے ہے جسے اس کی قوم نے ضائع کر دیا۔

ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان۔ ان میں سے فزارۃ بن ذبیان بغیض تھا۔ شرافت انہی میں تھی، ان کے مشہور آدمی تھے: حذیفہ بن بدر، منظور بن زبّان بن سیار، عمر بن ھبیرۃ اور عدی بن ارطاۃ۔

مرۃ بن عوف بن سعد بن ذبیان۔ مشہور سخی ھرم بن سنان المُرّی انہی میں سے تھا جس کی مدح سرائی زہیر نے کی ہے۔ زیاد النابغہ شاعر بھی اسی قبیلہ کا تھا۔ انہی میں سے الحارث بن ظالم تھا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے "امنع من الحارث"۔ شبیب بن البرصاء، ارطاۃ بن سہیّہ، عقیل بن علفہ المُرّی، ابن میادۃ شاعر، مسلم بن عقبہ، صاحب الحرۃ، عثمان بن حیان اور ہاشم بن حرملہ اسی قبیلہ کے نمایاں افراد تھے۔ مؤخر الذکر کے بارے میں شاعر کہتا ہے:

احیا اباهُ هاشم بن حرملة　　　يقتلُ ذا الذنب و من لاذنب له

[اس کے باپ ہاشم بن حرملہ کو زندہ رہنے دیا وہ گنہگار اور بے گناہ کو مار ڈالتا ہے]

ضرار کے دونوں بیٹے شماخ شاعر اور مزرّد اسی قبیلہ کے تھے۔

اعصر کے بطون میں سے غنی بن اعصر بن سعد بن قیس بن الناس بن مضر ہے۔ انہی میں سے طفیل الخیل تھا۔ اس نے مالِ غنیمت کا چوتھائی حصہ وصول کیا۔ انہی میں سے مرثدؓ بن

ابی مرثد ہیں جو غزوہ بدر میں موجود تھے۔

باہلہ:

یہ بنو معن بن اعصر ہیں جو اپنی والدہ باہلہ کی طرف منسوب ہیں، ان میں قتیبہ، وائل، اود اور جأوہ ہیں۔ ان کی مشور ترین شخصیات یہ ہیں: حاتم بن نعمان، قتیبہ بن مسلم، ابوامامہ، صحابی رسول، سلمان بن ربیعہ جنہیں ابوبکر الصدیق نے گورنر بنایا اور زید بن حباب۔

بنو طفاوۃ بن اعصر:

یہ ہیں ثعلبہ، عامر اور معاویہ، ان کی والدہ طفاوۃ ہے اور یہ اسی کی جانب منسوب ہیں۔ یہ غنی بن اعصر کے بھائی ہیں۔ یہ ہیں غطفان۔

بنو خصفہ بن قیس بن عیلان:

محارب بن زیاد بن خصفہ بن قیس بن عیلان۔ ان میں سے اہم ترین افراد تھے۔ حکم بن منبع شاعر اور بقیع بن صفار شاعر جو اخطل کی ہجو کرتا تھا۔ محارب کے بیٹے تھے: ذُہل اور غَنم، اور الابناء اور الخفیر، یہ بنو مالک بن محارب ہیں۔

سُلیم بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ۔ ان میں سے عباس بن مرداس تھا جو شہسوار اور شاعر تھا نیز مؤلفۃ القلوب میں سے تھا۔ الفجاءۃ بھی انہی میں سے تھا جسے مرتدین سے جنگ میں (حضرت) ابوبکرؓ نے جلایا تھا۔ عمرو بن حارث بن الشرید کے بیٹے صخر اور معاویہ جو خنساء کے بھائی تھے، خفاف بن عمیر شاعر، نبیشہ بن حبیب جو ربیعہ بن مکدم کا قاتل تھا، مجاشع بن مسعود اہلِ بصرہ اور صاحبِ خراسان، عبداللہ بن خازم۔

بنو ذکوان، بہز اور بُہثہ بنو سلیم:

ان میں سے تھے: ابو اعور سلمی جو معاویہ کا ساتھی تھا، عمیر بن حُباب قائدِ قیس اور جَحّاف بن حکیم۔ یہ تھے سُلیم اور مُحارب کے بطون۔

قبائلِ ہوازن:

یہ ہیں: ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس عیلان۔

ان میں سے سعد بن بکر بن ہوازن تھے، انہی میں نبی اکرم ﷺ کی رضاعت ہوئی، نصر بن معاویہ بن بکر بن ہوازن انہی میں سے تھا۔ حنین کے دن مشرکوں کا سپہ سالار مالک بن عوف انہی میں سے تھا۔

جشم بن معاویہ بن بکر ان میں سے شہسوارِ عرب دُرید بن الصمہ تھا۔

ثقیف اور وہ قیس بن منبہ بن بکر بن ہوازن ہے۔ ان میں سے اہم آدمی ہیں: مسعود بن مُعتب اور مختار بن ابی عبید۔ عروہ بن مسعود عظیم القریتین انہی میں سے ہے۔ نیز مغیرۃ بن شعبہ اور عبد الرحمٰن بن ام الحکم۔

عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن:

عامر کے بطون میں سے، بنو ہلال بن عامر بن صعصعہ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ میمونہؓ انہی میں سے تھیں۔ انہی میں سے تھے: صاحبِ خراسان، عاصم بن عبد اللہ، حمید بن ثور شاعر، فارس الضحیاء عمرو بن عامر بن ربیعہ بن عامر، اس کی نسل میں سے خالد اور حرملہ جو ہوذۃ کے بیٹے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے، خِدَاش بن زہیر۔

نمیر بن عامر بن صعصعہ۔ ان میں سے چرواہا شاعر عبید بن حصین، ہمام بن قبیصہ اور شریک بن خباشہ تھا۔ مؤخر الذکر، عمرؓ بن خطاب کے دورِ حکومت میں داخلِ جنت ہوا۔ [1]

[1] عربی جملہ یہ ہے: ''...شریک بن خباشہ الذی دخل الجنة فی الدنیا فی أیام عمر بن الخطاب.'' (عقد الفرید جلد ۳، ص: ۳۰۶)

بنوکعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ:

یہ چھ بطون ہیں، ان میں سے عقیل بن کعب، صاحبِ لیلیٰ اخیلیہ کا خاندان تو یہ بن الحُمیز ہے۔ انہی میں سے بنوالمنتفق ہیں۔

بنوالحریش بن کعب، سعید بن عمر کا رھط، یہ خراسان کا گورنر بنا اور یہی خاقان کے سر والا ہے۔

بنوعجلان بن کعب:

تمیم بن مقبل شاعر کا خانوادہ۔ ان میں سے بنوقشیر بن کعب ہے، مالک بن سلمہ کا خانوادہ جس نے حاجب بن زرارۃ کو قیدی بنالیا تھا۔

انہی میں سے: بنو جعدۃ بن کعب ہیں، نابغہ جعدی کا خانوادہ اور یہی ابولیلیٰ ہے۔ یہ تو تھے کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کے بطون۔

ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کی شاخوں میں سے: کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ ہے۔ انہی میں سے المحلق بن حنتم بن شدّاد ہے۔ انہی میں سے زُفر بن حارث کلابی، یزید بن الصَعق اور فقیہ وکیع بن جَراح ہے۔

جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ، انہی میں سے طفیل شہسوار قُرزَل ہے۔ عامر بن طفیل، علقمہ بن علاثہ اور ملاعب الأسنّہ ابو بَرَاء عامر بن مالک ہے۔

ضِبَاب بن کلاب، ان میں سے شمر بن ذی الجوشن ہے۔

یہ ہیں بنو عامر بن صعصعہ۔

بنوسلول:

یہ ہیں بنومرہ بن صعصعہ، جو اپنی والدہ، سلول کی طرف منسوب ہیں۔

غاضرہ، اور یہ ہیں غالب بن صعصعہ، مالک، ربیعہ، غُویضرہ، حارث، عبداللہ۔ یہ

دونوں عادیہ ہیں۔عوف، قیس، مُساور، سیّار، موٴخرالذکر غزِ یّہ ہے۔

لوزان، جَوش، جَحّاش اورعوف یہ الوقعہ ہیں بنومعاویہ بن بکر بن ہوازن۔

بنوصعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن انہیں الابناء کہا جاتا ہے۔

یہ تھا مضر بن نزار کے نسب کا اختتام۔

ربیعہ بن نزار کا نسب:

ربیعہ بن نزار کی اولاد ہیں: اسد، ضبیعہ اور عائشہ، یمن میں یہ لوگ مراد، عمرو، عامر اور اکلب میں ہیں۔ یہ انس بن مدرک کا خاندان ہے۔

ربیعہ کے قبائل میں سے نزار ہے۔ ضبیعہ بن ربیعہ بن نزار۔ ان میں سے ربیعہ کا گھرانہ اوراس کا شرف وفضل تھا۔ ان میں سے حارث الاٴضجم تھا۔ زُہرہ کے بارے میں ربیعہ کا حکم یعنی منصف۔ اسی کے بارے میں شاعر کہتا ہے:

قلوصُ الظلامةِ من وائلٍ　　　تردّ الی الحارث الأضجَم

فمهما يشأ يأتِ منه السّدَادُ　　　ومهمايشأ منهم يهضِم

[وائل سے ظلماً چھینی ہوئی جوان اونٹنیاں حارث الاٴضجم کو لوٹائی جاتی ہیں۔ پس جب وہ چاہے تو درست فیصلہ کرتا اور جب چاہے ان کے حق میں کمی کر دیتا ہے]

انہی میں سے متلمس تھا اور یہ جریر بن عبدالمسیح شاعر ہے۔ اس کے بارے میں طرفہ بن العبد کہتا ہے:

اودی الذي عَلِقَ الصحيفةَ منهما　　　ونجا حِذَار حمامهِ المتلمسُ

[ان دونوں میں سے جس نے صحیفہ سے وابستگی کی وہ ہلاک ہوا اور متلمس اپنی موت سے بچ گیا]

شاعر مسیّب بن علس انہی میں سے ہے اور مرقشِ الاکبر اور مرقّش الاصغر بھی انہی میں سے ہیں۔ یاد رہے کہ المرقش الاکبر چچا تھا المرقش الاٴصغر کا۔ اور المرقش الاٴصغر چچا تھا طرفہ بن

عبد بن سفیان بن سعد بن مالک بن ضبیعہ کا۔

یذکر میں سے: بنو جلان بن عتیک بن اسلم بن یذکر، بنو ہزّان بن صباح بن عتیک بن اسلم بن یذکر اور بنو الدُّ ول بن صُباح بن عتیک بن اسلم بن یذکر ہیں اور انہی لوگوں نے کعب بن مامہ، حاتم طیئی اور حارث بن ظالم کو قیدی بنایا تھا۔ اس بارے میں حارث بن ظالم کہتا ہے:

ابلغ سَراۃَ بنی غیظٍ مغلغلۃً   اَنّی اقسم فی ھِزَّان اَرْباعاً

[سرداران بنو غیظ کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ میں ہزان میں چوتھائی حصے تقسیم کرتا ہوں]

کدام بن حیان کا تعلق بنو ہمیم سے تھا۔ وہ بہترین تابعین میں سے تھے اور حضرت علیؓ کے بہترین ساتھیوں میں سے تھے۔ ان کے بارے میں عبداللہ بن خلیفہ کہتا ہے:

یا اَخویَّ من ھَمِیم ھُدِیتما   ویَسِّر تما للصالحات فأ بشرا

[اے ہمیم میں سے میرے دونوں بھائیوں تمھیں ہدایت دی گئی اور نیک اعمال کرنے کی توفیق بخشی گئی لہٰذا تم دونوں بشارت قبول کرو]

بنو یقدم میں سے عنزہ ہے جو شاعر ہے اور بنو بغیض کا سردار ہے، نیز عمران بن عصان جسے حجاج نے دیر الجماجم میں قتل کیا تھا۔

عبدالقیس بن افصی بن دُعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ۔ عبدالقیس کے بیٹے افصی اور لبوء تھے۔ افصیٰ کے بیٹے عبدالقیس، شنّ اور لکیز تھے۔

لبوء بن عبدالقیس میں سے رئاب بن زید بن عمرو بن جابر بن ضبیب تھا۔ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے جاہلیت میں اللہ کی توحید اختیار کی۔ اس شخص (رئاب) کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے عبدالقیس کے وفد سے دریافت فرمایا تھا۔ یہ اپنے فوت شدہ بیٹوں میں سے ہر ایک کی قبر پر پانی ڈالا کرتا تھا۔ اس بارے میں حجین بن عبداللہ کہتا ہے:

ومِنا الذي بالبعث يعرف نسلهُ   اذامات مِنهم ميّت جيدَ بالقطرِ

رئاب'' وانی لـلـبريّة كـلّها   بـمثل رِئاب حينَ يخطر بالسُّمرِ

[اور ہم میں سے وہ ہے جس کی نسل بعث (موت کے بعد کی بیداری) سے پہچانی جاتی ہے، جب ان میں سے کوئی مرتا ہے تو اس پر قطروں سے سخاوت کی جاتی ہے۔

رئاب اور پوری مخلوق میں، رئاب جیسا کون ہے جب وہ نیزوں کو لہراتا ہے]

لکیز بن عبدالقیس، ان میں سے بنونکرہ بن لکیز بن عبدالقیس ہے۔ انہی میں سے الممزّق شاعر ہے وہ شأس بن نہار بن اسرج ہے جو کہتا ہے:

فإن کنتُ ماکولاً فکن خیر آکلٍ　　　　والّا فأ درکنی ولمّا امزّقِ

[اگر میں کوئی کھائی جانے والی چیز ہوں تو پھر تو بہترین کھانے والا بن، وگرنہ مجھے بتادے کہ میرے کب ٹکڑے کیے جائیں گے]

صباح بن لکیز: ان میں سے کعب بن عامر بن مالک ہے اور یہ ان لوگوں میں شامل ہے جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس وفد کی صورت آئے تھے۔

بنوغنم بن ودیعہ بن لُکیز ان میں سے حکیم بن جَبَلہ ہے جو علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا ساتھی تھا۔ وہ اس بارے میں کہتا ہے:

دعا حکیم دعوۃ سمیعۃ　　　　نال بھا المنزلۃ الرّفیعۃ

[حکیم نے ایک قبول کی جانے والی دعوت دی۔ اس کی بدولت وہ بلند مرتبہ کو پہنچا]

بنوجذیمہ بن عوف بن بکر بن انمار بن ودیعہ بن لُکیز۔ ان میں سے بشر بن عمرو تھا جو الجاورد العبدی کہلاتا ہے۔

عصر بن عوف بن بکر بن عوف بن انمار بن ودیعہ بن لکیز۔ ان میں سے عمرو بن مرجوم تھا جس کی متلمس نے مدح بیان کی ہے۔

بنوحُطَمہ بن محارب بن عمرو بن انمار بن ودیعہ بن لکیز۔ انہی کی جانب حطمی زرہیں منسوب ہیں۔

عامر بن حارث بن انمار بن عمرو بن انمار بن ودیعہ بن لکیز۔ ان میں سے مہزم بن الفزر ہے، جس کے بارے میں الجرمازی کہتا ہے:

یحملن بالموماۃ بحراً یَجْرِی　　العامر بن المھزم بن الفِزر

[وہ صحرا میں ایک دوڑتے ہوئے سمندر پر سوار ہوئیں، عامر بن مھزم بن فِزر پر]

عبدقیس میں سے یہ خاندان ہیں: الدِیل، عجل اور محارب، بنوعمرو بن ودیعہ بن لکیز۔

بنوالدِیل میں سے: حکیم بن عبداللہ بن حارث ہے۔ جن سات آدمیوں نے سعد بن ابی وقاص کے ساتھ دریائے دجلہ عبور کیا تھا، ان میں سے ایک یہ تھا۔

بنومحارب میں سے عبداللہ بن ھمّام بن امری القیس بن ربیعہ ہے، یہ حضور ﷺ کے پاس وفد میں شامل ہوکر حاضر ہوا۔

بنوعجل میں سے: صعصعہ بن صُوحان اور زید بن صُوحان ہیں۔ یہ علیؓ بن ابی طالب کے ساتھیوں میں سے تھے۔

یہ تھا تذکرہ عبدالقیس، ان کے بطون اور ان کی اہم شخصیات کا۔

نمر بن قاسط:

نمر بن قاسط بن ھنب بن افصی بن دُعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔ نمر بن قاسط کے بیٹے یہ ہیں: تیم اللہ، اوس مناۃ، عبدمناۃ، قاسط اور مُنَبِہ۔

اوس مناۃ بن نمر۔ ان میں سے صہیبؓ بن سنان بن مالک تھے جو نبی کریم ﷺ کے صحابی تھے۔ انہیں رومیوں نے قیدی بنایا تھا۔ پھر انہیں حج کے موقعہ پر عبداللہ بن جُدعان نے خریدا اور پھر آزاد کردیا۔ ان کے والد سنان کو نعمان بن منذر نے اُبلّہ کا حاکم بنایا تھا۔ انہی میں سے حُمران بن ابان ہے جسے مولیٰ عثمان بن عفان کہا جاتا ہے۔

تیم اللہ میں سے الضحیان بن النمر تھا وہ بنوشیبان سے پہلے ربیعہ کا سردار تھا۔ اسے الضحیان اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ لوگوں کے فیصلے کرنے کے لیے چاشت کے وقت مجلس منعقد کرتا تھا۔ اس نے قبیلہ ربیعہ سے چالیس سال تک چوتھ وصول کیا۔ اس کا بھائی عوف بن سعد ہے۔ اس کی اولاد میں سے ابن القِر یہ البلیغ ہے جس کا نام ایوب بن زید ہے۔ اس نے

ابن الاشعث کے ساتھ خروج کیا، چنانچہ حجاج نے اسے قتل کر دیا۔ انہی میں سے ابن الکیّس ماہر انساب ہے اور یہ عُبید بن مالک بن شراحیل بن الکیّس ہے۔ یہ تھا تذکرہ نمر بن القاسط کا۔

تغلب بن وائل:

تغلب بن وائل بن قاسط بن ھنب بن افصیٰ بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔ تغلب کے بطون میں سے الاراقم ہیں اور یہ ہیں: جُشم، عمرو، ثعلبہ اور معاویہ، حارث اور بنو بکر بن حبیب بن غنم بن تغلب۔ ان کے الاراقم کہلانے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کی آنکھیں سانپوں کی آنکھوں کی طرح ہیں۔

بطون تغلب میں سے کلیب وائل ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے: اعزّ من کلیب وائل (کلیب وائل سے زیادہ معزز) اور یہ ہے کلیب بن ربیعہ بن حارث بن زہیر بن جشم اور اس کا بھائی مہلہل بن ربیعہ۔

بنو کنانہ بن تیم بن اُسامہ میں سے ہے ایاس بن عینان بن عمرو بن معاویہ جو عمیر ابن حباب کا قاتل ہے اور اس کے بارے میں زفر بن حارث کہتا ہے:

الأ یا کلب غیرک اَر جفوني — وقد الصقْت خَدّک بالتُّرابِ

الایا کلبُ فانتشری وسُحّی — فقد اوَدی عمیرُ بن الحبابِ

رماح بنی کنانةَ اقصد تنی — رماحُ فی أعالیھا اضطرابُ

[خبردار، اے کلب، تیرے سوا کسی اور کے بارے میں لوگوں نے مجھ سے بری باتیں کی ہیں اور میں نے تمہارے رخسار کو مٹی سے ملا دیا ہے۔ خبردار اے کلب، اٹھ اور رو اور آنسو بہا کہ عمیر بن حباب ہلاک ہو چکا ہے۔ بنو کنانہ کے نیزوں نے میرا قصد کیا ایسے نیزے جن کے سرے ٹھیڑے ہیں]

بنو حارثہ بن ثعلبہ بن بکر بن حبیب میں سے ہذیل بن ہبیرۃ ہے اُسی کے بارے میں نھیشہ بنت الجراح البھرانی۔ قضاعہ کو عار دلاتے ہوئے۔ کہتی ہے:

اذا مـامعشر'' شـربـوا مُداماً — فـلا شربت قضاعةُ غير بولِ

فـامّـا ان تقودوا الخيل شعثاً — واِمّـا ان تـديـنـوا لـلهـذيل

وتـتـخـذوه كـا لـنّـعمان ربّاً — وتـعـطوهُ خراج بنی الدُّمَيلِ

[جب بھی کوئی گروہ شراب نوش کرے تو قضاعہ پیشاب کے سوا کچھ نہ پئیں۔ یا تو تم لوگ پراگندہ ہوکر گھوڑے ہانکو اور یا پھر ہذیل کے لیے قرض کا لین دین کرو۔ اور ہذیل کو نعمان کی مانند اپنا مربی بنالو اور اُسے بنو دُمیل کا خراج ادا کرو]

الدُمیل سے مراد ابن لخم ہیں۔

عدی بن معاویہ بن غنم بن تغلب میں سے فارس العصا ہے اور وہ اخنس بن شہاب ہے۔ بنو فدوکس بن عمرو بن حارث بن جشم میں سے عیسائی شاعر اخطل ہے۔ انہی میں سے قبیصہ بن والق ہے جسے شبیب الحروری نے قتل کیا تھا۔ وہ سخی و فیاض تھا۔ شبیب نے جب اُسے قتل کیا تو کہا: ''یہ اہلِ کوفہ میں سے سب بڑا سخی ہے۔'' اس کے ساتھیوں (خوارج) نے کہا: ''کیا آپ منافقوں کی مبالغہ آمیز تعریف کرتے ہیں؟'' تو جواب دیا: ''اگرچہ وہ اپنے دین میں منافق تھا مگر اپنی دنیا میں بھلے مانس تھا۔''

اوس بن تغلب میں سے کعب بن جُعیل تھا جس کے بارے میں جریر کہتا ہے:

وسـمّيـتَ كـعبـاً بشـرِّ العظامِ — وكـان ابـوكَ يـسـمّى الجُعل

وكـــان مـحـلـك مـن وائـلٍ — مَـحَلّ القرادِ من استِ الجَملْ

[تیرا نام کعب تیرے بڑے شر کی وجہ سے رکھا گیا ہے اور تیرے باپ کا نام بھونرا تھا۔ وائل میں تیرا وہی مقام تھا جو اونٹ کی سرین پر چچڑی کا ہوتا ہے]

یہ ہے تغلب، اس کے بطون نہیں ہیں جو اس کی طرف منسوب ہوتے ہوں جیسے کہ بکر بن وائل کے بطون ہیں۔ کیونکہ بکر جمجمہ ہے اور تغلب غیر جمجمہ ہے۔

بکر بن وائل:

بکر بن وائل کے قبائل میں سے: یشکر بن بکر بن وائل، لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل کے بیٹے عجل اور حنیفہ۔ شیبان، ذھل، قیس بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل۔ ان کی والدہ البرشاء تھی جس کا تغلب سے تعلق تھا۔

یشکر بن بکر:

ان میں سے حارث بن حِلّزۃ شاعر ہے۔ اور ان میں شھاب بن مذعور بن حِلّزۃ ہے جو ماہرینِ انساب میں سے تھا۔ اور انہی میں شاعر سوید بن ابی کاھل ہے۔

عجل بن لجیم:

ان میں سے حنظلہ بن ثعلبہ بن سیّار ہے جو جنگِ ذی قار میں بنو عجل کا سردار تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابی فرات بن حیّان بھی انہی میں سے ہیں۔ ادریس بن معقل جو ابو دلف کا دادا تھا، انہی میں سے تھا۔ صاحبِ دیوان شبابہ بن معتمر بن لقیط، اغلب الراجز انہی میں سے تھے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بہ طور وفد حاضر ہونے والا ابجر بن جابر بن شریک میں انہی میں سے تھے۔

حنیفہ بن لجیم:

اس کے تین بیٹے تھے: الدیل، عدی اور عامر۔ بنو الدیل بن حنفیہ میں سے قتادۃ بن مسلمہ ہے جو شریف سردار تھا۔ ثمامہ بن اثال بن نعمان بن مسلمہ انہی میں سے تھا۔ ھوذۃ بن علی بن ثمامہ انہی میں سے تھا، جس کے بارے میں اعشی بکر کہتا ہے:

مَنْ یَرَ ھوذَۃَ یسجد غیرَ مُتَّئد　　　اذا تعصّب فوق التاج أو وضعا

[جو کوئی بھی ھوذۃ کو دیکھے گا فوراً سجدہ کرے گا جب وہ تاج پر پٹی باندھے یا اتار دے]

بنو الدیل بن حنیفہ میں سے شمر بن عمرو ہے۔ جس نے عین اباغ کی لڑائی میں منذر

بن ماء السماء کو قتل کیا تھا۔ انہی میں سے بنو ھفان بن حارث بن ذھل بن الدیل ہیں۔ نیز بنو عبید بن ثعلبہ، یربوع بن ثعلبہ بن الدیل اور بنو ابی ربیعہ انہی میں سے ہیں۔ مؤخر الذکر شیبان میں تھے اور ان کا سردار ھانی بن قبیصہ تھا۔

شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ:

ان میں جساس بن مرہ بن ذہل بن شیبان ہے، یہ کلیب بن وائل کا قاتل ہے۔ ان میں سے ہمام بن مرہ بن ذہل بن شیبان اور قیس بن مسعود بن قیس بن خالد تھے۔ مؤخر الذکر بسطام بن قیس ہے جو جاہلیت میں بنو شیبان کا شہسوار تھا۔ اس نے ذُہلین اور لہازم سے بارہ مرتبہ چوتھ وصول کیا۔ انہی میں سے ہانی بن قبیصہ بن ہانی بن مسعود بن مُزدلف عمرو بن ابی ربیعہ بن ذہل بن شیبان ہے جس نے کسریٰ کے خلاف نعمان بن منذر کے اہل وعیال اور مال کو امان دی اور اسی وجہ سے ذی قار کی لڑائی ہوئی۔ انہی میں سے مصقلہ بن ہُبیرہ ہے وہ شریف سردار تھا۔ اس کے بارے میں فرزدق کہتا ہے:

وبیت ابی قابوس مصقلة الّذي   بنی بیت مجدٍ اسمه غیر زائل

[ابو قابوس مصقلہ کا گھرانہ وہ ہے جس نے شرافت کا گھر تعمیر کیا ہے، اس کا نام مٹنے والا نہیں]

اسی کے بارے میں اخطل کہتا ہے:

دع المغمر لاتقتل بمصرعه   وسل بمصقله البکريّ ما فَعَلا
بمتلف و مفید لَا یُمَنُّ ولا   یعنِّفُ النفسَ فیما فاتَه عَذَلا
انّ ربیعة لاتنفکُّ صالحةً   ما دافع الله من حوبائکَ الأجَلا

[اناڑی کو چھوڑ تو اس کی موت نہ مارا جائے تو مصقلہ البکری کے بارے میں پوچھ کہ اس نے ضرر رساں اور مفید کے ساتھ کیا کیا؟ وہ نہ تو احسان جتلاتا ہے اور نہ ہی ہونے والے نقصان پر ملامت کرتے ہوئے اپنے آپ کو سخت وست کہتا ہے۔ ربیعہ کی نیکی

سے الگ نہیں رہتا جب تک کہ اللہ اس کی جان کی حفاظت کرتا رہے]

ذہل بن شیبان میں سے عوف بن محلّم ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے: "لا حُرَّ بوادي عوف"۔ اسی قبیلہ سے ضحاک بن قیس خارجی، مثنی بن حارثہ، یزید بن رزیم، غضبان بن قبعثری اور یزید بن مسہر ابو ثابت ہے جس کا اعشیٰ نے ذکر کیا ہے۔ الحوفزان یعنی حارث بن شریک اور مطر بن شریک بھی انہی میں سے ہیں۔ اور اسی کی اولاد میں سے معن بن زائدہ اور شبیب الحروری ہیں۔

ذہل بن ثعلبہ بن عکابہ:

انہی میں سے حارث بن وعلہ ہے جو ایک معزز سردار تھا۔ اس کی اولاد میں سے حضین بن منذر بن حارث بن وعلہ ہے جو حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ساتھ جنگ صفین میں ربیعہ کا علم بردار تھا اور اس کے بارے میں علیؓ نے فرمایا تھا:

لمن راية" سوداءُ يخفق ظِلُّها　　　اذا قيل قدّمها حضينُ تقدّمَا

[سیاہ پرچم کس کا ہے جس کا سایہ لہلہاتا ہے، جب کہا جائے اسے لے کر آگے بڑھو تو حضین آگے بڑھتا ہے]

انہی میں سے قعقاع بن شور بن نعمان تھا جو معزز آدمی تھا، نیز اپنے دور کا سب سے بڑا عالم علامہ دغفل بن حنظلہ بھی انہی میں سے تھا۔ یہ لوگ بنو ذہل بن ثعلبہ بن عُکابہ میں سے تھے۔ ان کی والدہ رَقاش ہے اور یہ اسی کی طرف منسوب ہیں۔ اور اسی کی طرف نسبت سے کہا جاتا ہے: حضین بن منذر بن حارث بن وعلہ الرّقاشی۔

قیس بن ثعلبہ بن عکابہ:

ان میں سے حارث بن عباد بن ضبیعہ بن ثعلبہ بن حارثہ ہے۔ جنگِ قِضّہ میں یہ بکر بن وائل کے جتھے کا سردار تھا، چنانچہ اس نے مہلہل بن ربیعہ کو گرفتار کرلیا چونکہ اسے جانتا نہ تھا اس لیے چھوڑ دیا۔ انہی میں سے مالک بن مسمع بن شیبان بن ثعلبہ ہے جس کی کنیت ابو غسان ہے۔

انہی میں سے اعشیٰ ہے نیز اعشیٰ بکر جو بنو تیم اللّات میں سے قیس بن ثعلبہ بن عکابہ میں سے ہے۔ بنو تیم اللّات میں سے مطر بن فضہ ہے اور وہ جعد بن قیس ہے، وہ ایک معزز سردار تھا۔ اسی نے قادسیہ میں خاقان فارسی کو قیدی بنایا تھا۔ اس کی نسل میں عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان ہے۔

سدوس:

یہ شیبان بن ذہل بن ثعلبہ بن عکابہ میں سے ہیں۔ ان میں سے خالد بن المعمّر اور مجزأۃ بن ثور اور اس کا بھائی شقیق بن ثور ہیں اور اس کا بھتیجا سوید بن منجوف بن ثور ہے۔ نیز عمران بن حطّان۔

ہازم:

یہ ہیں: عنزہ بن اسد بن ربیعہ، عجل بن لُجیم، تیم اللہ اور قیس بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن بکر بن وائل۔ اور یہ خلفاء ہیں۔

الذہلان: شیبان اور ذہل یہ دونوں ثعلبہ بن عکابہ کے بیٹے ہیں۔ عجل بن لجیم کی والدہ حذام کہلاتی ہے، اس کے بارے میں لجیم کہتا ہے:

اَلا ابلغ بنی الطَّمَاحِ عنّا و دعمیاً فکیف وَجدْ تموُنا

[خبردا، بنو طَمّاح کو اور دعمی کو ہماری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو کہ تم لوگوں نے ہمیں کیسا پایا؟]

زہر بن زیاد کی اولاد میں سے حُذافہ ہے جو ابو دواد شاعر کا خاندان ہے۔

انمار بن نزار بن سعد کی اولاد نہیں ہے سوائے اس کے جو بجیلہ اور خثعم کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دونوں انمار بن نزار کے بیٹے ہیں۔ مگر بجیلہ اور خثعم اس سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ''ازد بن الغوث کے بھتیجے اراش بن عمرو بن غوث نے سلامہ بنت انمار سے شادی کی تو اس عورت کے بطن سے انمار بن اراش پیدا ہوا۔ چنانچہ ہم اس انمار

کی اولاد ہیں''۔ حسان بن ثابت نے کہا ہے:

وَلَدْ نا بنی العنقاء و ابن محرِقٍ

العنقاء سے مراد ثعلبہ بن عمرو مُزیقیاء ہے۔ اس کو العنقاء کا نام اس کی لمبی گردن کی وجہ سے دیا گیا اور مُحرِق سے مراد حارث بن عمرو مزیقیاء ہے۔ یہ پہلا بادشاہ ہے جس نے لوگوں کو آگ میں جلایا۔ حسانؓ نے جس ولادت کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ خزرج بن حارثہ کی بیٹی ہند، العنقاء کی بیوی تھی۔ اسی عورت سے العنقاء کے سب بیٹے پیدا ہوئے۔ ہند کی بہن حارث بن عمرو کی بیوی تھی۔ اس سے بھی اولاد ہوئی۔

بنو نزار بن معد کے نسب کا بیان ختم ہوا۔

ان قبائل کا تذکرہ جن کے نام باہم ملتے ہیں:

الدُّئل: اس نام کا قبیلہ کنانہ میں بھی ہے اور بکر بن وائل میں بھی ہے۔ ان میں مشہور ترین قتادہ بن سلمہ، ہوذہ بن علی ہیں۔ مؤخر الذکر صاحب التاج ہے جس کی اعشٰی بکر بن وائل نے مدح بیان کی ہے۔

سُدوس: ربیعہ میں ہے جو شیبان بن بکر بن وائل کا بیٹا ہے۔ ان میں مشہور آدمی سوید بن منجوف ہے۔ اور سُدوس تمیم میں بھی ہے اور یہ سدوس بن دارم ہے۔

مُحارب: اس نام کے تین قبیلے ہیں۔ جن میں سے مُحارب بن فہر بن مالک، قریش میں ہے اور قیس میں محارب بن خفصہ ہے۔ عبد القیس میں محارب بن عمرو بن ودیعہ ہے۔

غاضرۃ: اس نام کا قبیلہ بنو صعصعۃ بن معاویۃ میں ہے اور ثقیف میں بھی ہے۔

تیم: قریش میں تیم بن مرۃ ابوبکرؓ کا خاندان ہے اور قریش میں ہی تیم بن غالب بن فہر ہے، اور وہ بنو الادرم ہیں۔ مضر میں تیم بن عبد مناۃ بن اُد بن طابخہ ہے۔ ضبہ میں تیم بن ذہل ہے۔ قیس بن ثعلبہ میں تیم ہے اور شیبان میں تیم ہے۔

تیم اللہ: اس نام کے تین قبیلے ہیں۔ ایک ثعلبہ بن عکابہ میں دوسرا نمر بن قاسط میں

ہوا؟'' سہل بن ہارون کا بیان ہے کہ خلیفہ ہارون نے کچھ دیر تک سر جھکائے رکھا پھر کہا: (شعر)

[جب موت اپنے پنجے گاڑ لے تو تم دیکھو گے کہ کوئی تعویذ بھی فائدہ نہیں پہنچاتا]

اس پر فاطمہ نے فی البدیہہ کہا: ''اے امیر المومنین، میں یحییٰ کے لیے تعویذ نہیں ہوں اور الاول شاعر نے کہا:

اذا افتقرت الی الذخائر لم تجد ذخراً یکونُ کصالح الأعمال

[جب تم ذخیروں کے محتاج ہو گے تو تمھیں نیک اعمال کی مانند کوئی خزانہ نہ ملے گا]

یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بعد ہے: ﴿غصہ کو پینے والے، لوگوں کو معاف کرنے والے اور اللہ نیکو کاروں کو پسند کرتا ہے﴾ (آل عمران: ۱۳۴)

ہارون نے تھوڑی دیر تک سر جھکایا پھر کہا: ''اے امّ الرشید، میں کہتا ہوں:

اذا نصرفت نفسی عن الشیٔ لم تکد الیه بوجهِ آخر الدهر تقبلُ

[جب میری طبیعت کسی چیز سے منحرف ہو جاتی ہے تو پھر کسی طریقہ سے اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتی]''

عرض کیا: ''میں کہتی ہوں، اے امیر المومنین:

ستقطع فی الدنیا اذا ما قطعتنی یمینکَ، فانظر أی کف تَبَدلُ

[جب تو مجھ سے قطع تعلق کرے گا تو دنیا میں اپنا ہی دایاں ہاتھ کاٹ ڈالے گا پس دیکھ تو اس کے بدلے میں کون سا ہاتھ لے گا]''

ہارون نے کہا: ''میں راضی ہوں۔'' عرض کی: ''اے امیر المومنین، آپ مجھے وہ (یحییٰ) بخش دیں، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے کوئی چیز اللہ کی خاطر چھوڑ دی، اس کی مفقود ہونے پر اللہ اس پر غضب ناک نہ ہوگا۔'' ہارون نے تھوڑی دیر تک سر جھکایا: پھر سر اٹھا کر کہا: ''اس سے پہلے اور اس کے بعد اللہ ہی کے لیے امر ہے۔'' عرض کی: ''اے امیر المومنین، ﴿اس دن مومن اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے، وہ جس کی چاہے مدد کرتا ہے اور وہ غالب رحم فرمانے والا ہے﴾ (الروم: ۵) اے امیر المومنین، آپ اپنی قسم کو یاد کریں کہ میں جس کسی کی

سفارش کروں گی، آپ اسے قبول فرمائیں گے۔'' کہا: ''اے امّ الرشید، آپ اپنی قسم کو یاد کریں کہ آپ کسی مجرم کی سفارش نہ کریں گی۔'' سہل بن ہارون کا بیان ہے: جب فاطمہ نے دیکھا کہ خلیفہ اس کی درخواست ردّ کر رہا ہے اور اس کے مطالبہ سے پہلوتہی کر رہا ہے، تو اس نے سبز زبرجد کا بنا ایک صندوق نما نکالا اور اس نے یہ صندوق اس کے سامنے رکھ دیا۔ خلیفہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس پر فاطمہ نے اس کا سنہری تالا کھولا اور اس میں خلیفہ کی قمیض، اس کے سر کے اگلے حصے کے بال اور اس کے دانت نکالے، یہ سب اس نے کستوری میں لپیٹ رکھا تھا۔ اس نے عرض کی: ''اے امیر المومنین، میں آپ کے حضور سفارش کرتی ہوں اور آپ کے خلاف اللہ سے مدد مانگتی ہوں اور اس بات کا واسطہ دیتی ہوں کہ آپ کا جسمِ مبارک اور آپ کے اعضاء کی خوشبو جو میرے ساتھ رہی کہ آپ اپنے غلام یحییٰ کی جان بخشی کر دیں۔'' ہارون نے یہ سامان لیا، اسے چوما، پھر آنسو بہائے اور بہت زیادہ رویا، اہلِ مجلس بھی روئے۔ یحییٰ کے پاس جان بخشی کی بشارت دینے والا بھی چلا گیا۔ وہ یہ سمجھا کہ یہ رونا یحییٰ کے لیے رحمت ہے اور اس کی جان بخشی کی علامت ہے۔ جب خلیفہ نے رونا ختم کیا تو اس نے یہ سب چیزیں صندوق نما میں واپس رکھ دیں اور فاطمہ سے کہا: ''آپ نے اس امانت کی بہت خوب حفاظت کی۔'' فاطمہ نے جواب دیا: ''اے امیر المومنین، آپ اس کے اہل ہیں۔''

خلیفہ خاموش رہا، صندوق کو تالا لگایا اور اسے فاطمہ کے حوالے کر دیا اور یہ آیت پڑھی: '' ان اللہ یأمر کم أن تؤ دوا الأمانات الیٰ اھلھا (النساء: ۵۸) (یعنی اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے اہل کے حوالہ کر دو)''

عرض کی: ''اللہ فرماتا ہے: واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (یعنی جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو، تو عدل کے ساتھ کرو) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم (یعنی جب تم باہم عہد کرو تو اللہ کے عہد کو پورا کرو)'' (نحل: ۹۱) کہا: ''ام الرشید، یہ کیا ہے؟'' عرض کی: ''آپ نے جو میرے لیے قسم اٹھائی تھی کہ آپ مجھے ملاقات سے نہیں روکیں گے اور نہ میرے ساتھ ترش روئی سے پیش آئیں گے۔'' کہا: ''اے امّ الرشید،

حفاظت کروں گا]

لوگوں میں سب سے بڑا سخی عبداللہ بن سوار ہے، اسے معاویہؓ نے سندھ پر سپہ سالار بنایا تھا، یہ چار ہزار فوجیوں کے ساتھ سندھ کی طرف کوچ کر رہا تھا، یہ جہاں بھی پڑاؤ کرتا آگ روشن رہتی اور لوگوں کو کھانا کھلاتا۔ ایک دن اس نے پڑاؤ میں کہیں اور آگ جلتی دیکھی تو پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ امیر کا بھلا کرے، ہمارا ایک ساتھی بیمار ہوا ہے اور اس نے خبیص[1] کی فرمائش کی ہے، جو اس کے لیے بنایا جارہا ہے۔ یہ سن کر عبداللہ نے اپنے باورچیوں کو حکم دیا کہ وہ لشکریوں کو صرف خبیص ہی کھلائیں۔ حتی کہ لوگ خبیص کھا کھا کر تنگ آگئے اور چلا کر کہنے لگے: اللہ امیر کا بھلا کرے، ہمیں پہلے کی طرح روٹی اور گوشت دیا جائے۔ چنانچہ اس کا نام مطعمُ الخبیص (خبیص کھلانے والا) پڑ گیا۔

اپنی قوم میں سب سے بڑھ کر جس کی بات مانی جاتی ہے وہ جارود بشر بن العلاء ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا اور عرب مرتد ہوئے تو اس نے اپنے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا: اے لوگو! اگر (حضرت) محمدؐ فوت ہوئے ہیں تو اللہ تو زندہ ہے، مرے گا نہیں۔ اپنے دین پر مضبوطی سے قائم رہو۔ اگر اس ارتداد میں کسی شخص کا ایک دینار یا درہم یا اونٹ یا بکری کا نقصان ہوگا تو میں اُسے دوگنا دوں گا۔ چنانچہ کسی ایک آدمی نے بھی اس کے حکم کی خلاف ورزی نہ کی۔

لوگوں میں سب سے زیادہ حاضر جواب صعصعہ بن صوحان ہے۔ یہ اہلِ عراق کے وفد میں معاویہؓ کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا۔ اے اہلِ عراق خوش آمدید! تم اللہ کی مقدس سر زمین پر آئے ہو۔ اسی سے منشر ہے اور اسی کی طرف محشر ہے۔ تم بہترین حکمران کے پاس آئے ہو۔ وہ تمہارے بڑوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا ہے اور چھوٹوں پر رحم کرتا ہے اور اگر تمام لوگ ابوسفیان کی اولاد ہوتے تو ضرور سب بردبار اور عقلمند ہوتے۔ اہلِ وفد نے صعصعہ کی طرف اشارہ کیا تو وہ اٹھا، پہلے اللہ کی حمد کی پھر نبی کریم ﷺ پر صلاۃ بھیجی اور کہا: اے معاویہ، جہاں

[1] کھجور اور گھی سے تیار کردہ حلوا، یہ ایک مہنگی خوراک سمجھی جاتی تھی۔ (ن س ظ)

تک آپ کی اس بات کا تعلق ہے کہ ہم مقدس سرزمین میں آئے ہیں، پس مجھے اپنی جان کی قسم، زمین لوگوں کو مقدس نہیں کیا کرتی، لوگوں کو ان کے اعمال ہی مقدس کیا کرتے ہیں۔ باقی آپ کا یہ کہنا کہ اسی سے نشر وحشر ہوگا تو مجھے اپنی جان کی قسم، اس کا قرب کسی مومن کو نفع پہنچاتا ہے اور نہ اس سے دوری مومن کو نقصان پہنچاتی ہے۔ باقی رہی آپ کی یہ بات کہ اگر تمام لوگ ابوسفیان کی اولاد ہوتے تو ضرور بردبار اور دانا ہوتے۔ حالانکہ انسان اس شخص کی اولاد ہیں جو ابوسفیان سے بہتر ہے یعنی آدم صلوات اللہ علیہ کی مگر پھر بھی ان میں سے کچھ بردبار ہیں اور کچھ احمق، کچھ جاہل ہیں اور کچھ عالم۔

لوگوں میں سب سے بڑھ کر بردبار تو وہ اشج العبدی ہے۔ عبدالقیس کا وفد جب نبی اکرم ﷺ کے پاس اپنے صدقات لے کر آیا تو اس وفد میں اشجؓ بھی تھا۔ حضورؐ نے یہ صدقات تقسیم کر دئے۔ یہ سب سے پہلا عطیہ ہے جو حضورؐ نے اپنے صحابہ میں تقسیم کیا پھر فرمایا: اے اشجؓ، میرے قریب آجا۔ جب وہ آپؐ کے نزدیک ہوا تو فرمایا: تیرے اندر دو خصلتیں ہیں اللہ جنہیں پسند فرماتا ہے: وقار و تمکنت اور بردباری۔ رسول اللہ ﷺ کی گواہی کافی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اشجؓ کبھی غصہ نہیں ہوا۔

عربوں کے جمرات:

یہ ہیں بنو نمیر بن عامر بن صعصعہ، بنو حارث بن کعب بن علہ بن جلد، بنو ضبہ بن اد بن طابخہ اور بنو عبس بن بغیض۔ ان قبائل کو جمرات اس لیے کہا جاتا ہے کہ بذات خود اکھٹے ہوئے اور انہوں نے اپنے ساتھ کسی اور کو داخل نہیں کیا۔ التجمیر کا مطلب ہے، جمع کرنا۔ اسی سے جمرۃ العقبہ ہے کیونکہ اس میں کنکریاں اکھٹی ہوتی ہیں۔ اور اسی سے ہے: لاتجمّروا المسلمین فتفتنوھم و تفتنوانساء ھم۔ یعنی مسلمانوں کو لڑائیوں میں اکھٹا نہ کردو کہ تم انہیں اور ان کی عورتوں کو فتنے میں ڈال دو۔

ابو عبیدہ نے کتاب التاج میں کہا ہے: عرب کے جمرات میں سے دو جمرے

بجھادئے گئے ہیں یعنی بنوضبہ کہ انہوں نے رباب کے ساتھ معاہدہ کرلیا اور بنو حارث کہ انہوں نے مذحج کے ساتھ معاہدہ کرلیا۔ بنونمیر باقی رہ گئے کہ انہوں نے کسی کے ساتھ معاہدہ کیا اور نہ ہی کسی کو اپنے اندر شامل کیا۔

جریر پر تنقید کرتے ہوئے ان کا شاعر کہتا ہے:

نمیر" جمرة العرب التی لم ... تزل في الحرب تلتهب التهايا

وانّی اذا اَسبُّ بها كليباً ... فتحت عليهمُ للخسف بابا

فلولا أن يقال هجا نميراً ... ولم نسمع لشاعرها جوابا

رغِبنا عن هجاءِ بنی كليب ... وكيف يشاتِمُ الناسُ الكلابا

[نمیر عربوں کا وہ جمرہ ہے جو اب تک لڑائی میں بھڑک رہا ہے۔ اور میں جب اس کے ذریعہ کلیب کو آڑے ہاتھوں لیتا ہوں تو ان پر ذلّت کا دروازہ کھول دیتا ہوں۔ اگر یہ نہ کہا جاتا کہ ہم نے نمیر کی ہجو کی اور ان کے شاعر کی طرف سے جواب نہ سنا۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم بنوکلیب کی ہجو سے بے رغبتی رکھتے ہیں، کیسے لوگ کتوں کو گالیاں دیں]

یمن کا نسب:

قحطان بن عابر۔ اور عابر، یہی ہود نبی علیہ السّلام ہیں۔ بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام بن لمک بن متُوشَلَخ بن اَخنوخ۔ اور یہ ادریس نبی علیہ الصلاۃ والسلام ہیں۔ بن یَرَد بن مہلاییل بن قَینان بن انوش بن شیث۔ اور وہ ھبۃ اللہ ہیں۔ بن آدم ابی البشر صلی اللہ علیہ وسلم۔

قحطان کے بیٹے ہیں: ☆یعرب، اور وہ المرعف ہے ☆سباً ☆مسلف ☆مرداد ☆وِدقلی ☆تکلا ☆ابیال ☆عوبال ☆ازال ☆ھدورام، یہی جرہم ہیں ☆اوفیر ☆ھُویلا ☆روح ☆ارم ☆نوبت۔ یہ سب قحطان کے بیٹے ہیں جیسا کہ عبداللہ بن ملاذ نے بیان کیا ہے۔

محمد بن سائب کلبی نے کہا ہے کہ قحطان کے بیٹے ہیں: ☆المرعف۔ اور وہ یعرُب

ہے۔☆ لأی ☆ جابر☆ متلمس ☆عاصی ☆ متغشم ☆عاصب ☆معوذ ☆شیم ☆ قطامی ☆ظالم ☆حارث ☆نُباتہ۔ ظالم کے ماسوا سب ختم ہو گئے۔ وہ لشکروں کو ساتھ لے کر لڑائی کرتا تھا۔

کلبی نے کہا ہے: جرہم اور حضر موت بھی قحطان کے بیٹے تھے۔ چنانچہ حضر موت بن قحطان کی نسل کے معززین میں سے ایک اسود بن کبیر ہے۔ اس کا تذکرہ اعشیٰ نے اپنے اس قصیدے میں کیا ہے جس کا آغاز یوں ہوا ہے: مابکاء الکبیر بالأطلال۔ اورانہی میں سے مسروق بن وائل ہے جس کے بارے میں اعشیٰ کہتا ہے:

قالت قتیلة: من مدحتَ فقلتُ: مسروق بن وائل

[قتیلہ نے پوچھا: تو نے کس کی تعریف کی؟ میں نے کہا مسروق بن وائل کی]

یعرب بن قحطان کا بیٹا یشجب اور یشجب کا بیٹا سبأ، اور سبأ کے یہ بیٹے تھے: ☆حمیر ☆کہلان ☆صیفی ☆بشر ☆نصر ☆افلح ☆زیدان ☆عود ☆رُہم ☆عبداللہ ☆نعمان ☆یشجب ☆شدّاد ☆ربیعہ ☆مالک اور ☆زید۔ تمام بنوسباء سبئیون کہلاتے ہیں سوائے حمیر اور کہلان کے۔ اگر آپ کسی سے پوچھیں کہ آپ کا تعلق کس قبیلے سے ہے تو وہ جواب میں کہتے: سبئی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حمیری اور کہلانی نہیں ہے۔

حمیر:

حمیر بن سبأ بن یشجب بن یعرب بن قحطان۔ حمیر بن سبأ کے بیٹے یہ ہیں: ☆مالک ☆ہمسیع ☆زید ☆اوس ☆عریب ☆وائل ☆دری ☆کہلان ☆عمیکرب ☆مسروح ☆مُرہ۔ کہا جاتا ہے کہ معدیکرب بن نعمان کا خاندان حضر موت میں تھا۔

حمیر کے بطون میں سے: ☆معدان بن جشم بن عبد شمس بن وائل بن غوث بن قطن بن عریب ☆ملحان بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن جُشم بن عبد شمس بن وائل، یہ عامر شعبی فقیہ کا خاندان ہے، ☆عِداد بن ملحان اور ☆ہمدان میں شیبان۔ ان میں سے جو یمن میں تھے وہ حمیری ہیں اور انہیں شیبانی کہا جاتا ہے۔

حمیر کے بطون میں سے: شرعب بن قیس بن معاویہ بن جشم بن عبد شمس ہیں۔ اسی کی طرف شرعبی نیزے منسوب ہیں۔

حمیر کے بطون یہ ہیں ☆ درون، انہیں اذواء اور ردد بھی کہا جاتا ہے۔ انہی میں سے بنو فہد، عبد کلال اور ذوکلاع ہیں۔ مؤخر الذکر یزید بن نعمان ہے اور وہ ذوکلاع الاکبر ہے۔ تـکلع الشئ کا مطلب ہے اکٹھا اور یکجا ہونا۔ اور ذورعین اس سے مراد شراحبیل بن عمرو ہے۔ جس کا شعر ہے:

فان تک حِمْیَر غَدرت و خانت　　　　فمعذرة الاله لذی رُعینِ

[اگر حمیر نے غداری اور خیانت کی، تو رعین کے لیے، اللہ سے معافی مانگنا ہے]

☆ ذواصبح ہے، اس کا نام حارث بن مالک بن زید بن غوث ہے۔ یہ پہلا شخص ہے جس کے لیے ''اصبحی کوڑے'' تیار کئے گئے۔ اس کی اولاد میں سے تہامہ کا بادشاہ ابرھہ بن صباح ہے۔ جس کی ماں حبشہ کے بادشاہ ابرھۃ الاشرم کی بیٹی تھی۔ اس کا بیٹا ابوشمر جنگ صفین میں علیؓ بن ابی طالبؓ کے ساتھ تھا اور اس لڑائی میں مارا گیا۔ معاویہؓ کے دور حکومت میں ابورُشد بن کُرب بن ابرھہ شام میں حمیر کا سردار تھا۔ انہی میں شاعر مفرّغ ہے۔

☆ ذویزن، اس کا نام عامر بن اسلم بن زید بن غوث بن قطن بن عریب ہے۔ اور انہی میں سے نعمان بن قیس بن سیف بن ذی یزن ہے جس نے حبشیوں کو یمن سے نکالا۔ حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے بیس سے زائد اونٹنیوں سے ایک حلّہ خریدا اور وہ ذویزن کو عطا فرمایا۔ ذویزن کی طرف ہی ''یزنی نیزے'' منسوب ہیں۔

☆ ذوجدن: یہ علس بن حارث بن زید بن غوث ہے۔ اس کی اولاد میں سے علقمہ بن شراحیل ہے ☆ ذوقیفان جس کی تلوار عمرو بن معدیکرب کے پاس تھی۔ عمرو نے اپنے شعر میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے:

وسَیفٌ لابنِ ذي قیفانَ عندِی　　　　تخیَّرَ نصلَهُ من عهدِ عاد

[ذوقیفان کے بیٹے کی تلوار میرے پاس ہے، جس کا پھل اس نے عاد کے دور سے منتخب کیا ہے]

☆حضور بن عدی بن مالک بن زید بن سہل بن عمرو بن قیس بن معاویہ۔ یہ ہمدان میں ہیں۔ حضور میں سے ہی شعیبؑ بن ذومہزم اللہ کے نبی ہیں جن کو ان کی قوم نے شہید کر دیا تھا۔ اللہ نے ان پر بخت نصر کو مسلط کیا جس نے انہیں قتل کیا اور ان میں سے کوئی باقی نہ رہا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں:

فلمّا احسّوا بأسنا اذاهم منها يركضُون. لاتركضوا وارجعوا الى ما اترفتم فيه و مساكنكم لعلكم تُسألون. قالُوا يا ويلنا انا كنّا ظالمين. فما زالت تلكَ دعواهم حتى جعلناهم حصيداً خامدين (الانبياء:۱۵)

﴿جب ان کو ہمارا عذاب محسوس ہوا تو لگے وہاں سے بھاگنے، (کہا گیا) بھاگو نہیں، جاؤ اپنے انہی گھروں اور عیش کے سامانوں میں جن کے اندر تم چین کر رہے تھے، شاید کہ تم سے پوچھا جائے۔ کہنے لگے، ہائے ہماری کم بختی، بے شک ہم خطاوار تھے۔ یہاں تک کہ ہم نے ان کو کھلیان کر دیا، زندگی کا ایک شرارہ تک ان میں نہ رہا۔﴾

کہا جاتا ہے کہ شعیبؑ نبی کی قبر یمن کے ایک پہاڑ حضور میں ہے جسے ضین کہا جاتا ہے، اس کے سوا یمن کا کوئی پہاڑ ایسا نہیں جس میں نمک ہو۔ اسی میں فاکھة الشام ہے، یہاں سے کوئی اہم جانور نہیں گزرتا۔

اوزاع:

اور یہ ہیں: مرثد بن زید بن زُرعہ بن سباً بن کعب اور یہ سب ہمدان میں ہیں سوائے جُرش بن اسلم بن زید بن غوث، اصغر بن اسعد بن عوف کے۔

شجیع بن عدی بن مالک بن زید بن سہل بن عمرو۔

صیفی بن سباً، اصغر بن کعب بن زید بن سہل بن تبّع اور وہ اسعد ابو کرب ہے۔

تبابعہ:

تبع الاصغر اسعد ابو کرب، اس کا نام تبان بن ملکیکرب ہے، اور وہ تبع الاکبر بن قیس بن زید بن عمرو، ذی الاذعار بن ابرھہ ذی المنار ہے۔

تبع بن رائش بن قیس بن صیفی۔ ملکیکرب تبع الاکبر اس کی کنیت ابو مالک ہے۔ اس کے بارے میں اعشیٰ کہتا ہے:

وخان الزمانُ ابا مالکٍ　　　وأيّ امرئٍ لم يخنهُ الزّمَنْ

[زمانے نے ابو مالک کے ساتھ خیانت کی اور وہ کون ہے جس کے ساتھ زمانے نے خیانت نہ کی ہو]

بنو صیفی بن سبأ میں سے بلقیس ہے اور وہ بلقمہ بنت آل شرخ بن ذی جدن بن حارث بن قیس بن سبأ الاصغر ہے۔

ان میں سے: حمیر التبابعہ ہیں اور یہ نو ہیں، ان میں سے ہی تبع الأصغر اور تبع الاکبر ہیں۔ اور ان میں سے ہی المشامنہ ہیں جو بادشاہوں کے بعد ولی عہد ہونے والے آٹھ خاندان ہیں۔ یہ ثمامنہ چار ہزار ہیں۔ انہی میں القیل ہے، القیل اسے کہا جاتا ہے جو بادشاہ سے کلام کرے، اس کی بات سنے، اور کسی دوسرے سے بات نہ کرے۔ انہی میں سے ابوفُریقیش بن قیس بن صیفی ہے، جس نے افریقہ فتح کیا اور اس کی وجہ سے افریقہ کا نام افریقہ پڑا اور اسی روز افریقی لوگوں کا نام برابرۃ (بربر) پڑا، کیونکہ اس ابوفریقیش نے ان سے کہا تھا: مـــا اکثـــر بربرتکم (تمھارا بڑبڑانا کتنا زیادہ ہے)۔

قضاعہ:

یہ قضاعہ بن مالک بن عمرو بن مرہ بن زید بن مالک بن حمیر ہے۔ قضاعہ کا نام عمرو ہے۔ قضاعہ کے قبائل، بطون اور ان کی مشہور شخصیات: ☆ کلب بن وبرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔ وبرہ کے بیٹے یہ تھے: ☆ کلب ☆ اسد ☆ نمر ☆ ذئب ☆ ثعلب ☆ فہد ☆ ضبع ☆ دُب ☆ سید اور ☆ سرحان۔

کلب کے اشراف لوگ یہ تھے: ☆فرافصہ بن احوص بن عمرو بن ثعلبہ۔ اسی کی بیٹی نائلہ سے عثمانؓ بن عفان نے شادی کی تھی، ☆زہیر بن جناب بن ہبل بن عبداللہ بن کنانہ۔

اسلاف میں سے ☆دحیہ بن خلیفہ کلبی تھے، جبرئیلؑ ان کی شکل میں نازل ہوتے تھے ☆حسان بن مالک بن جذیمہ۔

قضاعہ کے اشراف میں سے قین بن جسر بن شیع اللات بن اسد بن وبرہ ہے۔ القین کے شرفاء میں سے دعج بن کثیف ہے، اور اسی نے سنان بن حارثہ المرّی کو قید کرلیا تھا۔ انہی میں سے جذیمہ کے دوندیم یعنی خارج کے بیٹے مالک اور عقیل ہیں۔ ان کے بارے میں متخّل کہتا ہے:

الم تعلیمی أن قد تفرق قبلنا　　　خلیلا صفاءٍ مالک و عقیلُ

[کیا تو نہیں جانتی کہ ہم سے پہلے مخلص دوست مالک اور عقیل منتشر ہو چکے ہیں]

انہی میں سے سعد بن ابی عمر تھا جو بنو القین کا سربراہ و سردار تھا۔

قضاعہ میں سے تنوخ ہیں اور یہ تین بطون ہیں۔ ان میں سے بنو تیم اللہ بن اسد بن وبرہ ہیں۔ انہی میں سے مالک بن زہیر بن عمرو بن فہم بن تیم اللہ بن ثعلبہ بن مالک بن فہم ہیں اور ان میں سے اذینہ ہے جس کے بارے میں اعشیٰ کہتا ہے۔

ازالَ اُذَ ینۃَ عن مُلکہ　　　واَخرجَ من قصرہٖ ذایزنْ

[اس نے اذینہ سے اس کا ملک واقتدار چھین لیا اور ذایزن کو اس کے محل سے نکال دیا]

بنو قضاعہ میں سے جرم ہے اور وہ عمرو بن عِلّاف بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ہے۔ علاف کی طرف الرحال العلافیۃ (علافی کجاوے) منسوب ہیں، شاعر کہتا ہے:

مَجُوف عِلَافِيّ'' و نِطْعُ و نمْرُق

جَرم میں سے: رعل بن عروۃ ہے وہ ایک معزز آدمی تھا۔ انہی میں سے عصام بن شہبر بن حارث ہے وہ ایک شجاع شاعر تھا۔ اس کے بارے میں نابغہ کہتا ہے:

فانی لاالومک فی دخول　　　ولکن ما ورأک یا عصام

عصام کے بارے میں کہا گیا ہے:

نفسُ عصَامٍ سَوَّدت عصاما وعلّمتهُ الكرَّ والاقداما
وجعلة مَلِكاً هماما

[عصام کے نفس نے ہی عصام کو سردار بنایا اور اسے حملہ و اقدام کی تعلیم دی اور اسے اہم بادشاہ بنادیا ہے]

جرم کے چار بیٹے ہوئے: ☆قدامہ ☆وجدۃ ☆مِلکان اور ☆ناجیہ۔ بنو قدامہ میں سے کنانہ ابن صریم ہے جو عمرو بن معدیکرب کے ساتھ ہجو گوئی کا مقابلہ کرتا تھا۔ انہی میں سے وعلہ بن عبداللہ بن حارث ہے جس نے حارث بن عبدالمدان کو قتل کیا۔

ان میں سے ہی بنوشن ہیں۔ یہ یمامہ میں بنوہزان بن عنزہ کے ساتھ تھے۔ انہی میں سے ابوقلابہ فقیہ عبداللہ بن زید اور مساور بن سوار تھے۔ آخر الذکر کوفہ کی پولیس کے محمد بن سلیمان کی طرف سے سربراہ تھے۔

بنوجُدۃ بن جرم میں سے بنوراسب ہیں اور یہ بنوخزرج بن جدۃ بن جرم ہیں۔

قضاعہ میں سے سلیح ہے اور وہ عمرو بن حلوان بن عمران ہے۔

بنوسعد بن سلیح میں سے ضجاعمہ ہیں جو غسان سے پہلے شام کے بادشاہ تھے۔

بنونمر بن وبرہ میں سے خُشین ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ابوثعلبہ خُشینی انہی میں سے تھے۔ بنونمر بن وبرہ میں سے سُلیم بن منصور کے بیٹے عاضرہ اور عاتیہ ہیں۔

بنواشتم بن نمر میں سے مشجعہ بن غوث ہیں۔ ان میں سے ہی معاویہ بن حجار ہے جسے ابن قارب کہا جاتا ہے۔ اسی نے داود بن ہبولہ سلیحی کو قتل کیا، اور وہ بادشاہ تھا۔

بہراء بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ۔ بہراء کے بیٹے یہ تھے ☆اہود ☆قاسط ☆عبدۃ ☆قسر اور ☆عدی۔ یہ سب بطون تھے۔

ان میں سے دو عظیم بطن قیس اور شبیب تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابی مقداد بن عمرو بھی انہی میں سے تھے۔ انہیں مقداد بن اسود کہا جاتا ہے کیونکہ اسود بن عبد یغوث نے انہیں بیٹا بنالیا تھا۔ مقداد، کندہ کی طرف منسوب ہیں۔ اس لیے کہ کندہ نے انہیں جاہلیت میں غلام

بنالیا تھا اور مقداد انہیں میں رہے لہٰذا ان کی طرف منسوب ہو گئے۔

قضاعہ میں سے: بَلّی بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ ہے۔ ان میں سے مجّدر بن زیاد ہے جس نے غزوہ بدر میں ابوالبختری عاص بن ہشام بن حارث بن اسد بن عبدالعزی کو قتل کیا تھا، وہ کہتا ہے:

بَشِرَ بیتُم من ابیہ البختریِ اور بشّرن بمثلھا منّی ابی
انا الّذي ازعم اصلي من بلي اَضرِبُ بالھندی حتی ینثنيُ

[یتیم کو اس کے والد بختری کی طرف سے خوش خبری دے دو۔ یا اسی قسم کی بشارت میری طرف سے میرے باپ کو دے دو۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں اپنے قریب آنے والے پر حملہ کرتا ہوں اور اُسے ہندی تلوار مارتا ہوں حتی کہ وہ تلوار مڑ جاتی ہے]

انہی میں سے بنو اراشہ بن عامر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابی کعبؓ بن عُجرہ انصاری انہی میں سے ہیں۔ نیز سہل بن رافع صاحب الصاع بھی انہی میں سے ہیں۔

ان میں بنو عجلان بن حارث ہیں۔ ان میں ثابت بن ارقم بدر میں شریک ہوئے اور انہوں نے ہی فتنہ ارتداد میں طلیحہ کو قتل کیا تھا۔

ان میں سے بنو واثلہ بن حارثہ ہے جو بنو عجلان کا بھائی ہے۔ ان میں سے نعمان بن اعصر، بدر میں شریک ہوئے۔

قضاعہ میں سے: مہرہ بن حیدان بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ ہے۔ مہریہ اونٹ اسی کی طرف منسوب ہیں۔

کرز بن روعان بھی انہی میں سے ہے۔ بنو منسم سے اس کا تعلق تھا، یہ معدیکرب بن جبلہ کندی کی طرف چلا تو یہ شعر پڑھ رہا تھا:

تقولُ بنیّتي لما رأتنی اَکرَّ علیھم و اذبُّ وحدي
لعمرک اِن ونیستَ الیوم عنھم لتنقلبنّ مصبروعاً بخدِ

[جب میری بیٹی نے مجھے دشمنوں پر حملہ کرتے اور تنہا دفاع کرتے دیکھا تو اس نے

کہا: تیری جان کی قسم، اگر آج تو ان کے مقابلے میں کمزور ثابت ہوا تو تو رخسار کے
بل گر جائے گا]

انہی میں سے ذھبن بن قرضم بن عجیل تھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وفد کی صورت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے اس کے لیے تحریر لکھی اور اسے واپس اس کی قوم کے پاس بھیج دیا۔

جہینہ بن لیث بن سود بن اسلم بن الحاف بن قضاعہ۔ انہی میں سے سوید بن عمرو بن جذیمہ بن سبرہ بن خدیج بن مالک بن عمرو بن ثعلبہ بن رفاعہ بن مُضر بن مالک بن غطفان بن قیس بن جہینہ ہے، وہ ایک معزز آدمی تھا۔

قضاعہ میں سے نہد بن زید بن سود بن اسلم بن الحاف بن قضاعہ ہے۔ انہی میں سے صعق ہے اور وہ جشم بن عمرو بن سعد ہے۔ اپنے دور میں نہد کا سردار تھا۔ پستہ قامت، سیاہ فام، اور بہت ہی بدشکل تھا۔ نعمان نے اس کی شرافت کا تذکرہ سنا تو اسے ملنے آیا مگر جب اسے دیکھا تو نفرت کی بنا پر اس سے نگاہ پھیر لی اور کہا: ''کسی معیدی کا سن لینا تمہارے لیے اس کے دیکھنے سے بہتر ہے۔'' اس پر جشم نے کہا: ''اللہ آپ کا بھلا کرے۔ مرد کوئی پانی کے مشکیزے نہیں ہوا کرتے، انسان تو اپنی چھوٹی سی دو چیزوں یعنی دل اور زبان سے ہوتا ہے، جب بولے تو خوب بولے اور جب حملہ آور ہو تو دلیری سے ہلّہ بولے۔'' نعمان نے کہا: ''آپ نے درست کہا ہے۔ یہ بتائیے کہ امور و معاملات کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟'' کہا: ''میں معمولی معاملہ کو ناپسند کرتا ہوں اور مشکل معاملہ کا قطعی فیصلہ کر کے اس سے نبٹ لیتا ہوں۔ وہ شخص ہرگز معاملات سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جو انجام کار کو مدنظر نہیں رکھتا۔''

انہی میں سے ودعہ بن عمرو ہیں، جو صاحبِ بَسبَس ہیں اور رسول اللہؐ کے ہراول تھے۔

عُذرہ بن سعد ہذیم بن زید بن لیث، انہی میں سے خالد بن عرفطہ ہیں۔ سعدؓ بن ابی وقاص نے اُنہیں جنگ قادسیہ میں میمنہ کا امیر بنایا تھا۔ انہی میں سے صاحبِ عفراء عروہ بن حِزام ہے۔ اور انہی میں سے رزاح بن ربیعہ ہے جو قُصَی کا والدہ کی طرف سے بھائی تھا۔ اسی نے قصیّ کی مدد کی تھی حتی کہ وہ بیت اللہ پر تسلط حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ انہی میں سے

صاحبِ بثینہ، جمیل بن عبداللہ بن معمر بن نہیک ہے۔

بنو حارث بن سعد اصل میں عُذرہ کے بھائی ہیں۔

پس یہ تھے قضاعہ بن مالک بن عمرو بن مرہ کے بطون اور یہ تھے حمیر بن سبأ کی اولاد۔

کہلان بن سبأ:

ازد بن غوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان۔

ازد کے قبائل میں سے انصار یعنی اوس اور خزرج ہیں۔ یہ دونوں حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کے بیٹے ہیں اور ان کی والدہ قیلہ ہے۔

اوس اور خزرج دونوں حارثہ بن ثعلبہ۔ جو العنقاء ہے۔ بن عمرو بن ثعلبہ۔ اور وہ المز یقیاء ہے۔ بن عامر کے بیٹے ہیں اور یہ عامر ہی ماء السمآء ہے۔

اوس اور خزرج کے بطون میں سے اور ان کی اہم شخصیتوں میں سے: عمرو بن عوف بن مالک بن اوس اور وہ بنو سمیعہ ہے، اور اسی سے معروف ہیں۔ یعنی سمیعہ خاتون کے بیٹے ہیں اور یہ ہیں: عوف، حبیب، ثعلبہ اور لوذان، بنو عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

ضبیعہ بن زید بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔ ان میں سے: سوید بن صامت ہے جسے جاہلیت میں مجذّر بن ذیاد نے قتل کیا تھا۔ چنانچہ سوید کے بیٹے نے اسلام کے دور میں مجذر پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے قاتل کو قصاص میں سزائے موت دی۔

عبد اشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اُوس۔ ان میں سے سعدؓ بن معاذ ہیں جن کی وفات پر عرش ہلا تھا۔ آپؓ بدری ہیں۔ آپ نے بنو قریظہ اور نضیر کے بارے میں فیصلہ سنایا تھا۔ سعدؓ بن معاذ کے بھائی عمرو ہیں جو بدر میں شریک ہوئے اور احد میں شہید ہوئے۔ حارثؓ بن انس بدر میں شریک ہوئے اور احد میں شہید ہوئے۔ اسید بن حضیر بن سماک، عقبہ اور بدر میں شریک ہوئے۔ ربیعہ بن زید بھی عقبہ اور بدر میں شریک ہوئے۔

ربیعہ بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔ ان

میں سے رفاعہ بن قیس احد میں شریک ہوئے۔ سلمہ بن سلامہ بن وَقش بدر میں شریک ہوئے اورغزوہ احد میں شہید ہوئے۔ رافع بن یزید بدری صحابی ہیں۔

زعورا بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔ ان میں سے مالک بن تیہان ابوالہیثم ہیں۔ آپ نقیب ہیں، بدری ہیں اور عقبی بھی ہیں۔ آپ کے بھائی عتبہ بن تیہان بدری ہیں، غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

خطمہ، اور وہ عبداللہ بن جشم بن مالک بن اوس ہیں۔ ان میں سے عدی بن خرشہ، عمرو بن خرشہ، اوس بن خالد، خزیمہ بن ثابت ذو الشہادتین (دو گواہیوں والے) عبداللہ بن یزید انصاری ہیں۔ آخر الذکر ابن زبیر کی طرف سے کوفہ کے گورنر بنے۔

واقف: آپ مالک بن امرئ القیس بن مالک بن اُوس ہیں۔ ان میں سے ہلال بن امیہ ہے۔ عائشہ بن نمیر ہے جس کی طرف مدینہ کا کنواں بئر عائشہ منسوب ہے۔ اور ہرم بن عبداللہ سلمی بن امرئ القیس بن مالک بن اوس۔ اور انہی میں سے سعد بن خیثمہ بن حرث بدری عقبی اور نقیب ہیں۔ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

عامرہ: یہ اہل راتج بن مرہ بن مالک بن اوس ہیں۔ ان میں سے وائل بن زید بن قیس بن عمارہ ہے اور ابوالقیس بن اسلت ہے۔

خزرج:

خزرج کے بطون میں سے: نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج ہے۔ نیز غنم بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔ ان میں سے: ابو ایوب خالد بن زید بدری، ثابت بن نعمان، سراقہ بن کعب، عمارہ بن حزم، عمرو بن حزم بدری عقبی، صاحب القرآن والفرائض زید بن ثابت بدری، حارث بن رفاعہ کے تین بیٹے معاذ، معوذ اور عوف ان کی ماں عفراء تھیں اور انہیں کی نسبت سے معروف ہیں۔ یہ تینوں بدر میں شامل ہوئے۔ ابوامامہ اسعد بن زرارہ نقیب بدری عقبی ہیں اور حارثہ بن نعمان بدری ہیں۔

مبذول: اس کا نام عامر بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج ہے۔ ان میں سے حبیب بن عمرو ہے جو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے، ابو عمرہ بشیر بن عمرو جو جنگِ صفین میں علیؓ بن ابی طالبؓ کے ساتھ تھے اور اس میں شہید ہوئے۔ حرث بن صمہ بدری اور سہل بن عتیک بدری۔

حُدَیْلَہ: یہ معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج ہے۔ ان کی والدہ حدیلہ تھی لہٰذا اسی سے مشہور ہوئے۔ ان میں سے: ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن معاویہ اور حبیب بن زید بدری ہیں۔

مَغالہ: یہ عدی بن عمرو بن مالک بن نجار ہیں۔ ان میں سے حسان بن ثابت بن منذر بن حرام ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر ہیں۔ ابو طلحہ یعنی زید بن سہل بن اُسود بن حرام ہیں۔

ملحان بن عدی بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔ ان میں سے سُلیم بن ملحان اور حرام بن ملحان دونوں بھائی بدری ہیں۔ بئر معونہ کے واقعہ میں دونوں شہید ہوئے۔

غنم بن عدی بن نجار۔ ان میں سے صِرمہؓ بن انس بن صرمہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، محرز بن عامر بدری ہیں، عامر بن اُمیہ بدری ہیں جو غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ ابو حکیم یعنی عمرو بن ثعلبہ بدری ہیں۔ ابو خارجہ یعنی عمرو بن قیس بدری ہیں، ان کے بیٹے سبرہ ابو سلیط بدری ہیں۔ ثابت بن خنساء بدری ہیں، غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ ابو الاعور کعب بن حرث بدری ہیں۔ ابو زید، ان چھ حضرات میں سے ایک ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں قرآن جمع کیا۔ بنو حسحاس جن کا تذکرہ (حضرت) حسان نے اس مصرعہ میں کیا ہے:

دیارٌ من بنی الحسحاس قَفْرٌ

[بنو حسحاس کا علاقہ بے آب و گیاہ ہے]

مازن بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔ ان میں سے حبیب بن زید ہیں جن کا جسدِ مبارک مسیلمہ کذاب نے کاٹا تھا۔ حضورؐ نے انہیں اس کی طرف بھیجا تھا، عبدالرحمٰن بن کعب ان لوگوں میں شامل ہیں جو پلٹے تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، آپ بدری ہیں، قیس بن ابی صعصعہ بدری ہیں اور غزیہ بن عمرو عقبی ہیں۔

بنو حارث بن خزرج۔ ان میں سے عبداللہ بن رواحہ شاعر ہیں، نقیب، بدری اور عقبی ہیں۔ خلاد بن سوید بدری ہیں جو جنگ قریظہ میں شہید ہوئے۔ سعد بن ربیع بدری عقبی نقیب ہیں غزوہ احد میں شہادت پائی۔ خارجہ بن زید بدری عقبی نقیب ہیں، غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ آپ کے بیٹے زید بن خارجہ نے مرنے کے بعد بات کی۔ نبی اکرم ﷺ کے خطیب ثابت بن قیس بن شماس جنگ یمامہ میں شہید ہوئے، آپ انصار کے سپہ سالار تھے۔ بشیر بن سعد بدری عقبی ہیں۔ ابونعمان بن بشیر، زید بن ارقم، ابن الأطنابة الشعر، یزید بن حارث شاعر بدری ہیں۔ ابوالدرداء یعنی عویمر بن زید، عبداللہ بن زید جنہیں اذان خواب میں دکھائی گئی، سبیع بن قیس بدری ہیں اور عامر بن کعب شاعر۔

بنو خدرہ بن عوف بن حارث بن خزرج۔ ان میں سے ابومسعود عقبہ بن عمرو بدری عقبی، عبداللہ بن ربیع بدری، نیز سعد بن مالک ابوسعید خدری ہیں۔

بنو ساعدہ بن کعب بن خزرج۔ ان میں سعد بن عبادہ بن دُلیم ہیں۔ آپ نقباء میں سے تھے۔ آپ نے سقیفہ بنی ساعدہ کے دن اپنی خلافت کی دعوت دی۔ منذر بن عمرو بدری عقبی اور نقیب ہیں، بئر معونہ کی لڑائی میں شہادت پائی۔ ابودجانہ یعنی سماک بن اوس بن خرشہ، قیس بن سعد، ابواسید مالک بن ربیعہ جو جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔ مسلمہ بن مخلد۔

سالم بن عوف بن خزرج۔ ان میں سے رمق بن زید شاعر ہے، زمانہ جاہلیت پایا۔ مالک بن عجلان بن زید بن سالم سیّدُ الانصار آپ نے فطیون کو قتل کیا۔

القوقل: یہ ہیں غنم بن عمرو بن عوف بن خزرج۔ ان میں سے عبادہ بن صامت بدری نقیب ہیں۔ مالک بن دُخشم بدری ہیں اور حارث بن خزیمہ بدری ہیں۔

بنو بیاضہ بن عامر بن زُریق۔ ان میں سے مشہور ترین ہیں: زیاد بن لبید بدری، فروہ بن عمرو بدری عقبی، خالد بن قیس بدری، عمرو بن نعمان جو جنگِ بعاث میں خزرج کا سردار تھا۔ اور اس کا بیٹا نعمانؓ غزوہ احد میں مسلمانوں کا علم بردار تھا۔

عجلان بن زید بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج، بنو عجلان میں سے:

عبداللہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان بدری، غزوہ احد میں شریک ہوئے۔عیاش بن عبادہ بن نضلہ، مُلیل بن وبرہ بدری، عصمہ بن الحصین بن وبرہ بدری اور ابوخیثمہ یعنی مالک بن قیس۔

حُبلی: سالم بن غنم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج۔ بڑا پیٹ ہونے کی وجہ سے حبلی (حاملہ) نام پڑا۔عبداللہ بن ابی بن سلول رأس المنافقین انہی میں سے تھا۔اس کا بیٹا عبداللہ بن عبداللہ بدر میں شریک ہوا اور جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔اوس بن خولی بدری ہیں۔

بنوزریق بن عامر بن زریق بن حارثہ بن مالک بن عضب بن جشم بن خزرج۔ان میں سے ذکوان بن عبدقیس بدری عقبی شہید غزوہ احد، ابوعبادہ سعد بن عثمان بدری، عتبہ بن عثمان بدری، حرث بن قیس بدری، ابوعیاش بن معاویہ فارس جلوہ بدری ہیں، مسعود بن خلدہ بدری ہیں۔رفاعہ بن رافع بدری، ابورافع بن مالک جو انصار میں سے سب سے پہلے اسلام لائے۔

بنوسلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن شاردہ بن جشم بن خزرج۔ان میں سے جابرؓ بن عبداللہ نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں۔معاذ بن صمہ بدری ہیں۔خراش بن صمہ بدر میں دو گھوڑوں کے ساتھ شریک ہوئے۔عتبہ بن ابی عامر بدری ہیں۔معاذ بن عمرو بن جموح بدری ہیں اور آپؓ نے ہی ابولہب کی ٹانگ کاٹی تھی۔آپ اور آپ کا بھائی معوذ بن عمرو غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ابوقتادہ نعمان بن ربعی۔کعب بن مالک شاعر، ابومالک بن ابی کعب جو کہتا ہے۔

لعمرُ ابیھا ماتقولُ حلیلتی اذافرّعنھا مالک بن ابی کعب

[اس کے باپ کی قسم جو میری بیوی کہتی ہے جو مالک بن ابی کعب اس سے بھاگ گیا]

بشر بن عبدالرحمٰن، زبیر بن حارثہ، ابوخطاب عبدالرحمٰن بن عبداللہ اور معن بن وھب۔یہ پانچوں شعراء ہیں۔،ابن ابی الحقیق کا قاتل عبداللہ بن عتیک۔یہ ہے انصار کا نسب۔

خزاعہ:

عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر، انہیں خزاعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ یمن میں آنے میں عمرو بن عامر کی اولاد سے کٹ گئے۔بنو مازن جو ازد سے ہیں۔جب ازد یمن

سے ملک میں متفرق اور الگ الگ ہوئے تو بنو مازن ایک پانی کے ذخیرہ کے پاس فروکش ہوئے جو زبید اور رمع کے مابین ہے اور غسان کہلاتا ہے۔ جس نے یہاں سے پانی پیا وہ غسانی ٹھہرا، مگر بنو عمرو آئے تو اپنی قوم سے کٹ کر مکہ میں جا اترے۔ پھر افصیٰ بن حارثہ کے بیٹے اسلم، مالک اور مالکان آئے تو وہ بھی اپنی قوم سے الگ ہو گئے، لہٰذا خزاعہ کہلائے۔ یوں تمام ازد بکھر گئے، چنانچہ انصار، خزاعہ، بارق، بجُن اور غسان سب ازد سے ہیں۔ اور یہ سب عمرو بن عامر میں سے ہیں۔ اس لیے کہ عمرو بن عامر کے بیٹے تھے، حفنہ، حارث (یہی محرق ہے کیونکہ اسی نے آگ کی سزا دی)، ثعلبۃ العنقاء یہی انصار کا باپ ہے، حارثہ جو خزاعہ کا باپ ہے، ابو حارثہ، مالک، کعب، وداعہ (اور وہ ہمدان میں ہے)، عوف، ذہل (اور وہ وائل ہے) اور عمران۔ ابو حارثہ، عمران اور وائل تینوں نے غسان کا پانی نہیں پیا، اس لیے انہیں غسانی نہیں کہا جاتا۔

خزاعہ کے بطون:

حلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن ربیعہ بن خزاعہ، یہی قریش سے پہلے بیت اللہ الحرام کا خدمت گزار تھا۔ ان میں سے محترش بن حُلیل بن حبشیہ ہے جس نے کعبہ کی چابی قصی بن کلاب کو فروخت کر دی تھی، ہلال بن حلیل، کرز بن علقمہ یہ وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے تعاقب میں آپ کے نشاناتِ قدم پر غار ثور کے قریب جا پہنچا تھا۔ اسی نے معاویہؓ کے زمانۂ حکومت میں معالمِ حرم (نشاناتِ حرم) کا اعادہ کیا جواب تک ہیں۔ اور طارق بن ہابیہ شاعر۔

قمیر بن حبشہ بن سلول بن کعب بن ربیعہ بن خزاعہ۔ بنی قمیر میں سے: بسر بن سفیان ہے جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے مکتوب بھیجا، جلجلہ بن عمرو جس کا ذکر ابو الکنود نے اپنے شعروں میں کیا ہے۔ اور اس کی اولاد میں سے قبیصہ بن ذؤیب بن جلجلہ اور مالک بن الہیثم بن عوف ہیں۔

کلیب بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن ربیعہ بن خزاعہ، ان میں سے سفاح بن عبد مناۃ شاعر ہے، خراش بن ابی امیہ جو بنو مخزوم کا حلیف ہے اور اسی نے نبی اکرمؐ کو پچھنے لگائے۔

ضاطر بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن ربیعہ بن خزاعہ۔ ان میں سے حفص بن ہاجر

شاعر، قرہ بن ایاس شاعر۔ اس کا بیٹا یحییٰ بن قرہ اپنی قوم کا سردار تھا، طلحہ بن عبید اللہ بن کریز بن حدادیہ شاعر، جس کا نام قیس بن عمرو ہے۔

حرام بن عمر بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن ربیعہ بن خزاعہ۔ ان میں سے: اکثم بن ابی الجون، سلمان بن صرد بن الجون، معتب بن الاکوع شاعر۔ امّ معبد یعنی عاتکہ بنت خُلیف جس کے ہاں نبی اکرم ﷺ مدینہ کی طرف ہجرت کے دوران رُکے تھے۔

غاضرہ بن عمرو بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن ربیعہ بن خزاعہ۔ ان میں سے عمران بن حصین رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں، سعید بن ساریہ، (حضرت) علیؓ بن ابی طالب کی پولیس کے سربراہ رہے۔ ابو جمعہ جو دادا تھے کثیر عزّہ کے، عبدالعزّی کے دونوں بیٹے جعدہ اور ابوالکنود۔

ملیح بن خزاعہ: ان میں سے عبداللہ بن خلف جو جنگ جمل میں (حضرت) عائشہؓ کے ساتھ مل کر لڑے۔ اس کا بھائی سلیمان بن خلف اسی جنگ میں (حضرت) علیؓ کے ساتھ تھا۔ اس کا بیٹا طلحہ بن عبداللہ بن خلف جو طلحة الطلحات کہلاتا تھا اور جو اسلام میں عربوں کا سب سے بڑا سخی تھا۔ عمرو بن سالم کہتا ہے:

لاهُم انّی ناشد'' محمداً　　　حلف ابینا و أبیه الاتْلدا

[میں محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے آباؤ اجداد کے موروث معاہدہ کا واسطہ دیتا ہوں]

اور انہی میں سے کثیّر عزہ شاعر ہے۔ اس کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔

عدی بن خزاعہ۔ ان میں سے بدیل بن ورقاء ہے جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے خط لکھا اور اسے اسلام کی دعوت دی، اس کا بیٹا عبداللہ بن بدیل اور نافع بن بدیل۔ آخر الذکر بئر معونہ کی لڑائی میں کام آیا، محمد بن ضمرہ معزز آدمی تھا، حیسمان بن عمرو جو مقتولین بدر کو مکہ لے گیا اور اس کے بعد مسلمان ہو گیا۔

سعد بن کعب بن خزاعہ۔ ان میں سے مطرود بن کعب ہے جس نے بنو عبد مناف کا مرثیہ لکھا، عمرو بن حَمِق رسول اللہ ﷺ کے صحابی، ابو مالک القائد یعنی اسد بن عبداللہ، حصین بن نضلہ سردار اہلِ تہامہ اسلام سے پہلے مرا۔ اور حرث بن اسد نبی اکرم ﷺ کے صحابی۔

مصطلق بن سعد بن خزاعہ۔ان میں سے رسول اللہ ﷺ کی زوجہ جویریہ بنت خزرج تھیں۔

خزاعہ کے بھائی جو خزاعہ میں منسوب ہیں یعنی اسلم بن افصٰی بن حارثہ بن عمرو بن عامر، ان میں حضورؐ کے صحابی بریدہ بن حصیب اور سلمہؓ بن اکوع ہیں۔

ملکان بن افصٰی بن حارثہ بن عمرو بن عامر۔ان میں سے ذوالشمالین یعنی عمیر بن عبد عمرو ہیں جو بدر میں نبی اکرمؐ کے ساتھ شریک ہوئے۔ مالک بن طُلاتلہ جو نبی اکرم ﷺ کا مذاق اڑایا کرتا تھا اور نافع بن حارث جو عمرؓ بن خطاب کی طرف سے مکّہ کے گورنر مقرر ہوئے۔

مالک بن افصٰی بن عمرو بن عامر: ان میں سے عویمر بن حارثہ، سلیمان بن کثیر جو بنو عباس کا ایک نقیب تھا اور جسے ابو مسلم نے خراسان میں قتل کر دیا۔

سلامان بن اسلم بن افصٰی بن حارثہ بن عمرو بن عامر: ان میں سے جرہد بن رزاح تھا وہ معزز شخص تھا۔اور ابو بردہؓ صحابی رسول ﷺ تھے۔خزاعہ کے نسب کا بیان پورا ہوا۔

بارق اور ہجن:

عدی بن حارثہ بن عامر کے دو بیٹے تھے: سعد (جو بارق ہے) اور عمر (جو ہجن ہیں) پس خزاعہ، باقر اور ہجن تینوں بنو حارثہ بن عمرو بن عامر میں سے ہیں۔

بارق میں سے: سراقہ بن مرداس شاعر، جعفر بن اوس شاعر اور نعمان بن خمیصہ جاہلیت کے دور کا معزز آدمی۔ بارق اور ہجن کو غسان نہیں کہا جاتا۔غسان پانی کی جگہ کا نام ہے۔ازد میں سے جس نے یہ پانی پیا وہ غسانی ہے، اور جس نے یہ پانی نہیں پیا وہ غسانی نہیں ہے۔حسان کے بقول:

امّا سالتِ فانّا معشر'' نَجُبُ　　　الازدُ نسبتنا و المآ ءُ غسّان

[اگر تو دریافت کرے گی تو ہم یقیناً معزز لوگ ہیں۔ازد ہماری نسبت ہے اور پانی غسان ہے]

ہجن میں سے: عرفجہ بن ہرثمہ ہے جس نے موصل میں فوج بھرتی کی، ان میں ربعہ، ملادس، ثعلبہ، شبیب اور المع بنو ہجن ہیں۔

حُجر بن عمرو بن عامر بن حارثہ بن ثعلبہ بن امرء القیس بن مازن بن اَزد۔ ان میں سے ابوشجرہ بن حُجنہ ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہجرت کی۔ انہی میں سے صیفی بن خالد بن سلمہ بن ہُریم ہے۔

عتیک: یہ ابن ازد بن عمران بن عمرو ہے۔ ان میں سے مہلب بن ابی صفرہ ہے۔ ابو صفرہ کا نام ظالم بن سراقہ ہے۔ جدیع بن سعید بن قبیصہ۔ ان میں سے عمرو بن اشرف جنگ جمل میں (حضرت) عائشہؓ کے ساتھ تھا اور لڑائی میں کام آیا، اس کا بیٹا زیاد بن عمرو معزز شخص تھا، ثابت قطنہ شاعر۔ کہا جاتا ہے کہ عتیک بن عمران بن عمرو بن اسد بن خزیمہ ہے۔ پس یہ ہیں بنو عمران بن عمرو بن عامر: یعنی، حُجر، ازد اور عتیک۔

بطونِ ازد میں سے:

بنو ماسخہ بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن ازد۔ ''ماسخی کمانیں'' ان ہی کی طرف منسوب ہیں۔ ان کمانوں سے سب سے پہلے تیر اندازی کرنے والے بنو زہران بن کعب بن حارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر ہیں جو ازد سے تھے۔ ان میں سے حُممہ بن رافع ہیں۔ اور انہی میں بنونمر بن عثمان بن نصر بن ہوازن ہیں۔ انہی میں سے صاحبِ ابن مسعود ابو الکنود ہے جو جنگ فجار میں مارا گیا۔ ابوجہم بن حبیب جو ابوجعفر کی طرف سے گورنر تھا۔ ابو مریم حذیفہ بن عبداللہ جو جنگ قادسیہ میں علم بردار تھے۔ حارث بن حصیرہ جن سے حدیث نقل کی جاتی ہے اور مخلد بن حسن جو خراسان میں شہ سوار تھا۔

فہم بن زہران بطن ہے، حُدّان بطن ہے اور زیادہ بطن ہے۔ معولہ، بنو شمس بن عمرو بن غنم بن غالب بن عثمان بن نصر بن ہوازن۔

بنو حدان میں سے: صبرہ بن شیبان جو جنگ جمل میں ازد کا سردار تھا اور اسی میں مارا گیا۔

بنو معولہ بن شمس: میں سے جلندی بن مستکبر، صاحبِ عثمان اور اس کا بیٹا جیفر۔

حضور ﷺ نے جلندی کے دونوں بیٹوں جیفر اور عبید کے نام خط لکھا۔ ان میں سے الغطریف

الاصغر اور الغطریف الاکبر ہیں جو بنو دہمان بن نصر بن زہران میں سے تھے۔ ان میں سے سبالہ، حدروج اور رسن بنوعمرو بن کعب بن غطریف ہیں۔ یہ سب بطون ہیں۔ اور بنو جعثمہ بن یشکر بن میسر بن صعب بن دہمان۔

بنوراسب بن مالک بن میدعان بن مالک بن نصر بن ازد، ان میں سے خارجیوں کا سردار عبداللہ بن وھب ذوالثفنات ہے، علیؓ بن ابی طالبؓ نے اسے جنگ نہروان میں قتل کیا تھا۔ کئی لوگ بنوراسب کو قضاعہ میں شامل کرتے ہیں۔

ثمالہ اور وہ عوف بن اسلم بن ابجر بن کعب بن حارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن ازد ہے۔ ثمالہ کا قیام طائف کے قریب ہے۔ یہ اہل فکرونظر و اصحاب عقول ہیں۔ انہی میں سے محمد بن یزید نحوی ہے جو مبرّد کے نام سے مشہور ہے اور صاحبِ الروضہ ہے۔ اس کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے:

سألنا عن ثمالةَ كلَّ حيٍ   فقال القائلون و من ثمالة

فقلتُ، محمد بن يزيد منهم   فقالوا الآن زدت بهم جهالة

[ہم نے ثمالہ کے بارے میں ہر قبیلے سے پوچھا تو کہنے والوں نے کہا: ثمالہ کون ہے؟ میں نے کہا: محمد بن یزید ان میں سے ہے تو انہوں نے کہا، اب تو آپ نے ان کی گمنامی کو مزید بڑھا دیا ہے]

بنولہب بن ابجر بن کعب بن حارث بن کعب۔ یہ عربوں کے ہر قبیلہ سے بڑھ کر پرندوں سے نیک یا بدشگون لینے والے تھے۔ ان کے بارے میں کثیرّ عزہ کہتا ہے:

تيممتُ لهباً ابتغی العلم عندهم   وقدرُدَّ علم العائفين الی لِهْب

[میں نے لہب کا قصد کیا، میں ان سے علم سیکھنا چاہتا ہوں اور تمام شگون لینے والوں کا علم لہب کے پاس رکھ دیا گیا ہے]

دوس بن عدثان بن عبداللہ بن زہران۔ ان میں سے حممہ بن حارث بن رافع ہے۔ یہ جاہلیت میں دوس کا سردار تھا، یہ عربوں کا سخی ترین آدمی تھا، مکہ میں حاجیوں کو کھانا کھلاتا تھا،

انہی میں سے ابو ہریرہؓ ہیں ان کا عمیر بن عامر تھا۔ انہی میں سے جذیمۃ الابرش بن مالک بن فہم بن غنم بن دوس اور جہضم بن عوف بن مالک بن فہم بن غنم بن دوس ہیں۔ انہی میں سے جرامیز[1] ہیں اور قرادیس[2] ہیں اور قسامل[3] ہیں اور اشاقر[4] ہیں اور یہ بنو عائذ بن دوس ہیں۔ ان کے بارے میں اعجم کہتا ہے:

قالوا الاشاقر تهجو كم فقلتُ لهم	ماكنتُ احسبُهم كانوا ولا خُلِقُوا
وهم من الحسب الزاكى بمنزلةٍ	كطُحلُب الماءِ لااصل" ولاورق
لايكبرون وانِ طالت حياتُهُمُ	ولو يبولُ عليهم ثعلب" غزقوا

[انہوں نے کہا کہ اشاقر تمہاری ہجو کرتے ہیں تو میں نے انہیں جواب دیا: میں تو ان کا وجود ہی تسلیم نہیں کرتا تھا اور نہ ہی وہ پیدا کیے گئے ہیں۔ انہیں پاکیزہ حسب بس اتنا ہی ملا ہے جیسے پانی کی کائی کہ نہ اس کی جڑ ہوتی ہے نہ پتے۔ ان کی زندگی اگر چہ لمبی ہو تو بھی یہ بڑے نہیں ہوتے اور اگر لومڑ ان پر پیشاب کردے تو یہ ڈوب جائیں]

عک بن عدثان بن عبداللہ بن زہران۔ جنہوں نے عک کو ازد کی طرف منسوب کیا ہے ان کے نزدیک عک بھائی ہے دوس بن عدثان بن عبداللہ بن زہران کا۔ اور جن علماء کی رائے اس سے ہٹ کر ہے تو ان کے نزدیک عک بن عدثان بھائی ہے معد بن عدثان کا۔ عک میں سے قرن ہے جو ایک بڑا بطن ہے۔ ان میں سے ہی مقاتل بن حکیم ہے جو خراسان میں بنی ہاشم کا نقیب تھا۔

غسان اور یہ بنو عمرو بن مازن ہیں اور ان میں صریم اور بنو نفیل ہیں جو جنگ میں اپنی پامردی کی وجہ سے الصبر کہلائے۔ بنو صریم میں عمرو بن صدیم کے دو بیٹے شقران اور نمران ہیں

۱۔ جرامیز، جرموز کی جمع ہے۔ (مترجم)

۲۔ قرادیس، قردوس کی جمع ہے۔ (مترجم)

۳۔ قسامل، قسملہ کی جمع ہے۔ (مترجم)

۴۔ اشاقر، اشقر کی جمع ہے۔ (مترجم)

اور یہ غسان کے دو بطن ہیں۔

بنوعنزہ بن عمرو بن عوف بن عمرو بن عدی بن عمرو بن مازن بن ازد۔ ان میں سے حارث بن ابی شمر الاعرج ہے جو غسان کا بادشاہ تھا، اس کو الجفنی کہا جاتا ہے، حالانکہ یہ جفنی نہیں ہے بلکہ اس کی والدہ بنو جفنہ میں سے تھی۔ بنوعمرو بن مازن میں سے عبدالمسیح بن عمرو بن ثعلبہ ہے جو خالد بن ولید کا ساتھی تھا۔ انہی میں سے عبدالمسیح الجہبذ ہے۔ انہی میں سے سطیح کاہن ہے یعنی ربیعہ بن ربیعہ۔

بنوغسان میں سے بنو جفنہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن حارثہ بن ثعلبہ بن امرئ القیس بن مازن بن ازد ہیں۔ شام کے غسانی بادشاہ انہی میں سے ہیں۔ یہ ۳۷ بادشاہ تھے، جنہوں نے ۶۱۶ سال حکومت کی حتی کہ اسلام آ گیا۔

بجیلہ اور یہ عبقر، غوث، صہیب، وداعہ اور اشہل ہیں، یہ اپنی والدہ بجیلہ بنت صعب بن سعد العشیرہ کی طرف سے منسوب ہیں۔ اور یہ بنو انمار بن اراس بن عمرو بن غوث یعنی ازد بن غوث کے بھائی ہیں۔ ان میں سے جریرؓ بن عبداللہ ہیں۔ ان کے حسن کی وجہ سے انہیں ''اس امت کا یوسف'' کہا جاتا تھا۔ ان کے بارے میں شاعر کہتا ہے:

لولا جریر'' هلكت بجيلة   نِعْمَ الفَتى بئست القبيلة

[اگر جریرؓ نہ ہوتے تو بجیلہ (قبیلہ) ہلاک ہو جاتا۔ کتنا بہترین جوان ہے اور کتنا برا قبیلہ]

بجیلہ میں سے ضبین بن مضر ہے جس نے بنو کنانہ پر حملہ کیا۔ انہی میں سے قاسم بن عقیل ہے جو بنو عائذہ بن عامر بن قداد میں سے تھا اور شریف تھا۔ اسی نے بجیلہ اور قضاعہ کے مابین منافرہ [1] کی ابتدا کی۔

[1] عربوں میں منافرہ کے نام سے ایک ادارہ موجود تھا۔ جب دو قبائل میں اختلاف ہو جاتا کہ کون سا قبیلہ افضل ہے؟ یا کسی قبیلے کی سرداری کے دو یا زائد دعویدار میں سے کس کو ترجیح دی جائے؟ اس کا فیصلہ 'سربراہ منافرہ' کے ذریعہ کیا جاتا تھا۔ 'سربراہ منافرہ' اس موقع پر یہ دیکھتا تھا کہ کس کے آباء واجداد کی خدمات زیادہ ہیں؟ کس موقع پر کس خاندان کا کردار زیادہ اہم تھا؟ گویا سربراہِ منافرہ کے پاس قبائل =

بجیلہ میں قسر بن عبقر ہیں۔ ان میں سے خالد بن عبداللہ القسری صاحب عراق ہے۔ انہی میں سے بنواحمس ہیں اور وہ بنوعلَقہ بن عبقر بن انمار بن اراش بن عمرو بن غوث ہیں، بنوزید بن غوث بن انمار اور بنودہن بن معاویہ بن اسلم بن احمس ہیں جو عمار دہنی کا قبیلہ ہے۔

بجلتہ کے قبائل میں سے: ہُدَم، ہدیم، احمس، عادیہ، عدّیہ، قیتان اور عرینہ بن زید ہیں۔

خثعم۔ وہ خثعم بن انمار بن اراش بن عمرو بن غوث ہے جو ازد بن غوث کا بھائی ہے۔

خثعم میں: عِفرس، ناہس اور شہران ہیں، ان میں شرافت اور کثرتِ تعداد رہی۔

بنوشہران میں سے: بنوقحافہ بنی عامر بن ربیعہ ہیں۔ ان میں سے اسماء بنت عمیس تھیں۔ مالک بن عبداللہ جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کے لیے خثعم کے گھوڑ سواروں کی قیادت کی۔

ربیعہ بن عِفرس میں سے: نفیل بن حبیب تھا جس نے اہل حبشہ کی کعبہ کی طرف راہنمائی کی، اس کے اشعار ہیں:

وَکلُّهمْ یسائل عن نفیل　　کأن عَلَیّ للحبشانِ دَیْنا

وماکانت دلالتُهم بزین　　ولکن کان ذاک عَلَيّ شیْنَا

فانّکِ لورأیت ولم تریْهِ　　لدَی جَنْبَ المحَصَّبِ ما رأینا

اذاً لم تفرحی ابداً بشیً　　ولَمْ تأسي علی مافات عیْنا

حمدت الله اذا بصرت طیراً　　و حُصبَ حجارَةٍ تری علینا

[سب لوگ نفیل کے بارے میں دریافت کرتے ہیں گویا کہ مجھ پر حبشہ والوں کا کوئی قرض

= کے حوالے سے وسیع معلومات ہوتی تھیں۔ آمدِ اسلام سے قبل منافرہ کا یہ ادارہ بنوعدی کے پاس تھا۔ جب جناب عبد مناف کا انتقال ہوا اور ان کی جانشینی پر ان کے دو بیٹوں ہاشم اور عبدشمس میں اختلاف ہوا تو حضرت عمر فاروق کے دادا کو حکم بنایا گیا تھا کیونکہ منافرہ کا محکمہ ان کے پاس تھا۔ انہوں نے تفصیل سے فریقین کا موقف سنا اور جناب ہاشم کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے سیرت نگاری آغاز وارتقاء از نگار سجاد ظہیر، قرطاس، کراچی، ص: ۱۸)

ہے۔اہل حبشہ کی راہنمائی کرنا کوئی باعث زینت وفخر بات نہیں بلکہ یہ تو میرے لیے عیب اور بدزیبی ہے۔اے اعتراض کرنے والی کاش کہ تو دیکھتی۔اور تو اسے نہ دیکھ پاتی۔جو ہم نے محصب کے قریب دیکھا۔تو پھر تو کبھی بھی کسی چیز سے خوش نہ ہوتی اور جو کچھ آنکھ سے اوجھل ہوگیا اور جاتا رہا اس پر کفِ افسوس نہ ملتی۔ میں نے اس وقت اللہ کا شکر ادا کیا جب میں نے پرندوں کو دیکھا، وہ ہم پر پتھروں کی کنکریاں پھینک رہے تھے]

خثعم میں سے: عثعث بن قحامہ ہے اور اسی نے ہمدان اور مذحج کو شکست دی تھی۔ اس کے بارے میں شاعر کہتا ہے:

وجُرثومة لم يَدخُلِ الذلَّ وسطها قريبةَ انسابٍ كثير عديدُها

مَلَملِمة منها فوارسُ عَثْعَثٍ بنوهُ وابناء الا قيصر جيْدها

[یہ ایک ایسی اصل ہے جس میں ذلت داخل نہیں ہوئی۔ان کے نسب قریب ہیں اور تعداد زیادہ ہے۔عثعث کے گھوڑ سوار اس میں اکٹھے ہوئے ہیں۔اس کے فرزند اور اقیصر کے بہترین فرزند]

ان میں سے حمران ہے جو کہتا ہے:

اقسمت لاموتُ الاَحَرّاً وان وجدتُ الموتَ طعماً مُرّاً

اخافُ ان اُخدَعَ او اُغرّا

[میں نے قسم کھائی ہے کہ آزاد رہ کر ہی مروں گا اگرچہ موت کو ایک تلخ ذائقہ ہی پاؤں۔میں دھوکہ کھائے جانے اور فریب دیے جانے کا اندیشہ رکھتا ہوں]

کہا جاتا ہے کہ خثعم کا نام اقتل ہے، خثعم تو ان کا ایک اونٹ تھا جس کی طرف وہ منسوب ہوئے۔

ہمدان:

یہ ہمدان بن مالک بن زید بن اوسلہ بن ربیعہ بن خیار بن مالک بن زید بن کہلان

ہے۔ ہمدان کے دو بیٹے حاشد اور بکیل تھے۔ انہی دونوں سے ہمدان پھیلے۔

ہمدان کے بطون میں سے شبام ہے اور وہ عبداللہ بن اسعد بن حاشد ہے۔

ان میں سے ناعط یعنی ربیعہ بن مرثد بن حاشد بن جشم بن حاشد ہے۔ انہی میں سے وداعہ بن عمرو بن عامر ہیں جو مسروق بن اجدع کا خاندان ہے۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ وداعہ بن عامر بن ازد ہیں، مگر وہ ہمدان کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔

ہمدان میں سے: بنو سُبیع بن صعب بن معاویہ بن کبیر بن مالک بن جشم بن حاشد۔ ان میں سے سعید بن قیس بن زید بن حرب بن معدیکرب بن سیف بن عمرو سبیعی ہے۔ بنو ناعط میں سے: حارث بن عمیرہ ہے جس کی مدح اعشی ہمدان نے یوں کی ہے:

الیٰ ابن عمیرۃ تخدی بنا　　　علی انّھا القلص الضُّمُرُ

[دبلی پتلی اونٹنیاں ہمیں لے کر ابن عمیرہ کی طرف تیزی سے چلتی ہیں]

بنو بکیل بن جشم بن خوان بن نوف بن ہمدان میں سے بنو جوب (یعنی جوبیّوں) بن شہاب بن مالک بن معاویہ بن صعب بن دومان بن بکیل۔ بنو ارحب بن دُعام بن مالک بن معاویہ بن صعب۔ انہی لوگوں کے بارے میں علیؓ بن ابی طالب نے جنگ جمل میں فرمایا تھا: اگر ان کی تعداد ایک ہزار ہوجاتی تو اللہ کی عبادت اس طرح کی جاتی جیسے کرنے کا حق ہے۔ آپؓ انہیں دیکھتے تو کسی شاعر کا یہ شعر پڑھتے۔

نادیتُ ھمدانَ وَالابوابُ مغلقہ“　　　ومثلُ ھمدان سنّي فتحۃ الباب

کالھند و انی لم تفلل مضارِبُہ　　　وجۃُ جمیل“ و قلب“ غیر وجّابِ

[میں نے ہمدان کو آواز دی اور دروازے مقفل تھے اور ہمدان جیسے لوگ ہی دروازہ کھولنے کے لائق ہیں۔ ہندی شمشیر کی مانند جس کی دھار کند نہ ہوں، خوبصورت چہرے اور نہ ڈرنے والے دل]

ان کے بارے میں علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے۔

لھمدانَ اخلاق“ و دین“ یزینھم　　　وبأس“ اذا الاقوا و حَسنُ کلامِ

فلو كنتُ بوّ ابأعل باب جنّةٍ ۔۔۔ لقلتُ لهمدانَ ادخلو ابسِلام

[ہمدان کا اخلاق اور دین انہیں زینت بخشتا ہے،لڑائی کے وقت جرأت، دلیری اور حسنِ کلام۔اگر میں جنّت، کے دروازے کا دربان ہوتا تو میں ہمدان سے کہہ دیتا کہ سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ]

ہمدان کے اشراف میں سے: مالک بن حُریم دلانی ہے، یہ گھوڑ سوار اور شاعر تھا۔ان میں سے محمد بن مالک خیوانی ہے۔ یہ جاہلیت میں یمن والوں کے مقابلہ میں قریش کو پناہ دیتا تھا۔ ہمدان میں جشم ہے اور یہ اعشیٰ ہمدان کا قبیلہ ہے۔اور ان میں ہی خیوان ہے اور وہ مالک بن زید بن جشم بن حاشد ہے۔اور ان میں دالان بن سابقہ بن ناشح بن دافع ہے۔ان میں سے مالک بن حریم ہے جو کہتا ہے:

وكنتُ اذا قوم" غزونی غزوتُهمُ ۔۔۔ فهل انافی ذا یا لهمدِانَ ظالمُ

متیّ تجمع القلبَ الذكی وصارماً ۔۔۔ وانفاً حَمِیّاً تجتنبکَ المظالِمُ

[میرا یہ حال رہا ہے کہ جب کسی قوم نے میرے ساتھ لڑائی کی تو میں نے ان کے ساتھ لڑائی لڑی۔اے قبیلہ ہمدان کیا اس میں میری کوئی زیادتی ہے، جب بھی تم بہادر دل، کاٹنے والی تلوار اور خوددار ناک کو یکجا کرو گے تو تم زیادتیوں سے محفوظ رہو گے]

ان میں سے ارحب بن دعم بن مالک بن معاویہ بن صعب بن دومان بن بکیل۔ان میں سے ابوزُہم بن مُطعم شاعر ہے۔ یہ ایک سو پچاس سال کا تھا کہ اس نے حضور اکرم ﷺ کی طرف ہجرت کی۔

ہمدان میں الہان بن مالک ہے اور وہ ہمدان بن مالک کا بھائی ہے۔حوشب بھی ان میں سے ہے جو جنگ صفین میں مارا گیا، یہ معاویہؓ کے ساتھ تھا۔

کِندہ:

کندہ بن عُفیر بن عدیّ بن حارث بن مرہ بن اُدد بن زید بن یَشجُبْ بن عریب بن

زید بن کہلان۔

کندہ کے بطون میں سے رائش بن حارث بن معاویہ بن کندہ ہے۔ ان میں ☆شریح بن حارث قاضی ☆معاویۃ الاکرمین، جن کی اعشیٰ نے مدح بیان کی ہے۔ ☆اشعث بن قیس بن معدیکرب ☆صباح بن قیس ☆شرحبیل بن سمط، جو حمص کا گورنر بنا ☆علیؓ کے رفیق حُجر بن عدی جنہیں معاویہؓ نے قید کرنے کے بعد قتل کر دیا، شامل ہیں۔

کندہ کے بطون میں سے بنو مرہ بن حجر ہیں، جن کی کوفہ میں مسجد ہے۔ ان میں ☆اسود بن ارقم ☆یزید بن فروہ، جسے خالدؓ بن ولید نے اس دن پناہ دی جب آپ نے بنو ولیعہ کا نخلستان کاٹا تھا ☆معاویۃ الولادۃ، یہ نام کثرتِ اولاد کی وجہ سے پڑا ☆حجر الفرد، اس کی سخاوت کی وجہ سے یہ نام پڑا ☆معاویہ مقطَعُ النجد، اگر اس کا کوئی ہمراہی تلوار گردن میں نہ لٹکاتا تو وہ اس کی تلوار کا پرتلا کاٹ دیتا۔ شامل ہیں۔

بنو حجر الفرد میں سے چار بادشاہ ہوئے ہیں یعنی مخوس، مشرح، جَمد اور ابضعہ اور ان کی بہن عمردۃ، بنو معدیکرب بن ولیعہ بن شرحبیل بن حجر الفرد۔ انہی کے بارے میں شاعر کہتا ہے:

نحن قتلنا با لنُّجَیْر اربعة مخوس، مشرحاً وَجمداً ابضعة

[ہم نے نجیر میں چار آدمیوں کو مار ڈالا یعنی مخوس، مشرح، جمد اور ابضعہ کو]

بنو امرئ القیس بن معاویہ میں سے رجاء بن حیوہ فقیہ اور امرؤ القیس بن سَمط۔ بنو حرث بن معاویہ بن ثور کے اشراف میں سے امرء القیس شاعر ابن حجر بن عمرو بن حجر آکل المرار بن عمرو بن معاویہ بن حارث بن ثور ہیں۔ اور یہ کندہ کے بادشاہ ہیں۔ ان میں سے ہی حجر بن حارث بن عمرو ہے اور وہ امّ قطام بنت عوف ابن محلم شیبانی کا بیٹا ہے۔

کندہ کی بطون میں سے سکاسک اور سکون ہیں، یہ دونوں اشرس بن کندہ کے بیٹے ہیں۔ ان میں سے معاویہ بن حدیج ہے جو محمد بن ابی بکر کا قاتل ہے۔ ان میں سے ہی الجون بن یزید ہے، یہ پہلا شخص ہے جس نے کندہ اور بکر بن وائل کے مابین معاہدہ قائم کیا۔ انہی میں سے حصین بن نمیر السکونی ہے جو صاحب الحَرّۃ مسلم بن عقبہ کے بعد فوج کا امیر بنا۔

السکون میں سے تجیب ہے اور یہ عدی اور سعد ہیں جو اشرس بن شبیب بن سکون کے بیٹے ہیں اور ان کی ماں تجیب بنت ثوبان بن مذحج ہے، یہ لوگ اسی کی طرف منسوب ہیں۔ تجیب کے معززین میں سے ☆ابن غزالہ شاعر یعنی ربیعہ بن عبداللہ ☆حارثہ بن مسلمہ جو جنگِ مُخَیّاۃ میں سکون کا امیر تھا۔ اس لڑائی میں معاویہ بن کندہ مارا گیا ☆کنانہ بن بشر جس نے عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر کے آپ پر وار کیا تھا، ہیں۔

سکاسک بن اشرس بن کندہ۔ ان میں ☆ضحاک بن رمل بن عبدالرحمٰن ☆حُوَی بن مانع، جس کے بارے میں اہل شام کا زعم تھا کہ اس نے عمارؓ بن یاسر کو شہید کیا تھا ☆یزید بن ابی کبشہ جو حجاج کا رفیق تھا۔ شامل ہیں۔ کندہ کے نسب کا بیان مکمل ہوا۔

مذحج: بنو اُدد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبأ یشجب بن یعرب بن قحطان میں سے مالک بن ادد ہے اور وہ مذحج ہے۔ طیئ بن اُدد اور اشعر بن اُدد۔

ابن کلبی نے کہا: مذحج بن ادد ہی ذوالانعام ہے اور اس کے تین آدمی ہیں: مالک بن مذحج، طیی بن مذحج اور اشعر بن مذحج۔

مذحج کے قبائل میں سے: سعد العشیرۃ بن مالک بن ادد اور اس کا بیٹا حکم بن سعد العشیرۃ اور وہ بڑا قبیلہ ہے، ان میں سے جراح بن عبداللہ حکمی ہے جسے عمر بن العزیز کے دور میں ترکوں نے مار ڈالا تھا۔ یہ ابونواس کے موالی ہیں، چنانچہ ابونواس ان میں سے کسی کے بارے میں کہتا ہے:

یاشقیقَ النّفسِ من حَکَمٍ نمتَ عن لیلیٰ ولم انَم

[اے حکم قبیلہ سے تعلق رکھنے والے میرے بھائی تو لیلیٰ کے بارے میں غافل ہو کر سو گیا ہے، جب کہ میں نہیں سویا]

اس کا نام سعد العشیرہ اس لیے پڑا کہ وفات سے پہلے اس کے بیٹے اور پوتے تین سو ہو گئے تھے۔ انہی میں سے عمیر بن بشر ہے۔ اور انہی میں سے بندقہ بن مظہ ہے۔

سعد العشیرۃ کے بطون میں سے: جعف بن سعد العشیرۃ بن مالک بن ادد اور صعب بن سعد العشیرۃ۔ جعف میں جزء بن سعد العشیرہ داخل ہے۔ جزء بن سعد کے دو بیٹے تھے عدل اور جمد۔ عدل تبع کی پولیس کا سربراہ تھا اور جب تبع کس آدمی کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو کہتا: ''اسے عدل کے سامنے لایا جائے'' اب جب کوئی شخص مرنے کے قریب ہو تو اس کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ فلان علی یدی عدل، فلاں عدل کے سامنے ہے۔

جعف کے شرفاء میں سے: ابوسبرہ ہے اور وہ یزید بن مالک ہے، یہ نبی اکرم ﷺ کے پاس بصورت وفد حاضر ہوا تو آپؐ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔ ان میں سے شراحیل بن اصہب ہے۔ یہ عربوں میں سے سب سے بڑھ کر دور دور تک غارت گری کرنے والا تھا۔ یہ اپنے والد کی اولاد میں سے سو گھوڑ سواروں کے ساتھ حضرموت سے بلقاء تک حملے کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ بنو جعدہ نے اسے مار ڈالا۔ اس کے بارے میں نابغہ بنی جعدہ کہتا ہے:

ارحنا مَعَدّاً من شراحیل بعدما أراها مع الصبح الکواکبِ مظهرا

وعلقمة الحراب ادرک رکضُنا بذي الرَّمثِ اِذ صَامَ النّهارَ و هَجَّرا

[ہم نے معد کو شراحیل سے نجات دلائی جب کہ اس نے صبح کے ساتھ ستاروں کو واضح دیکھ لیا تھا۔ جب علقمۃ الحراب نے ہماری ایڑ، وادی رمث[1] میں محسوس کی تو وہ دن بھر بھاگ دوڑ کرتے رہے اور ترکِ مکان کر گئے]

شراحیل کے بعد علقمۃ الحزاب بنو جعف کا سردار بنا۔ بنو جعف میں سے: زحر بن قیس ہے جو علیؓ بن ابی طالب کا ساتھی ہے۔ ان میں سے اشعر بن ابی حمدان ہے جو کہتا ہے:

ارید دُعاءَ بنی مازنٍ وراق المعلّی بیاضُ اللبن

خلیلان مختلفِ بیننا ارید العلاءَ و یبغیی السِّمَن

[میں بنو مازن کو بلانا چاہتا ہوں، دودھ کی سفیدی معلیٰ[2] پر بھلی لگ رہی ہے ہم دو

[1] - ایک وادی جہاں بنی اسد رہتے تھے۔ (ن س ظ)

[2] - جوئے کا ساتواں تیر۔ (ن س ظ)

دوستوں کے مابین اختلاف ہے، میں بلندی چاہتا ہوں اور وہ پستی]

ان میں سے عبید اللہ بن مالک الفاتک جعفی ہے۔

بنو سعد العشیرۃ میں اود اور زبید ہیں۔ آخر الذکر کا نام منبہ ہے۔ یہ دونوں صعب بن سعد العشیرہ کے بیٹے ہیں۔ زبید الاصغر یعنی منبہ الاصغر بن ربیعہ بن سلمہ بن مازن بن ربیعہ بن زبید بن صعب بن سعد العشیرۃ۔ ان میں سے ابومغراء شاعر ہے۔ ان میں سے الزاعافر یعنی عامر بن حرب بن سعد بن منبہ بن اود ہے۔ ان میں سے عبداللہ بن ادریس فقیہ ہیں۔ انہی میں سے الافوہ شاعر ہے جس کا نام صلاءۃ بن عمرو ہے۔ ان میں سے ہی بنو رمّان بن کعب بن اود ہیں۔ اس کی اولاد میں سے عافیہ بن یزید قاضی ہیں۔ کوفہ میں بنو قرن کی مسجد ہے۔

زبید بن صعب بن سعد العشیرۃ، اس کا نام منبہ ہے اور وہ زبید الاکبر ہے۔ اس کی اولاد میں سے زبید الاصغر ہے اور وہ زبید بن ربیعہ بن سلمہ بن مازن بن ربیعہ بن زبید بن صعب ہے۔

بنو زبید الاصغر میں سے عمرو بن معدی کرب، عاصر بن اصقع شاعر، معاویہ بن قیس بن سلمہ ہیں۔ آخر الذکر الافکل ہے، وہ معزز تھا، اس کا نام الافکل اس لیے پڑا کہ جب وہ غصے میں ہوتا تو کانپتا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ الافکل بنو زبید الاکبر میں سے ہے۔ ان میں سے ہی: حارث بن عمرو بن عبداللہ بن قیس بن ابی عمرو بن ربیعہ بن عاصم بن عمرو بن زبید الاصغر ہے۔
یہ تھا سعد العشیرہ کا نسب۔

مذحج میں سے: جنب، صداء اور رُھاء ہیں۔ بنو جنب میں سے: منبہ، حارث، غلّی، شیحان، شمران اور ہفان ہیں۔ یہ چھ جو جنب ہیں۔ یزید بن حرب بن علہ بن خالد بن مالک بن ادد کے بیٹے ہیں۔ انہیں جنب اس لیے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی صُداء سے پہلوتہی کی اور سعد العشیرۃ کے ساتھ معاہدہ کیا۔ صداء نے بنو حارث بن کعب سے معاہدہ کیا۔ جنب میں سے ابوطبیان جنبی فقیہ ہیں۔ ان میں سے معاویۃ الخیر بن عمرو بن معاویہ ہے جو مذحج کا علم بردار تھا۔ اس نے مہلہل بن ربیعہ تغلبی کو بکر بن وائل کے خلاف پناہ دی۔ پھر مہلہل کی بیٹی سے شادی کر لی۔ اس کے بارے میں کلیب وائل کا بھائی مہلہل بن ربیعہ کہتا ہے:

هـان عـلـى تـغـلـبٍ بمالقيت / اختُ بنی الاکرمین من جُشم

انـکـحهـا فـقـدها الاراقم فی / جـنـب وکـان الحباء من اَدمِ

لـوبـأ بـانیـن جـاء یخطبها / رُمّـلَ مـاانف خـاطـبٍ بِـدمِ

[تغلب پر بے وقعت ہوا جو جشم قبیلہ کے معززین کی اولاد کی بہن کو سامنا کرنا پڑا۔ اس کے ساتھ اراقم کے قبیلہ کے محروم نے نکاح کیا اور اسے مہر کے طور پر چمڑے کا خیمہ پیش کیا۔ اگر دو پہاڑ بھی اس کو شادی کا پیغام بھیجتے تو انہیں بھی خون سے رنگین کر دیا جاتا]

صُداء بن یزید بن حرب بن علہ بن جلد بن مالک بن ادد اور یہ بنو حارث بن کعب بن مذحج کے حلیف ہیں۔

رہاء بن منبہ بن علہ بن جلد بن مالک۔ ان میں سے ہزّان بن سعد بن قیس بن سرح ہے یہ اہل شام کے شرفاء میں سے تھا۔

بنو حارث بن کعب بن حرب بن علّہ بن جلد بن مالک بن ادد اور یہ مذحج کا خاندان ہے۔ ان میں سے زعبل ہے جو بنو حارث کا بطن ہے، اس کے بارے میں کہا جاتا ہے: لایکلم زعبل، یہ ایک معزز آدمی تھا۔ ان میں سے محجل بن حزن ہے۔ ان میں سے بنو حماس بن ربیعہ ہے ان میں نجاشی ہے جس کا نام قیس بن عمرو ہے۔ ان میں سے ہی بنو معقل بن کعب بن ربیعہ ہیں۔ ان میں سے ہی مرثد اور مریثد ہیں یہ دونوں مسلمہ بن معقل کے بیٹے ہیں۔ انہیں المراثد کہا جاتا ہے۔ ان میں سے مامون بن معاویہ ہے جس پر مذحج اور مزاحم بن کعب مجمع ہوتے ہیں۔ ان میں سے لجلاج اور اس کا بھائی مسہر ہے، جس نے جنگِ فیف فیف الـریـح میں عامر بن طفیل کی آنکھ نکالی تھی۔ ان میں سے ہی عبد یغوث بن حارث شاعر ہے جو جنگ کلاب میں تیم کا مقتول تھا۔ اسی کے یہ شعر ہیں:

اقـول و قد شدّو السانی بنسعة / ألایـال تیـمٍ اطـلـقـوا من لسانیا

وتضحک منّ شیخة'' عبشميةُ / کـأن لـم تـرقـبلـی اسیـراً یمانیا

[میں کہتا ہوں حالانکہ انہوں نے میری زبان تسمے سے باندھ رکھی ہے، کاش

کہ تیم میری زبان کھلی چھوڑ دیتے بنو عبد شمس کی ایک بڑھیا مجھ پر ہنستی ہے، گویا اس نے مجھ سے پہلے کبھی کوئی یمنی قیدی نہیں دیکھا]

ان میں سے ہی بنو قنان بن سلمہ ہیں۔ ان میں سے ہی حصین ذوالغصہ بن مرثد بن شدّاد بن قنان ہے اور وہ بنو حارث کا سردار ہے۔ سو سال تک زندہ رہا۔ اس کے بیٹوں کو فــــوارس الارباع کہا جاتا تھا۔ اسے ہمدان نے قتل کیا۔ اس کی اولاد میں سے کثیر بن شہاب بن الحصین ہے۔

ان میں سے محمد بن زہرہ بن حارث ہے۔

بنو حارث بن کعب میں سے ضباب ہے۔ ان میں سے ہند بن اسماء ہے جس نے منتشر بلہلی کو قتل کیا تھا۔

ان میں بنو دیان ہیں۔ ان میں زیاد بن نضر ہے جو علیؓ کا ساتھی ہے۔ ربیع بن زیاد، معاویہؓ کے دور حکومت میں خراسان کا گورنر بنا۔ نابغہ شاعر جس کا نام یزید بن ابان ہے۔ یہ لوگ بنو حارث بن کعب ہیں۔

ضباب اگر بنو حارث بن کعب میں ہو تو وہ ضاد پر زبر (َ) کے ساتھ ہے اور عامر بن صعصعہ میں ہو تو ضاد پر زیر (ِ) کے ساتھ ہے۔

بطونِ مذحج میں سے: مُسلیہ بن عامر بن عمرو بن علہ بن جلد بن مالک ہے۔ مسلیہ کے دو بیٹے ہوئے کنانہ اور اسد۔ ان دونوں سے مسلیہ قبیلہ پھیلا۔

کنانہ اور اسد دونوں مسلیہ کے بیٹے ہیں۔ بنو کنانہ بن مسلیہ میں سے بنو صبح اور ثعلبہ ہیں، دونوں ناشرہ کے بیٹے تھے۔ اور ان کی ماں حبابہ ہے، یہ اسی سے معروف ہیں۔ ان میں سے ابی بن ربیعہ بن صبح ہے جس کے بارے میں عمرو بن معدیکرب کہتا ہے:

تمنّا نبی لیقیلنی اُبَیٌّ   وددتُ و أینما مِنّ ودادی

[انہوں نے مجھ سے چاہا کہ اُبی مجھے مار ڈالے، میں نے محبت کی اور کہاں تھی مجھ سے محبت]

بنو حبابہ میں سے عامر بن اسماعیل القائد اور ابن حبابہ شاعر ہے، جو جاہلی ہے۔ مذحج میں سے نخع بن عمرو بن علہ بن جلد بن مالک بن ادد ہے۔

نخع کے بطون یہ ہیں ☆عمرو☆صہبان☆وہبیل☆عامر☆جذیمہ☆حارثہ ☆کعب۔

بنو جذیمہ میں سے سعد بن مالک بن جلد بن نخع میں سے اشتر ہے اور اس کا نام مالک بن حارث ہے۔ نیز ثابت بن قیس بن ابی منقع ہے۔

بنو حارثہ بن سعد بن مالک بن نخع میں سے ابراہیم بن یزید فقیہ اور حجاج بن اُرطاۃ ہیں۔

بنو دہبیل بن سعد بن مالک بن نخع میں سے سنان بن انس ہے، جس نے حسین بن علی کو قتل کیا، اور شریک بن عبداللہ قاضی ہیں۔

بنو صہبان بن سعد بن مالک بن نخع میں سے کمیل بن زیاد ہے، یہ (حضرت) علیؓ کا ساتھی تھا۔ اسے حجاج نے قتل کیا۔

نخع میں سے جشم اور بکر ہیں۔ بنو جشم میں سے عریان بن الہیثم بن اسود ہے۔

بنو بکر بن عوف بن نخع میں یزید بن مکفف، علقمہ بن قیس اور اس کا بھائی ابی بن قیس جو جنگ صفین میں علیؓ کے ساتھ تھا اور مارا گیا۔ نیز ان دونوں کا بھائی یزید بن قیس اور اس کا بیٹا اسود بن یزید العابد۔

مذحج میں سے عنس بن مالک بن ادد۔ عنس کے بیٹے یہ تھے: سعد الاکبر، سعد الاصغر، مالک، عمر، مخامر، معاویہ، عریب، عتیک، شہاب، قریّہ اور یام۔

بنو مالک بن عنس میں سے اسود بن کعب تھا جس نے یمن میں دعوائے نبوت کیا۔

عمارؓ بن یاسر کا تعلق بنو یام بن عنس سے تھا۔ بنو سعد الاکبر میں سے اسود بن کعب تھا، جسے سعد الاکبر نے منہ بولا بیٹا بنالیا تھا۔ یہ کاہن تھا۔ عنس کے اشراف میں سے عامر بن ربیعہ ہیں جو بدر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ اور وہ قریش کے حلیف تھے۔

بطونِ مذحج میں سے مراد بن مالک بن مذحج بن ادد ہے جو یحابر کہلاتا ہے۔ بطون مراد میں سے ناجیہ، زاھر اور انعم تھے۔ بنو ناجیہ بن مراد میں سے فروہ بن مسیک ہے جو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نجران کے والی تھے۔

بنو زاہر بن مراد میں سے: قیس بن ہبیرہ بن عبدیغوث ہے۔ انہی میں سے اویس

الفرنی بن عمرو بن مالک بن عمرو بن سعد بن عمرو بن عصوان بن قرن بن رُدمان بن ناجیہ بن مراد ہے۔ انہی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کی شفاعت سے ربیعہ اور مضر کے مثل لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ تابعین میں سے تھے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملے تھے۔

ناجیہ بن مراد میں سے: بنو غطیف بن عبداللہ بن ناجیہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ازد میں سے تھے۔ ہانی بن عروۃ جو مسلم بن عقیل کے ساتھ مقتول ہوئے، انہی میں سے تھے۔

ناجیہ بن مراد میں سے بنو جمل بن کنانہ بن ناجیہ ہیں۔ ان میں سے ہند بن عمرو ہے، جسے عمرو بن یثربی نے جنگ جمل میں قتل کیا تھا۔ اس کے بارے میں اس نے کہا:

لمن یجھلنی ابن الیثربی قتلت علباءَ و ھند الجملی

وابناً لصوحان علی دین علی

[کون ابن یثربی سے ناواقف ہوسکتا ہے، میں نے علباء اور ہند الجملی کو قتل کیا اور صوحان کے بیٹے کو بھی قتل کیا علیؓ کے دین پر رہتے ہوئے]

بنو زاہر بن مراد میں سے قیس بن ہبیرۃ بن عبد یغوث ہے اور وہ قیس بن مکشوح ہے۔

طئی:

یہ طئی بن ادد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان ہے جو مذحج کا بھائی ہے۔ ابن کلبی کی ایک روایت کی رو سے طئی مذحج کا بیٹا ہے۔ پس طئی کے بیٹے ہوئے غوث، فطرہ اور حارث۔

بطون طئی میں سے، جدیلہ ہیں اور وہ بنو جندب اور بنو حور ہیں۔ ان کی ماں جدیلہ ہے اور وہ اسی سے معروف ہیں۔ بنو حور بن جدیلہ میدانی ہیں پہاڑی نہیں جب کہ بنو جندب بن جدیلہ پہاڑی لوگ ہیں۔ ان میں شرافت اور کثرتِ تعداد ہے۔ ثعالب انہی میں سے ہیں اور وہ بنو ثعلبہ بن جدع بن ذہل بن رُومان بن جندب ہیں۔

بنو ثعلبہ بن جدع میں سے، المعلی بن تیم بن ثعلبہ بن جدع ہے۔ جب امرأالقیس شاعر کا باپ حجر بن حارث مارا گیا تھا تو اس نے انہی لوگوں کے ہاں آ کر قیام کیا تھا۔ وہ المعلی کے بارے میں کہتا ہے:

کأنّی اذا نزلتُ علی المعلّٰی — نزلت علی البواذخِ من شمامِ

فما مَلِکُ العراقِ علی المعلی — بمقتدرٍ ولا مُلکُ الشّآمِ

اَقرَّ حشا امرئِ القیس بن حُجرٍ — بنو تیم مصابیحُ الظّلامِ

[میں جب المعلی کے پاس اترا تو گویا میں سربرآوردہ لوگوں کے پاس مہمان بن کر اترا۔ المعلی پر نہ تو عراق کے بادشاہ کا اقتدار ہے اور نہ مملکتِ شام کا۔ بنو تیم جو اندھیروں کے چراغ ہیں، انہوں نے امرءالقیس بن حجر کا سینہ ٹھنڈا کر دیا]

ان شعروں کی وجہ سے بنو تیم بن ثعلبہ کا نام مصابیح الظلام (اندھیروں کے چراغ) پڑا۔

ثعلبہ بن جدع میں سے الحر بن مشجعہ بن نعمان ہے۔ یہ مسیلمہ الکذاب کے ساتھ لڑائی میں جدیلہ قبیلہ کا سربراہ تھا۔ ان میں سے ہی اوس بن حارثہ بن لأم ہے، جو طئی کا سردار ہے اور ان میں سے ہی مشہور سخی حاتم بن عبداللہ ہے۔ اس کا بیٹا عدی بن حاتم ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے اسے بیٹھنے کے لئے تکیہ پیش کیا اور تکیہ پر اسے بٹھایا اور خود آپؐ زمین پر بیٹھے۔ عدیؓ کہتا ہے کہ میں نے جو رسول اللہ ﷺ کو یوں عزت و کرام کرتے دیکھا تو اس سے مجھے خوشی ہوئی اور اللہ نے مجھے اسلام کی توفیق بخشی۔

بنو عمرو بن غوث بن طئی کے بطون یہ ہیں ☆ثعل ☆نبہان ☆بولان ☆سلامان ☆ھنی۔

ھنی میں سے ایاس بن قبیصہ ہے۔ ابوزبید شاعر انہی میں سے ہے۔ اس کا نام حرملہ بن منذر ہے۔ بنو سلامان میں سے بنو بحتر، طئی ایک بطن ہے۔ بنو بحتر میں سے معترض بن صالح ہے، جس پر جدیلہ اور غوث مجتمع ہوئے۔

بنو ثعل میں سے عمرو بن عبدالمسیح ہے، جو عربوں میں سب سے بڑا تیر انداز تھا۔ اسی

کی طرف اپنے شعر میں امرء القیس نے اشارہ کیا ہے:

رُبَّ رامٍ من بنی ثعلٍ مخرِجٍ'' کفَّیه من قُترِہ

[بنو ثعل کے بہت سے تیر انداز اپنی ہتھیلیاں مچان سے باہر نکالنے والے ہیں]

اس عمرو بن المسیح نے ۱۵۰ سال کی عمر میں حضور اکرم کا زمانہ پایا اور اسلام قبول کیا۔

بنو ثعل میں سے ابو حنبل ہے جس کا شمار باوفاؤں میں ہوتا ہے۔ امرء القیس اس کے پاس اترا تھا اور اس کی مدح کی تھی۔ انہی میں سے زید الخیل ہے۔ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے اس کا نام زید الخیر رکھا۔ فرمایا: ''مجھے جس کسی کے بارے میں بتایا گیا جب میں نے اُسے دیکھا تو اُسے کم ہی پایا سوائے زید الخیل کے۔

سدوس اگر طئی میں ہو تو اس پر پیش ہے اور اگر ربیعۃ میں ہو تو اس پر زیر ہے۔

اشعر:

یہ مذحج کا بھائی اشعر بن ادد ہے مگر ابن کلبی کی ایک روایت میں یہ مذحج کا بیٹا ہے۔

اشعر کے بیٹے ہوئے ☆جماہر ☆ارغم ☆ادغم ☆الغم ☆جدّۃ ☆عبد شمس ☆عبد الثریا۔

اشعریوں کے بطون میں سے ☆مراطہ ☆صنامہ ☆اسد ☆سہلہ ☆عکابہ ☆شراعبہ ☆عسامہ ☆دعالج ہیں۔ اشعریوں کے شرفاء میں سے ابو موسیٰ اشعری عبداللہ بن قیس ہیں۔ انہی میں سے مالک بن عامر بن ہانی بن خفاف ہیں۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، قادسیہ میں شرکت کی۔ جنگ مدائن کے سلسلہ میں سب سے پہلے آپ نے ہی دریائے دجلہ عبور کیا اور اس بارے میں کہا:

اِمْضُوا فانّ البَحر بحر'' مأمور والأوّل القاطعِ منکم مأخُور

قد خاب کسری وابوہ سابور ما تصنعون والحدیث مأثور

[گزر جاؤ کہ دریا پابند دریا ہے یعنی اللہ کے حکم کا پابند اور تم میں سے سب سے پہلے اسے عبور کرنے والا اجر پائے گا۔ کسریٰ اور اس کا باپ شاپور ناکام ہوئے۔ تم کیا

کر رہے ہو اور حدیث ماثور ہے]

ان کے بیٹے سعد بن مالک اہل عراق کے معززین میں سے تھے۔ ان میں سے ہی سائب بن مالک ہے، جو مختار کی پولیس کا سربراہ تھا اور اس نے گورنر مختار کو مضبوط کیا تھا۔ انہی میں سے ابو مالک اشعری ہیں، جن کی شادی نبی کریم ﷺ نے بنو ہاشم کی ایک خاتون سے کردی تھی اور اس خاتون سے فرمایا: ''کیا تو اس بات پر خوش نہیں ہے کہ میں تیری شادی ایسے آدمی سے کردوں کہ وہ اس کی قوم جن پر سورج طلوع ہوتا ہے ان سب میں سے بہتر ہے''۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد بھی ہے: ''اے بنو ہاشم! اشعریوں میں شادی کرو اور ان کو رشتے دو، اشعری لوگوں میں کستوری کی تھیلی کی مانند اور ترنج پھل کی طرح ہیں۔ اگر آپ اسے اوپر اسے سونگھو گے تو اسے عمدہ پاؤ گے اور اسے اگر اندر سے دیکھو گے تو خوشبودار خوشگوار پاؤ گے''۔

یہ تھے بنو اددا اور یہ ہیں مذحج، طئی اور اشعر، بنو اُدد بن زید بن یشجب بن یعرب بن قحطان۔

لخم:

یہ ہے مالک بن عدی بن حارث بن مرہ بن ادد۔ لخم کے بیٹے ہوئے جزیلہ اور نمارہ۔ ان دونوں سے ہی لخم کے بطون پھیلے۔

بنو نمارہ میں سے بنو داری ہے اور وہ ہے ہانی بن حبیب بن نمارہ۔ ان میں سے ہی صحابی رسولؐ تمیم الداریؓ تھے۔

نمارۃ الاجود اور یہ ہیں بنو مازن بن عمرو بن زیاد بن نمارہ جو طرمّاح بن حکیم شاعر کا خاندان ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طرماح بنو طئی میں سے ہے۔ ان میں ہی قیصر بن سعد ہے جو جذیمۃ الابرش کا رفیق تھا۔

بنو نمارہ میں سے حیرہ کے لخمی بادشاہ ہیں یعنی نعمان بن منذر بن امرء القیس بن نعمان کا خاندان۔

جزیلہ بن لخم میں بہت سے بطون ہیں۔ ان میں ☆اراش ☆حجر ☆یشکر ☆ادب

☆ خالفہ، یہ راشدہ ہے ☆ غنم ☆ جدیس، آخری دو بڑے بطن ہیں۔

جزیلہ بن لخم میں سے ہی العمرط ہے۔ان میں ہی عبادالحیر ی ہے۔ان میں ہی عدی بن زید العبادی کا خانوادہ ہے۔ان میں بنومنارہ ہیں۔ان میں جدس بن ادریس بن جزیلہ بن لخم ہے۔ان میں ہی مالک بن ذُعر بن حجر بن جزیلہ بن لخم ہے۔کہا جاتا ہے کہ اسی نے یوسف بن یعقوب صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو کنویں سے نکالا تھا۔

جذام:

یہ ہے جذام بن عدی بن حارث بن مرہ بن ادد۔ جذام کے دو بیٹے ہوئے حرام اور حشم۔ان دونوں سے ہی جذام پھیلے۔ بنوحشم بن جذام میں سے: بنوعتیب بن اسلم بن خالد بن شنوۃ بن تدیل بن حشم بن جذام۔ یہ لوگ بنوشیبان کی طرف نسبت کیے جاتے ہیں۔

حرام بن جذام میں بنوغطفان اور افصٰی ہیں۔ دونوں سعد بن ایاس بن حرام کے بیٹے ہیں۔ان دونوں کی نسل میں ہی جذام کی کثرت اور شرافت تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ہی غطفان بن سعد بن قیس بن عیلان ہے۔

بنوافصی بن سعد میں سے: روح بن زنباع ہے جو عبدالملک بن مروان کا وزیر تھا۔ قیس بن زید نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

بنوغطفان بن سعد میں سے عنبس، نضرہ، ابامہ، عبدہ، حرب، ریث، اور عبداللہ ہیں یہ سب بطن ہیں۔ ریث اور عبداللہ دونوں غطفان بن قیس میں منسوب ہیں اور باقی جذام میں۔

عاملہ:

یہ ہیں بنوحارث بن عدی بن حارث بن مرہ بن ادد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بنکہلان بن سبأ۔ حارث کے دو بیٹے ہوئے زہد اور معاویہ، ان کی والدہ عاملہ بنت مالک بن ربیعہ بن قضاعہ ہیں، چنانچہ یہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ عاملہ دراصل خود حارث ہے۔

بنو معاویہ بن عاملہ کے بطون ☆شعل ☆سلبہ ☆عجل ہیں۔

عاملہ کے شرفاء میں سے ☆قوال بن عمر ☆شہاب بن برہم جو سردار تھا ☆ہمام بن معقل جو مسلمہ بن عبدالملک کا ساتھی تھا ☆عدی بن رقاع، شاعر ☆قعیسیس، جس نے عدی بن حاتم طائی کو قیدی بنالیا اور اس سے شعیب بن ربیع کلبی لیا اور اسے فدیہ لیے بغیر چھوڑ دیا۔

پس یہ ہیں بنو عدی بن حارث بن مرہ بن ادد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبأ۔ اور وہ ہیں لخم، جذام، عاملہ، بنو عدی بن حارث اور کندہ بن عُفَیر بن عدی بن حارث۔

خولان:

یہ ہے خولان بن عمرو بن یعفر بن مالک بن حارث بن مرہ بن ادد۔ خولان کے بیٹے یہ تھے: حبیب، عمر، اصہب، قیس، نبت، بکر اور سعد۔ ان ہی لوگوں میں سے ابو مسلم عبدالرحمٰن بن مشکم فقیہ ہیں۔

جرھم:

یہ قدیم قبائل میں سے ہے۔ یہ ہے جرھم بن یقطن بن عابر۔ یمن اور مضر جا کر عابر میں یکجا ہوتے ہیں۔ کیونکہ مضر سب کے سب فالغ بن عابر کی اولاد ہیں۔ اور یمن سب کے سب قحطان بن عابر کی اولاد ہیں۔

حضر موت: یہ عمرو بن قیس بن معاویہ بن جشم بن عبد شمس بن وائل بن غوث بن حیدان بن قصّی بن عریب بن زہیر بن ایمن بن ہمیسع بن حمیر کا بیٹا ہے۔

ان میں سے ذو مرحب اور ذونحو ہیں۔ ان میں سے ہی الاعدل ہے۔

ان میں سے ہی بنو مرثد، بنو ضجع، بنو حجر، بنو رجب، بنو اقرن اور بنو قلیان ہیں۔

❁❁❁

کتاب عسجدہ دوم

خلفاء، ان کی تاریخ اور زمانہ حکومت

فقیہ ابو عمر احمد بن محمد بن عبد ربہ، رحمہ اللہ (یعنی مصنف) عرض کرتا ہے: ہم توقیعات، فصول، صدور اور کتابت کے بارے میں گفتگو کر چکے ہیں۔ یہ کتاب ہم نے خلفاء کے واقعات، ان کی تاریخ، ان کے زمانہ حکومت، ان کے کاتبوں اور دربانوں کے بارے میں تالیف کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب

ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ بن ابی یوسف نے اپنے اساتذہ سے روایت کی ہے کہ آپ محمد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہیں اور آپ کی والدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب ہیں۔

ولادت باسعادت:

رسول اللہؐ عام الفیل میں پیدا ہوئے جب ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں۔

بعض مؤرخین نے کہا ہے: دو راتیں گزری تھیں۔ بعض کا کہنا ہے: ہاتھی کے واقعہ کے تیس دن بعد آپؐ پیدا ہوئے۔ آپ کی تاریخِ ولادت میں مؤرخین کے اختلاف کا یہ تذکرہ تھا۔ آپؐ چالیس سال کے تھے کہ اللہ نے آپ کی طرف وحی فرمائی۔ آپ (وحی کے بعد) مکہ میں دس سال رہے اور مدینے میں دس سال رہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں: آپ مکّہ میں پندرہ برس اور مدینہ میں دس برس رہے۔ اس بات پر سب کا اجماع ہے کہ آپ مکّہ میں تیرہ سال اور مدینہ میں دس برس مقیم رہے۔

آپ ﷺ کی ہجرت:

آپؐ نے سوموار کے دن مدینہ کی طرف ہجرت کی جب ربیع الاوّل کی تیرہ راتیں گزر چکی تھیں۔ آپؐ نے سوموار کے دن اور تیرہ ربیع الاوّل کو وفات پائی یعنی اس دن اور اسی مہینے میں جس میں آپؐ نے ہجرت فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپؐ کے حوض پر حاضر ہونے والوں میں شامل کرے اور جنت الفردوس کے درجات اعلیٰ علیین میں آپؐ کی رفاقت نصیب کرے۔ میں اللہ سے درخواست کرتا ہوں جس نے ہمیں آپؐ کی امّت میں بنایا ہے۔ حالانکہ ہم نے آپ کو نہیں دیکھا۔ کہ وہ ہمیں آپؐ کی ملت پر وفات دے اور دنیا و آخرت میں ہمیں آپؐ کی زیارت سے محروم نہ رکھے۔

حلیہ مبارک:

ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سرخی مائل سفید تھا، سر بڑا تھا، ابرو لمبائی میں پتلے اور مڑے ہوئے تھے۔ آنکھیں بڑی اور سیاہ تھیں، ہتھیلیاں اور پاؤں موٹے تھے، جھومتے ہوئے چلتے اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے بلندی سے اتر رہے ہیں۔ جب پھرتے تو مکمل طور پر پھرتے، بال نہ بالکل سیدھے تنے ہوئے، نہ زیادہ پیچ دار، کانوں کی لو تک لمبے۔ قد نہ زیادہ لمبا تھا نہ پست۔ آپ کی خوشبو انتہائی

تیز مہکنے والی مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ تھی۔ عورتوں نے آپؐ جیسا نہ آپؐ سے پہلے جنا نہ آپؐ کے بعد۔ آپؐ کے دونوں کندھوں کے درمیان کبوتری کے انڈے کی مانند مہر نبوت تھی۔ ہنستے تو نہیں صرف مسکراتے تھے، نچلے ہونٹ کے درمیان میں کچھ بال سفید تھے جو تقریباً ظاہر نہ ہوتے تھے۔ انس بن مالک نے کہا: ''رسول اللہ ﷺ کے سفید بال بیس سے زیادہ نہ تھے۔'' آپ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ، آپ پر بڑھاپا جلدی آیا ہے تو فرمایا: ''مجھے سورۃ ھود اور اس قسم کی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔''

آپ ﷺ کی ہیئت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھ کر کھاتے تھے، زمین پر بیٹھتے تھے، بازاروں میں چلتے تھے۔ بغیر آستین کا چوغا پہنتے تھے، اکڑوں بیٹھتے تھے، اپنے ہاتھ کو تکیہ کے طور پر استعمال فرماتے تھے، (کھانے کے بعد) اپنی انگلیاں چاٹتے تھے، خود اپنی ذات سے بدلہ لیتے تھے، ٹیک لگا کر نہیں کھاتے تھے۔ آپ کو کبھی قہقہہ لگا کر ہنستے نہیں دیکھا گیا۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے: ''میں تو ایک بندہ ہوں، ایک بندے کی طرح کھاتا پیتا ہوں، اگر مجھے دست کے گوشت کی دعوت دی جائے تو میں اسے ضرور قبول کروں اور اگر مجھے پائے تحفۃً دے جائیں تو میں ضرور قبول کروں۔''

نبی اکرم ﷺ کے گھرانہ کا مرتبہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں سردار بشر ہوں مگر فخر نہیں کرتا، میں عربوں میں سب سے بڑھ کر فصیح ہوں۔ میں ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ سب سے پہلے مجھ سے ہی مٹی ہٹائی جائے گی۔ میرے لیے ابراہیمؑ نے دعا کی اور میرے بارے میں عیسیٰؑ نے بشارت دی، میری والدہ نے جب مجھے جنا تو ایک نور دیکھا جس نے میری والدہ کے لیے مشرق ومغرب کے مابین کو روشن کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی تو مجھے اپنی مخلوق

میں سے بہترین بنایا۔ انہیں گروہوں میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین گروہ میں جگہ دی، ان کے قبیلے بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا، ان کے گھرانے بنائے تو مجھے بہترین گھرانے میں پیدا کیا، لہٰذا میں گھرانے اور نسب دونوں کے لحاظ سے تم سب سے بہترین ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میں سُلَیْم کی فاطمہ اور عاتکہ نامی خواتین کا بیٹا ہوں اور مجھے بنوسعد بن بکر میں دودھ پلایا گیا ہے۔'' آپؐ نے فرمایا: ''قرآن فصیح ترین زبان میں نازل کیا گیا ہے، تمام عربوں کے لیے ایک زبان ہے اور بنوسعد بن بکر کے لیے سات زبانیں ہیں۔''

بنوسعد بن بکر بن ھوازن عربوں میں سے فصیح ترین ہیں۔ یہ اعجاز میں سے ہیں یعنی مضر کے متفرق قبائل میں سے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو دودھ پلانے والی حلیمہ بنت ابی ذؤیب کا تعلق بنوناصرہ بن سعد بن بکر بن ہوازن سے تھا۔

آپؐ کے رضاعی بہن بھائی: عبداللہ بن حارث، انیسہ بنت حارث، خِذامہ بنت حارث تھے۔ آخرالذکر حنین کے قیدیوں میں گرفتار ہوکر حضورؐ کے سامنے آئیں تو آپؐ نے ان کی خاطر اپنی چادر بچھادی اور ان کی قوم کے قیدی ان کی خاطر رہا فرمادیئے۔

سُلَیْم قبیلے میں عاتکہ نامی تین خواتین ہیں ☆عاتکہ بنت مرہ بن ہلال جس نے ہاشم، عبدشمس اور نفل کو جنا ☆عاتکہ بنت اوقص بن ہلال سے، وہب بن عبدمناف بن زہرہ پیدا ہوئے ☆عاتکہ بنت ہلال بن فالج۔

علیؓ نے اشعث سے فرمایا: ''ابن ابی قحافہ نے تمہاری سادگی سے فائدہ اٹھایا جب تمہاری شادی اُمِ فروہ سے کرڈالی، وہ نہ تو قریش کی فاطمہ نامی عورتوں میں سے ہے اور نہ سُلَیْم کی عاتکہ نامی خواتین میں سے۔''

آپؐ کے والدِ محترم:

عبداللہ بن عبدالمطلب تھے۔ ان کی حضورؐ کے سوا کوئی اولاد نہ تھی۔ حضورؐ ابھی شکم مادر

میں ہی تھے کہ عبداللہ نے وفات پائی۔آپؐ پیدا ہوئے تو آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی کفالت کی۔ان کی وفات کے بعد آپؐ کے چچا ابو طالب نے کفالت کی۔ابو طالب ماں اور باپ دونوں طرف سے عبداللہ کے بھائی تھے۔اسی لیے وہ حضورؐ کے تمام چچاؤں سے بڑھ کر آپ کے لیے شفیق ومہربان تھے۔

آپؐ کے چچا اور پھوپھیاں:

عبدالمطلب بن ہاشم کی صلب سے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔بیٹوں کے نام تھے ☆عبداللہ، آپؐ کے والد ☆زبیر ☆ابو طالب، ان کا نام عبد مناف تھا ☆عباس ☆ضرار ☆حمزہ ☆مقوّم ☆ابولہب، اس کا نام عبدالعزیٰ تھا ☆حارث ☆غیداق، اس کا نام حَجل تھا اور نوفل بھی کہا جاتا ہے۔

بیٹیوں یعنی رسول اللہ ﷺ کی پھوپیوں کے نام ☆عاتکہ ☆بیضاء، یہ ام حکیم ہیں ☆بَرّہ ☆اُمیمہ ☆اروی ☆صفیہ۔

آپؐ کی اولاد:

خدیجہ سے آپؐ کی اولاد یہ تھی ☆قاسم ☆طیّب ☆فاطمہ ☆زینب ☆رقیہ ☆امّ کلثوم۔ جب کہ ماریہ قبطیہ سے ☆ابراہیم پیدا ہوئے۔آپ کی ساری اولاد۔سوائے ابراہیم کے۔سب (حضرت) خدیجہؓ سے ہے۔

ازواج مطہرات:

آپؐ کی سب سے پہلی بیوی ☆خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ ہیں۔آپؐ نے ان کی زندگی میں کوئی شادی نہیں کی۔پھر آپؐ نے ☆سودہ بنت زمعہ سے شادی کی، یہ پہلے سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں جو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے تھے۔وہ فوت

ہو گئے تو حضورؐ نے سودہ سے شادی کی۔ پھر آپؐ نے ☆عائشہ بنت ابوبکر سے شادی کی جو کنواری تھیں، ان کے ماسوا آپ نے کسی باکرہ عورت سے شادی نہیں کی۔ شادی کے وقت ان کی عمر چھ برس اور رخصتی کے وقت نو سال تھی۔ آپؐ فوت ہوئے تو یہ اٹھارہ برس کی تھیں۔ آپ معاویہؓ کے دورِ حکومت تک زندہ رہیں۔ ۵۸ھ میں فوت ہوئیں، عمر ستر کے قریب تھی۔ رات کے وقت بقیع میں دفن ہوئیں۔ آپ نے عبداللہ بن زبیر کو اس کی وصیت کی تھی۔ حضورؐ نے ☆حفصہ بنت عمر بن خطاب سے نکاح کیا۔ یہ پہلے خُنیس بن حُذافہ سہمی کے نکاح میں تھیں۔ حضورؐ نے انھیں کسریٰ کی طرف بھیجا تھا۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ پھر آپؐ نے ☆زینب بنت خُزیمہ سے شادی کی جن کا تعلق بنو عامر بن صعصعہ سے تھا۔ یہ پہلے عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کے نکاح میں تھیں یہ بدر کے پہلے شہید تھے۔ پھر آپؐ نے ☆زینب بنت جحش اسدیہ سے نکاح کیا۔ یہ حضورؐ کی پھوپھی زاد تھیں اور عمرؓ کے زمانہ خلافت میں حضور اکرم ﷺ کی ازواج میں سب سے پہلے یہی فوت ہوئیں۔ پھر آپؐ نے ☆امّ حبیبہ سے شادی کی۔ ان کا نام رملہ تھا اور ابوسفیان کی بیٹی اور معاویہ کی ہمشیرہ تھیں۔ یہ پہلے عبیداللہ بن جحش اسدی کے نکاح میں تھیں، جو عیسائی ہو گیا اور سرزمینِ حبشہ میں مرا۔ آپ نے ☆امّ سلمہ بنت ابوامیہ بن مغیرہ مخزومی سے شادی کی، یہ پہلے ابوسلمہ کے نکاح میں تھیں۔ وہ فوت ہوئے تو امّ سلمہ کے بطن سے ان کی اولاد موجود تھی۔ آپ ۵۹ھ تک زندہ رہیں۔ رسول اللہ نے ☆میمونہ بنت حارث سے شادی کی جن کا تعلق بنو عامر بن صعصعہ سے تھا، آپؐ سے پہلے یہ ابوسبرہ بن ابی رہم عامری کے نکاح میں تھیں۔ آپؐ نے ☆صفیہ بنت حیی بن اخطب نضریہ سے نکاح کیا۔ یہ خیبر کے ایک یہودی کے عقد میں تھیں جس کا نام کنانہ تھا۔ یہ جنگ میں کام آیا تو حضورؐ نے اس کی اہلیہ کو قیدی بنالیا۔ آپؐ نے ☆جویریہ بنت حارث سے شادی کی۔ یہ بنو مصطلق کے قیدیوں میں سے تھیں۔ آپؐ نے ☆خولہ بنت حکیم سے شادی کی، یہ وہی خاتون ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا تھا۔ آپؐ نے ☆عمرۃ نامی ایک خاتون سے نکاح کیا مگر خلوت سے پہلے ہی طلاق دے دی۔ اس لیے کہ اس کے والد نے حضور اکرمؐ سے عرض کیا تھا: ''میں

آپ کو اس کی ایک اور خوبی بتاؤں کہ یہ کبھی بیمار نہیں ہوئی۔'' اس پر آپؐ نے فرمایا: ''اس میں اللہ کے لیے کوئی خیر نہیں ہے۔'' پھر اسے طلاق دے دی۔ آپؐ نے ☆امیمہ بنت نعمان نامی خاتون سے نکاح کیا مگر خلوت سے پہلے ہی اسے طلاق دے دی۔ آپؐ نے بنو مرہ بن عوف کی ☆ایک خاتون کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا مگر اس کے باپ نے یہ کہہ کر اسے رد کر دیا کہ ''اسے برص ہے۔'' جب وہ اپنی بیٹی کے پاس پہنچا تو وہ واقعی برص میں مبتلا تھی۔

آپ ﷺ کے کاتب اور خدام:

رسول اللہ ﷺ کے کاتبانِ وحی یہ تھے: ☆زید بن ثابت ☆معاویہ بن ابی سفیان ☆حنظلہ بن ربیعہ اسدی ☆عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، یہ مرتد ہو کر مشرکینِ مکہ سے جا ملا تھا۔

حاجب : آپؐ کے آزاد کردہ غلام ابوانسہ۔

خادم : انس بن مالک انصاری، کنیت ابوحمزہ ہے۔

آپؐ کی مہر کے محافظ: معیقیب بن ابی فاطمہ۔

مؤذن : بلال اور ابن ام مکتوم۔

محافظ : سعد بن زید انصاری، زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص۔

آپؐ کی انگوٹھی چاندی کی تھی، اس کا نگ حبشی تھا۔ اس پر لکھا تھا محمد رسول اللہ (آخری) سطر میں محمد، (درمیانی) سطر میں رسول اور (پہلی) سطر میں اللہ۔

نبی کریم ﷺ کے خادم انس بن مالک کی حدیث میں ہے: اسی مہر سے ابوبکر اور عمر نے مہر لگائی اور عثمان نے بھی چھ ماہ تک مہر لگائی، پھر ان سے یہ مہر مدینہ کے کنوئیں ذی اروان میں گر گئی، تلاش کی گئی مگر نہ ملی۔

آپؐ کی وفات اور عمر:

آپ نے بروز پیر تیرہ ربیع الاول کو وفات پائی۔ عائشہؓ کے گھر میں آپ کے بستر

کے نیچے آپؐ کی قبر کھودی گئی۔ تمام مسلمانوں نے آپؐ کی نمازِ جنازہ امام کے بغیر پڑھی، پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے۔ بدھ کی رات میں نصف شب کے وقت آپ کی تدفین ہوئی۔ قبر میں علیؓ اور عباس کے دونوں بیٹے فضل اور قثم اترے، نیز ان کے آزاد کردہ غلام شقران۔ کہا جاتا ہے کہ اسامہ بن زیدؓ بھی۔ انہی حضرات نے غسل اور تجہیز و تکفین کا سارا کام سر انجام دیا۔ آپؐ کو تین سفید سَحُولی[1] کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ نہ اس میں قمیص تھی نہ عمامہ۔

آپؐ کی عمر میں اختلاف ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ، عائشہؓ، جریر بن عبداللہ اور معاویہ کے بقول وفات کے وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی۔ عروہ بن زبیر اور قتادہ کہتے ہیں: آپ ۶۲ برس کے تھے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نسب اور حلیہ

آپ ہیں عبداللہ بن ابو قحافہ۔ ابو قحافہ کا نام ہے: عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔ آپؓ کی والدہ ہیں: ام الخیر بنت صخر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔

آپ کے کاتب عثمان بن عفان تھے۔ آپ کے حاجب (دربان) آپ کے آزاد کردہ غلام رشید تھے۔ کہا جاتا ہے کہ زید بن ثابت بھی آپ کے کاتب تھے۔ جب کہ آپ کے تمام عدالتی معاملات عمرؓ بن خطاب کے سپرد تھے۔ بیت المال پر ابوعبیدہ بن جراح مقرر تھے۔ پھر آپ نے انہیں شام روانہ کر دیا۔ آپ کے مؤذن سعد القرظ تھے جو عمارؓ بن یاسر کے مولیٰ تھے۔

عائشہؓ سے پوچھا گیا: ''ہمارے لیے اپنے والد کا حلیہ بیان کیجئے۔'' انہوں نے فرمایا: ''سفید رنگ، کمزور بدن، دونوں رخسار ہلکے، مونڈھا سینے پر جھکا ہوا تھا، اپنے تہبند کو روک نہ سکتے تھے، چہرے پر پسینہ تھا، آنکھیں گہری، پیشانی ابھری ہوئی، ہتھیلی کے اوپر کی رگیں خالی اور بہت بالوں والے تھے۔''

عمر بن خطابؓ گنجے تھے۔ ابو بکرؓ مہندی اور کتم سے خضاب لگاتے تھے۔ ابو جعفر

[1] سحولہ، یمن کے ایک گاؤں کا نام ہے۔ (ن س ظ)

انصاری نے کہا: ''میں نے ابوبکرؓ کو دیکھا گویا ان کی ڈاڑھی اور سر جھاؤ کا درخت تھا۔'' انس بن مالک نے کہا: رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ کے ہمراہیوں میں سے کوئی بھی ابوبکر کے سوا ایسا نہ تھا جس کے سر کے بال سیاہ وسفید ہوں، آپ انہیں مہندی اور کتم سے رنگتے تھے۔

آپؓ نے منگل کی شام جب جمادی الاخر کی آٹھ راتیں باقی تھیں ۱۳ھ میں وفات پائی۔ آپ کی مدتِ خلافت دو سال تین مہینے اور دس راتیں تھیں۔ آپ کی مہر کی عبارت تھی: نِعْم القادرُ اللّٰہُ۔

خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ:

شعبہ بن سعد بن ابراہیم نے بواسطہ عروہ، عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بیماری میں فرمایا: ''ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! جب ابوبکر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان کے رونے کی وجہ سے لوگ سن نہ پائیں گے، پس آپ عمرؓ کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' فرمایا: ''ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' عائشہ کہتی ہیں میں نے حفصہ سے کہا: ''آپ عرض کیجئے کہ جب ابوبکر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ لوگ ان کی آواز نہ سن پائیں گے، لہٰذا آپ عمرؓ کو حکم دیں۔'' حفصہ نے ایسا ہی کیا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم تو یوسفؑ کے ساتھ والیاں ہو، ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

ابو جعدہ نے زبیر سے روایت کی ہے کہا: حفصہؓ نے کہا: ''یارسول اللہ، آپ بیمار ہوئے ہیں تو آپ نے ابوبکر کو آگے بڑھایا ہے۔'' فرمایا: ''میں اسے آگے بڑھانے والا نہیں ہوں لیکن اللہ نے اسے آگے بڑھایا ہے۔''

ابوسلمہ نے اسماعیل بن مسلم سے بواسطہ انس روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو ابوبکر نے چھ دن تک لوگوں کو نماز پڑھائی۔

نضر بن اسحاق نے حسن سے روایت کی ہے کہا: علیؓ سے پوچھا گیا: ''آپ نے ابوبکر

کی بیعت کیوں کی؟'' فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے اچانک وفات نہیں پائی۔ آپ کی بیماری کے دوران ہر روز بلالؓ آپؐ کو نماز کی اطلاع دینے کے لیے حاضر ہوتے تھے تو آپؐ ابو بکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے تھے۔ حضورؐ نے مجھے چھوڑا حالانکہ آپ مجھے اور میرے مقام کو جانتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو مسلمانوں نے اپنی دنیا کے لیے اُسے پسند کر لیا جسے رسول اللہ ﷺ نے ان کے دین کے لیے پسند کیا، چنانچہ انہوں نے آپ کی بیعت کر لی اور میں نے بھی آپ کی بیعت کی۔''

شعبی کی حدیث میں ہے، کہا: رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اور ابو بکرؓ کی خلافت کے بعد جو شخص سب سے پہلے مکہ آیا وہ عبد ربہ بن قیس بن سائب مخزومی تھا۔ ابو قحافہ نے اس سے پوچھا: ''آپؐ کے بعد کس نے انتظام سنبھالا؟'' کہا: ''آپ کے بیٹے ابو بکر نے۔'' پوچھا: ''کیا بنو عبد مناف اس پر رضامند ہو گئے؟'' کہا: ''ہاں۔'' کہا: ''جو اللہ عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو اللہ روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں۔''

جعفر بن سلیمان نے مالک بن دینار سے روایت کی ہے، کہا: رسول اللہ فوت ہوئے تو ابو سفیان مسعاۃ میں تھے جہاں رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھیج رکھا تھا۔ جب وہ وہاں سے مدینہ کی طرف چلے تو انہیں راستے میں مدینہ سے آتا ہوا ایک شخص ملا۔ پوچھا: ''محمد فوت ہو گئے؟'' کہا: ''جی ہاں۔'' پوچھا: ''آپ کا نائب کون بنا؟'' کہا: ''ابو بکر۔'' ابو سفیان نے پوچھا: ''ان دو کمزوروں، علی اور عباس نے کیا کیا؟'' کہا: ''بیٹھے ہوئے ہیں۔'' کہا: ''اللہ کی قسم، اگر میں ان دونوں کے لیے موجود رہا تو میں انہیں اوپر اٹھاؤں گا۔'' پھر کہا: ''میں ایک غبار دیکھ رہا ہوں جسے خون دبا سکے گا۔'' ابو سفیان مدینہ پہنچا تو وہاں کی گلیوں میں گھومتا اور کہتا:

بنی هاشم لاتطمع الناسُ فیکمُ ولا سَیَّما تیم بن مُرّة أو عدي

فما الأمر الّا فیکم والیکمُ ولیس لها الّا ابو حَسنٍ علي

[اے بنو ہاشم، لوگ تم سے طمع نہ رکھیں، بالخصوص تیم بن مرۃ یا عدی۔ نہیں ہے معاملہ حکومت مگر تم میں اور تمہاری طرف اور اس حکمرانی کے لیے نہیں ہے موزوں مگر

ابوالحسن علیؓ]

یہ دیکھ کر عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا: ''یہ آچکا ہے اور شر پھیلانے والا ہے۔ نبی اکرم ﷺ اس کی تالیفِ قلب، اسلام کی خاطر کرتے تھے۔ لہٰذا آپ بھی اس کے قبضے میں جو صدقہ ہے رہنے دیجئے۔'' ابوبکر نے ایسا ہی کیا چنانچہ ابوسفیان راضی ہوگئے اور ابوبکرؓ کی بیعت کرلی۔

سقیفہ بنو ساعدۃ:

احمد بن حارث نے ابوالحسن سے، انھوں نے ابومعشر سے، اور انھوں نے مقبری سے روایت کی ہے کہ مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے حجرے میں تھے کہ معن بن عدی اور عویم بن ساعدہ آئے اور ابوبکر سے کہا: ''فتنے کا دروازہ اگر اللہ آپ کے ذریعے بند کرے۔ یہ سعد بن عبادہ ہیں انصار ان کی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔'' چنانچہ ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ گئے اور بنوساعدہ کے سقیفہ میں جا پہنچے۔ سعدؓ ایک چٹائی پر تھے، تکیہ سے ٹیک لگا رکھی تھی اور انہیں بخار تھا۔ ابوبکر نے ان سے فرمایا: ''ابوثابت آپ کی کیا رائے ہے؟'' کہا: ''میں تم میں سے ایک ہوں۔'' اس پر حباب بن منذر نے کہا: ''ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک آپ میں سے، اگر کوئی مہاجر کسی انصاری کے حق کو دبالے تو یہ اسے واپس کرادے اور اگر انصاری کسی مہاجر کی حق تلفی کرے تو یہ اسے اس کا حق دلا دے اور اگر تم ایسا نہ کرو تو میں اس کا وہ تنہ ہوں جس سے اونٹ کمر کھجاتے ہیں اور وہ کھجور کا درخت ہوں جس کے نیچے ٹیک لگی ہوئی ہے یعنی میں مدد کرنے کے قابل ہوں۔ ہم اسے ضرور چھوٹا کردیں گے۔'' عمرؓ کا بیان ہے میں نے بات کرنے کا تہیّہ کرلیا اور اپنے دل ہی دل میں تقریر تیار کرلی مگر ابوبکر نے کہا: اے عمر ٹھہر جاؤ۔ میں نے اپنے دل میں جو بھی جملہ تیار کیا تھا وہ انہوں نے کہہ ڈالا۔ آپ نے فرمایا:

''ہم مہاجر ہیں، لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے اور لوگوں میں حسب کے لحاظ سے مکرم، اور گھر کے لحاظ سے معتدل اور چہروں کے لحاظ سے خوبصورت و باوجاہت۔ رسول اللہ ﷺ سے رحم کا رشتہ رکھنے والے، آپ لوگ اسلام میں ہمارے بھائی ہیں، دین میں

ہمارے ساتھ شامل ہیں۔ آپ لوگوں نے ہماری مدد کی اور ہمدردی و غمخواری کی۔ اللہ آپ کو بہترین جزا دے۔ ہم حکمران ہوں گے اور آپ وزیر۔ عرب صرف اسی قبیلہ قریش کے آگے سر تسلیم خم کریں گے۔ لہٰذا آپ لوگ اپنے مہاجر بھائیوں پر حسد نہ کریں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نواز رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: الا ئمۃ من قریش (حکمران قریش میں سے ہوں گے) میں تمہارے لیے ان دو آدمیوں میں سے ایک کے لیے راضی ہوں یعنی عمر بن خطاب اور ابوعبیدہ بن جراح۔''

اس پر عمرؓ نے کہا: ''کیا آپ کی زندگی میں ایسا ہوسکتا ہے؟ کسی کے لیے روا نہیں کہ وہ آپ کو آپ کے اس مقام سے پیچھے کردے جہاں رسول اللہ ﷺ آپ کو کھڑا کر گئے ہیں۔'' پھر انہوں نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور ان کی بیعت کرلی، لوگوں نے بھی ان کی بیعت کرلی اور ابوبکرؓ پر بھیڑ لگادی۔ اس پر انصار نے کہا: ''تم لوگوں نے سعد کو مار ڈالا۔'' عمرؓ نے کہا: ''اسے مار ڈالو، اسے اللہ مارے یہ صاحبِ فتنہ ہے۔''

چنانچہ لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کی اور آپ کو مسجد بھی بیعت کرنے کے لیے لائے، عباس اور علی نے مسجد میں اللہ اکبر کی آواز سنی وہ ابھی رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے سے فارغ نہ ہوئے تھے۔ علی نے کہا: ''یہ کیا ہے؟'' عباسؓ نے کہا: ''اس قسم کی بات کبھی نہیں دیکھی گئی، یہ وہی ہے جو میں نے آپ سے کہا تھا۔''

نعمان بن بشیر انصاری کی حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ جب بیمار ہوئے تو لوگوں نے آپس میں بات کی کہ آپؐ کے بعد کون نگران ہوگا۔ کچھ لوگوں نے کہا ابوبکرؓ اور کچھ لوگوں نے کہا ابی بن کعب، نعمان بن بشیر کہتے ہیں: میں ابی کے پاس آیا اور کہا: ''اے ابی، لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابوبکر یا آپ کو خلیفہ بنا جائیں گے، آپ چاہیں تو اس معاملہ میں غور کریں۔'' اس پر ابی نے کہا: اس معاملے میں، میرے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک چیز ہے، جسے میں رسول اللہ کی وفات کے بعد ہی بیان کروں گا۔ پھر وہ اٹھے اور میں بھی ان کے ساتھ چلا، حتی کہ ہم صبح کے بعد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ایک پیوند لگے

کپڑے میں لپٹے تھے اور گھونٹ گھونٹ کر کے مشروب نوش فرما رہے تھے۔ جب فارغ ہوئے تو ابی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''یہ ہے جو میں نے تم سے کہا تھا۔'' ابی نے عرض کی: ''پس آپ ہمیں وصیت فرمائیے۔'' حضور اکرم ﷺ اپنی ٹانگوں کو گھسیٹتے ہوئے باہر نکلے حتی کہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے پھر فرمایا:

''اے گروہِ مہاجرین، آپ لوگ (تعداد میں) بڑھ رہے ہیں اور انصار ایسے ہو گئے ہیں جیسا کہ وہ نہ بڑھیں گے۔ خبردار، لوگ زیادہ ہو جائیں گے اور انصار کم ہو جائیں گے حتی کہ وہ کھانے میں نمک کی مانند رہ جائیں گے جو ان کے معاملہ کا سرپرست بنے وہ ان کے نیکوکاروں کو قبول کرے اور ان کے خطاکاروں سے درگزر کرے۔''

پھر آپ گھر میں داخل ہو گئے، جب آپؐ نے وفات پائی تو مجھے بتایا گیا کہ انصار سعد بن عبادہ سے کہتے ہیں: ہم اقتدار کے لیے زیادہ موزوں ہیں۔ مہاجرین کہتے ہیں: تمھیں نہیں ہمیں اقتدار ملنا چاہیے۔ میں ابی کی طرف چلا۔ ان کا دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ چادر اوڑھے ہوئے میرے پاس آئے میں نے کہا: میں آپ کو گھر میں بیٹھے گھر کا دروازہ بند کیے دیکھ رہا ہوں اور آپ کی قوم بنوساعدہ مہاجرین سے جھگڑ رہی ہے۔ آپ اپنی قوم کی طرف نکلیے، چنانچہ وہ گئے اور کہا: ''آپ لوگ اللہ کی قسم اس معاملے میں کچھ بھی نہیں ہیں۔ یہ ان کے لیے ہے۔ آپ لوگوں کے لیے نہیں۔ اسے مہاجرین میں سے دو آدمی حاصل کریں گے، پھر تیسرا قتل کیا جائے گا۔ معاملہ میں جھگڑا ہوگا، پس یہ اقتدار یہاں ہوگا۔ شام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اور یقیناً یہ بات رسول اللہ ﷺ کے لعاب سے تر ہے۔'' یہ کہہ کر (حضرت) ابیؓ اپنے گھر میں داخل ہو گئے اور دروازہ بند کر لیا۔

حذیفہؓ کی حدیث ہے، کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: ''میں نہیں جانتا کہ مجھے تم میں کتنا رہنا ہے۔ ابوبکر اور عمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ میرے بعد ان دو آدمیوں کی پیروی کرنا، عمارؓ کی راہنمائی سے ہدایت لینا اور جو ابن مسعودؓ تمھیں حدیث سنائیں تو ان کی تصدیق کرنا۔''

ابوبکرؓ کی بیعت سے پیچھے رہ جانے والے:

یہ تھے علی، عباس، زبیر اور سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہم)۔علی، عباس اور زبیر تو سیدہ فاطمہؓ کے گھر میں بیٹھے، حتیٰ کہ ابوبکرؓ نے ان کی طرف عمرؓ بن خطاب کو بھیجا تاکہ وہ فاطمہؓ کے گھر سے نکلیں اور عمرؓ سے فرمایا: ''اگر وہ انکار کریں تو آپ ان سے لڑیں۔'' چنانچہ عمرؓ آگ کا انگارہ لے کر گئے تاکہ گھر کو جلائیں۔ انہیں فاطمہؓ ملیں اور کہا: ''اے ابنِ خطاب، کیا تم ہمارا گھر جلانے آئے ہو؟'' کہا: ''ہاں، یا آپ لوگ اس میں داخل ہو جائیں جس میں امت داخل ہوئی ہے۔'' چنانچہ علیؓ باہر نکلے اور جا کر ابوبکرؓ کی بیعت کرلی۔ ابوبکرؓ نے ان سے پوچھا: ''کیا آپ نے میری امارت کو ناپسند کیا ہے؟'' فرمایا: ''نہیں، مگر میں نے قسم کھائی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد چادر نہ اوڑھوں گا جب تک قرآن نہ حفظ کرلوں، چنانچہ اس کی خاطر میں نے اپنے آپ کو روکے رکھا۔''

زہری نے عروہ سے بواسطہ عائشہؓ حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: علیؓ نے ابوبکرؓ کی بیعت فاطمہؓ کی وفات تک نہیں کی، یعنی چھ ماہ تک، پھر علیؓ نے ابوبکرؓ کو بلوا بھیجا، وہ آپ کے گھر تشریف لائے تو علیؓ نے ان کی بیعت کی اور کہا: ''اللہ کی قسم، اللہ نے آپ کو جو فضل و خیر سے نوازا ہے، ہم نے اس پر حسد نہیں کیا، البتہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ اس معاملہ میں ہمارے لیے بھی کچھ ہے، ہماری بجائے آپ نے اس پر قبضہ کرلیا ہے، ہم آپ کی فضیلت کا انکار نہیں کرتے۔''

سعد بن عبادہ شام چلے گئے تھے۔ ابومنذر ہشام بن محمد کلبی نے کہا: عمرؓ نے ایک آدمی شام بھیجا اور اسے کہا: ''انہیں (یعنی سعد کو) بیعت کی دعوت دیجئے اور مقدور بھر انہیں اس پر آمادہ کیجئے، اگر وہ انکار کریں تو ان کے خلاف اللہ سے مدد طلب کیجئے۔'' یہ آدمی شام گیا اور سعد سے حوران میں ملا، انہیں بیعت کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا: ''میں کسی قریش کی کبھی بیعت نہیں کروں گا۔'' کہا: ''میں آپ کے خلاف لڑوں گا۔'' کہا: ''اگرچہ تم میرے خلاف لڑو۔'' کہا: ''کیا آپ اس میں سے نکلنے والے ہیں جس میں امت داخل ہوئی ہے؟'' کہا: ''جہاں تک بیعت کا

تعلق ہے میں اس سے نکلنے والا ہوں۔'' چنانچہ اس نے آپ پر تیر چلا کر آپ کو مار ڈالا۔

میمون بن مہران نے اپنے والد سے روایت کی ہے، کہا: سعد بن عبادہؓ کو شام کے ایک حمام میں تیر مارا گیا جس سے آپ جاں بحق ہو گئے۔ سعید بن ابی عروبہ نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہا: سعد بن عبادہؓ کو ایک تیر لگا جو آپ کے جسم میں پیوست ہو گیا، چنانچہ آپ فوت ہو گئے۔ آپ کی وفات پر جن روئے اور کہا:

وقتلنا سیّد الخزرج سعد بن عُبادہ

ورمیناہُ بسھمین فلم نخطئ فؤادہ

[ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو مار ڈالا۔ ہم نے ان پر دو تیر چلائے اور ان کے دل کا نشانہ چوکنے نہ دیا]

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل:

محمد بن منکدر نے کہا: عمرؓ نے ابوبکرؓ سے جھگڑا کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا آپ لوگ میری خاطر میرے دوست کو چھوڑنے والے نہیں؟ یقیناً اللہ نے مجھے ہدایت اور دین حق کے ساتھ تمام انسانوں کی طرف بھیجا تو سب نے کہا: تو نے جھوٹ کہا اور ابوبکر نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔''

آپ رسول اللہ ﷺ کے دوست اور یارِ غار ہیں، سب سے پہلے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھنے والے اور آپؐ پر ایمان لانے والے اور آپؐ کی اتباع کرنے والے ہیں۔ عمرؓ بن خطاب نے فرمایا: ''ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے آقا (بلالؓ) کو آزاد کروایا۔'' یاد رہے کہ بلالؓ، امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ ابوبکرؓ نے آپ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ یہ مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد رباح اور والدہ حمامہ تھیں۔

آپ ﷺ سے پوچھا گیا: اس معاملہ میں سب سے پہلے آپ کے ساتھ کون کھڑا ہوا؟ فرمایا: ''ایک آزاد اور ایک غلام۔'' آزاد سے آپ کی مراد ابوبکر اور غلام سے بلال تھی۔

بعض نے کہا، ان سے مراد علی اور خباب ہیں۔

ابوالحسن مدائنی نے کہا: ہارون الرشید مسجد نبوی میں آیا تو اس نے مدینہ کے فقیہ مالک بن انس کو بلوا بھیجا۔ آپ تشریف لائے تو خلیفہ رسول اللہ ﷺ کی قبر اور منبر کے درمیان کھڑا تھا۔ جب آپ نے ان کے سامنے کھڑے ہو کر سلامِ خلافت کر لیا تو اس نے کہا: ''اے مالک، میرے لیے دنیا کی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کی نظر میں ابوبکر و عمر کا مقام بیان کیجئے۔'' فرمایا: ''یا امیر المومنین! حضورؐ سے ان دونوں حضرات کا وہی مقام و مرتبہ تھا جو آپؐ کی قبر مبارک سے ان دونوں کی قبروں کا ہے۔'' خلیفہ نے کہا: ''اے مالک، آپ نے مجھے مطمئن کر دیا۔''

شعبی نے محمد بن ابی سلمہ سے روایت کی ہے کہ علیؓ سے ابوبکر و عمرؓ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ''تم نے ایک باخبر سے پوچھا ہے۔ اللہ کی قسم یہ دونوں مصلح و صالح امام تھے۔ دنیا سے خالی پیٹ نکلے۔''

علیؓ بن ابی طالب نے کہا: ''رسول اللہ ﷺ نے سبقت کی، ابوبکر دوسرے نمبر پر رہے اور عمر تیسرے نمبر پر۔ پھر ہم ایک اندھے فتنہ کی زد میں آ گئے، اللہ تعالیٰ اس میں جسے چاہے معاف رکھے۔'' عائشہؓ نے کہا: ''رسول اللہ ﷺ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے فوت ہوئے، جو کچھ میرے والد پر اترا، اگر وہ مضبوط پہاڑوں پر اترتا تو انہیں توڑ دیتا۔ منافقت نے گردن لمبی کر لی، عرب مرتد ہو گئے، اللہ کی قسم وہ کسی طرف نہیں اُڑے مگر میرے والد اسلام کی خاطر اسی طرف بڑھے اور اسے اسلام کے لیے سازگار و موافق کر لیا۔''

عمرو بن عثمان نے اپنے والد سے بواسطہ عائشہؓ نقل کیا ہے کہ انہیں معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ان کے والد کو برا کہہ رہے ہیں تو آپ نے انہیں بلوا بھیجا۔ جب وہ آ گئے تو آپؓ نے کہا: ''میرے والد، اللہ کی قسم ہاتھ انہیں پکڑ نہیں سکتے۔ آپ ایک بلند و بالا پہاڑ اور پھیلا ہوا سایہ تھے۔ جب آپ لوگوں نے اپنا مال روکا تو انہوں نے عطا کیا۔ جب تم لوگ سست ہوئے تو وہ آگے بڑھے، ایک تیز رو گھوڑے کی مانند جو اپنے منتہا کی طرف پہل کرنے والا ہوتا ہے۔ آپ جوانی میں قریش کے نوجوان تھے اور ادھیڑ عمر میں قریش کے لیے جائے پناہ تھے۔ ان

کے قیدیوں کو چھڑاتے تھے، ان کے ناداروں کی مدد کرتے تھے۔ ان کے دراڑوں اور شگافوں کو بھرتے تھے۔ ان کی پراگندگی کو دور کرتے تھے، آپ قریش کے معاملہ کو ٹھیک کرتے تھے۔ اللہ کی ذات میں آپ کے اعتماد وخودداری میں برابر اضافہ ہوتا رہا، حتی کہ آپ نے اپنے صحن میں مسجد بنالی۔ آپ اس میں اس چیز کو زندہ رکھتے تھے جسے باطل پرستوں نے ترک کر رکھا تھا۔ آپ دل کے نرم تھے۔ بہت رقیق القلب، روتے ہوئے ہچکی بندھ جاتی تھی۔ مکہ کی عورتیں اور بچے آپ کے گرد اکٹھے ہوجاتے۔ آپ کا مذاق اڑاتے اور تمسخر کرتے مگر اللہ ان سے استہزاء کرتا تھا اور بھٹکنے کے لیے ان کی سرکشی میں انہیں مہلت دیے جاتا تھا۔ قریش کے مردوں کے لیے یہ عجیب تھا، مگر یہ لوگ نہ آپؓ کو کمزور کرسکے، نہ آپ کا کچھ بگاڑ سکے۔ حتی کہ حق مضبوط وقوی ہوگیا۔ اس نے اپنا سینہ زمین پر رکھ دیا، اس کی میخیں گڑ گئیں۔ جب اللہ نے اپنے نبی کریم کو اٹھا لیا تو شیطان نے اپنا خیمہ نصب کردیا، اپنی رسیاں لمبی کرلیں، اپنا پھندا لگالیا اور اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ چڑھائی کردی۔ اس وقت جنابِ صدیق مستعد و ہوشیار ہوکر اٹھے۔ اسلام کو ازسرنو اس کی پٹری پر ڈال دیا۔ نفاق کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا۔ عوام آپ کے عدل وانصاف سے بہرہ مند ہوئے، حقداروں کا حق واپس دلایا۔ خونوں کو ان کی کھالوں میں روک دیا۔ پھر آپ کی موت آگئی۔ آپ کے چھوڑے ہوئے خلاء کو ایسے شخص نے پر کیا جو شفقت ورحم دلی میں آپ کی مثل تھا اور عدل وانصاف کرنے میں آپ کا سگا بھائی تھا۔ یہ تھے ابن الخطاب، اللہ ہر حال میں ان پر رحم وکرم فرماتا رہے۔ آپ نے بے شمار فتوحات حاصل کیں۔ شرک کو تتر بتر کردیا، زمین کو پھاڑا تو اس نے اپنی پیداوار اور پھل اگل دیئے۔ دنیا آپ پر مہربان ہوتی مگر آپ اس سے کنارہ کشی کرتے، دنیا آپ کے قریب آتی مگر آپ اس سے دور بھاگتے۔ پھر عمرؓ نے دنیا کو چھوڑا جیسا کہ وہ تھی۔ پس تم لوگ مجھے بتاؤ کہ تم کیا شک کرتے ہو؟ اور میرے والد کے دونوں میں سے کس کا بدلہ وانتقام لینا چاہتے ہو؟ کیا اس دن کا جب اس نے تم میں رہ کر عدل کیا یا اس دن کا جب اس نے تمھیں چھوڑ کر کوچ کیا؟ میں اسی پر اکتفاء کرتی ہوں اور اپنے لیے اور تمھارے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرتی ہوں۔''

ابوبکر صدیقؓ کی وفات:

لیث بن سعد نے زہری سے روایت کی ہے کہ ابوبکرؓ کے پاس حرث بن کلدہ تھا کہ آپ کے پاس کھانا ہدیہ کے طور پر پیش ہوا۔ دونوں نے اس میں سے کھایا۔ حرث نے کہا: ''ہم نے ایک سال کے بعد اثر کرنے والی زہر کھالی ہے۔ میں اور آپ سال پورا ہونے کے بعد مرجائیں گے۔'' چنانچہ سال گزرنے کے بعد دونوں ایک ہی دن میں فوت ہوگئے۔ آپ کو یہودیوں نے زہر دیا تھا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کو خیبر میں بکری کے دست میں زہر دیا گیا تھا۔ جب آپؓ کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا: ''خیبر کا کھانا بار بار لوٹ کر مجھ پر اثر انداز ہوتا رہا ہے اور اس نے میری ''ابہر'' کاٹ دی ہے۔'' یاد رہے کہ ابہر اور وتین دل کی دو رگیں ہیں، ان میں سے جب ایک بھی کٹ جائے تو آدمی مرجاتا ہے۔ وتین کا لفظ اس آیت میں ہے: ..... ثم لقطعنا منه الوتين (الحاقة: ۴۶) ''پھر ہم اس کی رگ گردن کاٹ ڈالتے۔''

زہری نے عروہ سے بواسطہ عائشہؓ نقل کیا ہے کہا: ابوبکر نے پیر، سات جمادی الآخر کو غسل کیا، یہ ٹھنڈا دن تھا۔ آپ کو پندرہ روز بخار رہا کہ نماز کے لیے نہیں نکلتے تھے، اور عمرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے تھے۔ آپ نے منگل کی رات کو جمادی الآخر ۱۳ھ کے آٹھ دن باقی تھے، وفات پائی۔ آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا۔ عمرؓ نے قبر مبارک اور منبر نبوی کے مابین آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

زہری نے سعید بن مسیب سے روایت کی کہا: جب ابوبکر نے وفات پائی تو عائشہ نے نوحہ کرنے والی عورتوں کو آپ پر نوحہ کے لیے مقرر کیا۔ یہ بات عمرؓ کو معلوم ہوئی تو آپ نے انہیں روکا مگر عورتوں نے انکار کیا۔ اس پر آپ نے ہشام بن ولید سے کہا: میرے پاس ابوقحافہ کی بیٹی کو بھیجو، چنانچہ انہوں نے آپ کے پاس ام فروہ کو بھیجا۔ جب آپ نے اُسے مارنے کے لیے درّہ بلند کیا تو نوحہ کرے والی عورتیں منتشر ہوگئیں۔

عائشہؓ نے جب ان کے والد رضی اللہ عنہ نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں، یہ شعر پڑھا:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه　　ربیع الیتامی عصمۃ الأرامل

[وہ خوبصورت ہیں، ان کے چہرے سے بارش کا فیضان طلب کیا جاتا ہے۔ یتیموں کے مادی اور بیواؤں کے سرپرست ہیں]

آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی، تو میں نے پڑھا:

لعمرک مایغنی الثراءُ عن الفتی　　اذا حَشْرَ جَتْ یوماً وضاق بھا الصدرُ

[تیری جان کی قسم، مالداری ان کے کیا کام آسکتی ہے کہ ایک دن حلق میں سانس گھٹنے کی آواز آنے لگے اور اس سے سینہ تنگ ہوجائے]

آپ نے میری طرف غصے سے دیکھا اور فرمایا: یوں کہو، وجآت سکرۃ الموت بالحق ذلک ماکنت منہ تحید (ق:۱۹) (یعنی پھر دیکھو، وہ موت کی جاں کنی حق کے ساتھ آپہنچی، یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا) پھر فرمایا: دو پرانی چادریں دیکھو اور مجھے ان میں کفن دینا، یقیناً زندہ شخص میت کے مقابلے میں نئے کپڑوں کا زیادہ حق دار ہے۔"

عروہ بن زبیر اور قاسم بن محمد نے کہا: ابوبکرؓ نے عائشہ کو وصیت کی کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن کیا جائے، جب فوت ہوئے تو ان کے لیے قبر کھودی گئی اور آپ کا سر رسول اللہؐ کے کندھوں کے درمیان رکھا گیا اور عمرؓ کا سر ابوبکرؓ کی کمر کے برابر رکھا گیا۔ گھر میں ایک قبر کی جگہ بچ گئی، جب حسن بن علیؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ انہیں اس جگہ اپنے نانا کے ساتھ دفن کیا جائے۔ جب بنو ہاشم نے آپ کے لیے قبر کھودنے کا ارادہ کیا تو مروان نے انہیں روک دیا۔ وہ معاویہؓ کے زمانہ میں مدینہ کا گورنر تھا۔ اس پر ابوہریرہؓ نے کہا: آپ انہیں اپنے نانا کے ساتھ دفن ہونے سے کیوں روکتے ہیں؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: "حسن اور حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔" مروان نے ان سے کہا: "اللہ، رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو ضائع کرے اگر اسے تمہارے سوا کوئی اور روایت نہ کرے۔" ابوہریرہؓ نے کہا: "اللہ کی قسم، میں نے یہ بات کہی ہے۔ میں آپ کے ساتھ

رہا ہوں حتی کہ میں جانتا ہوں کہ آپ کس سے محبت کرتے تھے اور کس سے نفرت، کس کو آپ نے جلاوطن کیا اور کسے برقرار رکھا، کس کے لیے دعا فرمائی اور کسے بددعا دی۔''

کہا: ابوبکرؓ کی قبر ایسی سطح دار بنائی گئی جیسے رسول اللہ ﷺ کی قبر سطح دار بنائی گئی اور اس پر پانی چھڑکا گیا۔

ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ابوبکرؓ کی نماز جنازہ رات کو پڑھائی گئی اور انہیں رات کے وقت دفن کیا گیا۔ جب آپ فوت ہوئے تو عمر ۶۳ برس تھی۔ حضورؐ کی بھی یہی عمر تھی۔ ابوبکر کے بعد ان کے والد ابوقحافہ کچھ مہینے اور کچھ دن زندہ رہے۔ انہوں نے میراث میں اپنا حصہ ابوبکرؓ کے ایک بیٹے کو ہبہ کر دیا۔ ابوبکر کی مہر کا نقش تھا: نعم القادر اللہ۔

ابوبکرؓ فوت ہوئے تو آپ کو ایک چادر سے ڈھانکا گیا۔ مدینہ رونے سے گونج اٹھا اور لوگ اسی طرح غمزدہ تھے جس طرح رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن تھے۔ علی روتے ہوئے جلدی جلدی آئے، وہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ رہے تھے حتی کہ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور وہ کہہ رہے تھے:

''ابوبکر اللہ آپ پر رحم کرے۔ اللہ کی قسم آپ لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے، سب سے بڑھ کر ایمان میں سچے تھے، سب سے بڑھ کر یقین کرنے والے تھے اور سب لوگوں سے زیادہ دل کے مالدار تھے، سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرنے والے تھے۔ اسلام پر سب سے بڑھ کر مہربان تھے اور اہلِ اسلام کے سب سے زیادہ حامی تھے۔ آپ سب سے بڑھ کر رسول اللہ کی عادات و خصائل اور وقار و تمکت میں ان کے مشابہہ تھے۔ پس اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام، رسول اللہ اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آپ نے اس وقت رسول اللہ کی تصدیق کی جب لوگوں نے آپ کو جھٹلایا، آپ نے اس وقت آپؐ کو اپنا مال دیا جب لوگوں نے بخل کیا، آپ اس وقت حضورؐ کے ساتھ کھڑے ہوئے جب لوگ بیٹھے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کا نام صدیق رکھا چنانچہ فرمایا:

والّذی جآء بالصّدقِ وصدّق به (الزمر: ۳۳)

[اور جو شخص سچائی لے کر آیا اور جنہوں نے اس کو سچ مانا]

اس سے اللہ کی مراد محمدؐ اور آپؓ ہیں۔ آپ اللہ کی قسم اسلام کے لیے قلعہ تھے، آپ کی حجت کو شکست نہ دی جا سکی اور نہ آپ کی بصیرت کمزور ہوئی اور نہ ہی آپ بزدل ہوئے۔ آپ ایک پہاڑ کی مانند تھے جسے آندھیاں ہلا نہیں سکتیں اور تیز ہوائیں جسے ہٹا نہیں سکتیں۔ آپ بالکل وہی تھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے بدن میں کمزور، اپنے دین میں طاقتور، اپنے نفس میں متواضع، اللہ کے ہاں عظیم، زمین پر جلیل، مؤمنوں کے یہاں بڑے، کوئی آپ کے بارے میں طمع ہوئی نہ رکھ سکتا تھا۔ کم زور آپ کے نزدیک طاقتور تھا اور طاقتور آپ کے نزدیک کم زور تھا جب تک کہ آپ طاقتور سے حق نہیں لے لیتے تھے اور اُسے کمزور کو نہیں دلا دیتے تھے۔ اللہ آپ کو آپ کے اجر سے محروم نہ کرے اور ہمیں آپ کے بعد گم راہ نہ کرے۔''

قاسم بن محمد نے ام المومنین عائشہؓ کے بارے میں بتایا کہ وہ اپنے والد کے مرض الوفات میں ان کے پاس گئیں اور کہا: ''اے ابا جان، مجھے اپنا خصوصی حکم دیجئے اور عوام کے بارے میں اپنی رائے اور فیصلہ نافذ کیجئے اور اپنے تیاری کے گھر سے اپنے قیام کے گھر میں منتقل ہو جائیے۔ آپ کے بارے میں سوزشِ غم مجھے بے چین و بے قرار کیے ہوئے ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ کے پہلو کام چھوڑ رہے ہیں، آپ کا رنگ بدل رہا ہے۔ میں آپ کے بارے میں اللہ کے حضور ہی اظہارِ غم کرتی ہوں۔ آپ کے بارے میں میرے دکھ کا ثواب اسی کے پاس ہے۔ میں اپنے آپ کو سکون دینا چاہتی ہوں مگر سکون کہاں؟ میں شکایت درد و حزن کرتی ہوں مگر سنی نہیں جاتی۔''

آپ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: ''لختِ جگر، آج کے دن مجھ سے پردہ ہٹا دیا گیا ہے، میں اپنی جزاء کا مشاہدہ کر رہا ہوں اگر مسرت ہے تو ابدی اور اگر رنج و غم ہے تو دائمی۔ میں نے ان لوگوں کی امامت اس وقت سنبھالی جب پیچھے ہٹنا زیاں تھا اور پسپائی گناہ تھا۔ اللہ گواہ ہے کہ میرے دل میں اس کے سوا کچھ نہ تھا، چنانچہ میں نے عوام کی رُکابی لی، ان کی دودھ دینے والی اونٹنی لی اور ان کے ساتھ شریک ہوا مگر نہ فریب پیشِ نظر تھا نہ زیادہ مال استعمال کر کے اسے

رائیگاں کرنا مقصد تھا۔ میں نے سخت بھوک کے ازالہ کے لیے اور ستر پوشی کے لیے قوم کا مال اپنے لیے روا سمجھا مگر ایسی سخت دردناک بھوک میں کہ جس میں آنتیں بھوکی اور خشک رہتی ہیں۔ میں اس کے لیے اس طرح مجبور تھا جیسے انتہائی سخت پیاسا بدرنگ، بدذائقہ اور بدبودار پانی پینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ جب میں مرجاؤں تو ان کی رکابی، ان کے غلام، اونٹنی اور چکی انہیں واپس کردینا۔ نیز چادر جو میں اپنے اوپر اوڑھتا تھا تاکہ سردی سے بچوں اور چادر جسے میں زمین کی تکلیف سے بچنے کے لیے نیچے بچھاتا رہا ہوں۔ اس میں کھجور کے پتے بھرے تھے۔“

عمرؓ جب آپ کے پاس آئے تو کہا: ”اے رسول اللہ کے خلیفہ، آپ نے اپنے بعد آنے والوں کو تھکا دیا اور انہیں سخت مشقت میں ڈال دیا۔ آپ کی گرد راہ کو پانا ہی مشکل ہے کجا یہ کہ کوئی آپ سے جا ملے۔“

ابوبکرؓ کا عمرؓ کو جانشین بنانا:

عبداللہ بن محمد تیمی نے محمد بن عزیز سے روایت کی ہے کہ جب ابوبکرؓ صدیق کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنا عہد لکھا اور اسے عثمان بن عفان اور ایک انصاری کو دے کر بھیجا تاکہ وہ اسے لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنا دیں۔ جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو یہ دونوں اٹھے اور کہا: ”یہ ابوبکرؓ کا عہد وصیت ہے اگر تم لوگ اس کی تائید کرو تو ہم اسے پڑھتے ہیں اور اگر آپ حضرات اسے تسلیم نہ کریں تو ہم اسے واپس لیتے ہیں“ پھر کہا: ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ ہے وہ وصیت جو ابوبکر بن قحافہ نے دنیا سے جاتے ہوئے اور آخرت میں داخل ہوتے وقت لکھائی ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب کافر بھی ایمان لے آتا ہے اور فاجر بھی متقی بن جاتا ہے اور جھوٹا بھی سچ کا اعتراف کرلیتا ہے میں نے تمہارے لیے عمرؓ بن خطاب کو سربراہ مقرر کیا ہے اگر وہ عدل و تقویٰ سے کام لیں تو یہی ان کے بارے میں میرا گمان اور امید ہے اور اگر بدل جاتے ہیں تو میں نے تو خیر کا ارادہ کیا ہے۔ اور اللہ کے سوا کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا۔“

ابوصالح نے کہا: محمد بن وضاح نے خبر دی، کہا: مجھ سے محمد بن رمح بن مہاجر تجیبی نے

بیان کیا، کہا: مجھ سے لیث بن سعد نے، انھوں نے علوان سے، انھوں نے صالح بن کیسان سے، انھوں نے حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف کے حوالے سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مرض الوفات میں ان کے پاس گئے تو انہیں افاقہ میں پایا تو کہا: آپ اللہ کا شکر ہے کہ ٹھیک ہو گئے ہیں۔ ابوبکرؓ نے کہا: ''کیا آپ ایسا دیکھ رہے ہیں؟'' کہا: ''ہاں۔'' کہا: ''میں تو اس کے باوجود شدید درد محسوس کر رہا ہوں۔ اے گروہ مہاجرین، جو سلوک میں نے تم سے پایا ہے وہ میرے لیے میرے درد سے بھی زیادہ ہے۔ میں نے اپنے حساب سے تم میں سے سب سے بہتر کو سربراہ مقرر کیا ہے۔ تم سب نے اس پر ناک بھوں چڑھائی ہے۔ ہر ایک چاہتا ہے کہ اقتدار اسے ملے دوسرے کو نہیں۔ تم نے دنیا کو آتے دیکھا ہے مگر وہ ابھی نہیں آئی۔ دنیا آئے گی حتی کہ آپ لوگ ریشم کے پردے اور دیباج کے تکیے بنائیں گے اور آپ کو اذری اون[1] پر لیٹتے ہوئے تکلیف محسوس ہوگی جیسے تمھیں خاردار پودے پر لیٹتے ہوئے درد محسوس ہوتا ہے۔ اللہ کی قسم، اگر تم میں سے کوئی آگے بڑھے اور کسی حد کا مستوجب ہوئے بغیر اس کی گردن اڑا دی جائے تو یہ دنیا کی دلدل میں پھنسنے سے بہتر ہے، خبردار! آپ لوگ اگلے لوگوں میں سب سے پہلے بھٹکنے والے ہوں گے۔ آپ لوگ انہیں راستے سے دائیں بائیں پھیر دیں گے۔ اے راہنما ہوشیار و خبردار یا تو فجر ہے یا سمندر۔''

کہا: میں نے عرض کیا: آپ فکر نہ کریں (زیادہ اثر نہ لیں) آپ کے یہ جذبات آپ کی موجودہ تکلیف کی وجہ سے ہیں۔ لوگ آپ کے بارے میں دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ جو آپ کے ہم خیال و ہم رائے ہیں اور ایک وہ ہیں جو آپ کے ہم خیال نہیں، وہ اپنی رائے کے مطابق آپ کو مشورہ دیتے ہیں اور آپ کے ساتھ ویسے ہی ہیں جیسا کہ آپ چاہتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آپ نے خیر ہی کا ارادہ کیا ہے اور ہمیشہ صالح و مصلح رہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے دنیا میں دلچسپی نہیں لی۔''

فرمایا: ''جی ہاں، میں نے دنیا کی کسی چیز میں رغبت نہیں لی مگر تین کام میں نے ایسے

[1] مراد ہے آذر بائیجان کی اون جو بڑی نفیس ہوتی تھی۔ (ن س ظ)

کیے کہ چاہتا ہوں نہ کیے ہوتے اور تین کام میں نے چھوڑ دیئے چاہتا ہوں کہ کیے ہوتے اور تین باتیں چاہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرلی ہوتیں۔ بہرحال جو میں نے تین کام کیے اور چاہتا ہوں کہ نہ کیے ہوتے ان کی تفصیل یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میں سیدہ فاطمہؓ کے گھر کسی کو نہ بھیجتا خواہ انہوں نے لڑائی کی خاطر ہی گھر بند کیا ہوتا۔ چاہتا ہوں کہ میں نے فجاۃ سلمی کو نہ جلایا ہوتا میں یا تو اسے جلدی سے قتل کردیتا یا تیزی سے چھوڑ دیتا۔ چاہتا ہوں کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے دن میں نے امرِ حکومت دو آدمیوں میں سے کسی ایک کی گردن میں ڈال دیا ہوتا کہ وہ امیر ہوتا اور میں اس کا وزیر ہوتا۔ دو آدمیوں سے آپؓ کی مراد عمر بن خطاب اور ابوعبیدہ بن جراح سے تھی۔

تین کام جو میں نے نہیں کیے اور چاہتا ہوں کہ کیے جاتے: میں چاہتا ہوں کہ جس دن اشعث بن قیس میرے پاس قیدی لایا گیا تھا میں نے اس کی گردن اڑا دی ہوتی۔ مجھے خیال آتا ہے کہ وہ ہر شر کی اعانت کرتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جس دن میں نے خالد بن ولید کو مرتدوں کی طرف روانہ کیا تھا اس روز میں ذوالقصہ میں قیام کرتا، اگر مسلمان فاتح ہوتے تو ٹھیک اور اگر انہیں شکست ہوتی تو میں دشمن سے جنگ کرتا یا مسلمانوں کو کمک پہنچاتا۔ میں چاہتا ہوں کہ میں نے خالد بن ولید کو شام روانہ کیا ہوتا اور عمر بن خطاب کو عراق کی طرف بھیجا ہوتا، یوں میں نے اپنے دونوں ہاتھ اللہ کی راہ میں پھیلا دیے ہوتے۔

تین باتیں جو میں چاہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرلی ہوتیں تو میں چاہتا ہوں کہ میں نے آپؐ سے پوچھ لیا ہوتا کہ یہ (حکومت کا) معاملہ آپؐ کے بعد کس کے لیے ہے؟ تو کوئی بھی اعتراض نہ کرتا۔ اور یہ کہ میں نے آپ سے پوچھ لیا ہوتا کہ کیا اس معاملہ میں انصار کا کوئی حصہ ہے تو کوئی بھی اسے کم نہ کرسکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ میں نے آپؐ سے بھتیجی اور پھوپھی کے بارے میں پوچھا ہوتا کہ ان دونوں کے بارے میں میرے دل میں کچھ ہے۔"

عمر بن خطاب کا نسب اور حلیہ:

ابوالحسن علی بن محمد نے کہا: آپ ہیں عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک۔ آپ کی والدہ حنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔ اور یہ ہاشم ذوالرمحین (دو نیزوں والا) ہے۔

ابوالحسن نے کہا: عمر گندم گوں سرخی مائل تھے، دراز قد اور گنجے تھے۔ سر کے دونوں طرف بالوں کے کنارے تھے۔ رخسار، ناک اور آنکھیں خوبصورت تھیں، پاؤں اور ہتھیلیاں موٹی تھیں، گھٹے ہوئے مضبوط جسم والے تھے، جسم خوبصورت تھا، سر کی ہڈی بڑی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے کام کر سکتے تھے۔ چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ سوار ہوں۔

آپؓ نے بروز منگل جمادی الاخر کے آٹھ دن باقی رہتے تھے ۱۳ھ میں خلافت سنبھالی۔ ۲۳ھ میں ذی الحجہ کے تین دن باقی تھے کہ آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ اس کے بعد تین دن زندہ رہے۔ کہا جاتا ہے کہ سات دن زندہ رہے۔

معدان بن ابوحفصہ نے کہا: عمرؓ بدھ کے روز کہ ذی الحجہ ۲۳ھ کے چار دن باقی تھے کہ شہید ہوئے۔ شعبی کی روایت کے مطابق آپ کی عمر ۶۳ برس تھی۔ اسی عمر میں ابوبکرؓ اور رسول کریم ﷺ کا انتقال ہوا تھا۔

عمر بن خطاب کے فضائل:

اشہب نے حسن سے روایت کی ہے کہ عثمانؓ نے عیینہ پر عتاب کیا تو اس نے ان سے کہا: ''عمر ہمارے لیے آپ سے بہتر تھے۔ انہوں نے ہمیں دیا تو مالدار کر دیا، انہوں نے ہمیں ڈرایا تو پرہیزگار بنا دیا۔'' عثمانؓ سے کہا گیا: ''کیا بات ہے کہ آپ عمرؓ کی طرح نہیں ہیں؟'' فرمایا: ''میں لقمان حکیم کی مانند ہونے کی استطاعت نہیں رکھتا۔'' قاسم بن عمر نے کہا: ''عمر کا اسلام فتح، ان کی ہجرت نصرت اور ان کی حکومت رحمت تھی۔'' بیان کیا جاتا ہے کہ عمرؓ نے

ثقیف کی ایک عورت کو پیغام نکاح بھیجا، مغیرہ نے بھی اسے پیغام نکاح بھیجا، اس خاتون کے سر پرستوں نے اس کی شادی مغیرہ سے کردی اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا: الّا زوّجتم عُمر، فانہ خیرُ قریش اوّلھا و آخرِھا، الّا ماجعل اللہ لرسولہ (یعنی تم لوگوں نے عمر کے ساتھ اس کی شادی کیوں نہیں کی وہ قریش کے اوّل و آخر سے بہتر ہے سوائے اس کے جو اللہ نے اپنے رسول کے لیے کردیا۔)

حسن بن دینار نے حسن سے روایت کی کہا: عمرؓ کی رسول اللہ ﷺ کی صحابہ پر یہی فضیلت نہ تھی کہ ان کی نماز سب سے لمبی اور روزہ سب سے زیادہ رکھتے تھے بلکہ وہ سب سے بڑھ کر دنیا سے بے رغبت تھے اور اللہ کے معاملہ میں سب سے سخت تھے۔

ایک آدمی نے عمرؓ کے کسی کارندے کے خلاف شکایت کی اور دعویٰ کیا کہ اس نے اسے مارا ہے اور اس پر زیادتی کی ہے۔ عمرؓ نے کہا: ''یا اللہ! میں عوام کے جسم و جان کو سرکاری افسران کے لیے حلال نہیں کرتا، ہر وہ شخص جس پر اس کے افسر نے ظلم کیا ہو، مجھ سے نیچے اس پر کوئی افسر نہیں۔'' پھر متعلقہ کارندے سے بدلہ دلوایا۔

عوانہ نے شعبی سے کہا: ''عمرؓ بازاروں میں گھومتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے اور جب فریقین آپ کو پاتے تو آپ ان میں فیصلہ فرماتے۔'' مغیرہ بن شعبہ نے عمرؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: ''ان کی بڑی فضیلت تھی جو انہیں دھوکہ دینے سے روکتی اور ان کی عقل انہیں دھوکہ کھانے سے روکتی تھی۔'' عمرؓ نے فرمایا: ''میں دھوکہ باز نہیں ہوں اور فریب کار مجھے دھوکہ نہیں دے سکتا۔''

عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہا: میں عمرؓ بن خطاب کی خلافت کے دوران ان کے ساتھ چل رہا تھا، وہ اپنے کسی کام سے جا رہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں درّہ تھا۔ میں ان کے پیچھے چل رہا تھا، وہ خود کلامی کر رہے تھے اور اپنے پاؤں کے دائیں جانب درّہ مارتے جاتے تھے کہ اچانک میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اے ابن عباس! کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وفات کے دن میں نے جو بات کہی تھی اس پر مجھے کس نے

آمادہ کیا تھا؟'' میں نے عرض کیا: ''نہیں۔'' فرمایا: ''میں یہ آیت پڑھا کرتا تھا: وكذلك جعلنا كم امّةً وسطاً لتكونوا شهداء على النّاس ويكون الرسولُ عليكم شهيداً (بقرہ:۱۴۳) (یعنی اور اس طرح ہم نے آپ کو امت وسط بنایا تا کہ آپ لوگوں پر گواہ بنیں اور رسولؐ آپ پر گواہ ہوں)۔ اللہ کی قسم، میں یہ گمان کرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ابھی حیات رہیں گے حتی کہ وہ ہمارے حق سے ہٹے ہوئے اعمال پر ہمارے خلاف گواہی دیں گے۔ اسی گمان نے مجھے وہ بات کہنے پر آمادہ کیا جو میں نے کہی۔''

ابن دأب نے کہا اور ان سے ابن عباسؓ نے کہا: عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں، میں آپ کی تلاش میں نکلا، تو میں نے آپ کو ایک گدھے پر سوار دیکھا، آپ نے اس کے گلے میں سیاہ رسی ڈال رکھی تھی۔ آپ کے پاؤں میں پیوند لگے جوتے تھے۔ آپ ایک چھوٹا سا تہبند اور ایک چھوٹی سی قمیص پہنے ہوئے تھے، آپ کی پنڈلیاں برہنہ ہو جاتی تھیں، میں آپ کے پہلو میں چلا اور تہبند کو کھینچ کر آپ کے اوپر ڈالتا تھا۔ آپ ہنستے اور فرماتے: ''یہ تیری بات نہیں مانے گا۔'' حتی کہ آپ عالیہ پہنچے۔ وہاں کچھ لوگوں نے آپ کے لیے گوشت اور روٹی پر مشتمل کھانا تیار کر رکھا تھا۔ انہوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی۔ آپ روزے سے تھے، اس لیے کھانا میری طرف کرتے جاتے اور فرماتے: ''میرے لیے بھی کھاؤ اور اپنے لیے بھی کھاؤ۔''

ابن وھب نے لیث بن سعد سے روایت کی ہے کہ ابوبکرؓ بیت المال سے کچھ نہ لیتے تھے اور نہ ہی آپ کے لیے مال غنیمت میں سے جاری کیا جاتا، البتہ آپ نے بیت المال سے کچھ مال قرض لیا تھا۔ وفات کے قریب آپ نے عائشہؓ کو حکم دیا کہ یہ واپس کر دیں۔ عمر بن خطاب اپنے لیے ہر روز دو درہم لیتے تھے۔ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے تو ان سے کہا گیا: ''اگر آپ اتنا لے لیں جتنا عمر بن خطاب لیتے تھے تو بہتر ہوتا۔'' فرمایا: ''عمرؓ کے پاس مال نہ تھا مگر میرے پاس مال ہے جو میرے لیے کفایت کرتا ہے۔'' چنانچہ انہوں نے بیت المال سے کچھ نہ لیا۔

۱: ردم مکے کی ایک جگہ کا نام ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی مخصوص مقام تھا جس کی حد بندی حضرت عمرؓ نے کر دی تھی۔ جسے حجاج کرام منزل کے طور پر شناخت کرتے تھے اور اسے قدمی عمر کہتے تھے۔ (ن س ظ)

ابو حاتم نے اصمعی سے روایت کی ہے کہا: عمرؓ نے الردم [1] پر کھڑے ہو کر کہا: ''اے ابوسفیان! آپ کا حق یہاں سے کہاں ہے؟'' کہا: ''جو آپ کے پاؤں کے نیچے سے میری طرف ہے۔'' فرمایا: ''آپ پرانے حق تلفی کرنے والے ہیں، میرے پاؤں کے پیچھے کسی کا حق نہیں ہے۔ یہ تو حاجی کی منازل ہیں۔'' قریش کے ایک آدمی نے اپنے گھر کا اگلا حصہ قدمی عمر سے آگے بڑھا دیا تو آپ نے اسے منہدم کرا دیا اور چاہا کہ کنوئیں کو ختم کر دیں مگر آپ سے عرض کیا گیا: کنواں لوگوں کے لیے مفید ہے۔ چنانچہ آپ نے کنوئیں کو اس کی حالت پر رہنے دیا۔

اصمعی نے کہا: جب حاجی الوداع ہو چکا پھر اس نے قدمی عمر سے پیچھے رات گزاری، تو میرے نزدیک اس پر واپس ہونا ضروری نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ مکہ سے نکل گیا۔

شہادت عمرؓ:

ابوالحسن نے کہا: مغیرہ بن شعبہ کا ایک عیسائی غلام تھا جسے فیروز ابولؤلؤہ کہا جاتا تھا۔ یہ ماہر بڑھئی تھا اس کا خراج [1] بھاری تھا۔ چنانچہ اس نے عمرؓ سے شکایت کی اور درخواست کی کہ وہ اس کے آقا سے بات کریں کہ وہ ان کا خراج کم کر دے۔ عمرؓ نے پوچھا: ''تمہارا خراج کتنا ہے؟'' کہا: ''تین درہم ماہانہ۔'' پوچھا: ''تمہارا پیشہ کیا ہے؟'' کہا: ''بڑھئی۔'' فرمایا: ''تیرے جیسے پیشے میں، اسے میں زیادہ نہیں سمجھتا۔'' وہ غصہ سے چلا گیا اور دو دھاروں والا خنجر بے نیام کیا۔ عمرؓ نے خواب میں دیکھا کہ ایک سرخ مرغ انہیں تین ٹھونگیں مار رہا ہے۔ آپ نے اس کی یہ تعبیر کی کہ ایک عجمی آدمی آپ پر تین وار کرے گا۔ چنانچہ ابولؤلؤۃ نے اپنے اسی خنجر سے صبح کی نماز میں آپ پر تین وار کیے۔ ایک وار آپ کی ناف اور پیڑو کے درمیان لگا جس سے کھال اور آنتوں کے درمیان کی جھلی پھٹ گئی اور اسی سے آپ جاں بحق ہوئے۔ مسجد نبوی میں آپ کے ساتھ تیرہ آدمی زخمی ہوئے۔ ان میں سے سات جانبر نہ ہو سکے۔ بنو تمیم کا ایک شخص جس کا نام

[1] یہاں خراج سے مراد وہ رقم ہے جو فیروز ابولؤلؤ کو اپنے آقا، مغیرہ بن شعبہ کو ماہانہ بنیاد پر دینی ہوتی تھی۔ (ن س ظ)

حطان تھا آگے بڑھا اس نے اپنی چادر قاتل پر پھینکی پھر اسے دبوچ لیا۔ جب قاتل نے سمجھا کہ وہ پکڑا گیا ہے تو اس نے اپنے آپ کو خنجر مار لیا۔ عمرؓ نے صہیبؓ کو نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھایا۔ چنانچہ انہوں نے نمازِ صبح کی پہلی رکعت میں قل ھو اللہ احد اور دوسری میں قل یاایھا الکافرون پڑھی۔ عمرؓ کو اٹھا کر گھر لے جایا گیا۔ آپ تین دن زندہ رہے، پھر فوت ہو گئے۔ آپ نے عائشہؓ سے درخواست کی کہ انہیں وہ اپنے گھر میں اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت دیں۔ انہوں نے آپ کی درخواست قبول کر لی اور کہا: ''اللہ کی قسم، میں نے اس جگہ کو اپنے لیے (قبر) بنانے کا ارادہ کیا تھا مگر میں آج انہیں (عمرؓ) کو اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں۔''

عمرؓ کی حکومت دس سال تھی۔ صہیبؓ نے قبر و منبر کے مابین آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور غروب آفتاب کے وقت آپ کو دفن کیا گیا۔

آپ کے محرر (کاتب) زیدؓ بن ثابت تھے۔ معیقیب نے بھی آپ کے لیے کاتب کے طور پر کام کیا۔ آپ کا حاجب (دربان) آپ کا آزاد کردہ غلام یرفا تھا۔ آپ کا خازن یسار تھا۔ آپ کے بیت المال پر عبداللہ بن ارقم نگران تھے۔

لیث بن سعد نے کہا: عمرؓ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے باقاعدہ فوج بنائی۔ دفاتر اور شعبے بنائے اور خلافت کو مسلمانوں میں سے چھ کے مابین بہ طور مشاورت رکھا۔ یہ تھے علی، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف، تاکہ وہ اپنے میں سے ایک کو مسلمانوں کا سربراہ چن لیں۔ آپ نے ہدایت کی کہ عبداللہ بن عمران کے ساتھ حاضر رہیں، مگر شوریٰ کے بارے میں ان کا کوئی اختیار نہ ہوگا۔

عثمان بن عفان کی خلافت کے بارے میں شوریٰ کا معاملہ:

صالح بن کیسان نے کہا کہ: ابن عباسؓ نے کہا: عمرؓ پر قاتلانہ حملے کے بعد میں آپ کے پاس حاضر ہوا، آپ چمڑے کے ایک تکیہ پر لیٹے تھے۔ آپ کے پاس صحابہؓ کی ایک جماعت موجود تھی۔ ایک صاحب نے کہا: ''آپ کو کوئی خطرہ نہیں۔'' فرمایا: ''اگر آج مجھے خطرہ

نہیں تو کل ضرور ہوگا۔ یقیناً زندگی کا دل کے لیے حصہ ہوا کرتا ہے اور موت کی تکلیف ہوتی ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اپنے آپ کو بھی بچالوں اور آپ لوگوں سے بھی چھٹکارا پالوں۔ تمہارے معاملہ (حکومت) میں میری حیثیت ایک ڈوبنے والے کی سی تھی جو زندگی کو دیکھ کر اس کی امید رکھتا ہے اور ڈرتا ہے کہ مرجائے گا لہٰذا ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ ڈوبنے والے سے بھی خطرناک حالت میں وہ شخص ہے جو دوزخ و بہشت کو دیکھتا ہے مگر وہ دنیا میں مشغول ہے۔ میں نے تمہاری کلیوں کو دیکھا جیسا کہ وہ ہیں مگر میں نے انہیں پہن کر بوسیدہ نہیں کیا۔ میں نے پردوں میں پکے تمہارے پھل کو دیکھا مگر اسے کھایا نہیں۔ میں نے جو بھی چنا اور توڑا ہے وہ سب تمہاری خاطر اور میں نے اپنے ترکہ میں تیس یا چالیس درہم چھوڑے ہیں۔''

پھر آپ روئے اور آپ کے ساتھ حاضرین بھی روئے۔ اس پر میں نے عرض کیا: ''اے امیر المومنین، آپ کو مبارک ہو بشارت ہو کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو وہ آپ سے راضی تھے۔ ابوبکرؓ فوت ہوئے تو آپ سے خوش تھے اور مسلمان آپ سے خوش ہیں۔'' فرمایا: ''اللہ کی قسم، وہ فریب خوردہ ہے جسے تم دھوکہ میں ڈالو۔ اللہ کی قسم، اگر میرے لیے جو کچھ مشرق و مغرب کے مابین ہے وہ بھی ہو تو میں اسے آئندہ کی ہولناکی سے بچنے کے لیے فدیہ میں دے دوں۔''

داؤد بن ابی ہند نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ جب عمرؓ کی تکلیف بڑھی تو آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمایا: ''میرا رخسار زمین پر ٹکا دو۔'' انہوں نے ایسا کرنا ناپسند کیا تو عمرؓ نے خود ہی اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا اور کہا: ''عمر اور عمر کی ماں کے لیے تباہی ہے اگر اللہ اسے معاف نہ فرمائے۔''

ابوامیہ بن یعلی نے نافع سے روایت کی ہے کہا: عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا: ''کیا شہداء کو غسل دیا جاتا ہے؟'' فرمایا: ''عمر شہداء میں سے افضل تھے۔ آپ کو غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا اور نماز جنازہ پڑھی گئی۔''

یونس نے حسن سے اور ھشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے دونوں نے کہا: جب عمرؓ پر حملہ ہوا تو آپ سے کہا گیا: ''اے امیر المومنین، اچھا ہوتا کہ آپ کسی کو جانشین مقرر کر دیتے۔'' فرمایا: ''اگر میں تمھیں جانشین مقرر کیے بغیر چھوڑ دوں تو ایسا اس نے کیا ہے جو

مجھ سے اچھا ہے ۱؎ اور اگر تمہارے لیے جانشین مقرر کروں تو ایسا اس نے کیا ہے جو مجھ سے بہتر ہے۔ ۲؎ اگر ابوعبیدہ بن جراح زندہ ہوتے تو میں انہیں جانشین مقرر کرتا اور اگر میرا رب مجھ سے پوچھتا تو میں کہتا: میں نے ان کے بارے میں تیرے نبیؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وہ اس امت کا امین ہے اور اگر ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم زندہ ہوتے تو میں انہیں جانشین مقرر کرتا اور اگر میرا رب مجھ سے پوچھتا تو میں کہتا: میں نے آپ کے نبیؐ کو فرماتے سنا ہے کہ سالم اللہ سے ایسی محبت کرتا ہے کہ کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا۔'' عرض کیا گیا: ''اگر آپ عبداللہ کے بارے میں وصیت کرتے تو وہ اہل ہیں، اپنے دین، اپنی فضیلت اور قدیم الاسلام ہونے کی جہت سے۔'' فرمایا: ''آلِ خطاب کے لیے اتنا کافی ہے کہ ان میں سے ایک آدمی کا امت محمدؐ کے سلسلہ میں محاسبہ ہو۔ میں تو چاہتا ہوں کہ اس معاملہ سے نجات پا جاؤں برابر سرابر، نہ میرے کچھ حق میں ہو نہ کچھ میرے ذمے ہو۔'' ان لوگوں نے پھر عرض کیا: ''اے امیرالمومنین! اگر آپ وصیت کر جاتے۔'' فرمایا: ''میں نے تمہارے ساتھ اپنی گفتگو کے بعد یہ طے کر لیا تھا کہ میں ایک آدمی کو تمہارا راہبر مقرر کروں مجھے امید ہے کہ وہ تمہیں حق پر چلائے گا۔ آپؓ نے علیؓ کی طرف اشارہ کیا۔ پھر میں نے سوچا کہ میں اس بار خلافت کو زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی نہ اٹھاؤں۔ آپ لوگوں پر لازمی ہے کہ اس گروہ کے ساتھ وابستہ رہو جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ جنتی ہیں۔ ان میں سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بھی ہے، میں اسے ان میں شامل نہیں کر رہا۔ ۳؎ لیکن چھ ہیں: علی اور عثمان جو عبد مناف کے بیٹے ہیں، سعد، عبدالرحمٰن بن عوف رسول اللہ ﷺ کے ماموں، زبیر رسول اللہ ﷺ کے حواری اور آپؐ کے پھوپھی زاد اور طلحۃ الخیر۔ یہ اپنے میں سے ایک شخص کو چن لیں۔ جب یہ تمہارے لیے حکمران چن لیں تو اس کی خوب مدد کرنا۔''

۱؎ مراد ہیں رسول اللہ ﷺ جو اپنے بعد کسی کو جانشین مقرر کیے بغیر وفات پا گئے۔ (ن س ظ)

۲؎ مراد ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ جو اپنے بعد حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کر گئے۔ (ن س ظ)

۳؎ وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت عمرؓ کے چچازاد بھائی تھے۔ (ن س ظ)

عباسؓ نے علیؓ سے کہا: ''آپ ان (چھ) میں داخل نہ ہوں۔'' کہا: ''میں اختلاف ناپسند کرتا ہوں۔'' کہا: ''پھر آپ ناپسند ہی دیکھیں گے۔''

صبح ہوئی تو آپ نے علی، عثمان، سعد، زبیر اور عبدالرحمٰن کو بلوا بھیجا پھر فرمایا: ''میں نے غور کیا تو آپ حضرات کو عوام کا قائد اور سردار پایا۔ یہ معاملہ آپ حضرات میں ہی رہے گا۔ میں آپ کے بارے میں عوام سے اندیشہ ناک نہیں ہوں لیکن عوام کے بارے میں آپ حضرات سے ڈرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو وہ آپ حضرات سے راضی تھے۔ آپ لوگ عائشہؓ کے حجرہ میں ان کی اجازت سے یکجا ہوں اور آپس میں سے ایک آدمی کو اختیار کر لیں۔ تین دن صہیبؓ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چوتھا دن نہ آئے مگر یہ کہ تم پر تمہارا امیر مقرر ہو۔ عبداللہ آپ حضرات کا مشیر بن کر موجود رہے مگر وہ خلافت کا امیدوار نہ ہوگا۔ طلحہؓ آپ لوگوں کے ساتھ شامل ہوں گے اگر وہ تین دن کے اندر اندر آ جائیں تو انہیں اپنے معاملہ خلافت میں شریک کر لو اور اگر ان کی آمد سے پہلے تین دن گزر جائیں تو آپ لوگ اپنا کام قطعی طور پر انجام دے لیں۔ میرے لیے طلحہ کی کون ضمانت دیتا ہے؟'' سعدؓ نے کہا: ''میں انشاء اللہ آپ کو ان کی ضمانت دیتا ہوں اور ان کی ذمہ داری لیتا ہوں۔''

پھر آپ نے ابوطلحہ انصاری سے فرمایا: اے اباطلحہ، اللہ نے آپ لوگوں کو اسلام کی بدولت عزت دی ہے۔ آپ انصار میں سے پچاس آدمی منتخب کر لیں اور آپ اس (چھ کے) گروہ کو یکجا کر لیں حتی کہ وہ اپنے میں سے ایک کو منتخب کر لیں۔

آپ نے مقداد بن اسود کندی سے فرمایا: جب تم لوگ میری تدفین سے فارغ ہو جانا تو اس گروہ کو جمع کرنا یہاں تک کہ وہ اپنے میں سے ایک کو امیر منتخب کر لیں۔

آپ نے صہیب سے فرمایا: ''تین دنوں تک لوگوں کو نمازیں پڑھایئے۔ آپ علی، عثمان، زبیر، سعد، عبدالرحمٰن اور طلحہ (اگر وہ آ جائیں) کو عائشہ کے گھر میں یکجا کر لیں۔ عبداللہ بن عمر کو ساتھ لے لیں مگر امرِ خلافت میں اس کے لیے کچھ نہ ہوگا۔ پھر آپ ان حضرات کے سروں پر کھڑے ہو جایئے۔ اگر تو پانچ ایک رائے پر متحد ہوں اور ایک شخص انکار کرے تو تلوار

سے اس کا سر اڑا دو۔ اگر چار یکجا ہوں اور دو انکار کریں تو دونوں کی گردن اڑا دو۔ اگر تین ایک طرف ہوں اور تین ایک طرف تو عبداللہ بن عمر کو فیصل بناؤ اور اگر عبداللہ کا فیصلہ تسلیم نہ کریں تو آپ لوگ اس گروہ کا ساتھ دیں جس میں عبدالرحمٰن بن عوف ہوں اور باقیوں کو قتل کر دو اگر وہ لوگوں کے متفقہ فیصلہ سے بے رغبتی کریں اور خروج کریں۔''

علیؓ نے بنو ہاشم کے کچھ لوگوں سے جو ان کے ساتھ تھے، کہا: ''اگر تمہاری قوم تمہاری اطاعت کر بھی لے لیکن وہ تمھیں کبھی حکمران نہ بنائے گی۔ عباسؓ انہیں ملے تو ان سے کہا: ''کیا آپ ہم سے ہٹ گئے؟'' ان سے کہا: ''آپ کو کیسے معلوم ہوا؟'' کہا: ''میرے ساتھ عثمان کو ملایا گیا ہے پھر کہا ہے کہ اگر تین آدمی ایک طرف ہوں اور تین ایک طرف تو ان لوگوں کا ساتھ دو جن میں عبدالرحمٰن بن عوف ہوں۔ اب سعد تو اپنے چچازاد عبدالرحمٰن کی مخالفت نہیں کریں گے اور عبدالرحمٰن عثمان کے داماد ہیں وہ اختلاف نہیں کریں گے، اگر دوسرے دو میرے ساتھ ہوں گے تو ان کا مجھے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔''

اس پر عباسؓ نے کہا: میں نے جب بھی تم کو کسی چیز کے لیے آمادہ کیا تو تم نے ہمیشہ بہت تاخیر کے بعد میری طرف رجوع کیا اور اس وقت میری بات کے قائل ہوئے جب وقت گزر گیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت تم سے کہا تھا کہ ان سے دریافت کر لو کہ یہ معاملہ (حکومت) کس کے لیے ہوگا؟ مگر تم نے انکار کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد میں نے تم کو مشورہ دیا تھا کہ اس (اقتدار) کے بارے میں جلدی کرو مگر تم نے میری بات نہ مانی۔ جب عمرؓ نے تمہارا نام شوریٰ میں رکھا تو میں نے تم کو مشورہ دیا کہ ان کے ساتھ شامل نہ ہو پھر بھی تم نے انکار کیا، اب میری ایک بات یاد رکھو اگر یہ لوگ تم کو سربراہ بنائیں تو اسے قبول کر لو اور اس ٹولے سے محتاط رہو۔ یہ لوگ مسلسل ہم سے امرِ حکومت کو ہٹاتے رہیں گے حتی کہ ہماری جگہ کوئی اور برسرِ اقتدار آجائے گا۔''

جب عمرؓ فوت ہوئے اور ان کا جنازہ باہر نکالا گیا تو حضرات علی اور عثمان اس بات کے درپے ہوئے کہ ان میں کون جنازہ پڑھاتا ہے؟ اس پر عبدالرحمٰن نے کہا: ''آپ دونوں

سربراہی پسند کرتے ہیں۔ آپ دونوں کا جنازہ پڑھانے سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ صہیبؓ ہیں، انہیں عمرؓ نے مقرر کیا ہے کہ وہ تین دن لوگوں کو نماز پڑھائیں حتی کہ لوگ کسی امام (خلیفہ) پر متفق ہو جائیں۔'' چنانچہ صہیبؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

عمرؓ کی تدفین کے بعد مقداد بن اسود نے اہلِ شوریٰ کو عائشہ کی اجازت سے ان کے گھر میں اکٹھا کیا۔ یہ پانچ تھے، ان کے ساتھ ابن عمرؓ تھے، جب کہ طلحہ غیر حاضر تھے۔ انہوں نے ابوطلحہ کو حکم دیا تو وہ ان کے دربان بنے۔ عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ آئے اور دروازے پر بیٹھ گئے۔ سعدؓ نے ان پر کنکریاں پھینکیں اور انہیں وہاں سے اٹھا دیا اور کہا: ''تم دونوں یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم بھی حاضر تھے اور اہلِ شوریٰ میں سے تھے۔''

ان حضرات نے اس معاملہ میں باہم مقابلہ کیا۔ بہت باتیں ہوئیں، ہر ایک کی یہی رائے تھی کہ وہ اس معاملہ میں زیادہ حقدار ہے۔ اس پر ابوطلحہ نے کہا: ''مجھے تو یہ اندیشہ تھا کہ آپ میں سے ہر ایک امرِ حکومت دوسرے کے حوالہ کرنے کی کوشش کرے گا نہ کہ اس کے حصول کے لیے دوسروں سے مقابلہ کرے گا، نہیں، عمرؓ کو وفات دینے والی ذات کی قسم، میں تمھیں تین دنوں سے زیادہ مہلت نہ دوں گا جس کا کہ عمرؓ نے حکم دیا ہے یا میں پھر اپنے گھر میں بیٹھ رہوں گا۔''

عبدالرحمٰن نے کہا: ''آپ میں سے کون صاحب اس سے دست بردار ہوتے ہیں اور اس پر آمادہ ہوتے ہیں کہ آپ میں سب سے افضل حکومت سنبھالے۔'' کسی نے بھی ان کی بات نہ مانی، اس پر انہوں نے کہا: ''میں اس سے دست بردار ہوتا ہوں۔'' عثمان نے کہا: ''میں سب سے پہلے آپ کی دست برداری کی تائید کرتا ہوں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: عبدالرحمٰن زمین میں امین ہے، آسمان میں امانت دار ہے۔'' لوگوں نے کہا: ''ہم راضی ہیں۔'' علیؓ خاموش رہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا: ''ابوالحسن! آپ کیا کہتے ہیں؟'' کہا: ''آپ مجھے یقین دلائیے کہ آپ حق کو ترجیح دیں گے، خواہش کی پیروی نہیں کریں گے، نہ ہی قریبی رشتہ دار کو خصوصیت دیں گے اور نہ ہی امت کی خیرخواہی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔'' عبدالرحمٰن نے کہا: ''مجھے اعتماد دلائیے کہ آپ میرا ساتھ دیں گے اور میرے فیصلے پر رضامند ہوں گے۔''

چنانچہ سب نے اپنی تائید وتوثیق فراہم کی اور اختیار عبدالرحمٰنؓ کو دے دیا۔ چنانچہ وہ علیؓ سے علیحدگی میں ملے اور کہا: ''آپ اپنی قرابت، سبقت اسلام اور حسنِ کارکردگی کی بنا پر سب سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں۔ آپ کے بعد ان حضرات میں سے کون زیادہ حقدار ہے؟'' فرمایا: ''عثمان۔'' پھر وہ عثمان سے بھی تنہائی میں ملے اور یہی بات ان سے دریافت کی تو انہوں نے کہا: ''علی۔'' پھر سعدؓ سے خلوت میں ملے تو انہوں نے جواب دیا: ''عثمان۔'' پھر زبیرؓ سے علیحدگی میں ملے تو انہوں نے کہا: ''عثمان'' اس پر عمارؓ بن یاسر نے عبدالرحمٰن سے کہا: ''اگر آپ چاہیں۔''

ابوالحسن کا بیان ہے: جب علیؓ بن ابی طالب کو اندیشہ ہوا کہ عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر اور سعد تینوں عثمانؓ کا ساتھ دیں گے تو وہ سعد سے ملے اور ان کے ساتھ حسن اور حسین تھے، انہوں نے کہا: ''میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اس رشتہ کے نام پر جو میرے ان دو بیٹوں کا رسول اللہ ﷺ سے ہے اور جو میرے چچا حمزہؓ کا رشتۂ رحم آپ (سعد) سے ہے اس کا نام پر سوال کرتا ہوں کہ آپ میرے خلاف اور عثمانؓ کے حق میں عبدالرحمٰنؓ کا ساتھ نہ دیں۔ میں آپ کے زیادہ قریب ہوں اور عثمان کے مقابلے میں رشتہ داری کے ذریعہ بنانے کا زیادہ حق دار ہوں۔''

عبدالرحمٰن ان راتوں میں سردارانِ قریش کے پاس جا کر ان سے مشورہ کرتے رہے، سب نے عثمانؓ کے حق میں مشورہ دیا۔ حتیٰ کہ جب وہ رات آگئی جس کی صبح کو میعاد پوری ہونی تھی تو آپ مسور بن مخرمہ کے گھر ابتدائی رات کی ہلکی نیند کے بعد گئے، انہیں جگایا اور کہا: ''میں آپ کو سوتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور میں نے ان راتوں میں نیند نہیں کی۔ جایئے اور زبیر اور سعد کو میرے لیے بلا لایئے۔ وہ ان دونوں کو لے آئے۔ زبیر سے مسجد کے پچھلے حصے میں بات شروع کرتے ہوئے عبدالرحمٰن نے کہا: ''اس معاملہ کے لیے عبدمناف کے دونوں بیٹوں کو رہنے دیجیے۔''[1] زبیرؓ نے کہا: ''میرا حصہ علیؓ کے لیے ہے۔'' آپ نے سعدؓ سے بات کی: ''میں اور آپ تو کلالہ ہیں، آپ اپنا حصہ مجھے دیجیے، میں جسے چاہوں اختیار کروں۔'' انہوں نے کہا: ''اگر تو آپ اپنے آپ کو اختیار کریں تو خوب اور اگر آپ عثمانؓ کو چنیں تو مجھے ان کی نسبت

[1] یعنی خلافت کا فیصلہ عبدمناف کے دونوں بیٹوں (حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ) کے درمیان ہونے دیجیے۔

علیؓ زیادہ محبوب ہیں۔'' کہا: ''اے ابواسحٰق! میں نے تو اپنے آپ کو حکومت سے دست بردار کرلیا ہے اس لیے میں نے اپنے آپ کو کیا چننا ہے، اگر میں نے ایسا نہ بھی کیا ہوتا اور مجھے اختیار دیا گیا ہوتا تو بھی میں خلافت کا ارادہ نہ کرتا۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ گویا میں بہت گھاس والے ایک سرسبز و شاداب باغ میں ہوں کہ ایک سانڈ داخل ہوا، اس سے معزز سانڈ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ اس باغ سے ایک تیر کی مانند گزر گیا اور باغ کی کسی چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ اس کے بعد ایک اونٹ داخل ہوا، وہ بھی اس کے نقشِ قدم پر چلتا رہا حتیٰ کہ باغ سے نکل گیا۔ پھر ایک قوی ہیکل سانڈ اپنی مہار کھینچتا ہوا داخل ہوا وہ دائیں بائیں توجہ کرتا تھا اور پہلے دونوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے باغ سے نکل گیا۔ پھر چوتھا اونٹ داخل ہوا وہ آزادی کے ساتھ باغ میں چرا۔ اللہ کی قسم، میں چوتھا اونٹ نہیں بننا چاہتا۔ ابوبکر اور عمر کے بعد جو بھی اقتدار سنبھالے گا عوام اس سے خوش نہ ہوں گے۔''

پھر عبدالرحمٰن نے علیؓ کو بلانے کے لیے مسور کو بھیجا اور آپ سے طویل مذاکرات تنہائی میں کیے، علیؓ کو اپنے حکمران بننے میں کوئی شک نہ رہا۔ پھر مسور کو عثمانؓ کی طرف بھیجا اور ان سے طویل مذاکرات کیے حتیٰ کہ اذانِ صبح نے دونوں کو جدا کیا۔

جب صبح کی نماز پڑھ چکے تو عبدالرحمٰنؓ نے عمرؓ کے متعین افراد، مہاجرین و انصار اور سالارانِ لشکر کو بلوا بھیجا، حتیٰ کہ مسجد لوگوں سے بھر گئی۔ آپ نے فرمایا: ''لوگو، لوگ چاہتے ہیں کہ مختلف شہروں کے لوگ اپنے اپنے شہروں میں جانے سے پہلے جان لیں کہ ان کا امیر کون ہے۔'' اس پر عمار بن یاسر نے کہا: ''اگر آپ چاہتے ہیں کہ مسلمان اختلاف نہ کریں تو آپ علیؓ کی بیعت کیجیے۔'' مقداد بن اسودؓ نے کہا: عمار نے سچ کہا ہے اگر آپ علیؓ کی بیعت کرلیں تو ہم سمعنا و اطعنا کہیں گے۔ ابن ابی سرح نے کہا: اگر آپ چاہتے ہیں کہ قریش اختلاف نہ کریں تو آپ عثمانؓ کی بیعت کرلیں۔ اس پر عبداللہ بن ابی ربیعہ نے کہا: انہوں نے سچ کہا ہے اگر آپ نے عثمان کی بیعت کی تو ہم سمعنا و اطعنا کہیں گے۔ عمارؓ نے ابن ابی سرح کو گالی دی اور کہا: ''تم نے کب سے مسلمانوں کی خیر خواہی شروع کردی۔'' بنو ہاشم اور بنو امیہ نے بھی

باتیں کیں۔ عمارؓ نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعہ ہمیں عزت بخشی اور اپنے دین کی بدولت ہمیں محترم کیا سو آپ لوگ اس معاملہ کو اپنے نبی کے گھرانے کو نظرانداز کر کے کہاں لے جارہے ہیں؟''

اس پر بنومخزوم کے ایک آدمی نے کہا: ''سمیہ کے بیٹے تم نے حد سے تجاوز کیا ہے۔ قریش کا اپنے لیے امیر منتخب کرنے سے تمہارا کیا تعلق ہے؟'' سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا: ''اے عبدالرحمٰن، آپ اس معاملہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایئے اس سے پہلے کہ لوگ فتنے میں پڑیں۔'' عبدالرحمٰن نے کہا: ''میں نے غوروفکر کیا ہے اور مشورہ کیا ہے لہٰذا آپ حضرات خاطر جمع رکھیں۔'' آپ نے علیؓ کو بلایا اور کہا: ''آپ پر اللہ کا عہد و میثاق ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبیؐ کی سنت پر عمل کریں گے اور آپؐ کے دونوں خلفاء کی سیرت پر عمل پیرا ہوں گے؟'' کہا: ''میں اپنے علم اور طاقت و وسعت کے مطابق عمل کروں گا۔''

پھر عثمان کو بلایا اور کہا: ''اللہ کے عہد و میثاق کے تحت کیا آپ اللہ کی کتاب اور اس کے نبیؐ کی سنت پر عمل کریں گے اور آپؐ کے دونوں خلفاء کی سیرت پر عمل پیرا ہوں گے؟'' انہوں نے کہا: ''جی ہاں۔'' چنانچہ عبدالرحمٰن نے ان کی بیعت کرلی۔ اس پر علیؓ نے کہا: ''آپ نے ان کی طرف داری کی ہے۔ یہ پہلا دن نہیں ہے کہ جس میں تم نے ہمارے خلاف گٹھ جوڑ کیا ہو۔ بہرحال اللہ کی قسم، آپ نے عثمان کو اس لیے حکمران بنایا ہے تاکہ وہ حکومت آپ کو واپس کردے اور اللہ ہر آن نئی شان میں ہے۔''

عبدالرحمٰن نے فرمایا: ''اے علی، آپ جمع خاطر رکھیئے۔ میں نے دیکھ بھال کر اور لوگوں سے مشورہ کر کے یہ اقدام کیا ہے۔ لوگ عثمانؓ کے برابر کسی کو نہیں قرار دیتے۔ علیؓ یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئے: سیبلغ الکتابُ اَجَلَہ۔ اس پر مقدادؓ نے کہا: ''اللہ کی قسم، آپ نے حق کے مطابق فیصلے کرنے والوں پر اور حق پر چلنے والوں کو نظرانداز کیا ہے۔'' عبدالرحمٰن نے کہا: ''اے مقداد، اللہ کی قسم میں نے مسلمانوں کے مفاد کے لیے کوشش کی ہے۔'' کہا: ''اگر آپ نے یہ سب کچھ اللہ کی خاطر کیا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو نیکوکاروں کا سا ثواب عطا فرمائے۔''

پھر مقداد نے کہا: ''نبیؐ کے بعد ان اہل بیت کو جو ملا، میں نے اس کے مثل نہیں دیکھا۔ میں حیران ہوں کہ قریش نے ایک ایسے شخص کو نظر انداز کر دیا، جس کے بارے میں، میں کہتا ہوں کہ کوئی اس سے زیادہ علم والا نہیں اور نہ ہی حق کے مطابق فیصلہ کرنے والا ہے اور نہ حق سے زیادہ واقف ہے۔ اگر اللہ کی قسم میں کوئی مددگار پاتا۔'' اس پر عبدالرحمٰن نے کہا: ''اے مقداد! اللہ سے ڈرو مجھے آپ کے بارے میں فتنے کا اندیشہ ہے۔''

طلحہؓ اس روز مدینہ پہنچے جس دن عثمانؓ کی بیعت ہوئی۔ انہیں بتایا گیا کہ عثمانؓ کی بیعت کی جا چکی ہے۔ پوچھا: ''کیا تمام قریش آپ سے راضی ہو گئے؟'' لوگوں نے جواب دیا: ''جی ہاں۔'' چنانچہ وہ عثمان کے پاس گئے تو عثمانؓ نے ان سے پوچھا: ''کیا آپ رضا مند ہیں؟'' طلحہؓ نے کہا: ''اگر میں انکار کروں تو کیا آپ خلافت واپس کر دیں گے؟'' کہا: ''ہاں۔'' کہا: ''کیا تمام لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی ہے؟'' کہا: ''ہاں۔'' کہا: ''میں راضی ہوں، جس بات پر لوگ متفق ہیں میں اس سے الگ نہیں ہوتا۔'' چنانچہ انہوں نے بھی آپ کی بیعت کر لی۔

مغیرہ بن شعبہ نے عبدالرحمٰن سے کہا: ''آپ نے درست کیا کہ عثمانؓ کی بیعت کر لی، اگر آپ کسی اور کی بیعت کرتے تو ہم اس پر راضی نہ ہوتے۔'' کہا: ''اے بھینگے، تم نے جھوٹ بولا، اگر میں نے کسی اور کی بیعت کی ہوتی تو بھی آپ اس کی بیعت کر لیتے اور یہی بات کہتے۔''

عبداللہ بن عباسؓ نے کہا: میں ایک روز عمرؓ بن خطاب کے ساتھ چلا تو آپ نے کہا: ''اے ابنِ عباس، آپ کی قوم کو آپ سے کیا چیز روکتی ہے حالانکہ آپ خاص اہل بیت ہیں؟'' میں نے کہا: ''میں نہیں جانتا۔'' فرمایا: ''لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ لوگوں کو عوام پر نبوت کی فضیلت دی گئی ہے، اب قریش یہ کہتے ہیں کہ اگر انہیں (بنو ہاشم) نبوت کے ساتھ خلافت بھی مل گئی تو ہمارے لیے کچھ بھی باقی نہ بچے گا۔'' خلافت و نبوت میں سے بہترین چیز (نبوت) آپ کے پاس ہے، اگرچہ قریش کے علی الرغم نازل ہوئی ہے۔''

جب عثمانؓ نے اکثر صحابہ کے بجائے اپنے خاندان کے نوجوانوں کو سرکاری عہدوں پر متعین کیا تو عبدالرحمٰن سے کہا گیا: ''یہ آپ کا عمل ہے۔'' کہا: ''میں نے تو اس کا گمان نہ کیا

تھا۔'' پھر وہ عثمانؓ کے پاس گئے اور انہیں سرزنش کی اور کہا: ''میں نے اس لیے آپ کو مقدم کیا تھا کہ آپ ہم میں سیرت ابوبکر و عمر کے مطابق کام کریں گے۔ آپ ان دونوں کی روش پر نہ چلے۔ آپ نے اپنے خاندان والوں کی جانب داری کی اور انہیں مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا۔'' عثمانؓ نے کہا: ''عمرؓ اللہ کی خاطر اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق کرتے تھے جب کہ میں اللہ کی خاطر رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہوں۔'' عبدالرحمٰن نے کہا: ''اللہ کی قسم، میں کبھی آپ سے بات نہ کروں گا۔'' چنانچہ انہوں نے زندگی بھر آپ سے بات نہ کی۔ جب وہ بیمار ہوئے تو عثمانؓ بیمار پرسی کے لیے ان کے گھر گئے۔ انہوں نے دیوار کی طرف اپنا منہ کر لیا اور ان سے بات نہ کی۔

بیان کرتے ہیں کہ زیاد نے ابنِ حصین کو معاویہؓ کے پاس بھیجا، وہ کچھ عرصہ ان کے پاس مقیم رہے۔ پھر ایک رات معاویہ نے انہیں طلب کیا اور تنہائی میں بات کی۔ چنانچہ کہا: ''اے فرزندِ حصین! مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ ذہین و عقلمند ہیں۔ میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں۔'' کہا: ''جو چاہیں پوچھیں۔'' کہا: ''مجھے بتایئے کہ کس چیز نے مسلمانوں کے معاملہ کو پراگندہ کیا ہے، ان کے اغراض و مقاصد الگ الگ ہو گئے اور ان میں اختلاف رونما ہوا؟'' کہا: ''جی ہاں، لوگوں کا عثمانؓ کو شہید کرنا'' فرمایا: ''آپ کچھ نہیں سمجھے'' کہا: ''پھر علیؓ کا آپ کی طرف کوچ کرنا اور آپ سے لڑائی کرنا۔'' فرمایا: ''آپ کچھ نہیں سمجھے۔'' کہا: ''طلحہ، زبیر اور عائشہ کا لشکرکشی کرنا اور علیؓ کا ان سے لڑائی کرنا۔'' فرمایا: ''آپ کچھ نہیں سمجھے۔'' کہا: ''یا امیر المومنین، میرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں۔'' فرمایا: ''میں آپ کو بتاتا ہوں۔ مسلمانوں کی پراگندگی، ان کے اغراض کا الگ الگ ہونا اور ان کا اختلاف اس شوریٰ کی وجہ سے تھا جو عمرؓ نے چھ آدمیوں میں مقرر کی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرکوں کو یہ ناگوار ہی ہو۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ آپؐ نے نماز کی امامت کے لیے ابوبکرؓ کو آگے کیا، جب رسول اللہ ﷺ ان سے لوگوں کے دین کے لیے راضی ہوئے تو عوام ان سے

اپنی دنیا کے لیے راضی ہوگئے۔ آپ نے رسول اللہؐ کی سنت کے مطابق عمل کیا اور آپؐ کے طریقہ پر چلے، حتیٰ کہ اللہ نے انہیں اٹھالیا۔ ابوبکرؓ نے عمرؓ کو جانشین بنایا، آپ نے بھی انہی کے طریقہ کے مطابق عمل کیا۔ پھر عمرؓ نے چھ آدمیوں کی شوریٰ بنائی۔ ان میں سے ہر ایک امیدوارِ خلافت تھا اور اس کی قوم بھی اس کے حق میں تھی اور وہ خود بھی اپنے لیے خلافت چاہتا تھا۔ اگر عمرؓ لوگوں کے لیے کوئی جانشین نامزد کردیتے جیسے ابوبکرؓ نے کیا تو کبھی اختلاف نہ ہوتا۔''

مغیرہ بن شعبہ نے کہا: میں عمرؓ بن خطاب کے پاس تھا، اس وقت کوئی ان کے پاس نہ تھا، جب ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہا: ''اے امیرالمومنین، کیا آپ ان چند صحابہ کے بارے میں کچھ کرسکتے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ابوبکرؓ نے اپنے اور آپ کے بارے میں فیصلہ کیا، اس کا انہیں اختیار نہ تھا اور یہ بغیر کسی مشورہ کے ہوا ہے، وہ کہہ رہے ہیں کہ آیئے ہم عہد کریں کہ آئندہ ہم ایسا نہ ہونے دیں گے۔''

عمرؓ نے پوچھا: ''وہ کہاں ہیں؟''

اس نے کہا: ''طلحہ کے گھر میں۔''

آپ ان لوگوں کی طرف نکلے اور میں بھی ان کے ساتھ نکلا۔ جب ان لوگوں نے دیکھا تو عمرؓ کی آمد انہیں ناگوار ہوئی اور سمجھ گئے کہ وہ کیوں آئے ہیں۔ آپ ان کے پاس کھڑے ہوگئے اور فرمایا: ''کیا آپ لوگوں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا؟ اللہ کی قسم، آپ لوگ باہم دوستی نہیں کروگے جب تک کہ چار چیزیں باہم دوست نہ ہوجائیں۔ انسان اور شیطان، شیطان اسے گمراہ کرتا ہے اور وہ اس پر لعنت کرتا ہے۔ آگ اور پانی کہ پانی اسے بجھاتا ہے اور آگ اسے جلاتی ہے۔ ابھی تک تمہارا وقت نہیں آیا، تمہاری باری تو مسیح کے وقت کی مانند ہے کہ ان کا خروج کب ہوگا۔''

مغیرہ کہتے ہیں، یہ حضرات منتشر ہوگئے اور ہر ایک نے اپنی راہ لی۔ آپ نے مجھے کہا: ''ابن ابی طالب کو جاملو اور انہیں میرے لیے روکو۔''

میں نے عرض کیا: ''امیرالمومنین غصے میں ہیں کوئی ایسی بات نہ کردیں۔''

فرمایا: ''انہیں جا ملو، میں نے تم سے کہہ جو دیا اے چمڑا رنگنے والی کے بیٹے۔''

چنانچہ میں انہیں جا ملا اور کہا: ''اپنے امام کے لیے اپنی جگہ رک جایئے اور برداشت سے کام لیجئے، وہ حکمران میں ایسا نہ ہو کہ وہ بھی نادم ہو اور آپ بھی۔''

اتنے میں عمرؓ آ پہنچے اور فرمایا: ''اللہ کی قسم یہ معاملہ تو آپ کے ہاتھ کے نیچے سے نکلا ہے۔''

علیؓ نے کہا: ''آپ ہی وہ ہستی نہ ہوں کہ ہم آپ کی نصرت کریں اور آپ کو آزمائش میں ڈالیں۔''

فرمایا: ''کیا آپ چاہتے ہیں کہ ایسا ہو؟''

کہا: ''نہیں، لیکن ہم آپ کو یاد دلا رہے ہیں جو آپ نے فراموش کیا۔''

عمرؓ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''چلے جاؤ تو نے غصے میں ہم سے جو سنا وہی تمہارے لیے کافی ہے۔'' میں تھوڑا سا دور ہٹ گیا، میں نہیں رکا مگر اس اندیشہ سے کہ اگر دونوں کے مابین کوئی تنازعہ ہو تو میں قریب ہوں گا۔ اب دونوں باتیں کر رہے تھے نہ غصے میں تھے نہ خوش۔ پھر میں نے دیکھا کہ ہنس رہے تھے اور الگ الگ ہوگئے۔ عمرؓ میرے پاس آئے، میں ان کے ساتھ چلا اور عرض کیا: ''اللہ آپ کو معاف فرمائے، کیا آپ کو غصہ آ گیا تھا؟'' آپ نے علیؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''اللہ کی قسم، اگر اس شخص میں خوش طبعی نہ ہوتی تو مجھے اس کی حکومت کے بارے میں شک نہ ہوتا، اگرچہ یہ حکومت انہیں قریش کے علی الرغم ملتی۔''

عتبی نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ عتبہ بن ابوسفیان نے کہا: میں دار کندہ میں معاویہؓ کے ساتھ تھا۔ جب علیؓ کے صاحبزادے حسن، حسین اور محمد آئے۔ میں نے کہا: ''یا امیرالمومنین، ان حضرات کا خاص وقار ہے۔ ان جیسا شخص جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ یہ حضرات سمجھتے ہیں کہ ان کے والد بہت جانتے تھے۔'' فرمایا: ''آواز نہ نکالو، یہ حضرات نزدیک آ چکے ہیں، جب یہ تشریف لے جائیں تو مجھے یاد دلانا۔'' جب یہ حضرات تشریف لے گئے تو میں نے کہا: ''امیرالمومنین، میں نے آپ سے بات پوچھنا ہے۔'' فرمایا: ''تمام لوگ جانتے تھے مگر ان کے

والد سب سے بڑے عالم تھے"۔ میں عمرؓ بن خطاب کے پاس حاضر تھا۔ جب آپ کے پاس علی، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف آئے اور اجازت طلب کی۔ آپ نے انہیں اجازت دی، یہ حضرات داخل ہوئے تو ایک دوسرے کو دھکیل رہے تھے اور ہنس رہے تھے۔ جب عمرؓ نے انہیں دیکھا تو تیوری چڑھائی، ان حضرات نے سمجھا کہ انہیں کوئی کام ہے، چنانچہ جیسے داخل ہوئے تو ایسے کھڑے ہوگئے۔ جب وہ جا رہے تھے تو آپؓ نے ان کے تعاقب میں نظر ڈالی اور فرمایا:

"فتنہ ہے میں ان کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، اللہ نے مجھے ان کے شر سے بچالیا ہے۔"

معاویہؓ نے کہا: "جس بات کی وضاحت عمرؓ خود نہ کریں کوئی ان سے اس کے بارے میں دریافت نہیں کرسکتا تھا۔" جب میں عمرؓ کے پاس سے نکلا تو عثمان سے ملا، انہیں یہ بات سنائی اور اس کی پردہ داری کی درخواست کی۔ فرمایا: "ایک شرط پر، میں نے کہا ٹھیک ہے۔" فرمایا: "جو میں بتاؤں وہ سننا اور جب چپ ہوجاؤں تو خاموش رہنا۔" میں نے کہا: "ٹھیک ہے۔" فرمایا: "چھ ہیں جن کے مابین فتنہ کی چقماق کو رگڑ کر آگ نکالی جائے گی۔ ان میں سے چار پر خون بہے گا۔" پھر آپ خاموش ہوگئے۔ میں شام چلا گیا۔ پھر جب میں عمرؓ کے پاس آیا اور پھر جو ان کا واقعہ ہونا تھا وہ ہوا۔ جب شوریٰ کا معاملہ ہوگیا۔ تو مجھے یہ بات یاد آئی۔ میں عثمان کے گھر آیا، آپ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ میں نے عرض کیا: "اے ابوعبداللہ! کیا آپ کو وہ بات یاد ہے جو آپ نے مجھ سے بیان فرمائی تھی؟" آپ نے بہت سختی کے ساتھ چھڑی کو دانتوں سے کاٹا، پھر اسے چھوڑا اور اس کا اثر و نشان آپ پر پڑا۔ پھر فرمایا: "معاویہ تیرا ناس ہو۔ تو نے مجھے کون سی چیز یاد دلا دی، اگر لوگ یہ نہ کہتے کہ عثمان مؤاخذہ سے ڈر گیا، میں حکومت کو چھوڑ کر عوام میں جاملتا۔" کہا: اللہ کی قضا، نے جو کرنا تھا، وہ تم نے دیکھ لیا۔

لوگ عثمان کے خلاف اس لیے برافروختہ ہوئے کہ انہوں نے حکم بن ابی العاص کو پناہ دی اور اسے ایک لاکھ کی رقم عطا کی حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے نکالا تھا اور ابوبکرؓ و عمرؓ نے اسے پناہ نہ دی تھی۔ عثمانؓ نے عامر ابن عبدقیس کو بصرہ سے شام بھیج دیا۔ عثمانؓ سے عبداللہ بن خالد بن اسید نے عطیہ مانگا تو آپ نے اسے چار لاکھ عطا فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ نے

مہزون (مدینہ کی منڈی کی ایک جگہ) کو مسلمانوں کے لیے وقف کردیا تھا۔ عثمان نے یہ جگہ مروان کے بھائی حارث بن حکم کو عطا کردی۔ آپ نے فدک مروان کو دے دیا۔ حالانکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے لیے صدقہ تھا۔ افریقہ فتح ہوا تو عثمانؓ نے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ لے کر مروان کو بخش دیا۔ اس پر عبدالرحمٰن بن حسل جمحی نے کہا:

فـاحـلف بـالله ربِّ الأنـا　　م مـاتـرك الله شيئاً سُدَى

ولـكـن خـلـقـت لـنـا فتنةً　　لـكـي نبتـلـي بكَ أوتُبتلـي

فـا ، نّ الأمـيـنـينِ قـدبيّنَـا　　منـاراً لـحـقِ عـلـيـه الهُدى

فـمـا اخـذا درهـمـاً غيـلةً　　ومـاتـركـا درهـمـاً في هوى

واعطيت مروان خمس العبا　　دهيهات شأوكَ مِمّن شأى

[میں مخلوق کے پروردگار اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں کہ اللہ نے کوئی چیز بھی بے کار نہیں چھوڑی۔ مگر آپ کو ہمارے لیے آزمائش بنا کر پیدا کیا گیا ہے، تاکہ ہم آپ کے ذریعہ آزمائے جائیں اور آپ بھی آزمائے جائیں۔ دونوں امانتداروں (ابوبکرؓ اور عمرؓ) نے ہدایت وحق کا مینار نمایاں کردیا۔ انہوں نے کبھی ایک درہم بھی ناجائز نہیں لیا اور نہ ہی انہوں نے ایک درہم حرص و ہوس کے لیے چھوڑا۔ آپ نے مروان کو بندوں (کے حق) کا پانچواں حصہ دیا۔ آپ کا چکر بہت آگے نکل گیا ہے]

عثمانؓ کا نسب اور حلیہ:

آپ ہیں عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ آپ کی والدہ ہیں اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس۔ آپ کی نانی ہیں ام حکیم البیضاء بنت عبدالمطلب بن ہاشم، یہ نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی تھیں۔

عثمانؓ زردی مائل سفید تھے گویا آپ چاندی اور سونے کی مانند تھے۔ قد خوبصورت تھا۔ کلائیاں خوبصورت تھیں۔ بال سیدھے تھے۔ سر سے گنجے تھے۔ پگڑی باندھتے تو سب سے

خوبصورت ہوتے۔ ناک اونچا تھا۔ ناک کا اگلا حصہ بڑا تھا۔ پنڈلیوں اور بازوؤں پر زیادہ بال تھے۔ سر کی ہڈی بڑی تھی۔ دونوں کندھوں کے درمیان زیادہ فاصلہ تھا۔ بڑی عمر میں دانتوں کو سونے کے تار سے بندھوایا۔ آپ کو سلسل البول کی تکلیف تھی اس لیے ہر نماز کے لیے وضو فرماتے تھے۔

ذی الحجہ کے اختتام پر ۲۳ھ میں خلافت سنبھالی۔ آپ ۳۵ھ میں بروز جمعہ عیدالاضحیٰ کی صبح شہید ہوئے۔ اس بارے میں حسانؓ کہتے ہیں:

ضَحّوا بأشمط عنوان السجودُ به — یقطع اللّیلَ تسبیحاً و قرآناً

لتمعن وشیکاً فی دیارهم — الله اکبر یا ثارات عثمانا

[سفید کالے بالوں والے سر کو جس کے چہرے پر سجدوں کے نشان تھے، لوگوں نے ذبح کر ڈالا، وہ تسبیح و تلاوت قرآن میں رات گزار دیتا تھا۔ اب تم ان کے گھروں میں ایک تیز آواز سنو گے "اللہ اکبر عثمان کا انتقام"]

آپ کی حکومت بارہ سال اور سولہ دن رہی۔ آپ کی عمر ۸۴ برس تھی۔ آپ نے سب سے پہلے پولیس کا نظام قائم کیا۔ آپ کی پولیس کا سربراہ عبیداللہ بن قُنفذ تھا۔ بیت المال پر عبداللہ بن ارقم نگران تھے۔ پھر آپ نے اسے برخواست کردیا۔ آپ کا کاتب مروان تھا۔ آپ کا حاجب آپ کا آزادہ کردہ غلام حمران تھا۔

عثمان کے فضائل:

سالم بن عبداللہ بن عبداللہ بن عمر نے کہا: غزوہ تبوک کے موقعہ پر لوگ قحط سالی میں مبتلا تھے۔ عثمانؓ نے لشکر کے لیے کھانا خریدا اور اسے کارواں کی صورت میں لشکر کے لیے بھجوایا۔ حضور کو دور سے آگے بڑھتی ہوئی سیاہی نظر آئی تو فرمایا: "یہ بھورا اونٹ ہے جو تمہارے لیے خوراک لا رہا ہے۔" جب اونٹوں کو بٹھا دیا گیا تو حضور نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے فرمایا: "یا اللہ میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔"

عثمان بردبار، سخی اور قریش کے پسندیدہ تھے، حتیٰ کہ کہا جاتا تھا:

احبک والرحمٰن   حب قریش لعثمان

[اللہ کی قسم، میں تم سے ایسے محبت کرتا ہوں، جیسے عثمان سے قریش]

آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی رقیہ آپ کے نکاح میں دی۔ ان کا عثمانؓ کے یہاں انتقال ہوا تو آپؐ نے اپنی صاحبزادی امّ کلثوم کی شادی بھی عثمانؓ سے کردی۔

زہری نے سعید بن میتب سے روایت کی ہے، کہا: ''جب رقیہ فوت ہوئیں تو عثمانؓ ان کی وفات پر بے چین ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ، میرا آپ سے داماد کا تعلق منقطع ہوگیا۔'' فرمایا: ''آپ کا مجھ سے دامادی کا رشتہ منقطع نہیں ہوگا، مجھے جبریلؑ نے حکم دیا ہے کہ میں اس (رقیہؓ مرحومہ) کی بہن کی شادی آپ سے کردوں۔''

عبداللہ بن عباس نے کہا: میں نے عثمان بن عفان کو کہتے سنا: رسول اللہ ﷺ اس گھر میں میرے پاس تشریف لائے تو مجھے ام کلثوم کے لیے غم زدہ پایا۔ تو آپ کے آنسو بہہ پڑے۔ میں نے عرض کیا: ''اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے ان کے بعد کسی عورت سے مقاربت نہیں کی۔'' فرمایا: ''اس لیے میرے آنسو نہیں بہے، کپڑے تو زندہ کے لیے ہوتے ہیں اور مردے کے لیے پتھر۔ عثمان، اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک کے بعد دوسری سے تمہارا نکاح کردیتا۔''

عمر بن خطابؓ نے اپنی بیٹی حفصہؓ کا نکاح عثمان سے کرنا چاہا، مگر عثمان نے انکار کیا۔ عمرؓ نے اس کی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کی تو آپ نے فرمایا: ''اللہ آپ کی بیٹی کی شادی عثمان سے بہتر آدمی سے کردے گا اور عثمان کی شادی تمہاری بیٹی سے بہتر خاتون سے کردے گا۔'' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حفصہ سے شادی کی۔ اور آپؐ کی صاحبزدی سے عثمان بن عفان نے شادی کی۔

شعبی کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس عثمان آئے تو آپؐ نے اپنا کپڑا درست کیا اور فرمایا: ''میں اس شخص سے کیسے حیاء نہ کروں کہ فرشتے بھی اس سے حیاء کرتے ہیں۔''

عثمان بن عفانؓ کی شہادت:

ریاشی نے اصمعی سے روایت کی ہے کہ عثمان کے سلسلہ میں مدینہ آنے والے چار سردار تھے۔ عبدالرحمٰن بن عدیس البلوی، حکیم بن جبلۃ العبدی، اشتر نخعی اور عبداللہ بن بدیل خزاعی۔ انہوں نے مدینہ آ کر عثمانؓ کا محاصرہ کرلیا، مہاجرین وانصار کے کچھ لوگوں نے بھی ان کا ساتھ دیا اور عثمانؓ کا محاصرہ کیا حتی کہ آپ کے پاس جا پہنچے اور آپ کو شہید کر ڈالا۔ قرآن آپ کے سامنے تھا اور عیدالاضحیٰ کی صبح جمعہ کے دن آپ تلاوت کر رہے تھے۔ ان سرکشوں نے آپ کا سر قلم کرنا چاہا اور اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہا مگر آپ کی دو بیویاں نائلہ بنت الفرافصہ اور رملہ بنت شیبہ بن ربیعہ نے اپنے آپ کو عثمان پر گرا دیا، چنانچہ وہ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔

جب ہفتہ کی رات آئی تو کچھ لوگ آپ کو دفن کرنے کے لیے تیار ہوئے، ان میں جبیر بن مطعم، حکیم بن حزام اور ابوجہم بن حذیفہ اور عبداللہ بن زبیر تھے۔ ان لوگوں نے آپ کی لاش چھوٹے دروازے پر رکھی اور آپ کو لے کر بقیع کی طرف نکلے۔ ان کے ساتھ نائلہ بنت فرافصہ تھیں، جن کے ہاتھ میں چراغ تھا جب یہ لوگ بقیع پہنچے تو بنو ساعدہ کے کچھ لوگوں نے وہاں دفن ہونے میں رکاوٹ ڈالی، چنانچہ یہ لوگ لاش ''حشِ کوکب'' لے گئے اور وہاں آپ کو دفن کر دیا۔ آپ کی نماز جنازہ جبیر بن مطعم نے پڑھائی۔ کہا جاتا ہے کہ حکیم بن حزام نے پڑھائی۔ نائلہ بنت الفرافضہ اور امّ البنین بنت عیینہ آپ کی دونوں بیویاں قبر میں اتریں اور انہوں نے ہی آپ کو قبر میں اتارا۔

حش کا مطلب باغ ہے اور حش کوکب عثمان نے خریدا تھا۔ آپ کی اولاد نے اسے مسلمانوں کے لیے قبرستان کے طور پر وقف کر دیا۔

یعقوب بن عبدالرحمٰن نے محمد بن عیسیٰ دمشقی سے، انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب سے، انہوں نے محمد بن شہاب زھری سے روایت کی ہے، کہا: ''میں نے سعید بن مسیّب سے پوچھا: کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ عثمانؓ کیسے شہید ہوئے؟ آپ کا اور لوگوں کا معاملہ کیا

تھا؟ اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے آپ کو کیوں چھوڑ دیا تھا؟ کہا: عثمانؓ مظلوم شہید ہوئے اور جنہوں نے آپ کو بے یار و مددگار چھوڑا وہ معذور تھے۔ میں نے کہا: یہ کیسے؟ کہا: جب عثمانؓ نے اقتدار سنبھالا تو رسول اللہ ﷺ کے کچھ صحابہ نے آپ کے خلیفہ بننے کو ناپسند کیا، کیونکہ عثمانؓ اپنی قوم (یعنی قبیلے) سے محبت کرتے تھے۔ آپؓ نے بارہ سال تک حکومت کی۔ آپ بنو امیہ کے لوگوں کو زیادہ تر عہدوں پر فائز کرتے تھے، جنھیں رسول اللہ ﷺ کا شرف حمایت حاصل نہ تھا۔ آپ کے ماتحت عہدیداروں سے ایسی باتیں سرزد ہوتی تھیں جسے صحابہ ناپسند کرتے تھے، ان کے بارے میں آپؓ سے شکایت کی جاتی مگر آپ انہیں معزول نہ کرتے تھے۔ آخری سالوں میں آپ نے اپنے چچازادوں کو مختلف سرکاری عہدوں پر مقرر کیا۔ آپؓ نے اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا انہیں حکم دیا۔ آپؓ نے عبداللہ بن سرح کو مصر کا گورنر بنایا، وہ کئی سال وہاں رہے۔ اہلِ مصر ان کے خلاف ظلم کی فریاد اور شکایت لے کر عثمانؓ کے پاس حاضر ہوئے۔ اس سے پہلے عثمانؓ نے عبداللہ بن مسعود، ابوذر اور عمار بن یاسر کے ساتھ سختی سے پیش آئے چنانچہ ہذیل اور بنوزہرہ، ابن مسعودؓ کی وجہ سے عثمان سے بددل ہوئے۔ بنوغفار اور ان کے حلیف ابوذرؓ کی وجہ سے آپ سے بددل ہوگئے۔ جب کہ عمارؓ بن یاسر کے ساتھ آپ کے سلوک کہ وجہ سے بنومخزوم آپ سے برہم ہوئے۔ اہلِ مصر جب ابن سرح کے خلاف شکایت کرنے آئے تو عثمانؓ نے گورنر مصر کے نام ایک دھمکی آمیز خط لکھا، مگر عثمان نے اسے جن باتوں سے روکا تھا، اس نے ان سے رکنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ اس نے عثمانؓ کے پاس شکایت لے جانے والے ایک آدمی کو مار مار کر قتل کر ڈالا۔ چنانچہ سات سو مصریوں نے مدینہ منورہ کی طرف کوچ کیا اور مسجد نبویؐ میں فروکش ہوئے۔ انہوں نے نمازوں کے اوقات میں ابن ابی سرح کے طرزِ عمل کے خلاف صحابہ سے شکایت کی۔ چنانچہ طلحہ بن عبیداللہ اٹھے اور عثمانؓ کے ساتھ سختی کے ساتھ بات کی۔ عائشہؓ نے عثمانؓ کے پاس پیغام بھیجا: ''آپ کے پاس رسول اللہ کے صحابہ آئے ہیں اور انہوں نے آپ سے ان شخص کو معزول کرنے کی درخواست کی مگر آپ نے اسے معزول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے ان کے ایک آدمی کو مار ڈالا۔ لہٰذا آپ انہیں اپنے گورنر کے

بارے میں انصاف فراہم کیجیے۔'' علیؓ آپ کے پاس گئے اور وہ لوگوں کے نمائندہ متکلم تھے، انہوں نے کہا: ''ان لوگوں نے آپ سے ایک آدمی کی جگہ دوسرا آدمی مقرر کرنے کی درخواست کی ہے۔ انہوں نے گورنر پر خون کرنے کا دعویٰ کیا ہے، لہٰذا آپ سے ان کی خاطر معزول کر دیجیے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمایئے، اگر گورنر پر جرم ثابت ہوتا ہے تو ان لوگوں کو انصاف دلایئے۔'' عثمانؓ نے فرمایا: ''آپ لوگ، ایک شخص چنیں میں اسے گورنر بنا دیتا ہوں۔'' چنانچہ لوگوں نے محمد بن ابی بکر کے حق میں رائے دی اور درخواست کی کہ آپ ہمارے لیے محمد بن ابی بکر کو گورنر مقرر کر دیجیے۔''

چنانچہ عثمانؓ نے اس کے لیے دستاویز لکھی اور اسے گورنر نامزد کر دیا۔ ان کے ساتھ متعدد مہاجرین اور انصار بھی گئے تاکہ دیکھیں کہ اہل مصر اور ابن ابی سرح کے مابین کیا رونما ہوتا ہے۔ محمد اور اس کے ساتھی نکلے جب یہ لوگ مدینہ سے تین دن کی مسافت پر دور جا رہے تھے تو انہوں نے ایک سیا فام غلام دیکھا جو اونٹ پر سوار تھا وہ زمین کو ایسے روند رہا تھا گویا وہ کسی کی تلاش میں ہے یا کوئی اس کی تلاش میں ہے۔ محمد بن ابی بکر کے ہمراہیوں نے اس سے کہا: ''تیرا کیا قصہ اور کیا معاملہ ہے؟ یا تو تو مفرور ہے یا کسی کی تلاش میں ہے؟'' اس نے کہا: ''میں امیر المومنین کا غلام ہوں۔ آپ نے مجھے مصر کے گورنر کی طرف بھیجا ہے۔'' لوگوں نے کہا: ''مصر کا گورنر تو یہ ہمارے ساتھ ہے۔'' اس نے کہا: ''میں ان کی طرف نہیں جا رہا۔'' جب اس کا معاملہ محمد بن ابی بکر کو بتایا گیا تو اس نے اس کی تلاش میں کسی کو بھیجا، چنانچہ اسے پکڑ لایا گیا۔ محمد بن ابی بکر نے پوچھا: ''تم کس کے غلام ہو؟'' اب وہ ایک بار کہتا تھا: ''امیر المومنین کا غلام ہوں۔'' ایک بار کہتا تھا: ''مروان کا غلام ہوں۔'' حتی کہ اسے ایک شخص نے پہچان لیا کہ یہ عثمانؓ کا غلام ہے۔ محمد بن ابی بکر نے پوچھا: ''تجھے کس کی طرف بھیجا گیا ہے؟'' کہا: ''مصر کے گورنر کی طرف۔'' پوچھا: ''کس لیے؟'' کہا: ''ایک پیغام کے ساتھ۔'' کہا: ''کیا تیرے پاس خط ہے؟'' کہا: ''نہیں۔'' جب لوگوں نے اس کی تلاشی لی تو اس کے پاس ایک برتن ملا جس میں پانی رکھا جاتا ہے۔ اس میں کوئی چیز سوکھی ہوئی تھی، جس کی آواز آتی تھی۔ انہوں نے اسے

نکالنے کے لیے ہلایا مگر وہ نہ نکلی۔ انہوں نے برتن توڑ ڈالا تو اس میں ایک خط تھا جو عثمانؓ کی طرف سے ابن ابی سرح کے نام تھا۔ محمد نے اپنے ہمراہی مہاجرین وانصار کو اور دوسرے لوگوں کو اکٹھا کرلیا۔ پھران سب حضرات کی موجودگی میں خط کھولا تو اس میں لکھا تھا:

''جب آپ کے پاس محمد اور فلاں آئے تو ان کے قتل کا حیلہ کیجئے۔ ان کی دستاویز کو معطل کردیجئے۔ آپ اپنے کام پر برقرار رہیں حتی کہ میری رائے آپ تک پہنچ جائے۔ جو آپ کے خلاف فریاد کرنے آئے اسے گرفتار کرلیجئے، تاکہ اس بارے میں میری رائے آپ تک پہنچ جائے۔ انشاءاللہ''

جب ان لوگوں نے یہ خط پڑھا تو گھبرا گئے اور مدینہ واپسی کا عزم کیا۔ محمد نے اس خط کو بند کرکے اس پر ان لوگوں کی مہریں لگوائیں جو اس کے ساتھ بھیجے گئے تھے اور انہوں نے اپنے ایک آدمی کے حوالہ یہ خط کردیا۔ مدینہ پہنچے تو انہوں نے علی، طلحہ، زبیر، سعد اور دیگر صحابہِ رسولؐ کو اکٹھا کیا۔ ان کے سامنے خط کھولا اور انہیں غلام کا واقعہ سنایا اور یہ خط پڑھوایا۔ اب تو مدینہ کا ہر شخص عثمانؓ کے خلاف برہم ہوا۔ جو لوگ ابن مسعود، ابوذر، عمار بن یاسر کی وجہ سے پہلے ہی برہم تھے، ان کے غصے اور برہمی میں مزید اضافہ ہوا۔ اصحابِ نبیؐ اٹھے اور اپنے گھروں میں چلے گئے۔ وہ سب خط کی تحریر پڑھ کر مغموم تھے۔ لوگوں نے عثمانؓ کا محاصرہ کرلیا۔ محمد بن ابی بکر نے بنوتیم اور دوسروں کو عثمان کے خلاف چہار طرف سے اکٹھا کرلیا۔ اس سلسلہ میں اس کی مدد طلحہ بن عبیداللہ نے کی۔ عائشہ اسے خوب بھڑکاتی تھیں۔[1] جب علیؓ نے یہ دیکھا تو طلحہ، زبیر، سعد اور عمار اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو بلوالیا جو سب بدری تھے۔ پھر آپ عثمان کے پاس گئے۔ آپ کے پاس خط، غلام اور اونٹ تھا۔ علیؓ نے ان سے کہا: یہ غلام آپ کا ہے؟ فرمایا: ''جی ہاں۔'' پوچھا: ''یہ اونٹ آپ کا ہے؟'' فرمایا: ''جی ہاں۔'' پوچھا: ''یہ مہر آپ کی ہے؟'' فرمایا:

[1] محمد بن ابی بکر، حضرت عائشہ صدیقہؓ کے علاتی بھائی تھے اور حضرت علیؓ کے سوتیلے بیٹے تھے۔ ان کی والدہ اسماءبنتِ عمیس تھیں جو پہلے حضرت ابوبکر صدیق کے نکاح میں تھیں۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت علی نے ان سے نکاح کرلیا تھا۔ (ن س ظ)

''جی ہاں۔'' پوچھا: ''تو پھر آپ نے یہ خط لکھا ہے؟'' فرمایا: ''نہیں اور اللہ کی قسم، میں نے نہ یہ خط لکھا ہے، نہ میں نے اس کا حکم دیا ہے اور نہ ہی میں نے اس غلام کو مصر بھیجا ہے۔''

خط کی تحریر انہوں نے پہچان لی کہ مروان کی ہے، اب انہیں عثمانؓ کے بارے میں شک ہوا، انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ مروان کو ان کے سپرد کر دیں۔ عثمانؓ نے انکار کیا۔ مروان ان کے پاس گھر میں تھا۔ صحابہ غصہ کی حالت میں آپ کے پاس سے نکلے۔ انہیں اب عثمان کے بارے میں یقین نہ رہا بلکہ شک پڑ گیا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ جھوٹی قسم نہیں اٹھا رہے، تاہم کچھ لوگوں نے کہا: ''ہم عثمان کو بے قصور نہیں قرار دیتے ہاں اگر وہ مروان کو ہمارے حوالہ کر دیں، تاکہ ہم اس سے تفتیش کر لیں اور اس خط کی حقیقت جان لیں کہ وہ کیسے صحابہ کو ناحق قتل کرواتا ہے۔ اگر تو یہ خط عثمان نے لکھا ہے تو ہم انہیں معزول کر دیں اور اگر مروان نے آپ کی طرف سے لکھا ہے تو ہم مروان کے بارے میں فیصلہ کریں۔'' یہ لوگ اپنے گھروں میں چلے گئے۔ عثمانؓ نے مروان کو ان کے حوالے نہ کیا، اس اندیشہ سے کہ یہ اسے مار ڈالیں گے۔

لوگوں نے عثمانؓ کا محاصرہ کر لیا اور پانی روک دیا۔ عثمان نے ان کی طرف جھانکا اور فرمایا، کیا آپ لوگوں میں علی ہیں؟'' ''وہ بولے نہیں۔'' فرمایا: ''کیا سعد ہیں؟'' وہ بولے: ''نہیں۔'' آپ خاموش رہے پھر فرمایا: ''کیا کوئی علی کو پیغام پہنچا دے گا تاکہ وہ ہمیں پانی پلائیں؟'' علیؓ تک یہ پیغام پہنچا تو آپ نے پانی سے بھری تین مشکیں بھجوائیں۔ یہ مشکیں بڑی مشکل سے پہنچی اور ان کی وجہ سے بنو ہاشم اور بنو امیہ کے متعدد لوگ زخمی ہوئے، بہر حال پانی عثمانؓ تک پہنچ گیا۔

علیؓ کو پتہ چلا کہ عثمانؓ کو قتل کرنے کا ارادہ ہو رہا ہے تو آپ نے فرمایا: ''ہم نے تو آپ سے مروان کو سپرد کرنے کے لیے کہا ہے۔ مگر عثمان کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں۔'' آپ نے حسن اور حسین سے فرمایا: ''اپنی تلواریں لے کر جاؤ اور عثمان کے دروازے پر جا کر کھڑے ہو جاؤ اور کسی ایسے شخص کو اندر نہ جانے دو جو آپ کو نقصان پہنچانا چاہتا ہو''۔ زبیرؓ نے اپنے بیٹے کو بھیجا

اور طلحہؓ نے اپنے بیٹے کو اس کی مرضی کے خلاف بھیجا۔ متعدد صحابہ نے اپنے بیٹوں کو بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو عثمانؓ کے پاس نہ پہنچنے دیں۔ لوگوں نے عثمانؓ سے مطالبہ کیا کہ وہ مروان کو باہر نکالیں۔ لوگوں نے عثمانؓ پر تیر چلائے حتیٰ کہ حسن بن علیؓ، عثمان کے دروازے پر خون آلود ہو گئے۔ ایک تیر گھر میں مروان کو لگا، محمد بن طلحہ بھی زخمی ہوئے۔ علیؓ کے آزادہ کردہ غلام قنبر کے سر اور پیشانی پر زخم آئے۔ محمد بن ابی بکر نے خطرہ محسوس کیا کہ بنو ہاشم حسن اور حسین کے حال کی وجہ سے غصے میں آجائیں گے اور یوں وہ بنو ہاشم کو بھڑکائیں گے۔ اس نے دو آدمیوں کے ہاتھ پکڑے اور ان سے کہا: ''جب بنو ہاشم آئیں گے اور حسن اور حسین کے چہروں پر خون دیکھیں گے تو لوگ عثمانؓ کا محاصرہ چھوڑ دیں گے اور ہمارا منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔ لہٰذا آؤ، ہم دیوار پھلانگ کر اس کے پاس پہنچیں اور کسی کو پتہ بھی نہ چلے کہ ہم اسے مار ڈالیں۔'' چنانچہ محمد بن ابی بکر اور اس کے دونوں ساتھی ایک انصاری کے گھر سے دیوار پھلانگ کر عثمان کے گھر میں جا گھسے۔ کہا جاتا ہے یہ عمرو بن حزم انصاری کا گھر تھا۔ احوص شاعر کا یہ کلام اس پر دلالت کرتا ہے:

لا ترثِیَنَّ لحزمیٍ ظفرت بہٖ   طرّاً ولو طُرِحَ الحزمی فِی النّارِ

البا خسین بمروان بذی خُشُبِ   والمدخلینَ علی عثمانَ فی الدار

[اگر تم کسی حزمی پر قابو پالو تو کبھی اس پر ترس نہ کھانا، اگرچہ حزمی کو جہنم میں پھینک دیا جائے۔ یہ مروان کے خلاف مشتعل کرنے والے ہیں اور عثمانؓ کے گھر میں انہی لوگوں کے ذریعہ سے داخلہ ہوا]

یہ تینوں آپ کے پاس پہنچے تو آپ کے پاس آپ کے بیوی نائلہ بنت فرافصہ تھیں۔ قرآن آپ کی گود میں تھا اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ آپؓ کے ساتھ کون ہے کیونکہ لوگ گھروں پر تھے۔ محمد بن ابی بکر آگے بڑھا اور اس نے آپ کی ڈاڑھی پکڑی عثمانؓ نے فرمایا: ''میرے بھتیجے ڈاڑھی چھوڑ دے۔ اگر تیرا والد تجھے یہاں دیکھتا تو اُسے تیری جگہ بری لگتی۔'' اس نے ڈاڑھی سے اپنا ہاتھ ہٹالیا اور اپنے دونوں ساتھیوں کو آنکھ سے اشارہ کیا تو انہوں نے چوڑے پھل کے نیزے سے آپ پر حملہ کر دیا، حتیٰ کہ آپ کو شہید کر دیا، جہاں سے داخل ہوئے تھے جلدی سے

ادھر ہی چلے گئے۔ آپؓ کی بیوی باہر نکلیں اور کہا: امیر المومنین کو شہید کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ حسن، حسین اور ان کے ساتھ کے لوگ اندر گئے تو عثمانؓ کو ذبح شدہ پایا۔ وہ سب آپؓ پر رونے لگے۔ یہ اطلاع جب علی، طلحہ، زبیر، سعد اور مدینہ کے باشندوں کو پہنچی تو وہ سب گھروں سے باہر نکل آئے، ان کے ہوش و حواس جاتے رہے، حتی کہ سب عثمان کے پاس پہنچے تو انہیں مقتول پایا تو انہوں نے انّا للہ وانّا الیہ راجعون پڑھا۔ علیؓ نے اپنے دونوں بیٹوں سے فرمایا: ''امیر المومنین کیسے قتل ہو گئے حالانکہ تم دونوں دروازے پر تھے؟'' آپؓ نے ہاتھ بلند کرکے حسینؓ کو تھپڑ مارا، حسن کے سینہ پر مارا، محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر کو لعنت ملامت کی۔ پھر غصے سے بھرے باہر نکل گئے۔ ان کا خیال تھا کہ طلحہؓ نے عثمانؓ کے خلاف اعانت کی ہے۔ چنانچہ آپؓ کو طلحہ ملے تو انہوں نے کہا: ''اے ابوالحسن کیا بات ہے؟ آپ نے حسن اور حسین کو مارا ہے۔'' فرمایا: ''تم پر اور دونوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ امیر المومنین رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں ایک بدری صحابی قتل کر دئے جاتے ہیں، نہ کوئی دلیل قائم کی جاتی ہے نہ حجت۔'' طلحہؓ نے کہا: ''اگر وہ مروان کو حوالے کر دیتے تو نہ مارے جاتے۔'' آپؓ نے فرمایا: ''اگر وہ مروان کو حوالے کر دیتے تو اس کی حجت ثابت ہونے سے پہلے اسے مار ڈالا جاتا۔''

علیؓ اپنے گھر تشریف لے گئے تو سب لوگ آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آئے، صحابہ بھی اور دوسرے بھی، وہ لوگ کہہ رہے تھے ''امیر المومنین علی بن ابی طالب'' آپؓ نے فرمایا: ''یہ کہنے کا حق صرف اہلِ بدر کو ہے۔ جس سے اہل بدر راضی ہوں وہی خلیفہ ہوگا۔'' اہلِ بدر میں سے کوئی نہ بچا مگر یہ کہ وہ علیؓ کے پاس پہنچ گیا۔ ان حضرات نے کہا: ''حکومت کے لیے آپ سے زیادہ حق دار ہم نہیں دیکھتے، لہٰذا آپ ہاتھ بڑھائیں کہ ہم آپ کی بیعت کریں۔'' فرمایا: ''طلحہ اور زبیر کہاں ہیں؟'' چنانچہ سب سے پہلے آپ کی بیعت کی، طلحہؓ نے اپنی زبان سے سعدؓ نے اپنے ہاتھ سے۔ جب علیؓ نے یہ دیکھا تو مسجد نبوی کی طرف تشریف لے گئے۔ منبر پر چڑھے۔ سب سے پہلے طلحہؓ نے منبر پر چڑھ کر آپؓ کی بیعت کی۔ ان کی انگلیاں شل تھیں۔ اس سے علیؓ نے بدشگونی لی اور فرمایا: ''یہ بیعت توڑنے کے زیادہ لائق ہے''۔ پھر زبیرؓ نے آپ کی

بیعت کی، نیز سعد اور سب صحابہ کرام نے۔ پھر آپ منبر سے اترے۔ لوگوں کو بلایا، آپؓ نے مروان کو طلب کیا مگر وہ بھاگ گیا اور آپ کے ہاتھ نہ لگا۔

عائشہؓ روتی ہوئی نکلیں وہ کہہ رہی تھیں ''عثمان کو مظلومانہ شہید کیا گیا۔'' عمارؓ نے ان سے کہا: ''کل تو آپ لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکا رہی تھیں اور آج ان پر رو رہی ہیں۔'' علیؓ، عثمانؓ کی اہلیہ کے پاس آئے اور پوچھا: ''عثمان کو کس نے شہید کیا؟'' کہا: ''میں نہیں جانتی، دو آدمی اندر آئے، میں انہیں نہیں جانتی ہاں مجھے ان کے چہرے نظر آرہے ہیں، ان کے ساتھ محمد بن ابی بکر تھا۔'' پھر انہوں نے آپ کو محمد بن ابی بکر نے جو کچھ کیا تھا اس سے آگاہ کیا۔ علیؓ نے محمد کو بلوایا اور جو کچھ عثمانؓ کی اہلیہ نے بیان کیا تھا اس کے بارے میں دریافت کیا۔ اس پر محمد نے کہا: ''انہوں نے جھوٹ نہیں بولا۔ اللہ کی قسم، میں اس کے پاس آیا تھا اور اسے قتل کرنا چاہتا تھا مگر اس نے میرے والد کا تذکرہ کیا تو میں اٹھ کھڑا ہوا اور میں توبہ کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم، نہ میں نے آپ کو قتل کیا ہے اور نہ ہی آپ کو پکڑا۔'' اس پر اہلیہ عثمانؓ نے کہا: ''اس نے سچ کہا ہے لیکن یہ ان دونوں کو ساتھ لے کر آیا تھا۔''

معتمر نے اپنے والد سے بواسطہ حسن روایت کی ہے کہ محمد بن ابی بکر نے عثمانؓ کی ڈاڑھی پکڑی تو انہوں نے اس سے کہا: ''اے بھتیجے، تم میرے سامنے ایسی حالت میں ہو کہ تمہارے والد کبھی نہ ہوتے۔'' ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''اگر تمہارے والد تم کو اس حالت میں دیکھتے تو انہیں برا لگتا۔'' چنانچہ محمد نے اپنا ہاتھ چھوڑ دیا۔ محمد باہر نکل گیا تو ایک اور آدمی اندر گھسا، قرآن آپ کی گود میں تھا۔ عثمانؓ نے اس سے کہا: ''میرے اور تیرے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔'' وہ بھی باہر چلا گیا اور آپ کو چھوڑ دیا۔ پھر ایک اور آیا، آپؓ نے فرمایا: ''میرے اور تیرے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔'' اس نے تلوار سے آپ پر وار کیا۔ آپ نے وار کو اپنے ہاتھ سے روکنا چاہا مگر ہاتھ کٹ گیا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ پہلا ہاتھ ہے جس نے قرآن مجید لکھا۔''

عثمانؓ کے خلاف مدینہ آنے والے سرغنے:

اصمعی نے ابوعوانہ سے روایت کی ہے کہ عثمانؓ کے خلاف قیادت کرنے والے سرغنے یہ تھے: علقمہ بن عثمان، کنانہ بن بشر، حکیم بن جبلہ، اشتر نخعی اور عبداللہ بن بدیل۔

ابوالحسن نے کہا: جب یہ سرغنے آگئے تو انہوں نے علیؓ سے کہا: ''آپ اٹھیے اور ہمارے ساتھ ساتھ اس آدمی کی طرف چلیے۔'' فرمایا: ''نہیں، اللہ کی قسم، میں تمہارے ساتھ نہیں اٹھوں گا۔'' انہوں نے کہا: ''پھر آپ نے ہماری طرف خط کیوں بھیجا؟'' فرمایا: ''اللہ کی قسم، میں نے تمہاری طرف کبھی کوئی خط نہیں لکھا۔'' اس پر ان لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ علیؓ مدینہ سے باہر چلے گئے۔

اعمشؒ نے عیینہ سے بواسطہ مسروق روایت کیا ہے کہا: ''عائشہؓ نے فرمایا، تم لوگوں نے اسے برتن کی طرح دھویا پھر اسے دھلے ہوئے کپڑے کی مانند چھوڑ دیا، میل سے پاک، پھر تم نے عداوت کی اور اسے مار ڈالا۔'' مروان نے کہا کہ میں نے آپ سے عرض کیا: ''یہ آپ کا کام ہے۔ آپ نے لوگوں کو ان کے خلاف خروج کے لیے خط لکھا۔'' عائشہؓ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس پر مومن ایمان لائے اور کافروں نے کفر کیا۔ میں نے ان لوگوں کی طرف سیاہی سے سفیدی میں نہیں لکھا۔ میں تو اپنی اس جگہ بیٹھ رہی ہوں۔''

لوگ سمجھتے تھے کہ یہ علی اور عائشہ کی طرف سے جعلی خطوط لکھے گئے جیسے سیاہ فام غلام کو عثمانؓ کا جعلی خط دے کر گورنرِ مصر کے نام بھیجا گیا۔ یہ تمام جعلی خطوط فتنہ پردازی کے لیے لکھے گئے۔

ابوالحسن نے کہا: ''جب اہلِ مصر کا جتھ آیا تو وہ عثمانؓ کے پاس پہنچے اور کہا: ''آپ نے ہمارے بارے میں یوں یوں لکھا؟'' فرمایا: ''دو چیزیں ہیں، یا تو تم لوگ دو مسلمان مرد گواہ لاؤ یا پھر میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ نہ میں نے لکھا، نہ املاء کروایا اور نہ مجھے معلوم ہے۔ ایک خط کسی کی طرف سے جعلی لکھ لیا جاتا ہے اور مہر کے مطابق مہر تیار کر لی

جاتی ہے۔'' انہوں نے کہا: ''اللہ نے آپ کا خون حلال کر دیا ہے۔'' اور آپ کو گھیر لیا۔ عثمانؓ نے اشتر کو بلوا بھیجا اور فرمایا: ''لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟'' وہ بولا: ''تین باتوں میں سے ایک لازمی ہے؟'' فرمایا: ''وہ کیا ہیں؟'' کہا: ''لوگ آپ کو اختیار دیتے ہیں کہ آپ ان کے لیے حکومت سے دست بردار ہو جائیں اور آپ اعلان کر دیں کہ یہ تمہاری حکومت ہے تم جسے چاہو دے دو۔ یا پھر آپ اپنے آپ کو بدلہ اور قصاص کے لیے پیش کر دیں۔ اگر آپ ان دونوں باتوں سے انکار کرتے ہیں تو پھر لوگ آپ کو قتل کر دیں گے۔'' فرمایا: ''جہاں تک ان کے حق میں حکومت سے دست برداری کا تعلق ہے تو میں اس لباس کو اتارنا نہیں چاہتا جو اللہ نے مجھے پہنایا ہے، یہ تو پھر میرے بعد ایک روایت بن جائے گی، جب بھی لوگ اپنے حکمران کو ناپسند کریں گے تو اسے معزول کر دیں گے۔ جہاں تک اپنے آپ کو بدلہ، قصاص کے لیے پیش کرنے کا تعلق ہے، تو اللہ کی قسم مجھے معلوم ہے کہ مجھ سے پہلے کے میرے دونوں دوست (ابوبکرؓ، عمرؓ) اپنے آپ کو بدلہ کے لیے پیش کرتے تھے، میرا بدن قصاص کی طاقت نہیں رکھتا، باقی رہی یہ بات کہ تم مجھے مار ڈالو گے، تو یاد رکھو کہ اگر تم مجھے مار ڈالو گے تو میرے بعد کبھی محبت سے نہ رہ سکو گے اور کبھی میرے بعد مل کر نماز نہ پڑھ سکو گے۔''

ابوالحسن نے کہا: ''اللہ کی قسم، ہمیشہ سب ایک دوسرے سے دور ہوتے رہے ہیں اور ان کے دلوں میں اختلاف ہے۔''

ابوالحسن نے کہا: عثمانؓ نے بلندی سے جھانک کر دیکھا اور فرمایا: ''کسی مسلمان شخص کا خون بہانا جائز نہیں ہے مگر تین وجہوں میں سے ایک ہو۔ ایمان کے بعد کفر کیا ہو، شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کا ارتکاب کیا ہو، یا کسی کو ناحق قتل کیا ہو۔ کیا میں نے ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب کیا ہے؟'' لوگ جواب نہ دے پائے۔ پھر فرمایا: ''میں تمھیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کیا تمھیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ اُحد پر تھے، آپ کے ساتھ نو صحابی تھے، میں ان میں سے ایک تھا، پہاڑ ہلا حتی کہ اس کے پتھر گرنے والے تھے کہ آپ نے فرمایا: ''اُحد رک جا، تجھ پر نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے۔'' لوگوں نے جواب دیا: ''یا اللہ ایسا ہی ہے۔'' عثمانؓ نے

فرمایا: ''ربِ کعبہ کی قسم، انہوں نے میرے حق میں گواہی دی۔''

ابوالحسن نے کہا: عثمانؓ ان پر جھانکے اور فرمایا: ''السلام علیکم۔'' کسی نے بھی آپ کو سلام کا جواب نہ دیا۔ اس پر فرمایا: ''اے لوگو، اگر تم حق کی خاطر میری ٹانگ قبر میں رکھنا چاہتے ہو تو رکھ دو۔'' لوگ اس بات کا جواب نہ دے پائے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اگر میں نے زیادتی کی ہو تو اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اگر مجھ پر ظلم ہوا ہے تو میں نے معاف کر دیا ہے۔''

یحییٰ بن سعید نے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت کی ہے کہا: ''میں عثمانؓ کے ساتھ ان کے گھر میں تھا کہ آپ نے فرمایا: ''کہ میں ہر اس شخص کو تاکید کرتا ہوں جو یہ سمجھتا ہے کہ اس پر میری سمع و طاعت لازمی ہے کہ وہ اپنا ہاتھ روک لے اور اپنے ہتھیار پھینک دے۔'' چنانچہ لوگوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے۔

ابن ابی عروبہ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ زیدؓ بن ثابت محاصرہ کے دن عثمان کے پاس گئے اور عرض کیا کہ یہ انصار دروازے پر حاضر ہیں اور کہتے ہیں: ''اگر آپ چاہیں تو ہم دوبارہ اللہ کے مددگار بنیں۔'' فرمایا: ''مجھے اس کی حاجت نہیں۔''

ابن ابی عروبہ نے یعلی بن حکیم سے بواسطہ نافع روایت کی ہے کہ گھر کے محاصرے کے روز عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی زرہ پہنی، تلوار لٹکائی تو عثمانؓ نے انہیں قسم دے کر کہا کہ وہ چلے جائیں، اپنا اسلحہ اتار دیں اور اپنا ہاتھ روک لیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

محمد بن سیرین نے کہا: سلیط نے کہا: ''عثمانؓ نے ہمیں باغیوں کے مقابلہ سے منع کر دیا، اگر عثمانؓ ہمیں اجازت دیتے تو ہم انہیں مار مار کر اپنے علاقے سے نکال باہر کرتے۔''

قاتلینِ عثمان کے بارے میں لوگوں کے اقوال:

عتبی نے کہا: ''بنولیث کے ایک آدمی نے کہا: ''زبیرؓ آ رہے تھے کہ میں ان سے ملا اور پوچھا: ''ابوعبداللہ! تمہارا کیا حال ہے؟'' فرمایا: ''مطلوب و مغلوب ہوں۔ میرا بیٹا مجھ پر غالب ہے اور میرا گناہ مجھ سے مطالبہ کرتا ہے۔'' کہا کہ میں مدینہ پہنچا تو سعد بن ابی وقاص سے ملا، میں

نے پوچھا: ''ابواسحاق! عثمان کو کس نے قتل کیا۔'' کہا: ''آپؓ کو اس تلوار نے قتل کیا جسے عائشہ نے سونتا، طلحہؓ نے تیز کیا اور علیؓ نے زہر پلائی۔'' میں نے کہا: ''زبیرؓ کا کیا حال ہے؟'' کہا: ''انہوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور زبان سے خاموش رہے۔''

اپنے بھائی محمد کے بارے میں عائشہؓ نے فرمایا: ''اللہ مذمَّم کو عثمان کے خلاف اس کی بھاگ دوڑ کی وجہ سے قتل کرے، ابن بدیل کی گمراہی پر اس کا خون بہائے اور اللہ بنوتمیم کی آنکھوں کو ذلّت کے ساتھ رکھے اور اشتر پر اپنے تیروں میں سے ایسا تیر چلائے جس کا نشانہ نہ خطا نہ ہو۔'' کہا: ان میں ہر ایک کو عائشہؓ کی بددعا لگی۔

سفیان ثوری نے کہا: اشتر مسروق سے ملا تو مسروق نے اس سے پوچھا: ''ابوعائشہ کیا بات ہے کہ عثمان بن عفان کے قتل کے دن آپ کو میں رنجیدہ دیکھ رہا ہوں؟'' کہا: ''اگر تو محاصرے کے دن ہمیں دیکھتا، ہم بنی اسرائیل کے بچھڑے کو پوجنے والوں کی مانند تھے۔''

سعدؓ بن ابی وقاص نے عماد ابن یاسر سے کہا: آپ ہمارے نزدیک برگزیدہ صحابہ میں سے تھے، پھر جب آپ کی عمر اتنی رہ گئی جتنی گدھے کے دو پانی پینے کے مابین وقفہ کی ہوتی ہے تو آپ نے یہ کام کیئے (حضرت عثمان کے قتل پر تعریض کی) عمارؓ نے کہا: ''آپ کو کیا چیز پسند ہے۔عیب وخرابی کے باوجود محبت یا اچھے انداز سے علیحدگی۔'' کہا: ''اچھے انداز سے علیحدگی۔'' کہا: ''اللہ کی قسم میں آپ سے کبھی کلام نہ کروں گا۔''

مغیرہ بن شعبہؓ، عائشہؓ سے ملے تو سیدہ نے فرمایا: ''اے ابوعبداللہ، اگر آپ مجھے جنگ جمل میں دیکھتے کہ پیکان میرے ہودج میں لگ رہے تھے حتی کہ ان میں سے کچھ میرے بدن میں لگے۔'' مغیرہؓ نے کہا: ''اللہ کی قسم، میں تو چاہتا ہوں کہ ان میں سے کچھ آپ کو مار ڈالتے۔'' فرمایا: ''اللہ آپ پر رحم کرے۔آپ یہ کیوں کہہ رہے ہیں؟'' کہا: ''شاید یہ آپ کی اس بھاگ دوڑ کا کفارہ بن جاتا جو آپؓ نے عثمانؓ کے خلاف کی۔'' فرمایا: ''بہرحال آپ نے تو یہ بات کہہ دی۔ جب کہ اللہ جانتا ہے کہ میں آپ کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔اللہ جانتا ہے کہ میں چاہتی تھی کہ آپ (یعنی عثمانؓ) کے خلاف لڑائی کی جائے لہٰذا میرے خلاف بھی لڑائی

لڑی گئی۔ میں نے تیراندازی کا ارادہ کیا تو مجھ پر تیراندازی ہوئی، میں نے ارادہ کیا کہ آپ (عثمانؓ) کی نافرمانی کی جائے تو میری نافرمانی ہوئی۔اور اگر اللہ جانتا کہ میں عثمانؓ کو قتل کرانا چاہتی تھی تو میں ضرور قتل کی جاتی۔''

حسان بن ثابتؓ نے علیؓ سے فرمایا: ''آپ کہتے ہیں کہ میں نے عثمان کو قتل نہیں کیا لیکن آپ نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔آپ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے قتل کا حکم نہیں دیا لیکن آپ نے روکا بھی نہیں۔ بے یار و مددگار چھوڑنے والا قاتل کے ساتھ شامل ہوتا ہے۔ اور خاموش رہنے والا بات کرنے والے کے ساتھ شامل ہوتا ہے۔''

اس مفہوم کو کعب بن جُعیل تغلبی نے لیا، وہ جنگ صفین میں معاویہؓ کے ساتھ تھا۔اس نے علی بن ابی طالبؓ کے بارے میں کہا:

وما في علي لمسّتحدثٍ　　مقالٌ سوى عصمة المحدثينا

واثاره لأهالي الذنوب　　ورفع القصاصِ عن القاتلينا

اذا سيل عنه زوى وَجهه　　وعَمَّى الجوابَ على السائلينا

فليس براضٍ ولاساخطٍ　　ولافي النهاة ولا الا مرينا

ولا هوساءٍ ولاسَرَّه　　ولا آمن بعضَ ذاأن يكونا

[علیؓ کے بارے میں نئی بات کرنے والے کے لیے کوئی بات نہیں ہے۔سوائے محدثین کی عصمت کے اور گنہگاروں کو مشتعل کرنے کے اور قاتلوں سے قصاص اٹھا لینے کے۔ جب آپؓ سے اس بارے میں پوچھا جاتا ہے تو آپؓ اپنا رخ پھیر لیتے ہیں اور پوچھنے والوں پر جواب کو یوں ہی چھوڑ دیتے ہیں۔آپ خوش ہیں نہ ناراض، نہ روکنے والوں میں ہیں اور نہ حکم دینے والوں میں ہیں۔ نہ بدلنے والے ہیں نہ اسے راز رکھنے والے ہیں اور نہ ہی کچھ لوگوں کو امان دینے والے ہیں]

عثمانؓ کے قاتلوں کے بارے میں ایک شامی شخص نے کہا: (ترجمہ اشعار)

[جب (عثمانؓ کا) وقت شہادت قریب آیا تو آپ کو انصار نے چھوڑ دیا، حالانکہ انصار

آپ کے لیے قابلِ اعتماد تھے اس مصیبت کے وقت انصار بھی لوگوں کے ساتھ تھے اور یہ مخلوق کے لیے باعث ننگ و عار ہے۔ اس آزمائش کی حرمت اللہ کی حرمت سے تھی، پھر (عثمانؓ) حکمرانوں میں سے ایک حکمران تھے اور پڑوسی تھے۔ کہاں ہیں حیادار جب اس شخص سے پانی روکا گیا جس پر سمع و بصر قربان ہو۔ کون میری طرف سے زبیر اور طلحہ کے لیے معذرت خواں ہوگا جب انہوں نے ایسے کام کو بھڑکایا جس میں بگولہ تھا۔ لوگوں نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر بچھڑے کے آنسو بہائے اور مدینہ منورہ کے درمیان آگ روشن تھی۔ یوں ہی یہودی حق سے برگشتہ ہوئے کیونکہ ان کے علماء نے ان کے لیے تزئین و ملمع کاری کی تھی۔ پھر محمد بن ابی بکر نے کھلم کھلا اظہار بغاوت کیا اور اس کے پیچھے عمارؓ تھے۔ جب کہ علیؓ اپنے گھر میں بیٹھے یوں ہی لوگوں سے پوچھ رہے تھے، حالانکہ ان کے پاس خبریں تھیں۔ آپ نے اپنے مطلوب و مقصود کے لیے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھے۔ پرسکون و باوقار تھے۔ آپ اس انتظار میں تھے کہ معاملہ (حکومت) آپ تک آپہنچے جس کے لیے قضاء و قدر نے اسباب فراہم کر دیے تھے۔ میں کثرتِ کلام کو برا سمجھتا ہوں۔ ہر بات کے لیے کثرت عیب ہے]

حسانؓ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں کہا:

من سره الموتُ صِرفاً لامزاح له — فليأت مأسدةً فی دار عثمانَا

صبراً فِدىً لكم امّی وما ولدت — قدينفع الصبّر فی المكروه أحيانا

لعلكم أن تروا يوماً بمغيظة — خليفة الله فيكم كالذی كانا

انّی لمنهم وا ن غلبوا وان شهدوا — مادمتُ حيًّا وسميت حسّانَا

ياليتَ شعِری وليت الطّيرَ تخبرنی — ماكان شأنُ علی وابنِ عفّانا

لتسمعنّ وَشيكاً فی ديارهِمُ — الله اكبر يا ثاراتِ عثمانا

ضَحَّوا بأشمطَ عنوان السجودِ به — يقطّع الليلَ تسبيحاً و قرآنا

[جو شخص موت کی ہولناکی اور مزاح سے دوری کو عزیز رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ عثمان

کے گھر میں شیروں کی کچھار میں آئے۔صبر سے کام لو۔آپ پر میری ماں اور جو اس نے جنا سب قربان ہو جائے۔کبھی پریشانیوں اور ناگواریوں میں صبر ہی نفع دیتا ہے۔شاید کہ تم اس دن کو غیظ وغصہ سے دیکھ سکو اللہ کے خلیفہ کو جو تم میں تھا۔میں ان قاتلوں سے بری ہوں اگر چہ وہ غالب ومسلط ہی کیوں نہ ہوں، جب تک میں زندہ ہوں اور میرا نام حسان ہے۔کاش کے مجھے معلوم ہوتا، کاش کہ پرندے مجھے خبر دیتے کہ علی اور ابن عفان کا معاملہ کیا ہوگا۔آپ ضرور ان لوگوں کے گھروں میں بلند نعرے سنیں گے ''اللہ اکبر عثمان کا قصاص'' ظالموں نے سیاہ وسفید بالوں والے کو ذبح کر ڈالا، جس کی جبین پر سجدوں کے نشان تھے، جو رات تسبیح اور تلاوتِ قرآن میں گزار دیتا تھا]

شہادت عثمان بن عفّان:

ابوالحسن نے مسلمہ سے بواسطہ ابن عون روایت کی ہے کہا: ''جن لوگوں نے عثمانؓ کی مدد کی وہ سات سو تھے۔ان میں حسن بن علی اور عبداللہ بن زبیر تھے۔اگر عثمان انہیں اجازت دیتے تو وہ انہیں مار مار کر مدینہ کی حدود سے باہر نکال دیتے۔ابوالحسن نے جبیر بن سیرین سے روایت کی ہے کہا: ابن بدیل عثمان پر حملہ کرنے کے لیے گیا، اس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ان دونوں کے مابین بغض وعداوت تھی۔اس نے آپ پر تلوار کا وار کیا۔آپ نے اپنے ہاتھ سے اس وار سے بچنا چاہا، مگر اس نے آپ کا ہاتھ کاٹ دیا۔اس پر آپ نے فرمایا: ''یہ پہلی ہتھیلی تھی جس نے قرآن مجید لکھا۔''

ابوالحسن نے کہا: جس روز عثمانؓ کی شہادت ہوئی وہ ''یوم الدار'' کہلاتا ہے۔تین آدمیوں کو شہید کیا گیا۔عثمان کے سیاہ فام غلام کو، کنانہ بن بشر اور عثمانؓ کو۔''

ابوالحسن نے کہا: سلامہ بن روح خزاعی نے عمرو بن عاص سے کہا: ''آپ لوگوں اور فتنہ کے درمیان دروازہ تھا وہ بھی آپ نے توڑ ڈالا۔کس چیز نے آپ کو اس پر آمادہ کیا؟'' کہا: ''ہم نے باطل کے گڑھے سے حق کو نکالنا چاہا اور یہ کہ لوگ حق میں یکساں ہو جائیں۔''

مجالد نے شعبی سے روایت کی ہے کہا: ''عثمانؓ نے معاویہؓ کو لکھا کہ میری مدد کرو۔ انہوں نے یزید بن اسد بن کرز بجلی کو سرکردگی میں چار ہزار کی نفری سے آپ کی مدد کی۔ اسے عثمان کے قتل کی خبر پہنچی تو واپس چلا گیا[1] اور کہا: ''اگر میں مدینہ میں داخل ہوتا اور عثمان زندہ ہوتے تو ہر اختلاف کرنے والے کو مار ڈالتا، کیونکہ بے یار و مددگار چھوڑنے والا اور قاتل برابر ہوتے ہیں۔''

قیس بن رافع نے کہا: زید بن ثابت نے کہا: میں نے علیؓ کو مسجد میں لیٹے دیکھا تو میں نے کہا: ''ابوالحسن، لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اگر آپ چاہیں تو لوگوں کو عثمانؓ سے واپس ہٹا دیں۔'' آپ بیٹھ گئے پھر فرمایا: ''اللہ کی قسم، میں نے انہیں کسی چیز کا حکم نہیں دیا اور نہ ان کے معاملہ میں کوئی مداخلت کی۔'' کہتے ہیں میں نے عثمان کے پاس آ کر انہیں یہ بات بتائی تو آپ نے کہا:

وحرّق قيسٌ عليّ البلا دَ حتى اذا اضطرمت أجذما

[قیس نے میرے خلاف ملک کو برافروختہ کر دیا جب آگ بھڑک اٹھی تو جلدی کرنے لگا]

فضل نے کثیر سے سعید مقبری کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ جب عثمانؓ کا محاصرہ ہو گیا اور پانی بند کر دیا گیا تو زبیرؓ نے کہا: وحيل بينهم وبين مايشتهون كما فُعِل باشياعهم من قبل[2]

زہری کی حدیث میں ہے کہا: جب مسلم بن عقبہ نے یوم الحرۃ میں اہلِ مدینہ کو قتل کیا تو عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: ''یہ عثمانؓ کے ساتھ ان کے طرزِ عمل کی سزا ہے رب کعبہ کی قسم۔''

ابن سیرین نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہا: ''اگر عثمانؓ کے قتل پر آسمان خون برساتا تو بھی یہ تھوڑا ہوتا۔''

ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام ابو سعید سے روایت ہے کہا: عثمانؓ نے اہلِ کوفہ کے نام

[1] یعنی اس کے مدینہ پہنچنے سے قبل حضرت عثمانؓ شہید کیے جا چکے تھے۔ (ن س ظ)

[2] (سورۃ سبا: ۵۴) آیت کا ترجمہ ہے: ''اس وقت جس چیز کی یہ تمنا کر رہے ہوں گے اس سے محروم کر دیے جائیں گے۔ جس طرح ان کے پیش رو ہم مشرب محروم ہو چکے ہوں گے۔''

پیغام بھیجا: ''جو کوئی مجھ سے ایک دینار یا درہم یا تھپڑ کا مطالبہ کرتا ہے، وہ آ کر اپنا حق لے لے یا معاف کر دے۔ اللہ معاف کرنے والوں (صدقہ کرنے والوں) کو جزا دیتا ہے۔'' کہا: ''بعض لوگ رو پڑے اور کہنے لگے، ہم نے معاف کر دیا۔''

ابن عون نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہا: ''کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے طلحہؓ سے بڑھ کر کوئی عثمانؓ کے خلاف نہ تھا۔''

ابوالحسن نے کہا: عبداللہ بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے: معاویہؓ اور ان کے ساتھ علیؓ اور ان کے ساتھیوں پر غالب آئیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیّه سلطانا** (بنی اسرائیل:۳۳) (یعنی اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو، اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبہ کا حق عطا کیا ہے۔)[1]

ابوالحسن نے کہا: ثمامہ انصاری عثمان کے گورنر تھے۔ جب ان کے پاس عثمانؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو روئے اور کہا: ''آج امتِ محمدؐ سے خلافتِ نبوت چھن گئی اور حکومت تلوار کے زور پر ہونے لگی۔ اب جو جس چیز پر غلبہ پائے گا اسے کھا جائے گا۔'' ابوالحسن نے بواسطہ ابومخنف نمیر بن وعلہ سے بواسطہ شعبی روایت کی ہے کہ نائلہ بنت فرافصہ عثمانؓ کی اہلیہ نے معاویہؓ کے نام خط لکھا اور اسے نعمان بن بشیر کے ہاتھ روانہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی عثمان کے خون سے رنگین قمیض بھی روانہ کی۔ ان کے خط کا متن یہ ہے:

نائلہ بنت فرافصہ کی طرف سے معاویہ بن ابی سفیان کے نام، امابعد، میں آپ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتی ہوں جس نے آپ پر انعام کیا اور آپ کو اسلام سکھایا اور آپ کو گمراہی سے ہدایت دی۔ آپ کو کفر سے بچایا اور دشمن کے خلاف آپ کی مدد کی اور آپ پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں پورا کیں۔ میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دیتی ہوں اور آپ کو اللہ اور اس کے

[1] اصل الفاظ ہیں ''اس کے ولی کو ہم نے سلطان عطا کیا ہے۔'' سلطان سے مراد یہاں ''حجت'' ہے جس کی بنا پر وہ قصاص کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ (دیکھیے مودودی، سید ابوالاعلیٰ، ترجمۂ قرآن مجید، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۲، ص: ۳۰) (ن س ظ)

خلیفہ کا حق یاد دلاتی ہوں کہ تم لوگ اس کی نصرت کرو گے۔ اس نے فرمایا ہے:

وان طائفتانِ من المؤمنین اقتتلو فاصلحوا بینهما فان بغت احداهُما علی الأخریٰ فقاتلوا الّتی تبغی حتی تفیٓئ الی امر الله (الحجرات: ۹) لے

امیر المومنین پر زیادتی کی گئی ہے اگر آپ لوگوں پر عثمانؓ کا صرف حقِ ولایت ہوتا اور پھر ان کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ ہوتا تو ہر مسلمان پر یہ حق تھا کہ جو آپ کی امامت کی تائید کرتا ہے وہ آپ کی مدد کرے۔ پھر کجا یہ کہ آپ جانتے ہیں اسلام میں ان کی پہل، اسلام پر ثابت قدمی، اللہ کے داعی کو لبیک کہنا، اس کی کتاب کی تصدیق کرنا، اس کے رسول ﷺ کی اتباع کرنا۔ اللہ نے جب آپ کو منتخب کیا تو آپ کو دنیا اور آخرت کے شرف سے نوازا۔

میں آپ کے سامنے خلیفہ مظلوم کا واقعہ بیان کرتی ہوں۔ میں اس سارے معاملے کی گواہ ہوں۔ اہلِ مدینہ نے آپ (یعنی عثمانؓ) کے گھر میں آپ کا محاصرہ کرلیا اور رات دن آپ کے گھر کے دروازہ پر مسلح گھیراؤ جاری رکھا۔ جس چیز کو بھی وہ روک سکتے تھے انہوں نے آپ سے روکی، حتی کہ پانی بھی بند کر دیا۔ آپ اور آپ کے ساتھ جو محصور تھے وہ پچاس راتوں تک اسی حال میں رہے۔ اہلِ مصر نے اپنا معاملہ علی، محمد بن ابی بکر، عمار بن یاسر اور طلحہ و زبیر کو سونپا، ان حضرات نے عثمان کے قتل کا مصریوں کو حکم دیا۔ ان کے ساتھ یہ قبائل تھے: خزاعہ، سعد بن بکر، ہذیل، جہینہ اور مزینہ کے کچھ گروہ، یثرب کے نبطی۔ یہ عثمانؓ کے خلاف سب سے بڑھ کر سرگرم عمل تھے۔

پھر آپؓ کا محاصرہ کیا گیا اور سنگ باری و تیر اندازی کی گئی۔ آپ کے ساتھ گھر کے تین افراد زخمی ہوئے۔ لوگ آپؓ کے پاس چلاتے ہوئے آئے تاکہ آپ ان کو لڑائی کی اجازت دیں مگر آپ نے انہیں روکا اور حکم دیا کہ شرپسندوں کے تیر واپس کر دیں، چنانچہ تیر واپس کر دیئے گئے۔ اس سے باغیوں کی جسارت بڑھی اور اس معاملے میں وہ مزید سنجیدہ ہوئے۔

لے: یہ سورہ الحجرات کی نویں آیت ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے: ''اور اگر اہلِ ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔''

انہوں نے گھر کا دروازہ جلا دیا۔ پھر آپؓ کے تین ساتھی آئے اور عرض کیا: ''مسجد میں کچھ لوگ لوگوں کے معاملہ کو عدل سے نبٹانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا آپ مسجد میں تشریف لے جائیں وہ آپ سے ملیں۔'' آپ تشریف لے گئے اور کچھ دیر وہاں بیٹھے، ہر طرف سے لوگوں نے اسلحہ سے آپ پر سایہ کیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے آج کوئی انصاف کرتا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔'' چنانچہ آپ گھر تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ کچھ آدمی تھے جن میں سے زیادہ تر غیر مسلح تھے۔ آپ نے اپنی زرہ پہنی اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ''اگر تم لوگ نہ ہوتے تو میں آج زرہ نہ پہنتا۔'' کچھ لوگوں نے آپ پر دھاوا بولا تو ابن زبیرؓ نے ان لوگوں سے بات کی اور ایک دستاویز کی شکل میں ان سے عہد و پیمان لیا اور اس دستاویز کو عثمان کے پاس بھیج دیا، اس دستاویز میں تحریر تھا: ''آپ لوگوں پر اللہ کا عہد و میثاق ہے کہ عثمان کے قریب برائی کے ارادہ سے نہ جاؤ گے حتیٰ کہ ان سے بات چیت نہ کرلو اور باہر نہ نکل جاؤ۔''

عثمانؓ نے اسلحہ اتار دیا اور جونہی آپ نے اسلحہ اتارا، کچھ لوگ آپ کے پاس آ گھسے، ان کے آگے آگے محمد بن ابی بکر تھا۔ انہوں نے آپ کی ڈاڑھی پکڑی اور آپ سے بدکلامی کی۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''ابو عبداللہ اور خلیفہ عثمان۔'' انہوں نے آپ کے سر پر تین ضربیں لگائیں اور آپ کے سینے پر تین وار کیے۔ آپ کی پیشانی پر ناک کے اوپر وار کیا کہ تلوار ہڈی میں گھس گئی۔ میں آپ پر گر پڑی، انہوں نے آپ کو شدید زخمی کر دیا تھا۔ ابھی آپ میں زندگی تھی۔ یہ لوگ آپ کا سر کاٹ کر لے جانا چاہتے تھے۔ میرے پاس شیبہ بن ربیعہ کی بیٹی [1] آئی، اس نے

[1] یہ حضرت عثمان کی ایک اور بیوی رملہ بنتِ شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھیں۔ ان کی والدہ امّ شراک بنتِ وقدان بن عبد شمس بن عبدِ ودّ تھیں، ان کا تعلق بنو عامر بن لوئی سے تھا۔ رملہ صحابیہ تھیں، حضرت عثمانؓ نے ان سے شادی کی جن سے تین بیٹیاں عائشہ، امّ آبان اور امّ عمرو پیدا ہوئیں۔ ابو الزناد، جن کا نام عبداللہ بن ذکوان تھا، رملہ بنتِ شیبہ کے مولیٰ تھے۔ یہ اسلام لائیں اور رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ دیکھیے: ابنِ سعد، الطبقات الکبریٰ، جلد ۸، ص: ۳۶۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۵۔ (ن س ظ)

بھی اپنے آپ کو میرے ساتھ عثمان پر گرا دیا۔ ہمیں برے طریقے سے روندا گیا، ہمارے زیورات ہم سے چھین لیے گئے۔ تاہم امیر المومنین کی حرمت سب سے بڑی ہے۔ ان لوگوں نے امیر المومنین کو ان کے گھر میں ان کے بستر پر مظلومانہ قتل کیا۔ میں آپ کے پاس عثمان کا خون آلود کپڑا بھیج رہی ہوں۔ اللہ کی قسم، اگر آپ (عثمانؓ) کو قتل کرنے والا گنہگار ہے تو آپ کو بے یار و مددگار چھوڑنے والا بھی محفوظ نہیں۔

اب دیکھ لو کہ اللہ کی بارگاہ میں تم کہاں کھڑے ہو؟ ہمیں جو کچھ بھگتنا پڑا، اس کی شکایت میں اللہ سے کرتی ہوں۔ میں اللہ کے نیک بندوں سے فریاد کرتی ہوں۔ اللہ عثمان پر رحم فرمائے اور ان کے قاتلوں پر لعنت کرے۔ انہیں دنیا میں ذلت و خواری سے دو چار کرے اور ان کو یوں سزا دے کر سینوں کو شفا دے۔''

چنانچہ شام کے کچھ مردوں نے قسم اٹھائی کہ وہ اس وقت تک غسل نہیں کریں گے جب تک علیؓ کو قتل نہیں کر لیتے یا ان کی جانیں فنا نہیں ہو جاتیں۔ عثمانؓ کے قتل پر فرزدق نے کہا:

انّ الخلافة لمّا اظعنت ظعنت — عن اَهل يثرب اذغير الهدى سلكوا
صارت الٰى اهلها منهم و وارثها — لما رأى الله فى عُثمان ما انتهكوا
السافكى دمَهُ ظُلماً و معصيةً — اُيَّ دم لاهُدُوا من غيهِم سفكوا

[خلافت کو جب کوچ کروایا گیا تو وہ اہل یثرب سے کوچ کر گئی جب وہ ہدایت کے مطابق نہ چلے۔ خلافت انہیں چھوڑ کر اپنے اہل اور وارثوں میں چلی گئی جب اللہ نے عثمانؓ کے بارے میں بے حرمتی دیکھی۔ ظلم و معصیت سے آپ کا خون بہانے والے اس خونریزی کی وجہ سے اپنی سرکشی و گمراہی سے باہر نہ نکل سکے]

حسانؓ نے کہا:

إن تمس دار بنی عثمان خاويةً — باب'' صريعُ وبيت'' مَحْرق خرب
فقد يصادف باغى الخير حاجته — فيها ويأوى اليها المجدُ والحسبُ
يا معشر الناسِ ابدوا ذات انفسكم — لا يستوى الحقُّ عندالله و الكذب

[اگر تم فرزندانِ عثمان کے منہدم گھر کے پاس سے گزرو تو شکستہ دروازہ اور جلا ہوا اور اجڑا ہوا گھر دیکھو گے۔ اب بھی خیر کا طلبگار اتفاقاً اس میں اپنی حاجت وضرورت پالیتا ہے۔ مجد وشرافت اسی گھر میں پناہ لیتے ہیں۔ لوگو! جو دلوں میں ہے ظاہر کردو کہ اللہ کے ہاں حق اور جھوٹ برابر نہیں ہوسکتے]

علیؓ کا خون عثمان سے بریٔ الذمہ ہونا:

علی بن ابی طالبؓ نے منبر پر کہا: ''اللہ کی قسم، اگر جنت میں نہ داخل ہوگا مگر وہ جس نے عثمانؓ کو قتل کیا ہو تو میں کبھی جنت میں داخل نہ ہوں۔ اور اگر دوزخ میں داخل نہ ہوگا مگر جس نے عثمان کو قتل کیا ہو تو میں اس میں کبھی داخل نہ ہوں۔''

علیؓ کوفہ کے اپنے محل سے جھانکے تو دجلہ میں ایک کشتی دیکھی، اس پر فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس نے اسے دریا میں مسخر کر کے اپنے حکم سے چلایا ہے میں نے عثمانؓ کے معاملہ میں کچھ نہیں کیا اور اگر بنوامیہ چاہیں تو میں خانہ کعبہ کے پاس پچاس قسمیں اٹھا کر اس بات پر ان سے مباہلہ[1] کرنے کے لیے تیار ہوں کہ میں نے عثمانؓ کے خلاف کچھ نہیں کیا۔'' بعد میں جب یہ بات عبدالملک بن مروان کو بتائی گئی تو کہا: ''میں آپ کو سچا سمجھتا ہوں۔''

معبد خزاعی نے کہا: ''میں جنگ جمل کے بعد علیؓ سے ملا اور عرض کیا کہ میں آپ سے، آپ اور عثمانؓ کے بارے میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں اگر آج آپ نے نجات پائی تو کل بھی ان شاء اللہ نجات پائیں گے۔'' فرمایا: ''جو پوچھنا ہے پوچھو۔'' میں: مجھے بتایئے، آپ کی کیا حیثیت تھی جب عثمان شہید کردیے گئے اور آپ نے ان کی مدد نہیں کی؟''

[1] مباہلہ یہ ہے کہ کسی اختلاف کی صورت میں فریقین جمع ہوں اور کہیں ''ہم میں سے جو ظالم ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔'' (ن س ظ)

فرمایا: ''عثمان امام تھے۔ آپ نے ہمیں لڑائی سے روکا اور فرمایا جس نے تلوار سونتی وہ مجھ سے نہیں اگر ہم لڑائی کرتے تو نافرمانی کرتے۔''

میں: عثمان کی کیا حیثیت تھی، جب انہوں نے خود سپردگی کی حتی کہ شہید ہو گئے؟''

فرمایا: ''وہی حیثیت جو ابن آدم کی تھی جب اس نے اپنے بھائی سے کہا تھا ﴿اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا، میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں﴾ [1]

میں: ''آپ نے واقعہ جمل میں یہ حالت کیوں نہ اختیار کی؟''

فرمایا: ''ہم نے جمل کے دن ان لوگوں کے خلاف لڑائی کی جنہوں نے ہم پر زیادتی کی تھی، ارشاد الٰہی ہے ﴿اور جو لوگ ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیں، ان کو ملامت نہیں کی جاسکتی، ملامت کے مستحق تو وہ ہیں جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق زیادتیاں کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ البتہ جو شخص صبر سے کام لے اور درگزر کرے، تو یہ بڑی اولوالعزمی کے کاموں سے ہے﴾ [2] ہم نے ان کے خلاف لڑائی کی جنہوں نے ہم پر ظلم کیا، جب کہ عثمانؓ نے صبر کیا اور یہ اولولعزمی کے کاموں میں سے ہے۔''

بکر بن حماد کی حدیث میں ہے: عبداللہ بن الکواء نے جنگِ صفین میں علیؓ بن ابی طالب سے پوچھا: ''آپ مجھے اپنے اس موقف کے بارے میں بتایئے کہ لوگ ایک دوسرے کی گردنیں اڑا رہے کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو کوئی وصیت کی تھی یا آپ کی اپنی رائے ہے؟''

علی نے فرمایا: ''یا اللہ میں سب سے پہلے آپ پر ایمان لایا، اس لیے سب سے پہلے آپ پر جھوٹ بولنے والا نہیں بننا چاہتا۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس بارے میں مجھے کوئی وصیت وحکم نہیں اگر آپؐ کی طرف سے مجھے کوئی وصیت ہوتی تو میں تیم اور عدی کے بھائیوں کو منبروں

[1] المائدہ:۲۸۔

[2] الشوریٰ:۴۱، ۴۲، ۴۳۔

پر نہ رہنے دیتا [۱]۔ مگر ہمارے نبی اکرم ﷺ نبی رحمت تھے۔ آپ کچھ دن رات بیمار رہے تو آپؐ نے ابوبکرؓ کو نماز کے لیے آگے بڑھایا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ مجھے اور میری حیثیت کو دیکھ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ہم ابوبکرؓ کے لیے اپنی دنیا کے معاملہ پر راضی ہوئے جب رسول اللہؐ ان سے ہمارے دین کے معاملہ کے لیے راضی تھے۔ میں نے آپؓ کی اطاعت کی اور بیعت کی۔ سمع و اطاعت کی۔ جب آپ مجھے عطا فرماتے تو میں لیتا جب لڑائی پر بھیجتے تو لڑائی کرتا اور آپؓ کے سامنے حدود الٰہیہ کو قائم کرتا رہا پھر آپ کی موت آگئی تو آپ نے (یعنی ابوبکرؓ نے) دیکھا کہ عمرؓ دوسروں کے مقابلہ میں اس کام کے زیادہ اہل ہیں۔ اللہ کی قسم، آپ نے عمرؓ کی طرف داری نہیں کی، اگر کسی کی طرف داری کرتے تو اپنے دونوں بیٹوں میں سے کسی ایک کو خلیفہ نامزد کرتے۔ میں نے عمرؓ کے سامنے سر تسلیم خم کیا، آپ کی بیعت کی اور سمع اطاعت کی۔ جب عطا فرماتے تو قبول کرتا، جہاد کیلئے روانہ فرماتے تو جہاد کرتا اور آپ کے سامنے حدود نافذ کرتا۔ پھر ان کی موت کا وقت آیا تو انہوں نے سمجھا کہ اگر وہ کسی کو خلیفہ نامزد کر جائیں اور وہ اللہ کی اطاعت نہ کرے تو انہیں (عمرؓ) کو اللہ قبر میں عذاب دے گا۔ چنانچہ آپ نے چھ افراد پر مشتمل شوریٰ قائم کی، جن میں سے میں ایک تھا۔ عبدالرحمٰنؓ نے ہم سے قول وقرار لیا کہ وہ اپنے آپ کو دست بردار کر لیں گے اور مسلمان عوام کا مفاد مدنظر رکھیں گے۔

پھر انہوں نے اپنا ہاتھ عثمانؓ کی طرف بڑھایا اور ان کی بیعت کر لی۔ یا اللہ، اگر میں یہ کہوں کہ میرے دل میں خلافت کی تمنا نہ تھی تو یہ جھوٹ ہوگا۔ لیکن جب میں نے اپنے معاملہ پر نظر ڈالی تو میں نے اپنی طاعت کو پایا کہ وہ میری نافرمانی سے آگے بڑھ چکی ہے اور جو معاملہ میرے ہاتھ میں ہونا تھا وہ دوسرے کے ہاتھ میں چلا گیا ہے، تو بھی میں نے سر تسلیم خم کیا، بیعت کی اور سمع و طاعت کی۔ آپ (عثمان) مجھے عطا فرماتے تو میں قبول کرتا، جہاد کے لیے مقرر

---

[۱]: مراد ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ جن کا تعلق بالترتیب بنو تیم اور بنو عدی سے تھا۔ اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو وصیت کر دی ہوتی تو وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو خلیفہ نہ بننے دیتے۔ (ن س ظ)

فرماتے تو جہاد کرتا اور آپ کے سامنے حدود نافذ کرتا۔ پھر لوگ باتوں کی وجہ سے آپ کے خلاف ہوگئے اور آپ کو شہید کر دیا۔ پھر آج میں اور معاویہ باقی ہیں، میں حکومت کے لیے اپنے آپ کو معاویہ کے مقابلہ میں زیادہ حقدار سمجھتا ہوں، کیونکہ میں مہاجر ہوں اور وہ مہاجر نہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچازاد، داماد ہوں اور وہ طلیق بن طلیق ہیں۔'' [1]

عبداللہ بن الکواء نے عرض کیا: ''آپ نے درست فرمایا، لیکن طلحہ و زبیر کیا اس معاملے میں ان کا وہی موقف نہیں جو آپ کا ہے؟''

فرمایا: ''طلحہ و زبیر نے مدینہ میں میری بیعت کی تھی اور عراق میں میری بیعت توڑ ڈالی۔ میں نے ان کی اس بیعت شکنی پر ان کے خلاف لڑائی کی۔ اگر یہ دونوں ابوبکر و عمر کی بیعت توڑتے تو وہ دونوں حضرات ان کے خلاف اس طرح ہی لڑائی کرتے جیسے میں نے کی ہے۔'' اس نے کہا: ''آپ نے سچ فرمایا'' اور چلا گیا۔

عبدالملک بن مروان نے نافع بن علقمہ بن صفوان کو مکہ کا گورنر بنایا۔ اس نے ایک دن تقریر کی جب کہ ابان بن عثمان منبر کے ساتھ بیٹھے تھے، نافع نے طلحہؓ و زبیرؓ پر تنقید کی، جب منبر سے اترا تو ابان سے کہا: امیرالمؤمنین کے بارے میں دھوکہ بازوں کے سلسلہ میں، میں نے آپ کو خوش نہیں کر دیا؟'' کہا: ''نہیں، بلکہ تم نے مجھے تکلیف پہنچائی، میرے لیے یہی کافی ہے کہ وہ دونوں حضرات عثمانؓ کے بارے میں بریٔ الذمہ ہوں۔''

اس مفہوم کو اسحاق بن عیسیٰ نے یوں بیان کیا ہے: ''اللہ کی پناہ کہ علی نے عثمان کو قتل کیا ہو اور اللہ کی پناہ کہ عثمان کو علی نے قتل کیا ہو۔'' (یہ دونوں اس سے بلند تر ہیں)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے: ''قیامت کے روز سب سے سخت ترین عذاب اس شخص کو ہوگا جس نے نبی کا قتل کیا ہوگا یا جسے نبی نے قتل کیا ہوگا۔''

سعید بن جبیر نے ابوالصہباء سے روایت کی ہے کہ کچھ لوگوں نے عثمان کا تذکرہ کیا۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا: ''میں آپ (یعنی عثمانؓ) کے بارے میں علیؓ کی رائے سے آپ

---

[1] طلیق اسے کہا گیا ہے جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوا اور اس سے کچھ تعرض نہیں کیا گیا۔ (ن س ظ)

لوگوں کو آگاہ کرتا ہوں۔'' چنانچہ وہ آدمی علیؓ کے پاس چلا گیا اور عثمانؓ کو برا بھلا کہا، علیؓ نے فرمایا: ''تم عثمان پر تنقید نہ کرو، اللہ کی قسم وہ برے نہ تھے، مگر آپ خلیفہ بنے تو خود کو ترجیح دی اور ہمیں محروم رکھا اور بہت برا محروم رکھا۔''

عثمان بن حنیف نے کہا: میں ایک موقعہ پر حاضر تھا۔ اس میں علی، عمار، مالک اشتر اور صعصعہ موجود تھے، انہوں نے عثمان کا تذکرہ چھیڑا۔ عمار نے عثمانؓ کے بارے میں نامناسب کہا۔ مالک بھی انہی کے نقشِ قدم پر چلا، علیؓ کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔ پھر صعصعہ نے بات کی اور کہا: ''اس شخص کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ کی قسم، یہ پہلا شخص ہے جس نے حکومت سنبھالی اور اپنے آپ کو ترجیح دی اور یہ پہلا وہ شخص ہے جس سے یہ امت متفرق و الگ ہوئی۔'' اس پر علیؓ نے فرمایا: ''ابوالیقظان، میری بات سنو، عثمانؓ نے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں کہ ان کی وجہ سے اللہ کبھی آپ کو عذاب نہ دے گا۔''

محمد بن حاطب نے کہا: علیؓ نے یوم الجمل کو مجھ سے فرمایا: ''اپنی قوم کے پاس جاؤ اور ان تک میرے خطوط اور بات پہنچاؤ۔'' میں نے عرض کیا: ''جب میں ان کے پاس جاؤں گا تو وہ کہیں گے تیرے صاحب کا عثمانؓ کے بارے میں کیا موقف ہے؟'' فرمایا: ''انہیں بتاؤ کہ عثمانؓ کے بارے میں، میرا موقف، بہترین قول ہے کہ عثمان ان لوگوں میں سے تھے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، پھر تقویٰ اختیار کیا اور ایمان لائے، پھر متقی ہوئے اور احسان کیا اور اللہ نیکوکاروں کو پسند فرماتا ہے۔''

جریر بن حازم نے محمد بن سرین سے روایت کی ہے کہا: ''عثمان کے قتل کے بارے میں علیؓ پر الزام کا علم مجھے علی کی بیعت کیے جانے کے بعد ہوا، اس سے پہلے نہیں۔ جب آپؓ کی بیعت کی گئی تو پھر آپ پر لوگوں نے الزام لگایا۔''

محمد بن حنفیہ نے کہا: میں یوم الجمل کو علیؓ کے دائیں طرف تھا اور ابنِ عباسؓ آپ کے بائیں طرف تھے، جب آپؓ نے ایک آواز سنی تو فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' لوگوں نے بتایا: ''عائشہؓ قاتلینِ عثمانؓ پر لعنت کر رہی ہیں۔'' علیؓ نے کہا: ''اللہ عثمان کے قاتلوں پر میدان، پہاڑ اور خشکی

وتری میں لعنت کرے۔"

لوگ عثمانؓ کے خلاف کیوں ہوئے؟

لوگ جب عثمانؓ سے بے رغبت ہوئے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے جلیل القدر صحابہ کے مقابلے میں اپنے گھرانے کے نوجوانوں کو سرکاری عہدوں پر فائز کر دیا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا: "یہ امت محمدؐ کے لیے آپ کے عمل واختیار کی وجہ سے ہوا ہے۔" فرمایا: "میں نے تو اس کا گمان نہ کیا تھا۔" وہ عثمانؓ کے پاس گئے اور عرض کیا: "میں نے آپ کو اس لیے اولیت دی کہ آپ ابوبکر وعمرؓ کی سیرت کے مطابق چلیں گے۔ آپ نے ان دونوں کی مخالفت کی۔" فرمایا: "عمرؓ اللہ کی خاطر اپنے عزیزوں سے قطع قرابت کرتے تھے، جب کہ میں اللہ کی خاطر، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہوں۔" کہا: "میں آپ سے ہرگز کلام نہ کروں گا۔" چنانچہ عبدالرحمٰنؓ نے زندگی بھر عثمانؓ سے بات نہ کی۔

رسول اللہ ﷺ اور حضرات ابوبکر وعمرؓ کے نکالے ہوئے حکم بن ابی عاص کو عثمانؓ نے واپس مدینہ بلا لیا۔ اس پر لوگوں نے باتیں کیں تو عثمانؓ نے فرمایا: "لوگ مجھ سے کس بات کا بدلہ لینا چاہتے ہیں؟ میں نے صلہ رحمی کی اور قرابت کا لحاظ کیا۔" حصین بن زید بن وہب نے کہا: ہم ربذہ کے مقام پر ابوذرؓ کے پاس سے گزرے تو ہم نے ان سے یہاں مقیم ہونے کے بارے میں پوچھا، انہوں نے جواب دیا: "میں شام میں تھا تو میں نے یہ آیت پڑھی: والذین یکنزون الذهب والفضّة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم [1]۔ تو معاویہؓ نے کہا: "یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں ہے۔" میں نے کہا: "یہ ہمارے اور ان کے بارے میں ہے۔" عثمانؓ نے مجھے لکھا: "یہاں آجاؤ۔" جب میں (مدینے) آیا تو لوگ مجھ سے یوں پیش آتے گویا انہوں نے مجھے دیکھا ہی نہیں۔ میں نے عثمان سے شکایت کی تو فرمایا: "اگر آپ یہاں

[1] (التوبة: ۳۴) "جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔"

سے چلے جاتے تو زیادہ قریب ہوتے۔'' چنانچہ میں یہاں فروکش ہوگیا اور اپنے موقف سے نہیں ہٹا۔ یوں، اگر کوئی حبشی غلام بھی مجھ پر حکمران بنادیں تو بھی میں اطاعت کروں گا۔''

واتقوا فتنةً لاتصیبنّ الّذین ظلموا منکم خاصّةً (انفال:۲۵)

(یعنی بچو اس فتنہ سے جو تم میں سے خاص ظالموں تک کو ہی نہ پہنچے گا۔) اس آیت کے بارے میں حسن بن حسن نے زبیرؓ بن عوام کا قول نقل کیا ہے کہ فرمایا: ''یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نہیں جانتے تھے کہ کون اس کا مورد ہوگا۔'' کسی ایک نے عرض کیا: ''اے ابوعبداللہ! پھر آپ بصرہ کیوں آئے؟'' فرمایا: ''تیرا ناس ہو، ہم لوگ نظر سے کام لیتے ہیں بصر سے نہیں۔''

ابونضرہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ کچھ لوگ مکہ میں ''فسطاطِ عائشہ'' کے قریب تھے، میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ عثمانؓ کا گزر ہمارے پاس سے ہوا تو میرے سوا ہر ایک نے آپ پر لعنت کی۔ ان میں سے ایک کوفی تھا۔ عثمانؓ نے دوسروں کے مقابلے میں کوفی کے خلاف جرأت سے گرفت فرمائی اور کہا: ''کوفی، کیا تو مجھے گالیاں بکتا ہے؟'' مدینہ منورہ آئے تو اس کوفی کو دھمکاتے تھے۔ اس کوفی سے کہا گیا کہ طلحہؓ سے ملو، چنانچہ طلحہؓ اسے لیے عثمانؓ کے پاس گئے۔ عثمانؓ نے فرمایا: ''میں اللہ کی قسم، اسے سو کوڑے لگاؤں گا۔'' طلحہؓ نے کہا: ''اللہ کی قسم، آپ اسے کوڑے نہیں لگا سکتے مگر یہ زانی ہو تو۔'' فرمایا: ''اللہ کی قسم، میں اسے اس کے عطیہ سے محروم کردوں گا۔'' کہا: ''اللہ اسے رزق دے گا۔''

ابن ابی قتیبہ نے اعمش سے بواسطہ عبداللہ بن سنان روایت کی ہے کہا: ''ہم مسجد میں تھے کہ ابن مسعودؓ ہمارے پاس آئے، آپ کوفہ کے بیت المال کے نگران تھے جب کہ کوفہ کا گورنر ولید بن عقبہ بن ابی معیط تھا۔ آپؓ نے فرمایا: ''اے اہلِ کوفہ، تمہارے بیت المال سے گزشتہ رات ایک لاکھ کی رقم نکل گئی۔ امیر المومنین کی طرف سے میرے پاس اس سلسلہ میں کوئی خط نہ آیا اور نہ ہی آپ نے مجھے اس رقم سے بریٔ الذمہ قرار دینے کے لیے لکھا۔'' جب ولید بن عقبہ نے اس سلسلے میں عثمانؓ کو لکھا تو انہوں نے ابن مسعود کو بیت المال سے برطرف کردیا۔

اعمش کی حدیث کو ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ عثمانؓ کے ساتھیوں نے

آپ کے عیوب اور یہ کہ لوگ آپ کے خلاف کیوں ہیں ایک یاداشت کی صورت میں لکھے اور کہا: ''اسے کون آپ کے پاس لے جائے گا؟'' عمارؓ نے کہا: ''میں۔'' چنانچہ وہ اسے آپؓ کی خدمت میں لے گئے۔ جب آپ نے اسے پڑھا تو کہا: ''اللہ تمھیں ذلیل کرے۔'' عمارؓ نے کہا: کیا ابوبکر اور عمر کو بھی؟'' عثمان نے کھڑے ہو کر انہیں روندا، حتی کہ ان پر غشی طاری ہوگئی۔ پھر آپ نادم ہوئے۔ حضرات طلحہؓ و زبیرؓ نے عمار کو کہلا بھیجا: ''تین باتوں میں سے ایک اختیار کر لیجئے۔ یا تو معاف کر دیں۔ یا دیت وصول کریں اور یا پھر بدلہ لیں۔'' کہا: ''اللہ کی قسم، میں ان میں سے ایک قبول نہ کروں گا حتی کہ اللہ کے حضور حاضر ہو جاؤں۔'' ابوبکر (راوی) کا کہنا ہے کہ میں نے یہ واقعہ حسن بن صالح کو بیان کیا تو انہوں نے کہا: ''عثمان اس سے زیادہ کر بھی کیا سکتے تھے۔''

لیث بن سعد کی روایت ہے کہا: عبداللہ بن عمرؓ، حذیفہؓ کے پاس سے گزرے تو حذیفہؓ نے کہا: ''اپنے نبی کے بعد لوگوں نے اختلاف کیا۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے دین میں سے کچھ دیا۔ سوائے اس شخص کے۔''

سعد بنؓ ابی وقاص سے عثمانؓ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ''اللہ کی قسم، وہ ہم سب سے وضوء کے لحاظ سے اچھے تھے، نماز ان کی سب سے طویل تھی۔ ہم سب سے بڑھ کر کتاب اللہ کی تلاوت کرنے والے تھے۔ ہم سب سے زیادہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والے تھے پھر جب خلیفہ بنے تو لوگوں کو ان کی کچھ باتیں پسند نہ آئیں مگر جو لوگوں نے ان کے ساتھ سلوک کیا وہ اس سے کہیں گھناؤنا تھا جو انہیں عثمانؓ کے کاموں میں سے ناپسند تھا۔''

عثمانؓ نے اہل کوفہ کے نام یہ خط لکھا جب ان پر سعید بن عاص کو گورنر بنایا: ''امابعد، میں نے آپ لوگوں پر ولید بن عقبہ کو گورنر بنایا تھا جب اس کی حرص و ہوس ختم ہو چکی تھی اور اس کی بردباری لوٹ آئی تھی۔ میں نے اسے آپ لوگوں کے بارے میں نصیحت کی تھی لیکن اس کے بارے میں تمھیں تاکید نہ کی تھی۔ جب اس کے ظاہر سے تم عاجز آ گئے تو تم نے اس کے باطن پر طعنہ زنی کی۔ اب میں نے سعید بن عاص کو تمہارا گورنر مقرر کیا ہے، وہ اپنے قبیلہ کا بہترین فرد

ہے، میں تمھیں اس کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کرتا ہوں لہٰذا اس کے ساتھ اچھا رویہ رکھنا۔''

ولید بن عقبہ والدہ کی طرف سے عثمانؓ کا بھائی تھا اور کوفہ کا گورنر تھا۔ اس نے انہیں صبح کی نماز پڑھائی تو تین رکعات پڑھائی، وہ نشے میں تھا۔ پھر نمازیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ''اگر چاہو تو میں اور پڑھا دوں۔'' اس وجہ سے عثمانؓ کے یہاں اس پر حجت قائم ہو گئی۔ آپؓ نے طلحہؓ سے فرمایا: ''اسے کوڑے لگاؤ۔'' کہا: ''میں کوڑے لگانے والوں میں سے نہیں ہوں'' چنانچہ علیؓ نے اٹھ کر اسے کوڑے لگائے۔ اس بارے میں حطیئہ کہتا ہے:

شهِدَ الحطيئةُ يوم يلقى ربّه	انّ الوليدَ احقَ بالعُذْر
ليزيدهم خيراً ولو قبلوا	لجمعتَ بين الشفع والوِتر
مسكوا عنانكَ اذ جريت ولو	تركو اعنانكَ لم تزل تجرى

[جس دن حطیئہ اپنے پروردگار کے پاس حاضر ہوگا گواہی دے گا کہ حطیئہ معذور ہونے کا زیادہ حق دار ہے تاکہ لوگوں پر خیر کا اضافہ کرے اگر وہ قبول کریں۔ تو نے جفت اور طاق کو اکھٹا کر دیا۔ جب تو دوڑا تو انہوں نے تیری باگ تھام لی اور اگر وہ تیری باگ چھوڑ دیتے تو تو ہمیشہ دوڑتا ہی رہتا]

ابن دأب نے کہا: جب لوگوں نے عثمانؓ کی باتوں کو ناپسند کیا تو وہ علیؓ کے پاس گئے اور آپ سے درخواست کی کہ وہ ان کی خاطر عثمانؓ سے ملیں، چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور فرمایا: لوگوں نے مجھے اپنا نمائندہ بنا کر آپ کے پاس بھیجا ہے اور مجھے آپ سے بات کرنے کے لیے کہا ہے: ''اللہ کی قسم، میں نہیں جانتا کہ آپ سے کیا عرض کروں، میں کوئی ایسی بات نہیں جانتا جو آپ کے علم میں نہ ہو اور نہ ہی آپ کو کوئی ایسی بات بتا سکتا ہوں جس سے آپ ناواقف ہوں۔ نہ تو ابن ابی قحافہ آپ سے بڑھ کر حق پر کاربند رہنے کا حق دار ہے اور نہ ہی فرزندِ خطاب کسی کار خیر میں آپ سے بڑھ کر ہے۔ ہم نہ آپ کو کوئی اوجھل چیز دکھا سکتے ہیں اور نہ کوئی نامعلوم بات بتا سکتے ہیں۔ راستہ بالکل صاف اور واضح ہے۔ اے عثمان جان لیجیے کہ لوگوں میں سب سے افضل اللہ کے ہاں عادل حکمران ہے جو ہدایت یافتہ ہو اور ہدایت پر کاربند ہو۔ سنت

معلوم کو زندہ کرے اور بدعت نا معلوم کو تباہ کرے۔ اللہ کے ہاں سب سے برا آدمی گواہی کا امام ہے، گم راہ ہوا اور گمراہ کیا۔ بدعتِ نامعلوم کو زندہ کیا اور سنتِ معلوم کو موت دی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ''ظالم حکمران قیامت کے دن لایا جائے گا نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا نہ عذر خواہ۔ جہنم میں ڈالا جائے گا، چکی کی طرح گھومتا رہے گا اور ہمیشہ آگ میں دھنستا چلا جائے گا۔ میں آپ کو خبردار کرتا ہوں کہ آپ اس امت کے مقتول حکمران ہوں۔ پھر یہ کہا جائے، اس امت میں امام (حکمران) کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ اس سے قتل وقتال کا دروازہ قیامت کے دن تک کھل جائے گا۔ ان کا معاملہ خراب ہو جائے گا اور وہ بگڑ جائیں گے۔'' یہ سن کر عثمانؓ باہر نکلے اور وہ خطاب فرمایا جس میں توبہ ظاہر کی۔

عثمانؓ کے معاملہ میں جب بھی لوگ علیؓ سے شکایت کرتے تو آپ ان کے پاس اپنے بیٹے حسنؓ کو بھیج دیتے جب حسنؓ بہت زیادہ ان کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا: ''آپ کے والد سمجھتے ہیں کہ جو وہ جانتے ہیں کوئی نہیں جانتا، حالانکہ جو ہم نے کرنا ہے وہ ہم خوب سمجھتے ہیں، لہٰذا ہمیں معاف کیجئے۔'' اس کے بعد علیؓ نے کسی معاملہ میں ان کے پاس اپنے بیٹے کو نہیں بھیجا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ عثمانؓ نے عصر کی نماز پڑھی پھر علیؓ کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ مروان آپ کے ساتھ تھا۔ علیؓ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم، اگر میں آپ کے کچھ کام نہ دیکھتا تو اب جو باتیں کرنے لگا ہوں وہ کبھی نہ کرتا۔ اللہ کی قسم، میں نہیں جانتا کہ آپ کے دو دنوں میں سے کون سا دن مجھے زیادہ پسند یا ناپسند ہے آپ کی زندگی کا دن یا آپ کی موت کا دن! اگر آپ موجود رہے تو میں آپ کو اپنا دست و بازو سمجھ کر خوش ہونے والے کسی شخص کو نہ چھیڑوں گا اور اگر فوت ہو گئے تو میں آپ کی وجہ سے پریشان و مغموم ہوں گا۔ میرا آپ سے وہی تعلق ہے جو ایک شفیق باپ کا اپنے عاق بیٹے سے ہوتا ہے۔ اگر زندہ رہے تو باپ کی نافرمانی کرتا ہے اور اگر مر جائے تو اسے غمگین کر دیتا ہے۔ کاش کہ آپ اپنے معاملہ سے ہمیں آگاہ کر دیتے کہ ہم اس سے آگاہ و واقف ہو جاتے۔ یا صلح جو دوست یا صاف دشمن۔ آپ مجھے زمین و آسمان کے مابین معلق شخص کی مانند نہ کر دیجئے کہ نہ ہاتھ بڑھا کر اوپر جا سکتا ہے نہ پاؤں

سے نیچے اتر سکتا ہے۔ اللہ کی قسم، اگر میں آپ کو مار ڈالوں تو مجھے آپ سے کچھ حاصل نہ ہوگا اور اگر آپ مجھے مار ڈالیں تو آپ کو میرے بعد کچھ نہ ملے گا۔ اور میں تو آپ کے بعد زندہ بھی نہیں رہنا چاہتا۔" مروان نے کہا: "ہاں، اللہ کی قسم، جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اسے اس وقت تک حاصل نہیں کیا جاسکتا، جب تک ہمارے نیزے اور تلواریں ٹوٹ نہ جائیں۔ اس کے بعد زندگی میں کیا خیر ہے؟" اس پر عثمانؓ نے اس کے سینے پر مارا اور فرمایا: "تم ہماری گفتگو میں کیوں مداخلت کرتے ہو؟" علیؓ نے فرمایا: "اللہ کی قسم، میں تم دونوں کو جواب دے سکتا ہوں لیکن میں وہی کہتا ہوں جو یوسفؑ کے والد نے کہا تھا:

فصبر" جمیل" واللہُ المستعانُ علی ما تصنون (یوسف:۱۸)

[اچھا، صبر کروں گا اور بخوبی صبر کروں گا، جو بات تم بنا رہے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مانگی جاسکتی ہے]

عبداللہ بن عباسؓ نے کہا: "عثمانؓ نے مجھے بلا بھیجا اور فرمایا: "اپنے چچا زاد کو مجھ سے روکو"۔ میں نے عرض کیا: "میرا چچا زاد ایسا نہیں ہے کہ اسے بتایا جائے وہ اپنے لیے خود رائے قائم کرتے ہیں البتہ آپ جو پیغام دینا چاہتے ہیں مجھے ان کے پاس بھیج دیجیے"۔ فرمایا: "اسے کہو کہ وہ ینبع میں اپنی زمین پر چلا جائے۔ نہ میں اس کی وجہ سے مغموم ہوں نہ وہ میری وجہ سے مغموم ہو"۔ میں نے آکر علیؓ کو یہ بات بتائی تو انہوں نے فرمایا: "عثمان مجھے خیر خواہ سمجھتے ہیں"۔ پھر یہ شعر پڑھا:

فکف به انّی اُداوِی جِراحه فیدوَی فلا مل الدواءَ ولاالداءَ

[پس میں کیسے اس کے زخم پر دوا لگاؤں کہ اسے دوا لگائی جاتی ہے تو وہ نہ دوا سے اکتاتا ہے نہ بیماری سے۔ بہر حال اللہ کی قسم، وہ قوم کو آزما رہا ہے]

میں عثمانؓ کے پاس گیا اور انہیں پوری بات بتائی سوائے اس شعر کے اور یہ کہ "وہ قوم کو آزما رہا ہے"۔ "تو عثمانؓ نے وہی شعر پڑھا اور پھر کہا: "اے رحیم میری مدد کر، اے رحیم میری مدد کر، اے رحیم میری مدد کر"۔" کہتے ہیں کہ علیؓ ینبع چلے گئے، جب معاملہ حد سے بڑھ گیا تو ان

کی طرف عثمانؓ نے یہ خط بھیجا:

''امابعد، معاملہ حد سے بڑھ گیا ہے اور میرے بارے میں وہ بھی حریص ہونے لگا ہے جو اپنے آپ سے عاجز ہے:

وانک لم یفخر علیکَ کفاخِرٍ ضعیفٍ ولم یغلبکَ مثل مُغلّبِ

[اور آپ کے خلاف کسی کم زور فخر کرنے والے کی مانند کسی نے فخر نہیں کیا اور آپ پر مغلوب کی مانند کوئی غالب نہیں ہوا]

آپ میرے پاس اپنے دو معاملوں میں سے جسے پسند کریں آجایئے، میرے حق میں ہوں یا میرے خلاف، آپ دوست ہوں یا دشمن۔

فإن کنتُ ماکولاً فکن خیر آکِلٍ وإلا فأدرکنی ولمّا اُمَزّق''

[اگر میں کوئی کھائی جانے والی چیز ہوں تو آپ بہترین کھانے والے بنیں۔ وگرنہ میرے مدد کو آیئے اس سے پہلے کہ ختم کردیا جاؤں]

خلافت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

جب عثمان بن عفان شہید ہوئے تو لوگ دوڑتے ہوئے علیؓ بن ابی طالب کے پاس آئے اور بیعت کے لیے بھیڑ اکھٹی ہوئی۔ آپ نے فرمایا: ''یہ آپ لوگوں کا کام نہیں۔ یہ اہلِ بدر کا کام ہے کہ وہ (پہلے) بیعت کریں۔ طلحہ، زبیر اور سعد کہاں ہیں؟'' چنانچہ وہ آئے اور بیعت کی، پھر مہاجرین اور انصار نے آپ کی بیعت کی، پھر عوام نے بیعت کی۔ یہ جمعہ ۱۳رذی الحجہ ۳۵ھ کا واقعہ ہے۔ سب سے پہلے طلحہؓ نے آپ کی بیعت کی۔ ان کی انگلیاں شل تھیں۔ علیؓ نے اس سے بدشگونی لی اور فرمایا: ''یہ بیعت شکنی کے زیادہ لائق ہے۔'' ایسا ہی ہوا جیسا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

علیؓ کا نسب: آپ ہیں علی بن ابو طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف۔ آپ

کی والدہ ہیں فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف۔

حلیہ: سر گنجا تھا۔ پیٹ بڑھا ہوا اور پنڈلیاں پتلی تھیں۔

آپ کی پولیس کے سربراہ رہے: معقل بن قیس اور مالک بن حبیب یربوعی۔ آپ کے محرّر رہتے: سعید بن نمران۔ آپ کا حاجب تھا: آپ کا آزاد کردہ غلام قنبر۔

آپ جمعے کے دن کوفہ میں شہید ہوئے۔ آپؓ صبح کی نماز کے لیے مسجد جا رہے تھے۔ رمضان کے ابھی سات دن باقی تھے۔ آپ کی مدتِ خلافت چار سال اور نو ماہ تھی۔ آپ کے بیٹے حسنؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کوفہ کی کشادہ زمین میں دفن ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ الحیرۃ کے علاقے میں دفن ہوئے اور آپ کو گمنام رکھا گیا۔

آپ کی عمر میں اختلاف ہے۔ شعبی نے کہا: شہید ہوئے تو ۵۸ برس کے تھے۔ علی مکہ میں شعبِ بنو ہاشم میں پیدا ہوئے۔

علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کے فضائل:

ابوالحسن نے کہا: علیؓ پندرہ سال کے تھے کہ اسلام لائے۔ آپ نے ہی سب سے پہلے اللہ کی توحید اور حضرت محمدؐ کی رسالت کی گواہی دی۔

آپؐ نے فرمایا: ''میں جس کا مولیٰ ہوں تو علی اس کا مولیٰ ہے۔ یا اللہ جو اس سے محبت رکھے اس سے محبت کر اور جو اس سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر۔'' حضورﷺ نے آپ سے فرمایا: ''کیا آپ پسند نہیں کرتے کہ آپ کی مجھ سے حیثیت وہی ہو جو ہارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی۔ سوائے اس کے کہ میرے بعد نبی نہیں۔'' اس حدیث کی وجہ سے شیعہ لوگ آپؓ کو وصی کہتے ہیں اور اس میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضورؐ نے انہیں اپنی امت پر اپنا جانشین بنایا تھا، کیونکہ آپ کو وہی مرتبہ دیا جو ہارونؑ کا موسیٰؑ سے ہے۔ کیونکہ جب موسیٰؑ اپنی قوم سے جاتے تو ہارون ان کے خلیفہ ہوتے۔''

سید حمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا:

اِنی ادینُ بما دان الوصیُ بہٖ　　　　وشارکتُ کفّہ کِفّی بصِفّینا

[میرا دین وہی ہے جو اس بارے میں وصی کا ہے۔ صفین میں ان کی ہتھیلی سے میری ہتھیلی ملی]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ، علی، حسن اور حسین کا یکجا کیا، ان پر اپنی چادر ڈالی، انہیں اپنے ساتھ ملایا پھر یہ آیت پڑھی: انـمـا یرید اللہ لیذھب عنکم الرِجسَ اھل البیت ویطھر کم تطھیراً (الاحزاب:۳۳) اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہلِ بیت نبیؐ سے گندگی کو دور کرے اور تمھیں پوری طرح پاک کردے۔ شیعہ حضرات نے رجس (گندگی) سے مراد دنیا کی دلدل اور اس کے گدلا پن میں گھسنا لیا ہے۔

آپ ﷺ نے خیبر کے موقعہ پر فرمایا: ''میں کل اسے جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اس سے اللہ اور اس کے رسولؐ محبت کرتے ہیں۔ شام نہیں ہوگی کہ اللہ اس کے ہاتھ پر فتح فرمائے گا۔'' علیؓ کو آشوبِ چشم تھا۔ آپؐ نے ان کی آنکھوں میں تھوکا اور فرمایا: ''یا اللہ، اسے گرمی اور سردی کی بیماری سے بچانا۔'' چنانچہ آپؓ سردیوں میں گرمیوں کے کپڑے اور گرمیوں میں سردیوں کے کپڑے پہنتے تھے اور آپ کو کچھ نقصان نہ ہوتا تھا۔

ابوالحسن نے کہا: علیؓ کا تذکرہ سیدہ عائشہؓ کے سامنے ہوا تو فرمایا: ''میں نے کسی آدمی کو ان سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کا محبوب نہیں دیکھا اور نہ ہی ان کی بیوی سے بڑھ کر حضورؐ کو کوئی عورت محبوب تھی۔''

علیؓ بن ابی طالب نے فرمایا: ''میں رسول اللہ ﷺ کا بھائی اور آپ کا چچازاد ہوں۔ میرے بعد یہ بات کوئی جھوٹا ہی کہے گا۔'' شعبی نے کہا: ''علیؓ بن ابی طالب اس امت میں بنی اسرائیل میں مسیح بن مریم کی مانند تھے۔ کچھ لوگوں نے آپؓ سے محبت کی تو محبت کی وجہ سے کافر ہوئے اور کچھ نے آپ سے بغض رکھا تو بغض سے کافر ہوئے۔'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور ان دونوں کے والدان سے بہتر ہیں۔'' ابوالحسن نے کہا: ''علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ ہر جمعہ کو بیت المال تقسیم کرتے تھے حتی کہ اس میں کچھ نہیں رہتا تھا۔ پھر آپ کے لیے بستر لگایا جاتا اور آپ قیلولہ فرماتے اور کسی کا یہ شعر پڑھتے:

هٰذا جنایَ و خِیارُہ فیہ　　　اذ کلُّ جانٍ یَدُہ إلی فیہ

[یہ ہے میرا چنا ہوا پھل اور اس میں سے بہترین۔ جب کہ ہر پھل چننے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف جاتا ہے]

علیؓ بن ابی طالب جب بیت المال میں داخل ہوتے اور اس میں موجود سونا چاندی دیکھتے تو فرماتے:

ابیضّی واصفری و غُرّی غیری　　　انّی من اللہ بکل خیرٍ

[سفید ہو جا اور پیلی ہو جا اور کسی اور کو دھوکہ دے۔ میں اللہ کی طرف سے ہر لحاظ سے خیریت سے ہوں]

ایک شخص حسن بن ابوالحسن بصری کے پاس گیا اور کہا: ''اے ابوسعید! لوگوں کا خیال ہے کہ آپ علیؓ سے بغض رکھتے ہیں؟'' اس پر وہ روئے حتی کہ ڈاڑھی تر ہوگئی پھر فرمایا: ''علی بن ابی طالب تو اللہ کے دشمنوں پر نشانہ پر لگنے والا ایک تیر تھا۔ وہ تو اس امت کا مردِ ربّانی تھا۔ صاحبِ فضیلت وسبقت، رسول اللہ ﷺ کا انتہائی قریبی رشتہ دار، نہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر زیادہ سونے والا تھا، نہ اللہ کی ذات میں آزردہ خاطر تھا اور نہ اللہ کے مال کو چرانے والا تھا۔ قرآن کے احکام پر عمل پیرا اور اس کی بدولت خوشنما باغات میں پہنچنے والا کامیاب و کامران۔ اے نادان شخص یہ تھا علی بن ابی طالب۔''

یوم الجمل:

ابوالیقظان نے کہا: طلحہؓ بن عبیداللہ، زبیر بن عوامؓ اور ام المومنین عائشہؓ بصرہ تشریف لائے۔ تو مربد کے میدانِ بلند میں عوام ان سے ملے۔ حتی کہ اگر پتھر پھینکا جاتا تو وہ کسی انسان کے سر پر پڑتا۔ طلحہ نے تقریر کی۔ (حضرت) عائشہؓ نے خطاب کیا، شور زیادہ ہوا۔ اس پر طلحہؓ کہنے لگے: ''لوگو، خاموش ہو جاؤ''۔ لوگ تھے کہ شور و ہنگامہ کر رہے تھے مگر چپ نہ ہوتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''اف اف، آگ کے پروانے اور طمع کی مکھیاں۔''

عثمان بن حنیف انصاری بصرہ پر علیؓ کے گورنر تھے۔ وہ اپنے آدمیوں اور حامیوں کے ساتھ ان تینوں کی طرف آئے۔ سورج کے زوال تک دونوں لشکر آمنے سامنے رہے۔ پھر باہم صلح کر لی اور ایک دستاویز لکھی: ''علیؓ بن ابی طالب کی آمد تک لڑائی نہ لڑیں گے۔ دار الامارۃ (گورنر ہاؤس) عثمان بن حنیف کے پاس رہے گا، نیز جامع مسجد اور بیت المال بھی۔'' چنانچہ لڑائی ٹل گئی۔

علیؓ بن ابی طالب نے اپنے بیٹے حسنؓ اور عمار بن یاسر کو اہل کوفہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ انہیں لڑائی کے لیے آمادہ کریں۔ چنانچہ اہل کوفہ میں سے ان کے ساتھ سات ہزار آدمی نکلے۔ اس پر عمارؓ نے فرمایا: ''میں جانتا ہوں کہ وہ (عائشہؓ) دنیا و آخرت میں آپ کی زوجہ ہیں مگر اللہ نے ان (عائشہؓ) کے ذریعہ تمھیں آزمائش میں ڈالا ہے کہ تم حضورؐ کی اتباع کرتے ہو یا عائشہؓ کی۔''

علیؓ چار ہزار اہل مدینہ کے ساتھ نکلے۔ ان میں سے آٹھ سو تو انصار تھے اور چار سو وہ تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت الرضوان میں حاضر تھے۔ علیؓ کا جھنڈا ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ کے پاس تھا۔ میمنہ پر حسنؓ تھے اور میسرہ پر حسینؓ، گھوڑ سوار دستے کے قائد عمار بن یاسر تھے۔ پیادہ کی قیادت محمد بن ابی بکر کے ہاتھ میں تھی۔ مقدمۃ الجیش کے سربراہ عبداللہ بن عباس تھے۔ طلحہؓ اور زبیرؓ کی فوج کا علم بردار عبداللہ بن حکیم بن حزام تھا۔ گھوڑ سوار دستہ کی قیادت طلحہ بن عبیداللہ کر رہے تھے۔ پیادہ کے سالار عبداللہ بن زبیرؓ تھے۔ دونوں فوجوں کا آمنا سامنا عبیداللہ بن زیاد کے محل کی جگہ نصف جمادی الآخر بروز سوموار ہوا۔ لڑائی کا انجام جمعہ کے دن ہوا۔

کہتے ہیں کہ جب علی بن ابی طالب بصرہ پہنچے تو ابن عباس سے فرمایا: ''زبیر کے پاس جاؤ اور طلحہ کے پاس نہ جانا۔ زبیر نرم دل ہیں اور تم طلحہؓ کو پاؤ گے کہ وہ بیل کی مانند اپنے سینگ پیچھے ہٹا کر مشکل کام سے نبٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آسان ہے۔'' ان کو میرا اسلام دینا اور ان سے کہنا: ''تیرا خالہ زاد کہتا ہے، تو حجاز میں مجھ سے آشنا بنا اور عراق میں ناآشنا۔ تجھے کیا ہو گیا ہے؟'' ابن عباس کہتے ہیں: میں آپ کے پاس آیا اور ان کو یہ پیغام پہنچا دیا تو آپ نے کہا: ''ان سے کہہ دینا، ہمارے اور آپ کے درمیان خلیفہ کی وصیت اور خلیفہ کا خون ہے، تین کا

ملنا اور ایک کی علیحدگی، مہربان ماں، قبیلہ کا مشورہ، مصاحف کا نشر کرنا، جسے قرآن مجید حلال کرے ہم اسے حلال ٹھہراتے ہیں جسے حرام ٹھہرائے اسے ہم حرام ٹھہراتے ہیں۔''

علیؓ بن ابی طالب نے کہا: ''زبیر ہم اہل بیت میں سے ایک آدمی تھے جب ان کا بیٹا عبداللہ بڑا ہوا تو اس نے انہیں ہم سے ہٹا دیا۔''

اہل بصرہ نے جب طلحہؓ سے علیؓ کی بیعت کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا: ان لوگوں نے مجھے ایک باغ میں داخل کیا پھر میری گدی پر تلوار رکھی اور کہا: ''بیعت کرو ورنہ ہم تجھے قتل کرتے ہیں۔'' طلحہؓ کی والدہ قبیلہ طے سے تھیں۔

سیدہ عائشہ نے جنگ جمل کے دن اہل بصرہ سے خطاب کیا اور فرمایا: ''لوگو، خاموش رہو۔ نصیحت حاصل کرو۔ اپنے رب کی نافرمانی کرنے والا ہی مجھے موردِ الزام ٹھہرائے گا۔ رسول اللہ ﷺ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے فوت ہوئے۔ میں جنت میں آپ کی ازواج میں سے ایک ہوں۔ آپؐ ہی کی خاطر اللہ نے مجھے خاص رکھا اور مجھے ہر نکاح سے محفوظ فرمایا۔ میری بدولت ہی تمہارے منافق اور مومن میں تمیز ہوئی۔ اور میری وجہ سے ہی تمھیں الابواء کے میدان میں رخصت ملی۔ میرے والد مومنوں میں سے تیسرے ہیں۔ غار میں دو میں سے دوسرے ہیں۔ سب سے پہلے آپ ہی کو صدیق کا لقب ملا۔ حضورؐ آپؓ سے راضی رہ کر فوت ہوئے۔ حضورؐ نے آپ کو امامت کی ذمہ داری دی۔ پھر جب دین کی رسی مضطرب ہوئی تو میرے والد نے اسے دو کناروں سے تھاما اور تمہارے لیے اس رسی کو جوڑا اور اس کی سلوٹیں دور کیں۔ منافقت کو ذلیل و رسوا کیا۔ ارتداد کے چشموں کو پاٹ دیا۔ یہود کی جلائی ہوئی آگ بجھادی۔ تم لوگ اس وقت گھور رہے تھے۔ چنگھاڑ سن رہے تھے۔ اس نے فساد کا خاتمہ کردیا۔ ڈول کے ٹوٹے ہوئے تسمے کو جوڑ دیا۔ گڑھے سے نکالا، چھپی ہوئی بیماری کو باہر نکالا، حتیٰ کہ اونٹوں کو پانی پلانے والے کے اونٹوں کو روک دیا اور حوض سے واپس لوٹنے والے کو پھر پانی پلانے کے لیے کہا۔ پہلی بار پانی پلانے والے کو دوسری بار پانی پلانے کے لیے کہا۔ پس اللہ نے آپؓ کو واپس بلالیا جب آپ منافقت کی کھوپڑیوں کو روند چکے تھے۔ مشرکوں کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکا

چکے تھے۔ آپ کی رسی سے تمہاری طاعت منظم ہوئی۔ پھر ایک مشفق و مہربان شخص نے تمہاری قیادت سنبھالی، جب اس کا سہارا لیا جاتا تو وہ مہربان ہوتا، شر سے بہت دور تھا، تکلیف اٹھانے والے اسی کے پہلو سے وابستہ ہوئے۔ اسلام کی نصرت میں شب بیدار رہتا، وہ اپنے پیشروؤں کے طریقہ پر چلا۔ اس نے فتنہ کو پراگندہ کیا۔ اس نے قرآن کے مطابق کٹی ہوئی شاخوں کو یکجا کیا۔ میں اپنے اس موقف سے ایک حقیقت کو ذہن نشین کرانا چاہتی ہوں۔ نہ میں کسی نافرمانی کی مرتکب ہو رہی ہوں اور نہ ہی کسی فتنہ کو بھڑکا رہی ہوں۔ میں اپنی یہ بات سچ، عدل، معذوری کے اظہار اور تنبیہ و انذار کے لیے کہہ رہی ہوں اور اللہ سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ محمدؐ پر درود و رحمت بھیجے اور اللہ آپ لوگوں کے اندر پیغمبروں کی افضل خلافت قائم فرمائے۔''

ام المومنین عائشہؓ نے جب جنگ جمل کے لیے نکلنے کا عزم کیا تو رسول کریم ﷺ کی زوجہ ام سلمہ نے آپ کو یہ خط لکھا:

نبی اکرم ﷺ کی زوجہ ام سلمہ کی طرف سے ام المومنین عائشہؓ کے نام۔ میں آپ کے سامنے اللہ کی حمد کرتی ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ امابعد، آپ رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت کے مابین دروازہ ہیں۔ حضورؐ کی حرمت پر لگا ہوا پردہ ہیں۔ اللہ نے آپ کے دامن کو اکٹھا کر دیا ہے لہٰذا آپ اسے پھیلائیں نہیں۔ اس نے آپ کی حفاظت کو یقینی بنایا ہے آپ اسے حقیر نہ کریں۔ اللہ اس امت کے پیچھے ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ جانتے کہ عورتیں جہاد کی صلاحیت رکھتی ہیں تو وہ آپ کو وصیت فرما جاتے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ملک میں گھومنے سے روکا ہے، دین کا ستون عورتوں سے تھاما نہیں جا سکتا اگر وہ جھکے اور اگر وہ پھٹے تو عورتیں اسے مرمت نہیں کر سکتیں۔ عورتوں کا جہاد ہے نگاہوں کو نیچے رکھنا، چادروں کو سمیٹنا اور شرمیلی چال کو مختصر اور کم رکھنا۔ جب آپ ایک گھاٹ سے دوسرے گھاٹ کی طرف اونٹنی پر بیٹھے جا رہی ہوں اور آپ کا کسی بیابان میں رسول اللہ ﷺ سے سامنا ہو جائے تو آپ انہیں کیا کہیں گی؟ اور کل آپ کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ میں قسم اٹھا کر کہتی ہوں کہ اگر مجھے کہا جائے، ام سلمہ جنت میں چلی جاؤ تو مجھے شرم آئے گی کہ میں

رسول اللہ ﷺ سے اس حال میں ملوں کہ آپؐ نے جو پردہ میرے لیے مقرر کیا تھا اسے میں ہٹانے والی ہوں۔ آپ اسے اپنے لیے آڑ بنایئے۔ گھر کا پردہ ہی آپ کا قلعہ ہے۔ اگر آپ لوگوں کی حمایت کرنے سے باز رہیں گی تو آپ اس امت کی بہت بڑی خیر خواہ ہوں گی اگر میں آپ کے سامنے وہ حدیث بیان کروں جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے تو مجھے ضرور چتکبرا سانپ ڈس لے، والسلام۔

(حضرت) عائشہؓ نے انہیں یہ جواب دیا: ''ام المومنین عائشہ کی طرف سے ام سلمہ کے نام، آپ کے لیے سلامتی ہو۔ میں آپ کے سامنے اللہ کی حمد بیان کرتی ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ امابعد، بہرحال آپ نے وعظ ونصیحت اور خیر خواہی کا حق ادا کردیا۔ میں مقیم ہونے کے بعد زیارت کرنے والی نہیں۔ بہترین باخبر وہ ہے جو مسلمانوں کے دو متحارب گروہوں کے مابین اتحاد کے لیے کوشاں ہو۔ اگر میں بیٹھ رہوں تو کوئی حرج نہیں اور اگر پیش قدمی کروں تو اس میں اضافہ کے بغیر چارہ نہیں، والسلام۔''

جب عائشہؓ بصرہ تشریف لائیں تو آپ نے زید بن صوحان کو یہ خط لکھا:

عائشہ ام المومنین کی طرف سے اپنے مخلص فرزند زید بن صوحان کے نام: سلام علیک، امابعد۔ آپ کا والد جاہلیت میں سربرآوردہ اور اسلام میں سردار تھا۔ آپ کی اپنے والد سے وہی نسبت ہے جو دوسرے نمبر پر آنے والے گھوڑے کی پہلے نمبر پر آنے والے سے ہوتی ہے، کہا جاتا ہے کہ وہ مل گیا یا ملنے والا ہے۔ اسلام میں عثمان بن عفان کو جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا، اس کی اطلاع آپ کو ملی ہوگی۔ ہم لوگ آپ کے پاس آرہے ہیں۔ چشم دید آپ کے لیے خبر واطلاع سے زیادہ مفید ہوگا۔ جب میرا یہ خط آپ تک پہنچے تو آپ لوگوں کو علی بن ابی طالب سے دور رکھئے۔ آپ اپنی جگہ پر ہی رہیں جب تک کہ آپ تک میرا حکم پہنچے، والسلام۔

اس پر آپؓ کے نام لکھا:

زید بن صوحان کی طرف سے عائشہ اُم المومنین کی خدمت میں: سلام علیک، امابعد۔ آپ کے لیے اور حکم ہے، ہمارے لیے اور۔ آپ کے لیے حکم یہ دیا گیا ہے کہ آپ اپنے گھر میں

بیٹھیں اور ہمیں یہ حکم ہے کہ لوگوں سے لڑائی کریں حتیٰ کہ فتنہ نہ رہے۔ آپ کو جو حکم ملا تھا، آپ نے اسے چھوڑ دیا اور آپ نے ہمیں خط لکھا تاکہ آپ ہمیں اس بات سے روک دیں جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، والسلام۔

علیؓ نے جنگ جمل کے روز اہل کوفہ سے خطاب کیا جب وہ حسن بن علیؓ کی معیت میں آپ کے پاس آئے۔ چنانچہ آپ نے کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہوئے فرمایا: الحمدللہ رب العالمین و صلی اللہ علیٰ خاتم النبیین و آخر المرسلین، امابعد۔ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جن و انسان کی طرف مبعوث فرمایا۔ لوگوں میں اختلاف تھا۔ عربوں کی بری حالت تھی۔ وہ کمزور بنادئے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے ذریعہ شگاف پُر کیا، خلیج پاٹ دی، تفرقہ دور کردیا۔ آپ کی بدولت راستے پرامن ہوگئے۔ آپ کے ذریعہ غصے اور کینے سے بھرے ہوئے دلوں سے عداوت ختم کی، باہمی دشمن مٹا ڈالی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی کوشش کو قبول فرماتے ہوئے، آپ کو وفات دی کہ آپ کا عمل پسندیدہ اور آپ کا گناہ بخشا ہوا تھا۔ اللہ کے ہاں آپ کی مہمان نوازی مکرم تھی۔ آپ کی وفات سے مسلمانوں کو مصیبت اور قریبیوں کو خاص صدمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ ابوبکر حکمران بنے تو، بہترین روش پر چلے۔ آپ کی روش سے مسلمان خوش تھے۔ پھر عمرؓ سربراہ بنے تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہما کی روش پر چلے، پھر عثمان آئے، انہوں نے آپ لوگوں پر اور آپ لوگوں نے ان پر تنقید کی۔ پھر آپ کے معاملہ کا جو ہونا تھا ہوا۔ تم لوگ ان کے پاس گئے اور انہیں شہید کر ڈالا۔ پھر آپ لوگ میرے پاس آئے اور کہا: ''اگر آپ ہماری بیعت کرلیتے۔'' میں نے کہا: ''میں نہیں کروں گا۔'' میں نے اپنی ہتھیلی آپ لوگوں سے کھینچی تو تم نے اسے پکڑلیا۔ اور تم لوگوں نے کہا: ہم صرف آپ ہی سے خوش ہوں گے اور آپ ہی پر متحد ہوں گے۔ تم لوگ میرے اور ارد گرد اس طرح اکھٹے ہوگئے جیسے پیاسے اونٹ اپنی پینے کی باری پر حوض پر اکھٹے ہوتے ہیں۔ میں نے گمان کیا کہ تم لوگ مجھے مار ڈالو گے اور تم ایک دوسرے کو مار ڈالو گے، پس آپ لوگوں نے میری بیعت کرلی، طلحہ اور زبیر نے میری بیعت کی۔ پھر جلد ہی انہوں نے مجھ سے عمرہ کرنے کی اجازت لی۔ بصرہ چلے گئے اور وہاں مسلمانوں سے لڑے۔ ان

دونوں نے ناگوار کام کیے اور وہ دونوں اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں جو طے کر لیتا ہوں اللہ کی قسم کر گزرتا ہوں۔ اگر میں کہنا چاہوں تو کہوں: یا اللہ، ان دونوں نے میری قرابت قطع کی، میری بیعت توڑی اور میرے دشمن کو میرے خلاف آمادہ کیا۔ یا اللہ ان دونوں کے منصوبے کو ناکام کر اور جو کچھ انہوں نے کیا یا امید باندھی اس کا انجام بدانہیں دکھا۔''

علی بن محمد نے مسلمہ بن محارب سے، انہوں نے دادو بن ابی ھند سے، انہوں نے ابوحرب سے، انہوں نے ابوالاسود سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں عمران بن حصین اور عثمان بن حنیف کی معیت میں عائشہؓ کی خدمت میں پہنچا، ہم نے کہا: ''اے ام المؤمنین! آپ اس نقل وحرکت کے بارے میں ہمیں بتایئے کہ آیا حضورؐ نے آپ کو کچھ وصیت فرمائی تھی، یا یہ آپ کی ذاتی رائے ہے؟'' فرمایا: ''بلکہ یہ میری ذاتی رائے ہے جب عثمان بن عفان شہید ہوئے۔ عثمان نے اگر کسی کو ایک کوڑا مارا تو ہم آپ کے خلاف برافروختہ ہوئے۔ نیز کچھ چراگاہوں کے بارے میں آپ کے فیصلوں سے بھی ناخوش ہوئے۔ سعید الولید کے گورنر بنائے جانے کو بھی ہم نے پسند نہیں کیا۔ آپ لوگوں نے عثمان پر زیادتی کی اور ان کو میسر تین حرمتوں کو پائمال کیا: مدینہ منورہ کی حرمت، ماہ حرام کی حرمت اور خلافت کی حرمت۔ پھر آپ لوگوں نے انہیں برتن کی مانند دھویا۔ اگر ہم عثمان کے کوڑے کی وجہ سے تمہارے لیے برافروختہ ہوئے تو کیا تمہاری تلوار کی وجہ سے عثمان کی خاطر غضب ناک نہ ہوں؟'' ہم نے عرض کیا: ''آپ کا ہماری تلوار اور عثمانؓ کے کوڑے سے کیا تعلق؟ آپ تو رسول اللہ ﷺ کی طرف گوشہ نشین ہیں۔ اللہ نے آپ کو اپنے گھر میں بیٹھے رہنے کا حکم دیا ہے۔ آپ لوگوں کو ایک دوسرے سے لڑا رہی ہیں۔'' فرمایا: ''کیا کوئی مجھ سے لڑے گا یا اس سے ہٹ کر موقف اختیار کرے گا؟'' ہم نے کہا: ''جی ہاں۔'' فرمایا: ''ایسا کون کرے گا؟ اے عمران، کیا تم میری طرف سے ایک پیغام پہنچاؤ گے؟'' اس نے جواب دیا: ''میں آپ کی طرف سے ایک حرف بھی نہیں پہنچاؤں گا۔'' میں نے کہا: ''لیکن میں آپ کا پیغام پہچانے والا ہوں۔ آپ جو چاہیں بیان فرمائیں۔'' فرمایا: ''یا اللہ، عثمانؓ کے قصاص میں مُذمّم (محمد بن ابی بکر) کو مار ڈال۔ اپنے تیروں میں سے

ایک خطا نہ ہونے والا تیر اشتر پر چلا اور عثمان سے غداری عہد شکنی کرنے پر عمارؓ کی گرفت کرے۔''

ابوبکر بن ابی شیبہ نے کہا: ہم سے عبداللہ بن ادریس نے حصین سے اور انہوں نے احنف بن قیس سے بیان کیا، کہا: ہم (یعنی احنف ابن قیس) مدینہ آئے اور حج پر جانا چاہتے تھے۔ میں طلحہ و زبیر کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی: ''میں انہیں مقتول دیکھتا ہوں (یعنی میرا اندازہ ہے کہ عثمان قتل ہو جائیں گے) آپ دونوں مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں اور میرے لیے کس شخص پر راضی ہیں؟'' دونوں نے کہا: ''ہم تجھے علیؓ کے بارے میں مشورہ دیتے ہیں۔'' میں نے کہا: ''کیا آپ دونوں حضرات مجھے علیؓ کے بارے میں حکم دیتے اور انہیں میرے لیے پسند کرتے ہیں؟'' فرمایا: ''جی ہاں۔'' میں چلا اور مکہ آیا۔ ہم مکہ میں ہی تھے کہ ہمیں عثمان کی شہادت کی اطلاع ملی۔ عائشہ مکہ میں تھیں، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: ''آپ مجھے کس کی بیعت کا حکم دیتی ہیں؟'' فرمایا: ''علی بن ابی طالب۔'' میں نے کہا: ''کیا مجھے ان کے بارے میں حکم دیتی اور میرے لیے ان پر راضی ہیں؟'' فرمایا: ''ہاں۔'' میں مدینہ سے گزرا تو علیؓ کی بیعت کر لی پھر واپس بصرہ چلا گیا۔ میں سمجھتا تھا کہ حکومت مستحکم ہو چکی ہے مگر ام المومنین عائشہ اور طلحہ و زبیر کی آمد نے ہمیں خوف زدہ کر دیا۔ یہ حضرات الخربیۃ (بصرہ کا ایک مقام) میں فروکش ہوئے۔ میں نے پوچھا یہ کیوں آئے ہیں تو بتایا گیا کہ انہوں نے تجھے بلا بھیجا ہے، یہ عثمان کے قصاص کے لیے تجھ سے مدد طلب کر رہے ہیں وہ مظلومانہ قتل ہوئے ہیں۔'' میں نے سوچا کہ مجھے ایسی پریشان کن صورتِ حال کا سامنا ہے جو کبھی مجھے پیش نہیں آئی۔ ان حضرات کا ساتھ نہ دینا جب کہ ام المومنین اور رسول اللہ ﷺ کے حواری ان کے ساتھ ہیں بڑی زیادتی ہے، دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کے چچازاد کے خلاف لڑنا بھی سخت گناہ کی بات ہے جب کہ حضرات مجھے ان کی بیعت کا مشورہ بھی دے چکے ہیں۔ میں ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا: ''ہم آپ کے پاس خون عثمانؓ کے خلاف فریاد کرنے کے لیے آئے ہیں اور آپ کے تعاون کے لیئے آئے ہیں وہ مظلوم قتل ہوئے۔'' میں نے کہا: ''اے ام المومنین، میں آپ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا میں نے آپ سے پوچھا نہیں تھا کہ آپ مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیتی ہیں اور

میرے لیے کس کو پسند فرماتی ہیں؟'' تو آپ نے فرمایا تھا: ''علیؓ'' ام المومنین نے فرمایا: ''جی ہاں، مگر وہ بدل گئے ہیں۔'' میں نے عرض کیا۔ اے زبیر، رسول اللہ کے حواری اور اے طلحہ، میں آپ دونوں کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا میں نے آپ دونوں سے نہیں پوچھا تھا کہ آپ مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیتے ہیں آپ حضرات نے کہا تھا: ''علیؓ'' انہوں نے کہا: ''جی ہاں، لیکن وہ بدل گئے ہیں۔'' مین نے کہا: ''میں نہ آپ لوگوں کے خلاف لڑوں گا کہ ام المومنین آپ کے ساتھ ہیں اور نہ رسول کریم کے چچازاد علیؓ کے خلاف لڑوں گا۔ ہاں آپ میرے لیے تین باتوں میں سے ایک پسند کریں۔ یا تو آپ میرے لیے باب الجسر کھولیں کہ میں عجمیوں کے علاقے میں چلا جاؤں حتیٰ کہ اللہ نے جو فیصلہ فرمانا ہے فرما دے۔ یا میں مکہ چلا جاؤں اور وہیں رہوں۔ یا الگ ہوکر قریب رہوں۔'' انہوں نے کہا: ''ہم مشورہ کے بعد آپ کو مطلع کردیں گے۔'' چنانچہ باہم مشورہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اگر ہم باب الجسر کھولتے ہیں تو اس سے غیر جانبدار لوگ آملیں گے، مکہ جانے دیتے ہیں تو قریش میں ہم لوگوں کی برائی کریں گے اور ہمارے حالات سے انہیں آگاہ کریں گے، لہٰذا اسے یہاں قریب ہی رکھنا چاہیے تاکہ اس پر نظر رکھ سکیں۔ چنانچہ احنف بن قیس بصرہ سے دو فرسخ کے فاصلہ پر جلجاء میں رہے اور اس کے ساتھ بنوتمیم کے تقریباً چھ ہزار افراد بھی تھے۔

(حضرت) طلحہ کی شہادت:

ابوالحسن نے کہا: جنگ جمل جمعہ کے دن نصف جمادی الآخرۃ کو ہوئی۔ لڑائی شروع ہوئی تو ہمارے سب سے پہلے مقتول طلحہ بن عبیداللہ تھے۔ ایک نامعلوم تیر آپ کے گھٹنے پر لگا۔ جب لوگ پکڑتے تو خون رک جاتا اور جب چھوڑ دیتے تو بہتا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو۔ یہ تیر اللہ نے چلایا ہے۔''

حماد بن زید نے یحیٰی بن سعید سے روایت کی ہے کہ طلحہؓ نے جنگ جمل کے دن فرمایا:

۱۔ ندامة الكُسَعِي مشہور ضرب المثل ہے۔

ندمتُ ندامة الكُسَعِيِّ لَمَّا طلبت رضا بنی حزمٍ برغمی

[میں کسعی کی مانند نادم ہوا۔ جب میں نے اپنی نا گواری کے باوجود بنوحزم کی خوشنودی چاہی]
یااللہ،عثمان کی خاطر مجھ سے بدلہ لےحتی کہ وہ راضی ہو جائے''۔

ابوبکر بن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ جب مروان بن حکم نے جنگ جمل کے دن طلحہ بن عبیداللہ کو دیکھا تو کہا: ''آج کے بعد میں عثمان کے قصاص کے بارے میں انتظار نہ کروں گا''۔ چنانچہ تیر چلا کرانہیں شہید کرڈالا۔

سفیان ثوری کی روایت ہے، کہا: جب جنگ جمل ختم ہوئی تو رات کو علی بن ابی طالب نکلے، آپؓ کے ساتھ آپ کا آزاد کردہ غلام تھا، اس کے ہاتھ میں شمع تھی، آپ مقتولین کے چہرے سے مٹی جھاڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے: ''ابومحمد[۱]! میرے لیے یہ بات انتہائی شاق ہے کہ میں تم کو ستاروں کے نیچے اور وادیوں کے بطن میں بچھڑا ہوا دیکھوں۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون۔ میں نے اپنے آپ کو بد بخت کیا اور اپنے ہی لوگوں کو قتل کیا۔ اللہ کے حضور میں اپنے عیبوں اور دکھوں کی شکایت کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم، مجھے امید ہے کہ میں، عثمان، طلحہ اور زبیر ان لوگوں میں سے ہیں، جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا: ونزعنا مافی صدورهم من غِلٍّ اخواناً علیٰ سرر متقابلین (الحجر:۴۷)[۲] اگر ہم لوگ (اس آیت کا مصداق) نہ ہوں گے تو پھر کون ہوں گے''۔

ابوادریس نے لیث بن طلحہ سے اور انہوں نے مطرف سے روایت کی ہے کہ یوم الجمل کے دن علیؓ نے طلحہ کی لاش کو بٹھایا اور ان کے چہرے سے غبار ہٹایا اور ان پر روئے۔

سفیان کی روایت میں ہے کہ عائشہ بنت طلحہ خواب میں طلحہؓ کی دیکھا کرتی تھیں اور

---

۱ ابومحمد، حضرت طلحہ بن عبیداللہ کی کنیت تھی۔ (ن س ظ)

۲ ترجمہ: ان کے دلوں میں جو تھوڑی بہت کھوٹ لپٹ ہوگی اسے ہم نکال دیں گے، وہ آپس میں بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔

۳ انتہائی تیز مہکنے والی مشک۔ (ن س ظ)

یہ آپ کی شہادت کے بیس دن بعد کی بات ہے، وہ کہتے تھے: پیاری بیٹی، مجھے اس پانی سے نکال جو بے تکلیف دیتا ہے۔ بیدار ہوئیں تو اپنے معاونوں کو اکھٹا کیا، پھر قبر کھودی، آپ کو بالکل صحیح و سالم پایا جیسے دفن کے وقت تھے کہ ایک بال بھی نہ گرا تھا مگر اس نے والے پانی کی وجہ سے آپ کا پہلو سلق سبزی کی مانند سبز ہو گیا تھا۔ انہوں نے آپ کو چادروں میں لپیٹا، بصرہ میں ایک کشادہ زمین خریدی اور وہاں دفن کیا، قبر کے پاس مسجد بنادی۔ میں نے بصرہ کی ایک عورت کو دیکھا کہ وہ ''البان'' [۳] کی ایک بوتل لاتی اور قبر پر انڈیل دیتی۔ عورتیں ایسا کرتی رہیں حتیٰ کہ آپ کی قبر کی مٹی انتہائی تیز مہکنے والی مشک کی ہوگئی۔

خشنی کی حدیث میں ہے: جب جنگ جمل میں طلحہؓ شہید ہوئے تو آپ کے ترکہ میں تین سو بہار (ایک باٹ ہے) سونا اور چاندی تھا۔ بہار بچھڑے کی کھال سے تیار ہوتا تھا۔

کچھ لوگوں نے علیؓ کے پاس طلحہؓ پر تنقید کی تو آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم، وہ تو اس شعر کا مصداق تھے:

فتی کان یُدنیه الغنی من صدیقه ۔۔۔ اذا ما هو استغنَی، ویُبعده الفقرُ

کأن الثریا علّقت فی یمینه ۔۔۔ وفی خدّه الشعری وفی الآخرِ البدرُ

[وہ ایک ایسا جوان تھا کہ مالداری اسے اپنے دوست کے قریب کرتی تھی، جب وہ مالدار ہوتا اور غربت و افلاس اسے دوست سے دور کردیتا تھا۔ گویا کہ ثریا اس کے دائیں ہاتھ میں ہے۔ اس کے ایک رخسار میں شعریٰ (ستارہ) اور دوسرے میں چودہویں کا چاند ہے]۔

(حضرت) زبیر بن عوام کی شہادت:

شریک نے اسود بن قیس سے روایت کی کہا: جنگ جمل میں زبیرؓ کو دیکھنے والے نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ گھوڑے سے تیزی سے نیزہ مار رہے تھے کہ علیؓ نے بلند آواز سے پکار کر کہا: ابوعبداللہ، کیا آپ کو وہ دن یاد ہے جب نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور میں آپ کے ساتھ سرگوشی کر رہا تھا کہ آپؐ نے فرمایا: ''کیا تم اس کے ساتھ سرگوشی کر رہے ہو، اللہ

کی قسم، یہ تمہارے خلاف لڑے گا اور وہ تم پر زیادتی کرنے والا ہوگا۔'' زبیرؓ نے اپنی سواری کا رخ پھیر لیا اور میدان جنگ سے چلے گئے۔

ابوالحسین نے کہا: جب جنگ جمل کے دن زبیرؓ الگ ہو گئے تو ان کا گزر بنو تمیم کے گھاٹ سے ہوا تو احنف بن قیس سے کہا گیا: ''یہ زبیرؓ آئے ہیں۔'' احنف نے جواب دیا'' میں انھیں کیا کروں کہ انہوں نے ان جنگ آزماؤں کو اکٹھا کیا اور لوگوں کو چھوڑ کر آگئے ہیں؟'' جنگ آزماؤں سے ان کی مراد لڑائی کے یہ دو کیمپ تھے۔ اس کی مجلس میں عمرو بن جرموز مجاشعی تھا۔ اس نے جب احنف کی بات سنی تو اٹھا اور زبیرؓ کا تعاقب کیا۔ حتیٰ کہ آپ کو وادی السباع میں سوئے ہوئے پایا اور آپ کو شہید کر دیا۔ سر کاٹ کر علیؓ کے پاس لے گیا، علیؓ نے فرمایا: ''تجھے جہنم کی بشارت ہو۔ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے سنا ہے: زبیر کے قاتل کو جہنم کی بشارت دو۔'' عمرو بن جرموز وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلا:

اتیتُ علیّا برأس الزبیر   وکنت اَحسبها زُلْفَهْ
فبَشَّرَ بالنّار قبل العیانِ   فبئس بشارةُ ذِی التَحفة

[میں زبیرؓ کا سر لے کر علیؓ کے پاس گیا، میں اسے ثواب کا کام سمجھتا تھا مگر انہوں نے دیکھنے سے پہلے مجھے جہنم کی بشارت دی۔ عمدہ اور قیمتی چیز والے کے لیے یہ بری بشارت ہے]

ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ ایک آدمی زبیرؓ کی تلوار حسنؓ بن علیؓ کے پاس لایا تو فرمایا: ''مجھے اس کی ضرورت نہیں، تم اسے امیر المومنین کے پاس لے جاؤ۔'' وہ علیؓ کے پاس گیا اور آپ کو دی اور کہا: ''یہ زبیرؓ کی تلوار ہے۔'' علیؓ نے تلوار لے کر تھوڑی دیر دیکھی اور فرمایا: ''اللہ زبیرؓ پر رحم کرے۔ کئی بار اس نے اس تلوار کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کا دفاع کیا ہے۔''

زبیرؓ کی اہلیہ نے آپ کے مرثیہ میں کہا:

غدرا بن جرموزٍ بفارسٍ بهمةٍ   یوم الهیاج وکان غیر مُعَرِّدِ
یا عمرو لونَبَّهتَهُ لَوَجَدْتَهُ   لاطائشاً رعش الجنانِ ولاالیَدِ
ثکلتکَ اُمُّکَ ان قتلت تمسلماً   حلّت علیکَ عقوبة المعتمِّدِ

[لڑائی کے دن ابن جرموز نے اپنے ارادہ سے نہ ٹلنے والے شہسوار کے ساتھ غداری کی۔ اور وہ بھاگنے والا نہ تھا۔ اے عمرو، اگر تو اسے جگاتا تو دیکھتا کہ وہ نہ نشانہ خطا کرنے والا ہے اور نہ اس کا دل اور ہاتھ کانپنے والے ہیں۔ تیری ماں تجھ پر روئے تو نے ایک مسلمان کو مار ڈالا اور یوں تجھ پر عمداً قتل کرنے والے کی سزا واجب ہوگئی]

زبیرؓ کی شہادت پر جریر شاعر نے علی بن مجاشع کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

انی تذکرنی الزبیر حمامَۃ — تدعو ببطن الوادیینِ ھدیَلا

قالت قریش ما اذلَّ مجاشعاً — جاراً و اکرم ذالقتیل قتیلا

لو کنت حرًّا یا ابن قینِ مجاشع — شیّعتَ ضیفکَ فرسخاً أو میلاَ

افبعدَ قتلکم خلیلَ مَحمَّدٍ — ترجو القیونُ مع الرسول سبیلا

[مجھے وادیوں کے بطن کی کبوتری زبیرؓ کی یاد دلاتی ہے جو ہدیل (نر کبوتر) کو بلاتی ہے۔ قریش نے کہا کہ مجاشع کس قدر ذلیل و برا ہے پناہ دینے اور قتل کرنے کے لحاظ سے، اے لوہار مجاشع کے بیٹے اگر تو شریف و معزز ہوتا تو تو اپنے مہمان کے ساتھ فرسخ یا میل الوداع کرنے کے لیے چلتا۔ کیا محمدؐ کے دوست کو شہید کرنے کے بعد تم لوہار لوگ رسول اللہؐ سے کچھ واسطہ و تعلق رکھتے ہو؟]

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے بواسطہ عبداللہ بن زبیرؓ روایت کی ہے کہا: میرے والد نے جنگ جمل کے دن مجھے بلایا چنانچہ میں آپ کے دائیں طرف کھڑا ہوا تو فرمایا: ''آج کے روز ظالم یا مظلوم مارا جائے گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میں جلد ہی مظلومانہ قتل ہو جاؤں گا۔ مجھے سب سے زیادہ فکر قرض کی ہے۔ میرا مال بیچ دینا اور میرا قرض اتار دینا اگر کچھ بچ جائے تو اس کا تہائی تیرے بیٹے کے لیے ہے اور اگر میرے بیٹے تو بے بس ہو جائے تو میرے آقا سے مدد طلب کرنا۔'' میں نے کہا: ''آپ کا آقا کون ہے؟'' فرمایا: ''اللہ۔'' عبداللہ بن زبیر کا بیان ہے، اللہ کی قسم، اس کے بعد جب کبھی بھی مجھے آپ کے قرضہ یا مالی تنگی سے سابقہ پڑا تو میں نے کہا: ''اے زبیرؓ کے آقا، ان کا قرض دور کر دیجیے۔'' چنانچہ قرض دور ہو جاتا۔'' والد شہید ہوئے

تو میں نے دیکھا کہ آپ کا قرض گیارہ لاکھ ہے۔ میں نے آپ کی ایک جاگیر جو الغابہ (مدینہ منورہ کے قریب شام کی جانب) تھی سولہ لاکھ میں فروخت کی۔ پھر میں نے اعلان کیا کہ جس نے زبیرؓ سے قرض لینا ہو وہ لے لے۔ جب قرض ادا ہو گیا تو میرے بھائی آئے اور کہا: ''ہم میں ترکہ تقسیم کرو۔'' میں نے کہا: ''اللہ کی قسم، جب تک چار سال تک حج کے مواقع پر میں یہ اعلان نہیں کر لیتا، ترکہ تقسیم نہیں کروں گا۔'' چار سال تک یہ اعلان ہوتا رہا۔ اس کے بعد جو بچا اس کا ایک تہائی میں نے اپنے بیٹے کو دیا اور باقی کو تقسیم کر دیا۔ آپ کی چاروں بیویوں کو بھی کافی بڑی رقم ملی۔''

ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہا: جنگ جمل کے موقعہ پر علیؓ کا منادی پکارتا: کسی مقتول کا ہتھیار اور سامان نہ لیا جائے، کسی فراری کا تعاقب نہ کیا جائے اور نہ کسی زخمی کو موت کے گھاٹ اتارا جائے۔

کہا: کعب بن ثور بصرہ سے نکلا، اس نے قرآن اپنی گردن میں لٹکا رکھا تھا، وہ دونوں فوجوں کے درمیان قرآن پڑھتا اور لوگوں سے ان کے خون کے بارے میں التجاء کرتا کہ اچانک اسے ایک تیر لگا اور جاں بحق ہو گیا۔ تیر چلانے والے کا پتہ نہ چلا۔

علی بن ابی طالب نے جنگ جمل کے دن اشتر سے کہا (وہ میمنہ پر تھا) حملہ کرو۔ اس نے حملہ کر کے اپنے بالمقابل فوج کو ہٹا دیا۔ آپ نے بنوزھرۃ بن کلاب میں سے ایک یعنی ھاشم بن عقبہ کو حکم دیا (وہ میسرہ کا کمانڈر تھا) حملہ کرو، اس نے حملہ کر کے اپنے مقابل دستوں کو سامنے سے ہٹا دیا۔ اس پر علیؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ''تم نے میرے میسرہ اور میمنہ کو کیسا پایا؟''

واقعہ جنگ جمل:

الخشنی نے ابوحاتم بحستانی سے روایت کی ہے کہ مجھے اصمعی نے ایک آدمی کے شعر سنائے جس نے جنگ جمل میں شرکت کی:

شھدتُ الحروبَ وشیّبْننی   فلم تَرَ عینی کیومِ الجمل

اَصَرَّ علی مؤمنٍ فتنة　　وافتک منه لخرق بطل

فلیت الظعینة فی بیتها　　ولیتکَ عسکر لم ترتحِل

[میں نے کئی لڑائیوں میں شرکت کی اور ان لڑائیوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ مگر میری آنکھ نے جنگ جمل جیسی جنگ نہیں دیکھی۔ فتنہ نے مومن کو نقصان پہنچایا اور شریف وسخی انسان کو پھاڑ ڈالا۔ کاش کہ ہودج نشین (سیدہ عائشہؓ) اپنے گھر میں رہتی، کاش کہ لشکر نے کوچ نہ کیا ہوتا]

(حضرت) عائشہ کا اونٹ ''عسکر'' کہلاتا تھا۔ یہ آپ کو سواری کے لئے یعلی بن منیہ نے پیش کیا تھا۔ اس کا ہودج آہنی تھا۔ یہ شخص بصرہ کا امیر ترین آدمی تھا۔ اس نے اپنے خرچ پر پانچ سو سوار ہتھیاروں اور زادِراہ کے ساتھ پیش کیئے۔ (حضرت) علیؓ فرمایا کرتے تھے: ''میری آزمائش لوگوں میں سب سے بڑے مالدار، سب سے بڑے بولنے والے اور سب سے بڑھ کر اطاعت کیے جانے والے افراد سے ہوئی ہے''۔ مالدار سے آپ کی مراد یعلی بن منیہ، بولنے والے سے طلحہ بن عبیداللہ اور اطاعت کیے جانے والے سے عائشہؓ ام المومنین تھیں۔

ابوبکر بن ابی شیبہ نے مخلد بن عبیداللہ سے بواسطہ تمیمی روایت کی ہے۔ جنگ جمل میں علیؓ کا جھنڈا سیاہ اور اہل بصرہ کا پرچم اونٹ کی مانند تھا۔

اعمش نے ایک آدمی سے جس کا نام لیا تھا، روایت کی ہے کہا: میں جنگ جمل میں علیؓ کو دیکھتا تھا کہ آپ تلوار سے حملہ کرتے تھے حتی کہ تلوار مڑ جاتی تھی، پھر واپس ہو جاتے اور فرماتے: مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اسے ملامت کرو۔'' پھر واپس آ کر اسے سیدھا کرتے۔

ابوبکر بن ابی شیبہ کی روایت ہے کہا: عبداللہ بن زبیر نے کہا: جنگ جمل میں اشتر سے میری مڈبھیڑ ہوئی، میں نے اس پر تلوار کا ایک وار کیا کہ اس نے مجھ پر پانچ یا چھ وار کیے، پھر اس نے مجھے ٹانگ سے گھسیٹ کر ایک خندق میں پھینکا اور کہا: ''اللہ کی قسم، اگر رسول اللہ ﷺ سے آپ کی قرابت نہ ہوتی تو آپ کے اعضاء یک جا نہ رہتے۔''

اسی راوی کا کہنا ہے: جب عبداللہ بن زبیر کا مقابلہ جنگ جمل میں اشتر سے ہوا تو

عائشہؓ نے ابن زبیر کی زندگی کی خوشخبری دینے والے کو چار ہزار (درہم) عطا کیے۔

سعید نے قتادہ سے روایت کی ہے کہا: جنگ جمل میں عائشہؓ کے بیس ہزار حامی مارے گئے۔ ان میں سے آٹھ سو کا تعلق بنوضبہ سے تھا۔

علیؓ کے ساتھیوں میں سے پانچ سو آدمی مارے گئے۔ ان میں سے صرف علباء بن ہیثم اور ھندالجملی آگے بڑھے۔ ان دونوں کو ابن یثربی نے قتل کیا، وہ یہ شعر پڑھتا تھا:

اِنّی لمن یجھلنی ابنُ الیثربی قتلتُ علباءَ وھِندالجَملی

[جو مجھے نہیں جانتا اسے معلوم ہونا چاہئے کہ میں ابن یثربی ہوں۔ میں نے علباء اور ہند جملی کو قتل کیا]

عبداللہ بن عون نے ابورجاء سے روایت کی ہے کہا: میں نے جب اونٹ دیکھا تو وہ تیروں سے ساہی کی پشت کی مانند ہو چکا تھا۔ بنوضبہ کا ایک آدمی اس کی مہار پکڑے ہوئے تھا اور کہہ رہا تھا:

نحن بنو ضبّة اصحابُ الجمل الموت احلٰی عندنا مِنَ العَسل

ننعي ابن عفّان بأطراف الأسل

[ہم بنوضبہ اونٹ والے ہیں۔ موت ہمیں شہید سے بھی زیادہ شیریں معلوم ہوتی ہے۔
ہم دھار دار لوہے کے کناروں سے ابن عفان کی شہادت کی اطلاع دیتے ہیں]

غندر نے کہا: ہم سے شعبہ بن عمرو بن مرہ نے بیان کیا کہ میں نے (جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے سپاہی) عبداللہ بن سلمہ اور طلحہؓ و زبیرؓ کے سپاہی حارث بن سوید کو سنا۔ یہ دونوں سپاہی جنگ جمل کا تذکرہ کر رہے تھے۔ حارث نے کہا: اللہ کی قسم، میں نے جنگ جمل جیسی لڑائی نہیں دیکھی۔ مخالفین نے ہمارے سینوں میں تیر گھونپے اور ہم نے ان کے سینوں میں نیزے پیوست کیے۔ اگر کوئی ان نیزوں پر چلنا چاہتا تو چل سکتا۔ ایک طرف کے فوجی کہہ رہے تھے: لا الـٰه الا اللہ و اللہ اکبر دوسری طرف کے فوجی بھی یہی کہہ رہے تھے۔ اللہ کی قسم، میں چاہتا ہوں کہ کاش میں نے بھی جنگ میں شرکت نہ کی ہوتی۔ میں اندھا اور ہاتھ پاؤں کٹا ہوتا۔'' اس

پر عبداللہ بن سلمہ نے کہا: اللہ کی قسم، مجھے تو یہ پسند نہیں کہ میں اس دن غیر حاضر ہوتا اور علیؓ کے ساتھ کسی بھی لڑائی سے دور ہوتا خواہ مجھے ترک جنگ سے سرخ اونٹ ملتے۔''

علی بن عاصم نے حصین سے روایت کی کہا: ابوجمیلہ البکاء نے مجھ سے بیان کیا: ''میں علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ صف میں تھا جب ام المومنین کے اونٹ کو گرانے کے لئے اس کی ایک ٹانگ کاٹ دی گئی تو میں نے دیکھا کہ محمد بن ابوبکر اور عمار بن یاسر صفوں کے درمیان میں سے تیزی سے بھاگ رہے تھے کہ کون ان میں سے اونٹ تک پہلے پہنچے۔ ان دونوں نے کجاوہ کی لکڑی کاٹ دی اور ام المومنین کو ان کے ہودج سمیت زمین پر رکھ دیا۔''

شعبی کی حدیث میں ہے کہ، کہا: ''جو سمجھتا ہے کہ جنگ جمل میں چار بدری حضرات کے سوا بھی کوئی شامل ہوا ہے تو اسے جھوٹا سمجھو۔ علی اور عمار ایک طرف تھے جب کہ طلحہ اور زبیر دوسری طرف تھے۔''

ابوبکر بن ابی شیبہ نے کہا: مجھ سے خالد بن مخلد نے، انہوں نے یعقوب سے، انہوں نے جعفر بن ابی مغیرہ سے اور انہوں نے ابن ابزی سے روایت کی ہے، کہا: عبداللہ بن بدیل عائشہؓ کے پاس پہنچا وہ ہودج میں تھیں۔ اس نے کہا: یا ام المومنین، میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا آپ جانتی ہیں کہ میں شہادت عثمان کے روز آپ کے پاس حاضر ہوا تھا اور عرض کیا تھا۔ عثمان شہید ہو گئے، آپ مجھے کیا حکم دیتی ہیں آپ نے فرمایا: ''علی کا ساتھ دو، پس اللہ کی قسم وہ بدلے نہیں۔'' عائشہؓ خاموش رہیں۔ اس نے یہی بات دوہرائی تو بھی آپ چپ رہیں۔ تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا۔ پھر اس نے حکم دیا: ''اونٹ کی ٹانگ کاٹ ڈالو۔'' سپاہیوں نے تعمیل کی۔ میں اور ام المومنین کا بھائی محمد بن ابوبکر نے ہودج اٹھا کر علیؓ کے سامنے رکھ دیا۔ آپؓ اس پر خوش ہوئے۔ ہودج کو عبداللہ بن بدیل کے گھر میں رکھا گیا۔

کہتے ہیں: جونہی علیؓ کو فتح ہوئی آپ ہودج کے قریب پہنچے اور بات کی۔ سیدہ عائشہؓ نے جواب دیا: ''فتح پائی تو حسن سلوک کرو۔'' علیؓ نے آپ کو بہترین ساز و سامان کے ساتھ روانہ کیا۔ آپ کے ساتھ چالیس عورتیں بھیجیں۔ بعض حضرات کے نزدیک ستر عورتیں بھیجیں، حتی

کہ آپ مدینہ منورہ پہنچیں۔

عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے جب جنگ جمل ختم ہوگئی، تو علیؓ بن ابی طالب نے دو اینٹیں منگوائیں ان پر چڑھے، پھر اللہ کی حمد و ثناء کی اور یوں خطاب کیا: ''اے عورت کے حامیو اور چوپائے والو، اونٹ بلبلایا تو تم لوگ لپکے، اس کی ٹانگ کٹی تو تم لوگ بھاگے۔ تم بدترین شہر میں اترے، پانی کے قریب اور آسمان سے دور، یہاں ہر قسم کے پانی کے اترنے کی جگہ ہے اور اس جگہ کے برے برے نام ہیں: بصرہ، بصیرہ، الٹ دی گئی بستی (مؤتفکہ) اور تباہ کن (تدمر)۔ ابن عباس کہاں ہے؟'' ابن عباسؓ کا بیان ہے مجھے ہر طرف سے بلایا جارہا تھا۔ میں حاضر ہوا تو فرمایا: ''اس خاتون کے پاس حاضر ہوجاؤ، انہیں چاہئے کہ وہ اپنے اس گھر واپس جائیں جہاں ٹھہرنے کا اللہ نے انہیں حکم دیا ہے۔''

ابن عباسؓ کہتے ہیں: میں نے حاضر ہوکر اجازت مانگی تو آپ نے مجھے اجازت نہ دی چنانچہ میں بغیر اجازت چلا گیا۔ گھر میں پڑے ایک تکیہ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس پر بیٹھ گیا۔ فرمایا: ''اللہ کی قسم ابن عباس، میں نے تیرا جیسا نہیں دیکھا۔ تم ہمارے گھر میں بغیر اجازت داخل ہوتے ہو اور ہمارے تکیہ پر ہمارے حکم کے بغیر بیٹھتے ہو۔'' میں نے کہا: ''اللہ کی قسم، یہ آپ کا گھر نہیں ہے۔ آپ کا گھر صرف وہی ہے جس میں بیٹھنے کا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے مگر آپ نے تعمیل نہیں کی۔ امیرالمومنین، آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ اپنے اس شہر واپس تشریف لے جائیے، جہاں سے آپ نکلی ہیں۔'' فرمایا: ''اللہ امیرالمومنین پر رحم فرمائے وہ تو عمر بن خطاب ہیں۔'' میں نے کہا: ''جی ہاں اور یہ امیرالمومنین علی بن ابی طالب ہیں۔'' فرمایا: ''میں انکار کرتی ہوں، میں انکار کرتی ہوں۔'' میں نے عرض کیا: ''آپ کا انکار تو محض کم دودھ والی اونٹنی کے دودھ دوہنے کے دو وقفوں کی مدت جتنا ہے۔ جلد ہی آپ امر و نہی اور اپنی مرضی سے قیام و کوچ سے محرم ہوجائیں گی۔'' یہ سن کر آپ روئیں حتی کہ آپ کے رونے کی آواز بلند ہوگئی۔'' پھر فرمایا: ''ہاں، میں واپس جاتی ہوں۔ شہروں میں سے سب سے ناپسندیدہ وہ شہر ہے جس میں تم لوگ فروکش ہو۔'' میں نے عرض کیا: ''اللہ کی قسم، آپ کے ساتھ حسن سلوک کا ہمیں

یہ بدلہ نہ ملنا چاہئے تھا۔ ہم نے جب آپ کو مومنوں کی ماں بنایا اور آپ کے والد کو مومنوں کا صدیق بنایا۔'' فرمایا: ''فرزندِ عباس، کیا تم مجھ پر رسول اللہ ﷺ کا احسان جتلاتے ہو؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں ہم آپ پر احسان جتلاتے ہیں اگر اسی قسم کا احسان آپ کی طرف سے ہوتا تو آپ ضرور ہمیں یہ جتلاتیں۔'' میں نے واپس آ کر یہ مکالمہ علیؓ کو سنایا تو آپ نے میری دونوں آنکھوں کے درمیان چوما اور فرمایا: ''یہ ایک ہی سلسلے کے لوگ تھے جو ایک دوسرے کی نسل سے پیدا ہوئے، اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے۔''

ابن ابی شیبہ نے ابن فضیل سے بواسطہ عطا بن سائب روایت کیا ہے کہ اہل شام کا ایک قاضی عمرؓ بن خطاب کے پاس آیا اور کہا: ''امیر المومنین، میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے۔'' فرمایا: ''آپ نے کیا دیکھا؟'' کہا: ''میں نے سورج اور چاند کو باہم لڑتے دیکھا، ستارے میں بھی دونوں کے ساتھ آدھے آدھے ہیں۔'' فرمایا: ''آپ کس کے ساتھ تھے؟'' کہا: ''سورج کے مقابلہ میں چاند کے ساتھ تھا۔'' عمرؓ نے فرمایا: وجعلنا اللیل والنّھار آیتین فمحونا آیۃ اللیل وجعلنا آیۃ النھار مبصرۃ [1] چلے جاؤ، اللہ کی قسم اب آپ میرے لیے کبھی کام نہ کریں گے۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ یہ قاضی جنگ صفین میں معاویہؓ کے ساتھ تھا کہ جنگ میں مارا گیا۔

ابوبکر بن ابی شیبہ سے روایت ہے، کہا: صحابی رسول سلیمانؓ بن صُرد واقعہ جمل کے بعد علیؓ کے پاس آئے تو علیؓ نے ان سے فرمایا: ''آپ قاصر و عاجز رہے، پس و پیش کرتے رہے، انتظار میں رہے سو آپ نے اللہ کی قدرت کیسے دیکھی؟'' عرض کی: ''یا امیر المومنین یہ لمبا چکر ہے، ابھی بہت سے امور باقی ہیں اور ابھی آپ اپنے دوست دشمن کو الگ الگ نہیں پہچان سکتے۔''

اشعث بن قیس عثمانؓ کی طرف سے آذربیجان کے گورنر تھے، جنگ جمل کے بعد علیؓ نے انہیں یہ خط لکھا:

[1] یہ سورۃ الاسراء کی بارہویں آیت ہے جس کا ترجمہ ہے: ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے۔ رات کی نشانی کو ہم نے بے نور بنایا اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا۔

''سلام علیک، اگر آپ کی طرف سے کچھ کوتاہیاں نہ ہوتیں تو اس معاملہ میں آپ ہی سب سے پہلے مقدم تھے۔ اگر آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں تو شاید ابھی آپ کا معاملہ زیر غور ہے، آپ کو معلوم ہوگا کہ لوگوں نے میری بیعت کر لی ہے۔ سب سے پہلے میری بیعت کرنے والے طلحہ وزبیر تھے پھر انہوں نے بلاسبب میری بیعت توڑ دی۔ انہوں نے ام المومنین کو گھر سے نکالا، یہ لوگ بصرہ پہنچے۔ میں نے ان کی طرف پیش قدمی ان لوگوں کی معیت میں کی جنہوں نے مہاجرین وانصار میں سے میری بیعت کی۔ ہمارا ان کا سامنا ہوا تو میں نے انہیں ان کے موقف سے ہٹنے کی درخواست کی، مگر انہوں نے انکار کیا۔ میں نے انہیں دعوت دینے میں مبالغہ سے کام لیا اور بقیۃ السیف سے حسن سلوک کیا۔ میں نے حکم دیا کہ زخمی کو مارا نہ جائے، شکست خوردہ کا تعاقب نہ کیا جائے۔ مقتول کا سامان نہ لیا جائے۔ جو ہتھیار ڈال دے اور دروازہ بند کر لے، اس کے لیے امان ہے۔ یاد رکھیئے کہ آپ کی گورنری آپ کے لئے مال غنیمت نہیں ہے بلکہ یہ آپ کی گردن میں امانت ہے۔ یہ اللہ کے مال میں سے مال ہے اور آپ اس کے محافظ ہیں حتی کہ آپ یہ میرے سپرد کریں، انشاء اللہ، ولا قوۃ الا باللہ۔''

جب یہ خط اشعث کو ملا تو انہوں نے کھڑے ہو کر کہا: ''لوگو، عثمان بن عفان نے مجھے اذربیجان کا گورنر بنایا، وہ شہید ہو گئے اور یہ صوبہ میرے پاس رہا۔ عوام نے علیؓ کی بیعت کر لی۔ آپ کی طاعت ہم پر واجب ہے۔ آپ اور آپ کے دشمن کا معاملہ جو ہوا سو ہوا۔ جو اس مجلس سے غیر حاضر ہے وہ اس پر مامون و ذمہ دار بنایا گیا ہے۔'' پھر بیٹھ گئے۔

اصحاب الجمل کے بارے میں رائے: ابوبکر بن شیبہ نے کہا: علیؓ سے اصحاب الجمل کی بابت دریافت کیا گیا کہ کیا وہ مشرک ہیں؟ فرمایا: ''وہ شرک سے بھاگے ہیں۔'' کہا: ''کیا وہ منافق ہیں؟'' فرمایا: ''منافق اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔'' کہا: ''وہ کیا ہیں؟'' فرمایا: ''ہمارے خلاف بغاوت کرنے والے ہمارے بھائی۔''

علیؓ کا گزر جنگ جمل کے مقتولین پر سے ہوا تو دعا کی: ''یا اللہ، ہمیں اور انہیں بخش دے۔'' آپ کے ساتھ محمد بن ابی بکر اور عمار بن یاسر تھے، ان میں سے ایک نے دوسرے سے،

کہا: ''کیا تم نے سنا جو یہ فرما رہے ہیں؟'' کہا: ''خاموش رہو۔''

وکیع نے سعد سے، انہوں نے عبداللہ بن رباح سے، انہوں نے عمار سے روایت کی ہے، کہا: ''یوں مت کہو کہ اہل شام نے کفر کیا بلکہ یوں کہو، انہوں نے نافرمانی کی اور زیادتی کی۔''

جنگ جمل کے دن عمار بن یاسرؓ سے عائشہ کی بابت دریافت کیا گیا تو فرمایا: ''اللہ کی قسم، ہم جانتے ہیں کہ آپ دنیا و آخرت میں آپ کی زوجہ ہیں مگر اللہ نے ان کے ذریعہ آپ لوگوں کو آزمایا ہے کہ آپ لوگ آپ ﷺ کی پیروی کرتے ہیں یا ان کی۔'' علیؓ نے جنگ جمل کے دن فرمایا: ''کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ان کے خلاف سرکشی کی ہے جب کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ان کی طرف سے ہمارے خلاف بغاوت ہوئی ہے۔ ہم نے بغاوت سمجھ کر ایک دوسرے کے خلاف لڑائی کی ہے نہ کہ ایک دوسرے کو کافر سمجھتے ہوئے۔''

ابوبکر بن ابی شیبہ نے کہا: جنگ جمل کے بارے میں سب سے پہلے خوارج نے اعتراض کیا اور کہا ''کس چیز نے ان کے خون تو ہمارے لیے حلال کر دیئے ہیں، مگر ان کے اموال ہم پر حرام ٹھہرائے ہیں؟'' علیؓ نے کہا: ''یہ اہل قبلہ کے بارے میں سنت ہے۔'' بولے: ''ہم ایسا نہیں سمجھتے؟'' فرمایا: ''یہ سیدہ عائشہ ہیں ان لوگوں کی سربراہ ہیں کیا تم لوگ انہیں تقسیم کرو گے؟'' بولے: ''سبحان اللہ، یہ تو ہماری ماں ہیں۔'' فرمایا: ''تو وہ حرام ہیں؟'' بولے: ''جی ہاں۔'' فرمایا: ''جو ان کے بارے میں حرام ہے وہ ان کی اولاد کے بارے میں بھی حرام ہے۔''

واقعہ جمل کے بعد عائشہ کے پاس ام اوفی العبادیہ گئی اور آپ سے کہا: ام المؤمنین، آپ اس عورت کے بارے میں کیا فرماتی ہیں جو اپنے کم عمر بیٹے کو مار ڈالے؟'' فرمایا: ''اس کے لئے جہنم واجب ہوگئی۔'' کہا: ''آپ اس عورت کے بارے میں کیا کہتی ہیں، جس نے ایک میدان میں اپنے بیس ہزار بڑے بیٹوں کو مار ڈالا۔'' فرمایا: ''اس دشمنِ خدا کا ہاتھ پکڑو۔''

عائشہؓ، معاویہؓ کے زمانہ میں فوت ہوئیں۔ ستر سال کے قریب عمر پائی۔ ان سے پوچھا گیا: ''آپؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن ہوں گی؟'' فرمایا: ''نہیں، میں نے آپ کے بعد کچھ نئے کام کیے۔ لہٰذا مجھے بقیع میں اپنے بھائیوں کے ساتھ دفن کرو۔'' نبی کریم ﷺ نے

آپ سے فرمایا تھا: اے حمیراء، گویا کہ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں، حوأب کے کتے تم پر بھونکیں گے، تم علیؓ کے خلاف لڑو گی اور تم اس پر ظلم کرنے والی ہو گی۔" حوأب ایک گاؤں ہے جو مدینہ سے بصرہ کے راستے پر ہے۔ بعض لوگ اسے حُوَب کہتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ حوأب بصرہ کے راستے میں ایک گھاٹ ہے۔ اس بارے میں کسی شیعہ شاعر نے کہا ہے:

انـی بـحـبِّ آلِ مـحـمّـد وبني الوصيِّ شهودهم و الغُيَّبِ
وأنـا البـرئُ مـن الزبير و طلحةٍ ومِن الّتى نبحت كلابِ الحوأب

[میں آل محمد سے محبت کرتا ہوں اور وصی کے حاضر و غائب بیٹوں سے۔ میں زبیر اور طلحہ سے بری ہوں اور اس سے بھی جس پر حوأب کے کتے بھونکے]

(حضرت) علیؓ اور (حضرت) معاویہؓ کے واقعات:

علیؓ نے جریر بن عبداللہ کو معاویہؓ کے پاس ان سے بیعت لینے کے لیے بھیجا تھا۔ جریر ان کے پاس تین ماہ رہے، معاویہ بیعت کے بارے میں ان سے ٹال مٹول کرتے رہے، چنانچہ علیؓ نے انہیں یہ خط لکھا:

"سلام علیک، جب میرا یہ خط آپ کو ملے تو آپ معاویہ کو فیصلہ پر آمادہ کریں۔ آپ انہیں ہولناک جنگ یا رسوا کن صلح میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کے لئے کہیں۔ اگر وہ جنگ اختیار کریں تو آپ ان سے برابر کی سطح پر معاہدہ ختم کریں۔ اللہ خیانت کاروں کو پسند نہیں کرتا اور اگر وہ صلح اختیار کریں تو ان کی بیعت لے کر میرے پاس آجاؤ۔"

جنگ جمل کے بعد علیؓ نے معاویہؓ کے نام یہ خط لکھا:

"سلام علیک! امابعد، مدینے میں آپ پر میری بیعت لازم تھی اور آپ شام میں ہیں۔ کیونکہ میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے جنہوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی اس بات پر جس پر ان کی بیعت کی گئی۔ حاضر کو اختیار کا اور غیر حاضر کو رد کرنے کا اختیار نہیں۔ شوریٰ تو مہاجرین و انصار کے لئے ہے۔ جب وہ ایک شخص پر متحد ہو جائیں اور اسے امام کہہ دیں تو یہ

اللہ کی خاطر اور اسی کی رضا کے مطابق ہوگا اور اگر کوئی ان کے اس معاملہ سے خروج کرے تو وہ اسے واپس کریں گے اسی بات کی طرف جس سے وہ نکلا تھا۔ اگر وہ انکار کرے تو مؤمنوں کا راستہ ترک کرنے پر اس کے خلاف لڑیں گے۔ جدھر وہ پھرے گا اللہ اسے ادھر ہی پھرا دے گا۔ اس کا ٹھکانہ جہنم بنائے گا اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

طلحہ اور زبیر نے میری بیعت کی پھر بیعت شکنی کی۔ ان کا یہ اقدام ان کے ارتداد کی مانند تھا۔ میں نے انہیں موقعہ دینے کے بعد ان کے خلاف جہاد کیا، حتی کہ حق آ گیا، اللہ کا امر ظاہر ہو گیا اور ان پر لوگوں کو ناگوار تھا۔ لہٰذا آپ بھی اسی میں داخل ہو جایئے جس میں مسلمان داخل ہوئے ہیں۔ مجھے سب سے پسندیدہ بات یہ ہے کہ آپ عافیت قبول کر لیں۔ آپ نے قاتلین عثمانؓ کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ آپ اپنی رائے اور مخالفت سے رجوع کریں اور جس میں مسلمان داخل ہوئے ہیں، اس میں داخل ہوں۔ پھر آپ قاتلین کے بارے میں مجھ سے فیصلہ کی درخواست کریں۔ میں آپ کو اور انہیں کتاب اللہ کے سامنے رکھوں گا۔ بہر حال جو کچھ آپ چاہتے ہیں یہ بچہ کا دودھ کے بارے میں دھوکہ ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم اگر آپ اپنی خواہش کے بجائے اپنی عقل سے کام لیں گے تو آپ ضرور مجھے خون عثمان سے، تمام قریش سے بڑھ کر بری پائیں گے۔ جان لیجئے کہ آپ تو طلقاء میں سے ہیں، جن کے لئے خلافت حلال نہیں اور جو شوریٰ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ میں نے آپ کے پاس جریر بن عبداللہ کو بھیجا ہے، وہ اہل ایمان و ہجرت میں سے ہیں، لہٰذا آپ ان کی بیعت کر لیجئے۔ ولا قوۃ الا باللہ۔"

معاویہؓ نے جواب میں لکھا:

سلام علیک! امابعد، مجھے اپنی جان کی قسم، اگر آپ خونِ عثمان سے بری ہوتے اور پھر وہ حضرات آپ کی بیعت کرتے جن کا آپ نے تذکرہ کیا ہے تو ضرور آپ ابوبکر، عمر اور عثمان کی مانند ہوتے مگر آپ نے تو مہاجرین کو عثمان کو قتل کرنے پر ابھارا اور انصار کو عثمان کی مدد سے روکا۔ پس جاہل نے آپ کی اطاعت کی اور آپ کی بدولت کم زور طاقتور ہوا۔ اہل شام نے

آپ کے خلاف لڑنے کا تہیہ کرلیا ہے جب تک آپ قاتلین عثمان ان کے حوالے نہیں کرتے۔ اگر آپ نے ایسا کرلیا تو پھر مسلمانوں کے مابین مشاورت ہوگی۔ جب تک حجازیوں میں حق تھا وہی لوگوں کے حکمران تھے مگر جب انہوں نے حق چھوڑ دیا تو عوام کے حکمران اہل شام ہوں گے۔ مجھے اپنی جان کی قسم، آپ کی حجت اہل شام کے خلاف ایسے نہیں ہے جیسے آپ کی حجت اہل بصرہ پر ہے۔ کیونکہ اہل بصرہ نے آپ کی اطاعت کرلی ہے اور اہل شام نے اطاعت نہیں کی۔ آپ کی حجت مجھ پر اس طرح نہیں جس طرح آپ کی حجت طلحہ و زبیر پر ہے کیونکہ ان دونوں نے آپ کی بیعت کی جب کہ میں نے آپ کی بیعت نہیں کی۔ جہاں تک اسلام میں آپ کی فضیلت ہے اور رسول اللہ ﷺ سے آپ کی قرابت ہے تو میں اس کا انکار نہیں کرتا۔''

(حضرت) علیؓ کا خط: اما بعد، آپ کا خط ملا۔ ایک ایسے شخص کا خط جس کو نہ بصیرت راہ دکھاتی ہے نہ کوئی راہبر راہنمائی کرتا ہے۔ خواہش نے اسے پکارا اس نے لبیک کہا۔ خواہش نے اس کی قیادت کی تو اس نے پیروی کی۔ آپ کا خیال ہے کہ آپ میری بیعت اس لیے نہیں کرتے کہ میں نے عثمان کے بارے میں اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی۔ مجھے اپنی جان کی قسم، میں مہاجرین میں سے ایک آدمی تھا اور انہی کی طرح عمل پیرا رہا۔ اللہ انہیں گمراہی پر جمع کرنے والا نہیں اور نہ ہی انہیں بھٹکنے دے گا۔ میں نے نہ حکم دیا ہے کہ مجھ پر جرم عائد ہوتا ہو اور نہ میں نے قتل کیا ہے کہ مجھے اپنے بارے میں قاتل کے قصاص کا خوف ہو۔

جہاں تک آپ کا یہ کہنا ہے کہ اہل شام ہی اہل حجاز پر حکمران ہیں تو آپ اہل شام میں سے ایک آدمی لائیے جسے شوریٰ میں قبول کیا جاتا ہو یا اس کے لئے خلافت حلال ہو۔ اگر آپ نے کوئی نام لیا تو مہاجرین و انصار آپ کی تکذیب کریں گے۔ جب کہ ہم آپ کے سامنے حجاز کے قریش (کے نام) پیش کریں گے۔

باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ قاتلین عثمان کو آپ کے سپرد کیا جائے تو آپ کا اس سے کیا تعلق؟ یہاں عثمانؓ کے صاحبزادے موجود ہیں، وہ آپ کے مقابلے میں یہ مطالبہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ بہرحال اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ خونِ عثمان کا مطالبہ کرنے کے زیادہ اہل

ہیں تو پھر آپ وہ بیعت کیجیے جو آپ پر لازم ہے اور قاتلوں کے خلاف میری عدالت میں مقدمہ پیش کیجیے۔

آپ نے اہل شام اور اہل بصرہ میں نیز اپنے اور طلحہ اور زبیر کے مابین جو فرق کیا ہے تو مجھے اپنی جان کی قسم، یہاں معاملہ بالکل ایک جیسا ہے کیونکہ یہ بیعت عام ہے، اس میں نہ تو غور و فکر اور توقف روا ہے اور نہ ہی اختیار کو از سر نو بروئے کار لانے کی گنجائش ہے۔ جہاں تک رسول اللہ ﷺ سے میری قرابت اور اسلام میں میری قدامت ہے تو اگر آپ کے بس میں ہوتا تو آپ اس کا بھی انکار کر دیتے۔''

معاویہؓ نے علیؓ کے نام لکھا:

امابعد، آپ نے اپنے مددگار کو مار ڈالا۔ آپ نے اپنے قریبی رشتہ دار کو مار ڈالنے کے لیے مدد طلب کی۔ اللہ کی قسم، میں آپ پر ایسا انگارہ پھینکوں گا جسے ہوا بھڑکائے گی اور پانی بجھا نہ سکے گا۔ جب گرے گا تو گھس جائے اور جب لگے گا تو سوراخ کر دے گا۔ آپ مجھے ہرگز سحیم یا عبدالقیس یا حلوان کاہن کی طرح نہ سمجھنا۔''

(حضرت) علیؓ کا جواب: امابعد، اللہ کی قسم، آپ کے چچازاد کو آپ کے ساتھ سوا کسی نے نہیں قتل کیا۔ مجھے امید ہے کہ میں آپ کو بھی ان کے ساتھ ملا دوں گا، اس کے گناہ کی مانند اور اس کی خطاء سے بڑھ کر خطا کی وجہ سے۔ میں نے جس تلوار سے آپ کے خاندان پر حملہ کیا تھا اور وہ ہمیشہ میرے پاس ہے۔ اللہ کی قسم، نہ میں نے کوئی نیا دین گھڑا ہے اور نہ ہی نبی بدلا ہے۔ میں اسی طریقہ پر ہوں جسے تم لوگوں نے بخوشی چھوڑا ہے اور جس میں تم لوگ ناپسندیدگی کے باوجود داخل کیے گئے تھے۔''

(حضرت) معاویہؓ کا مکتوب: معاویہؓ نے صفین کی طرف کوچ سے پہلے ابومسلم خولانی کے ہاتھ یہ خط علیؓ کے نام بھیجا۔

امابعد، اللہ نے محمدؐ کو برگزیدہ کیا اور آپ کو اپنی وحی پر امین بنایا اور اپنی مخلوق کی طرف پیغامبر بنایا۔ اللہ نے مسلمانوں میں سے آپ کے لیے مددگار بنائے ان کے ذریعہ آپ

کی مدد کی۔ یہ حضرات اسلام میں اپنے فضائل کے لحاظ سے ہی اللہ کے ہاں مرتبے رکھتے تھے۔ ان میں اسلام میں افضل اور اللہ اور اس کے رسول کا مخلص خلیفہ تھا پھر اس خلیفہ کا خلیفہ اور پھر تیسرا خلیفہ۔ ان سب کے خلاف آپ نے حسد کیا اور بغاوت کی۔ ہمیں اس کا اندازہ آپ کی خشمگین نگاہ اور درد بھری آہ سے اور خلفاء سے پیچھے رہنے سے ہوا۔ ان تمام مواقع پر آپ کو اس اونٹ کی مانند کھینچا جاتا تھا جس کی ناک میں لکڑی ڈالی گئی ہو۔ حتیٰ کہ آپ نے مجبوراً بیعت کی۔ ان سب میں سے آپ کا زیادہ حسد اپنے چچازاد عثمانؓ پر تھا حالانکہ ان سب سے زیادہ یہی اس بات کے حقدار تھے کہ آپ ان کے خلاف اس طرح نہ کرتے۔ آپ کی قرابت اور دامادی کی وجہ سے۔ مگر آپ نے اس کے ساتھ قطع رحمی کی۔ ان کے محاسن کو قبیح قرار دیا۔ ان کے خلاف لوگوں کو مشتعل کیا۔ حتی کہ آپ (عثمانؓ) کے مقابلہ کے لئے لوگ سوار ہو کر نکلے، حرمِ رسول میں ان پر اسلحہ سونتا گیا۔ وہ آپ کی قریب ہی شہید کر دیئے گئے حالانکہ آپ (علیؓ) ان کے گھر کی چیخ و پکار سن رہے تھے۔ آپ نے اپنی طرف سے ان کے حق میں نہ کوئی بات کہی اور نہ کوئی وفاداری کا کام کیا۔ میں سچی قسم اٹھاتا ہوں کہ اگر آپ تہیّہ کر لیتے تو قاتلوں کو ان سے روک دیتے۔

عثمان کے خلاف سرکشی کی وجہ سے ہی لوگ آپ کی حقیقت کو جان گئے۔ ایک اور بات جو عثمانؓ کے حامیوں کے نزدیک آپ کو مشکوک بناتی ہے وہ ہے آپ کا قاتلین عثمان کو پناہ دینا۔ چنانچہ یہ لوگ آپ کے رازدار، آپ کے دست و بازو اور آپ کے مددگار بنے ہوئے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ اپنے آپ کو ان کے خون سے بری قرار دیتے ہیں۔ اگر آپ سچے ہیں تو ان کے قاتل ہمارے حوالے کر دیجئے ہم ان (حضرت عثمانؓ) کے بدلہ میں انہیں قتل کرتے ہیں۔ پھر ہم سب سے بڑھ کر انتہائی تیزی کے ساتھ آپ کے پاس حاضر ہوں گے۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے تو پھر آپ اور آپ کے ساتھیوں کے لیے ہمارے پاس تلوار کے سوا کچھ نہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں معاویہ کی جان ہے قاتلین عثمان کو پہاڑوں، ریگستانوں اور خشکی و تری میں تلاش کروں گا حتیٰ کہ ہم انہیں قتل کر دیں یا ہماری روحیں اللہ سے جا ملیں۔“

(حضرت) علیؓ کا جوابی مکتوب:

امابعد، برادر خولانی نے آپ کا مکتوب مجھ تک پہنچایا۔ اس میں آپ نے محمد ﷺ کا اور آپ پر اللہ کی طرف سے ہدایت و وحی کے انعام کا تذکرہ کیا ہے۔ اللہ کے لئے حمد ہے جس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور آپ کے لئے مدد مکمل کی، آپ کو ملک میں اقتدار و غلبہ بخشا، آپ کی مدد، آپ کی قوم کے دشمنوں کے خلاف کی، جنہوں نے آپ کو جھٹلایا، آپ سے دشمنی کی، آپ کے نکالنے پر باہم مدد کی، آپ کے ساتھیوں کو ہجرت پر مجبور کیا، عربوں کو آپؐ کے خلاف آمادہ کیا، کئی گروہ بنائے۔ بہر حال حق آ گیا اور ان لوگوں کی ناپسندیدگی کے باوجود اللہ کا حکم غالب ہوا۔

آپ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں سے آپؐ کے حامی و مددگار بنائے اور یہ حضرات اسلام میں اپنے فضائل کے حساب سے ہی اللہ کے ہاں مرتبہ رکھتے تھے۔ اسلام میں ان میں سے افضل اور اللہ اور اس کے رسول کا خیر خواہ خلیفہ تھا اور اس کے بعد کا خلیفہ۔ مجھے اپنی جان کی قسم، ان دونوں حضرات کا اسلام میں بڑا رتبہ ہے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے اور ان کی مغفرت کرے۔ آپ نے بیان کیا ہے کہ عثمانؓ فضیلت میں ان دونوں کے بعد ہیں۔ اگر تو وہ نیکوکار ہیں تو وہ اپنے پروردگار کو قدردان پائیں گے وہ ان کی نیکیوں کو دوگنا فرمائے گا اور آپ کو ثوابِ عظیم دے گا اور اگر خطا کار ہیں تو وہ اپنے رب کو بخشنے والا پائیں گے۔ اس کی بخشش کے سامنے کوئی گناہ بڑا نہیں۔

مجھے اپنی جان کی قسم، یہ امید ہے کہ جب اللہ لوگوں کو اسلام میں ان کے فضائل کے بقدر اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے لیے خیر خواہی کے حساب سے اجر عطا فرمائے گا تو ہم اہل بیت کا حصہ سب سے زیادہ ہوگا۔ اللہ کی قسم میں نے نہ کسی کو دیکھا نہ سنا جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں اللہ کا زیادہ مخلص، مصیبت میں اور خوف کے مواقع پر سب سے بڑھ کر صبر کرنے والا ہو آپؐ کے اہل بیت کے افراد سے بڑھ کر۔ جو اللہ کی اطاعت میں شہید ہوئے، بدر میں عبیدۃ بن الحرث، احد میں حمزہ بن عبدالمطلب اور موتہ میں جعفر اور زید۔ مہاجرین میں

خیر کثیر ہے۔ اللہ ان کو ان کے اچھے اعمال پر جزا دے۔

آپ نے میرے بارے میں کہا ہے کہ خلفاء سے پیچھے رہا، ان کے خلاف حسد اور بغاوت کی۔ بغاوت سے تو اللہ کی پناہ۔ جہاں تک کراہت و ناپسندیدگی کا تعلق ہے تو اللہ کی قسم، میں اس سے لوگوں کے لئے معذرت نہیں کرتا۔ آپ نے عثمان کے خلاف میری بغاوت اور ان سے قطع رحمی کا تذکرہ کیا ہے۔ عثمان نے ایسے کام کیے جو آپ جانتے ہیں اور لوگوں نے جو آپ کے ساتھ سلوک کیا وہ بھی آپ کو معلوم ہوگا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں آپ کے معاملہ میں گوشہ نشین تھا۔ اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ اس سے جو نتیجہ چاہیں حاصل کر لیں۔

باقی رہا قاتلین عثمان کا تذکرہ اور ان کو آپ کے حوالے کرنے کا مطالبہ تو میں نے اس معاملہ پر غور کیا ہے اور اسے خوب دیکھا بھالا ہے لہٰذا میرے لیے انہیں آپ کے یا کسی اور کے حوالے کرنا مناسب نہیں اگر آپ اپنی کج فہمی سے باز نہ آئیں گے تو آپ جلد ہی انہیں آپ کی تلاش میں پائیں گے وہ آپ کو موقعہ نہ دیں گے کہ آپ انہیں میدانوں، پہاڑوں اور خشکی و تری میں تلاش کرتے پھریں۔

آپ کے والد ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد میرے پاس تشریف لائے تھے اور فرمایا تھا: اپنا ہاتھ پھیلایئے کہ میں آپ کی بیعت کروں۔ آپ سب سے بڑھ کر اس کے حقدار ہیں۔ مگر میں ہی وہ شخص تھا جس نے ان کی بات سے انکار کیا کہ مسلمانوں میں پھوٹ نہ پڑے کیونکہ لوگوں کو اسلام قبول کیے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا۔ آپ کے والد، میرا حق آپ سے بڑھ کر جانتے تھے۔ اگر تو آپ نے میرا وہ حق جان لیا جو آپ کے والد جانتے تھے تو آپ درست اقدام تک پہنچیں گے وگرنہ ہم آپ کے خلاف اللہ سے مدد مانگیں گے۔"

عبدالرحمٰن بن حکم نے معاویہؓ کے نام لکھا:

الا ابلغ معاویة بن حربٍ | کتاباً مِن أخي ثقة یلومُ
فانّک و الکتاب الی عليٍّ | کـد ابـغةٍ وقد حلم الأدیمُ

[خبردار، معاویہ بن حرب کو ایک لائق اعتماد بھائی کی طرف سے خط پہنچا دو جو ملامت

کررہا ہے۔ آپ اور علیؓ کی طرف لکھنا ایسے ہے جیسے چمڑا رنگنے والی عورت ہو اور کھال کو کیڑا لگ چکا ہو]

جنگِ صفین

ابوبکر بن شیبہ نے کہا: علیؓ بن ابی طالب ۹۵ ہزار کا لشکر لے کر معاویہؓ کا مقابلہ کرنے کے لیے کوفہ سے نکلے، جب کہ معاویہ شام سے اسی ہزار سے کچھ زیادہ فوج کے ساتھ نکلے۔ صفین میں آمنا سامنا ہوا۔ علیؓ کا لشکر الزحزحة کہلاتا تھا اپنی تیز حرکت کی وجہ سے اور معاویہؓ کا لشکر اسلحہ اور زرہوں سے سیاہ ہونے کی بنا پر الخضریة کہلاتا تھا۔

ابوالحسن نے کہا: جنگ صفین کے سب دن فریقین کے لیے یکساں رہے، کسی فریق کو شکست نہ ہوتی تھی سوائے محافظ دستے کے پھر پلٹ کر حملہ کر دیتے تھے۔ علیؓ کا منادی ہر روز نکلتا اور اعلان کرتا: لوگو، کسی زخمی کو قتل نہ کیا جائے، بھگوڑے کا تعاقب نہ کیا جائے، کسی مقتول سے اس کا سامان نہ اتارا جائے، جو ہتھیار رکھ دے اس کے لئے امان ہے۔

ابوالحسن نے کہا: معاویہؓ جنگ صفین کے لیے علیؓ کے مقابلہ کے لیے نکلے تو اہل شام نے آپ کی بیعت خلافت نہ کی تھی البتہ عثمان کی نصرت اور ان کے قصاص کے مطالبہ کے لیے بیعت کی تھی۔ جب حکمین کا جو معاملہ ہونا تھا ہوا تو انہوں نے آپ کی بیعت خلافت کر لی۔ اس پر معاویہؓ نے سعد بن وقاص کے نام درج ذیل خط لکھا، جس میں عثمان کے قصاص کے لئے اپنے ساتھ دینے کی دعوت دی ہے:

''سلام علیک! امابعد، عثمانؓ کی نصرت کے سب سے بڑھ کر ذمہ دار قریش سے اہل شوریٰ ہیں جنھوں نے شہید کے حق کو ثابت کیا اور دوسروں کے مقابلہ میں آپ کو چنا۔ طلحہ اور زبیر نے بھی آپ کی مدد کی ہے۔ وہ دونوں اس امر میں اور شوریٰ میں آپ کے ساتھی اور اسلام میں آپ جیسے ہیں۔ اسی خاطر ام المومنین خستہ حال ہوئی ہیں۔ لہٰذا یہ حضرات جس پر خوش ہیں

اس سے آپ ناخوش نہ ہوں اور جو انہوں نے قبول کیا ہے اسے رد نہ کریں۔ ہم تو صرف اتنا چاہتے ہیں کہ ہم اسے (خلافت) کو مسلمانوں کے درمیان شوریٰ سے واپس کریں، والسلام۔''

سعدؓ نے آپ کو یہ جواب بھیجا:

''امابعد، عمرؓ نے شوریٰ میں صرف اسی کو داخل کیا جس کے لیے خلافت حلال ہو۔ کوئی شخص خلافت کا اس وقت تک اہل نہیں ہوسکتا جب تک ہم اس پر متفق نہ ہوجائیں۔ علیؓ میں وہ خصوصیات تھیں جو ہم میں تھیں اور ہم میں وہ خصوصیات نہ تھیں جو علیؓ میں تھیں، لہٰذا اگر علیؓ خلافت طلب نہ کرتے اور گھر میں بیٹھ جاتے تو بھی عرب انہیں تلاش کرتے خواہ وہ یمن کے دور دراز علاقے میں ہو۔ ہم نے اس معاملہ کی ابتداء اور انتہاء کو ناپسند کیا ہے۔ اگر طلحہ و زبیر گھروں میں رہتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ام المومنین کے اقدام کی مغفرت فرمائے۔''

معاویہؓ نے قیس بن سعد بن عبادہ کو لکھا:

''امابعد، تو یہودی بن یہودی ہے۔ اگر فریقین میں سے تیرا پسندیدہ کامیاب ہوا تو وہ تجھے معزول کردے گا اور تیری جگہ کسی اور شخص کو لائے گا اور اگر تیرا ناپسندیدہ فتح مند ہوا تو وہ تجھے قتل کرے گا اور نشان عبرت بنائے گا۔ تیرے باپ نے اپنی کمان کی تانت کھینچی تھی اور اپنے ہدف پر تیراندازی کی تھی، مگر اس نے شگاف زیادہ کردیا اور نشانہ چوک گیا۔ لہٰذا اس کی قوم نے اسے بے یارومددگار چھوڑ دیا، اس کا وقت آخر آپہنچا۔ پھر وہ حوران میں وطن سے دور بے کسی کی موت مرا۔''

قیس نے آپ کو یہ جواب دیا:

''امابعد، آپ بت پرست ہیں، بت پرست کے بیٹے ہیں آپ اسلام میں مجبوراً داخل ہوئے ہو اور خوشی سے اسلام سے باہر نکلے ہو۔ نہ آپ کا ایمان بڑھا، نہ منافقت کم ہوئی۔ ہم اس دین کے مددگار ہیں جس سے آپ نکلے ہیں اور ہم اس دین کے دشمن ہیں جس میں آپ داخل ہوئے ہیں، والسلام۔''

[1] یہ حضرت معاویہؓ کی فوج کا جھنڈا تھا۔ (ن س ظ)

علیؓ نے جنگ صفین میں اپنی فوج سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''لوگو، موت طلب کرنے والی ہے کوئی بھاگنے والا اسے عاجز نہیں کرسکتا، اور کوئی ٹھہرنے والا اس سے بچ نہیں سکتا۔ آگے بڑھو اور بزدلی نہ دکھاؤ، موت سے کوئی مفر نہیں۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں فرزندِ ابوطالب کی جان ہے تلوار کا وار بستر کے موت سے زیادہ آرام دہ ہے۔ لوگو، تلواروں کا سامنا اپنے چہروں سے کرو، نیزوں کو اپنے سینوں سے روکو، میرا اور آپ کا ہدف سرخ پرچم ہے۔''

ایک عراقی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ''میں نے آج کی مانند کسی مقرر کو تقریر کرتے نہیں سنا۔ وہ ہمیں حکم دے رہا ہے کہ ہم تلوار کو چہروں سے اور نیزوں کو اپنے سینوں سے روکیں۔ وہ ہم سے ایک ایسے جھنڈے کا وعدہ کررہا ہے کہ ہمارے اور اس کے درمیان ایک لاکھ تلواریں حائل ہیں۔''

ابوعبیدة نے التاج میں کہا: علیؓ نے جنگ صفین میں بکر کی سرداری حضین بن المنذر بن الحارث بن وعلة کو سونپی۔ اس کے قبیلے کو اس کے ماتحت کردیا۔ اس کے پاس ایک سیاہ جھنڈا تھا جب وہ آگے بڑھتا تو اس کا سایہ لہرایا۔ صفین کا کوئی فوجی بھی اس کی پھڑپھڑاہٹ سننے سے دور نہ تھا۔ حضین کے بارے میں علیؓ نے فرمایا:

لمن رأیةُ سوداءُ یخفق ظِلُّها	اذا قیل قدِّمها حضینُ تقَدَّما
یقدُّمها فی الصفّ حتی یزیرها	حیاض المنایا تقطر السُّمُّ والدما
جزی الله عنّی والجزاءُ بکفه	ربیعةَ خیراً ، ماأعفّ وأکرما

[کالا جھنڈا کس کا ہے؟ اس کا سایہ حرکت کرتا ہے۔ جب کہا جاتا ہے اسے آگے بڑھاؤ تو حضین اسے آگے بڑھاتا ہے۔ وہ میدان جنگ کی صف میں لے کر اسے آگے بڑھتا ہے حتی کہ اسے موت کے حوضوں پر، جو زہر اور خون اگلتے ہیں، لے جاتا ہے۔ اللہ میری طرف سے ربیعہ کو بہترین جزا دے اور جزا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ حضین کتنا پاکدامن اور معزز ہے]

ہمدان نے بھی صفین میں خوب پامردی دکھائی۔ان کے بارے میں علیؓ نے فرمایا:

لهمدان اخلاق و دينٌ يزينهم وبأس اذا لاقوا وحُسن كلام

فلو كنت بوابا على باب جنّةٍ لقلاتُ لهمدان ادخلو ابسلامٍ

[ہمدان کا اخلاق اور دین انہیں زینت بخشتا ہے۔جنگ کے وقت ان کی بہادری اور حسن گفتار انہیں زیب دیتی ہے۔اگر میں جنت کے دروازے پر دربان ہوتا تو میں ہمدان سے کہہ دیتا، سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ]

ابوالحسن نے کہا: علی بن ابی طالب جنگ صفین کی ہر صبح کچھ شہ سواروں کے ساتھ نکلتے۔دونوں لشکروں کے مابین رکتے اور پھر اعلان کرتے: ''اے معاویہ، کیوں بندوں کو مروا رہا ہے، تم میری طرف نکلو، میں تمہاری طرف نکلتا ہوں۔ہم مقابلہ کرتے ہیں جو غالب آئے، حکومت اسی کی ہو۔'' اس پر عمروؓ بن العاص نے معاویہ سے کہا: ''اس آدمی نے آپ کے ساتھ انصاف کی بات کی ہے۔'' معاویہ نے جواب دیا: ''اے عمرو، ان کی مراد آپ ہیں۔اللہ کی قسم، میں آپ سے راضی نہیں ہوں گا جب تک کہ آپ علیؓ سے انفرادی مقابلہ نہیں کرتے۔'' چنانچہ وہ بھیس بدل کر علیؓ سے مقابلہ کرنے نکلے۔جب علیؓ نے انہیں تلوار سے ڈھانپ لیا تو انہوں نے اپنے آپ کو زمین پر گرالیا اور اپنی شرمگاہ کھول دی۔اس پر علیؓ نے ان کے گھوڑے کے منہ پر تلوار ماری اور واپس چلے گئے۔ایک دن کی بات ہے کہ عمرو بن العاص، معاویہؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ انہیں دیکھ کر ہنس پڑے۔اس پر عمروؓ نے کہا: ''اللہ آپ کے دانت ہنسائے۔آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟'' فرمایا: ''آپ کی حاضر دماغی پر ہنس رہا ہوں۔جس دن آپ نے علیؓ سے مقابلہ کیا تھا جب آپ نے اپنی شرمگاہ سے ان کے حملہ سے اپنے آپ کو بچایا۔اللہ کی قسم، آپ کا سامنا ایک شریف محسن سے پھر ہوا۔اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ آپ کی ران کی جڑ کو نیزے سے چیر دیتا''۔عمروؓ بن العاص نے کہا: ''اللہ کی قسم، میں آپ کے دائیں طرف تھا جب انہوں نے آپ کو مقابلہ کی دعوت دی تھی۔آپ کی آنکھیں پھر گئی تھیں، آپ کا پھیپھڑا پھول گیا تھا اور آپ کی وہ حالت ہوئی تھی جسے میں آپ کے سامنے بیان کرنا نہیں چاہتا۔''

علیؓ کے سامنے عمروؓ بن العاص کا تذکرہ ہوا تو علیؓ نے ان کے بارے میں کہا:
''حیرت ہے ابن نابغہ پر، وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس سے مل کر خوش طبعی و دل لگی کرتا ہوں۔ سب سے بری بات جھوٹی ہوتی ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ وہ مانگتا ہے لپٹ کر، جب اس سے مانگا جاتا ہے تو کنجوسی کرتا ہے۔ جب میدان جنگ گرم ہوجاتا ہے اور تلواریں مردوں کی کھوپڑیاں اڑانے لگتی ہیں، تو اسے صرف یہ فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ اپنے کپڑے اتارے اور اپنی شرمگاہ کے ذریعے لوگوں سے اپنا آپ بچائے۔ اللہ اسے تنگ کرے اور رنجیدہ کرے۔''

(حضرت) عمارؓ بن یاسر کی شہادت:

عتبی نے کہا: ''جب صفین میں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا تو معاویہؓ کی نظر ہاشم بن عتبہ پر پڑی جسے المرقال کہا جاتا ہے، نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے ارقل لیمون۔ یہ بھینگا تھا، اس کے ہاتھ میں جھنڈا تھا اور وہ کہہ رہا تھا:

اعور یبغی نفسه محلًّا قدعالج الحیاةَ حتّی مَلّا

لابـد ان یَـفـلَّ أویـفـلا

[بھینگا اپنی جان کے لئے جگہ چاہتا ہے وہ زندگی گزار کر اکتا چکا ہے۔ ضروری ہے کہ وہ شکست دے یا شکست کھائے]

اس پر معاویہؓ نے عمروؓ بن العاص سے کہا: ''اے عمرو یہ مرقال ہے۔ اللہ کی قسم اگر اس نے جھنڈے کے ساتھ پیش قدمی کی تو یہ اہل شام کا طویل ترین دن ہوگا لیکن میں کالی کے بیٹے کو (مراد عمارؓ) اس کے ساتھ دیکھ رہا ہوں۔ اس میں لڑائی کے لئے تیزی ہے اور مجھے امید ہے کہ اس کی یہ تیزی ہی اسے ہلاکت کی طرف لے جائے گی۔''

عمارؓ کہنے لگے: ''ابو عتبہ آگے بڑھو'' وہ کہتا: ''اے ابوالیقظان، میں آپ کی نسبت لڑائی سے زیادہ واقف ہوں۔ آپ مجھے جھنڈے کے ساتھ آہستہ آہستہ چلنے دیں۔'' مگر جب عمارؓ نے اسے تنگ کیا تو وہ آگے بڑھا۔ معاویہ نے گھوڑ سواروں کو بھیجا، انہوں نے عمارؓ کو شہید کر دیا۔

عمارؓ کی شہادت کو اہل شام ''فتح الفتوح'' کہتے تھے۔

ابوبکر بن ابی شیبہ نے یزید بن ہارون سے، انہوں نے عوام بن حوشب سے، انہوں نے اسود بن مسعود سے اور انہوں نے حنظلہ بن خویلد سے روایت کی، کہا: ''میں معاویہؓ کے پاس بیٹھا تھا جب آپ کے پاس دو آدمی عمارؓ کے سر کے بارے میں جھگڑا کرتے ہوئے، ان میں سے ہر ایک کہہ رہا تھا: ''میں نے اسے شہید کیا ہے،'' عبداللہ بن عمرو بن العاص نے ان سے کہا: ''تم دونوں میں سے کوئی ایک اپنے آپ کو اپنے ساتھی کے لیے چھوڑ دے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ عمارؓ سے فرما رہے تھے، تجھے ایک باغی ٹولہ شہید کرے گا۔''

ابوبکر بن ابی شیبہ نے ابن علیہ سے انہوں نے ابن عون سے، انہوں نے حسن سے اور انہوں نے ام سلمہ سے روایت کی، کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔''

ابوبکر نے کہا: ہم سے علی بن حفص نے ابومعشر سے بواسطہ محمد بن عمارہ بیان کیا، کہا: میرے دادا خزیمہ بن ثابت جنگ صفین میں مسلسل اپنے ہتھیاروں کو روکے رہے حتیٰ کہ عمارؓ شہید ہوگئے۔ جونہی ان کی شہادت ہوئی دادا نے اپنی تلوار بے نیام کی اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ''عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔'' پھر وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہوگئے۔

ابوبکر نے غندر سے، انہوں نے شعبہ سے، انہوں نے عمرو بن مرہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن سلمہ سے راویت کی ہے، کہا: میں نے جنگ صفین میں عمارؓ کو دیکھا۔ آپ لمبے سخت گندم گوں تھے۔ ہاتھ میں حربہ پکڑ رکھا تھا اور ہاتھ کانپ رہا تھا۔ آپ فرما رہے تھے: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں نے اس حربہ کے ساتھ، رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تین بار لڑائی لڑی ہے اور اب یہ چوتھی بار ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم، اگر دشمن ہمیں مار مار کر سعفاتِ ہجر (ایک جگہ کا نام) تک پہنچادیں تو ہی مجھے معلوم ہوگا کہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر۔ اللہ کے بندو، صبر سے کام لو۔ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔''

ابوبکر بن ابی شیبہ نے وکیع سے، انہوں نے سفیان سے، انہوں نے حبیب سے اور

انہوں نے ابوالبختری سے روایت کی، کہا: جب جنگ صفین میں لڑائی نے شدت اختیار کی تو عمارؓ نے دودھ منگوایا اور نوش فرمایا اور پھر کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا: ''دنیا میں جو تم آخری مشروب پیو گے وہ دودھ ہوگا۔''

ابوذرؒ نے محمد بن یحییٰ سے، انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے اپنے والد سے بواسطہ اپنی دادی ام سلمہ (نبی کریم ﷺ کی زوجہ) روایت کی ہے، کہا: جب آپؐ نے مدینہ میں اپنی مسجد تعمیر کی تو آپ نے اینٹیں بنانے اور دیگر تعمیری سامان تیار کرنے کا حکم دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اٹھے، اپنی چادر بچھائی۔ جب مہاجرین و انصار نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنی چادریں بچھائیں (اور ان پر اینٹیں رکھیں پھر اٹھائیں) یہ حضرات کام کرتے اور رجزیہ شعر پڑھتے تھے وہ کہتے:

لئن قعدنا والنبی یعملُ ذاکَ إذاً لعملُ مُضَلَّلُ

[اگر ہم بیٹھے رہیں اور نبی کام کریں تو یقیناً ہماری یہ نامعقول حرکت ہے]

عثمانؓ بہت صفائی پسند اور نفاست طبع انسان تھے۔ اینٹیں اٹھاتے تو انہیں اپنے لباس سے ہٹا کر رکھتے۔ جب اینٹیں رکھتے تو اپنے ہاتھ جھاڑتے اور اپنے لباس پر نظر ڈالتے۔ اگر کپڑوں پر مٹی لگی ہوتی تو اسے جھاڑتے، علیؓ نے انہیں دیکھا تو یہ شعر پڑھے:

لایستوی من یعمر المساجدا یَدأبُ فیھا راکِعاً وساجِدًا

وقائماً طوراً وطوراً قاعِدا ومن یُری عن التراب حائِدا

[مسجدوں کو تعمیر کرنے والا اور اس میں باقاعدگی سے رکوع و سجود کرنے والا کبھی بیٹھنے والا اور کبھی کھڑا ہونے والا اور وہ شخص جو مٹی کی وجہ سے کنارہ کشی کرتا ہے اور ایک طرف ہو جاتا ہے یہ دونوں یکساں نہیں ہو سکتے]

عمارؓ بن یاسر نے یہ شعر سنے تو وہ بھی انہیں پڑھنے لگے، انہیں نہیں معلوم تھا کہ ان میں کس کی طرف اشارہ ہے؟ عثمانؓ نے نہیں سنا تو کہا: ''میں خوب سمجھتا ہوں کہ تو کس کی تعریض کر رہا ہے۔'' ان کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی کہا: ''تم باز رہو گے یا میں اس چھڑی سے

تمہارے منہ پر ماروں۔'' نبی کریم ﷺ ایک دیوار کے سائے تلے بیٹھے تھے، آپ نے سنا تو فرمایا: ''عمار تو میری آنکھوں اور ناک کے درمیان کا ٹکڑا ہے۔ کون اس تک پہنچ سکتا ہے؟ پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اسے آنکھوں کے درمیان رکھا۔ لوگ باز آئے اور عمار سے کہا: رسول اللہ ﷺ آپ کی وجہ سے ناراض ہوئے ہیں۔ ہمیں خطرہ ہے کہ ہمارے بارے میں قرآن مجید کی آیات اتریں۔'' عمارؓ نے فرمایا: ''آپ میری وجہ سے ناراض ہوئے ہیں تو میں ہی آپؐ کو خوش کرتا ہوں۔'' چنانچہ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی: ''یا رسول اللہؐ، میرے اور صحابہ کے مابین کیا ہے؟'' فرمایا: ''تمہارے اور ان کے مابین کیا ہو گیا ہے؟'' کہا: ''وہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ خود تو ایک ایک اینٹ اٹھاتے ہیں اور مجھ پر دو دو اینٹیں رکھتے ہیں۔'' حضورؐ نے عمارؓ کو لیا اور ان کے ساتھ مسجد میں گھومے۔ ان کے چہرے سے خاک صاف کرتے اور فرماتے: ''اے سمیہ کے بیٹے، تجھے میرے صحابہ قتل نہیں کریں گے، لیکن تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔''

جب آپ صفین میں شہید ہو گئے اور یہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن عاص نے روایت کی تو معاویہؓ نے کہا: ''ان لوگوں نے (یعنی علیؓ اور ان کے ساتھیوں نے) اسے شہید کیا ہے کیونکہ وہی اسے قتل کی طرف نکال کر لائے ہیں۔'' جب یہ بات علیؓ تک پہنچی تو فرمایا: ''ہم نے حمزہ کو بھی شہید کیا تھا کیونکہ ہم نے انہیں نکالا تھا۔''

جنگ صفین کا کچھ بیان:

ابوالحسن نے کہا: ''جنگ صفین کے تمام دن یکساں تھے، کسی فریق کو شکست نہ ہوئی سوائے محافظ دستے کے کہ وہ پھر حملہ کر دیتے تھے۔'' ابوبکر بن ابی شیبہ نے کہا: ''جنگ صفین میں ستر ہزار آدمی مارے گئے۔ پچاس ہزار شامی اور بیس ہزار عراقی۔'' جنگ صفین کے خاتمہ پر عمرو بن عاص نے کہا:

ثبت الحربُ فاعددتُ لها   مشرف الحارکِ محبوکَ الثبج

یــصــلُ الشـــر بشـــر فـــاذا　　وثـب الـخيـلُ من الشر مَعَج
جــر شـع أعـظـمــه جفـر تــه　　فــاذا ابتـلَّ مـن الـمَـاءِ خَـرَج

[جنگ چھڑی تو میں نے اس کے لیے ایک طاقتور و مضبوط گھوڑا تیار کیا جس کو مونڈھے کا بالائی حصہ بلند ہے۔ یہ گھوڑا لڑائی کو لڑائی سے ملاتا ہے، جب لڑائی کی وجہ سے گھوڑے تیزی سے اچھلنے لگتے ہیں۔ اس کا سینہ بڑا ہے، اس کا وسط بڑا ہے۔ جب پانی سے بھیگتا ہے تو نکلتا ہے]

عبداللہ بن عمرو بن عاص نے کہا:

فإن شهدت جمل" مقامي و مشهدي　　بـصفين يوماً شابَ منها الذّوائبُ
عشية جـاء أهـلُ الـعـراق كأنهم　　سـحابُ خريف صفعته الجنائبُ
وجـئـنـاهـم تـتـرى كـأنّ صفوفنا　　مـن الـبـحـرِ مَـدُّ مـوجُـه متراكب
اذا قـلـتُ قدولّوا سراعاً بدت لنا　　كتـائبُ منهم فارْ حجنّت كتائبُ
فـدارت رحانا واستدارت رحاهمُ　　سراة الـنـهـار مـاتـولّى المناكب
وقـالـوالـنـا: إنـا نـرى أن تبـايعوا　　عَـلِيّـا فـقلنا: بل نرى أن نضاربُ

[اگر نوجوان جنگ صفین کے ایک دن میرے مقام و منظر کا مشاہدہ کرتے تو ان کی زلفیں سفید ہو جاتیں۔ اس شام جب اہل عراق یوں آئے۔ جیسے وہ موسم خریف کے بادل ہوں جنہیں گرم ہوا نے پھاڑ ڈالا ہو۔ ہم ان کے پاس پے در پے یوں پہنچے گویا ہماری صفیں سمندر کی مد ہیں جس کی لہر تہ بہ تہہ ہے۔ جب میں کہتا کہ یہ لوگ جا چکے ہیں تو فوراً ہی ان میں سے کچھ لشکر ہمارے سامنے نمودار ہوتے اور کچھ لشکر پھیل جاتے۔ دن کی بلندیوں پر ہماری چکی گھومی اور ان کی چکی بھی گھوم کر پہلی جگہ لوٹ آئی جیسے کندھوں کو پھرا جاتا ہے۔ انہوں نے ہمیں کہا: ''ہماری رائے یہ ہے کہ تم لوگ علی کی بیعت کرلو''۔ ہم نے کہا: ''ہماری رائے یہ ہے کہ ہم باہم لڑیں'']

شیعوں کے سردار سید حمیری، جس کی تعظیم کے لیے شیعہ کوفہ کی مسجد میں تکیے بچھاتے

تھے، نے کہا:

انّی ادینُ بما دانَ الوصیّ بہٖ　　وشارکت کفّہ کفّی بصفنا

فی سَفْکِ ماسفکت منہا اذا احتُضروا　　وأبرز اللہ للقسط الموازینا

تلک الدِّمآء معاً یاربّ فی عُنقی　　ثم اسقنی مثلہا آمین آمینا

آمینُ! من مثلَھم فی مثلِ حالھم　　فی فتیۃ ہاجرُوا فی اللہِ شارِینا

لیسوا یریدونَ غیر اللہِ رَبّھِمُ　　نِعْمَ المرادُ توخّاہُ المریدُونا

[میں وہی دین رکھتا ہوں جو وصی رکھتے تھے۔ صفین میں آپ کی ہتھیلی سے میری ہتھیلی ملی۔ تاکہ موت کے قریب پہنچنے والوں کا خون بہایا جائے۔ اللہ نے انصاف کے لیے میزان نمایاں کر دیئے۔ اے پروردگار، یہ سب خون میری گردن پر اور پھر انہی کی مانند مجھے اور پلا، آمین، آمین، آمین۔ ان کے حال جیسے کون ہو سکتے ہیں جن نوجوانوں نے اللہ کی خاطر ہجرت کی اور اللہ کی خاطر اپنے آپ کو بیچ ڈالا یہ اپنے رب کے سوا کسی اور کی خوشنودی کا ارادہ نہیں کرتے۔ کتنی بہترین مراد ہے جس کا قصد کرنے والے قصد کرتے ہیں]

نجاشی نے جنگ صفین کے بارے میں شعر کہے اور معاویہؓ کو لکھ بھیجے:

یأیھا الملکُ المبدی عداوتہ　　انظر لنفسکَ أیّ الأ مرِتأ تمرُ

فإن نفستَ علی الاقوام مَجدھُم　　فإ بسط یدیکَ فإن الخیر مُبتَدِر

واعْلم بأنّ علي الخیر من نصرٍ　　ثمّ العرانین لایعلوھُمُ بشر

نعم الفتی انت الّا ان بینکُما　　کماَ تفاضل ضوءَ الشمسِ والقمرُ

وما إ خالکَ اِلّالستَ منتھیاً　　حتی ینالکَ من أظفارہ ظفر

[اے اپنی دشمنی ظاہر کرنے والے بادشاہ اپنے آپ کے بارے میں سوچ کہ تو کسی معاملہ میں مشورہ کرتا ہے۔ اگر تو لوگوں کی شرافت پر ان سے حسد کرتا ہے تو اپنے دونوں ہاتھ پھیلا لے کہ خیر سبقت کرنے والی ہے۔ جان لے کہ علیؓ ان غیرت مندوں اور معزز

لوگوں سے بہتر ہے جن پر انسان غالب نہیں آ سکتا۔ آپ بہترین جوان ہیں مگر آپ دونوں کے مابین وہی فرق ہے جو سورج اور چاند کی روشنی کے مابین ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ باز آنے والے نہیں ہیں جب تک کہ ان (حضرت علی) کی آپ پر فتح نہ ہو]

(حضرت) عمروؓ بن عاص کا کچھ تذکرہ:

سفیان بن عینہ نے کہا: مجھے ابوموسیٰ اشعری نے خبر دی کہا: مجھے حسن نے بتایا، کہا: اللہ کی قسم، معاویہؓ کو معلوم تھا کہ اگر عمروؓ ان کی بیعت نہیں کرتے تو حکومت انہیں مکمل طور پر نہیں ملتی۔ چنانچہ انہوں نے کہا: ''اے عمرو، میری بیعت کیجئے۔'' کہا: ''کیوں؟ کیا آخرت کے لیے؟ اللہ کی قسم، آپ کے ساتھ آخرت نہیں ہے؟ یا دنیا کے لیے؟ پس اللہ کی قسم، جب تک میں دنیا میں آپ کے ساتھ شامل نہیں ہو جاتا میں آپ کا ساتھ نہ دوں گا۔'' فرمایا: ''آپ اس میں میرے ساتھ شامل ہیں۔'' کہا: ''میرے لیے مصر اور اس کا علاقہ لکھ دیجئے۔'' چنانچہ معاویہؓ نے ان کے لیے مصر اور اس کا علاقہ لکھ دیا اور دستاویز کے آخر میں لکھا: ''عمرو پر سمع و طاعت ہے۔'' عمروؓ نے کہا: ''لکھیے: سمع و طاعت اس کی شرط میں کمی نہ کرے گا۔'' معاویہؓ نے کہا: ''لوگ اسے نہیں دیکھیں گے۔'' عمروؓ نے کہا: ''نہیں آپ ضرور دیکھیں'' چنانچہ معاویہؓ نے یہ الفاظ لکھے اور اسے تحریر کیے بغیر چارہ کار نہ پایا۔

عتبہ بن ابوسفیان معاویہؓ کے پاس گیا تو وہ مصر کے بارے میں عمروؓ سے بات کر رہے تھے۔ عمروؓ ان سے کہہ رہے تھے: اس کے لیے میں نے اپنے دین پر آپ کی بیعت کی ہے۔'' عتبہ نے کہا: ''اس شخص پر اس کے دین کی وجہ سے اعتماد کیجئے۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک ہیں۔''

عمروؓ نے معاویہ کے نام یہ اشعار لکھے بھیجے:

مُعاويَ لا اعطيکَ ديني ولم أنلْ ... به مِنکَ دُنيا ، فانظُرن کيف تصنُع؟
وماالدين والدنيا سواء'' وانني ... لآخذُ ماتعطي ورأسي مقنَّعُ

فإن تعطني مصراً فأربح صفقةٍ　　أخذتَ بها شيخاً يضرّ وينفعُ

[اے معاویہ، میں آپ کو اپنا دین نہ دوں گا اور نہ ہی اس کے ذریعہ آپ سے دنیا حاصل کی۔ دیکھئے کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ دین اور دنیا برابر نہیں ہیں، آپ جو عطا کرتے ہیں وہ میں لے لیتا ہوں اور میرا سر تسلیم خم ہے۔ اگر آپ مجھے مصر دیں تو میں اس سودے سے نفع اٹھاؤں گا۔ جس کے ذریعہ آپ نے ایک نفع رسان اور نقصان دہ بوڑھے کو لے لیا]

کہا: جب عمروؓ بن عاص مصر آئے، معاویہ نے انہیں لالچ کے طور پر مصر دیا اور انہوں نے علیؓ کے سلسلہ میں معاویہؓ کا ساتھ دیا تو عمرو بن عاص نے ان سے کہا: ''اللہ کی قسم، آپ کے علاقے میں ایک اہم شریف آدمی ہے کہ وہ اگر آپ کا ساتھ دے تو آپ اس کے ذریعہ لوگوں کے دل اپنی طرف مائل کر سکتے ہیں اور وہ ہے عبادۃؓ بن صامت۔ آپ نے انہیں بلوا بھیجا، جب وہ تشریف لائے تو انہیں اپنے اور عمروؓ بن عاص کے مابین جگہ دی۔ چنانچہ وہ ان دونوں کے درمیان بیٹھ گئے۔

اب معاویہؓ نے اللہ کی حمد و ثناء کی۔ عبادۃؓ کی فضیلت اور اسلام میں سبقت کا تذکرہ کیا۔ عثمانؓ کی فضیلت اور ان پر جو بیتی بیان کی، عبادۃؓ کو اپنا ساتھ دینے کے لیے آمادہ کیا۔'' عبادۃؓ نے فرمایا: ''جو آپ نے کہا وہ میں نے سنا۔ کیا آپ دونوں حضرات جانتے ہیں کہ میں آپ دونوں کے درمیان کیوں بیٹھا؟'' وہ بولے: ''نہیں، آپ اپنی فضیلت، شرافت اور اسلام میں سبقت کی وجہ سے ہمارے درمیان بیٹھے ہیں۔'' کہا: ''نہیں، اللہ کی قسم، میں اس لیے آپ دونوں کے درمیان نہیں بیٹھا اور نہ ہی آپ دونوں کے درمیان بیٹھنے والا تھا۔ لیکن ہم ایک بار تبوک کے مجاہدین کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ چل رہے تھے جب حضورؐ نے آپ دونوں کو دیکھا کہ تم دونوں چل رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے تو حضورؐ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''جب تم ان دونوں کو دیکھو کہ اکٹھے ہیں تو انہیں الگ الگ کر دو۔ یہ دونوں کبھی خیر پر یکجا نہ ہوں گے۔ میں تم دونوں کے اکٹھے بیٹھنے میں حائل ہوا ہوں۔ باقی آپ نے مجھے جو ساتھ

دینے کی دعوت دی ہے۔ تم دونوں کا جو دشمن ہے وہ تمہارے دشمنوں سے بھی سخت ترین ہے۔ اور میں اس دشمن کے تعاقب میں تمھارے پیچھے چھپا ہوں۔ جب بھی آپ لوگ کسی بات پر متفق ہوں گے تو میں اس میں مداخلت کروں گا۔''

حکمین کا معاملہ

ابوالحسن نے کہا: جب جنگ صفین کا شدید ترین دن، یوم الہریر، تھا تو اہل عراق نے اہل شام پر حملہ کر کے انہیں ان کے مراکز سے ہٹا دیا حتی کہ معاویہؓ کے خیمے تک جا پہنچے۔ انہوں نے اپنا گھوڑا منگوایا اور شکست کھانے کا قصد کر لیا۔ پھر عمروؓ بن عاص کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے کہا: ''آپ کے پاس کیا تجویز ہے؟'' کہا: ''آپ قرآن مجید کے بارے میں حکم دیں کہ نیزوں پر بلند کیا جائے اور کہا جائے: یہ اللہ کی کتاب ہے جو ہمارے اور آپ کے درمیان فیصلہ کرے گی۔'' جب اہل عراق نے قرآن مجید کے نسخے دیکھے تو وہ رک گئے اور آپس میں اختلاف کیا۔ بعض نے کہا: ہم ان سے اللہ کی کتاب کو حکم بنانے کے لیے کہتے ہیں۔ بعض نے کہا: ہم ایسا نہیں کریں گے، کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ ہم حق پر ہیں، ہمیں اپنے برحق ہونے میں کوئی شک نہیں۔

پھر سب نے تحکیم پر اتفاق کر لیا۔ علیؓ نے ابوالاسود الدؤلی کو حکم بنانے کا فیصلہ کیا مگر لوگوں نے انکار کیا۔ ابن عباسؓ نے کہا: مجھے حکم بنائیے۔ اللہ کی قسم، میں آپ کے لیے نہ ٹوٹنے والی رسی بنوں گا۔ نہ درمیان سے شکست ہوگی نہ اس کے کنارے پھیلیں گے۔'' علیؓ نے فرمایا: ''میں تمہارے اور معاویہ کے مکر میں آنے والا نہیں۔ میں اسے تلوار کے سوا کچھ نہ دوں گا۔ حتی کہ حق اس پر غالب آجائے گا۔'' ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم، وہ آپ کو تلوار کے سوا کچھ نہ دے گا حتی کہ آپ پر باطل غالب آجائے گا۔'' فرمایا: ''یہ کیوں ہوگا؟'' کہا: ''کیوں کہ آج آپ کی اطاعت کی جاتی ہے اور کل آپ کی نافرمانی ہونی ہے۔ جب کہ معاویہ کی اطاعت کی جاتی ہے، نافرمانی نہیں۔''

جب علیؓ کے ساتھی ادھر ادھر گئے تو فرمایا: ''ابن عباس کی کیا بات ہے وہ تو غیب کو باریک پردے سے دیکھ لیتا ہے۔''

کہا: جب لمبی ٹوپیوں والے۔ یہ علیؓ کے ساتھیوں میں سے سرکردہ تھے۔ ابوموسیٰ اشعریؓ کو حکم بنانے پر متفق ہوگئے۔ یہ بھی لمبی ٹوپی والے تھے، تو انہوں نے کہا: ''ہم ان کے سوا کسی اور کو حکم تسلیم نہ کریں گے۔ چنانچہ علیؓ نے انہیں آگے کیا، جب کہ معاویہؓ نے عمروؓ بن العاص کو آگے کیا۔ اس موقعہ پر معاویہؓ نے عمروؓ سے کہا: ''آپ کا واسطہ ایک ایسے انسان سے پڑا ہے جو کثیر الکلام اور کوتاہ رائے ہے، لہٰذا اپنی پوری عقل سے اسے نشانہ نہ لگانا۔''

ان دونوں کی ملاقات کی ایک جگہ متعین ہوئی۔ عمروؓ بن عاص نے تین دن تک مہلت دی۔ پھر آئے تو اپنے ساتھ ایسے ایسے کھانے لائے جو ابوموسیٰ کو پسند تھے۔ جب ابوموسیٰ خوب سیر ہوگئے تو عمروؓ نے ان سے مذاکرات کرتے ہوئے کہا: اے ابوموسیٰ آپ اصحاب محمد ﷺ کے بزرگ ہیں، آپ صاحب فضیلت اور اسلام میں سبقت کرنے والے ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ امت کس اندھے فتنے میں گرچکی ہے کہ اس فتنے کے ہوتے ہوئے امت کی بقا خطرے میں ہے۔ کیا آپ اس امت کے مبارک شخص نہیں بننا چاہتے تاکہ اللہ آپ کے ذریعے خون ریزی سے امت کو بچائے۔ وہ ایک جان کے بارے میں فرماتا ہے: ومن احیاھا فکأنما أحیا الناسَ جمیعا[1] تو کیا شان ہوگی جس نے اس پوری مخلوق کی جانوں کو زندہ کیا۔

کہا: ''یہ کیسے ہوگا؟'' کہا: ''آپ علی بن ابی طالب کو معزول کریں اور معاویہ بن ابی سفیان کو معزول کرتا ہوں، پھر ہم اس امت کے لیے ایسا شخص چنیں گے جو فتنہ میں بالکل شامل نہ ہو اور نہ اس نے فتنے میں اپنا ہاتھ ڈبویا۔'' کہا: ''وہ کون ہوگا؟''

عمروؓ بن عاص، ابوموسیٰ اشعری کی رائے عبداللہ بن عمر کے بارے میں جان چکے تھے، اس لیے انہیں جواب دیا: ''عبداللہ بن عمر۔'' ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا: ''بات تو آپ کی

[1] جس نے اسے زندگی دی اس نے گویا تمام لوگوں کو زندگی بخشی۔ (مائدہ: ۳۲)

[2] اللہ کے ذکر سے ہی لوگوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ (الرعد: ۲۸)

درست ہے، لیکن مجھے آپ پر اعتماد کیسے ہوگا؟'' کہا: اے ابوموسیٰ، الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ۔ آپ اپنے اطمینان کے لیے جو چاہیں عہد و پیمان لے لیں۔'' پھر عمرو بن عاص نے نہ کوئی عہد و پیمان چھوڑا نہ قسم چھوڑی۔ حتی کہ بزرگ صحابی حیران ہو گئے اور ان سے کہہ دیا: میں نے قبول کیا۔''

لوگوں میں منادی لی گئی کہ حکمین کے پاس اکھٹے ہو جاؤ، چنانچہ لوگ اکھٹے ہو گئے۔

عمرؓ نے کہا: ''اے ابوموسیٰؓ، آپ اٹھیے اور لوگوں سے خطاب کیجئے۔'' کہا: ''آپ اٹھیں، آپ سب سے بڑے مقرر ہیں۔'' کہا: سبحان اللہ! میں آپ سے پہلے کھڑا ہو جاؤں جب کہ اصحاب محمد کے شیخ و بزرگ ہیں۔ اللہ کی قسم، میں ایسا نہیں کروں گا۔'' کہا: ''ہوسکتا ہے کہ آپ کے دل میں کوئی بات ہو۔'' اب عمرؓ بن عاص نے انہیں زیادہ قسمیں کھا کر یقین دلایا چنانچہ بزرگ اٹھے اور لوگوں سے خطاب کیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، پھر فرمایا:

''لوگو، میں اور میرے دوست اس بات پر متفق ہوئے ہیں کہ میں علی بن ابی طالب کو معزول کروں اور وہ معاویہ بن ابوسفیان کو معزول کریں اور ہم یہ معاملہ عبداللہ بن عمر کے لیے کر دیں۔ اس لیے کہ وہ فتنہ میں شامل نہیں ہوئے اور انہوں نے کسی مسلمان کے خون میں اپنا ہاتھ نہیں ڈبویا۔ یاد رکھو کہ میں نے علی بن ابی طالب کو ایسے ہی معزول کر دیا ہے جیسے میں اپنی اس تلوار کو اتار کر رکھ رہا ہوں۔''

پھر انہوں نے اپنی گردن سے تلوار اتاری اور بیٹھ گئے اور عمرؓ سے کہا: ''آپ اٹھیے''

چنانچہ عمرو بن العاص اٹھے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور کہا:

لوگو، آپ میرے دوست کی رائے سن چکے ہیں۔ انہوں نے آپ کو گواہ ٹھہرایا ہے کہ وہ علی بن ابی طالب کو اس طرح معزول کر رہے ہیں، جیسے وہ اپنی تلوار اتار رہے ہیں۔ میں تمھیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں معاویہ بن ابی سفیان کو اسی طرح برقرار رکھتا ہوں جس طرح میں اپنی تلوار کو برقرار رکھ رہا ہوں۔''

انہوں نے تقریر کے لیے کھڑے ہونے سے پہلے اپنی تلوار اتار کر رکھ دی تھی۔ اب

پھر اسے لے لیا۔ لوگ مضطرب ہوئے اور خارجیوں نے خروج کیا۔ ابوموسیٰ نے عمرو سے کہا:
''اللہ تجھ پر لعنت کرے۔ تیری مثال کتے کی سی ہے اگر حملہ کرو تو بھی وہ زبان لٹکائے رکھتا ہے اور اگر چھوڑ دو تو بھی۔'' عمرو نے کہا: ''اللہ تجھ پر لعنت کرے۔ تیری مثال گدھے کی سی ہے جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہو۔''

ابوموسیٰ اشعری تو اس واقعہ کے فوراً بعد مکہ چلے گئے تاکہ علیؓ سے دور رہیں، انہوں نے قسم اٹھائی کہ وہ کبھی ان سے کلام نہ کریں گے۔ وہ کچھ عرصہ مکہ میں مقیم رہے کہ معاویہؓ نے انہیں یہ خط لکھا:

''سلام علیک! امابعد، اگر نیت ہی غلطی کو دور کرتی ہے تو مجتہد ضرور نجات پائے گا اور طلب معذور ہوگا۔ حق اس کے لیے ہے جو اس کا قصد وارادہ کرتا ہے اور اسے پالیتا ہے، حق اس کے لیے نہیں جس کے لیے پیش کیا جائے اور وہ اسے اختیار نہ کرے۔ جب حکمین نے علیؓ کے خلاف فیصلہ کر دیا تو اب علیؓ کا حکمین پر اختیار باقی نہ رہا۔ مگر لوگوں نے انہیں (حضرت علیؓ) کو آپ کے فیصلہ کے خلاف اختیار کر رکھا ہے۔ لہٰذا آپ بھی ان سے وہی ناپسند کریں جو انہوں نے آپ سے ناپسند کیا ہے۔ آپ شام تشریف لے آیئے، میں آپ کے حق میں علیؓ سے بہتر ہوں۔ ولا قوۃ الا باللہ۔''

ابوموسیٰؓ نے ان کو یہ جواب دیا:

''سلام علیک، مجھ سے علی کے بارے میں نہیں ہوا مگر وہی جو عمرو سے آپ کے بارے میں ہوا۔ سوائے اس کے کہ میرا مقصد اللہ کی رضا تھا اور عمرو کا مقصد آپ کی رضا تھا۔ میرے اور ان کے مابین باہمی رضامندی سے کچھ طے کردہ شرائط اور مشاورت ہوئی تھی۔ مگر جب عمرو نے رجوع کیا تو میں نے بھی رجوع کیا۔ باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ حکمین جب کسی کے بارے میں فیصلہ کر دیں تو اس کا ان پر کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ ایسا بکری، اونٹ اور دینار اور درہم میں تو صحیح ہے مگر جہاں تک اس امت کے معاملہ کا تعلق ہے تو کسی کے لیے روا نہیں کہ جسے امت ناپسند کرتی ہو وہ حکومت کرے۔ حق کو عاجز کی عاجزی اور فاجر کا دھوکا ضائع نہیں کر سکتا۔ باقی رہا آپ کا مجھے

شام کی طرف بلانا تو مجھے ابراہیمؑ کے حرم کو چھوڑ کر کہیں اور جانے میں دلچسپی نہیں۔"

علیؓ کو جب معلوم ہوا کہ معاویہؓ نے ابوموسیٰ اشعری کو خط لکھا ہے تو انہوں نے ابوموسیٰ کو لکھا:

سلام علیک! امابعد، آپ ایک ایسے شخص ہیں جسے خواہش نے گم راہ کر دیا ہے اور غرور نے بہکایا ہے سو جو اللہ سے اپنی لغزش کی معافی چاہتا ہے تو اللہ اسے معاف کر دیتا ہے۔ یہ آپ کا حسن ظن ہے جس نے آپ کو بیت اللہ الحرام میں ٹھہرنے کا پابند کر دیا ہے حالانکہ نہ آپ حج کر رہے ہیں اور نہ وہاں رہائش رکھ رہے ہیں۔ اللہ آپ کی لغزش معاف فرمائے، وہ معاف فرماتا ہے اور غافل نہیں ہوتا اور اس کے نزدیک اس کے سب سے پسندیدہ بندے وہ ہیں جو بہت توبہ کرنے والے ہیں۔" (اس خط کی کتابت سماک بن حرب نے کی)

موسیٰ اشعریؓ نے علیؓ کو یہ خط لکھا:

"سلام علیک! اللہ کی قسم، اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میرے جواب نہ دینے کی وجہ سے جو کچھ آپ کے دل میں ہے وہ مزید بڑھے گا تو میں آپ کو خط کا جواب نہ دیتا۔ کیونکہ آپ کے سامنے میرے پاس کوئی ایسا عذر نہیں جو مجھے نفع دے اور نہ کوئی قوت ہے جو میری حفاظت کرے۔ باقی رہا آپ کا یہ ارشاد کہ میں حج اور قیام کے بغیر کیوں بیت اللہ الحرام میں ٹھہرا ہوا ہوں تو بات یہ ہے کہ میں اہل شام سے کنارہ کش ہوں اور اہل عراق سے الگ ہوں۔ میں ان لوگوں میں رہ رہا ہوں جو میرے قصور کو چھوٹا سمجھتے ہیں جسے آپ لوگ بڑا قرار دیتے ہیں اور میرے حق کو بڑا سمجھتے ہیں جسے آپ لوگ چھوٹا قرار دیتے ہیں، جب کہ آپ لوگوں کے مقابلہ میں میرے لیے کوئی مددگار ہے نہ حامی سرپرست۔"

جب حکمین کا تقرر عمل میں آیا تو علیؓ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "ہم نے اللہ کی کتاب کے ساتھ آپ حضرات کو حکم بنایا ہے لہٰذا آپ اس کو زندہ رکھیں جسے قرآن نے زندہ رکھا ہے اور اسے ماریں جسے قرآن نے مارا ہے۔" جب عمرو بن عاصؓ نے ابوموسیٰ کے خلاف چال چلی تو لوگ علیؓ سے بگڑ گئے، باہم اختلاف کیا، خوارج نے خروج کیا اور کہا:

لاحکم الّا اللہ تو علیؓ ان شعروں کو بطور نمونہ پیش کرنے لگے:

لی زَلّةُ الیکم فاعتذر　　　سوف اکیسُ بَعْدَھا وَاَنْشَمِرْ

وأجمعُ الأمَر الشتیتَ المنتشر

[میری ایک لغزش ہے جس پر آپ لوگوں سے معذرت چاہتا ہوں۔اس کے بعد میں عقل سے کام لوں گا اور محتاط رہوں گا اور پراگندہ ومنتشر معاملہ کو یکجا کروں گا]

ابوالحسن نے کہا: عام الجماعت[1] میں جب ابو الاسود الدؤلی، معاویہ کے پاس آیا۔تو آپ نے اس سے فرمایا: ''اے ابوالاسود، مجھے معلوم ہے کہ علی بن ابی طالب نے آپ کو ایک حکم بنانے کا ارادہ کیا تھا۔اگر آپ حکم بنتے تو آپ کیا فیصلہ کرتے؟'' کہا: ''اگر میں ایک حکم ہوتا تو میں ایک ہزار مہاجر وفرزندانِ مہاجر کو جمع کرتا اور ایک ہزار انصار وفرزندان انصار کو جمع کرتا، پھر میں ان سب سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا، کیا اس معاملہ (حکومت) کے لیے مہاجرین کی اولاد زیادہ حقدار ہے یا طلقا؟'' معاویہ نے فرمایا: ''اللہ تمہارے بھلا کرے اگر تم حکم بنائے جاتے تو کیا زبردست حکم ہوتے۔''

(حضرت) علیؓ اور آپ کے اہل بیت کا حکمین کے بارے میں حجت ودلیل بنانا

ابوالحسن نے کہا: جب حکمین کا معاملہ ختم ہوا اور علیؓ کے حامیوں کی رائے مختلف ہوئی۔تو کسی نے کہا: امیر المومنین اپنے بعض اہل بیت کو کیوں حکم نہیں دیتے کہ وہ اس سلسلہ میں

[1] اسلامی تاریخ میں ۴۱ھ کو عام الجماعۃ یعنی اتحاد کا سال کہتے ہیں کیونکہ اس سال حضرت حسن بن علی، حضرت امیر معاویہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو گئے تھے اور امت دو کے بجائے ایک خلیفہ کے تحت مجتمع ہو گئی تھی۔(ن س ظ)

[2] مراد ہیں ابوموسیٰ اشعری، جن کا نام عبداللہ بن قیس تھا۔(ن س ظ)

گفتگو کریں کیونکہ سردارانِ عرب میں سے ہر ایک کلام کر چکا ہے۔ چنانچہ ایک دن علیؓ منبر پر تھے جب آپ اپنے بیٹے حسنؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اے حسن اُٹھو، اور ان دو آدمیوں کے بارے میں بات کرو یعنی عبداللہ بن قیس۲ اور عمرو بن عاص کے بارے میں۔''
چنانچہ حسن کھڑے ہوئے اور کہا:

''اے لوگو، آپ نے ان دو آدمیوں کے بارے میں بہت گفتگو کی ہے۔ ان کا تقرر اس لیے ہوا تھا کہ یہ خواہش کے بجائے کتاب کے مطابق فیصلہ کریں مگر انہوں نے کتاب کے مطابق نہیں خواہش کے تحت فیصلہ کیا۔ اور جو ایسا ہو اسے حکم نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ محکوم ہے۔ عبداللہ بن قیس نے یہ غلطی کی کہ حکومت کا حقدار عبداللہ بن عمر کو قرار دیا حالانکہ عبداللہ بن عمر نے تین باتوں میں غلطی کی۔ ایک یہ کہ اس نے اپنے والد (یعنی عمر) کی مخالفت کی جب وہ اس کے لیے حکومت پر راضی نہ ہوئے اور نہ اسے اہل شوریٰ میں شامل کیا۔ دوسری یہ کہ اس نے اپنے بارے میں مشورہ نہیں کیا۔ تیسری یہ کہ مہاجرین و انصار اس کے بارے میں متفق نہیں ہوئے یہی لوگ امیر کا تقرر کرتے ہیں اور پھر امارت کے ذریعہ لوگوں پر حکومت کرتے ہیں۔ جہاں تک حکم بنانے کا تعلق ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سعد بن معاذ کو بنو قریظہ کے بارے میں حکم بنایا تو انہوں نے بلاشبہ اللہ کی رضا کے مطابق فیصلہ کیا۔ اگر وہ اللہ کی رضا کی مخالفت میں فیصلہ کرتے تو رسول اللہ ﷺ ان سے راضی نہ ہوتے۔''

اس کے بعد حسنؓ بیٹھ گئے تو عبداللہ بن عباسؓ سے علیؓ نے فرمایا: ''کھڑے ہو جاؤ۔''
چنانچہ وہ اٹھے اور اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

''اے لوگو، حق کے کچھ اہل ہوتے ہیں جو حق کے ساتھ ہم آہنگی و موافقت کرتے ہیں اور یوں حق پر قائم رہتے ہیں۔ کچھ لوگ حق پر راضی اور کچھ حق سے بے رغبت ہوتے ہیں۔ عبداللہ بن قیس کا تقرر ہدایت سے گمراہی اور عمرو کا تقرر گمراہی سے ہدایت پر تھا۔ جب یہ دونوں ملے تو عبداللہ بن قیس نے اپنی ہدایت سے رجوع کر لیا جب کہ عمرو گمراہی پر قائم رہا۔ اللہ کی قسم، اگر دونوں نے درست فیصلہ کیا ہوتا تو عبداللہ اور علی اس کے امام ہوتے اور عمرو اور معاویہ اس

کے امام ہوتے۔اس کے بعد اب پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے اس کا انتظار ہے۔"

اب علیؓ نے عبداللہ بن جعفر سے فرمایا: "اٹھو۔" وہ اٹھے اللہ کی حمد وثناء کی اور فرمایا:

"لوگو، اس معاملہ میں نظر علیؓ کی طرف تھی اور رضا کسی اور کی طرف تھی۔تم لوگ عبداللہ بن قیس لمبی ٹوپی والے کو لے آئے اور تم نے کہا کہ ہم اس کے سوا کسی پر راضی نہیں۔اللہ کی قسم، نہ ہم نے اس کے علم سے استفادہ کیا اور نہ اس سے کسی غائب کا انتظار کیا اور نہ ہی ہم اسے اہل سمجھتے ہیں۔ان دونوں (حکمین) نے اپنے کام سے اہل عراق کو بگاڑا انہیں اور اہل شام کو سنوارا نہیں۔نہ انہوں نے اہل شام کا بھلا کیا، نہ علیؓ کے حق کو بلند کیا اور نہ معاویہ کے باطل کو پست کیا۔کسی جھاڑ پھونک کرنے والے کی جھاڑ پھونک اور شیطان کی پھونک سے حق کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ہم آج اسی حالت میں ہیں جس پر کل تھے۔"

اہل نہروان کے خلاف (حضرت) علیؓ کی حجت واستدلال:

جب اہل نہروان، دیہات والوں اور لمبی ٹوپیوں والوں نے علیؓ سے اختلاف کیا اور ایک گاؤں میں فروکش ہوئے جو حروراء کہلاتا تھا۔یہ جنگ جمل کے بعد کا واقعہ ہے۔تو علیؓ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: "لوگو، تمہارا سربراہ کون ہے؟" انہوں نے جواب دیا: "ابن الکواء۔" فرمایا: "اسے میرے پاس آنا چاہئے۔" چنانچہ وہ آپ کے پاس حاضر ہوا۔علیؓ نے اس سے فرمایا: "اے ابن الکواء، جب لوگ حکمین پر راضی تھے اور کوفہ میں مقیم تھے تو پھر کیوں آپ لوگوں نے ہمارے خلاف خروج کیا؟" کہا: "آپ نے ہمارے ساتھ مل کر دشمن کے خلاف لڑائی کی تو ہمیں اس کے جہاد ہونے میں کوئی شک نہ تھا۔آپ کا یقین تھا کہ ہمارے مقتولین جنت میں جائیں گے اور دشمن کے مقتولین دوزخ میں جائیں گے۔یہی صورت حال

[1] مراد ہے اشعث ابن قیس، جو حضرت علی کی طرف سے حضرت معاویہ کی طرف نمائندہ بن کر گئے تھے۔(ن س ظ)

[2] مراد ہے ابوموسیٰ اشعری، جن کا نام عبداللہ بن قیس تھا۔(ن س ظ)

تھی جب آپ نے ایک منافق کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ۱؎ اور ایک کافر کو حکم بنایا ۲؎۔ اللہ کے حکم میں آپ کے شک ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے مخالفین کو دعوت دیتے ہوئے کہا: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔ اگر میرے خلاف فیصلہ ہوا تو میں آپ لوگوں کی بیعت کرلوں گا اور اگر آپ کے خلاف فیصلہ ہوا تو آپ میری بیعت کرلیں گے۔ اگر آپ کو یقین ہوتا اور شک نہ ہوتا تو آپ کبھی ایسا نہ کہتے۔"

علیؓ نے فرمایا: "اے ابن الکواء، جواب تو فارغ ہونے کے بعد دیا جاتا ہے، کیا آپ فارغ ہوگئے ہیں کہ میں جواب دوں۔" اس نے کہا: "جی ہاں۔" علیؓ نے فرمایا: "آپ کا میری معیت میں دشمن سے لڑانے کے جہاد ہونے میں شک نہ کرنا تو درست ہے اور آپ نے سچ کہا ہے۔ اگر مجھے ان (دشمنوں) کے بارے میں شک ہوتا تو میں ان سے نہ لڑتا۔ باقی رہے ان کے اور ہمارے مقتولین تو ان کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہی کافی ہے، مجھے کچھ کہنے کی حاجت نہیں۔ باقی رہا میرا منافق کو بھیجنا اور کافر کو حکم بنانا تو آپ نے ابن الکواء لمبی ٹوپی والے ابوموسیٰ کو بھیجا اور معاویہ نے عمرو کو بھیجا۔ آپ ہی لمبی ٹوپی والے ابوموسیٰ کو لائے تھے اور کہا تھا: ہم صرف ابوموسیٰ پر راضی ہوں گے۔" ایسا کیوں نہ ہوا کہ آپ میں سے کوئی آدمی کھڑا ہو جاتا اور مجھ سے کہتا: "اے علی! یہ گھٹیا درجہ کی حرکت نہ کرو کہ یہ تو گمراہی ہے۔ جہاں تک معاویہؓ سے میرے یہ کہنے کا تعلق ہے کہ اگر اللہ کی کتاب مجھے آپ کی طرف کھینچے گی تو میں آپ کی پیروی کروں گا اور اگر آپ کو میری طرف کھینچے گی تو آپ میری پیروی کریں گے۔ اب آپ کا یہ کہنا ہے کہ یہ میں نے اپنے موقف کی صداقت کو مشکوک سمجھ کر کہا ہے۔ اب آپ مجھے یہ بتایئے کہ یہودی، نصرانی اور مشرکین عرب اللہ کی کتاب کے زیادہ قریب ہیں یا معاویہ اور اہل شام۔"

کہا: "بلکہ معاویہ اور اہل شام زیادہ قریب ہیں۔"

علیؓ نے کہا: "کیا رسول اللہ ﷺ، اللہ کی کتاب کے بارے میں زیادہ معتمد تھے یا میں؟"

۱؎ اے نبیؐ، ان سے کہو، اچھا تو لاؤ اللہ کی طرف سے کوئی کتاب جو ان سے زیادہ ہدایت بخشنے والی ہو اگر تم سچے ہو، میں اس کی پیروی اختیار کروں گا۔ (القصص: ۴۹)

کہا: ''بلکہ اللہ کے رسولؐ۔''

کہا: ''کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر غور نہیں کیا: قل فأتوا بکتابِ من عنـہ اللہ ھو اَ ھدی منھما ابعہُ ان کنتم صادقین [1] کیا رسول اللہ ﷺ نہیں جانتے کہ کوئی ایسی کتاب نہیں لائی جا سکتی جو قرآن سے بڑھ کر ہدایت بخشنے والی ہو؟'' کہا: ''کیوں نہیں۔'' فرمایا: ''پھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے یہ کیوں فرمایا؟'' کہا: ''انصاف اور اتمام حجت کے لیے۔'' فرمایا: ''میں نے بھی مخالفین کو وہی کچھ کہا ہے جو رسول اللہ نے مخالفین قرآن سے فرمایا تھا۔'' ابن الکواء نے کہا: ''میں نے غلط کہا۔ یہ تو ایک بات ہوئی۔ مزید فرمایئے۔''

علیؓ نے فرمایا: ''آپ لوگوں کی مخالفت کا سب سے بڑا سبب کیا ہے؟'' کہا: ''حکمین کا تقرر؛ ہم نے خوب غور و فکر کیا ہے اور تحکیم کو ہی مشکوک و زیادتی سمجھا ہے۔'' علیؓ نے پوچھا: ''ابو موسیٰ کو کب حکم کہا گیا، جب بھیجا گیا یا جب انہوں نے فیصلہ کیا؟'' کہا: ''جب بھیجا گیا۔'' فرمایا: ''جب وہ بھیجے گئے تو کیا وہ مسلمان نہ تھے، اور آپ کو امید تھی کہ وہ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کریں گے۔'' کہا: ''ہاں۔'' فرمایا: ''لہٰذا انہیں بھیجنے میں کوئی گمراہی نہیں سمجھتا۔'' ابن الکواء نے کہا: ''جب انہوں نے فیصلہ سنایا تو انہیں حکم نام دیا گیا۔'' فرمایا: ''ٹھیک ہے، پھر انہیں بھیجنا عدل ہوا۔ ابن الکواء آپ غور کریں اگر رسول اللہ ﷺ کسی مومن کو مشرک قوم کے پاس بھیجتے کہ وہ انہیں اللہ کی کتاب کی دعوت دے اور وہ مومن جا کر مرتد ہو جائے اور یوں کافر بن جائے تو کیا اس میں اللہ کے نبی کا کچھ قصد ہوگا؟'' کہا: ''نہیں۔'' علیؓ نے کہا: ''اگر ابو موسیٰ گم راہ ہوا ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ کیا میں اس کے فیصلے پر راضی ہوا یا اس کی بات کی تائید کی؟'' ابن الکواء نے کہا: ''نہیں، لیکن آپ نے ایک مسلمان اور کافر کو اللہ کی کتاب کے سلسلہ میں حکم بنایا۔''

علیؓ نے فرمایا: ''ابن الکواء، تیرا ناس ہو جائے۔ کیا عمرو کو معاویہؓ کے سوا کسی اور نے بھیجا ہے؟ میں اسے کیسے حکم بنا سکتا تھا جب کہ اس کا فیصلہ میری گردن زنی ہوتا؟ عمرو سے اس کے صاحب اسی طرح راضی تھے جس طرح تم اپنے صاحب سے راضی تھے۔ مومن اور کافر اللہ

[1] پس ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے۔ (النساء: ۳۵)

کے حکم کے بارے میں فیصلہ کر سکتے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر مومن مرد ایک یہودی یا عیسائی عورت سے شادی کر لے پھر میاں بیوی کو تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو، یہ لوگ اللہ کی کتاب کی طرف رجوع کریں تو اس میں ہے: فابعثوا حکماً من اھلہ و حکما من اھلھا [1] پس ایک یہودی یا عیسائی مرد آ گیا اور ایک مرد مسلمانوں میں سے، ان دونوں کے لیے اللہ کی کتاب کے بارے میں فیصلہ کرنے جائز تھا، ان دونوں نے فیصلہ کیا۔"

ابن الکواء نے کہا: "آپ کی یہ بات بھی ٹھیک ہے۔ آپ ہمیں غور کرنے کے لیے ہدایت دیجئے۔" چنانچہ علیؓ وہاں سے چلے گئے۔ اس موقع پر صعصعہ بن صوحان نے عرض کیا: "امیر المومنین، مجھے ان لوگوں سے گفتگو کی اجازت دیجئے۔" فرمایا: "ٹھیک ہے۔ آپ ہاتھ نہ پھیلانا۔" چنانچہ صعصعہ نے ابن الکواء کو آواز دی۔ وہ اس کی طرف نکلا تو صعصعہ نے کہا: "اے خارجیوں کے گروہ، میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم مجاہدین کے لیے عمار نہ بن جاؤ اور اس علاقے سے نہ نکل سکو، آج کے بعد جس کی طرف تم منسوب ہو گے۔ آئندہ سال کی گمراہی کے اندیشہ سے اس سال کا گمراہی کے لیے جلدی نہ کرو۔" اس پر ابن الکواء نے کہا: "آپ کے صاحب ہم سے ایسی بات کر چکے ہیں کہ اس کے مقابلے میں آپ کی بات بہت معمولی ہے۔" چنانچہ صعصعہ نے بات ختم کر دی۔

اس کے بعد علیؓ ان کے پاس تشریف لے گئے تو ابن الکواء ملا۔ آپ نے فرمایا: "جو کوئی اس دین میں ایسا گناہ کرے جو اسلام میں بدعت ہو، تو ہم بعینہٖ اس گناہ سے اسے توبہ کرنے کے لئے کہیں گے۔ تمھاری توبہ یہ ہے کہ آپ جس ہدایت سے نکلے ہیں اس ہدایت سے واقف ہو جائیں اور جس گمراہی میں داخل ہوئے ہیں، اس کی گمراہی پر آپ کا یقین ہو۔" ابن الکواء نے کہا: "ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ ہم آزمائش میں ڈالے گئے ہیں۔" اس پر عبداللہ بن عمرو بن جرموز نے اس سے کہا: "اللہ کی قسم، ہم نے یہ آیت پڑھی ہے: الـــم،

---

[1] ال م، کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے۔ اور ان کو آزمایا نہ جائے گا۔ (عنکبوت: ۲،۱)

احسب الناس أن تیر کوا ان یقولوا آمنا وھم لایفتنون [1]'' یہ عبداللہ، حروراء کے قرّاء میں سے تھا۔ چنانچہ ان خارجیوں نے رجوع کیا اور علی کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھی اور آپؓ کے ساتھ کوفہ چلے گئے۔

پھر اپنے اس رجوع کرنے پر باہم اختلاف کیا اور ایک دوسرے کو ملامت کی۔

چنانچہ اہل حروراء میں سے زید بن عبداللہ لراسی نے کہا:

شککتم ومن اَرسی ثبیراً مکانه ولولم تَشُکُّوا ما انثنیتم عن الحرب

و تحکیمکم عمراً علیٰ غیر توبة وکان بعداللہ خطبٌ من الخطب

فانکصه للعقب لمَا خلا به فأصبح یھوی من ذرکی حائق صَعْب

[تم لوگوں نے شک کیا اور ثبیر پہاڑ سے بڑھ کر کون اپنی جگہ پر قائم رہنے والا ہے۔ اگر تم لوگ شک نہ کرو تو لڑائی سے کبھی نہ ہٹو۔ تم لوگوں کا توبہ کے بعد عمرو کو حکم بنانا۔ عبداللہ (ابو موسیٰ اشعریؓ) کے احوال میں سے جو حال ہوا۔ عمرو نے عبداللہ کو اس کے عزم سے پھیر دیا جب تنہائی میں اس سے ملا اور یوں وہ بلندیوں سے گر کر پستیوں میں ہلاک ہو گیا]

الریاحی نے کہا:

ألم تر انّ اللہ انزل حکمه و عمروُ و عبداللہ مختلفان

[کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اپنا فیصلہ نازل کیا جب کہ عمرو اور عبداللہ اختلاف کر رہے ہیں]

حروراء کے عبادت گزاروں میں سے ایک مسلم بن یزید الثقفی نے کہا:

وإن کان ما عبناهُ عیباً فحسْبنا خطایا بأخذ النّصح من غیرنا صحِ

وإن کان عیباً فاعظمن تبر کنا علیًا علی أمرٍ من الحقِ واضح

ونحن اناسٌ بین بین وعَلَنا سُررنا بأمرِ غبَهُ غیرُ صالحِ

[ہم نے آپ (حضرت علیؓ) پر جو عیب لگایا ہے اگر وہ عیب نہ ہو تو ہماری یہی غلطی ہمارے لیے کافی ہے کہ ہم نے غیر خواہ سے خیر خواہی چاہی۔ اگر وہ عیب ہے تو پھر

اسے بڑا عیب سمجھو کہ ہم نے علیؓ کو ایک حق کے ایک واضح معاملہ پر چھوڑ دیا۔ ہم بین بین قسم کے لوگ ہیں، ہمارے علانیہ اور خفیہ معاملات کا انجام برا ہے]

اس کے بعد ان لوگوں نے علیؓ کے خلاف خروج کیا۔ آپؓ نے انہیں نہروان میں تہہ وتیغ کیا۔

(حضرت) عبداللہ بن عباسؓ کا (حضرت) علیؓ کے خلاف خروج:

ابوبکر بن ابی شیبہ نے کہا: ''عبداللہ بن عباسؓ، عمرؓ کے پسندیدہ ترین افراد میں سے تھے۔ آپ انہیں اکابر صحابہ پر ترجیح دیتے تھے مگر کبھی انہیں گورنر نہیں بنایا۔ ایک روز ان سے فرمایا: ''میں آپ کو گورنر بنا دیتا مگر مجھے خطرہ ہے کہ آپ تاویل کر کے خراج اور مال غنیمت کو اپنے لیے حلال کرلیں گے۔'' جب حکومت علیؓ کو ملی تو انہوں نے آپ کو بصرہ کا گورنر بنایا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں تاویل کر کے، اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کا قریبی رشتہ دار قرار دے کر فئے کو اپنے لیے حلال قرار دیا۔ واعلموا انما من شئی فأنّ للہ خمسہ وللرسولِ ولذي القربیٰ (اور تمھیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کے رشتہ داروں کے لیے ہے۔)

ابومخنف نے سلیمان بن ابی راشد سے بواسطہ عبدالرحمٰن بن عبید روایت کی ہے، کہا: ابن عباسؓ کا ابوالاسود الدؤلی سے گزر ہوا تو کہا: ''اگر تو چوپاؤں میں سے ہوتا تو اونٹ ہوتا اور اگر تو چرواہا ہوتا تو کبھی چراگاہ میں نہ پہنچتا۔'' چنانچہ ابوالاسود الدؤلی نے علیؓ کو یہ خط لکھا:

امابعد، اللہ تعالیٰ نے آپ کو امانتدار حکمران بنایا ہے اور ایک ذمہ داری داعی کے مرتبہ پر فائز کیا ہے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے، ہم نے آپ کو آزمایا ہے۔ ہم نے آپ کو آزمایا ہے۔ ہم نے آپ کو عظیم امانت دار اور امت کا خیرخواہ پایا ہے۔ جو ان کے فئے سے انہیں نوازتے ہیں اور اپنے آپ کو ان کی دنیا سے بچاتے ہیں۔ نہ آپ ان کے مال کھاتے ہیں اور نہ ہی ان پر حکومت کرنے میں رشوت لیتے ہیں۔ جب کہ آپ کے چچا زاد نے جو کچھ اس کے ماتحت اور زیر تصوف ہے اسے آپ کے علم میں لائے بغیر کھالیا ہے۔ یہ بات آپ سے چھپانا

میرے لیے ناممکن تھا۔ اللہ آپ پر رحم کرے، آپ اس پر غور کیجئے اور اپنی رائے سے مجھے تحریری طور پر آگاہ فرمائیے۔ آپ جو چاہیں گے میں انشاء اللہ اس کی پیروی کروں گا، والسلام۔''

علیؓ نے ابوالاسود کو لکھا: ''امابعد، آپ جیسے لوگ ہی امام اور امت کے خیر خواہ ہیں، امانت ادا کرنے والے، حق کے حامی اور ظلم سے الگ رہنے والے۔ آپ نے جس معاملے میں مجھے لکھا تھا، میں نے اس کے بارے میں آپ کے صاحب کو لکھ دیا ہے۔ مگر اسے یہ نہیں بتایا کہ آپ نے مجھے لکھا۔ آپ کے پاس جو حاضرین ہوں انہیں میرے اس خط کے مضمون سے آگاہ نہ کیجئے۔ اسی میں امت کا مفاد ہے۔ آپ اس لائق ہیں اور یہ اللہ کی طرف سے آپ پر واجب حق ہے، والسلام۔''

(حضرت) علیؓ کا ابن عباس کے نام عتاب نامہ:

''امابعد، مجھے آپ کے بارے میں ایک ایسی اطلاع ملی ہے کہ اگر آپ نے ایسا کیا ہے تو اللہ کو ناراض کیا ہے، اپنی امانت کو رسوا کیا ہے، اپنے امام کی نافرمانی کی ہے اور مسلمانوں سے خیانت کی ہے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے زمین کو چٹیل بنا دیا ہے اور اپنے زیر تصوف مال کھایا ہے۔ مجھے اپنا حساب دو اور یاد رکھو کہ اللہ کا حساب لوگوں کے حساب سے سخت ہے، والسلام۔''

ابن عباس کا جواب: ابن عباسؓ نے لکھا: ''امابعد، جو اطلاع آپ کو ملی ہے وہ باطل ہے۔ میں اپنے زیر نگرانی مال کا محافظ و نگہبان ہوں۔ آپ میرے بارے میں کسی معتبر آدمی کا یقین نہ کیجئے، والسلام۔''

حضرت علیؓ کا مکتوب: علیؓ نے آپ کو لکھا: ''امابعد، میرے لیے ممکن نہیں کہ میں آپ کو یوں ہی چھوڑ دوں جب تک آپ مجھے یہ نہ بتائیں کہ آپ نے جزیہ میں سے کیا وصول کیا۔ کہاں سے لیا؟ اس میں کیا کمی کی؟ اور اسے کہاں رکھا؟ میں نے آپ کو جس چیز پر محافظ و امانت دار بنایا تھا اس میں اللہ سے ڈریئے۔ آپ نے جو سامان اکٹھا کیا ہے وہ تھوڑا ہے اور جو اس کی سزا اور وبال ہے وہ نہ ختم ہونے والا ہے، والسلام۔''

جب ابن عباسؓ نے دیکھا کہ علیؓ ان سے ٹلنے والے نہیں ہیں تو انھیں یہ خط لکھا:

''امابعد، آپ تک جو یہ اطلاع ملی ہے کہ میں نے اس علاقے کے لوگوں کے مال میں سے کچھ لیا ہے، پھر آپ نے اس مال کی مصیبت کو میرے خلاف بہت زیادہ سمجھا ہے تو اللہ کی قسم اگر میں اللہ سے اس حال میں ملوں کہ اس زمین کے اندر اور اوپر مال اور سونا ہے، میرے پاس ہو تو مجھے یہ زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ میں اللہ سے ملوں اور میرا حال یہ ہو کہ میں نے حکومت اور اقتدار کے حصول کی خاطر اس امت کا خون بہایا ہو۔ آپ میری جگہ جسے پسند کریں بھیج دیجئے۔ میں جا رہا ہوں۔ والسلام۔''

جب عبداللہ بن عباسؓ نے بصرہ سے کوچ کا ارادہ کیا تو اپنے ماموؤں بنو ہلال بن عامر بن صعصعہ کو بلالیا تا کہ وہ حفاظت مہیا کریں، چنانچہ ضحاک بن عبدالعد ہلالی آ گیا، اس نے آپ کو پناہ دی۔ اس کے ساتھ عبداللہ بن رزین نامی ایک آدمی تھا جو بہت بہادر مگر بہت محتاج تھا۔ بنو ہلال نے کہا: ہوازن کے بغیر ہمارے لیے چارہ کار نہیں۔ ہوازن نے کہا: سُلیم کے بغیر ہمارے لیے چارہ کار نہیں۔ پھر ان کا پاس قبیلہ قیس آ گیا۔ جب ابن عباسؓ نے دیکھا کہ حفاظت کی خاطر یہ سب لوگ اکھٹے ہو گئے ہیں تو بصرہ کے بیت المال میں جو کچھ تھا وہ ساتھ لے لیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ چھ کروڑ کی رقم تھی۔ آپ نے اسے بوریوں میں ڈلوالیا۔

کہا: مجھے ازرق یشکری نے بتایا، کہا: میں نے اہل بصرہ کے اپنے بزرگوں سے سنا کہ جب مال بوریوں میں ڈال کر ابن عباس نے کوچ کیا تو بصرہ سے چار فرسخ کے فاصلہ پر متحدہ جھتوں نے طف (عراق کے دیہات کی جانب عربوں کی بلند زمین) پر آپ کو آلیا اور روک دیا۔ اس پر قبیلہ قیس نے ان سے کہا: ''اللہ کی قسم تو ابن عباس تک نہیں پہنچ سکتے جب تک ہماری دیکھنے والی ایک آنکھ بھی سلامت ہے۔'' صبرۃ بن شیبان نے الازرد کا سردار کہا: ''اللہ کی قسم، قبیلہ قیس اسلام میں ہمارا بھائی اور علاقے میں ہمارا پڑوسی اور دشمن کے مقابلہ میں ہمارا معاون ہے۔'' جو تم لوگ ابن عباسؓ سے مال چھین کر لے جاؤ گے اگر وہ تمھیں ملا بھی تو اس میں تمہارا حصہ بہت تھوڑا ہوگا اور وہ (ابن عباسؓ) کل تمہارے مال سے بہتر ہے۔'' انہوں نے کہا:

''آپ کی کیا رائے ہے؟'' کہا: ''انہیں چھوڑ دو۔''

بکر بن وائل اور عبدالقیس نے کہا: ''صبرہ کی رائے بہت بہترین ہے لہٰذا ان سے الگ ہو جاؤ۔''

بنوتمیم نے کہا: اللہ کی قسم، ہم ان سے الگ نہیں ہوں گے جب تک کہ اس کے بارے میں ان سے لڑائی نہیں کر لیتے۔'' اس پر احنف بن قیس نے کہا: ''اللہ کی قسم، تم لوگ زیادہ حقدار ہو کہ ان سے نہ لڑو۔ ان سے لڑنا تو اس نے بھی چھوڑ دیا ہے جو رشتہ رحم میں تم لوگوں سے زیادہ دور ہے۔'' وہ بولے: ''اللہ کی قسم، ہم ان سے ضرور لڑیں گے۔ احنف نے کہا: ''پھر ان کے خلاف لڑائی میں، میں تمھاری مدد نہیں کروں گا۔'' چنانچہ قیس ان سے الگ ہو کر چلا گیا۔

انہوں نے لڑنے کے لیے ابن مجاعہ کو آگے کیا۔ اس نے لڑائی شروع کی تو اس پر ضحاک بن عبداللہ نے اس پر حملہ کیا، اس کے کندھے پر نیزہ مار کر گرادیا، وہ زمین پر گر گیا مگر مرا نہیں۔ سلمہ بن ذؤیب السعدی نے ضحاک پر حملہ کیا تو اسے پچھاڑ دیا۔ یوں بہت سے آدمی زخمی ہوئے مگر مرا کوئی نہیں۔ اس پر الگ ہو جانے والے متحدہ جھتوں نے کہا: اللہ کی قسم، تم لوگوں نے کچھ نہیں کیا، تم ان لوگوں کی لڑائی سے الگ رہے اور انہیں باہم لڑنے دیا۔ چنانچہ متحدہ جتھے آگے بڑھے اور انہوں نے ان لڑنے والوں کو ایک دوسرے سے ہٹادیا اور انہوں نے بنوتمیم سے کہا: ''اللہ کی قسم، یہ بڑی لائق ملامت حرکت ہے۔ ہم تم لوگوں سے زیادہ سخی دل ہیں۔ ہم نے اپنے اموال تمہارے چچیروں کے لیے چھوڑ دیئے جب کہ تم لوگ اس مال کی خاطر ان سے لڑ رہے ہو۔ ان لوگوں کا پیچھا چھوڑو اور انہیں جانے دو۔ یہ لوگ اب گراں بار اور بوجھل ہو چکے ہیں۔'' چنانچہ یہ چلے گئے۔

ابن عباسؓ کے ساتھ قبیلہ قیس کے کچھ لوگوں نے سفر کیا۔ ان میں ضحاک بن عبداللہ اور عبداللہ بن رزین شامل تھے۔ حتی کہ یہ کاروان مکہ پہنچا اور ابن عباسؓ نے مکہ میں قیام کیا۔ عبداللہ بن عباسؓ کا رجزیہ اشعار پڑھنے والے آپ کے لیے راستہ میں آگے آگے چلتا تھا اور کہتا تھا:

حجَتْ من كاظمة القصر الخربْ مع ابن عباس بن عبدالمطلّب

[میں نے کاظمہ کے برباد محل سے ابن عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ صبح کی]

ابن عباسؓ رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے کہتے تھے:

آوی إلیٰ اَھْلِکِ یاربابُ آوِی فقد حان لکِ الإیابُ

[اے رباب، اپنے گھر والوں کے پاس پلٹ آیا۔ واپس چل آ کہ تیرے لیے واپس کا وقت آ چکا ہے]

آپ یہ رجزیہ شعر بھی پڑھتے تھے:

وھُنَّ یمشین بنا ھمیساً إن یصدق الطیرُ نَنِکْ لمیسا

[وہ عورتیں ہمارے ساتھ چلتی ہیں کہ ان کے قوموں کی چاپ ہمارے ساتھ ہم آہنگی ہوتی ہے، اگر پرندے نے سچ کہا ہے تو ہم گداز بدن عورت سے ملاقات کریں گے]

آپ کے راجز نے آپ سے کہا: ''اے ابن العباس، کیا آپ جیسا شخص اس مقام (مکہ مکرمہ) میں اس طرح واضح فتیح بات کہتا ہے؟'' کہا: ''قیامت تب ہوتی ہے جب عورتوں کی موجودگی میں ایسی بات کہی جائے۔''

ابو محمد نے کہا: جب آپ مکہ میں فروکش ہوئے تو بنو کعب کے مولیٰ عطا بن جبیر سے تین حجازی النسل باندیاں جن کے نام شادن، حوراء اور نتون تھے، تین ہزار دینار میں خریدیں۔

سلیمان بن ابی راشد نے عبداللہ بن عبید سے بواسطہ ابوالکنو د روایت کی ہے کہ میں بصرہ میں عبداللہؓ بن عباس کے مددگاروں میں شامل تھا۔ جب آپ کا معاملہ ہوا جو ہوا تو میں نے علیؓ کو آ کر خبر دی، اس پر آپؓ نے یہ آیت تلاوت کی۔ واقلُ علیھم بنأ الّذی آتیناہ آیاتنا فانسلَخ منھا فأتبعه الشیطانُ فکانَ من الغاوین [1]

[1] اور اے نبیؐ، ان کے سامنے اس شخص کا حال بیان کرو جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ پابندی سے نکل بھاگا۔ آخر کار شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا یہاں تک کہ وہ بھٹکنے والوں میں شامل ہو کر رہا۔ (اعراف: ۱۷۵)

(حضرت) علیؓ کا مکتوب بنام ابنِ عباسؓ:

پھر علیؓ نے ابن عباسؓ کے نام یہ خط لکھا:

''امابعد، میں نے آپ کو اپنی امانت میں شریک کیا تھا اور آپ کو اپنا ہمراز و دمساز بنایا تھا۔ میرے اہل بیت میں سے کوئی بھی آپ سے بڑھ کر میرا معتمد نہ تھا۔ میری ہمدردی و غمخواری اور میرا بوجھ اٹھانے کے لحاظ سے، نیز میرے ساتھ امانت داری کے کی رو سے۔ مگر آپ نے جب دیکھا کہ زمانہ آپ کے چچازاد پر الٹ گیا ہے اور دشمن نے لڑائی شروع کر دی ہے، لوگوں کی امانت رسوا ہو چکی ہے اور یہ امت مبتلائے مصیبت ہو کر بلا کی نظر ہو چکی ہے تو آپ نے اپنے عم زاد کے لیے دوستی کے بعد دشمنی اختیار کر لی اور آپ نے اسے چھوڑنے والوں کے ساتھ چھوڑ دیا۔ آپ نے اسے بے یار و مددگار اور یکہ وتنہا چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ خیانت کاری کرنے والوں کے ساتھ آپ نے بھی خیانت کاری کی۔ نہ آپ نے اپنے چچازاد کے ساتھ ہمدردی کی اور نہ اس کی امانت اسے ادا کی۔ گویا کہ آپ اپنے پروردگار کی طرف سے کسی دلیل و برہان کے بغیر تھے۔ گویا کہ آپ امت محمدیہ کے ساتھ ان کی دنیا میں مکر کرنا چاہتے تھے اور آپ انہیں دھوکہ دینے کی نیت کیے ہوئے تھے۔ جوں ہی آپ امت کے ساتھ خیانت کا موقعہ ملا تو آپ نے دھوکہ بازی میں جلدی کی اور حملہ کرنے میں دریغ نہ کیا۔ آپ جتنا ان کا مال اچک سکتے تھے، آپ نے اچک لیا اور اسے لے کر حجاز کی راہ لی۔ گویا آپ اپنے والدین کی میراث اپنے گھر والوں کے پاس لے گئے۔ سبحان اللہ۔ کیا آپ کا آخرت پر ایمان نہیں؟ کیا آپ حساب سے نہیں ڈرتے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ حرام کھا رہے ہو اور حرام پی رہے ہو۔ آپ یتیموں، بیواؤں اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے اموال سے جو اللہ نے انہیں مال غنیمت کے طور پر دیا تھا باندیاں خرید کر ان سے بیاہ رچا رہے ہیں۔

اللہ سے ڈرو اور عوام کے اموال ان کو واپس کرو۔ اللہ کی قسم اگر آپ نے ایسا نہ کیا اور اللہ نے مجھے آپ پر قابو دیا تو میں آپ کے بارے میں اللہ کے سامنے اپنی معذوری ظاہر

کروں گا۔ پس اللہ کی قسم، اگر حسن اور حسین نے بھی آپ کی حرکت کی طرح کی حرکت کی ہوتی۔ تو میرے پاس ان کے لیے کوئی نرمی اور رعایت نہ ہوتی اور میں جب تک ان سے حق نہ لے لیتا، میں انہیں کبھی نہ چھوڑتا، والسلام۔''

ابن عباسؓ کا جواب: ''آپ کا وہ گرامی نامہ مجھے موصول ہوا، جس میں آپ نے اس مال کی امانت کی بابت مجھ پر سختی کی ہے جو میں نے بصرہ کے بیت المال سے لیا ہے مجھے اپنی جان کی قسم، اللہ کے بیت المال میں سے جو کچھ میں نے لیا ہے، اس سے زیادہ میرا حق بنتا ہے، والسلام۔''

حضرت علیؓ کا جوابی مکتوب:

''امابعد، آپ کی یہ بات انتہائی عجیب ہے کہ آپ ایک عام مسلمان سے بڑھ کر اللہ کے بیت المال میں اپنا حق سمجھتے ہیں۔ اگر آپ کی یہ باطل تمنا اور غلط دعویٰ نہ ہوتا تو آپ ضرور کامیاب ہوتے۔ حیرت ہے کہ آپ اپنے کو گناہ سے پاک سمجھتے ہیں اور اللہ نے جو آپ پر حرام قرار دیا ہے اسے اپنے لیے حلال سمجھتے ہیں۔ اللہ آپ سے نبٹے۔ آپ بہت دور ہو گئے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے مکہ کو وطن بنالیا ہے اور وہاں قیام کرلیا ہے۔ آپ نے مدینہ اور طائف کی باندیاں خرید لی ہیں۔ آپ انہیں اپنے قریبی حقداروں کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں اور آپ انہیں دوسروں کا مال دیتے ہیں۔ میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں، تمہارے رب العزت کی قسم کہ میں نہیں جانتا کہ میں عوام کے اس مال سے جو میرے لیے حلال ہے اپنے پس ماندگان کے لیے کچھ چھوڑ جاؤں۔ مگر آپ ہیں کہ مال حرام کھانے پر خوش ہیں۔ تھوڑا سا ٹھہر جاؤ۔ گویا کہ تم اپنے انجام سے دو چار ہونے والے ہو۔ ایک ایسی جگہ تم جلد پہنچنے والے ہو جہاں تمہارے اعمال، تمہارے سامنے پیش کیئے جائیں گے وہاں دھوکہ وفریب میں مبتلا شخص اظہارِ حسرت کرے گا، اوقات ضائع کرنے والا توبہ کی تمنا کرے گا اور ستم گر دنیا میں واپس بھیجے جانے کی آرزو کرے گا۔''

ابن عباس کا جواب: اس کے جواب میں ابن عباسؓ نے علیؓ کو لکھا:

''اللہ کی قسم، اگر آپ نے اپنی یہ داستان سرائی نہ چھوڑی تو میں یہ مال معاویہؓ کے پاس لے جاؤں گا اور وہ اس مال کو آپ کے خلاف لڑنے کے لیے استعمال کریں گے۔''

چنانچہ علیؓ نے انہیں چھوڑ دیا اور کچھ نہ لکھا۔

(حضرت) علیؓ بن ابی طالب کی شہادت

سفیان بن عیینہ نے کہا: ''علی بن ابی طالبؓ رات کو مسجد تشریف لے جاتے تھے۔ ان کے دوستوں نے باہم طے کیا کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ آپ کا کوئی دشمن آپ کو نقصان نہ پہنچائے۔ لہٰذا ہم آپ کی حفاظت کریں گے۔'' چنانچہ آپ ایک رات نکلے تو اچانک اپنے رفقاء سے ملاقات ہوگئی۔ فرمایا: ''آپ لوگوں کا کیا معاملہ ہے؟'' ان حضرات نے چھپایا، مگر جب آپ نے باصرار پوچھا، تو انہوں نے آپ کو اصل بات بتادی۔ فرمایا: ''تم لوگ آسمان والوں سے میری حفاظت کرو گے یا زمین والوں سے مجھے تحفظ فراہم کرو گے؟'' کہا: ''زمین والوں سے۔'' فرمایا: ''جب تک آسمان میں فیصلہ نہ ہوجائے زمین میں فیصلہ نہیں ہوتا۔''

تمیمی نے اپنی اسناد سے روایت کی ہے، کہا: جب ابن ملجم اور اس کے دونوں ساتھیوں نے علیؓ، معاویہؓ اور عمرو بن عاصؓ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو ابن ملجم، فجر اوّل کے ظہور کے وقت مسجد میں داخل ہوا اور نفل پڑھنے لگا۔ اس نے قرأت شروع کی تو اس آیت کو بار بار پڑھنے لگا: وَمِنَ النَّسا من یشری نفسه ابتغاء مرمناة الله [1] اتنے میں علیؓ تشریف لائے، ان کے ہاتھ میں کوڑا تھا۔ آپ لوگوں کو نماز کے لیے بیدار کرتے تھے اور فرماتے: ایھا النَّاس، الصلاة، الصلاة (لوگو، نماز، نماز) آپ کا گزر ابن ملجم پر سے ہوا تو وہ یہ آیت دہرار ہا تھا۔ علیؓ سمجھے کہ وہ یہ آیت بھول گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے لقمہ دیا اور کہا: واللہ رؤف بالعباد علی پلٹے وہ اپنے گھر میں داخل ہونے والے تھے کہ ابن ملجم آپ کے پیچھے گیا اور آپ

[1] لوگوں میں سے کوئی وہ بھی ہے جو اپنے آپ کو اللہ کی رضا کی خاطر بیچ دیتا ہے۔ (بقرہ: ۲۰۷)

کے سر کے کنارے پر مارا۔تلوار دیوار پر لگی اور اس کا ایک ٹکڑا اس سے الگ ہو گیا۔لوگوں نے جلدی سے ابن ملجم کو پکڑ لیا۔تلوار اس سے گر پڑی۔ وہ کہنے لگا۔تلوار سے بچ کر رہنا اسے زہر پلائی گئی ہے''۔

قاتل کو پکڑ کر علیؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو فرمایا: اسے تین دن بند رکھو، اسے کھلاؤ پلاؤ، اگر میں زندہ رہا تو اس کے بارے میں فیصلہ کروں گا اور اگر میں مر گیا تو تم لوگ اسے مار ڈالنا مگر اس کا مثلہ نہ کرنا''۔ چنانچہ آپؓ اسی وار سے جان بحق ہوئے۔عبداللہ بن جعفر نے قاتل کو پکڑ کر اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے۔مگر وہ قاتل نہ گھبرایا، پھر عبداللہ نے اس کی زبان کاٹنے کا ارادہ کیا تو وہ گھبرایا۔اس سے پوچھا گیا: ''تیرے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے تو تو نہیں گھبرایا مگر زبان کاٹنے لگے میں تو تو گھبرا گیا ہے؟'' کہا: ''میں نہیں چاہتا کہ مجھ پر ایک لمحہ بھی ایسا گزر جائے کہ میں زبان سے اللہ کا ذکر نہ کروں''۔ پھر اس کی زبان کاٹی گئی اور پھر گردن اڑا دی گئی۔

دوسرے خارجی نے معاویہؓ کا رخ کیا مگر ان تک نہ پہنچ سکا۔تیسرا خارجی عمروؓ پر حملہ کرنے کے لیے گیا، مگر اس رات وہ صبح نماز کے لیے نہ آ سکے ان کی جگہ خارجہ نے نماز پڑھائی۔ خارجی نے اسے عمرو بن العاص سمجھ کر تلوار کا وار کیا اور مار ڈالا۔لوگوں نے قاتل کو پکڑ لیا اور کہا: ''تو نے خارجہ کو قتل کر دیا۔'' کہا: ''تو کیا یہ عمرو نہ تھے؟'' لوگوں نے کہا: ''نہیں۔'' کہا: اردتُ عمرواً و ارادَ اللہ خارجۃً (میں نے عمرو کا ارادہ کیا اور اللہ نے خارجہ کا)۔

حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے علیؓ سے فرمایا: کیا میں تمھیں نہ بتاؤں کہ روز قیامت سب سے سخت عذاب انسانوں میں سے کس کا ہوگا؟'' عرض کیا: ''یا رسول اللہ مجھے بتایئے۔'' فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اس شخص کا ہوگا جس نے ثمود کی اونٹنی کی کونچیں کاٹیں اور تیرے سر کے خون سے تیری ڈاڑھی کو رنگے گا۔''

کثیر عزۃ نے کہا:

ألا انّ الأئمة من قریش — وَلاۃ العهد اربعة'' سواءُ

علی و الثلاثة من بنیه — هم الاسباط لیس بهم خفاءُ

قسبطُ سبطُ ایمان وَبرِ — وسبط'' غَیَّبَتُہ کربلاءُ

وسبط لایذدوق الموتَ حتّی — یقودَ الخیل یقومھا اللواءُ

تغیّبَ لایُری عَنھم زمانا — برِ صندکی عندہ عسل'' ومآءُ

[خبردار، امام قریش میں سے ہیں، والیان عہد برابر چار ہیں۔ علی اور آپ کے صاحبزادوں میں سے تین۔ یہ اسباط ہیں ان کے بارے میں کوئی پوشیدگی نہیں۔ ایک سبط ایمان ووفاداری کا سبط ہے اور ایک وہ صاحبزادہ ہے جسے کربلاء نے غائب کردیا۔ اور ایک وہ سبط ہے جو موت نہیں چکھے گا جب تک کہ وہ شہہ سوار لشکروں کی قیادت نہیں کرلیتا، جس کے آگے آگے پرچم ہوگا۔ وہ غائب ہوگیا ہے کچھ زمانے کے لئے اسے دیکھا نہیں جاسکتا، وہ پسندیدہ جگہ میں ہے جہاں اس کے لئے پانی اور شہد ہے]

جس رات کی صبح علیؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا، اس کے بارے میں آپ کے بیٹے حسنؓ نے فرمایا، میرے والد نے اس مسجد میں مجھے گزشتہ رات بتایا اور فرمایا: ''اے عزیز فرزند، میں نے گزشتہ رات جتنے نوافل پڑھنے تھے بتوفیق الٰہی پڑھے۔ پھر میں کچھ دیر کے لیے سویا تو رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ میں نے آپ کے حضور شکوہ کیا کہ میری یہ حالت ہے کہ میرے دوست مخالفت کررہے ہیں اور جہاد میں ان کی رغبت کم ہے''۔ آپؐ نے مجھے فرمایا: ''اللہ سے دعا کرو کہ وہ ان لوگوں سے تمھیں نجات دے۔ چنانچہ میں نے اللہ سے دعا کی ہے''۔

اسی رات کی صبح حسنؓ نے فرمایا: ''اے لوگو، آج کی رات تم میں ایک ایسا شخص شہید ہوا ہے کہ جسے جب رسول اللہ ﷺ بھیجتے تھے تو جبرائیل ان کے دائیں طرف اور میکائیل بائیں جانب ہوتے تھے، جب تک اللہ آپؓ کو فتح سے ہمکنار نہ فرمادیتا آپ واپس نہیں آتے تھے۔ اس شخص نے اپنے پیچھے سو درہم چھوڑے ہیں''۔

خلافت حسن بن علیؓ

اس کے بعد حسنؓ بن علیؓ کی بیعت ہوئی۔آپ کی والدہ فاطمہ ہیں، رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی۔آپ کی بیعت ۴۰ھ میں رمضان کے مہینے میں ہوئی۔آپ کی طرف ابن عباسؓ نے یہ خط لکھا:

''لوگوں نے علیؓ کے بعد آپ کو حکمران بنایا ہے۔اپنی طاقت کو مضبوط کیجئے اور اپنے دشمن کے خلاف جہاد کیجئے۔آپ فہم و مشکوک آدمی کے گناہ کی پردہ پوشی کیجئے جب تک آپ کے دین میں رخنہ اندازی نہ ہوتی ہو۔آپ خاندانی لوگوں کو سرکاری عہدوں پر مقرر کیجئے۔اس طرح آپ ان قبیلوں کے ساتھ تعلقات خوشگوار بنالیں گے''۔

پھر حسن بن علی اور معاویہ انبار کے ایک مقام سواد میں یکجا ہوئے اور باہم صلح کر لی۔ حسنؓ نے حکومت معاویہؓ کے سپرد کردی اور اقتدار سے دست بردار ہوگئے۔ یہ ۴۱ھ جمادی الاولیٰ کے مہینے میں ہوا اور یہ سال عام الجماعۃ کہلایا۔یوں حسن کی حکومت سات ماہ اور سات دن رہی۔آپ کا انتقال مدینہ میں ۴۹ھ میں ہوا۔آپ کی عمر ۴۶ برس تھی۔آپ کی نماز جنازہ مدینہ کے گورنر سعید بن عاص نے پڑھائی۔آپ نے وصیت کی تھی کہ آپ کو اپنے نانا کے ساتھ عائشہؓ کے گھر میں دفن کیا جائے، مگر مروان بن حکم نے منع کردیا، چنانچہ آپ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ابو ہریرہؓ نے مروان سے کہا: آپ انہیں اپنے نانا کے ساتھ دفن ہونے سے کیوں روکتے ہو؟ جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:''حسن اور حسین اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں''۔ مروان نے کہا:''اللہ اپنے نبیؐ کی حدیث ضائع کرے اگر اسے تمہارے سوا کوئی اور روایت نہ کرے''۔فرمایا:''آپ نے تو یہ بات کہہ ڈالی حالانکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا ہوں، میں خوب جانتا ہوں کہ حضورؐ کس سے محبت کرتے تھے اور کس سے نفرت کرتے تھے۔کس کو جلاوطن کیا اور کسے برقرار رکھا۔کس کو دعا دی اور کسے بددعا دی۔''

جب امیر معاویہؓ کو حسنؓ کی وفات کی اطلاع ملی تو وہ فوراً اللہ کے لیے سجدہ میں گر گئے۔ پھر ابن عباسؓ کو بلوا بھیجا جو شام میں ان کے ساتھ تھے۔ ان سے تعزیت کی اور وہ (حضرت معاویہؓ) مسرور تھے اور ان سے پوچھا: ''ابو محمد نے کتنی عمر میں وفات پائی؟'' آپ نے جواب دیا: ''آپ کی عمر قریش کو معلوم تھی۔ حیرت ہے کہ آپ جیسا شخص اس سے بے خبر ہے۔''

کہا: ''مجھے پتہ چلا ہے کہ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔''

کہا: ''ہر چھوٹا ہی بڑا ہوتا ہے۔ ہمارے لڑکے بڑی عمر کے ہوتے ہیں اور ہمارا چھوٹا بڑا ہوتا ہے۔'' پھر فرمایا: ''کیا بات ہے معاویہ! میں آپ کو حسنؓ بن علی کی وفات پر خوش دیکھ رہا ہوں؟ پس اللہ کی قسم، ان کی موت آپ کی اجل میں تاخیر نہ کرے گی، نہ آپ کا گڑھا بھرے گی اور آپؓ کے بعد ہماری زندگی بہت تھوڑی ہے۔''

پھر ابن عباس چلے گئے تو معاویہؓ نے ان کے پاس اپنے بیٹے یزید کو بھیجا۔ یزید ابن عباسؓ کے سامنے بیٹھا اور آپ سے اظہار تعزیت کیا اور حسنؓ کی وفات پر رویا اور آنسو بہائے۔ جب وہ گیا تو ابن عباس کافی دیر تک اسے جاتا ہوئے دیکھتے رہے پھر فرمایا: ''جب آلِ حرب چلے جائیں گے تو لوگوں سے حلم بھی جاتا رہے گا۔''

خلافتِ معاویہؓ

اس کے بعد لوگ ۴۱ھ میں معاویہ پر متفق ہو گئے۔ یہ عام الجماعۃ کہلاتا ہے۔ تمام شہروں کے لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔ آپ نے اپنے اور حسن کے مابین شرائط تحریر کیں اور آپ کو ۴۰ ہزار کی رقم دی۔ ابوبکر بن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے ان (حضرت حسنؓ) سے فرمایا: ''میں آپ کو ایک ایسا عطیہ دوں گا جو اس سے پہلے میں نے کسی کو نہیں دیا اور نہ آپ کے بعد اتنا کسی کو دوں گا۔'' چنانچہ آپ کے لیے چار لاکھ کی رقم کا حکم دیا۔

آپ یہ تھا: معاویہ بن ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ آپ کی

کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ آپ کی والدہ ھند بنت عتبہ بن ربیعۃ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے۔

معاویہؓ کا انتقال دمشق میں بروز جمعرات ۲۲/ رجب (اصل الفاظ کا ترجمہ ہے۔ رجب میں آٹھ دن باقی تھے) ۶۰ھ میں ہوا۔ ضحاک بن قیس نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی عمر ۷۳ سال تھی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی عمر ۸۰ سال تھی۔

آپ کی حکومت ۱۹ سال نو مہینے اور ۲۷ دن رہی۔

آپ کی پولیس کے افسر: یزید بن حارث عبسی۔ آپ کے محافظ دستے کے سربراہ: آزادہ کردہ غلاموں میں سے ایک جسے مختار کہا جاتا۔ یاد رہے کہ آپ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے محافظ دستہ رکھا۔

آپ کے حاجب: آپ کا آزاد کردہ غلام، سعد۔

قاضی: ابوادریس خولانی۔

اولاد: آپ کی اہلیہ فاختہ بنت قرظہ سے آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن اور عبداللہ پیدا ہوئے۔ عبدالرحمٰن نے تو بچپن میں انتقال کیا، مگر عبداللہ بڑے ہو کر فوت ہوئے۔ وہ کمزور و ناتواں تھے۔ اپنے بعد اولاد نرینہ نہ چھوڑی۔ ان کی ایک بیٹی عاتکہ تھی۔ جس سے یزید بن عبدالملک نے شادی کی۔ اس عاتکہ کے بارے میں شاعر کہتا ہے:

یابیتَ عاتکة الذي اتغزَّلُ　　　حَذَرَ العِداء وبهِ الفؤادُ مُوَكَّلُ

[اے عاتکہ کے وہ گھر جس سے میں اظہار محبت کرتا ہوں، دشمنی سے بچتے ہوئے اور اسی گھر کے ساتھ دل پیوستہ ہے]

امیر معاویہؓ کا بیٹا یزید ہے، اس کی والدہ بحدل کی بیٹی تھی اور تعلق قبیلہ بنوکلب سے تھا، اس لیے کلبیہ کہلاتی ہے۔

(حضرت) معاویہؓ کے فضائل:

عمروؓ بن عاص نے معاویہؓ کا تذکرہ کیا تو فرمایا: ''قریش کے بڑے سردار سے اور

قریش کے معزز شخص کے فرزند سے محتاط رہو۔ جو غصے کے وقت ہنستا ہے اور خوش ہو کر یعنی متفق ہو کر سوتا ہے اور جو چیز اس کے اوپر ہو اسے اپنے نیچے سے حاصل کر لیتا ہے۔''

عبداللہ بن عباسؓ سے معاویہؓ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: ''جس چیز کو خفیہ رکھتا ہے اسے بلند کر دیتا ہے اور جس چیز کو ظاہر کرتا ہے اسے علانیہ کرتا ہے۔ جس چیز کو خفیہ رکھا اسے علانیہ کے ذریعہ کوشش کر کے پالیا۔ اس کی بردباری اس کے غضب پر حاوی تھی۔ اس کی سخاوت غالب تھی۔ وہ صلہ رحمی کرتا تھا، تعلقات منقطع نہ کرتا تھا۔ وہ لوگوں سے جڑتا تھا، کٹتا نہ تھا۔ وہ اکٹھا کرتا تھا، پراگندہ و منتشر نہ کرتا تھا۔ چنانچہ (اپنی انہی خوبیوں کی بدولت) آپؓ کا معاملہ حکومت آپ کے لیے درست و مستقیم ہوا اور اپنی مدت تک جاری و برقرار رہا۔'' آپ (ابن عباسؓ) سے پوچھا گیا۔ ان کے بیٹے کے بارے میں ہمیں بتایئے، کہا: ''وہ اس کے بہترین راستے پر تھا۔ اس کے والد نے اسے مضبوط کر دیا تھا، اسے امر و نہی کر دیا ہے، چنانچہ وہ اس راستہ پر گام زن ہوا اور اپنے لیے ہموار کردہ راستہ پر چلا۔''

معاویہؓ نے فرمایا: ''میں نے جوانی میں تین چیزوں کے سوا ہر قابل استفادہ چیز سے متمتع ہوا۔ مگر میں پہلوان، زیادہ نکاح کرنے والا اور گالی دینے والا نہ تھا۔''

میمون بن مہران نے کہا: ''دو خطبوں کے درمیان سب سے پہلا بیٹھنے والے معاویہؓ ہیں۔ سب سے پہلے عطاء کی اعزاز دو ہزار مقرر کرنے والے معاویہ ہیں۔''

معاویہؓ نے کہا: ''رسول اللہ ﷺ نے جب سے مجھے یہ فرمایا تھا: یـا مـعـاویة اذا مـلـکتَ فأحسنْ (اے معاویہ جب تم حکومت کرو تو اچھے طریقہ سے کرنا) میں اس وقت سے خلافت کی طمع رکھتا تھا۔''

عتبی نے اپنے والد سے روایت کی ہے، کہا: معاویہؓ نے قریش سے فرمایا: ''کیا میں آپ لوگوں کو اپنے اور آپ کے بارے میں نہ بتاؤں؟'' انہوں نے کہا: ''کیوں نہیں۔'' فرمایا: ''میں اڑتا ہوں جب تم گر پڑتے ہو اور جب تم اڑتے ہو میں گرتا ہوں۔ اگر میری پرواز آپ لوگوں کی پرواز سے ہم آہنگ ہو جائے تو ہم سب گر پڑیں۔''

معاویہؓ نے فرمایا: ''اگر لوگوں اور میرے درمیان دھاگے برابر تعلقات ہوں تو میں کبھی بھی تعلق نہ ٹوٹنے دوں۔'' پوچھا گیا: ''اور یہ کیسے ہوگا؟'' فرمایا: ''جب وہ کھینچیں تو میں ڈھیلا چھوڑ دوں اور جب وہ اسے ڈھیلا چھوڑیں تو میں اسے کھینچ لوں۔''

زیاد نے کہا: ''امیر المومنین معاویہ ایک معاملہ کے سوا کبھی بھی مجھ پر غالب نہیں آئے: میں نے اپنے کارندوں میں سے ایک آپ سے طلب کیا تھا۔ اس شخص نے خراج کی رقم خورد برد کرلی تھی اور معاویہؓ کے پاس جاکر پناہ لے لی تھی۔ میں نے آپؓ سے تحریری درخواست کی کہ یہ تو میرے اور آپ کے کام کا بگاڑ ہے۔''

چنانچہ معاویہؓ نے مجھے یہ خط لکھا:

''ہمیں لوگوں کے ساتھ ایک جیسی سیاست کاری نہ کرنا چاہئے۔ ہم سب نرم نہ ہوجائیں کہ لوگ معصیت و نافرمانی میں ست وگن ہوجائیں۔ اور نہ ہم سب سختی کریں کہ ہم لوگوں کو ہلاکت وتباہی میں ڈال دیں۔ بلکہ یوں ہونا چاہئے کہ آپ تو ہوں سختی، تشدد، بدخلقی اور اکھڑپن کے لیے، جب کہ میں ہوں رأفت اور رحمت اور شفقت ومحبت کے لیے۔''

(حضرت) معاویہؓ کے حالات

عام الجماعت کے بعد معاویہؓ مدینہ تشریف لائے تو عثمانؓ بن عفان کے گھر گئے۔ عثمانؓ کی صاحبزادی عائشہ چلائی، روئی اور اپنے والد کو پکارا۔ اس پر معاویہؓ نے فرمایا: اے بھتیجی، لوگوں نے ہمیں فرماں برداری سونپی ہے اور ہم نے انہیں امان بخشی ہے۔ ہم نے ان کے لیے بردباری ظاہر کی ہے جس میں غضب چھپا ہے، انہوں نے ہمارے لیے عاجزی کا اظہار کیا ہے جس کے پیچھے کینہ ہے۔ ہر انسان کے پاس تلوار ہے اور وہ اپنے ساتھیوں کے مقام کے لیے سرگرم ہے۔ ہم اگر عوام کے ساتھ عہد شکنی کریں تو وہ ہمارے ساتھ عہد شکنی کریں گے اور ہم نہیں جانتے کہ عوام کی مخالفت ہمارے لیے مفید ہوگی یا مضر۔ آپ کے لیے

امیر المؤمنین کے چچا کی بیٹی ہونا اس سے بہتر ہے کہ آپ کسی عام آدمی کی عورت ہوں''۔

قحذمی نے کہا: معاویہؓ مدینہ آئے تو فرمایا: ''لوگو، ابوبکرؓ نے دنیا کا ارادہ کیا نہ دنیا نے انکا ارادہ کیا۔ عمرؓ نے دنیا کا ارادہ نہیں کیا مگر دنیا نے ان کا ارادہ کیا۔ تاہم عثمانؓ نے دنیا کو پایا اور دنیا نے انہیں پایا۔ میں دنیا کی طرف جھکا اور دنیا میری طرف جھکی۔ میں دنیا کے لیے نرم ہوا وہ میری ماں ہے اور میں اس کا بیٹا اگر آپ لوگ مجھے اپنے میں سے بہتر نہ پائیں تو بھی میں آپ لوگوں کے لیے بہتر ہوں۔'' پھر آپؓ منبر سے اتر آئے۔

جویریہ بن اسماء نے کہا: بُسر بن اَرطاۃ نے معاویہؓ کے سامنے علیؓ کو برا بھلا کہا۔ زید بن عمر بن خطاب موجود تھے۔ انہوں نے بسر کو مار مار کر زخمی کر دیا۔ اس پر معاویہؓ نے فرمایا: ''زید، تم نے قریش کے ایک بزرگ سردار اہل شام کی پٹائی کی۔'' پھر بسر کو مخاطب کر کے فرمایا: ''تو علی کو گالیاں بکتا ہے، حالانکہ علیؓ زید کا نانا ہے اور اس (زید) کا باپ عمر فاروق ہے۔ تو نے برسرِ عام گالیاں دیں۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ علیؓ کو برا بھلا کہنے پر صبر کرے گا؟''

زید کی والدہ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب تھیں۔

عمرؓ نے معاویہؓ کو مکہ کا گورنر بنایا تو وہ مکہ آئے اور اپنی والدہ ہند کے پاس حاضر ہوئے تو والدہ نے کہا: ''میرے بیٹے، کسی آزاد عورت نے بہت کم تیرے جیسا بیٹا جنا ہوگا۔ اس آدمی نے تجھے گورنر بنایا ہے اس لیے اس کی مرضی کے مطابق کام کرو خواہ تجھے یہ کام پسند ہوں یا ناپسند۔'' پھر اپنے والد ابوسفیان کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا: ''فرزندِ گرامی، مہاجرین کا یہ گروہ ہم سے سبقت لے گیا ہے اور ہم پیچھے رہ گئے ہیں۔ ان کی سبقت نے انہیں بلند کیا ہے اور ہماری تاخیر نے ہمیں کوتاہ کر دیا ہے۔ لہٰذا ہم پیروکار بن گئے ہیں اور یہ حضرات قائدین۔ انہوں نے گراں قدر معاملہ تمہارے سپرد کیا ہے، لہٰذا ان کی رائے کی مخالفت نہ کرنا۔ آپ ایک متعین ہدف کی جانب جا رہے ہیں جس تک آپ نہ پہنچ سکیں گے اور اگر آپ اس تک پہنچ گئے تو قابلِ رشک مقام حاصل کریں گے۔'' معاویہؓ نے والدین کے مشورہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ''میں حیران ہوں کہ ان کے الفاظ جدا جدا تھے مگر مفہوم ایک تھا''۔

عتبی نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ عمرؓ بن خطاب شام تشریف لائے تو آپ گدھے پر سوار تھے، ایک دوسرے گدھے پر عبدالرحمٰنؓ بن عوف سوار تھے۔ معاویہؓ ایک پرشوکت جلوس کے ساتھ ان کے استقبال کے لیے آئے مگر عمرؓ سے آگے بڑھ گئے، جب انہیں بتایا گیا تو وہ واپس ہوئے۔ عمرؓ کے قریب پہنچ کر سواری سے اتر کر پیدل چلنے لگے، عمرؓ نے ان سے بے رخی فرمائی۔ اس پر عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے عرض کیا: ''آپ نے اس آدمی کو تھکا دیا۔'' عمرؓ متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''معاویہ! ابھی تم ایک جلوس کے ساتھ تھے، مجھے پتا چلا ہے کہ حاجت مند لوگ تمہارے دروازے پر کھڑے رہتے ہیں؟'' عرض کیا: ''جی ہاں امیر المؤمنین۔'' فرمایا: ''یہ کیوں؟'' عرض کیا: ''ہم ایک ایسے علاقے میں ہیں کہ دشمنوں کے جاسوسوں سے محفوظ نہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ایسے کام کیے جائیں کہ حکومت کا دبدبہ اور ہیبت رہے اگر آپ مجھے حکم دیتے ہیں تو میں اس پر قائم رہتا ہوں اور منع فرماتے ہیں تو رک جاتا ہوں۔'' فرمایا: ''اگر تم نے سچ کہا ہے تو یہ ایک ہوشیار و عقلمند انسان کی رائے ہے اور اگر غلط کہا ہے تو یہ ایک زیرک کا دھوکہ ہے۔ لہٰذا میں نہ تمھیں حکم دیتا ہوں اور نہ تمھیں روکتا ہوں۔'' عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا: ''آپ کے اعتراض سے یہ جوان بخوبی عہدہ برآ ہوا ہے۔'' فرمایا: ''اس کے انہی کاموں کی وجہ سے تو ہم نے اس پر یہ بھاری ذمہ داری ڈال رکھی ہے۔''

معاویہؓ نے ابن الکواء سے کہا: ''میں تمھیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟'' کہا: ''میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں آپ کو دنیا میں وسیع اور آخرت میں تنگ جانتا ہوں۔''

حسنؓ کی وفات کے بعد معاویہؓ نے حج ادا کیا، مدینہ پہنچے تو منبرِ رسول اللہ ﷺ پر علیؓ پر لعنت کرنے کا ارادہ کیا۔ ان سے کہا گیا: ''یہاں سعدؓ بن ابی وقاص ہیں، ہمارے خیال میں وہ اس عمل سے خوش نہ ہوں گے۔ آپ ان کی رائے لیجیے۔'' چنانچہ معاویہؓ نے یہ بات سعدؓ کے سامنے ظاہر کی تو انہوں نے فرمایا: ''اگر آپ نے ایسا کیا تو میں مسجد سے نکل جاؤں گا پھر کبھی مسجد نبوی میں نہ آؤں گا۔'' چنانچہ معاویہؓ یہ لعنت کرنے سے باز رہے حتیٰ کہ سعدؓ فوت

ہو گئے۔ ان کی وفات کے بعد امیر معاویہؓ نے لعنت کی اور اپنے گورنروں کو لکھا کہ وہ منبروں پر علی پر لعنت بھیجیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس پر نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترم ام سلمہؓ نے معاویہؓ کو لکھا:

''آپ لوگ اپنے منبروں پر اللہ اور رسول پر لعنت کرتے ہیں۔ اس لیے کہ آپ لوگ علی بن ابی طالب اور ان سے محبت کرنے والوں پر لعنت کرتے ہیں، میں گواہی دیتی ہوں کہ علیؓ سے اللہ اور اس کے رسولؐ نے محبت کی۔''

معاویہؓ نے اس خط پر توجہ نہ دی۔

ایک عالم نے اپنے بیٹے سے فرمایا: ''فرزندِ عزیز، دنیا جو بناتی ہے دین اسے گرا دیتا ہے اور دین جو چیز بناتا ہے دنیا اسے گرا دیتی ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کچھ لوگوں نے علیؓ پر لعنت کی تا کہ ان کی شان کم کریں مگر انہوں نے گویا آپ کی پیشانی کو کھینچ کر آسمان تک بلند کر دیا۔''

معاویہؓ کے پاس عمرؓو بن عاص چارپائی پر بیٹھے تھے کہ صعصعہ بن صوحان آئے۔ اس پر آپ نے ابن العاص سے فرمایا: ''اس کے لیے جگہ کھلی کرو اگرچہ اس میں ترابیت (یعنی حضرت علی ابوتراب کی محبت) پائی جاتی ہے۔'' صعصعہ نے کہا: ''میں اللہ کی قسم ترابی ہوں۔ مٹی سے پیدا ہوا ہوں، اس میں پلٹ کر جانا ہے، اسی سے اٹھایا جانا ہے مگر تم تو انتہائی تیز شعلے ہو۔''

عتبی نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ معاویہؓ نے ایک دن عمرؓو بن عاص سے فرمایا: ''سب سے عجیب چیز کیا ہے؟'' کہا: ''حقدار کے حق پر غلبہ جبکہ اس کا کوئی حق نہ ہو۔'' معاویہؓ نے کہا: ''اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ غلبے کے بغیر ہی اس شخص کو دیا جانا جس کا کوئی حق نہیں۔''

معاویہؓ نے کہا: ''علیؓ کے مقابلے میں مجھے چار باتوں سے مدد ملی۔ میں اپنا راز چھپاتا تھا اور وہ ظاہر کرتے تھے۔ میری فوج زیادہ بہتر اور فرمانبردار تھی، جب کہ ان کی فوج بری اور نافرمان تھی۔ میں نے ان سے (حضرت علیؓ) اور اصحاب جمل سے کنارہ کشی کی کہ اگر اصحاب جمل، علیؓ پر غالب آجاتے ہیں تو وہ علیؓ کے مقابلے میں میرے لیے آسان ہوں گے اور اگر علیؓ

اصحاب جمل پر فتح پاتے ہیں تو وہ اپنے دین کے بارے میں اس پر فخر کریں گے۔ میں علیؓ کے مقابلہ میں قریش کا زیادہ محبوب تھا۔ یوں وہ میرے قریب اور ان سے دور تھے۔''

عتبی نے کہا: معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو موسم گرما میں لڑنے والی فوج کا سربراہ بنا کر بھیجنا چاہا، یزید کو یہ ناگوار تھا مگر معاویہؓ نے اپنے ارادہ پر اصرار کیا۔ اس پر یزید نے انہیں یہ شعر لکھ بھیجے:

نــجـــی لایــزال یــعــد ذنبــاً لتقطع وصلَ حَبلِکَ من حِبالی

فیوشک أن یحریحکَ من اذاتی نزولی فی المهالک و اِرتحالی

[ایک سرگوشی کرنے والا مسلسل گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے تاکہ میرا اور آپ کا رشتہ کاٹ دے۔ ممکن ہے کہ میرا کوچ اور ہلاکتوں میں اترنا آپ کو میری اذیتوں سے راحت دے]

اور پھر جہاد کی تیاری شروع کر دی۔ کوئی بھی اس غزوہ سے پیچھے نہ رہا حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابو ایوب انصاریؓ بھی ساتھ روانہ ہوئے۔

عتبی نے کہا: مجھ سے ابو ابراھیم نے بیان کیا، کہا: معاویہؓ نے ابن عباسؓ کو بلا بھیجا اور کہا: ''اے ابو العباس، اگر آپ پسند فرمائیں تو اپنے بھتیجے کے ساتھ جہاد کے لیے جائیں، وہ آپ سے مانوس رہے گا اور آپ کو تقرب بخشے گا، آپ اپنی رائے اور مشورہ سے اسے آگاہ کرتے رہیں۔ لوگ آپ کے اور اس کے درمیان حائل نہ ہو سکیں گے کہ دونوں کو ایک دوسرے سے دور کر دیں۔ آپ اپنے حق کا تذکرہ کم کیا کیجئے۔ اس لیے اگر آپ کا حق ہے تو آپ نے اس حق کو اس شخص کی خاطر چھوڑ دیا ہے جو محبت کے لحاظ سے ہم سے زیادہ دور ہے اور اگر آپ کا حق نہیں ہے تو پھر آپ کو اس کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب کہ وہ حق آپ کی طرف آ رہا ہے اور ہر آنے والا قریب ہوتا ہے، جب ایسا ہوگا تو آپ ہمیں اپنے سے زیادہ بہتر پائیں گے۔'' ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم، اگر آپ کی ذات کے بارے میں نعمت آپ کے لیے عزیز ہے تو یزید کے بارے میں بھی عزیز ہے۔ آپ نے مجھ سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ میں اپنے حق کے تذکرہ سے باز رہوں تو میں نے اپنی تلوار کو نیام میں اسی لیے ڈالا ہے کہ میں اپنی زبان سے

فتح و کامیابی پانے کا ارادہ رکھتا ہوں اگر یہ (حکومت کا) معاملہ ہم تک پہنچا، پھر میرے لوگوں نے آپ لوگوں کو اسی طرح مختلف عہدوں پر فائز کیا جیسے آپ کی قوم نے میرے لوگوں کو فائز کیا ہے تو آپ کے لوگ پسندیدہ طرزِ عمل و سلوک پائیں گے۔''

یزید کی قیادت میں لشکر چلا، جب قسطنطنیہ کے قریب سمندر میں تھا تو ابو ایوبؓ کی طبیعت سخت ناساز ہوئی، یزید عیادت کے لیے گیا تو پوچھا: ''ابو ایوب آپ کی کوئی حاجت؟'' فرمایا: ''تمہاری دنیا کی تو مجھے کوئی حاجت نہیں البتہ جہاں تک ہو سکے دشمن کے علاقے میں مجھے آگے تک لے جانا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ''قسطنطنیہ کی فصیلوں کے پاس ایک نیک مرد دفن کیا جائے گا۔'' مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا۔''

ان کی وفات کے بعد یزید نے ان کی تکفین کا حکم دیا، پھر جنازہ اٹھایا گیا، یزید نے فوج کو باہر نکالا۔ قیصر دیکھ رہا تھا کہ ایک چارپائی اٹھائی گئی ہے اور لوگ اس کے ساتھ ساتھ لڑتے جا رہے ہیں۔ اس نے یزید کے پاس پیغام بھیجا: ''میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟'' یزید نے جواب بھیجا: ''ہمارے نبیؐ کے صحابی ہیں۔ انہوں نے ہمیں وصیت کی تھی کہ ہم انہیں آپ کے ملک میں آگے تک لے جائیں۔ ہم ان کی وصیت پر عمل کر رہے ہیں خواہ اس میں ہماری جانیں چلی جائیں۔''

بادشاہ نے پیغام بھیجا: ''بہت ہی حیرت کا مقام ہے، لوگ آپ کے والد کو کیسے زیرک و عقلمند سمجھتے ہیں حالانکہ اس نے آپ کو بھیجا ہے اور آپ اپنے نبیؐ کے صحابی کو ہمارے ملک میں دفن کرنے کا ارادہ کیے ہوئے ہیں۔ جب آپ یہاں سے واپس چلے جائیں گے تو ہم اسے کتوں کے آگے ڈال دیں گے۔''

یزید نے جواب میں کہا: ''میں نے اللہ کی قسم، آپ لوگوں کے ملک سے اس وقت تک کوچ نہ کرنے کا عزم کر رکھا ہے جب تک میں آپ کے کانوں میں اپنی یہ بات نہیں ڈال دیتا۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ اس ذات سے کفر کرتے ہیں جن کی خاطر میں نے یہ اکرام کیا ہے لیکن اگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ انہیں (ابو ایوب کی لاش کو) ان کی قبر سے نکالا گیا ہے یا ان کا مثلہ

کیا گیا ہے تو میں سرزمینِ عرب میں ہر عیسائی کو قتل کر دوں گا اور ہر کلیسا کو منہدم کر دوں گا۔"

قیصر روم نے قاصد کے ذریعہ کہا: "ہم آپ کے والد سے بخوبی واقف ہیں، مجھے مسیح کی قسم، کہ میں ایک سال تک خود قبر کی حفاظت کروں گا۔" مجھے (یعنی مؤلف کو) معلوم ہوا ہے کہ قیصر نے آپؓ کی قبر پر قبہ بنوایا، جس میں آج تک چراغ جلایا جاتا ہے۔

(حضرت) معاویہؓ کی یزید کے لیے بیعت طلبی

ابوالحسن مدائنی نے کہا جب ۵۳ھ میں زیاد کا انتقال ہوا تو معاویہؓ نے ایک نو ایجاد دستاویز ظاہر کی، اسے لوگوں کے سامنے پڑھا، اس میں اپنے بعد یزید کو حکمران مقرر کیا تھا۔ اس سے ان کا مقصد یزید کے لیے بیعت کو آسان بنانا تھا۔ وہ مسلسل سات سال تک عوام کو یزید کی بیعت کے لیے آمادہ کرتے رہے، مشورہ ہوتا رہا، قریبی لوگوں کو نوازتے رہے اور دور والوں کو نزدیک کرتے رہے، یہاں تک کہ زیادہ تر لوگوں نے ان کی توثیق کر دی۔ انہوں نے عبداللہ بن زبیر سے پوچھا: "آپ کی یزید کی بیعت کے بارے میں کیا رائے ہے؟" تو انہوں نے کہا: "اے امیر المومنین، میں آپ کو برملا کہتا ہوں، سرگوشی نہیں کرتا، آپ کا بھائی وہ ہے جو آپ سے کھری بات کرے۔ لہٰذا پیش قدمی سے پہلے دیکھ لیجئے، اور پشیمان ہونے سے قبل سوچ لیجئے۔ اس لیے کہ دیکھنا پیش قدمی سے پہلے ہوتا ہے اور تفکر ندامت سے قبل ہوا کرتا ہے۔" یہ سن کر معاویہؓ ہنس پڑے اور کہا: "مکّار لومڑ، تم نے بڑے ہو کر قافیہ بندی سیکھ لی۔ اپنے بھتیجے کے بارے میں مقفی کلام اتنا کرو جتنا تمھیں کافی ہو۔"

پھر آپ نے احنف کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "یزید کی بیعت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟" کہا: "اگر ہم آپ کے سامنے سچ کہیں تو آپ سے ڈرتے ہیں اور اگر جھوٹ بولیں تو اللہ سے ڈرتے ہیں۔"

۵۵ھ میں امیر معاویہؓ نے مراسلہ روانہ کیا کہ تمام شہروں سے وفد ان کے پاس آئیں، چنانچہ ہر شہر سے وفد ان کی خدمت میں پہنچے۔ مدینہ سے محمد بن عمرو بن حزم آپ کے

پاس پہنچے۔ معاویہؓ نے ان سے تنہائی میں ملاقات کی اور کہا: یزید کی بیعت کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ اس نے کہا: ''اے امیر المؤمنین، آپ روئے زمین پر، میری ذات کے سوا، واحد شخص ہیں جن کی خیر خواہی مجھے محبوب ہے۔ یزید مالدار ہو چکا ہے، حسب میں متوسط ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر حکمران سے اس کی رعایا کی بابت دریافت کرے گا۔ لہٰذا آپ اللہ سے ڈریں اور دیکھیں کہ امت محمدؐ پر کس کو حکمران بنا رہے ہیں۔''

یہ سن کر معاویہؓ ہکا بکا ہو گئے، یہ سردی کا دن تھا، آپ نے درد بھرا سانس لیا پھر کہا: ''اے محمد، آپ ایک مخلص آدمی ہیں اور اپنی رائے ظاہر کر دی ہے اور یہی آپ کی ذمہ داری تھی۔ اب میرا بیٹا ہے اور ان کے بیٹے چنانچہ میرا بیٹا مجھے ان کے بیٹوں سے زیادہ عزیز ہے۔ آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔''

پھر معاویہؓ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے اور وفود کو ملاقات کی اجازت دی۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ یزید کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کریں چنانچہ سب سے پہلے ضحاک بن قیس نے گفتگو کی۔ اس نے کہا: ''اے امیر المؤمنین، لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ (کوئی) آپ کے بعد ان پر حکمران ہو۔ زندگی تو صبح و شام ختم ہو سکتی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: کل یوم ھو فی شأن ہمیں نہیں معلوم کہ حالات کس قدر بدل جائیں۔ یزید امیر المومنین کا بیٹا ہے، اس کا منبع بہترین اور اس کا کردار محکم ہے۔ وہ بردباری کے لحاظ سے ہم سے افضل ہے اور علم کے لحاظ سے مضبوط ہے۔ آپ اسے اپنا جانشین مقرر کیجئے اور اپنے بعد اسے ہمارا حاکم قرار دیجئے۔ ہم اتحاد اور الفت کا تجربہ کر چکے ہیں۔ ہم نے اسے خونریزی روکنے والا اور راستوں کو پر امن بنانے والا پایا ہے اور یہی دنیا و آخرت اور جلد و بدیر کے لیے بہتر ہے۔''
اس کے بعد عمرو بن سعید نے گفتگو کی اور کہا:

''لوگو، یزید ایک امید ہے جس کی تم آرزو کرتے ہو اور ایک میعاد ہے جسے تم پرامن سمجھتے ہو۔ وہ فراخ دست ہے اور سخی و فیاض ہے۔ جب تم اس کے عدل کے طلب گار ہو گے تو وہ تمہیں انصاف فراہم کرے گا۔ جب تم اس سے عطیہ طلب کرو گے تو وہ تمھیں مالدار کر دے گا،

وہ تجربہ کار جوان ہے۔ مقابلہ میں سبقت کرنے والا ہے، شریف ونجیب ہے۔ وہ امیر المومنین کا متبادل ہے مگر کوئی اس کا متبادل نہیں۔''

معاویہؓ نے کہا: ''ابوامیہ بیٹھ جاؤ، تم نے وسعت سے کام لیا اور خوب کلام کیا۔''

پھر یزید بن مقنع کھڑا ہوا اور کہا: ''امیر المومنین یہ ہیں (حضرت معاویہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اگر یہ انتقال کر جائیں تو یہ ہیں (یزید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اور جو انکار کرے تو یہ ہے (تلوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)

معاویہؓ نے کہا'' بیٹھ جاؤ تم خطباء کے سردار ہو۔''

پھر احنف بن قیس نے تقریر کرتے ہوئے کہا: ''آپ یزید سے بخوبی واقف ہیں اس کے روز وشب سے، اس کے ظاہر و باطن سے اور اس کی آمد ورفت سے۔ اگر آپ اللہ کی رضا اور اس امت کی فلاح کے لیے اسے موزوں سمجھتے ہیں تو اس کے بارے میں لوگوں سے مشورہ نہ کیجئے اور اگر اس کے بارے میں اس کے برعکس جانتے ہیں تو آپ آخرت کی طرف جاتے وقت اسے دنیا کا زادِ راہ نہ دیجئے۔''

اس کے بعد لوگ چلے گئے مگر احنف کی تقریر سب کو یاد رہی۔ پھر لوگوں نے یزید بن معاویہ کے حق میں بیعت کی۔ ایک شخص کو بیعت کے لیے بلایا گیا تھا اس نے کہا: یا ''اللہ، میں تجھ سے معاویہ کے شر سے بچتے ہوئے پناہ چاہتا ہوں۔'' معاویہؓ نے اس سے فرمایا: ''اپنے نفس کے شر سے پناہ مانگ، وہ تیرے لیے سخت ہے اور بیعت کر۔'' اس نے کہا: ''میں بیعت کرتا ہوں اور بیعت کو ناگوار سمجھتا ہوں۔'' معاویہؓ نے فرمایا: ''بندۂ خدا بیعت کر، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس میں خیر کثیر رکھی ہو۔''

معاویہؓ نے گورنر مدینہ مروان بن حکم کو لکھا کہ اہلِ مدینہ سے یزید کی بیعت لو، شام اور عراق والے بیعت کر چکے ہیں چنانچہ مروان نے اہل مدینہ سے خطاب کیا، انہیں فرمانبرداری کی تلقین کی اور فتنہ سے خبردار کیا، انہیں یزید کی بیعت کی دعوت دی اور کہا: ''یہ ابوبکرؓ کی سنت ہے۔'' اس پر عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے کہا: ''آپ نے جھوٹ بولا ہے۔ ابوبکر نے اپنے خاندان

اور گھر والوں کو چھوڑ کر بنو عدی کے ایک آدمی کے لیے بیعت کی جس کے دین وامانت سے وہ خوش تھے اور اسے امت محمد ﷺ کے لیے پسند کیا۔'' مروان نے کہا: ''لوگو، یہ بات کرنے والا وہ شخص ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ہے: والذی قال لوالدیه افٍ لکما اتعدانني أن اخرج وقد خلتِ القرونُ من قبلي (احقاف:۱۷) (یعنی اور جس شخص نے اپنے والدین سے کہا: اُف، تنگ کر دیا تم نے، کیا تم مجھے یہ خوف دلاتے ہو کہ میں مرنے کے بعد قبر سے نکالا جاؤں گا؟ حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی نسلیں گزر چکی ہیں) اس پر عبدالرحمٰن نے کہا: ''اے زرقاء کے بیٹے کیا تو ہمارے بارے میں قرآن کی تاویل کرتا ہے؟''

حضرات حسین بن علی، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر نے بات کی، یزید کی بیعت کا انکار کیا اور لوگ منتشر ہو گئے۔ مروان نے یہ سب کچھ معاویہؓ کو لکھ بھیجا، چنانچہ معاویہؓ ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہ مدینہ کے قریب پہنچے تو لوگ ان سے ملنے آئے، جب حسین پر نظر پڑی تو کہا: ''مسلمانوں کے نوجوان کے سردار کو مرحبا ہو۔ ابوعبداللہ کے لیے سواری قریب کرو۔'' عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے فرمایا: ''قریش کے بزرگ اور سردار فرزندِ صدیق کا خیر مقدم ہو۔'' ابن عمرؓ کو مخاطب کر کے کہا: ''رسول اللہ کے صحابی اور فرزند فاروق کے لیے مرحبا۔'' ابن الزبیرؓ سے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ کے حواری اور آپؐ کے پھوپھی زاد کے لیے خوش آمدید۔'' ان سب کے لیے سواری کے جانور منگوائے اور ان سے سوار ہونے کے لیے کہا: ''مدینہ سے نکل کر مکہ آئے اور حج ادا کیا۔''

جب روانگی کا ارادہ کیا تو اپنے وزنی ساز وسامان کو لانے کا حکم دیا جو پیش کر دیا گیا۔ پھر منبر کو کعبہ سے قریب رکھنے کا حکم دیا۔ آپ نے حسین، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، ابن عمر اور ابن زبیر کو بلوا بھیجا۔ یہ سب اکٹھے ہوئے تو انہوں نے ابن زبیر سے کہا: ''ہماری طرف سے آپ کلام کریں۔'' کہا: ''اس شرط پر کہ آپ حضرات میری مخالفت نہیں کریں گے۔'' انہوں نے کہا: ''ہمیں تسلیم ہے۔'' پھر یہ سب معاویہؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان کا خیر مقدم کیا اور فرمایا: ''آپ حضرات کو خوب معلوم ہے کہ میں آپ کا کس قدر احترام کرتا ہوں، آپ سے شفقت کرتا

ہوں، آپ سے صلہ رحمی کرتا ہوں۔ یزید آپ حضرات کا بھائی اور چچازاد ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں خلافت کے نام سے تو اسے آگے کروں جب کہ امر ونہی کرنے والے آپ حضرات ہوں۔"

سب خاموش رہے اور ابن زبیر نے بات کی اور کہا: "ہم تین باتوں میں سے ایک کا آپ کو اختیار دیتے ہیں۔ [۱] یا تو آپ وہ کچھ کریں جو رسول اللہ ﷺ نے کیا کہ وفات پائی اور کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ مسلمانوں نے ابوبکر کو خلیفہ بنالیا۔ اس لیے آپ اس بات کو رہنے دیں تاکہ لوگ اپنے لیے خود حکمران چن لیں۔ [۲] اگر آپ چاہیں تو وہ کریں جو ابوبکر نے کیا، کہ قریش میں سے ایک دور کے شخص کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اپنی اولاد اور قبیلہ کو چھوڑ دیا۔ قریبی رشتے داروں کو بھی نظرانداز کیا، حالانکہ کئی حکمران بننے کے اہل تھے [۳] اگر آپ چاہیں تو وہ کریں جو عمرؓ نے کیا کہ قریش کے چھ افراد کو مقرر کیا کہ وہ اپنے میں سے ایک آدمی کو منتخب کرلیں۔ اپنے بیٹوں اور گھرانے کو چھوڑا حالانکہ ان میں سے اگر کسی کو مقرر کرتے تو وہ خلیفہ بننے کے لائق تھے۔"

معاویہؓ نے کہا: "کیا اس کے سوا آپ کے پاس کچھ ہے؟"

کہا: "نہیں۔"

پھر دوسروں سے پوچھا: "آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟"

انہوں نے کہا: "جو ابن زبیر نے کہا وہی ہماری رائے ہے۔"

معاویہؓ نے کہا: "میں آپ حضرات سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں اور اس دھمکی سے پہلے معذرت چاہتا ہوں پس میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر اس جگہ آپ لوگوں میں سے کسی ایک نے میری بات کی تردید کی تو اس کی بات ختم نہ ہوگی کہ اس کا سر اڑا دیا جائے گا، لہٰذا ہر کوئی اپنی جان کی طرف دیکھے اور اسے بچانے کی فکر کرے۔" پھر آپ نے حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک کے سر کے پاس دو آدمی تلواریں لے کر کھڑے ہوجائیں اور اگر کوئی میری بات کی مخالفت کرے تو اس کی گردن اڑا دیں۔ پھر آپ انہیں لے کر نکلے حتی کہ منبر پر چڑھے۔ اہلِ شام نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا، لوگ جمع تھے۔ آپ نے حمد وثناء کے بعد کہا:

"ہم نے عوام کی عیب دار باتیں سنیں، انہوں نے کہا ہے: حسین، ابن ابی بکر، فرزند

عمر اور زبیر کے بیٹے نے یزید کے لیے بیعت نہیں کی، حالانکہ یہ حضرات مسلمانوں کے سردار اور ان میں سے بہترین ہیں۔ ہم ان کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرتے اور ان کے مشورہ کے بغیر کوئی بات طے نہیں کرتے۔ میں نے ان حضرات کو بلایا اور سامع و مطیع پایا۔ انہوں نے بیعت کی اور اطاعت کی۔ اس پر اہلِ شام نے کہا: ان حضرات کا معاملہ اتنا بڑا نہیں؟ آپ ہمیں اجازت دیجیے، ہم ان کی گردنیں اڑا دیں۔ جب تک یہ علانیہ بیعت نہیں کرتے ہم راضی نہ ہوں گے۔''

معاویہؓ نے کہا: ''سبحان اللہ، لوگ قریش کی طرف شر کے ارادے سے کتنی تیزی سے لپکتے ہیں اور ان کے نزدیک قریش کا خون کتنا میٹھا ہے۔ خاموش رہو، میں کسی سے یہ بات نہ سنوں۔'' پھر آپ نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی تو لوگوں نے بیعت کی پھر آپ کی سواریاں قریب کی گئیں۔ آپ سوار ہوئے اور تشریف لے گئے۔

عوام نے حسین اور ان کے رفقاء سے کہا: ''آپ حضرات نے تو کہا تھا کہ ہم بیعت نہیں کریں گے مگر جب آپ کو بلایا گیا اور راضی کیا گیا تو آپ حضرات نے بیعت کر لی۔''

ان حضرات نے کہا: ''ہم نے بیعت نہیں کی۔''

عوام نے کہا: ''کیوں نہیں، آپ حضرات نے بیعت کی۔ پھر آپ حضرات نے انکار کیوں نہ کر دیا؟''

کہا: ''ہم قتل ہونے سے ڈر گئے۔ اس (امیر معاویہؓ) نے ہماری وجہ سے تمہارے خلاف چال چلی اور تمہاری وجہ سے ہمارے خلاف چال چلی۔''

(حضرت) معاویہؓ کی وفات

ہیثم بن عدی سے روایت ہے، کہا: جب امیر معاویہؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو یزید غیر حاضر تھا۔ آپ نے ضحاک بن قیس فہری اور مسلم بن عقبہ المری کو بلوا بھیجا اور فرمایا:

''آپ دونوں میری طرف سے یزید کو یہ پیغام دے دینا: اہلِ حجاز کا خیال رکھنا کہ وہی لوگ تیری اصل اور تیرا کنبہ ہیں۔ ان میں سے جو تمہارے پاس آئے اس کی عزت کرنا اور جو تمہارا ساتھ نہ دے اس سے عہد و پیمان کرنا۔ اہل عراق کا خیال رکھنا، اگر وہ تم سے ہر روز گورنر

کی تبدیلی کا مطالبہ کریں تو اسے معزول کر دینا، اس لیے کہ ایک گورنر کی تبدیلی آسان ہے بجائے اس کے کہ ایک لاکھ تلواریں سونت لی جائیں، پھر تمھیں یہ بھی معلوم نہ ہو کہ اس لڑائی کا انجام کیا ہونا ہے۔ اہلِ شام کا خیال رکھنا، انہیں فرقانی لباس کے بجائے اپنا تحتانی لباس بنانا، اگر دشمن تمہارے خلاف کوئی سازش کرے تو ان کے ذریعہ اس پر حملہ آور ہونا۔ اس حملہ وتاخت کے بعد اہلِ شام کو واپس ان کے ملک میں بھیج دینا یہ لوگ دوسرے علاقوں میں نہ رہیں کہ وہاں کے لوگوں کے رویّے اپنالیں۔ مجھے تمہارے خلاف تین آدمیوں سے خطرہ ہے: حسین بن علی، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر۔ جہاں تک حسین کا تعلق ہے مجھے امید ہے کہ اس کے مقابلہ میں تمہیں اللہ ان لوگوں کو کافی کر دے گا جنھوں نے اس کے والد کو قتل کیا اور اس کے بھائی کو بے یار و مددگار چھوڑا۔ ابن زبیر چالاک وعیار ہے، اگر تم اس پر قابو پاؤ تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ ابن عمر کو تقویٰ و پرہیز گاری نے بیمار کر رکھا ہے، تم اُسے آخرت تک محدود رہنے دینا تو وہ تمہارے اور تمہاری دنیا کے مابین مداخلت نہیں کرے گا۔"

پھر یزید کی طرف ایک پیام رساں بھیجا، خط میں اسے آنے کی ترغیب دی گئی تھی۔ قاصد تیزی سے روانہ ہوا اور یزید کو معاویہ کی وفات کی خبر دی۔ اس پر یزید نے کہا: (ترجمہ اشعار)

[قاصد ایک خفیہ پیغام لئے ہوئے ایک کاغذ لایا۔
دل نے اس کے کاغذ سے گھبراہٹ محسوس کی۔
ہم نے کہا: تمہارا ناس ہو۔ تمہارے مکتوب میں کیا ہے؟
انہوں نے جواب دیا: خلیفہ اللہ کو پیارا ہو چکا ہے۔
یہ سن کر زمین گھوم گئی یا ہمیں لے کر گھومنے ہی والی تھی۔
گویا کہ اس کے غبار آلود حصے اکھڑ چکے ہیں۔
پھر ہم ایک گہری آنکھوں والی مہار کسی ہوئی اونٹنی پر سوار ہوئے،
جو ہمیں طویل کشادہ راستے پر بہت تیزی سے لے جا رہی تھی۔
ہمیں اس کی پرواہ نہ تھی کہ جب ہماری سواریاں ہمیں لے کر منزل تک پہنچیں گی

تو اس وقت تک ان میں سے کتنی لق دوق صحرا میں مر چکی ہوں گی یا لنگڑا کر چل رہی ہوں گی۔

فرزندِ ہند نے وفات پائی اور اس کے پیچھے عزت، شرافت بھی رخصت ہوئی۔

یوں ہم سب اکھٹے ہو رہے تھے۔ وہ روشن رو اور خندہ رو ہے۔

اسی کی برکت سے بارش طلب کی جاتی ہے

اگر وہ حلم و بردباری میں لوگوں سے قرعہ اندازی کرے تو وہ قرعہ میں کامیاب ہو۔

جسے وہ ڈھیلا کر دے لوگ کوشش کے باوجود اسے جوڑ نہیں سکتے

اور جسے وہ سخت کرے اور کس دے لوگ اسے کمزور نہیں کر سکتے۔]

محمد بن عبدالحکم نے کہا: شافعی نے کہا: آخری دونوں شعر الاعشیٰ کے ہیں جن کا سرقہ کیا گیا ہے۔

ابن دأب نے کہا: معاویہؓ نے وفات پائی تو ضحاک بن قیس فہری اپنے کندھے پر کپڑا رکھے باہر نکلا حتی کہ منبر کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا، پھر کہا: لوگو! معاویہؓ عربوں کا دوست، خیر خواہ اور ان کا بادشاہ تھا۔ اللہ نے اس کے ذریعہ فتنہ کو کچلا، اور اس کی وجہ سے سنت کو زندہ کیا۔ یہ اس کا کفن ہے، جس میں ہم اسے لپیٹنے والے ہیں اور اسے اس کے پروردگار کے سپرد کرنے والے ہیں، جو شخص نماز جنازہ پڑھنا چاہے وہ نماز ظہر کے بعد جنازہ کے لیے آ جائے۔

ضحاک بن قیس فہری نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ پھر اس روز یزید بھی آ پہنچا۔

تعزیت کے لیے سب سے پہلے اس کے پاس عبداللہ بن ہمام السلولی حاضر ہوا اور کہا:

(ترجمہ اشعار)[یزید صبر سے کام لے کہ تو ایک مہربان و مشفق سے محروم ہوا

اور اس عطیہ کا شکریہ ادا کر جو اس نے تجھے ملک کی صورت میں عطا کیا۔

جتنی بڑی مصیبت تجھ پر پڑی، اتنی لوگوں پر کبھی نہیں پڑی

اور نہ کسی کا وہ انجام ہے جو تیرا ہے۔

تو تمام زمین والوں کا نگران بن گیا ہے۔

تو ان کی سرپرستی کرے گا اور اللہ تجھ پر فضل فرمائے گا۔

معاویہؓ کا جانشین ہمارے پاس موجود ہے

جب خبرِ وفات دی جائے اور ہم یہ سنیں کہ آپ نے عطیات بند کر دیے ہیں۔]

اس کے بعد خطباء نے اپنے کلام شروع کیے اور تعزیتی تقریریں کیں۔

پھر یزید گھر میں فروکش رہا اور تین دن تک گھر میں قیام کیا لوگوں سے ملاقات نہ کی۔ پھر باہر آیا تو اس پر دکھ کے آثار تھے: منبر پر چڑھا: ضحاک آ کر منبر کے پاس بیٹھ گیا۔ اسے خطرہ تھا کہ یزید خطاب میں اٹک جائے گا۔ یزید نے اس سے کہا: اے ضحاک کیا تم بنوعبد شمس کو تقریر سکھلانے کے لیے آئے ہو؟'' پھر یزید نے کھڑے ہو کر خطاب کیا اور کہا:

''اللہ کی حمد ہے اس نے جو چاہا کیا، جسے چاہا عطا کیا اور جسے چاہا روک دیا۔ جسے چاہا بلند کیا اور جسے چاہا پست کیا۔ معاویہ بن ابوسفیان اللہ کی رسیوں میں سے ایک رسی تھے، اللہ نے جب تک چاہا انہیں پھیلایا اور جب چاہا کاٹ دیا۔ آپ اپنے پہلے والوں سے کم اور اپنے بعد آنے والوں سے بہتر تھے۔ وہ اپنے رب کے پاس پہنچ چکے ہیں اگر اللہ انہیں معاف فرمائے گا تو اپنی رحمت سے اور اگر عذاب دے گا تو ان کے گناہ کی وجہ سے۔ مجھے آپ کے بعد حکمران بنایا گیا ہے۔ آپ لوگ خاطر جمع رکھیں۔ اللہ جب کسی چیز کو ناپسند کرتا ہے تو اسے بدل دیتا ہے اور جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے آسان و ممکن فرما دیتا ہے۔''

یزید بن معاویہ کی خلافت

یزید بن معاویہ بن ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ اس کی والدہ میسون بنت بحدل بن انیف بن دلجہ قنافہ، بنو حارثہ بن جناب میں سے ایک۔ یزید کی کنیت ابو خالد تھی۔

بال گھونگریالے، کمر پتلی، آنکھوں کی سفیدی زیادہ سفید اور سیاہی زیادہ سیاہ تھی۔

چہرے پر چیچک کے داغ تھے، ڈاڑھی خوبصورت اور ہلکی تھی۔ رجب ۶۰ ھ میں خلیفہ بنا۔ ۶۴ ھ میں ربیع الاول کے نصف میں وفات پائی۔ مدینہ سے باہر حوارین کے مقام پر دفن ہوا۔ مدت حکومت چار سال اور کچھ دن تھی۔

پولیس کا سربراہ حمید بن حریث بن بحدل تھا۔ کاتب اور صاحب امر سرجون بن منصور تھا۔ قضاء کی ذمہ داری ابوادریس خولانی کی تھی۔ خراج پر مسلمہ بن حدیدۃ ازدی تھا۔

یزید کی اولاد : معاویہ، خالد اور ابوسفیان، ان کی والدہ فاختہ بنت ابوہاشم بن عتبہ بن ربیعہ تھی۔ عبداللہ اور عمران ان کی والدہ ام کلثوم بنت عبداللہ بن عباس تھی۔

یزید کا بیٹا عبداللہ زاہد و نیک تھا اور یزید کا بیٹا خالد عالم تھا۔ بنوامیہ میں عبداللہ سے بڑھ کر کوئی زاہد نہ تھا اور خالد سے بڑھ کر عالم نہ تھا۔

اصمعی نے ابوعمرو سے روایت کی ہے، کہا: ''خلافت سے تعلق میں کوئی خاتون عاتکہ بنت یزید بن معاویہ بن ابی سفیان سے بڑھ کر نہ تھیں۔ عاتکہ کے والد (یزید) خلیفہ تھے، ان کے دادا (معاویہ) خلیفہ تھے، ان کے بھائی معاویہ بن یزید خلیفہ تھے، ان کے خاوند عبدالملک بن مروان خلیفہ تھے اور ان کے بیٹے ولید، سلیمان اور ھشام خلفاء تھے۔''

شہادت حسین بن علیؓ:

علی بن عبدالعزیز نے کہا: ابوعبید قاسم بن سلّام نے مجھے پڑھ کر سنایا اور میں سن رہا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا: ''کیا ہم آپ کی طرف سے روایت کر سکتے ہیں جیسا کہ آپ کے سامنے پڑھا گیا ہے؟'' کہا: ''جی ہاں۔'' ابوعبید نے کہا: معاویہ بن ابی سفیان نے وفات پائی تو ان کے مرنے کی اطلاع مدینہ منورہ پہنچی۔ اس وقت مدینہ کا گورنر ولید بن عتبہ تھا۔ اس نے حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر کو بلوایا اور ان سے یزید کی بیعت کرنے کے لیے کہا۔ انہوں نے جواب دیا: انشاء اللہ کل برسرِ عام۔ دونوں گورنر کے پاس سے چلے گئے۔ حسین نے سواریاں منگوائیں، سوار ہوئے اور مرکزی راستے کے ذریعہ مکہ کا رخ کیا۔ عبداللہ بن زبیر اپنے غیرعربی گھوڑے پر سوار ہوئے اور براستہ عرج، مکہ کی راہ لی۔ حسین کا گزر عبداللہ بن مطیع سے ہوا، وہ

اپنے کنویں پر تھا۔ آپ یہاں اترے تو اس نے پوچھا: ''اے ابو عبداللہ، آپ کے بعد اللہ تعالیٰ ہمیں خوشگوار پانی نہ پلائے، آپ کہاں جارہے ہیں؟'' فرمایا: ''عراق۔'' کہا: ''سبحان اللہ، کیوں؟'' فرمایا: ''معاویہؓ وفات پاچکے ہیں اور میرے پاس بڑی تعداد میں خطوط آئے ہیں۔'' کہا: ''ابو عبداللہ، ایسا نہ کرنا، اللہ کی قسم، ان لوگوں نے آپ کے والد کی حفاظت نہ کی، حالانکہ وہ آپ سے بہتر تھے تو کیسے یہ لوگ آپ کی حفاظت کریں گے؟ اور اللہ کی قسم، اگر آپ مارے گئے تو آپ کے بعد ہر حرمت حلال کردی جائے گی۔'' حسینؓ وہاں سے مکہ پہنچے اور انہوں نے اور ابن زبیر نے وہاں قیام کیا۔

عمرو بن سعید ماہِ رمضان میں مدینہ کا گورنر بنا۔ ولید بن عتبہ معزول ہوا۔ جب نیا گورنر منبر پر بیٹھا تو اس کی نکسیر پھوٹی، اس پر ایک بدو نے کہا: ''اللہ کی قسم یہ تو ہمارے لیے خون لایا۔'' پھر گورنر کو ایک شخص نے اپنی پگڑی پیش کی تو بدو نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ''اللہ کی قسم، یہ تو عوام کو اپنی زد میں لے گا۔'' پھر گورنر نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا تو لوگوں نے اسے دو شاخوں والا عصا پیش کیا، اس پر بدو نے کہا: ''اللہ کی قسم، لوگ شاخ در شاخ ہوگئے۔'' پھر مکہ کا رخ کیا اور وہاں ترویہ کے دن سے ایک دن پہلے پہنچا۔

لوگ وفد کی صورت میں حسینؓ کے پاس آئے اور کہا: ''اے ابو عبداللہ، اگر آپ بڑھتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے تو انہیں ایک لحاظ سے اپنے گھر میں اتارتے۔'' جب مؤذن آیا اور نماز کے لیے اقامت کہی تو عمرو بن سعید نے آگے بڑھ کر تکبیر کہی۔ اس پر حسینؓ سے عرض کیا گیا: ''ابو عبداللہ، اگر آپ نے امامت کرنے سے انکار کیا ہے، تو نماز باجماعت سے نکل جائیے۔'' آپ نے فرمایا: ''نماز باجماعت افضل ہے۔'' آپ نے نماز پڑھی اور تشریف لے گئے۔ عمرو بن سعید نماز سے فارغ ہوا تو اسے اطلاع ملی کہ حسینؓ چلے گئے ہیں۔ اس نے کہا: ''انہیں تلاش کرو، آسمان و زمین کے درمیان ہر اونٹ پر سوار ہوجاؤ اور انہیں ڈھونڈو۔'' لوگوں نے اس کی اس بات پر تعجب کیا۔ آپ کو تلاش کیا گیا مگر آپ کو پایا نہ جاسکا۔

حسینؓ کو واپس لانے کے لیے عبداللہ بن جعفر نے اپنے بیٹے عون اور محمد کو بھیجا، مگر

انہوں نے واپس آنے سے انکار کیا اور عبداللہ بن جعفر کے ان بیٹوں کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔

عمرو بن سعد مدینہ پہنچا تو اس نے ابن زبیر کو بلوا بھیجا مگر انہوں نے انکار کیا۔ ابن زبیر نے قریش کے افراد اور اہل مکہ کے ذریعہ اپنی حفاظت کی۔ اس پر عمرو بن سعد نے مدینہ سے لشکر روانہ کیا اور عبداللہ بن زبیر کے بھائی عمرو کو اس لشکر کا قائد مقرر کیا۔ اس نے اہلِ دیوان کو اہل مکہ طرف زبردستی بھیجنے کا تہیہ کیا۔ یہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے۔ اس پر گورنر نے کہا: یا تو تم لوگ اپنے ضامن میرے پاس لاؤ ورنہ جاؤ۔ چنانچہ اس نے انہیں مکہ بھیجا۔ ان لوگوں نے ابن الزبیر کے خلاف لڑائی کی۔ عمرو بن زبیر نے شکست کھائی، اس کے بھائی نے اسے قیدی بنالیا اور جیل میں بند کر دیا۔

حسین بن علیؓ نے مسلم بن عقیل کو بیعت لینے کے لیے اہل کوفہ کی طرف بھیجا۔ جب معاویہ فوت ہوئے تو وہ کوفہ میں تھے، چنانچہ فرمایا: ''اے اہل کوفہ رسول اللہ ﷺ کا نواسا ہمیں بحدل کے نواسے سے زیادہ محبوب ہے۔'' یہ بات یزید تک پہنچی تو اس نے کہا: ''اے اہلِ شام، مجھے مشورہ دو کہ میں کوفہ کا گورنر کسے بناؤں؟'' انہوں نے کہا: ''کیا آپ اسے پسند کریں گے جسے معاویہؓ نے پسند کیا ہو؟'' کہا: ''ہاں۔'' اسے بتایا گیا کہ عراقین پر گورنری کی دستاویز، دیوان میں تحریر شدہ موجود ہے۔ یہ عبیداللہ بن زیاد کا تقرر ہے۔ لہٰذا اسے کوفہ کا گورنر بنادیا جائے۔'' چنانچہ وہ حسینؓ کے پہنچنے سے پہلے کوفہ پہنچ گیا۔

اہل کوفہ میں سے تیس ہزار سے زیادہ لوگوں نے مسلم بن عقیل کی بیعت کی۔ یہ لوگ آپ کے ساتھ عبیداللہ بن زیاد کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلے۔ جب یہ گلیوں میں سے گزرتے تو لوگ خاموشی سے کھسک جاتے، حتی کہ مسلم بن عقیل کے پاس چھوٹا سا گروہ باقی رہ گیا۔ اب لوگوں نے گھروں کے اوپر سے مسلم پر خشت باری شروع کردی۔ آپ نے یہ دیکھا تو ہانی بن عروہ مرادی کے گھر داخل ہوگئے۔ وہ صاحب شرف تھے۔ ہانی نے آپ سے کہا: ''ابن زیاد کے یہاں میرا بڑا مرتبہ وحیثیت ہے۔ میں جلد ہی بیماری کا بہانہ بناؤں گا۔ جب وہ میری عیادت کے لیے آئے تو آپ اس کی گردن اڑا دینا۔'' ہانی بن عروہ نے سرخ رنگ کی مٹی پی لی اور اس

کی قے کرنے لگے، جب ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ ہانی بیمار ہیں تو وہ ان کی عیادت کے لیے آیا۔ ہانی نے مسلم بن عقیل سے کہا: ''جب میں کہوں گا مجھے پانی پلاؤ، تو آپ باہر نکل کر اس کی گردن اڑا دینا۔'' جب ابن زیاد اندر پہنچا اور بیٹھ گیا تو ہانی نے کہا: ''مجھے پلاؤ۔'' وہ باز رہے۔ اس پر اس نے کہا: ''تمھارا ناس ہو، مجھے پلاؤ، خواہ میری جان چلی جائے۔'' ابن زیاد چلا گیا، مگر مسلم نے کچھ نہ کیا۔ مسلم بہت دلیر تھے مگر اس وقت وہ خوف زدہ ہو گئے۔

ابن زیاد کو جب ہانی کے ارادہ کی خبر ملی تو اسے بلوا بھیجا۔ انہوں نے کہا: ''میں بیمار ہوں، آ نہیں سکتا۔'' ابن زیاد نے حکم دیا: ''اسے میرے پاس لے آؤ خواہ وہ بیمار ہی ہو۔'' چنانچہ جانور پر زین کسی گئی، وہ سوار ہوئے، ان کے پاس عصا تھا۔ وہ لنگڑے تھے اور آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ پھر وہ رک جاتے اور کہتے: ''میں ابن زیاد کے پاس کیوں جا رہا ہوں۔'' بہر حال وہ ابن زیاد کے پاس پہنچے تو اس نے کہا: ''اے ہانی، کیا زیاد کا ہاتھ تیرے ہاں سفید نہ تھا؟''[1] کہا: ''کیوں نہیں؟'' کہا: ''اور میرا ہاتھ؟'' کہا: ''کیوں نہیں۔'' پھر ہانی نے کہا: ''میں نے آپ کی جان و مال کی حفاظت کی۔'' ابن زیاد نے کہا: ''چلے جاؤ۔'' جب وہ نکلے تو ان کی لاٹھی لے کر ان کے چہرے پر ماری حتی کہ لاٹھی ٹوٹ گئی پھر ان کی گردن اڑا دی گئی۔

ابن زیاد نے مسلم بن عقیل کو بلوا بھیجا وہ تلوار لے کر نکلے اور لڑتے رہے حتی کہ لوگوں نے انہیں زخموں سے نیم جان کر دیا اور قیدی بنا لیا۔ ابن زیاد کے پاس لائے گئے تو اس نے گردن اڑانے کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے وصیت کرنے کی مہلت دو۔'' اس نے کہا: ''وصیت کر لو۔'' آپ نے حاضرین کے چہروں کو دیکھا پھر عمر بن سعد سے فرمایا: ''میں یہاں تمہارے سوا کسی قریشی کو نہیں دیکھتا۔ میرے قریب ہو تا کہ میں تم سے بات کروں۔'' چنانچہ عمر ان کے نزدیک ہوئے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم چاہتے کہ جب تک قریش ہوں تم ان کے سردار بن جاؤ؟ حسین اور ان کے ہمراہی نوے مرد و زن ہیں، جو راستے میں ہیں۔ تم انہیں واپس ہونے کے لیے کہہ دو اور میری حالت سے انہیں مطلع کر دو۔'' پھر مسلم کی گردن اڑا دی گئی۔ اس کے بعد عمر نے ابن زیاد سے کہا: ''کیا آپ کو معلوم ہے کہ مسلم نے مجھے کیا بتایا؟'' کہا: ''اپنے

چچازاد کی بات پوشیدہ رکھو۔'' کہا: ''یہ بہت بڑی بات ہے۔'' کہا: ''کیا ہے؟'' کہا: ''اس نے مجھے بتایا ہے کہ حسین آرہے ہیں اور ان کے ساتھ نوے مرد وزن ہیں۔ انہیں واپس کردو اور میری حالت سے انہیں باخبر کردو۔''

اس پر ابن زیاد نے کہا: ''بہرحال، اگر تم نے بتادیا ہے، تو پھر حسین کے خلاف تمہارے سوا کوئی نہیں لڑے گا۔'' چنانچہ ابن زیاد نے ابن سعد کے ساتھ لشکر روانہ کردیا۔ حسینؓ کو اطلاع ملی تو وہ شراف (نجد کے ایک گھاٹ) پر تھے۔ آپ نے واپسی کا ارادہ کیا۔ آپ کے ساتھ بنوعقیل کے پانچ آدمی تھے۔ انہوں نے کہا: ''آپ واپس جارہے ہیں حالانکہ ہمارا بھائی شہید ہوچکا ہے اور آپ کے پاس قابل اعتماد خطوط بھی آئے ہیں؟'' اس پر حسینؓ نے اپنے ایک ساتھی سے فرمایا: ''اللہ کی قسم، ان لوگوں پر اب میرا قابو نہیں۔ مجھ سے ان کی حالت دیکھی نہیں جاتی۔''

گھوڑ سوار دشمنوں نے کربلا کے مقام پر سامنا کیا تو حسینؓ نے فرمایا: ''یہ کون سی زمین ہے؟'' لوگوں نے عرض کیا: کربلاء۔ فرمایا: ''ارضِ کرب وبلا۔''

گھوڑ سواروں نے آپ کو گھیر لیا تو حسینؓ نے عمر بن سعد سے فرمایا: ''اے عمر، میری طرف سے تین شرطوں میں سے ایک قبول کرلو۔ یا تو مجھے چھوڑ دو کہ جس طرح میں آیا ہوں اسی طرح واپس چلا جاؤں یا پھر مجھے یزید تک لے جاؤ کہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھوں یا پھر مجھے ترکوں تک جانے دو کہ میں ان کے خلاف لڑتا ہوا مر جاؤں۔''

ابنِ سعد نے یہ شرائط ابن زیاد تک پہنچائیں تو ابن زیاد نے حسینؓ کو یزید کے پاس لے جانے کا ارادہ کیا مگر شمر بن ذوالجوشن نے اسے کہا: ''اللہ نے آپ کو دشمن پر قابو دیا ہے تو آپ اسے کہیں اور بھیج رہے ہیں۔ صرف ایک صورت ہے کہ وہ (حضرت حسینؓ) آپ کی اطاعت کرتے ہوئے خود کو آپ کے حوالے کردے آپ یہ بات انہیں پہنچا دیں۔'' اس پر حسینؓ نے فرمایا: ''میں ابن مرجانہ کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس کے سپرد کردوں؟ اللہ کی قسم، میں ہرگز ایسا نہ کروں گا۔''

ابن سعد نے حسینؓ کے خلاف لڑنے میں تاخیر کی تو ابن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن کو بلوا بھیجا اور اس سے کہا: "اگر تو عمر آگے بڑھ کر لڑے تو ٹھیک ہے ورنہ تم اس کی جگہ لے لو۔"

عمر بن سعد کے ساتھ تیس کوفی تھے۔ انہوں نے کہا: "رسول اللہ ﷺ کے نواسے نے تمہارے سامنے تین شرائط پیش کی ہیں اور تم لوگوں نے ان میں سے ایک شرط بھی قبول نہیں کی۔" چنانچہ یہ کوفی حسینؓ کے ساتھ شامل ہو گئے اور ان کی طرف سے لڑے۔

عبداللہ بن حسن بن علیؓ بہت ہی خوبصورت تھے۔ ایک شامی نے انہیں دیکھ کر کہا: "میں اس نوجوان کو ضرور قتل کروں گا۔" ایک آدمی نے کہا: "تیرا ناس ہو جائے تو اسے قتل کر کے کیا لے گا؟ اسے چھوڑ دے۔" شامی نے انکار کیا، عبداللہ پر حملہ کیا، تلوار کا وار کیا اور شہید کر دیا۔ جب تلوار کا وار ہوا تو انہوں نے کہا: "اے چچا" حسینؓ نے فرمایا: "اس آواز پر لبیک جس کے مددگار کم اور دشمن زیادہ ہیں۔" حسینؓ نے قاتل پر وار کر کے اس کا ہاتھ کاٹ دیا، پھر ایک اور وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر دونوں فوجیں لڑ پڑیں۔

علی بن عبدالعزیز نے کہا: مجھ سے زبیر نے بیان کیا، کہا: مجھ سے محمد بن حسن نے بیان کیا، جب عمر بن سعد نے حسین پر لشکر کشی کی اور آپؓ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ضرور لڑیں گے، تو آپ اپنے ہمراہیوں میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد و ثناء کی، پھر فرمایا: میرے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے اسے تم لوگ دیکھ رہے ہو، دنیا بالکل متفرق ہو چکی ہے اور اب دنیا میں سے باقی صرف اتنا رہ گیا ہے جتنا کسی چھوٹے سے برتن میں بچا کچھا، زندگی نقصان دہ چراگاہ کی مانند بن چکی ہے۔ آپ لوگ دیکھتے نہیں کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا اور باطل کا ازالہ نہیں ہو رہا۔ اب مومن کو اللہ سے ملنے کی رغبت رکھنا چاہئے، میں تو موت کو ایک سعادت سمجھتا ہوں اور ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے کو ذلت و نامرادی گردانتا ہوں۔"

حسینؓ نے جمعہ کے دن یوم عاشور ۶۱ھ میں فرات کے کنارے طف میں ایک ایسی جگہ وفات پائی جو کربلاء کہلاتی ہے۔ آپ ۵ر شعبان ۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ۵۶ سال کی عمر میں شہادت پائی۔ آپ نے سیاہ خضاب لگا رکھا تھا۔ آپ کو سنان بن ابی انس نے شہید کیا۔

حمیر کے خولہ بن یزید اصبحی نے آپ کو سخت زخمی حالت میں ختم کر دیا۔ آپ کا سر کاٹا اور اسے لے کر عبید اللہ کے پاس آیا اور وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا:

اوقرِ رکابي فضّةً و ذهباً　　　انا قتلتُ الملکَ المحجبا

خیر عباد اللہ اُمّا و أباً

[میری رکاب کو سونے اور چاندی سے بھر دیجئے، میں نے پوشیدہ بادشاہ کو قتل کیا ہے، جو اللہ کے بندوں میں والدین کے لحاظ سے اچھا ہے]

اس پر عبید اللہ بن زیاد نے کہا: ''جب وہ والدین کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہترین تھا اور اللہ کے بندوں میں سب سے اچھا تھا، تو پھر تم نے اسے قتل کیوں کیا؟ اسے آگے لاؤ اور اس کی گردن اڑا دو۔'' چنانچہ اس کی گردن اڑا دی گئی۔

روح بن زنباع نے اپنے والد سے، انہوں نے الغاز بن ربیعہ الجرشی سے روایت کی ہے، میں یزید بن معاویہ کے پاس تھا، جب زحر بن قیس جعفی آیا، حتی کہ یزید کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس نے پوچھا: ''اے زحر تیرے پیچھے کیا ہے؟'' اس نے کہا:

''امیر المومنین، میں آپ کو اللہ کی فتح و نصرت کی بشارت دیتا ہوں۔ ہمارے پاس حسین اپنے اہل بیت کے سترہ آدمیوں اور ساٹھ حامیوں کے ساتھ آئے، ہم نے ان لوگوں سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے آپ کو سپرد کر دیں اور قائد کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں یا لڑائی کے لیے تیار ہو جائیں۔ انہوں نے لڑائی کے سوا ہر بات سے انکار کیا۔ ہم نے طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ان پر حملہ کر دیا اور انہیں ہر طرف سے گھیر لیا حتی کہ تلواروں نے مردوں کی کھوپڑیوں میں اپنی جگہیں بنا لیں۔ وہ لوگ ہم سے بچ کر جھاڑیوں اور گڑھوں میں یوں پناہ لیتے تھے جیسے کہ کبوتر شکرے سے پناہ لیتا ہے۔ بس اتنی ہی دیر ہوئی جتنی کسی اونٹ کے ذبح کرنے میں یا کسی کھڑے ہونے والے کے اٹھنے میں وقت لگتا ہے کہ ہم نے ان سب کو ختم کر دیا۔ یہ ہیں آپ کے حضور وہ جسم جو ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے ہیں، ان کی کھوپڑیوں میں ریت گھسی ہے۔ ان کے رخساروں میں گڑھے پڑے ہیں۔ سورج کی تپش انہیں جھلسا رہی ہے، جنگل و بیابان سے

اٹھنے والی ہوا ان پر خاک ڈال رہی ہے۔ عقاب اور گدھ ان کے ملاقاتی ہیں۔''

یہ سن کر یزید کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اس نے کہا: ''میں قتل حسین کے بغیر ہی تمہاری فرمانبرداری سے راضی تھا۔ اللہ ابن سمیہ پر لعنت کرے۔ اللہ کی قسم، اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو حسینؓ کو چھوڑ دیتا۔ اللہ ابوعبداللہ پر رحم کرے اور ان کی مغفرت فرمائے۔''

علی بن عبدالعزیز نے محمد بن ضحاک بن عثمان خزاعی سے اس نے اپنے والد سے روایت کی ہے: ''کہا، حسینؓ کوفہ کی طرف نکلے، یزید بن معاویہ کی حکمرانی کو ناپسند کرتے ہوئے۔ اس پر یزید نے عبیداللہ بن زیاد کو جو اس کی طرف سے عراق کا گورنر تھا، لکھا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسین کوفہ کی طرف چلے ہیں۔ اب تمہارا وقت اوقات میں اور تمہارا صوبہ صوبوں میں حالتِ ابتلاء میں ہے جب کہ تم گورنروں میں سے امتحان کی حالت میں ہو۔ اب یا تم آزاد ہو گے یا پھر غلام بن جاؤ گے۔''

چنانچہ عبیداللہ نے آپ کو شہید کر دیا اور آپ کا سر اور ساز و سامان یزید کے پاس بھیجا۔ جب سر اس کے سامنے رکھا گیا تو اس نے حصین بن الحمام المري کا یہ شعر پڑھا:

یفلّقن هاماً من رجالٍ اعزةٍ علینا وهم کانوا أعق و أظلما

[ہمارے عزیز آدمیوں کے سر ٹکڑے ٹکڑے کیے جاتے ہیں، وہ لوگ نافرمان اور ستمگر تھے۔]

اس پر علیؓ بن حسین نے جو قیدیوں میں تھے، کہا شعر سے زیادہ اللہ کی کتاب آپ کے لیے موزوں و مناسب ہے۔ اللہ فرماتا ہے: ''کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں یا تمہارے اپنے نفس پر نازل ہوتی ہے اور ہم نے اس کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب میں لکھ نہ رکھا ہو۔ ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان کام ہے (یہ سب کچھ اس لیے ہے) تاکہ جو کچھ بھی نقصان تمھیں ہو، اس پر تم دل شکستہ نہ ہو اور جو کچھ اللہ تمھیں عطا فرمائے اس پر پھول نہ جاؤ۔ اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اور فخر جتاتے ہیں۔''

(الحدید: ۲۲،۲۳)

یزید غصے ہوا اور اپنی داڑھی سے کھیلنے لگا، پھر کہا: ''تمہارے اور تمہارے باپ کے

بارے میں اللہ کی کتاب کی یہ آیت کافی ہے۔ ''تم لوگوں پر جو مصیبت بھی آئی ہے، تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آئی ہے اور بہت سے قصوروں سے وہ ویسے ہی درگزر کر جاتا ہے۔''

(الشوریٰ: ۳۰)

اے اہل شام، ان لوگوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟'' ایک آدمی نے یزید سے کہا: ''آپ برے کتے کا پلا نہ رکھیں۔'' مگر نعمان بن بشیر انصاری نے کہا: ''آپ سوچیں کہ اگر حضورعلیہ السلام انہیں اس حالت میں دیکھتے تو ان کے ساتھ کیسا سلوک فرماتے، آپ بھی وہی سلوک ان کے ساتھ کیجئے۔''

یزید نے کہا: ''آپ نے سچ کہا ہے: ان کے لیے تخلیہ کرو، اور ان کی خاطر شامیانے وغیرہ لگاؤ۔'' یزید نے ان کے لیے باورچی خانہ کا بندوبست کیا، انہیں ملبوسات دیئے اور ان کے لیے بہت سے عطیات نکالے اور کہا: ''اگر ابن مرجانہ اور ان کے مابین نسب ہوتا تو وہ انہیں قتل نہ کرتا۔'' پھر انہیں مدینہ بھجوا دیا۔

الریاشی نے کہا: مجھے محمد بن ابی رجاء نے خبر دی، کہا: مجھے ابو معشر نے یزید بن زیاد کے حوالے سے بواسطہ محمد بن حسین بن علی بن ابی طالب خبر دی، کہا: ''حسینؓ کی شہادت کے بعد ہمیں یزید کے سامنے لے جایا گیا، ہم بارہ لڑکے تھے۔ ہم میں سے سب سے بڑے اس وقت علی بن حسین تھے۔ ہم اس کے سامنے پیش کیے گئے تو ہم میں سے ہر ایک کا ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھا تھا۔ یزید نے ہم سے کہا: تمہاری جانیں اہل عراق سے عبید ۱ نے بچائی ہیں، مجھے ابوعبداللہ ۲ کے خروج اور ان کی شہادت کے بارے میں معلوم نہ ہوا۔''

ابوالحسن مدائنی نے اسحاق سے، انہوں نے اسمٰعیل بن سفیان سے، انہوں نے ابو موسیٰ سے بواسطہ حسن بصری روایت کی ہے، کہا: حسینؓ کے ساتھ آپ کے اہل خانہ کے سولہ افراد شہید ہوئے۔ اللہ کی قسم اس وقت روئے زمین پر آپ کے اہل بیت کی مانند کسی گھرانے کے افراد نہ تھے۔ اہل شام نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں کو قیدی بنا کر اونٹوں پر سوار کیا۔ جب یہ بیبیاں یزید کے پاس پہنچیں تو فاطمہ بنت حسین نے کہا: اے یزید، کیا رسول اللہ ﷺ کی

بیٹیاں قیدی ہیں؟ اس نے کہا: نہیں بلکہ یہ معزز محترم آزاد خواتین ہیں۔ اپنی چچازاد بہنوں کے پاس جاؤ، آپ دیکھیں گی کہ وہ آپ کے ساتھ کتنا اچھا سلوک کرتی ہیں۔ سیدہ فاطمہ کا کہنا ہے: میں ان کے پاس پہنچی تو میں نے ہر سفیانی خاتون کو دیکھا کہ وہ نوحہ کرتے ہوئے اپنے سینے پر ہاتھ مار رہی ہے اور رو رہی ہے۔ عقیل بن ابی طالب کی بیٹی نے حسینؓ اور ان کے رفقاء کے مرثیہ میں کہا:

(ترجمہ اشعار)

[اے میری آنکھوں آنسوؤں، گریہ زاری اور آہ و بکا کے ساتھ رولو۔

اگر مردے کے محاسن بیان کر کے رونا ہے تو پھر تو آلِ رسول کے محاسن بیان کر۔

چھ سب کے سب علیؓ کی اولاد میں سے ہیں اور پانچ عقیل کے بیٹے ہیں جو کام آئے]

رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ام سلمہ روایت کرتی ہیں، کہا: ''نبی کریم ﷺ میرے یہاں تھے اور حسینؓ بھی تھے۔ وہی نبی کریم ﷺ کے قریب ہوئے تو میں نے انہیں پکڑ لیا، وہ رو پڑے تو میں نے چھوڑ دیا۔ پھر حضورؐ کے قریب ہوئے تو میں نے پھر پکڑ لیا تو وہ پھر رو پڑے، میں نے چھوڑ دیا۔'' اس پر جبرئیلؑ نے آپؐ سے عرض کیا: ''اے محمدؐ کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟'' فرمایا: ''ہاں۔'' کہا: ''آپ کی امت انہیں شہید کر دے گی، اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو ان کی شہادت گاہ کی خاک دکھا دوں۔'' چنانچہ اپنا پیر پھیلایا اور وہاں کی مٹی آپؐ کو دکھلائی۔ اس پر نبی اکرم ﷺ روئے۔

محمد بن خالد نے کہا: ابراہیم نخعی نے کہا: ''اگر میں قاتلانِ حسین میں سے ہوتا اور جنت میں داخل ہوتا تو مجھے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کے دیدار سے شرم آتی۔''

ابن لھیعہ نے ابوالاسود سے روایت کی ہے کہ میں نے یہودیوں کے ایک گروہ جالوت کے سربراہ سے ملاقات کی تو اس نے بتایا: ''میرے اور داؤدؑ کے مابین ستر آباء ہیں، پھر بھی یہودی مجھے دیکھتے ہیں تو میری تعظیم کرتے ہیں، میرے حق شناس ہیں اور میری توقیر کرتے ہیں، جب کہ تمہارے اور تمہارے نبیؐ کے مابین صرف ایک باپ کا واسطہ ہے اور تم لوگوں نے

ان کے فرزند کو مار ڈالا ہے۔''

ابن عبدالوہاب نے یسار بن عبدالحکم سے روایت کی ہے کہ جب حسینی لشکر لوٹا گیا تو اس میں خوشبو ملی، جس عورت نے بھی یہ خوشبو لگائی اسے برص کی بیماری ہوئی۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی، کہا: ''حسن، حسین اور عبداللہ بن جعفر نے بچپن میں رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی ان کے ماسوا کسی نے بھی چھوٹی عمر میں آپؐ کی بیعت نہیں کی۔''

علی بن عبدالعزیز نے زبیر سے، انہوں نے مصعب بن عبداللہ سے روایت کی کہ حسینؓ نے پچیس حج پیدل کیے۔

علی بن حسین سے پوچھا گیا: ''آپ کے والد کی اولاد بہت کم تھی۔'' فرمایا: ''تعجب ہے کہ میں ان کے یہاں کیسے پیدا ہوا، آپ شب و روز میں ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے تو بیویوں کے لیے کب فارغ ہوتے؟''

یحییٰ بن اسمٰعیل نے شعبی سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمر کو بتایا گیا کہ حسین نے عراق کا رخ کیا ہے۔ حسین کی روانگی کے وقت ابن عمر موجود نہ تھے۔ چنانچہ وہ مدینہ سے تین منزلوں پر جا کر ان سے ملے اور پوچھا: ''آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟'' فرمایا: ''میں عراق جانا چاہتا ہوں۔'' پھر لوگوں کے خطوط نکال کر انہیں دکھائے۔ پھر فرمایا: ''یہ ہے ان کی بیعت اور ان کے خطوط۔'' ابن عمرؓ نے انہیں اللہ کی قسم دے کر کہا کہ وہ واپس چلے جائیں، حسینؓ نے انکار کیا۔ ابن عمرؓ نے کہا: میں آپ کو ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے آپ سے پہلے کسی سے بیان نہیں کی کہ جبرئیل نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو دنیا و آخرت میں سے ایک کو اختیار کرنے کے لیے کہا۔ آپ نے آخرت اختیار کی۔ آپ لوگ بھی حضور ﷺ سے قرابت کی بنا پر آپؐ کا ٹکڑا ہو۔ اللہ کی قسم آپؐ کے اہل بیت میں سے کوئی بھی دنیا کے قریب نہیں جائے گا اور اللہ نے آپ لوگوں کو دنیا سے نہیں پھیرا مگر اس کے لیے جو آپ لوگوں کے لیے بہتر ہو (یعنی آخرت)۔ آپ واپس چلے جائیے، آپ اہلِ عراق کی غداری سے واقف ہیں اور انہوں نے

آپ کے والد کے ساتھ جو سلوک کیا، اس سے واقف ہیں۔ حسینؓ نے واپسی سے انکار کیا، ابن عمر کو گلے لگایا اور کہا: ''میں آپ کو ایک شہید کی طرف سے اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔''

فرزدق نے کہا: میں مکہ کے ارادہ سے نکلا، اچانک مجھے نصب کردہ خیمے نظر آئے، میں نے پوچھا: ''یہ کس کے ہیں۔'' بتایا گیا: ''حسینؓ کے۔'' میں سیدھا آپ کے پاس پہنچا اور سلام کیا۔ فرمایا: ''کہاں سے آرہے ہو؟'' میں نے کہا: ''عراق سے۔'' فرمایا: ''آپ نے لوگوں کو کیسے چھوڑا؟'' میں نے کہا: ''ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں آپ کے خلاف ہیں اور فتح آسمان سے آتی ہے۔''

(حضرت) حسینؓ کے ساتھ شہادت پانے والوں کے نام:

ابو عبید نے کہا: ہم سے حجاج نے بواسطہ ابو معشر بیان کیا ہے، کہا: حسینؓ کے ساتھ عثمان بن علی، ابوبکر بن علی، جعفر بن علی اور رعباس بن علی شہید ہوئے۔ ان کی والدہ ام البنین بنت حرام کلابیہ تھیں۔ ابراہیم بن علی شہید ہوئے جن کی ماں آپ کی ام ولد تھیں۔ عبداللہ بن حسن اور عقیل بن ابی طالب کے پانچ بیٹے شہید ہوئے۔ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے بیٹے عون اور محمد شہید ہوئے۔ بنو ہاشم کے تین آدمیوں نے شہادت پائی۔ یوں یہ سب سترہ افراد ہوئے۔

بنو ہاشم کے بارہ لڑکے قیدی ہوئے: ان میں محمد بن حسین، علی بن حسین اور فاطمہ بنت حسین شامل تھے۔ بنو حرب کا اقتدار بالآخر اللہ نے سلب کر لیا۔

عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو لکھا: ''مجھے اس گھرانے کے لوگوں کے خون سے بچانا، میں نے بنو حرب کو دیکھا ہے کہ جب انہوں نے حسین کو شہید کیا تو ان کا اقتدار سلب کر لیا گیا۔''

شہادت حسینؓ کے بارے میں زُہری کا بیان:

ابو محمد عبداللہ بن میسرہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہم سے محمد بن موسیٰ حرشی نے بیان

کیا، کہا: ہم سے حماد بن موسیٰ جہنی نے عمر بن قیس کے حوالے سے بیان کیا، کہا: میں نے ابن شہاب زہری کو سُنا، وہ سعید بن میتب کے حوالے سے بواسطہ ابو ہریرہؓ، نبی اکرم ﷺ سے حدیث بیان کرتے تھے۔

حماد بن عیسیٰ نے کہا: مجھ سے عباد بن بشیر نے، انہوں نے عقیل سے، انہوں نے زہری سے، انہوں نے سعید بن مسیب سے، انہوں نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اکرم ﷺ نے، فرمایا: ''مومن ایک سوراخ سے دوبارڈسا نہیں جاتا۔''

ان دونوں نے کہا: زہری نے کہا: میں قتیبہ کے ساتھ مصیصہ [1] کے ارادہ سے نکلا۔ ہم امیر المومنین عبدالملک بن مروان کے پاس پہنچے۔ آپ اپنے ایوان میں بیٹھے تھے۔ لوگوں کی دو صفیں، ایوان کے دروازے پر تھیں۔ جب آپ کو کوئی کام ہوتا تو آپ اپنے قریب شخص سے فرماتے، حتی کہ یہ بات ایوان کے دروازے تک پہنچ جاتی۔ ان دونوں قطاروں کے درمیان کوئی چلتا نہ تھا۔ ہم آکر ایوان کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ عبدالملک نے اپنے دائیں طرف کے آدمی سے کہا: ''کیا آپ تک بیت المقدس کے بارے میں حسین بن علی کی شہادت کی رات کا کوئی واقعہ پہنچا ہے؟'' ہر ایک نے اپنے قریبی سے یہ بات پوچھی حتی کہ یہ ایوان کے دروازہ تک پہنچی مگر کسی نے بھی اس بارے میں جواب نہ دیا۔ میں نے کہا: ''میرے پاس اس سلسلہ میں معلومات ہیں۔'' یوں یہ بات واپس سلسلہ بسلسلہ عبدالملک تک پہنچی، مجھے بلایا گیا، میں دونوں صفوں کے درمیان چلا، جب میں عبدالملک کے پاس پہنچا تو میں نے سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: ''آپ کون ہیں؟'' میں نے عرض کیا: ''میں محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب زہری ہوں۔'' آپ نے مجھے نسب سے پہچان لیا۔ عبدالملک حدیث کے بہت طالب تھے، اس لیے میں نے اسے جان لیا۔ انہوں نیپوچھا: حسینؓ کی شہادت کے دن بیت المقدس میں کیا ہوا؟

علی بن عبدالعزیز از ابراھیم بن عبداللہ از ابومعشر از محمد بن عبداللہ بن سعید بن العاص از زہری کی روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: جس رات کی صبح حسین بن علی شہید ہوئے؟ میں (یعنی زہری) نے کہا: ''جی ہاں، مجھ سے فلاں، زہری نے ہم سے اس شخص کا نام

بیان نہیں کیا، نے بیان کیا کہ جس رات کی صبح حسین بن علی بن ابی طالب شہید ہوئے، اس میں بیت المقدس کے جس پتھر کو بھی اٹھایا گیا، اس کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔'' عبدالملک نے کہا: ''آپ نے سچ کہا، جس نے آپ سے یہ بات بیان کی ہے، اس نے مجھ سے بھی بیان کی ہے۔ میں اور آپ اس حدیث میں دونوں اجنبی ہیں۔'' پھر مجھ سے کہا: ''آپ کیسے آئے؟'' میں نے عرض کیا: ''قیام کی خاطر۔'' فرمایا: ''دروازے پر رہئے'' چنانچہ میں نے آپ کے یہاں قیام کیا، آپ نے مجھے مالِ کثیر سے نوازا پھر میں نے آپ سے مدینہ جانے کی اجازت لی، آپ نے مجھے اجازت دی، میرے ساتھ میرا غلام تھا اور ایک بوری میں مالِ کثیر تھا۔ یہ بوری گم ہوگئی۔ میں نے غلام پر الزام لگایا، اسے لالچ بھی دیا اور دھمکی بھی مگر اس نے کوئی اعتراف نہ کیا۔ میں اسے گرا کر اس کے سینے پر بیٹھ گیا اور اپنی کہنی اس کے سینے پر رکھی، میں نے اس کی خوب پٹائی کی، میں اسے مارنا نہیں چاہتا تھا مگر وہ میرے نیچے ہی مر گیا۔

میں نادم و پشیمان ہوا، مدینہ آیا اور سعید بن مسیّب، عبدالرحمٰن، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد اور سالم بن عبداللہ سے مسئلہ پوچھا، سب نے کہا: ''ہمارے نزدیک تمہارے لیے توبہ کی گنجائش نہیں۔'' یہ بات علی بن حسین تک پہنچی تو انہوں نے مجھے بلوایا۔ میں آیا اور پورا واقعہ سنایا۔ فرمایا: ''تمہارے گناہ کے لیے توبہ ہے: تم دو ماہ لگاتار روزے رکھو، ایک مومن غلام آزاد کرو اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔'' میں نے ایسے ہی کیا۔

میں پھر عبدالملک سے ملنے کے لیے روانہ ہوا اور انہیں میرے مال کے ضیاع کا حال معلوم ہوا تھا۔ میں کئی روز تک ان کے دروازے پر کھڑا رہا مگر مجھے ملنے کی اجازت نہ ملی۔ میں آپ کے بیٹے کے استاد کے پاس بیٹھا۔ استاد اسے سکھا رہا تھا کہ امیر المومنین کے حضور حاضر ہو کر کس طرح بات کرنا ہے۔ میں نے اس لڑکے کے معلم سے کہا: آپ کو امیر المومنین سے کیا صلہ ملنے کی توقع ہے۔ میں آپ کو اتنا کچھ دوں گا بشرطیکہ آپ اس لڑکے کو یہ سکھا دیں کہ جب یہ امیر المومنین کے پاس حاضر ہو اور وہ اس سے پوچھیں: ''اپنی حاجت طلب کرو۔'' تو یہ لڑکا جواب میں کہے: میری حاجت یہ ہے کہ آپ زہری سے راضی ہو جائیں۔ چنانچہ لڑکے نے ایسے ہی کیا۔ عبدالملک ہنس پڑے اور فرمایا: ''وہ کہاں ہے؟'' کہا: ''دروازہ

پر۔" چنانچہ مجھے باریابی کی اجازت ملی، جب میں آپ کے سامنے حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا: اے امیرالمومنین، سعید بن مسیب نے مجھ سے بواسطہ ابو ہریرہ، نبی اکرم ﷺ کی حدیث بیان کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "مومن ایک سوراخ سے دوبارڈسا نہیں جاتا۔"

واقعہ حرّہ

ابوالیقظان نے کہا: معاویہؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو یزید کو بلوایا اور کہا: "ایک دن تمھیں اہل مدینہ سے سابقہ پڑے گا۔ جب ایسا ہو تو مسلم بن عقبہ سے ان پر تاخت کرنا، ہم اس آدمی کی خیر خواہی سے واقف ہیں۔"

جب ۶۳ھ آیا تو عثمان بن محمد بن ابی سفیان مدینہ کا گورنر بن کر آیا۔ اس نے مدینہ کے کچھ آدمیوں کو بصورت وفد یزید کے پاس بھیجا۔ ان میں عبداللہ بن حنظلہ، غسیل الملائک اور ان کے آٹھ بیٹے بھی تھے۔ یزید نے عبداللہ بن حنظلہ کو ایک لاکھ عطا کیے اور ان کے ہر بیٹے کو دس دس ہزار دئے۔ ملبوسات اور وہ چوپائے الگ تھے جن پر ہدایا لادے جاتے ہیں۔ جب یہ لوگ واپس مدینہ پہنچے تو لوگ ان سے ملنے آئے اور پوچھا: "تمہارے پیچھے کیا ہے؟" کہا: "میں تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی طرف سے آرہا ہوں کہ اگر مجھے اپنے ان بیٹوں کے سوا کوئی اور نہ ملا تو بھی میں اس کے خلاف جہاد کروں گا۔" لوگوں نے کہا: "ہمیں تو معلوم ہوا ہے کہ اس نے آپ کی عزت کی ہے اور آپ کو انعامات و اکرامات سے نوازا ہے؟" کہا: "اس نے یہ کیا ہے اور میں نے اس سے یہ قبول اس لیے کیا ہے تاکہ اس کے خلاف قوت حاصل کروں۔"

پھر انہوں نے عوام کو یزید کے خلاف اکسایا، لوگوں نے اس کی حمایت کی۔ گورنر عثمان بن محمد نے یزید کو اہل مدینہ کی مخالفت کی یہ حالت لکھ بھیجی تو یزید نے اہل مدینہ کے نام یہ خط لکھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امابعد۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی اور جب اللہ کسی قوم کی شامت لانے کا فیصلہ کرلے تو

پھر وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی، نہ اللہ کے مقابلے میں ایسی قوم کا کوئی حامی و مددگار ہو سکتا ہے۔ (الرعد: ۱۱) میں نے تمہیں پہن کر پرانا کر دیا۔ میں نے تمہیں اپنے سر پر رکھا، پھر اپنی آنکھوں پر، پھر اپنے منہ پر، پھر اپنے پیٹ پر، اور اللہ کی قسم، اگر میں نے تم لوگوں کو اپنے پاؤں تلے رکھا تو میں تمہیں ایسے روندوں گا کہ اس سے میں تمہاری تعداد کم کر دوں گا اور اس کے ذریعہ میں تمہیں داستانیں بنادوں گا کہ تمہاری خبریں عاد و ثمود کی خبروں کے ساتھ لکھی جائیں گی۔''

یزید کا یہ مکتوب جب اہل مدینہ کے پاس پہنچا تو لوگ غضبناک ہو گئے۔ انصار نے عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا سربراہ اور قریش نے عبداللہ بن مطیع کو اپنا قائد مقرر کیا، پھر عثمان بن محمد بن ابوسفیان کو مدینہ سے نکال دیا نیز مروان بن حکم اور بنو امیہ سے متعلق ہر شخص کو نکال دیا۔ عبداللہ بن عبّاس طائف میں تھے۔ آپؓ نے اہل مدینہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہیں بتایا گیا کہ انہوں نے عبداللہ بن مطیع کو قریش کا اور عبداللہ بن حنظلہ کو انصار کا قائد مقرر کیا ہے تو فرمایا: ''دو امیر! یہ لوگ تباہ ہو گئے۔''

یزید کو جب اہل مدینہ کی کاروائی کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے محل سے باہر خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا اور اہل شام کے وفود طلب کیے، تین دن نہیں گزرے تھے کہ وفد مسلسل پہنچنے لگے۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو ان کا سالار مقرر کیا اور مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ مدینہ والوں نے مدینہ اور شام کے مابین ہر کنوئیں میں تارکول پھینکی مگر اللہ نے شامیوں کے لشکر پر بارش نازل کی، انہوں نے ان کنوؤں کا پانی نہیں پیا حتی کہ مدینہ پہنچ گئے۔

ابوالیقظان وغیرہ نے کہا: ''یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ کو سالار لشکر مقرر کیا تو وہ بیمار تھا، اس لئے اسے حکم دیا کہ اگر تمہارے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے تو حصین بن نمیر کو سالار مقرر کرنا۔''

مسلم بن عقبہ مدینہ پہنچا تو اہل مدینہ بڑی تیاری اور بہت بڑی تعداد میں اس کے مقابلے کے لیے نکلے جس کی پہلے مثال نہیں ملتی۔ جب شامیوں نے انہیں دیکھا تو خوفزدہ ہو گئے اور ان سے لڑنا ناگوار سمجھا۔ مسلم بن عقبہ نے حکم دیا تو اس کی چارپائی دونوں لشکروں کے درمیان رکھ دی گئی، وہ اس چارپائی پر بیمار پڑا تھا۔ اس نے ایک منادی کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا: ''اپنے

سپہ سالار کی جانب سے یا لڑو یا اسے تنہا چھوڑ دو۔'' چنانچہ شامی لشکر ڈٹ کر لڑا۔ مدینہ کے اندر سے اللہ اکبر کی آواز سنائی دی تو معلوم ہوا کہ اہل شام کے بنو حارثہ نے دھاوا بول دیا ہے اور وہ سرگرمی سے لڑ رہے ہیں۔ اہل مدینہ نے شکست کھائی۔ عبداللہ بن حنظلہ اپنے کسی بیٹے کے ساتھ ٹیک لگائے سو رہا تھا، جب اس نے آنکھیں کھولیں اور لوگوں کی حالت دیکھی تو اس نے اپنے سب سے بڑے بیٹے کو حکم دیا، وہ آگے بڑھا اور شہید ہو گیا۔ وہ ایک ایک کر کے اپنے بیٹوں کو بھیجتا رہا حتی کہ سب جاں بحق ہوئے، پھر اپنی تلوار کی نیام توڑی اور لڑتے ہوئے کام آیا۔

مسلم بن عقبہ مدینہ میں داخل ہوا اور وہاں کے لوگوں پر فتح پائی پھر اس نے انہیں بیعت کی دعوت دی کہ وہ یزید کے غلام اور باندیاں ہیں وہی ان کی جان و مال اور اہل و عیال کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔ انہوں نے بیعت کر لی۔ جب عبداللہ بن زمعہ کو پکڑ کر لایا گیا تو مسلم نے کہا: بیعت کرو کہ تم امیر المومنین کے غلام ہو وہ ہی تمہارے جان و مال اور عیال کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔ اس نے کہا: میں اس بات پر ہرگز بیعت نہ کروں گا کہ امیر المومنین میرے خون، مال اور گھر والوں کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔ مسلم بن عقبہ نے کہا: اس کی گردن اڑا دو۔ مروان بن حکم نے اچھل کر عبداللہ کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور کہا: ''ہم آپ کی پسند کے مطابق بیعت کرتے ہیں۔'' اس پر مسلم نے کہا: ''نہیں، اللہ کی قسم، میں اسے ہرگز معاف نہ کروں گا، اگر مروان اس سے الگ ہو جائے تو ٹھیک، ورنہ دونوں کو قتل کر دو۔'' چنانچہ مروان نے اسے چھوڑ دیا اور ان کی گردن اڑا دی گئی۔

عبداللہ بن مطیع بھاگ کر مکہ چلے گئے اور وہیں رہے حتی کہ عبدالملک بن مروان کے دور حکومت میں عبداللہ بن زبیر کے ساتھ شہید ہوئے۔ وہ اہل شام سے لڑتے اور یہ شعر پڑھتے:

(ترجمہ اشعار) [میں ہی حرہ کے روز فرار ہوا

اور سردار صرف ایک بار ہی فرار ہوتا ہے۔

اس فرار کے عوض آج میں حملہ کروں گا

اور فرار کے بعد حملہ کرنے میں کوئی قباحت نہیں]

ابو عقیل دورقی نے کہا: میں نے ابونضرہ کو یہ واقعہ بیان کرتے سنا: حرہ کی جنگ کے دوران ابوسعید خدریؓ ایک غار میں داخل ہوئے، ایک شامی بھی وہاں پہنچا۔ خدریؓ کی گردن میں تلوار تھی۔ آپ نے وہ تلوار اتار کر رکھ دی اور کہا: "میرا اور اپنا گناہ لو اور جہنمیوں میں سے ہو جاؤ اور یہی ظالموں کی جزا ہے۔" اس نے کہا: "کیا آپ سعید خدری ہیں؟" فرمایا: "ہاں۔" کہا: "میرے لیے مغفرت طلب کیجئے۔" فرمایا: "اللہ تمہاری مغفرت کرے۔"

مسلم بن عقبہ نے معقل بن سنان اشجعی اور محمد بن ابوجہم کو قیدی بنانے کے بعد قتل کرنے کا حکم دیا۔ قریش اور انصار کے جنگ حرہ میں کل مقتول افراد تین سو چھ تھے جب کہ موالی اور دیگر لوگ اس سے کئی گنا زیادہ تھے۔

مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ کے سر یزید کے پاس بھیجے۔ جب سر اس کے سامنے رکھے گئے تو اس نے غزوہ احد کے بارے میں ابن الزبعری کے شعر پڑھے: (ترجمہ)

[کاش بدر کے میرے بزرگ

خزرج کی گھبراہٹ کو دیکھتے جو نیزوں کے لگنے سے ہوئی

تو وہ خوشی سے چلا اٹھتے اور وہ ضرور یزید سے کہتے کہ شکست نہیں ہوئی]۔

اس پر ایک صحابی رسولؐ نے اس سے کہا: "اے امیر المومنین، کیا آپ اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں؟" کہا: "ہم اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔" صحابی نے کہا: "اللہ کی قسم، میں اس جگہ تمہارے پاس کبھی نہ رہوں گا۔" اور وہ یزید کے پاس سے چلے گئے۔

جب حرہ کا معاملہ ختم ہوا تو مسلم بن عقبہ اپنے شامی لشکر کے ساتھ ابن زبیر کا مقابلہ کرنے کے لیے مکہ کی طرف بڑھا، وہ بیمار تھا، اس کی موت کا وقت آ گیا تو اس نے حصین بن نمیر کو بلایا اور کہا: "میں نے تمہیں بلوا بھیجا ہے مگر میں نہیں جانتا کہ تمہیں اس لشکر کا سالار مقرر کروں یا آگے بڑھ کر تمہاری گردن اڑا دوں۔" اس نے کہا: "اللہ آپ کا بھلا کرے۔ میں آپ کا تیر ہوں جہاں چاہیے پھینکیے۔" کہا: "تم ایک احمق، درشت خو بدو ہو اور یہ قریش کا قبیلہ ایسا ہے کہ جس نے بھی اپنا کان ان کے حوالہ کیا وہ اس کی رائے پر غالب آ گئے، اس لشکر کو لے کر

چلو، جب لوگوں سے ملو تو خبردار اپنے کان پر انہیں قابو نہ پانے دینا سوائے اس کے کہ وہ تمہارے ساتھ لڑائی میں کھڑا ہو یا جلاد کے سامنے کھڑا ہو یا پھر مفرور ہو۔''

مسلم بن عقبہ مر گیا، اللہ اس پر رحم نہ کرے، حصین بن نمیر اپنی فوج کے ساتھ چلا پھر یزید کی موت تک اہل مکہ کا محاصرہ کیے رکھا، اللہ اس پر رحم نہ فرمائے۔ مکہ کا یہ محاصرہ پچاس دن تک رہا۔ اس نے کعبہ پر منجنیق نصب کی اور اسے آگ لگائی بروز منگل پانچ ربیع الاوّل ۶۴ھ اور اسی سال یزید نے حوارین میں وفات پائی۔

وفات یزید بن معاویہ : یزید نے بلادِ حمص کے مقام حوارین میں وفات پائی۔ اس کی نماز جنازہ اس کے بیٹے معاویہ بن یزید بن معاویہ نے چودہویں ربیع الاول کی رات میں پڑھائی۔ یزید کی والدہ میسون بنت بحدل کلبی تھی۔ یزید کی عمر ۳۸ سال تھی۔ اس کی مدت حکومت تین سال نو مہینے اور بائیس دن تھی۔

خلافت معاویہ بن یزید بن معاویہ

معاویہ بن یزید بن معاویہ نے ربیع الاول ۶۴ھ میں خلافت سنبھالی۔ ان کی عمر اکیس سال تھی۔ وہ اپنے والد کے چالیس دن بعد فوت ہوئے۔ وہ پوری مدتِ حکومت میں بیمار رہے اور اپنے گھر سے باہر نہیں نکلے۔ جب وفات کا وقت آیا تو ان سے کہا گیا: ''اگر آپ اپنے گھر والوں میں سے کسی کو ولی عہد بنا دیتے اور اپنا خلیفہ نامزد کر دیتے تو اچھا ہوتا۔'' کہا: ''میں نے جب زندگی میں خلافت سے فائدہ نہیں اٹھایا تو مر کر اسے اپنے ذمہ کیوں لوں۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ بنو امیہ تو اس کی مٹھاس لیں اور میں اس کی کڑواہٹ برداشت کروں۔ میں مر جاؤں تو میری نماز جنازہ ولید بن عتبہ پڑھائے اور لوگوں کو ضحاک بن قیس نمازیں پڑھائیں، حتی کہ لوگ اپنے لیے کسی کو حکمران منتخب کر لیں۔'' چنانچہ ان کی نماز جنازہ ولید بن عتبہ نے پڑھائی اور لوگوں کو ضحاک بن قیس نے دمشق میں نمازیں پڑھائیں حتی کہ بنو مروان کی حکومت قائم ہو گئی۔

فتنہ ابن زبیر

علی بن عبدالعزیز نے کہا: ہم سے ابوعبید نے، انہوں نے حجاج سے، انہوں نے ابو معشر سے بیان کیا کہ جب مسلم بن عقبہ مرا تو حصین بن نمیر مکہ آ گیا جہاں ابن زبیر تھے۔ اس نے اہل مکہ کو اطاعت کی دعوت دی جو انہوں نے قبول نہ کی۔ اس نے اہل مکہ کے خلاف لڑائی کی اور ابن زبیر نے اس کے خلاف لڑائی کی۔ اس روز منذر بن زبیر اور اس کے بھائیوں میں سے دو اور مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف اور مسور بن مخرمہ جاں بحق ہوئے۔ حصین بن نمیر نے جبلِ ابوقبیس اور قعیقعان پر منجنیقیں نصب کیں۔ کوئی بھی بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتا تھا۔ ابن زبیر نے ساج کی لکڑی کے تختے بیت اللہ پر رکھوائے اور ان پر مخملی چادریں اور کپڑے بچھائے۔ جب ان پر کوئی پتھر گرتا تو وہ بیت اللہ پر نہ پڑتا۔ لوگ ان تختوں کے نیچے طواف کرتے تھے۔ جب کپڑوں اور چادروں پر پتھر گرنے کی آواز سنتے تو اللہ اکبر کہتے۔ ابن زبیر نے ایک طرف خیمہ نصب کر رکھا تھا۔ جب بھی ان کا کوئی آدمی زخمی ہوتا تو اس خیمے میں داخل کیا جاتا۔ سخت گرمی کا دن تھا کہ ایک شامی اپنے نیزے کے پھن پر آگ رکھ کر لایا اور اسے خیمے میں پھینک دیا، خیمہ پھٹ گیا۔ آگ کعبہ پر جا گری۔ چھت اور لکڑیاں جل گئیں، رکن گر پڑا، پردے جل گئے اور زمین پر گر پڑے پھر کعبہ کے جلنے کے کئی دن بعد اہل مکہ نے شامیوں کے خلاف لڑائی لڑی۔

ابوعبید نے کہا: کعبہ ہفتہ کے دن ۶ ربیع الاول ۶۴ھ کو جلا۔ اہل مکہ الحجر کے پاس بیٹھے، ان کے ساتھ ابن زبیر تھے۔ شامی ان پر تیر اور پتھر پھینک رہے تھے۔ ایک تیر ابن زبیر کے سامنے آ کر گرا تو کہا: ''اس میں خیر و بھلائی ہے۔'' وہ تیر لیا تو اس میں یہ لکھا پایا: ''یزید بن معاویہ جمعرات چودہ ربیع الاول کو فوت ہوا۔'' جب یہ پڑھا تو ابن زبیر نے کہا: ''اے اہل شام، اے دشمنانِ خدا، بیت اللہ کو نذر آتش کرنے والو، اب تم کیوں لڑتے ہو جب کہ تمہارا سرغنہ مر گیا ہے۔'' اس پر حصین بن نمیر نے کہا: ''اے ابوبکر، آج رات بطحاءِ مکہ میں ملاقات کرنا۔''

رات ہوئی تو ابن زبیر اپنے ساتھیوں اور حصین اپنے ساتھیوں کے ساتھ بطحا پہنچے۔

پھر دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھیوں سے الگ ہوا، دونوں ملے تو سواریوں سے اترے۔ حصین نے کہا: ''اے ابوبکر، میں اہل شام کا سردار ہوں، کسی کو مجالِ انکار نہیں، میں دیکھ رہا ہوں کہ اہل حجاز آپ سے خوش ہیں۔ آیئے میں ابھی آپ کی بیعت کرتا ہوں اور یوم حرہ میں ہماری حرکتوں کی یوں تلافی ہو جائے گی، آپ میرے ساتھ شام چلیں، میں پسند نہیں کرتا کہ آپ حجاز کے اقتدار تک محدود رہیں۔'' ابن زبیر نے کہا: ''نہیں، میں اللہ کی قسم، ایسا نہیں کروں گا، میں ان لوگوں سے بے خوف نہیں رہ سکتا، جنہوں نے عوام کو خوفزدہ کیا، اللہ کے گھر کو جلایا اور اس کی حرمت پامال کی۔'' اس نے کہا: ''بلکہ آپ ایسا کیجئے، دو آدمی بھی آپ سے اختلاف نہیں کریں گے۔'' ابن زبیر نے انکار کیا تو حصین نے کہا: ''اللہ تم پر لعنت کرے اور اس پر بھی جو تمہیں سردار سمجھتا ہے، اللہ کی قسم، تم کبھی کامیاب نہ ہو گے، اے، اہلِ شام سوار ہو جاؤ'' چنانچہ شامی سوار ہوئے اور چلے گئے۔

ابو عبید نے حجاج سے بواسطہ ابو معشر روایت کی ہے کہا: ہم سے بعض ان بزرگوں نے جو ابن زبیر کی لڑائی میں موجود تھے، بیان کیا کہ حصین بن نمیر الحجر کے سوا پورے مکہ پر قبضہ کر چکا تھا، کہا، کہ میں ابن زبیر کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور کچھ قریشی حضرات تھے، نیز عبداللہ بن مطیع، مختار بن ابی عبید، مسور بن مخرمہ اور منذر بن زبیر کہ بادِ نسیم چلی تو مختار نے کہا: ''اللہ کی قسم، میں اس ہوا میں فتح دیکھ رہا ہوں، شامیوں پر حملہ کر دو۔'' چنانچہ اہل مکہ نے حملہ کر کے انہیں مکہ سے باہر نکال دیا۔ مختار نے ایک آدمی کو اور ابن مطیع نے ایک آدمی کو قتل کیا۔ پھر ہمارے پاس اس کے بعد یزید کی موت کی خبر آئی، یعنی کعبہ کے جلنے کے بعد گیارہ راتوں کے بعد۔

حصین بن نمیر اور اس کے ساتھی شام کی طرف چلے گئے تو معلوم ہوا کہ معاویہ بن یزید نے وفات پائی ہے اور کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور کہا: ''میں زندگی اور موت دونوں میں خلافت کا بوجھ نہیں اٹھانا چاہتا۔''

معاویہ بن یزید کی موت کے بعد اہل اردن کے سوا تمام اہل شام نے ابن زبیر کی بیعت کر لی، اہل مصر نے بھی ان کی بیعت کر لی، ابن زبیر نے ضحاک بن قیس فہری کو اہل شام پر

اپنا نائب مقرر کیا۔ جب بنو امیہ کے افراد اور اہل شام کے سرکردہ معززین، روح بن زنباع وغیرہ، نے یہ دیکھا تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: ''اقتدار ہم اہل شام کے پاس تھا۔ اب یہ حجاز منتقل ہو رہا ہے، ہم اسے پسند نہیں کرتے۔ کیا آپ لوگ ہم میں سے کسی کو اس امر کے لیے موزوں نہیں دیکھتے''؟ اس پر (روح بن زنباع) نے کہا: ''اللہ سے طلب خیر کرو۔'' لوگوں نے دیکھا کہ یہ تو ایک نوجوان لڑکا ہے تو اسے چھوڑ کر عمرو بن سعید بن عاص کے پاس آئے اور اسے کہا: اس کام کے لیے اپنا سر اٹھاؤ۔ اسے نوجوان سمجھا۔ پھر خالد بن یزید بن معاویہ کے پاس گئے اور کہا: ''اس کام کے لیے اپنا سر اٹھاؤ'' مگر اسے یہ دیکھا کہ کم سن اور اقتدار کا حریص ہے۔ جب اس کے پاس سے باہر آئے تو کہا: یہ کم عمر ہے۔ مروان بن حکم کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کے پاس چراغ روشن ہے اور اس کی تلاوتِ قرآن کی آواز سنی۔ اجازت لے کر اس کے پاس گئے اور کہا: ''اے ابو عبدالملک، اس کام کے لیے سر اٹھایئے۔'' اس نے کہا: ''اللہ سے طلب خیر کرو اور دعا کرو کہ وہ امت محمد ﷺ کے لیے بہتر اور عادل شخص عطا فرمائے۔'' روح بن زنباع نے کہا: ''میرے پاس جذام قبیلہ کے چار سو افراد ہیں، میں انہیں حکم دوں گا کہ وہ کل مسجد میں پہلے پہنچ جائیں۔ آپ اپنے بیٹے عبدالعزیز کو حکم دیجئے کہ وہ عوام سے خطاب کرے اور انہیں آپ کو خلیفہ بنانے کی دعوت دے۔ جب وہ ایسا کرے گا تو مسجد کے ہر طرف سے آواز آئے گی۔ آپ نے سچ کہا، آپ نے سچ کہا۔ لوگ سمجھیں گے کہ سب متحد و متفق ہیں۔''

جب عوام جمع ہو گئے تو عبدالعزیز اٹھا، اللہ کی حمد و ثناء کی پھر کہا: ''اس کام کے لیے سب سے زیادہ موزوں مروان ہے، قریش کا بزرگ اور سردار، مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بڑھاپے سے اس کے بازو ڈھلک چکے ہیں۔'' اس پر جذامیوں نے کہا: ''آپ نے سچ کہا، آپ نے سچ کہا۔'' اس پر خالد بن یزید نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ''یہ معاملہ رات کو ہی طے کر لیا گیا تھا۔'' لوگوں نے مروان بن حکم کی بیعت کی۔ اس کے بعد مرج راہط کے مقام پر ضحاک بن قیس کے ساتھ جو اس کا معاملہ پیش آیا، وہ ابھی ''حکومت بنو مروان'' میں بیان ہو گا۔

حکومت بنومروان اور جنگ مرج راھط :

معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد شام میں لوگوں کا اختلاف ہوا۔ سالارانِ لشکر میں سے سب سے پہلے نعمان بن بشیر انصاری نے مخالفت کی۔ وہ حمص کے حاکم تھے، انہوں نے ابن زبیر کے حق میں دعوت دی۔ جب یہ خبر قنسرین کے حاکم زفر بن حارث کلابی کو پہنچی تو اس نے بھی ابن زبیر کی حمایت کر دی۔ ان دونوں نے دمشق میں خفیہ طور پر ابن زبیر کی حمایت کی مہم چلائی مگر اسے دمشق میں مقیم بنو امیہ اور بنو کلب کے افراد کے سامنے ظاہر نہ کیا۔ جب اس کی اطلاع حسان بن مالک بن بحدل کلبی کو ملی اور وہ فلسطین میں تھا۔ تو اس نے روح بن زنباع سے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ سالارانِ لشکر ابن زبیر کے لیے بیعت کر رہے ہیں۔ اردن میں قبیلہ قیس کے لوگ بہت ہیں، یہ میرا قبیلہ ہے، میں اردن جاتا ہوں، آپ فلسطین میں ٹھہریں، فلسطینیوں کی اکثریت کا تعلق آپ کی قوم لخم اور جذام سے ہے۔ آپ کی اگر کوئی مخالفت کرے تو آپ ان لوگوں کی مدد سے اس کے خلاف لڑیں۔

چنانچہ روح فلسطین میں ٹھہرا اور حسان اردن گیا۔ ناتل بن قیس جذامی نے ابن زبیر کی حمایت کی مہم چلائی اور روح بن زنباع کو فلسطین سے نکال دیا جو اردن میں حسان سے جا ملا۔ حسان نے کہا: ''اے اہل اردن، آپ لوگوں کے علم میں ہے کہ ابن زبیر اللہ کے خلفاء کی مخالفت و نافرمانی اور منافقت اور جماعتِ مسلمین میں تفریق کا مرتکب ہوا ہے۔ لہٰذا آپ لوگ بنو حرب میں سے کسی کو موزوں سمجھ کر اس کی بیعت کر لیں۔'' انہوں نے کہا: ''آپ ہمارے لیے بنو حرب میں سے جسے چاہیں چن لیں، مگر ہمیں ان لڑکوں، یزید کے بیٹوں عبداللہ اور خالد، سے بچانا۔ ہم ناپسند کرتے ہیں کہ دوسرے لوگ تو بڑی عمر کے آدمی کی بیعت کی دعوت دیں اور ہم عوام سے کسی لڑکے کی بیعت کرنے کے لیے کہیں۔'' حسان دراصل خالد بن یزید کا حامی تھا جو اس کا بھانجا تھا۔ جب عوام نے اسے یہ الزام دیا تو وہ باز آ گیا اور اس نے ضحاک بن قیس کو ایک خط لکھا، جس میں اس نے بنو امیہ کی عظمت اور موجودہ ابتلاء کا تذکرہ کیا، ابن زبیر کی مخالفتِ جماعت کی مذمت کی۔ پھر اپنے ایلچی سے کہا: ضحاک کے سامنے یہ خط بنو امیہ اور عوام کی موجودگی میں پڑھ

کر سنانا۔ جب اس نے حسان کا یہ خط پڑھا تو لوگوں نے اس پر تبصرہ کیا اور دو فریق بن گئے۔ یمنی تو بنو امیہ کے ساتھ ہو گئے اور قبیلہ قیس والوں نے ابن زبیر کی حامی بھری۔ پھر ایک دوسرے کو جوتوں سے مارنے لگے۔ کچھ لوگوں نے تلواریں بے نیام کر لیں حتی کہ خالد بن یزید نے انہیں الگ کیا۔ ضحاک دارالامارہ میں داخل ہو گیا اور تین دن تک باہر نہ نکلا۔

بنو امیہ کا حامی عبیداللہ بن زیاد دمشق آیا تو ضحاک بن قیس نکل کر مرجِ راھط کی جانب چلا اور وہاں کیمپ لگا لیا۔ اس نے سالارانِ فوج کو بلوا بھیجا تو وہ اس کے پاس پہنچ گئے سوائے قبیلہ کلب سے متعلق سالار۔ مروان نے اپنی بیعتِ خلافت کی دعوت دی تو بنوامیہ، کلب، غسان، سکاسک اور طی نے اس کی بیعت کر لی۔ مروان نے پانچ ہزار فوجیوں کی لشکر بندی کی۔ عباد بن یزید اپنے دو ہزار موالی کے ساتھ حوران سے نیز بنو کلب کے افراد کے ساتھ آیا اور مروان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ یزید بن ابی نمس نے دمشق پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے ضحاک کے عامل کو نکال دیا۔ مروان نے بڑی تعداد میں اسلحہ اور نفری جمع کرنے کا حکم دیا۔

ضحاک نے سالاران لشکر کو لکھا چنانچہ اس کے پاس قنسرین سے زفر بن حارث آیا۔ نعمان بن بشیر نے اہل حمص کی طرف سے شرحبیل بن ذی الکلاع کے ذریعہ اسے کمک بھیجی۔ یہ سب لوگ مرجِ راھط کے مقام پر ضحاک سے آملے۔ ضحاک کی فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ مروان کی فوج کی تعداد تیرہ ہزار تھی، جس کی اکثریت پیدل تھی جب کہ ضحاک کے اکثر فوجی سوار تھے۔ مرج کے مقام پر بیس دنوں تک لڑائی ہوئی۔ دونوں فوجوں نے پامردی سے کام لیا۔ ضحاک کے میمنہ کا سالار زیاد بن عمرو بن معاویہ عقیل اور اس کے میسرہ پر بکر بن ابوبشیر ہلالی تھا۔

عبیداللہ بن زیاد نے مروان سے کہا: آپ حق بجانب ہیں جب کہ ابن زبیر اور اس کے حامی باطل پر ہیں۔ وہ لوگ نفری اور اسلحہ کے لحاظ سے ہم سے کہیں زیادہ ہیں۔ ضحاک کے ساتھ قیس کے شہ سوار ہیں۔ آپ ایک چال کے ذریعہ ہی ان پر قابو پا سکتے ہیں۔ لڑائی ایک دھوکہ اور چال ہے۔ آپ انہیں صلح کی دعوت دیں تاکہ لڑائی ختم ہو اور ہم پھر مل کر کوئی فیصلہ کریں۔ چنانچہ ضحاک اور قبیلہ قیس کے لوگوں نے لڑائی روک دی، ان کا خیال تھا کہ مروان ابن

زبیر کی بیعت کر لے۔ ادھر مروان نے اپنے بندے تیار کر رکھے تھے۔ ضحاک اور اس کے ساتھیوں کو پتہ بھی نہ چلا کہ گھوڑ سواروں نے ان پر دھاوا بول دیا۔ یہ لوگ کسی تیاری کے بغیر اپنے اپنے جھنڈوں کی طرف لپکے، گھوڑ سواروں نے انہیں ڈھانپ رکھا تھا۔ لوگوں نے پکار کر کہا: ''اے ابا انیس کیا عقلمندی کے بعد ناتوانی ہے؟'' ضحاک کی کنیت ابو انیس ہے۔ اب گھمسان کا رن پڑا۔ لوگ اپنے اپنے جھنڈوں تلے لڑنے لگے۔ مروان گھوڑے سے اتر کر پیدل لڑنے لگا اور کہا: ''اللہ اس کا ناس کرے جو آج دشمن سے پیٹھ پھیرے۔ حتی کہ فریقین میں سے کسی کو برتری مل جائے۔''

ضحاک بن قیس مارا گیا۔ قیس اپنے پرچموں کے پاس پامردی سے لڑ رہے تھے۔ بنو عقیل کے ایک آدمی نے جب پرچموں کے زیر سایہ قیس کی لڑائی کی شدت دیکھی تو وہ بولا: یا اللہ، ان پر جھنڈوں کی طرف سے لعنت ہو۔ چنانچہ اس نے تلوار لے کر جھنڈے گرانے شروع کر دیئے جب کوئی جھنڈا گرتا تو جنگجو تتر بتر ہو جاتے۔ پھر دشمن نے شکست کھائی تو مروان کے منادی نے اعلان کیا: ''آج بھگوڑوں کا تعاقب نہ کرو۔''

کہتے ہیں کہ قیس کے کئی مرد اس لڑائی کے بعد کبھی نہیں ہنسے حتی کہ غم سے مر گئے کہ اس لڑائی میں ان کے گھوڑ سواروں پر جو بیتی۔ اس لڑائی میں قیس کے شرفِ عطاء حاصل کرنے والے اسّی مرد جاں بحق ہوئے۔ بنو سلیم کے چھ سو افراد مارے گئے۔ مروان کا ایک عبدالعزیز نامی بیٹا بھی اس لڑائی میں مارا گیا۔ مرج راہط کی لڑائی میں عبداللہ بن معاویہ بن ابو سفیان ضحاک کے ساتھ تھا، جب شکست ہوئی تو عبیداللہ بن زیاد نے اس سے کہا: میرے پیچھے سوار ہو جاؤ چنانچہ وہ سوار ہو گیا۔ عمرو بن سعید نے اسے قتل کرنا چاہا تو عبیداللہ بن زیاد نے کہا: ''شیطان کے طمانچہ رسیدہ تم باز نہیں آؤ گے؟''

زفر بن حارث کے دو بیٹے اس لڑائی میں کام آئے تھے، اس نے کہا: (ترجمہ اشعار)

[مجھے اپنی جان کی قسم، جنگ راہط کے واقعہ نے
مروان کے لیے ایک واضح بڑا شگاف پیدا کر دیا ہے۔

اس سے پہلے میری کوئی لغزش دیکھنے میں نہیں آئی،
میرا فرار اور اپنے دونوں ساتھیوں کو پیچھے چھوڑ جانا۔
ایک دن جسے میں نے برا کر دیا ہے
کیا وہ میرے تمام اچھے دنوں اور میری پامردی و بہادری کو ختم کر دے گا؟
کیا ہم کلب کو یوں ہی چھوڑ دیں؟
کہ ہمارے نیزے ان سے سیراب نہ ہوئے ہوں۔
اور راھط کے مقتولوں کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے؟
اور راھط جو ہے، وہ ہے۔
کبھی ایسا ہوتا ہے کہ گیلی مٹی کے اوپر سبزہ اگ آتا ہے
اور تکلیف دہ باتیں باقی رہ جاتی ہیں کہ دلوں کو ستائیں۔
جب تک گھوڑوں کو نیزوں سے چھلنی نہیں کر لیا جاتا
اور فرزندانِ کلب سے انتقام نہیں لے لیا جاتا کوئی صلح وصفائی نہیں ہو سکتی]۔

ضحاک مارا گیا اور اس کے لشکر کو شکست ہوئی تو مروان نے منادی کروائی کہ کسی کا تعاقب نہ کیا جائے پھر وہ دمشق گیا اور شہر میں معاویہ بن ابی سفیان کے گھر، دارالامارہ میں فروکش ہوا۔ جب اہل لشکر کی بیعت ہو چکی تو اس کے ساتھیوں نے عرض کیا: ہمیں آپ کے بارے میں صرف خالد بن یزید سے خطرہ ہے لہٰذا آپ اس کی والدہ سے شادی کر لیں، یوں آپ اسے قابو کر لیں گے۔ خالد کی والدہ ابو ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی تھی۔ چنانچہ مروان نے اس سے شادی کر لی، جب اس نے مصر جانے کا ارادہ کیا تو خالد سے کہا: اگر آپ کے پاس ہتھیار ہوں تو مجھے عاریتاً دیجئے۔ چنانچہ خالد نے اسے عاریتاً ہتھیار دے دیئے۔

مروان مصر گیا، وہاں اہل مصر کے خلاف لڑا اور وہاں کے بہت سے لوگوں کو قیدی بنایا۔ انہوں نے فدیہ دے کر قیدی رہا کروائے۔ شام واپس آیا تو خالد بن یزید نے کہا: میرے ہتھیار مجھے واپس دیں۔ اس نے انکار کیا تو خالد نے اصرار کیا۔ مروان فحش گو تھا اس نے خالد کو

ماں کی گندی گالی بکی۔ خالد اپنی والدہ کے پاس پہنچا اور رویا اور مروان نے اہل شام کے سرکردہ افراد کے سامنے جو گالی دی تھی، ماں سے اس کی شکایت کی۔ والدہ نے کہا: گھبراؤ نہیں، وہ آئندہ تمہارے ساتھ ایسی حرکت نہیں کرے گا۔

خالد کو گالی دینے کے بعد مروان تھوڑے دنوں کے بعد خالد کی ماں کے پاس گیا۔ وہاں جا کر ایک بستر پر سویا کہ خالد کی والدہ نے اپنی باندیوں کو حکم دیا تو انہوں نے مروان پر تکیے رکھے، پھر انہیں دبا کر مار ڈالا۔ پھر باہر نکلیں، چیخیں اور اپنے کپڑے پھاڑے اور چلا چلا کر کہا: یا امیر المومنین، یا امیر المومنین۔

مروان کے بعد عبدالملک نے اقتدار سنبھالا۔ انہوں نے خالد کی والدہ فاختہ سے کہا: ''اللہ کی قسم، اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے میں نے اپنے والد کے انتقام میں ایک عورت کو قتل کر دیا ہے تو میں امیر المومنین کے قصاص میں تمہیں قتل کر دیتا۔''

مروان مکہ میں پیدا ہوئے۔ وہ حکم بن عاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف کے بیٹے تھے۔ انہوں نے ۳؍رمضان ۶۵ھ شام میں وفات پائی۔ عمر ۶۳ برس پائی۔ نماز جنازہ ان کے بیٹے عبدالملک نے پڑھائی۔ ان کا دور حکومت ۹ مہینے اور ۱۸ دن تھا۔ ان کی پولیس کے سربراہ یحییٰ بن قیس شیبانی، ان کے کاتب سرجون بن منصور رومی، اور ان کے حاجب ان کے مولی ابو سہل اسود تھے۔

عبدالملک بن مروان کی حکومت

یہ ہیں عبدالملک بن مروان بن حکم بن عاص بن امیہ۔ کنیت ابوالولید ہے۔ انہیں ابو الاملاک (بادشاہوں کا باپ) کہا جاتا ہے اس لیے کہ ان کے چار بیٹے ولید، سلیمان، یزید اور ھشام خلیفہ بنے۔ ان کے مسوڑھے سے خون بہتا رہتا تھا اور اس پر مکھیاں آتی تھیں، اس لیے ان کا لقب ''ابوالذباب'' تھا۔ ان کی والدہ عائشہ بنت معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص بن امیہ تھیں۔ عبدالملک کے بارے میں ابن قیس الرقیات کہتا ہے: (ترجمہ اشعار)

[تو فرزندِ عائشہ ہے جو شریف واصیل عورتوں پر فضیلت رکھتی ہے۔
وہ اپنے جوبن پر رہی اور ہم اس کی جانب متوجہ نہ ہوئے۔
اس نے روشن رو مبارک بیٹا جنا
جیسے آسمان کے وسط میں سورج]۔

عبدالملک کی بیعت ۳ رمضان ۶۵ھ میں ہوئی۔ انہوں نے نصف شوال ۸۶ھ میں دمشق میں وفات پائی، عمر ۶۳ برس تھی۔ ان کے بیٹے ولید نے نماز جنازہ پڑھائی۔

عبدالملک مدینہ میں ۲۳ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے ۲۶ھ میں پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سات ماہ میں پیدا ہو گئے۔ ان کی پولیس کے سربراہ ابن ابی کبشہ سکسکی تھے، پھر ابونائل بن رباح بن عبیدہ غسانی، پھر عبد یزید حکمی۔ ان کی حفاظتی دستے کے سربراہ، ریان تھے۔ خراج اور فوج کے کاتب سرجون بن منصور رومی تھے۔ ان کے کاتبِ مکتوبات ان کے مولیٰ ابوزرعہ تھے۔ مہر کے نگران قبیصہ بن ذؤیب تھے۔ بیوت المال اور خزانوں کے نگران رجاء بن حیوۃ تھے۔ ان کے حاجب ابو یوسف تھے جو ان کے مولیٰ تھے۔

عبدالملک نے ۸۶ھ میں وفات پائی۔ عمر ۶۳ برس تھی۔ ان کے بیٹے ولید نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ ان کی مدت حکومت، جب یہ متفقہ طور پر خلیفہ بنے، ۱۳ سال اور تین ماہ تھی۔ باب المدینہ کے باہر دفن ہوئے۔

عبدالملک کے دور میں دفاتر کی زبان رومی اور فارسی سے عربی میں بدلی گئی۔ دفاتر کو رومی سے عربی میں سلیمان بن عسد، مولیٰ خشین نے بدلا جب کہ فارسی سے صالح بن عبدالرحمٰن، جو کہ بنو مرہ کی ایک خاتون عتبہ کا آزاد کردہ غلام تھا، نے عربی میں بدلا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ولید کے دور میں دفاتر کی زبان تبدیل ہوئی۔

ابن وھب نے ابن لھیعہ سے روایت کی ہے کہا: معاویہؓ نے موالی کے لیے ۱۵ مقرر کیے۔ عبدالملک نے بیس تک پہنچا دیئے۔ پھر انہیں ۲۵ تک پہنچایا۔ پھر ہشام نے ان موالی کے بیٹوں کے لیے تیس تک مکمل کر دیا۔ ؏

عبداللہ بن عمرؓ نے عبدالملک بن مروان کی طرف اپنی بیعت لکھ بھیجی جب ابن زبیر شہید ہو گئے۔ ان کے خط میں درج تھا:

عبدالملک بن مروان کے لیے عبداللہ بن عمر کی طرف سے، آپ پر سلام ہو۔ میں سنت اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق آپ کے لیے سمع وطاعت کا اقرار کرتا ہوں۔ میرے مولیٰ نافع کی بیعت بھی آپ کے لیے اسی طرح ہے جیسے میں نے آپ کی بیعت کی ہے۔

محمد بن حنیفہ نے ابن زبیر کی شہادت کے بعد خط لکھا۔ ان کے مکتوب میں یہ بھی تھا:

''میں امت کے اختلاف کے وقت اس سے الگ تھلگ رہا۔ میں اس حرمت والے شہر میں رہا، جس میں داخل ہونے والے کے لیے امن ہے تا کہ میں اپنا دین اور خون بچاؤں۔ میں لوگوں سے کنارہ کش رہا۔ قل کل یعمل علی شاکلته فربکم اعلم بمن هو اهدی سبیلا (اسراء: ۸۴) (یعنی فرما دیجئے کہ ہر ایک اپنے طریقے پر عمل کر رہا ہے۔ اب یہ تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ سیدھی راہ پر کون ہے؟) میں نے دیکھا کہ لوگوں نے آپ پر اتفاق کر لیا ہے۔ ہم اسی امت کا حصہ ہیں، ہم جماعت سے الگ نہیں رہتے۔ میں آپ کی طرف اپنا فرستادہ بھیج رہا ہوں تا کہ وہ ہمارے لیے آپ سے پیمان لے حالانکہ ہم آپ سے بڑھ کر اس کے حقدار ہیں اگر آپ نے انکار کیا تو اللہ کی زمین وسیع ہے اور انجام متقیوں کے لیے ہے۔''

عبدالملک نے اس کے جواب میں لکھا:

''مجھے آپ کا وہ مکتوب ملا ہے، جس میں آپ نے اپنے لیے اور اپنے ساتھی گروہ کے لیے ہم سے پیمان طلب کیا ہے۔ پس آپ کے لیے اللہ کا عہد و میثاق ہے کہ ہمارے دورِ اقتدار میں کسی غائب و حاضر کو اور آپ کے کسی ساتھی کو ہراساں نہ کیا جائے گا جب تک کہ وہ اپنی بیعت کے وفادار رہیں گے۔ آپ اگر حجاز میں قیام فرمانا چاہیں تو قیام کیجئے۔ ہم آپ کے ساتھ حسن سلوک اور نوازش کو منقطع نہ کریں گے اگر آپ ہمارے یہاں ٹھہرنا چاہیں تو یہاں تشریف لے آیئے۔ ہم آپ کی ہمدردی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے اگر ہم آپ کو خوفزدہ کر کے ملک میں پھرنے پر مجبور کر دیں تو مجھے اپنی جان کی قسم، ہم آپ پر زیادتی کریں گے اور آپ سے

قطع رحمی کریں گے۔آپ حجاج کے پاس تشریف لے جایئے اور بیعت کر لیجئے ! ۔آپ دین و رائے کے لحاظ سے ہمارے ہاں پسندیدہ ہیں۔آپ ابن زبیر سے بہتر اور پسندیدہ و متقی ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی عبدالملک نے حجاج کو لکھا:

"محمد اور ان کے کسی ساتھی کے لیے رکاوٹ نہ ڈالنا اور ان سے تعرض نہ کرنا۔" اس مکتوب میں یہ الفاظ بھی تھے: "مجھے عبدالمطلب کے خون سے بچائے رکھنا، اس میں غضب سے شفا نہیں ہے۔ میں نے بنو حرب کو دیکھا ہے کہ جب انہوں نے حسین بن علی کو شہید کیا تو ان کا اقتدار سلب کر لیا گیا۔"

چنانچہ عبدالملک کے دور میں حجاج نے ابو طالب کی اولاد میں سے کسی سے تعرض نہیں کیا۔ابوالحسن مدائنی نے کہا: یہ بات کہی جاتی تھی کہ معاویہ زیادہ بردبار اور عبدالملک زیادہ دور اندیش ہے۔

عبدالملک نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "لوگو، میں اللہ کی قسم نہ تو کمزور خلیفہ ہوں، مراد عثمان بن عفان ،اور نہ مداہنت کرنے والا خلیفہ ہوں، مراد معاویہ بن ابی سفیان،اور نہ ناقص العقل خلیفہ ہوں، مراد یزید بن معاویہ، جس نے سر سے یوں کہا، ہم تلوار سے یوں کہیں گے۔" پھر منبر سے اتر گیا۔

عبدالملک نے برسرِ منبر خطبہ دیتے ہوئے کہا: "اے لوگو، اللہ نے حدود اور فرائض مقرر کر دیے، تم لوگ جب گناہ میں بڑھتے رہو گے، ہم سزا میں بڑھتے رہیں گے، حتی کہ ہم اور تم تلوار کے پاس یکجا ہو جائیں گے۔"

ابوالحسن مدائنی نے کہا: عمر بن علی بن ابی طالب، عبدالملک کے پاس آئے اور درخواست کی کہ علی کا صدقہ انہیں دیا جائے۔اس پر عبدالملک نے ابن ابی الحقیق کے یہ شعر پڑھے: (ترجمہ اشعار)

[میری یہ حالت ہے کہ جب خواہشات کے اسباب و میلانات مہیا ہو جاتے ہیں
اور سننے والا کہنے والے کے لیے خاموش ہو جاتا ہے،
لوگ اپنی آراء پر باہم لڑ مرنے پر اتر آتے ہیں

تو ہم عادلانہ فیصلہ کرتے ہیں، اور باطل کو حق قرار نہیں دیتے
اور نہ ہم حق کو چھوڑ کر باطل کے لیے راضی ہوتے ہیں]۔

نہیں، مجھے اپنی جان کی قسم، ہم اسے حسینؓ کی اولاد سے نکال کر تمھیں نہیں دیں گے۔'' پھر انھیں تحفہ وانعام دینے کا حکم دیا اور وہ یہ لے کر تشریف لے گئے۔

عبدالملک بن مروان نے ایمن بن خریم سے کہا: آپ کے ابا اور چچا کو شرف صحابیت حاصل ہے۔آپ یہ مال لیں اور ابن زبیر کے خلاف لڑیں۔اس نے انکار کیا تو عبدالملک نے گالی دی۔اس پر وہ یہ کہتا ہوا چلا گیا: (ترجمہ اشعار)

[میں نماز پڑھنے والے کے خلاف لڑنے والا نہیں ہوں،
قریش کے کسی صاحب اقتدار کی خاطر،
اسے تو اقتدار ملے گا اور مجھے گناہ،
اللہ کی پناہ حماقت اور غضب سے]۔

ایمن بن حزم نے یہ بھی کہا: (ترجمہ اشعار)

[فتنہ کا شور وشر واضح ہے۔
فتنہ سے تھوڑا بچو تو اعتدال پر رہو گے۔
اگر تو عطیہ ملے تو اسے غنیمت سمجھو،
اور اگر لڑائی ہو تو پھر الگ رہو۔
فتنہ کی آگ ہمیشہ فتنے کے شہ سوار بھڑکاتے ہیں،
وہی لوگ اس آگ کا ایندھن ہیں،
تم اس آگ کو بھڑکنے کے لیے چھوڑ دو]۔

زفر بن حارث نے عبدالملک بن مروان سے کہا: ''اللہ کی حمد ہے جس نے آپ کی مومنوں کی ناپسندیدگی کے باوجود مدد فرمائی۔'' اس پر ابوزعیزعہ نے کہا: ''یہ تو صرف کافر ہی کو ناگوار ہے۔'' زفر نے کہا: ''تم نے جھوٹ کہا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریمؐ سے فرمایا کما اخرجک

ربک من بیتک بالحق و انّ فریقاً من المؤمنین لکا رھون (انفال:۵)(یعنی جیسے تیرا رب تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر سے نکال لایا تھا اور مومنوں میں سے ایک گروہ کو یہ ناگوار تھا)۔

عبدالملک نے حبیش بن دلجہ قینی کو سات ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ بھیجا۔ یہ شخص مدینہ پہنچا اور رسول اللہ ﷺ کے منبر پر بیٹھا۔ پھر اس نے روٹی گوشت منگوا کر کھایا پھر پانی طلب کیا اور منبر پر بیٹھ کر وضو کیا، پھر اس نے جابر بن عبداللہؓ کو بلوایا اور کہا: ''امیر المومنین عبدالملک بن مروان کے لیے بیعت کرو، آپ پر اللہ کے عہد و میثاق کے تعلق سے اور اللہ نے اپنی مخلوق سے جو وفاداری کا سب سے بڑا فرض عائد کیا ہے، اس کی رو سے، اور اگر آپ نے ہم سے خیانت کی تو اللہ آپ کا خون رائیگاں بہائے۔'' آپؓ نے فرمایا: ''مجھ سے زیادہ تم یہ عہد کرنے کے پابند ہو لیکن میں خلیفہ کی بیعت اس بات پر کرتا ہوں جس پر میں نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تھی یعنی سمع و طاعت پر۔''

پھر ابن دُلجہ اس روز ربذہ کی طرف چلا۔ اس کے پیچھے دو سپہ سالار شام سے آئے، ہر ایک کے ساتھ لشکر تھا، یہ سب رنذہ میں جمع ہوئے۔ یہ رمضان ۶۵ ھ کا واقعہ ہے۔ ان سب کا سالار ابن دلجہ تھا۔

ابن زبیر نے عباس بن سہل ساعدی کو لکھا جو مدینہ میں تھے کہ وہ حبیش بن دلجہ کا مقابلہ کریں، چنانچہ وہ ربذہ پہنچے۔ حراث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ بصرہ میں ابن زبیر کے گورنر تھے انہوں نے کمک کے لیے نو سو اہلِ بصرہ کو حنیف بن سجف کی سرکردگی میں عباس بن سہل کے لیے روانہ کیا۔ یہ لوگ بھی ربذہ پہنچ گئے۔

اہل بصرہ اور اہل مدینہ نے قرآن اور نمازیں پڑھتے رات گزار دی جب کہ اہل شام نے گانے بجانے اور شراب نوشی میں رات گزاری۔ صبح ہوئی تو لڑائی ہوئی۔ حبیش بن دلجہ اور اس کے ساتھی مارے گئے۔ پانچ سو آدمیوں نے ربذہ کے ستونوں میں قلعہ بند ہو کر پناہ لی، یہ وہ پہاڑ ہے جس پر ربذہ ہے۔ ان میں حجاج کا والد یوسف بھی تھا۔ عیاش بن سہل نے ان کا محاصرہ کرلیا۔ انہوں نے امان طلب کی تو عیاش نے کہا: میرے حکم پر اترو (یعنی میں جو تمہارے

بارے میں فیصلہ کروں) چنانچہ وہ اس کے حکم پر اتر آئے۔ اس نے ان سب کی گردنیں اڑا دیں۔ پھر عیاش بن سہل واپس مدینہ چلا گیا۔

عبداللہ بن زبیر نے اپنے بیٹے حمزہ کو بصرہ کا گورنر بنا کر بھیجا۔ اہل بصرہ نے اسے کمزور سمجھا تو ابن زبیر نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو بھیجا۔ یہ وہاں پہنچے تو انہوں نے کہا: ''اے اہلِ بصرہ، مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگ اپنے پاس آنے والے ہر گورنر کا کوئی لقب رکھتے ہو۔ میں تمہاری خاطر اپنا لقب رکھتا ہوں۔ میں قصاب ہوں۔''

مختار بن ابی عبید کا واقعہ

پھر عبداللہ بن زبیر نے ابراھیم بن محمد بن طلحہ کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا۔ پھر اسے معزول کیا اور مختار بن ابی عبید کو بھیجا۔ ادھر عبدالملک نے عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ مختار کو عبیداللہ بن زیاد کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے ابراھیم بن اشتر کی زیرِ قیادت ایک لشکر روانہ کیا۔ جازر کے مقام پر دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ عبیداللہ بن زیاد، حصین بن نمیر، ذوالکلاع اور عام شامی مارے گئے۔ ان کے سر عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیجے گئے۔

ابوبکر بن ابی شیبہ نے کہا، ہم سے شریک بن عبداللہ نے بواسطہ ابوالجویریہ الحرمی بیان کیا، کہا: میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو یوم الجازر کو ابراھیم بن اشتر کی معیت میں شامیوں سے لڑنے گئے۔ شامیوں کا اور ہمارا سامنا زاب کے مقام پر ہوا۔ ہمارے حق میں اور ان کے خلاف ایسی ہوا چلی کہ ہم نے شام سے لے کر صبح تک انہیں قتل کیا۔ ابراھیم نے کہا: ''میں نے گزشتہ رات ایک شخص کو قتل کیا ہے، اس نے بڑی عمدہ خوشبو لگا رکھی تھی، اسے تلاش کرو میرا خیال ہے کہ وہ ابن مرجانہ [۱] ہوگا۔'' ہم گئے تو دیکھا کہ وہ بطنِ وادی میں اوندھا پڑا ہے۔

جب عبیداللہ بن زیاد اور ابراھیم بن اشتر کا آمنا سامنا زاب میں ہوا تو اس نے کہا: ''مجھ سے لڑنے کے لیے یہ کون آیا ہے؟'' اسے بتایا گیا کہ ابراھیم بن اشتر ہے۔ کہا: ''کل میں نے اسے چھوڑا تو وہ ایک لڑکا تھا کبوتروں سے کھیلنے والا۔''

ابن زیاد مارا گیا تو مختار نے اس کا سر علی بن حسین کے پاس مدینہ بھیجا۔ ایلچی کا بیان ہے۔ میں آپ کے پاس دوپہر کے وقت پہنچا تو وہ کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے سر دیکھا تو فرمایا: ''سبحان اللہ، دنیا سے وہی دھوکا کھائے جس کی گردن میں اللہ کی نعمت نہ ہو۔'' جب ابو عبداللہ کا سر ابن زیاد کے پاس پہنچا تو وہ دوپہر کا کھانا کھا رہا تھا۔

یزید بن مضرّغ نے کہا:

انّ الّذي عاش ختّاراً بذمّته ‏ ‏ ‏ ‏ ومات عبداً : قتيلُ اللهِ بالزّاب

[جس شخص نے ساری عمر غداری و بے وفائی کرتے گزار دی اور غلام مرا وہ زاب کے مقام پر اللہ کا مقتول ہے]۔

مختار نے ابن زبیر کی طرف خط لکھا اور اپنے فرستادہ سے کہا: ''جب تو مکہ جائے اور میرا خط ابن زبیر کو دے تو پھر المھدی، محمد بن حنفیہ، کے پاس جانا، انہیں سلام عرض کرنا اور کہنا۔ ابو اسحاق عرض کرتا ہے کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور آپ کے اہل بیت سے محبت کرتا ہوں۔'' فرستادہ نے ایسا ہی کیا تو آپ نے فرمایا: ''تو نے بھی جھوٹ بکا ہے اور ابواسحٰق نے بھی۔ وہ کیسے مجھ سے اور میرے اہل بیت سے محبت کرتا ہے۔ حالانکہ وہ عمر بن سعد کو اپنے تکیوں پر بٹھاتا ہے اور اس نے حسینؓ کو شہید کیا ہے۔'' ایلچی نے جب واپس آ کر اسے بتایا تو مختار نے اپنے حفاظتی دستے کے سربراہ ابو عمرو سے کہا: ''میرے لیے نوحہ گر عورتوں کی کرایہ پر خدمات حاصل کرو جو عمر بن سعد کے دروازے پر رویا کریں۔'' اس نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ روئیں تو عمر نے اپنے بیٹے حفص سے کہا: ''اے فرزندِ عزیز، گورنر کے پاس جاؤ اور کہو۔ ان نوحہ گر عورتوں کا کیا معاملہ ہے جو میرے دروازے پر حسین کو رو رہی ہیں؟'' بیٹے نے آ کر مختار سے یہ کہا تو وہ بولا: ''وہ اس لائق ہیں کہ ان پر رویا جائے۔'' کہا: ''اللہ آپ کا بھلا کرے، آپ انہیں اس سے روکیں۔'' کہا: ''ٹھیک ہے۔'' پھر ابو عمرو، حفاظتی دستے کے سربراہ کو بلایا اور کہا: ''عمر بن سعد کے پاس جاؤ اور اس کا سر میرے پاس لے آؤ۔'' ابو عمرو گیا اور کہا: ''ابو حفص میرے پاس تشریف لائیے۔'' وہ اٹھا تو چادر میں لپٹا ہوا تھا، ابو عمرو نے تلوار مار کر اسے مار ڈالا اور اس کا سر مختار کے

پاس لے گیا۔ پھر مختار نے حکم دیا کہ میرے پاس عمر کے بیٹے کو لے آؤ۔ جب وہ حاضر ہوا تو کہا: ''کیا تم اسے پہنچانتے ہو؟'' کہا: ''ہاں، اللہ اس رحم کرے۔'' کہا: ''کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں اس کے ساتھ ملا دیا جائے۔'' کہا: ''ان کے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں۔'' مختار نے حکم دیا تو حفص کی گردن بھی اڑا دی گئی۔''

مختار نے ابن مرجانہ اور عمر بن سعد کو قتل کرنے کے بعد قاتلانِ حسین کا تعاقب کیا اور جن لوگوں نے آپؓ کو بے یار و مددگار چھوڑا تھا، انہیں بھی قتل کیا۔ اس نے حسینیہ، یعنی شیعوں کو حکم دیا کہ وہ رات کو شہر کی گلیوں میں پھرا کریں اور یہ نعرہ لگائیں: ''یا ثارات الحسین۔'' مختار نہ تو مخلص تھا اور نہ صحیح المذہب۔ اس کا مقصد عوم کو کچلنا تھا۔ جب اس نے قاتلان حسین کو فنا کے گھاٹ اتارا اور عراق اس کے تابع ہوگیا اور اس کا مقصد پورا ہوگیا، تو اس نے اپنی نیت کی خباثت عوام کے سامنے ظاہر کردی۔ چنانچہ اس نے دعویٰ کیا کہ جبرئیل اس پر نازل ہوتا ہے اور اس کے پاس اللہ کی وحی لاتا ہے۔ اس نے اہل بصرہ کے نام خط لکھا:

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ مجھے جھٹلاتے ہو اور میرے فرستادوں کی تکذیب کرتے ہو مجھ سے پہلے انبیاء کی تکذیب کی گئی، میں ان میں سے بہتوں سے اچھا نہیں ہوں۔''

جب اس سے اس قسم کی باتیں صادر ہوئیں تو اہل کوفہ نے ابن زبیر کو لکھا، آپ اس وقت بصرہ میں تھے۔ ابن زبیر اور مختار کا تصادم ہوا۔ ابراھیم بن اشتر اور روسائے اہل کوفہ نے مختار کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ چنانچہ مصعب نے مختار اور اس کے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ابو بکر بن ابی شیبہ نے کہا: عبداللہ بن عمرؓ سے عرض کیا گیا کہ مختار سمجھتا ہے کہ اس پر وحی آتی ہے۔ فرمایا: ''وہ سچ کہتا ہے شیاطین اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں۔''

مصعب نے مختار کے تین ہزار ساتھیوں کو قتل کیا۔ پھر ۷۱ھ میں حج کیا تو اپنے بھائی عبداللہ بن الزبیر سے ملے، ان کے ساتھ سردارانِ عراق تھے، عرض کیا: ''اے امیر المومنین، میں آپ کی خدمت میں سردارانِ قریش کے ساتھ حاضر ہوں۔ یہ لوگ بے مثال ہیں۔ آپ انہیں مال عطا کیجئے۔'' ابن زبیر نے کہا: ''تم میرے پاس اہل عراق کے غلام لائے ہو تا کہ میں انہیں

اللہ کا مال دوں میں تو چاہتا ہوں کہ ان میں سے ہر دس کے مقابلے میں میرے پاس ایک شامی ہوتا۔'' جب مصعب اور اہل عراق کا وفد چلے گئے جنہیں عبداللہ بن زبیر نے مال سے محروم رکھا تھا تو ان کے دل بگڑ گئے۔ انہوں نے عبدالملک بن مروان سے مراسلت کی۔ حتی کہ عبدالملک نے آگے بڑھ کر مصعب کو قتل کر دیا۔

علی بن عبدالعزیز نے حجاج سے بواسطہ ابومعشر روایت کی ہے، کہا: جب مصعب نے مختار کا سر عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیجا اور سر ان کے سامنے رکھ دیا گیا تو فرمایا: کعب الاحبار نے مجھ سے جو بات بھی بیان کی میں نے اسے درست پایا سوائے اس کے، اس نے مجھ سے کہا تھا: ''تمھیں ثقیف کا ایک نوجوان قتل کرے گا۔'' حالانکہ میں نے اس ثقفی کو قتل کیا ہے۔

محمد بن سیرین کو جب اس مکالمہ کا علم ہوا تو فرمایا: ''ابن زبیر کو معلوم نہ تھا کہ ابومحمد اس کے لیے ابھی پردہ خفاء میں تھا۔''

مصعب نے جب مختار کو مار ڈالا اور پورا عراق اور کوفہ و بصرہ ان کے زیرِ نگین ہو گیا تو اس کے بارے میں عبداللہ بن قیس الرقیات نے کہا: (ترجمہ اشعار)

[میں بستر پر کیسے نیند کروں حالانکہ ابھی شام پر اندھا دھند حملہ نہیں ہوا۔
ایک ایسا حملہ جو بوڑھے کو بیٹوں سے غافل کر دے
اور پردہ نشین کنواری اپنی پازیب کو بھول جائے۔
مصعب تو اللہ کا شعلہ ہے،
اس کے چہرے سے تاریکیاں کافور ہو جاتی ہیں]

عراق پر مکمل قبضہ کرنے کے بعد مصعب نے عائشہ بنت طلحہ اور سکینہ بنت حسین سے شادی کی۔ یہ دونوں خواتین اپنے زمانے میں بے مثال تھیں۔

مصعب نے مختار کی بیوی کو قتل کر ڈالا۔ یہ نعمان بن بشیر انصاری کی بیٹی تھیں۔ ان کے مرثیہ میں عمر بن ابی ربیعہ مخزومی نے کہا: (ترجمہ اشعار)

[میرے نزدیک سب سے بڑی مصیبت

نرم و نازک حسین و جمیل طویل گردن والی خاتون کا قتل ہے۔
وہ یونہی بے گناہ ماری گئی۔
اللہ اس پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔
لڑائی اور جنگ تو ہم (مردوں) پر ہے،
جب کہ زیب و زینت سے بے نیاز پیکران حسن و جمال کا کام تو اپنے دامن گھسیٹنا ہے]

عمرو بن سعید اشدق کا قتل

ابوعبید نے حجاج سے بواسطہ ابومعشر روایت کیا، کہا: جب مصعب سردارانِ عراق کو لے کر اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کے پاس گیا اور اس نے انہیں کچھ نہ دیا تو وہ ابن زبیر سے نفرت کرنے لگے۔ انہوں نے عبدالملک سے مراسلت کی۔ عبدالملک مصعب بن زبیر کا مقابلہ کرنے کے لیے تیاری میں مصروف تھا اور جنگ کے لیے آمادہ تھا تو عاتکہ بنت یزید بن معاویہ زیورات سے لدی اپنی باندیوں کے ساتھ حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا امیرالمومنین، اگر آپ اپنے اقتدار کے سائے میں بیٹھتے اور مصعب کی طرف اپنے کتوں میں سے کوئی کتا بھیج دیتے تو مصعب کا معاملہ وہی سنبھال لیتا اور آپ کو زحمت نہ کرنا پڑتی۔ عبدالملک نے کہا: ہائے افسوس، کیا تم نے اوّل کا شعر نہیں سنا:

قوم" اذا ما غزوا شُدوا مآ زِرهُم　　　دون النسآءِ ولو باتت بأطهار

[یہ وہ لوگ ہیں کہ جب لڑائی کرتے ہیں تو عورتوں سے مکمل کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں، خواہ وہ عورتیں طہارت کے ساتھ رات گزاریں]۔

جب عبدالملک نے انکار کیا اور لڑائی پر جانے کا عزم کیا تو وہ رو پڑی اور اس کی باندیاں بھی روئیں۔ اس پر عبدالملک نے کہا: اللہ ابن ابی ربیعہ کو قتل کرے گویا کہ وہ ہم لوگوں کو دیکھ رہا تھا، جب اس نے کہا: (ترجمہ اشعار)

[جب وہ لڑائی کا ارادہ کرلے تو اس کی ہمت کو پاک دامن عورتیں بھی نہیں موڑ سکتیں،
جنہیں موتیوں کے ہار زینت بخش رہے ہوتے ہیں۔
عورت نے اسے روکا، مگر جب دیکھا کہ وہ باز نہیں آرہا
تو وہ رو پڑی اور اس کی خادمائیں رو پڑیں]

جب مصعب سے لڑائی کے ارادہ سے عبدالملک دمشق سے چلا اور تین منزلیں طے کرلیں تو عمرو بن سعید نے دمشق کے دروازے بند کرلیے اور عبدالملک کا مخالف ہوگیا۔ اب خلیفہ سے عرض کیا گیا: ''کیا آپ عراق جانا چاہتے ہیں اور دمشق کو چھوڑ دینا چاہتے ہیں۔ عراقیوں کے مقابلے میں شامی آپ کے خلاف زیادہ خطرناک ہیں۔'' چنانچہ وہ واپس ہوا اور اہل دمشق کا محاصرہ کرلیا۔ حتی کہ عمرو بن سعید سے اس بات پر صلح کرلی کہ وہ عبدالملک کے بعد خلیفہ ہوگا اور ہر گورنر کے ساتھ اس کا بھی گورنر ہوگا۔ چنانچہ عمرو نے خلیفہ عبدالملک کے لیے دمشق کے دروازے کھول دیئے۔ بیت المال پر عمرو بن سعید کا قبضہ تھا۔ عبدالملک نے کہلا بھیجا کہ حفاظتی دستے کے لیے تنخواہیں دیجیے تو اس نے کہا: ''اگر آپ کا حفاظتی دستہ ہے تو ہمارا بھی حفاظتی دستہ ہے۔'' اس پر عبدالملک نے کہا: ''اپنے حفاظتی دستے کے لیے بھی تنخواہیں لے لیجیے۔''

ایک دن دوپہر کے وقت عبدالملک نے عمرو بن سعید کو پیغام بھیجا کہ ابوامیہ میرے پاس تشریف لائیے تاکہ میں آپ کے ساتھ مل کر کچھ معاملات پر سوچ بچار کروں۔ عمرو کی بیوی نے کہا: ''اے ابوامیہ، آپ مت جایئے، مجھے اس سے آپ کے بارے میں خطرہ ہے۔'' اس نے کہا: ''ابوالذباب تو اللہ کی قسم، اگر میں سویا ہوا ہوں مجھے جگا نہیں سکتا۔'' بیوی نے کہا: ''اللہ کی قسم، میں آپ کے بارے میں اس سے بے خوف نہیں ہوں۔ مجھے تو بہتے ہوئے خون کی بو آرہی ہے۔'' وہ برابر ضد کرتی رہی حتی کہ عمرو نے تلوار کا دستہ مار کر اسے زخمی کردیا۔ وہ ملاقات کے لیے نکلا تو اس کے ساتھ چار ہزار شامی جنگجو نکلے، جن کی طرح مسلح کم ہی سپاہی ہوں گے۔ انہوں نے خضراء دمشق کا محاصرہ کرلیا جہاں عبدالملک موجود تھا۔ لوگوں نے کہا: ''اے ابوامیہ، اگر آپ کو کوئی شک گزرے تو آپ اپنی آواز ہمیں سنا دینا۔'' حاجب اندر پہنچا تو اس کے سپاہی

چلا رہے تھے: ''ابوامیہ، ہمیں اپنی آواز سناؤ۔'' عمرو کے ساتھ ایک بڑا لحیم شحیم بہادر غلام تھا۔ اس سے کہا: ''لوگوں کے پاس جاؤ اور بتاؤ کہ اسے کوئی خطرہ نہیں۔''

اس پر عبدالملک نے کہا: ''ابوامیہ موت کے وقت مکر کرتے ہو؟ اسے پکڑلو۔'' چنانچہ اسے پکڑ لیا گیا۔ عبدالملک نے کہا: ''میں نے قسم اٹھائی تھی کہ اگر میں نے تم پر قبضہ پایا تو میں تمہارے گردن میں طوق ڈالوں گا۔ یہ چاندی کا طوق ہے، میں چاہتا ہوں کہ یوں اپنی قسم پورا کرلوں۔'' چنانچہ اس کی گردن میں طوق ڈالا۔ پھر اسے زمین کی طرف کھینچا تو اس کا سامنے والا ایک دانت ٹوٹ گیا۔ عبدالملک اسے دیکھنے لگا۔ اس پر عمرو نے کہا: ''امیر المومنین، آپ پریشان نہ ہوں یہ ایک ہڈی تھی جو ٹوٹ گئی۔'' اتنے میں مؤذن آگئے اور کہنے لگے۔ نماز اے امیرالمومنین۔ نمازِ ظہر کے لیے آیئے۔ عبدالملک نے عبدالعزیز بن مروان سے کہا: ''آپ اسے قتل کیجئے، میں نماز پڑھ کر واپس آتا ہوں۔''

جب عبدالعزیز نے عمرو کی گردن اڑانا چاہی تو اس نے کہا: ''میں آپ کو رحم ورشتہ کی قسم دیتا ہوں اے عبدالعزیز، کہ آپ مجھے ان لوگوں کے سامنے قتل نہ کیجئے۔'' عبدالملک آیا تو اس نے عمرو کو بیٹھے پایا، کہا: ''تم نے اسے قتل نہیں کیا؟ اللہ تم پر لعنت کرے اور اس ماں پر لعنت کرے جس نے تمھیں جنا۔'' پھر کہا: ''اسے میری طرف بڑھاؤ'' اور اپنے ہاتھ میں مارنے کے لیے حربہ لے لیا۔ اس پر عمرو نے کہا: اے فرزندِ زرقاء یہ حرکت تم کررہے ہو؟ عبدالملک نے کہا: ''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ زندہ رہیں گے اور اقتدار میرے لیے ہموار ہوگا تو میں آپ کو چھوڑ دیتا لیکن ایک کونڈے پر دو سانڈ بہت کم اکھٹے ہوتے ہیں مگر ایک دوسرے پر ضرور حملہ کرتا ہے۔''

پھر حربہ اٹھا کر اسے مارا اور مار ڈالا۔ عبدالملک بیٹھ کر کانپنے لگا۔ پھر حکم دیا تو لاش کو ایک چادر میں لپیٹ کر چارپائی کے نیچے رکھ دیا گیا۔ قبیصہ بن ذؤیب خزاعی کو بلوا بھیجا۔ وہ آیا تو پوچھا: ''عمرو بن سعید لاشدق کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟'' اتنے میں قبیصہ نے چارپائی کے نیچے عمرو کے پاؤں دیکھ لیے تھے۔ عرض کیا: ''اے امیرالمومنین اس کی گردن اڑا دیجئے۔'' عبدالملک نے کہا: اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ مجھے امید نہ تھی کہ آپ کو یہ کہنے کی

توفیق ملے گی۔'' قبیصہ نے عرض کیا: ''اس کا سر پھینک دیجئے اور لوگوں پر دینار نچھاور کیجئے، وہ ان میں الجھ جائیں گے۔'' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

عوام منتشر ہو گئے، یحییٰ بن سعید بن عاص بھاگ کر مکہ میں عبداللہ بن زبیر سے جا ملا اور ان کے ساتھ رہا۔ عبدالملک نے عمرو بن سعید کو قتل کرنے کے بعد ایک ایسے آدمی کو طلب کیا جس سے وہ سخت حالات میں مشورہ کرتا تھا اور اس کی رائے دریافت کیا کرتا تھا۔ اس سے پوچھا: ''عمرو بن سعید کے ساتھ میری حرکت کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟'' کہا: ''اب اس بات کا وقت گزر چکا ہے۔'' کہا: ''نہیں آپ ضرور کہیں۔'' کہا: ''دور اندیشی ہوتی کہ اگر آپ اس کو قتل کرنے کے بعد خود زندہ رہتے۔'' کہا: ''کیا میں زندہ نہیں ہوں؟'' کہا: ''ہرگز نہیں، وہ شخص زندہ نہیں جو اپنے آپ کو ایسے مقام پر پہنچا دیتا ہے کہ اس کے کسی عہد و پیمان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔'' کہا: ''کاش اگر میں یہ بات اپنی حرکت سے پہلے سن لیتا تو باز رہتا۔''

عبداللہ بن زبیر کو جب عمرو بن سعید کے قتل کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ منبر پر چڑھے، اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: لوگو، عبدالملک بن مروان نے لطیم الشیطان (شیطان کے طمانچہ زدہ) کو مار ڈالا۔ کذلک نولی بعض الظالمین بعضاً بما کانوا یکسبون۔ (انعام: ۱۲۹) (یعنی اس طرح ہم ظالموں کو ایک دوسرے کا ساتھی بنائیں گے، اس کمائی کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے)۔

شہادت مصعب بن زبیر

عبدالملک بن مروان کے لیے جب بیعت مکمل ہوگئی تو اس نے مصعب بن زبیر سے نبٹنے کا ارادہ کیا۔ وہ اہل شام سے لڑائی کے لیے نکلنے کے لیے کہتا تھا مگر وہ تاخیر کرتے تھے۔ حجاج بن یوسف نے عرض کی: ''آپ مجھے ان پر مسلط کیجئے اللہ کی قسم، میں انہیں آپ کے ساتھ نکالوں گا۔'' کہا: ''میں نے تمھیں ان پر مسلط کر دیا ہے۔'' اب حجاج جنگ کے لیے نہ نکلنے والے جس شامی کے دروازے کے پاس سے گزرتا، اس کا گھر جلا دیتا۔ جب اہل شام نے یہ

دیکھا تو وہ لڑائی کے لیے نکلے۔

عبدالملک عراق کے قریب پہنچ گیا، ادھر مصعب بھی اہل کوفہ و بصرہ کے ساتھ نکلے۔ شام و عراق کی سرحد پر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ عبدالملک نے اہل عراق کے سرداروں کو ایک خط بھیجا جس میں انہیں اپنی حمایت کی دعوت دی اور اموال کا وعدہ کیا۔ انہوں نے ابراہیم بن اشتر کے پاس بھی اسی قسم کا مراسلہ بھیجا کہ وہ لڑائی کے وقت مصعب کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں۔'' اس پر ابراہیم نے مصعب سے کہا: ''عبدالملک نے مجھے یہ خط لکھا ہے اور میرے ساتھیوں کو بھی اسی طرح کے خطوط بھیجے ہیں۔ آپ انہیں فوراً بلوایئے اور ان کی گردنیں اڑایئے۔'' کہا: ''میں ایسا نہیں کرسکتا جب تک ان کا معاملہ میرے لیے واضح نہیں ہوجاتا۔'' کہا: ''ایک اور بات ہے۔'' پوچھا: ''وہ کیا ہے؟'' کہا: ''انہیں قید کرلیجئے، حتی کہ آپ کے لیے معاملہ واضح ہوجائے۔'' کہا: ''میں ایسا کرنے والا نہیں ہوں۔'' کہا: ''آپ پر سلام ہو۔ اللہ کی قسم، آپ اس کے بعد مجھے اپنی اس مجلس میں کبھی نہ دیکھیں گے۔'' ابراہیم نے مصعب سے یہ بھی کہا تھا کہ ''مجھے آپ اجازت دیجئے کہ میں اہل کوفہ کو اللہ کی شرط کے مطابق دعوت دوں۔'' مصعب نے جواب دیا تھا: ''نہیں، اللہ کی قسم، کل تو میں نے انہیں قتل کیا اور آج ان سے مدد لوں۔''

جونہی دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو سردارانِ عراق، عبدالملک سے جا ملے، مصعب تھوڑے سے گروہ کے ساتھ باقی رہ گئے۔ عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان آیا، وہ مصعب کا ساتھی تھا۔ اس نے کہا: ''گورنر صاحب! لوگ کہاں چلے گئے؟'' کہا: ''اے اہل عراق، تم لوگوں نے غداری کی۔'' عبیداللہ نے مصعب پر وار کرنے کے لیے تلوار بلند کی مگر مصعب نے پہل کی اور اس کے خود پر تلوار ماری۔ تلوار خود میں پھنس گئی، اتنے میں اس کا غلام آگیا، اس نے مصعب پر تلوار کا وار کرکے اسے شہید کردیا۔ عبیداللہ نے مصعب کا سر عبدالملک بن مروان کے حضور پیش کیا اور یہ شعر پڑھا:

نطیع ملوک الأرض ما اقسطو النا   ولیس علینا قتلهم بمجُرمِ

[ہم زمین کے بادشاہوں کی اطاعت کرتے ہیں جب تک وہ ہمارے لیے انصاف

کریں۔ان کا قتل ہم پر حرام نہیں ہے]

عبدالملک نے جب مصعب کا سر دیکھا تو فوراً سجدے میں گر گیا۔ بعد میں عبیداللہ بن ظبیان نے کہا، اور یہ دلیر عربوں میں سے تھا۔"میں کبھی کسی چیز پر پشیمان نہیں ہوا، جتنا کہ اس وقت پشیمان ہوا جب عبدالملک بن مروان کے پاس مصعب کا سر لے کر گیا تو وہ سجدے میں گر پڑا۔ کاش کہ میں نے عبدالملک کی گردن اڑا دی ہوتی، یوں میں وہ واحد شخص ہوتا، جس نے ایک دن میں عرب کے دو بادشاہوں کو قتل کیا ہوتا۔"

اس بارے میں عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان نے کہا: (ترجمہ اشعار)

[میں نے ارادہ کیا مگر کیا نہیں۔ میں کرنے کے قریب تھا۔

کاش کہ میں نے ایسا کیا ہوتا

تو اس (عبدالملک) کے قریبی رشتہ داروں کے لیے گریہ وزاری کو دائمی کرتا۔

اگر میں ایسا کر لیتا تو بکر بن وائل کو جہنم رسید کر دیتا

اور میں اپنے دشمن کے لیے سجدہ شکر بجالانے والے کو اس کے دشمن سے ملا دیتا]

الریاشی نے اصمعی سے روایت کی ہے کہ جب عبدالملک کے پاس مصعب کا سر لایا گیا تو وہ تھوڑی دیر اسے دیکھتا رہا پھر کہا:"قریش تیرے جیسا کب جنیں گے!" پھر کہا:"یہ قریش کے نوجوانوں کا سردار ہے۔"

عبدالملک سے پوچھا گیا:"کیا مصعب شراب پیتا تھا؟" کہا:"مصعب کو اگر معلوم ہوتا کہ پانی اس کی مروت کو خراب کرتا ہے تو اسے بھی نہ پیتا۔"

مصعب کے قتل کے بعد لوگ مبارک باد دینے کے لیے عبدالملک کے پاس آئے۔ اس کے ساتھ ایک شاعر بھی آیا۔اس نے یہ شعر پڑھے: (ترجمہ)

[اللہ نے آپ کو وہ مرتبہ دیا جس کے اوپر کوئی مرتبہ نہیں،

ملحدوں نے اس مرتبہ کو آپ سے روکنا چاہا،

مگر اللہ نے اسے آپ تک پہنچانے کا فیصلہ کر لیا،

حتی کہ لوگوں نے آپ کو اقتدار کا طوق پہنا ہی دیا]

عبدالملک نے اس شاعر کو دس ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔

لوگوں کا بیان ہے: مصعب لوگوں میں جلیل ترین، سب سے بڑھ کر سخی اور سب سے بڑھ کر بہادر تھا اور اس کے نکاح میں قریش کی دو ذہین و حسین خواتین تھیں: عائشہ بنت طلحہ اور سکینہ بنت حسین۔

مصعب کی شہادت کے بعد سکینہ بنت حسین مدینہ کے ارادہ سے روانہ ہوئیں۔ اہل عراق نے انھیں گھیر لیا اور عرض کیا: "اے رسول اللہ کی صاحبزادی، اللہ آپ کی ہم نشینی کو بہتر فرمائے۔" فرمایا: "اللہ میری طرف سے تمھیں جزائے خیر نہ دے اور نہ ہی میں تمھیں اہل ملک میں سے بہترین کے ساتھ چھوڑوں۔ تم لوگوں نے میرے والد، میرے دادا، میرے چچا اور میرے خاوند کو قتل کیا۔ میں چھوٹی تھی تو تم نے مجھے یتیم کر دیا اور بڑی ہوئی تو بیوہ بنا دیا۔"

عبداللہ بن زبیر کو جب مصعب کی شہادت کی خبر ملی تو منبر پر چڑھے اور بیٹھ گئے۔ ان کا رنگ ایک بار سرخ ہو جاتا تھا اور ایک بار زرد۔ اس پر سامعین میں سے ایک قریشی نے اپنے ساتھ والے آدمی سے کہا: "کیا بات ہے یہ تقریر نہیں کر رہے، یہ تو زبردست خطیب ہیں۔" اس آدمی نے جواب دیا: "شاید وہ سردارِ عرب کی شہادت کا تذکرہ کرنا چاہتے ہوں اور یہ ان پر گراں ہو۔" پھر ابن زبیر نے تقریر کی، کہا:

الحمدللہ الّذی له الخلق والأ مر، و (ملك) الدنیا ولأ خرۃ، ﴿ یؤتی الملك من یشاء و ینزع الملكَ ممن یشآء، ویعزّ من یشآء، ویذل من یشآء﴾، (آل عمران ۲۶) اما بعد: جو شخص باطل پر ہو اگر سارے انسان بھی اس کے حامی بن جائیں تو وہ معزز نہیں ہو سکتا اور جو حق پر ہو اگر وہ تنہا ہی ہو تو بھی ذلیل نہیں ہو سکتا۔ آگاہ رہو کہ ہمارے پاس عراق سے ایک خبر آئی جس نے ہمیں دکھی اور مسرور کیا۔ غم اس بات کا کہ ایک بھائی کی جدائی کا صدمہ جسے ایک بھائی محسوس کرتا ہے پھر عقلمند لوگ صبر اور بہترین اجر کا خیال کرتے ہیں۔ خوشی اس بات کی کہ مصعب کا قتل اس کے لیے شہادت ہے اور

ہمارے لیے ذخیرہ اجر وثواب۔ اُسے گھٹیا اور کمینے، اہل عراق کے، کانوں سے بہرے لوگوں نے بے یار و مددگار چھوڑا، اسے دشمن کے حوالے کر دیا اور اس سے بھی کم قیمت پر اسے بیچ ڈالا جو وہ مصعب سے حاصل کرتے تھے۔ اگر مصعب شہید ہوا ہے تو اس کا بھائی، اس کا والد اور اس کا چچا زاد بھی شہید ہو چکے ہیں۔ یہ بہترین اور نیکوکار لوگ تھے۔ ہم اللہ کی قسم بنو مروان کی طرح طبعی موت نہیں مرتے بلکہ ہم تو تیروں کا نشانہ بنتے ہیں اور تلواروں کے سائے تلے مرتے ہیں اگر دنیا میری طرف بڑھ آئے تو میں ایک متکبر و مغرور کی مانند اسے نہ لوں اور اگر دنیا مجھ سے روگردانی کرے تو میں ایک احمق و نادان کی مانند اس پر نہ روؤں۔''

ابن زبیر کی حکومت جب مستحکم ہوگئی اور وہ حرمین و عراقین کے حکمران بن گئے تو بعض بنی ہاشم نے ان پر طعنہ زنی کی۔ یہ حسنؓ اور حسینؓ کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے۔ ابن زبیر نے عبداللہ بن عباس، محمد بن حنفیہ اور بنو ہاشم کی ایک جماعت کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ انہوں نے انکار کیا۔ تو ابن زبیر نے برسر منبر ان پر تنقید کی اور برا بھلا کہا اور اپنے خطبہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ حذف کر دیا۔ جب اس سلسلہ میں عتاب ہوا تو کہا: ''اللہ کی قسم، آپؐ کے علانیہ ذکر سے مجھے کوئی چیز مانع نہے میں سرّاً آپ کا ذکر کرتا ہوں اور آپ پر درود بھیجتا ہوں۔ مگر میں نے بنو ہاشم کے اس ٹولے کو دیکھا ہے کہ جب یہ لوگ حضورؐ کا تذکرہ سنتے ہیں تو ان کی گردنیں لمبی ہو جاتی ہیں اور جو چیز انہیں خوش کرے وہ مجھے ناپسند ہے۔ پھر کہا: تم لوگ بیعت کرو گے یا پھر میں تم لوگوں کو جلا دوں گا۔'' ان لوگوں نے بیعت کرنے سے انکار کیا تو ابن زبیر نے محمد بن حنفیہ کو بنو ہاشم کے پندرہ آدمیوں کے ساتھ جیل میں ڈالا۔ یہ جیل سجن عارم ؎ کہلاتی تھی۔ اس بارے میں کثیر عزۃ نے کہا، یاد رہے کہ ابن زبیر العائذ کہلاتے تھے کیوں کہ انہوں نے بیت اللہ میں پناہ لے رکھی تھی: (ترجمہ اشعار)

[آپ ملنے والے کو بتاتے ہو کہ پناہ گزین ہو۔

پناہ گزین مظلوم تو سجنِ عارم میں ہے۔

جو نبی مصطفیٰ کا ہم نام ہے اور آپ کا چچا زاد ہے۔

بیڑیوں کو کھولنے والا اور تاوان ادا کرنے والا]

ابن زبیر، حرم میں لڑائی کو حلال قرار دینے کی وجہ سے "المُحِل" بھی کہلاتے تھے۔ تو اس سلسلہ میں ایک شاعر رملہ بنت زبیر کے بارے میں کہتا ہے:

ألا من لقلب مُعنی غزل — بذکر المحِلة أُختِ المحل

مختار بن أبی عبید، نے اپنے قابلِ اعتماد شیعوں کو بھیجا، یہ دن کو چھپے رہتے، رات کو سفر جاری رکھتے، انہوں نے سجن عارم کو توڑا اور اس سے بنو ہاشم کو نکالا اور انہیں پرامن جگہ پہنچا دیا۔

حسنؓ اور حسینؓ کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے تقریر کرتے ہوئے کہا: "اے لوگو، تم میں سے ایک آدمی ہے، جس کے دل کو اللہ نے اندھا کیا ہے جیسا کہ اس کی آنکھوں کو اندھا کیا ہے، امّ المومنین کا قاتل ہے اور رسول اللہ ﷺ کے حواری کا قاتل ہے، اس نے متعہ کی شادی کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔" عبداللہ بن عباسؓ مسجد حرام میں تھے۔ وہ کھڑے ہو گئے، پھر عکرمہ سے کہا: "میرا رخ اس (ابن زبیر) کی طرف کر دو۔" پھر یہ شعر پڑھا:

إ ن یأ خذِ اللہ مِن عینیّی نُورھما — ففي فؤادي و عقلی منھما نورُ

[اگر اللہ نے میری آنکھوں کا نور لے لیا ہے تو میرے دل اور عقل میں اس کا نور موجود ہے]

اے فرزندِ زبیر، تمھارا یہ کہنا کہ میں امّ المومنین کا قاتل ہوں حالانکہ انہیں تو نے، تیرے والد نے اور تیرے ماموں نے گھر سے باہر نکلنے پر آمادہ کیا تھا اور ہماری بدولت ہی ان کا نام امّ المومنین پڑا۔ ہم ان کے بہترین بیٹے تھے۔ اللہ انہیں معاف فرمائے۔ تم نے اور تمہارے باپ نے علیؓ سے لڑائی کی اگر علیؓ مومن تھے تو تم لوگوں نے مومنوں سے لڑ کر گمراہی اختیار کی اور اگر علی کافر تھے تو تم لوگ میدانِ جنگ سے بھاگ کر اللہ کی ناراضگی کا ہدف بنے۔ جہاں تک متعہ کا تعلق ہے، میں نے علیؓ بن ابی طالب کو یہ کہتے سنا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ نے نے اس کی رخصت دی، چنانچہ میں نے بھی اس کے جواز کا فتویٰ دیا۔ پھر میں نے آپ کو اس سے منع کرتے سنا، تو میں نے بھی منع کیا۔ متعہ کے بارے میں سب سے پہلے انگیٹھی آل زبیر ہی کی رکھی گئی۔

عبداللہ بن زبیر کی شہادت

ابوعبید نے حجاج سے بواسطہ ابومعشر روایت کیا، کہا: جب مصعب بن زبیر کی شہادت اور کوفہ میں عبدالملک بن مروان کے داخلہ کے بعد لوگوں نے عبدالملک کی بیعت کرلی تو حجاج نے کہا: ''میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میں ابن زبیر کی کھال سر سے پاؤں تک اتار رہا ہوں۔'' اس پر عبدالملک نے کہا: ''پھر تم ہی اس کے مقابلے کے لیے نکلو۔'' چنانچہ حجاج پندرہ سو نفری کے ساتھ کوچ کر کے طائف پہنچا۔ عبدالملک یکے بعد دیگرے اس کے پاس دستے روانہ کرتے جاتے تھے حتی کہ اتنی نفری جمع ہوگئی جو ان کے خیال کے مطابق ابن زبیر کا مقابلہ کرنے کے لیے کافی تھی۔ یہ ذوالقعد ۲ے ھ کا واقعہ ہے۔

حجاج طائف سے منی خیمہ زن ہوا اور حج کیا جب کہ ابن زبیر محصور تھے۔ حجاج نے کوہ ابوقبیس، قعیقعان اور مکہ کے تمام اطراف میں منجنیقیں نصب کرا دیں جو اہل مکہ پر سنگ باری کرتی تھیں۔ جب وہ رات آگئی جس کی صبح ابن زبیر کی شہادت ہوئی تو انہوں نے اپنے ساتھی قریش کو یکجا کیا اور پوچھا: ''آپ کی کیا رائے ہے؟'' اس پر بنومخزوم کے آلِ بنو ربیعہ میں سے ایک آدمی نے کہا: ''اللہ کی قسم، ہم نے آپ کے ساتھ مل کر لڑائی کی، ہم نے اب پامردی دکھائی تو بھی موت کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ آپ دو باتوں میں سے ایک اختیار کرلیں، یا تو آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے لیے امان حاصل کرلیں۔ اور یا اجازت دیں تو ہم نکلیں۔'' ابن زبیر نے کہا: ''میں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ جو کوئی بھی میری بیعت کرے گا میں ابنِ صفوان کے سوا کسی کی بیعت منسوخ نہیں کروں گا۔'' ابن صفوان نے کہا: ''میں تو بہرحال آپ کے ساتھ لڑوں گا اور آپ کے ساتھ مروں گا۔ مجھے غیرت آتی ہے کہ میں آپ کو اس حالت میں بے یار و مددگار چھوڑ دوں۔'' ایک اور آدمی نے عرض کیا: ''آپ عبدالملک بن مروان کو خط لکھیے۔'' کہا: ''میں اسے کیسے خط لکھوں۔ کیا یوں لکھوں: عبداللہ امیر المومنین کی طرف سے عبدالملک بن مروان کے نام۔ اللہ کی قسم، وہ یہ کبھی قبول نہ کرے گا۔ یا یوں لکھوں: عبدالملک بن مروان امیر المومنین کے

لیے عبداللہ بن زبیر کی طرف سے۔ پس اللہ کی قسم، اگر آسمان زمین پر گر پڑے تو ایسا لکھنے سے مجھے وہ زیادہ پسند ہے۔" اس پر عروہ بن زبیر جو آپ کے ساتھ چارپائی پر بیٹھے تھے، عرض کیا: "یا امیرالمومنین، آپ کے لیے اللہ نے ایک نمونہ بنایا ہے۔" فرمایا: "وہ کیا ہے؟" عرض کیا: "حسنؓ بن علی، جنہوں نے اپنے آپ کو معزول کر کے معاویہؓ کی بیعت کر لی۔" ابن زبیر نے اسے زور کی ٹھوکر لگائی حتیٰ کہ اسے چارپائی سے گرا دیا اور کہا: "اے عروہ، میرا دل پھر تیرے دل کی مانند ہے۔ اللہ کی قسم، اگر میں جو کچھ وہ کہتے ہیں قبول کر لوں تو بھی میں تھوڑا ہی زندہ رہوں گا، مگر میں نے ایک گھٹیا چیز اختیار کی ہوگی۔ عزت کے ساتھ تلوار کا ایک وار ذلت کے تھپڑ سے بہتر ہے۔"

صبح ہوئی تو آپ اپنی بیوی ام ہاشم بنت منصور بن زیاد فزاریہ کے پاس گئے اور کہا: "میرے لیے کھانا بناؤ۔" اس نے آپ کی خاطر جگر اور کوہان تیار کیا۔ آپ نے ان دونوں سالنوں میں سے ایک لقمہ لیا، اسے ہلکے ہلکے چبایا، پھر اسے پھینک دیا اور فرمایا: "مجھے دودھ پلاؤ۔" دودھ پیش کیا گیا تو اس میں سے کچھ پیا، فرمایا: "میرے لیے غسل کا بندوبست کرو۔" غسل کیا، پھر حنوط لگائی، خوشبو لگائی، پھر تھوڑی دیر سوئے اور تشریف لے گئے۔

اپنی والدہ اسماء بنت ابی بکر کے پاس گئے۔ وہ نابینا تھیں، عمر سو سال تھی۔ عرض کی: "اماں، آپ کی کیا رائے ہے؟ مجھے لوگوں نے اور اپنے گھر والوں نے چھوڑ دیا ہے۔" ماں نے جواب دیا: "بنو امیہ کے لڑکے تمہارے ساتھ نہ کھیلیں۔ عزت سے زندہ رہو اور عزت سے مرو۔"

آپ نکلے، کعبہ کے ساتھ اپنی پشت لگائی، آپ کے ساتھ تھوڑے سے آدمی رہ گئے تھے۔ آپ دشمن کے خلاف لڑتے رہے اور انہیں شکست دیتے رہے اور فرماتے: "ہائے افسوس، فتح ہوتی اگر اس کے لیے مرد ہوتے۔" حجاج نے آپ کو آواز دے کر کہا: "آپ کے پاس مرد تھے، مگر آپ نے انہیں ضائع کر دیا۔"

آپ مسجد کے دروازوں کی طرف دیکھنے لگے، لوگ آپ پر حملہ کر رہے تھے۔ آپ فرماتے: "یہ کون لوگ ہیں؟" بتایا گیا کہ "اہل مصر ہیں۔" فرمایا: "قاتلانِ عثمان" پھر ان پر ہلّہ بول دیا۔ حملہ آوروں میں ایک شامی تھا، جس کا نام خُلبوب تھا۔ اس نے شامیوں سے کہا: "تم

لوگوں سے ایسا نہیں ہوسکتا کہ جب ابن زبیر پیٹھ پھیرے تو تم لوگ اسے ہاتھوں سے پکڑ لو۔'' وہ بولے: ''کیا تم اسے اپنے ہاتھوں سے پکڑ سکتے ہو؟'' کہا: ''جی ہاں۔'' بولے: ''پھر ٹھیک ہے۔'' وہ آگے بڑھا اور آپ کو دبوچ لینا چاہا۔ ابن زبیر رجز پڑھ رہے تھے اور کہتے تھے:

لو کان قرنی واحداً کفیتہ

[اگر میرا ایک سینگ ہوتا تو میں اس کے مقابلے کے لیے کافی ہو جاتا]

ابن زبیر نے تلوار سے وار کر کے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اس پر خلبوب نے آہ بھری، ابن زبیر نے فرمایا: ''خُلبوب صبر کرو۔'' منجنیق کا ایک پتھر آ کر آپ کی گدی پر لگا تو آپ گر گئے، اہل شام نے آپ کو گھیر لیا، مگر آپ کے قتل کی اس وقت تک ہمت نہ کی، جب تک ایک باندی کو روتے اور ''وا امیر المؤمنینا'' کہتے نہ سن لیا۔ اب انہوں نے آپ کا سر کاٹا اور اسے حجاج کے پاس لے گئے۔ آپ کے ساتھ عبدالرحمٰن بن صفوان، عمارۃ بن حزم اور عبداللہ بن مطیع شہید ہوئے۔

ابو معشر نے کہا: حجاج نے ان لوگوں کے سر مدینہ بھیجے اور لوگوں کے لیے لٹکائے۔ یہ لوگ ابن صفوان کا سر ابن زبیر کے سر کے قریب کرتے تھے گویا وہ اس سے راز کی بات کہہ رہے ہیں، یوں یہ لوگ دل لگی کا سامان کرتے۔ پھر ان کے سر عبدالملک بن مروان کے پاس بھیجے گئے۔

سیّدہ اسماءؓ حجاج کے پاس تشریف لے گئیں اور اس سے کہا: ''کیا آپ مجھے دفن کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ آپ کا مقصد تو پورا ہو گیا؟'' کہا: ''نہیں۔'' پھر کہا: ''عبداللہ بن زبیر کو قتل کرنے والے کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟'' فرمایا: ''اللہ اس سے انتقام لے گا۔'' جب حجاج نے سیدہ اسماءؓ کو دفن کرنے سے روکا تو فرمایا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ثقیف سے دو آدمی نکلیں گے۔ ایک جھوٹا اور ایک ہلاک کرنے والا۔ جھوٹا تو مختار ہے اور ہلاک کرنے والا تو ہے۔'' اس پر حجاج نے کہا: ''یا اللہ میں ہلاک کرنے والا ہوں جھوٹا نہیں ہوں۔''

ابو عبیدہ کے ماسوا کی روایت ہے، کہا: حجاج نے عبداللہ بن زبیر کے خلاف لڑنے کے لیے منجنیقیں نصب کروائیں تو شامی فوج پر ایک بادل سایہ فگن ہو کر خوب چمکا، گرجا اور کڑکا۔

فوجی گھبرا گئے اور لڑائی روک دی۔ حجاج نے کھڑے ہو کر ان سے خطاب کیا اور کہا: ''اے لوگو، اس سے نہ گھبرانا۔ میں حجاج بن یوسف ہوں۔ اپنے رب کی خاطر اٹھا ہوں اگر ہم نے کسی بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہوتا تو یہ بادل ہمارے اور جرم کے درمیان حائل ہوتا، لیکن یہ تہامہ کے پہاڑ ہیں، اس پر بجلی کوندتی رہتی ہے۔'' پھر اس نے کرسی رکھنے کا حکم دیا، وہ رکھ دی گئی تو اس نے کہا: ''اے اہلِ شام، امیر المومنین کے عطیات کے عوض لڑو۔'' چنانچہ اہلِ شام کعبہ پر سنگ باری اور تیر اندازی کرتے ہوئے رجز پڑھتے تھے اور یہ شعر الاپتے تھے:

خطّارۃ'' مثل الفنیق المزبد یُرمی بھاعواذُ اھل المسجد

[ایک عظیم الشان اونٹ کی مانند ناقہ سے اہل مسجد کے پناہ گزینوں پر تیر اندازی کی جاتی ہے]

وہ یہ بھی کہتے تھے: درّی عقاب۔ بلبن و اشخاب [اے عقاب نامی اونٹنی دودھ اور دودھ سے بننے والی چیزیں دے] ابن زبیر نے جب یہ دیکھا تو تلوار لے کر نکلے اور کچھ دیر تک ان سے لڑائی کی۔ حجاج نے آپ کو آواز دے کر کہا: ''تمہارا ناس ہو جائے اے ذات النطاقین کے بیٹے، امان قبول کر لو، اور امیر المومنین کی اطاعت میں داخل ہو جاؤ۔''

آپ اپنی والدہ اسماء کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ نے سماعت فرمایا جو دشمن کہہ رہے ہیں اور جو مجھے امان کی دعوت دے رہے ہیں؟'' فرمایا: ''میں نے انہیں سنا ہے، اللہ ان پر لعنت کرے۔ وہ کتنے جاہل اور احمق ہیں کہ تجھے فرزندِ ذات النطاقین کہہ کر عار دلا رہے ہیں اگر انہیں اس کا علم ہوتا تو یہ بات ان کے نزدیک تمہارے لیے باعث فخر ہوتی۔'' عرض کیا: ''اے اماں، یہ کیا بات ہے؟'' فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ، ابوبکرؓ کے ساتھ ایک سفر کے لیے نکلے تو میں نے ان دونوں حضرات کے لیے توشہ دان تیار کیا۔ انہوں نے باندھنے کے لیے کوئی چیز ڈھونڈی مگر انہیں نہ ملی۔ میں نے اپنے کمر بند میں سے کاٹ کر انہیں دیا تاکہ وہ توشہ دان باندھ لیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے بدلے میں تمہارے لیے جنت میں دو پیٹیاں ہوں گی۔ اس پر عبداللہ نے کہا: الحمد للہ حمداً کثیراً، آپ مجھے ان کیا حکم دیتی ہیں، انہوں نے تو مجھے امان دی ہے؟'' فرمایا: ''میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ تم عزت سے مرجاؤ

اور کمینے فاسق کی اتباع نہ کرو اور یہ کہ تمہارے دن کا آخری حصہ اس کے پہلے حصے سے محترم ہو۔'' آپ نے اپنی والدہ کے سر کو چوما، انہیں الوادع کیا۔ والدہ نے گلے لگایا۔ آپ والدہ کے یہاں سے تشریف لائے تو منبر پر جلوہ افروز ہوئے، اللہ کی حمد و ثناء کی فرمایا:

''اے لوگو، موت کے بادل نے تمھیں ڈھانپ لیا ہے۔ اس کی گرج تم پر شدید ہوگئی ہے۔ سفید بادل نے تمھیں ہر طرف سے گھیر لیا ہے۔ وہ الگ الگ ہونے کے بعد یکجا ہوا ہے۔ وہ پھٹنے کے بعد ملا ہے۔ وہ تم پر اپنی بارش برسانے والا ہے۔ وہ مصائب تمھاری طرف بھیجنے والا ہے، جس کے بعد لگاتار اموات ہوں گی۔ تلواروں سے اسے ہدف بناؤ اور اس کے مقابلے میں صبر و پامردی سے مدد لو۔'' کسی شاعر کے کچھ شعر پڑھے، پھر لڑنے لگے اور کہتے جاتے تھے:

قدجدّ أصحابُک ضرب الأعناق وقامت الحربُ لھاعلی ساق

[تیرے ساتھی گردنیں اڑانے میں کوشاں ہوئے اور لڑائی اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی]

پھر آپ تنہا لڑنے لگے، کوئی آپ کو روک نہیں سکتا تھا۔ جب بھی دشمن آپ پر چڑھائی کرتا تو آپ تتر بتر کر دیتے، حتی کہ آپ زخموں سے چور چور ہوگئے اور نڈھال ہوگئے کہ کھڑے ہونے کی سکت نہ رہی۔ حجاج آپ کے پاس آیا، اس نے چرمی فرش منگوایا اور مسجد کعبہ کے اندر خود اپنے ہاتھ سے آپ کا سر جدا کیا۔ اللہ حجاج پر رحم نہ فرمائے۔ پھر آپ کا سر عبدالملک کے پاس بھیجا اور آپ کے جو ساتھی ہاتھ لگے انہیں شہید کیا۔ پھر آپ کی والدہ اسماء کے پاس تعزیت کے لیے حاضر ہوا اور اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت دی اور اس سے کہا: ''اے حجاج، تو نے عبداللہ کو قتل کر دیا؟'' کہا: ''اے ابوبکر کی بیٹی، میں ملحدوں کا قاتل ہوں۔'' فرمایا: نہیں، بلکہ تو موحدین مومنین کا قاتل ہے۔'' پوچھا: ''میں نے آپ کے بیٹے کے ساتھ جو کیا، اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟'' فرمایا: ''میری رائے یہ ہے کہ تو نے اس کی دنیا بگاڑی اور اس نے تیری آخرت تباہ کی۔ بلاشبہ، اللہ نے اسے تیرے ہاتھوں سے معزز و مکرم کیا۔ یحیٰی بن زکریا علیہ السلام کا سر بھی بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت کو تحفہ کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔''

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی، کہا: ''عثمانؓ نے اپنے گھر کے محاصرہ کی

لڑائی میں عبداللہ بن زبیر کو اپنا جانشین بنایا تھا، اسی بنیاد پر ابن زبیر نے خلافت کا دعویٰ کر دیا۔''

محمد بن سعید نے کہا: جب حجاج نے امان کا پرچم بلند کیا اور لوگ ابن زبیر سے چھٹنے لگے تو آپ نے عبداللہ بن صفوان سے فرمایا: ''میں نے آپ سے اپنی بیعت واپس لے لی اور آپ کو کھلا چھوڑ دیا، آپ اپنے لیے امان طلب کر لیں۔'' اس پر ابن صفوان نے کہا: ''اللہ کی قسم، میں نے آپ کی بیعت آپ کو اس کا اہل سمجھ کر کی تھی۔ میں آپ سے زیادہ کسی کو اس کا اہل نہیں سمجھتا۔ (سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) آپ سر کی اس کھال کو کبھی بھی بنوامیہ کے نوجوانوں کے سامنے نہ کرنا۔'' کہا (راوی نے) جب میں نے عبداللہ بن صفوان کی یہ بات سلیمان بن عبدالملک کو سنائی تو اس نے کہا: ''میں تو اسے لنگڑا اور بزدل سمجھتا تھا۔''

جب وہ رات آئی جس کی صبح میں ابن زبیر کی شہادت ہوئی تو عبداللہ بن صفوان ان سے ملنے گئے۔ ادھر اہل شام مسجد حرام کے قریب آ چکے تھے۔ اجازت طلب کی تو باندی نے کہا: ''سو رہے ہیں۔'' کہا: ''کیا آج کی رات سو رہے ہیں؟ انہیں جگاؤ۔'' مگر باندی نے ایسا نہ کیا۔ ابن صفوان کھڑے رہے، پھر اجازت طلب کی تو باندی نے کہا: ''آپ سو رہے ہیں۔'' چنانچہ واپس چلے گئے مگر رات کے آخری حصے میں پھر آئے، جب دشمن نے مسجد پر حملہ بول دیا تھا۔ اب ابن زبیر باہر نکلے اور ابن صفوان سے فرمایا: ''اللہ کی قسم، جب سے میں نے نماز پڑھنی شروع کی ہے، آج کی رات، اور لیلۃ الجمل کی مانند میں کبھی نہیں سویا۔'' پھر آپ نے مسواک منگوایا اور بڑے اطمینان سے مسواک کیا۔ پھر بڑے وقار سے وضو کیا۔ کپڑے زیب تن کیے۔ پھر کہا: ''مجھے مہلت دو کہ میں ام عبداللہ کو الوداع کر لوں کہ اب تو کچھ باقی نہیں رہا۔'' آپ اپنی والدہ کے پاس اس اندیشہ سے نہیں آتے تھے کہ کہیں وہ آپ کو امان قبول کر لینے کے لیے نہ کہیں۔ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ نابینا ہو چکی تھیں۔ انہوں نے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' عرض کیا: ''عبداللہ۔'' والدہ نے آپ کو سونگھا پھر فرمایا: ''اے میرے فرزندِ عزیز، عزت سے مر جاؤ۔'' عرض کی: ''اس (حجاج) نے مجھے پناہ اور امان دی ہے۔'' فرمایا: ''بیٹا، گھٹیا چیز پر راضی نہ ہونا۔ موت سے تو مفر نہیں۔'' عرض کیا: ''مجھے خطرہ ہے کہ میرا مثلہ کیا جائے گا۔'' کہا:

''مینڈھے کو جب ذبح کر دیا جائے تو کھال اُتارنے سے اسے درد نہیں ہوتا۔''

پھر آپ باہر تشریف لائے، سخت لڑائی لڑی، آپ دشمن کو شکست دیتے تھے، پھر پلٹتے اور فرماتے: ''اگر فتح کے لیے مرد ہوتے تو فتح ہوتی۔ کاش آج میرا بھائی مصعب زندہ ہوتا۔''

نماز کا وقت آیا تو تنہا نماز پڑھی پھر فرمایا: ''اہل مصر کا دروازہ کدھر ہے؟'' عثمانؓ کے حق میں پرجوش ہو کر کہا: پھر لڑائی کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آپ کے ساتھ عبداللہ بن صفوان نے بھی جامِ شہادت نوش کیا۔ آپ کا سر حجاج کے سامنے لایا گیا تو آپ کی آنکھیں اور منہ کھلا تھا، اس پر حجاج نے کہا: ''یہ شخص قتل اور اس کے انجام سے ناواقف تھا، اس لیے اپنی آنکھیں اور منہ کھول رکھا ہے۔''

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ اسلام میں پیدا ہونے والے پہلے بچے تھے۔ جب آپ پیدا ہوئے تو نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ نے ''اللہ اکبر'' کہا۔ جب شہید ہوئے تو حجاج بن یوسف اور اس کے شامی ساتھیوں نے اللہ اکبر کہا۔ اس پر ابن عمرو نے کہا: ''یہ کیا ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''عبداللہ بن زبیر کی شہادت پر اہل شام نے اللہ اکبر کہا ہے۔'' کہا: ''جن لوگوں نے ان کی پیدائش پر اللہ اکبر کہا ہے وہ ان کی شہادت پر اللہ اکبر کہنے والوں سے بہتر ہیں۔''

ایوب نے ابوقلابہ سے روایت کی ہے کہا: میں نے ابوبکر کی صاحبزادی کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے بیٹے ابن زبیر کو شہادت کے ایک ماہ بعد غسل دیا۔ آپ کے جوڑ کٹ چکے تھے اور سر تن سے جدا کر دیا گیا تھا، پھر کفن دیا اور ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

ھشام بن عروہ نے کہا: عبداللہ بن عباسؓ نے (جو نابینا تھے) اپنے خادم سے فرمایا: ''مجھے اس لکڑی سے بچا کے گزارنا، جس پر عبداللہ بن زبیر کی لاش لٹکائی گئی تھی۔'' ایک رات معلوم نہ ہو سکا اور اس لکڑی سے ٹھوکر لگ گئی، اس پر فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' بتایا گیا، ابن زبیر کی لکڑی۔ ابن عباس کھڑے ہو گئے اور ان کے حق میں دعا کی، پھر فرمایا: ''اگر آپ کی ٹانگیں کام کرتیں تو آپ نماز میں ان پر کھڑے رہتے۔'' پھر اپنے ہمراہیوں سے فرمایا: ''بہرحال، اللہ کی قسم، میں نے تو

انہیں روزہ دار اور قیام کرنے والا پایا ہے لیکن مجھے ان کے بارے میں اس روز سے اندیشہ تھا، جب میں نے انہیں دیکھا کہ یہ معاویہؓ کے سیاہ مائل سفید خچروں کو بڑے تعجب سے دیکھ رہے تھے۔"

راوی کا کہنا ہے: معاویہؓ نے حج کیا اور مدینہ گئے تو ان کے پیچھے پندرہ سیاہ مائل سفید خچر تھے، ان پر ارگوان کی لکڑی کی زینتیں تھیں، ان پر باندیاں سوار تھیں، جنہوں نے لمبی بڑی چادریں اوڑھ رکھی تھی اور عصفر سے رنگے ملبوسات پہن رکھے تھے، لوگ انہیں دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

عبدالملک بن مروان کی اولاد : ولید، سلیمان بن العبسیہ، یزید، ھشام، ابوبکر، مسلمہ، سعد الخیر، عبداللہ، عنبسہ، حجاج، منذر، مروان اکبر، مروان اصغر۔ مروان اکبر لاولد مرا۔ یزید اور معاویہ کی بھی نسل نہ چلی۔

عبدالملک کی وفات : عبدالملک بن مروان نے نصف شوال ۸۶ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ ان کی عمر ۶۳ برس تھی۔ ان کے بیٹے ولید نے نماز جنازہ پڑھائی۔ عبدالملک نے مدینہ منورہ میں مروان کے گھر ۲۳ھ میں آنکھ کھولی۔

عبدالملک نے گورنرِ مدینہ ھشام بن اسمٰعیل مخزومی کو لکھا کہ وہ لوگوں سے اس کے بیٹوں ولید اور سلیمان کی بیعت لے۔ سعید بن میتب کے سوا سب لوگوں نے بیعت کر لی، انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ عبدالملک کی زندگی میں، میں بیعت نہیں کرتا۔ اس پر ھشام نے ان کی اذیت رساں پٹائی کی، آپ کو اونی لباس پہنایا اور مدینہ میں ثنیہ کے مقام پر بھیجا کہ وہاں آپ کو قتل کر دیا جائے اور صلیب دی جائے۔ وہاں پہنچ کر آپ کو واپس لے آئے۔ اس پر سعید نے فرمایا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ مجھے سولی پر نہ لٹکائیں گے تو میں کبھی ان کی خاطر جانگیا نہ پہنتا۔ جب خلیفہ عبدالملک کو یہ اطلاع ملی تو اس نے کہا: "اللہ ہشام کو بھلائی سے دور رکھے، کیا سعید بن میتب جیسے لوگوں کو کوڑے مارے جاتے ہیں ہشام کا کام تھا کہ اسے بیعت کی دعوت دیتا، وہ انکار کرتے تو ان کی گردن اڑا دیتا۔"

عبدالملک نے ولید سے کہا: "جب میں مر جاؤں اور تو مجھے قبر میں رکھے تو باندی کی طرح مجھ پر آنسو نہ بہانا، بلکہ مستعد اور پختہ عزم ہو جانا، چیتے کی کھال زیبِ تن کرنا، جو اپنے سر

سے یوں کہے تو تم اپنی تلوار سے یوں کرنا۔''

ولید بن عبدالملک کی حکومت

نصف شوال ۸۶ھ میں ولید بن عبدالملک کی بیعت ہوئی۔ ولید کی والدہ تھیں ولادۃ بنت عباس بن جزء بن حارث بن زھیر بن جذیمہ عبسی۔ اس کی پولیس کا سربراہ تھا کعب بن حماد، پھر اسے معزول کر کے ابو نائل بن رباح بن عبدہ غسانی کو مقرر کیا۔

ولید نے نصف ربیع الاول ۹۶ھ میں وفات پائی۔ عمر ۴۴ سال تھی۔ نماز جنازہ سلیمان نے پڑھائی۔ مدت حکومت پورے دس برس تھی۔

ولید کی اولاد : ☆عبدالعزیز، ☆محمد، ☆عنبسہ ان تینوں کی اولاد نہ ہوئی۔ ان کی والدہ ام البنین بنت عبدالعزیز بن مروان تھیں ☆عباس، اس کے نام سے ولید کی کنیت تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہی سب سے بڑا تھا ☆عمر ☆بشر ☆روح ☆تمام ☆مبشر ☆حزم ☆خالد ☆یزید ☆یحیٰی ☆ابراہیم ☆ابوعبیدۃ ☆مسرور ☆منصور ☆مروان ☆محمد ☆صدقہ، یہ سب مختلف ام الولد سے تھے ☆ابوعبیدہ، اس کی والدہ فراریہ تھی اور یہ ابوعبیدہ ضعیف و ناتوان تھا۔

ولید کی اولاد میں سے ابراھیم دو ماہ تک خلیفہ رہا پھر وہ معزول ہوا اور یزید ایک ماہ تک خلیفہ رہا پھر مر گیا۔ ولید کا بیٹا تمام، ضعیف تھا۔ ایک شاعر نے اس کی ہجو کرتے ہوئے کہا:

بنو الولید کرام'' فی أرومتھم　　　نالوا المکارِمَ طُرّاً غیر تمّامِ

[ولید کے بیٹے اصل کے لحاظ سے محترم و مکرم ہیں اور سب نے اعلیٰ قابلِ قدر مقامات پائے ہیں سوائے تمام کے]

مسرور بن ولید، زاہد تھا، حجاج کی بیٹی اس کے نکاح میں تھی۔ بشر، نوجوانوں میں سے تھا اور روح، لڑکوں میں سے تھا۔ عباس، شہ سواروں میں سے تھا۔ عباس کے بارے میں فرزدق کہتا ہے:

انَّ ابا الحارث العباسَ نائلهُ　　مثل السَّماک الذي لايُخلف المطَراَ

[ابوالحارث عباس اسے اس تابندہ ستارے کی مانند پالینے والا ہے جو بارش کو پیچھے نہیں چھوڑتا]

عباس کی بیوی قطری بن الفجاۃ کی بیٹی تھی، جو اس کے پاس قیدی کے طور پر تھی، پھر اس سے شادی کرلی۔ اس بیوی سے اس کے بیٹے مؤمل اور حارث ہوئے۔

عمروان کے مردوں میں سے تھا۔ اس کے نو بیٹے تھے۔ ان میں سے ساٹھ جب وہ سوار ہوتا تو اس کے ساتھ سوار ہوتے تھے۔ اہل شام کے ایک آدمی نے کہا: ولید کا ہر بیٹا ایسا ہے کہ اسے دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ یہ اپنے گھرانے میں سب سے افضل ہے۔ اگر ولید کے سب بیٹوں کا موازنہ عبدالعزیز سے کیا جائے تو اس کا پلڑا بھاری ہے۔ اُس کے بارے میں جریر کہتا ہے:

وبنو الوليد من الوليد بمنزلٍ　　كالبدرِ حُفَّ بواضحاتِ الأنجمُ

[ولید کے بیٹے ولید کے لیے ایسے ہیں جیسے چودہویں رات کا چاند تابندہ ستاروں سے گھرا ہو]

ولید نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کے لیے چاہا کہ سلیمان اس کے لیے ولی عہدی کی بیعت کرے، مگر سلیمان نہ مانا۔

ھیثم بن عدی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے، کہا: ولید نے جب چاہا کہ سلیمان کے بعد اس کے بیٹے عبدالعزیز کے لیے بیعت لے لی جائے تو سلیمان نے اس سے انکار کیا اور نفرت کی۔ ولید سے کہا گیا: اگر آپ شاعروں کو اس بارے میں کچھ کہنے کا حکم دیتے تو شاید سلیمان خاموش ہو جاتا اور ان اشعار سے اس کے خلاف دلیل بنتی۔ چنانچہ ولید نے اقبیل قینی کو بلوایا اور اس سے کہا: اس بارے میں کوئی شعر کہو کہ سلیمان سنتا ہو۔ ولید نے سلیمان کو بلایا اور اس کے ساتھ ساتھ چلا۔ اقبیل پیچھے تھا۔ اس نے اپنی آواز بلند کی اور کہا: (ترجمہ اشعار)

[ولی عہد، اس کی ماں کا بیٹا ہے،
پھر اس کا بیٹا اپنے چچا کا ولی عہد ہوگا۔
لوگ اس پر خوش ہیں، لہٰذا اس کا نام لو۔
وہ اقتدار پر اپنی گرفت مضبوط رکھے گا۔

کاش کہ اس کے منہ سے یہ بات نکل جائے]

سلیمان نے شاعر کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ''خبیث عورت کے بیٹے، کون اس پر راضی ہوگا؟''

ولید کے حالات

ابوالحسن المدائنی نے کہا: ولید عبدالملک کی اولاد میں سب سے بڑا تھا۔ وہ اپنے بیٹے سے بہت محبت کرتا تھا۔ زیادہ محبت کی وجہ سے اس کی تعلیم میں سستی کی، لہٰذا ولید، نحو کے قواعد میں غلطی کرتا۔ عبدالملک کہا کرتا، ولید کی محبت نے ہمیں نقصان پہنچایا ہم اسے صحرا میں نہ بھیج سکے۔

ولید نے ایک دن، جب کہ اس کے پاس عمر بن عبدالعزیز بھی تھے، کہا: ''اے لڑکے، میرے لیے صالح کو بلاؤ۔'' لڑکے (غلام) نے کہا: ''یا صالحاً'' ولید نے کہا: ''الف کم کرو۔'' عمر بن عبدالعزیز نے کہا: ''امیر المومنین آپ الف بڑھائیں۔''

ولید اہل شام کے یہاں ان کے تمام خلفاء سے افضل، سب سے بڑھ کر فتوحات کرنے والا اور سب سے بڑھ کر اللہ کے راستے میں سخی تھا۔ اس نے دمشق کی مسجد بنائی، اسی نے مدینہ کی مسجد بنائی۔ اس نے مسجدوں میں منبر رکھوائے۔ کوڑھیوں کو عطیات دیئے۔ حتیٰ کہ انہیں بھیک مانگنے سے بے نیاز کر دیا۔ اس نے ہر معذور کو ایک خدمت گزار اور ہر نابینا کو راہنما دیا۔ خلیفہ ولید سبزی فروش کے پاس سے گزرتا، ایک مٹھی بھرتا اور پوچھتا: ''یہ کتنے کی ہے؟'' وہ جواب دیتا: ''ایک فلس کی۔'' تو کہتا: ''سبزی زیادہ دو کہ تم نفع کماتے ہو۔''

ولید کا گزر ایک مکتب کے معلم کے پاس سے ہوا تو وہاں ایک لڑکی پائی۔ پوچھا: ''یہ آپ کے پاس کیا کرتی ہے؟'' کہا: ''میں اسے کتابت اور قرآن سکھاتا ہوں۔'' کہا: ''اسے تعلیم کے لیے اس شخص کے حوالے کرو جو اس سے کم عمر ہو۔''

بنو مخزوم کے ایک شخص نے مقروض ہونے کی شکایت کی تو کہا: اگر تم مستحق ہوئے تو ہم تمہارا یہ قرضہ ادا کریں گے۔ عرض کی: ''اے امیر المومنین، اپنے مرتبہ اور قرابت کے لحاظ سے میں کیونکر اس کا مستحق نہ ہوں گا؟'' فرمایا: ''کیا تو نے قرآن پڑھا ہوا ہے؟'' عرض کی: ''نہیں۔''

فرمایا: ''میرے قریب آؤ۔'' وہ قریب ہوا تو اپنے ہاتھ کی چھڑی سے اس کی پگڑی اتار پھینکی، پھر اسے چھڑی ماری اور اپنے ہم نشینوں میں سے ایک سے فرمایا: ''اس گنوار کو اپنے ساتھ رکھو اور جب تک یہ قرآن پڑھنا نہ سیکھ لے، اسے مت چھوڑنا۔'' اس پر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا: ''اے امیر المومنین، میرا قرض اتار دیجئے۔'' فرمایا: ''کیا تم قرآن پڑھے ہوئے ہو؟'' عرض کی: ''جی ہاں۔'' چنانچہ آپ نے اس سے سورۃ انفال اور سورۃ براۃ کی دس دس آیات پڑھوائیں، تو اس نے پڑھ دیں پھر کہا: ''ہم تیرا قرضہ اتار دیں گے، تم واقعی اس کے اہل و مستحق ہو۔''

ولید ایک اونٹ پر سوار ہوا اور ایک حُدی خواں اس کے آگے آگے حدی خوانی کر رہا تھا، ولید کہہ رہا تھا:

یایھا البکر الّذي اراکاَ وَیْحکَ تعلم الذي علاکاَ

خلیفۃ اللہ الذی امتطاکا لم یُحْبَ بکر''مثل ماحباکا

[اے نوجوان اونٹ جسے میں دیکھ رہا ہوں، تیرا بھلا ہو کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرے اوپر کون ہے۔ اللہ کا خلیفہ تیرے اوپر سوار ہے تمہاری مانند کسی کو عطیہ نہیں ملا]

سلیمان بن عبدالملک کی حکومت

ابوالحسن مدائنی نے کہا: سلیمان بن عبدالملک کی ربیع الاول ۹۶ھ میں بیعت ہوئی۔ اس نے ۱۰ صفر ۹۹ھ میں دابق کے مقام پر بروز جمعہ وفات پائی۔ عمر ۴۳ برس تھی۔ عمر بن عبدالعزیز نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ مدتِ حکومت دو سال ساڑھے دس ماہ تھی۔ سلیمان مدینہ منورہ میں بنو حدیلہ میں پیدا ہوا اور سرزمینِ قنسرین میں دابق کے مقام پر وفات پائی۔ سلیمان خوبصورت اور فصیح تھا۔ اس نے اپنے ننھیال بنو عبس میں صحرا میں پرورش پائی تھی۔

اس کا دورِ حکومت سعادت و برکت تھا۔ اس کا آغاز بھی بخیر ہوا اور انجام بھی۔ آغاز بالخیر یوں ہوا کہ اس نے سلب کردہ حقوق دلوائے، قیدیوں کو رہا کیا، موسم گرما میں جہاد کرنے

والی فوج کی قیادت مسلمہ بن عبدالملک کو دی حتی کہ وہ قسطنطنیہ جا پہنچا۔ دور حکومت کا خاتمہ بالخیر یوں کیا کہ اپنے بعد عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنایا۔

سلیمان نے ایک دن عمدہ لباس اور عمامہ زیب تن کیا۔ ایک حجازی باندی قریب تھی اس سے پوچھا: ''میری ہیئت کو کیسے دیکھتی ہو؟'' اس نے کہا: ''آپ خوبصورت ترین عرب ہیں اگر۔۔۔ نہ ہو۔'' فرمایا: تم ضرور بات مکمل کرو گی۔'' اس نے کہا: (ترجمہ اشعار)

[آپ بہترین سامان ہیں اگر آپ باقی رہیں،
مگر انسان کے لیے بقا نہیں۔
آپ عیوب سے پاک ہیں اور ناپسندیدہ باتوں سے بری
مگر آپ فانی ہیں]

یہ شعر سن کر خلیفہ کا عیش بے کیف و مکدر ہو گیا اور اس کے چند دن بعد وفات پائی۔

ایک بار عمر بن عبدالعزیز کے بیٹے اور سلیمان بن عبدالملک کے بیٹے نے باہمی فخر کیا۔ عمر کے بیٹے نے اپنے والد اور ماموں کی فضیلت و بزرگی بیان کی، اس پر سلیمان کے بیٹے نے اس سے کہا: ''تم خواہ تھوڑا بیان کرو یا زیادہ، تمہارا باپ میرے والد کی نیکیوں میں سے ایک نیکی تھا۔'' محمد بن سلیمان نے کہا: ''سلیمان نے ایک دن میں وہ کیا جو عمر بن عبدالعزیز عمر بھی نہیں کر سکے۔ سلیمان نے ستر ہزار غلام اور باندیاں آزاد کیں اور انہیں پوشاکیں دیں۔''

سلیمان کے بیٹے : ☆ایوب اس کی والدہ ابان بنت حکم بن عاص تھیں۔ یہ سلیمان کا سب سے بڑا بیٹا تھا اور اس کا ولی عہد تھا، مگر سلیمان کی زندگی ہی میں فوت ہوا۔ اس کے بارے میں جریر کہتا ہے:

انّ الامام الّذی ترجٰی فواضلَہ بَعد الامام ولیُّ العھد ایّوبُ

[بے شک امام کے بعد، جس امام کے فضائل کی امید کی جاتی ہے وہ ولی عہد ایوب ہے]

☆عبدالواحد ☆عبدالعزیز۔ ان دونوں کی والدہ ام عامر بنت عبداللہ بن خالد بن اُسید ہیں۔ عبدالواحد کے بارے میں قطامی کہتا ہے: (ترجمہ اشعار)

[اہل مدینہ کو ان کا حال غمگین نہ کرے،
جب موت عبدالواحد سے چوک گئی۔
کبھی غور و توبہ کرنے والا اپنی کوئی حاجت پالیتا ہے
اور کبھی جلد باز سے لغزشیں سرزد ہو جاتی ہیں]

سلیمان بن عبدالملک کے ولی عہد ایوب نے جب وفات پائی تو اس کے خواص میں سے ابن عبدالاعلیٰ نے اس کے مرثیہ میں کہا: (ترجمہ اشعار)

[میری پریشانی پر خوش ہونے والے سے میں کہتا ہوں
اور جو کوئی حوادث کا سامنا کرتا ہے وہ ضرور پریشان ہوتا ہے
کہ تجھے بشارت ہو، حادثات نے میری مردانگی پہ ضرب لگائی ہے
اور تو اپنی جوانمردی پر مگن ہو کہ اس پر چوٹ نہیں لگی۔
اگر تو زندہ رہے گا تو اپنے سب عزیزوں کی وجہ سے غمزدہ ہوگا
اور اگر تو ان کی وجہ سے غمگین نہ ہوا تو پھر وہ تیری وجہ سے غمزدہ ہوں گے۔
اے ایوب جو تیری موت پر خوش ہے، وہ اپنے آپ سے موت کو ہٹا نہ سکے گا
اور کیا موت کو دھکیلنے کا کوئی طریقہ ہے؟]

سلیمان بن عبدالملک کے حالات

ابوالحسن مدائنی نے کہا: جب قتیبہ بن مسلم کو معلوم ہوا کہ سلیمان بن عبدالملک نے اسے خراسان کی گورنری سے معزول کر کے اس کی جگہ یزید بن مہلب کو گورنر نامزد کیا ہے تو قتیبہ نے خلیفہ کے نام تین خط لکھے اور فرستادہ سے کہا: ''یہ خط اسے دینا اگر خلیفہ یہ خط یزید کے حوالہ کردے تو پھر یہ (دوسرا) خط اسے دینا۔ اگر وہ مجھے گالی دے تو اسے یہ (تیسرا) خط دینا۔'' جب ایلچی پہنچا تو پہلا خط دیا، اس میں لکھا تھا: ''اے امیرالمومنین، آپ کے والد اور بھائی کی اطاعت میں میرے یہ یہ کارنامے ہیں۔'' خلیفہ نے یہ خط یزید کے حوالہ کیا۔ ایلچی نے اسے دوسرا مکتوب

دیا، اس میں لکھا تھا: اے امیر المومنین، آپ رحمہ کے فرزند کو اپنے رازوں پر کیسے امین بناتے ہیں حالانکہ اس کا باپ اپنی امہات اولاد کے بارے میں اس سے مطمئن نہ تھا۔" جب خلیفہ نے خط پڑھا تو قتیبہ کو گالی دی اور خط یزید کے سپرد کر دیا۔ اب ایلچی نے اسے تیسرا خط پیش کیا اس کا مضمون یہ تھا: "قتیبہ بن مسلم کی طرف سے سلیمان بن عبدالملک کے نام، سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اما بعد، میں اس کے لیے میخ گاڑوں گا کہ اسے چست بچھڑے بھی نہ نکال سکیں گے۔" جب خلیفہ سلیمان نے یہ خط پڑھا تو کہا: "ہم نے قتیبہ کے بارے میں جلد بازی سے کام لیا۔ لڑکے، اس کے لیے خراسان کی گورنری کے عہد کی تجدید کرو۔"

حجاج کا کاتب یزید بن ابو مسلم، خلیفہ سلیمان کے حاضر ہوا تو سلیمان نے اس سے کہا: "آپ کا کیا خیال ہے کہ حجاج جہنم کی گہرائی میں پہنچ چکا ہے یا ابھی تک اس میں گر رہا ہے؟" عرض کی: "اے امیر المومنین، روز قیامت حجاج آپ کے والد اور آپ کے بھائی کے درمیان آئے گا، آپ اسے جہنم میں جہاں مرضی ہو رکھ دینا۔" خلیفہ نے اس سیکریٹری کو جیل میں ڈالنے کا حکم دیا، چنانچہ یہ اس کی پوری مدتِ خلافت میں جیل میں ہی رہا۔

محمد بن یزید انصاری نے کہا: جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے تو آپ نے مجھے بھیجا، چنانچہ میں نے، جن لوگوں کو سلیمان نے جیل میں ڈالا تھا، سب کو نکال دیا، سوائے یزید بن ابو مسلم کاتب کے۔ جب عمر بن عبدالعزیز کی وفات ہوئی تو یزید بن عبدالملک نے اسے (یزید بن ابو مسلم کو) افریقہ کا گورنر بنایا، میں بھی افریقہ میں تھا، چنانچہ مجھے گرفتار کر کے رمضان کے مہینے میں رات کے وقت اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے کہا: محمد بن یزید؟ میں نے جواب دیا: "جی ہاں۔" اس نے کہا: "اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے بلا عہد وعقد مجھے تم پر قابو دے دیا۔ میں نے کئی بار اللہ سے دعا کی تھی کہ وہ مجھے تم پر غلبہ دے۔" میں نے کہا: "اللہ کی قسم، میں نے بھی کئی بار اللہ سے تمھارے خلاف پناہ طلب کی ہے۔" کہا: "اللہ کی قسم، اللہ تمھیں مجھ سے نہیں بچائے گا اور اگر موت کا فرشتہ بھی تمہاری طرف مجھ سے پہل کرنے کی کوشش کرے گا تو میں اس سے بھی سبقت کر جاؤں گا۔" جب مغرب کی نماز کا وقت ہوا اور اقامت ہوئی، اس نے ایک ہی

رکعت پڑھی تھی کہ فوج نے اس کے خلاف بغاوت کر کے اسے مار ڈالا اور مجھے کہا: ''تم جہاں چاہو، جاؤ۔''

سلیمان بن عبدالملک نے یزید بن عبدالملک کو مال میں تصرف کرنے سے روک دینا چاہا، اس لیے کہ یزید نے سعدی بنت عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے شادی کی تو اسے بیس ہزار دینار حق مہر دیا۔ ایک باندی چار ہزار دینار میں خریدی۔ اس پر سلیمان نے کہا: میرا ارادہ تھا کہ اس نادان کے ہاتھ پر ماروں لیکن میں عاتکہ کے دو بیٹوں (یزید اور مروان) کے بارے میں امیرالمومنین کی وصیت کا کیا کروں؟

سلیمان نے موسیٰ بن نصیر کو جیل میں ڈالا اور اسے پیغام بھیجا کہ تم اپنی دیت پچاس مرتبہ ادا کرو۔ موسیٰ نے کہا: ''میرے پاس تو ادا کرنے کے لیے کچھ نہیں۔'' سلیمان نے کہا: واللہ، تم اسے سو مرتبہ ادا کرو گے۔ چنانچہ یزید بن مہلب نے اس ادائیگی کی ذمہ داری اپنے سر لے لی اور یوں اس نے موسیٰ کے اس احسان کا بدلہ اتارا جو موسیٰ نے اسکے والد مہلب کے ساتھ کیا تھا۔ ہوا یوں کہ بشر بن مروان کے دورِ گورنری میں بشر نے مہلب کو قتل کرنے کا رادہ کیا، موسیٰ نے مہلب کو خط لکھ کر خبردار کر دیا لہٰذا مہلب نے بیماری کا بہانہ بنالیا اور جب اسے بشر نے بلوایا تو وہ نہ گیا۔

خالد بن عبداللہ قسری، خلیفہ ولید کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا۔ پھر سلیمان نے اسے برقرار رکھا۔ مکہ کا قاضی طلحہ بن حرم تھا، ایک اعجم نامی شخص جس کا تعلق کلید بردار قبیلہ بنوشیبہ سے تھا، اس نے اپنے بھتیجے کے ساتھ اراضی کا تنازعہ قاضی کی عدالت میں پیش کیا۔ قاضی نے اس شخص کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ بھتیجے کا تعلق خالد بن عبداللہ گورنرِ مدینہ سے تھا۔ اس نے گورنر کو صورت حال سے آگاہ کیا تو گورنر خالد، چچا اور قاضی کے فیصلے کے مابین حائل ہوگیا۔ اس پر قاضی نے خلیفہ سلیمان کے حضور خالد کی شکایت لکھی اور خط محمد بن طلحہ کے ہاتھ بھیج دیا۔ اس پر سلیمان نے خالد کو لکھا: ''تمھیں اعجم اور اس کے بیٹے پر کوئی اختیار نہیں۔'' محمد بن طلحہ، خلیفہ کا خط لے کر گورنر خالد کے پاس گیا اور کہا: آپ کو ہمارے خلاف کوئی اختیار حاصل نہیں، یہ

امیر المومنین کا مکتوب ہے۔ خالد نے خط پڑھنے سے پہلے حکم دیا کہ خط بردار کو سو کوڑے لگائے جائیں۔ اس پر قاضی مکہ نے مظلوم کو اس کے خونی کپڑوں سمیت خلیفہ سلیمان کے پاس بھیج دیا۔ خلیفہ نے خالد کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اس پر یزید بن مہلب نے خلیفہ سے عرض کیا: اے امیر المومنین، اگر خالد نے آپ کا خط پڑھنے کے بعد اسے مارا ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے، اور اگر خط پڑھنے سے پہلے مارا ہے تو امیر المومنین کا عفو و درگزر زیادہ مناسب ہے۔ اس پر خلیفہ نے داود بن طلحہ بن ھرم کو لکھا: اگر اس نے خط پڑھنے کے بعد کوڑے مارے ہیں تو اس کا ہاتھ کاٹ دو اور اگر میرے مکتوب کو پڑھنے سے پہلے مارے ہیں تو اسے سو کوڑے مارو۔ چنانچہ خلیفہ کا یہ مکتوب پڑھنے کے بعد داود بن طلحہ نے خالد گورنر کو سو کوڑے مارے۔ ضرب سے خالد گھبراتا تھا اور اپنے ہاتھ اوپر اٹھاتا تھا۔ اس پر فرزدق نے اس سے کہا: ''اے عیسائی عورت کے بیٹے، اپنے ہاتھ نہ اٹھاؤ۔'' خالد نے کہا: ''فرزدق کو مبارک ہو۔'' پھر اپنے ہاتھ ملا لیئے۔ فرزدق نے کہا: (ترجمہ اشعار)

[مجھے اپنی جان کی قسم، خالد کی پشت پر اتنی زیادہ بوچھاڑ پڑی ہے جتنی کہ بارش کے قطروں کی بھی بوچھاڑ نہیں پڑی۔
اگر یزید بن مہلب نہ ہوتا تو تیری ہتھیلی پر ضرور گھونسلہ بن جاتا]

خالد کی والدہ نے فرزدق کے جواب میں کہا: (ترجمہ اشعار)

[مجھے اپنی جان کی قسم، فرزدق نے اپنی عزت معمولی قیمت پر فروخت کر ڈالی اور اس کا چہرہ بھڑکتے انگاروں میں جلا۔
وہ خالد کی کیسے برابری کر سکتا ہے یا اسے عیب لگا سکتا ہے؟
جو تقوی سے خالی اور شراب سے پیٹ بھرے ہوئے ہو]

فرزدق نے خالد قسری کے بارے میں یہ بھی کہا: (ترجمہ اشعار)

[خالد سے پوچھو، اللہ خالد کو پاک نہ کرے۔
کب شیر نے قریش پر غلبہ پا کر اسے راہنمائی کرنی شروع کی ہے۔

کیا رسول اللہ سے پہلے یا آپؐ کے عہد کے بعد؟
یہ قریش ہیں کہ ان کے موٹے کو دبلا کر دیا ہے۔
ہم نے اس (خالد) کی ہدایت کی امید کی ہے۔
اللہ اس کے دل کو ہدایت نہ دے۔
اور نہ ہی اس کی ماں کو اس قسم کا جنین ملے]

خالد مکہ میں مسلسل قید رہا، جب سلیمان نے حج کیا تو خالد کے بارے میں مفضل بن مہلب نے بات کی۔ اس پر خلیفہ نے کہا: ''ابوعثمان، رشتہ داری نے جوش مارا ہے۔ خالد نے مجھے غصے کے گھونٹ پلائے ہیں۔'' عرض کی: ''یا امیر المومنین، اس کا قصور میری خاطر معاف کر دیجیے۔'' فرمایا: ''میں نے ایسا کیا لیکن ضروری ہے کہ وہ شام تک پیدل چل کر جائے۔'' چنانچہ خالد شام تک پیدل چل کر گیا۔

فرزدق نے سلیمان بن عبدالملک کی تعریف کرتے ہوئے کہا: (ترجمہ اشعار)
[سلیمان اور اس کے ساتھی قحط زدوں کے لیے بادل ہیں،
وہ مفلس و مسکین کی زنجیریں کھولنے والے ہیں،
محمدؐ اور عثمانؓ کے بعد روئے زمین پر اس جیسا حکمران نہیں آیا۔
آپ نے زمین پر ظلم کی جگہ عدل نافذ کیا، جب اقتدار آپ کو ملا۔
لوگوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ خواہش آپ کو پھیر نہیں سکتی
اور آپ جس چیز کے بارے میں کہہ دیتے ہیں، اسے کر کے رہتے ہیں]

زیاد نے مالک سے روایت کی ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نے ایک دن عمر بن عبدالعزیز سے کہا: تم نے جھوٹ بولا۔ عمر نے کہا: اللہ کی قسم، جب سے میں نے تہہ بند باندھنا شروع کیا ہے، میں نے جھوٹ نہیں بولا اور یہاں کی مجلس کے سوا بھی بہت گنجائش و وسعت ہے۔ عمرؒ غضبناک ہو کر اٹھے اور مصر جانے کے ارادہ سے تیاری کرنے لگے۔ خلیفہ سلیمان نے انہیں بلوا بھیجا، وہ آئے تو ان سے کہا: ''اے میرے چچا زاد، عتاب مجھ پر شاق گزرتا ہے لیکن

دین و دنیا کا ہر اہم معاملہ سب سے پہلے میں آپ سے ہی بیان کیا کرتا ہوں۔''

وفات سلیمان بن عبدالملک : رجاء بن حیوہ نے کہا: سلیمان نے مجھ سے کہا: ''آپ کی رائے میں مجھے کسے اپنا ولی عہد بنانا چاہیے۔'' میں نے عرض کیا: ''عمر بن عبدالعزیز کو۔'' فرمایا: ''ہم امیرالمومنین کی وصیت کا کیا کریں؟ جو آپ نے فرزندان عاتکہ کے بارے میں جوان دونوں میں سے زندہ ہو، کی تھی؟'' میں نے عرض کیا: ''عمر کے بعد آپ یزید کو ولی عہد مقرر فرما دیں۔'' فرمایا: ''آپ نے درست کہا۔'' چنانچہ سلیمان نے عمر اور ان کے بعد یزید کے ولی عہد ہونے کے بارے میں دستاویز لکھ دی۔

جب سلیمان کی بیماری نے شدت اختیار کی تو کہا: ''میرے پاس میرے بیٹوں کی قمیصیں لاؤ کہ دیکھوں۔'' قمیصیں پیش ہوئیں تو انہیں کھولا اور چھوٹا دیکھ کر کہا:

اِنّ بَنِيَّ صبيةٌ صِغَارُ　　　اَفلح من كان له كِبارُ

[میرے بیٹے چھوٹے ہیں، کامیاب ہے وہ شخص جس کے بیٹے بڑے ہوں]

اس پر عمر نے کہا: افلح من تزکی و ذکر اسم ربّه فصلّٰی (اعلیٰ: ۱۴، ۱۵)

(فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی۔)

خلیفہ سلیمان کی موت کا سبب یہ بنا کہ وہ دابق کے مقام پر تھے کہ ایک عیسائی ان کے پاس دو تھیلے لایا، ایک انڈوں سے بھرا ہوا تھا اور دوسرا انجیر سے۔ سلیمان نے کہا: ''انہیں چھیلو۔'' چنانچہ خادموں نے چھلکے اتار دیئے۔ وہ ایک انڈا کھاتے اور ایک انجیر، حتی کہ دونوں تھیلے ختم کر دیئے پھر ایک پیالہ میں مغز، شکر کے ساتھ پیش کیا گیا تو وہ بھی کھا گئے۔ اس سے بدہضمی ہوئی، بیمار ہوئے اور مر گئے۔

خلیفہ سلیمان نے حج کیا تو مکہ کی گرمی سے تکلیف پہنچی۔ اس پر عمر بن عبدالعزیز نے عرض کیا: آپ طائف تشریف لے جاتے تو بہتر ہوتا۔ چنانچہ سلیمان نے طائف کی جانب کوچ کیا۔ سحق کے مقام پر تھے کہ ابن ابی زھیر سے ملاقات ہوئی جس نے عرض کی۔ ''یا امیرالمومنین! میرے یہاں قیام فرمایئے۔'' کہا: ''یہی میری منزل ہے۔'' ریت پر بیٹھ گئے۔

عرض کیا گیا: ''آپ کے لیے نرم بستر حاضر کیا جاتا ہے۔'' فرمایا: ''ریت مجھے زیادہ پسند ہے۔'' ریت کی ٹھنڈک انہیں بہت بھائی کہ ریت پر اپنا پیٹ رکھ لیا۔ پانچ انار پیش کیے گئے جو آپ نے تناول فرمائے پھر فرمایا: ''کیا آپ لوگوں کے پاس اور بھی ہیں؟'' چنانچہ خدام پانچ پانچ انار پیش کرتے جاتے، حتی کہ آپ نے ستر انار کھائے پھر انہوں نے بکری کا ایک بچہ اور چھ مرغیاں حاضر کیں، وہ بھی کھا ڈالیں۔ اب آپ کی خدمت میں طائف کی کشمش لا کر پھیلا دی گئی تو آپ نے اس کا زیادہ تر حصہ کھا لیا پھر سو گئے۔ بیدار ہوئے تو دوپہر کا کھانا پیش کیا گیا تو وہ بھی دوسرے لوگوں کی مانند کھا لیا۔ یہ دن قیام فرمایا۔ اگلے روز عمر بن عبدالعزیز سے کہا: ''ہمارا خیال ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو زحمت دی۔'' ابن ابی زہیر سے فرمایا: ''آپ میرے ساتھ مکہ تک چلئے'' مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ لوگوں نے اس سے کہا: ''اگر تم خلیفہ کے ساتھ چلے جاتے تو اچھا ہوتا۔'' اس پر اس نے کہا: ''میں کیا کہتا؟ کہ خلیفہ نے مجھے میری مہمان نوازی کی قیمت ادا کر دی ہے۔''

عتبی نے اپنے والد سے بواسطہ شمردل، وکیل آل عمرو بن عاص بیان کیا ہے کہ جب خلیفہ سلیمان طائف آیا تو وہ، اس کا بیٹا ایوب اور عمر بن عبدالعزیز، عمرؓو بن عاص کے ایک باغ میں داخل ہوئے۔ باغ میں گھومے، پھر کہا: ''تمہارا یہ مال خوب ہے۔'' پھر ایک شاخ کے ساتھ سینہ ٹیکا اور کہا: ''شمردل، کیا تمہارے پاس مجھے کھلانے کے لیے کوئی چیز ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''کیوں نہیں، جناب بکری کا ایک بچہ ہے، جسے صبح و شام گائے دودھ پلاتی رہی ہے۔'' فرمایا: ''اسے جلد حاضر کرو۔'' میں نے اس کا گوشت پیش کیا تو یوں معلوم ہوا کہ گویا وہ گھی کا مشکیزہ ہے۔ آپ نے وہ کھایا، اپنے بیٹے اور عمر کو کھانے کی دعوت نہ دی۔ جب ایک ران باقی رہ گئی تو کہا: ''آؤ ابو حفص۔'' عمر نے کہا: ''میرا روزہ ہے۔'' چنانچہ وہ ران بھی خود ہی کھا لی۔ پھر کہا: ''تیرا ناس ہو اے شمردل، کیا تیرے پاس مجھے کھلانے کے لیے کوئی اور چیز ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''کیوں نہیں، اللہ کی قسم، دو ہندی مرغیاں ہیں گویا کہ وہ شتر مرغ کے بچے ہوں۔'' میں نے یہ دونوں مرغیاں پیش کیں تو آپ مرغی کی ٹانگ پکڑ کر، اس کی ہڈی کو صاف کر کے چھوڑتے، حتی کہ دونوں مرغیاں ہڑپ کر گئے پھر سر اٹھا کر فرمایا: ''تیرا ناس ہو۔۔ کہا۔۔ تیرا ناس

ہو۔اسے جلدی لاؤ۔‘‘ میں ایک اتنے بڑے پیالے میں حریرہ لے کر حاضر ہوا، جس میں سر چھپ جاتا تھا۔آپ ہاتھ سے اس کا لقمہ بھی لیتے اور اسے نوش بھی کرتے۔ فارغ ہونے کے بعد ڈکار مارا جیسے کنویں میں کوئی چلایا ہو پھر کہا: ’’اے لڑکے، کیا تم نے میرا کھانا تیار کرلیا ہے۔‘‘ اس نے عرض کیا: ’’جی ہاں۔‘‘ فرمایا: ’’وہ کیا ہے؟‘‘ عرض کی: ’’اسّی ہنڈیا ہیں۔‘‘ فرمایا: ’’میرے پاس ایک ایک ہانڈی لاتے جاؤ۔‘‘ چنانچہ آپ نے ہر ہانڈی سے زیادہ سے زیادہ تین لقمے اور کم از کم ایک لقمہ لیا پھر اپنے ہاتھ صاف کیے اور بستر پر لیٹ گئے پھر لوگوں کو کھانے کی اجازت ملی اور دسترخوان بچھا دیے گئے تو آپ نے بھی بیٹھ کر کھانا کھایا، اور مجھے آپ کے کھانے پر ذرا تعجب نہ ہوا۔‘‘

خلافتِ عمر بن عبدالعزیز

مدائنی نے کہا: آپ عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم ہیں۔کنیت ابوحفص ہے۔آپ کی والدہ ام عاصم بنت عاصم بن عمر بن خطاب ہیں۔آپ بروز جمعہ ۱۰ صفر ۹۹ھ خلیفہ بنے۔ بروز جمعہ ۲۴/رجب ۱۰۱ھ سرزمینِ دمشق کے مقام دیر شمعان میں وفات پائی۔نماز جنازہ یزید بن عبدالملک نے پڑھائی۔

علی بن زید نے کہا: ’’میں نے عمر بن عبدالعزیز کو یہ کہتے سنا کہ چالیس سال کی عمر والے پر اللہ کی حجت تمام ہوئی۔‘‘ چنانچہ آپ کا انتقال چالیس برس کی عمر میں ہوا۔

آپ کی پولیس کے سربراہ یزید بن بشیر کنانی، آپ کے محافظ دستے کے سربراہ عمرو بن مہاجر تھے۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابوالعباس ہلالی تھے۔آپ کے کاتبِ مکاتیب ابن ابی رقیہ نیز اسماعیل بن ابی حکیم تھے۔مہرِ خلافت کا محافظ نعیم بن ابی سلامہ، خراج اور فوج کا نگران صالح بن ابی جبیر اور اجازت دینے پر آپ کا مولیٰ ابوعبیدہ اسود مقرر تھا۔

یعقوب بن داود ثقفی نے اپنے ثقیف کے بزرگوں کے حوالہ سے بیان کیا، کہا: عمر کی

خلافت کی دستاویز پڑھی گئی تو آپ ایک گوشے میں تھے۔آپ کے ماموؤں میں سے سالم نامی ثقیف کا ایک آدمی اٹھا۔آپ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔اس پر عمر نے فرمایا: تمہارا اس سے مقصد اللہ کی رضا نہ تھا اور اس عمل کی وجہ سے دنیا ہرگز نہ پا سکو گے۔

ابو بشر خراسانی نے کہا: عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''لوگو، اللہ کی قسم، میں نے اس کام کے لیے کبھی اللہ سے پوشیدہ یا ظاہر دعا نہ کی تھی۔تو جو کوئی میرے برسرِ اقتدار آنے کو ناپسند کرتا ہے تو اب اس کے لیے موقعہ ہے۔'' اس پر سعید بن عبدالملک نے کہا: ''جس چیز کو ہم ناپسند کرتے ہیں یہ اس کے بارے میں جلد بازی ہے، کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم اختلاف کریں اور ایک دوسرے کو قتل کریں؟'' ایک آدمی نے کہا: ''سبحان اللہ، ابوبکر، عمر، عثمان اور علی برسر اقتدار آئے، انہوں نے یہ بات نہ کہی اور عمر بن عبدالعزیز یہ کہہ رہے ہیں۔''

عمر بن عبدالعزیز کے حالات

بشر بن عبداللہ بن عمر نے کہا: عمر تخلیہ میں ہوتے اور روتے، ہم آپ کے رونے کی آواز سنتے، آپ کہتے: کیا تین آدمیوں (عبدالملک، ولید، اور سلیمان) کو اپنے ہاتھوں سے دفنانے کے بعد۔

آپ کے خلیفہ بننے کے بعد ایک آدمی خراسان سے آیا اور کہا: اے امیر المؤمنین، میں نے خواب میں ایک کہنے والے کو سنا: ''بنو امیہ میں سے جب وہ شخص حکمران بنے گا، جس کے ماتھے پر نشانِ زخم ہوگا تو وہ زمین کو عدل سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ پہلے ظلم سے بھری تھی۔'' ولید حکمران ہوا تو میں نے اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا، مجھے بتایا گیا کہ اس کی جبین پر نشان زخم نہیں۔پھر سلیمان خلیفہ بنا تو میں نے اس کی بابت دریافت کیا۔معلوم ہوا کہ وہ بھی ایسا نہیں۔آپ نے اقتدار سنبھالا ہے تو آپ کے چہرے پر نشان ہے۔'' عمرؒ نے اس سے پوچھا: ''کیا تم اللہ کی کتاب پڑھتے ہو؟'' کہا: ''جی ہاں۔'' فرمایا: ''تجھے اس ذات کی قسم

جس نے تمھیں تلاوتِ قرآن کے انعام سے نوازا، کیا تم نے جو کچھ بتایا ہے، یہ سچ ہے؟'' عرض کی: ''جی ہاں۔'' چنانچہ آپ نے اسے مہمان خانے میں قیام کرنے کا حکم دیا۔ وہ شخص تقریباً دو ماہ تک وہیں رہا۔ پھر عمر نے اسے بلوا بھیجا اور فرمایا: ''کیا تمھیں معلوم ہے کہ ہم نے تمھیں کیوں روکے رکھا؟'' عرض کی: ''نہیں۔'' فرمایا: ''ہم نے آپ کی حقیقتِ حال دریافت کرنے کے لیے کسی کو آپ کے شہر میں بھیجا تھا، تو چونکہ آپ کے دوست کی تعریف اور دشمن کی تعریف یکساں رہیں، اس لیے آپ بخیریت تشریف لے جایئے۔''

عمر بن عبدالعزیز بیت المال سے کچھ نہ لیتے تھے اور نہ ہی مال سے اپنے لیے ایک درہم تک جاری کرواتے تھے۔ جب کہ عمرؓ بن خطاب اپنے لیے ہر روز دو درہم جاری کرواتے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز سے عرض کیا گیا: ''اگر آپ اتنا لے لیتے جتنا عمر بن خطاب لیتے تھے؟'' تو فرمایا: ''عمرؓ بن خطاب کے پاس مال نہ تھا، جب کہ میرے پاس مال ہے جو مجھے بیت المال سے لینے سے بے پروا کر دیتا ہے۔''

آپ کے دورِ حکومت میں ایک بار ایک شخص نے عرض کیا: ''یا امیرالمومنین (ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) مجھے اس سے بدلہ دلوایئے'' فرمایا: ''کس چیز کے بارے میں؟'' کہا: ''اس نے میرا مال چھینا اور میری پشت پر مارا۔'' آپ نے اس شخص کو بلایا اور پوچھا: ''یہ کیا کہتا ہے؟'' کہا: ''اس نے سچ کہا، اس نے ولید بن عبدالملک کو لکھا جب کہ آپ کی اطاعت فرض ہے۔'' فرمایا: ''تم نے جھوٹ کہا تمہارے لئے ہماری اطاعت صرف اللہ کی اطاعت کے ضمن میں ہے۔'' پھر آپ نے حکم دیا تو اراضی مالک کو لوٹا دی گئی۔

عبداللہ بن مبارک نے اس شخص کے حوالے سے روایت کی ہے جس نے انہیں یہ واقعہ سنایا کہ میں خالد بن یزید بن معاویہؓ کے ساتھ بیت المقدس کے صحن میں تھا کہ عمر بن عبدالعزیز ہم سے ملے اور میں آپ کو پہچانتا تھا۔ آپ نے خالد کا ہاتھ پکڑا اور کہا: ''اے خالد، کیا ہم پر آنکھ ہے؟'' میں نے کہا: ''تم دونوں پر اللہ کی دیکھنے والی آنکھ اور سننے والا کان ہے۔'' یہ سن کر آپ نے خالد کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، کپکپی طاری ہوگئی، آنکھوں سے آنسو بہہ

پڑے اور چلے گئے۔ میں نے خالد سے پوچھا: ''یہ کون صاحب تھے؟'' کہا: ''یہ عمر بن عبدالعزیز ہیں، اگر زندہ رہے تو امید ہے کہ عادل حکمران ہوں گے۔''

رباح بن عبیدہ نے کہا: میں نے خلافت سے پہلے عمر کے لیے ایک ریشمی دھاری دار چادر پانچ سو کی خریدی۔ آپ نے اسے کھردرا قرار دیا اور کہا: ''تم نے بہت سخت چادر خریدی ہے۔'' آپ کے خلیفہ بننے کے بعد میں نے آپ کے لیے آٹھ درہم کی ایک چادر خریدی تو آپ نے اسے نرم و ملائم قرار دیا اور فرمایا: ''تم نے بہت نرم چادر خریدی ہے۔''

مسلمہ بن عبدالملک مصر کا بنا ہوا نرم و باریک کپڑے پہنے عمر کے پاس آئے تو پوچھا: ''اے ابوسعید، یہ کتنے کا لیا ہے؟'' عرض کی، اتنے اتنے کا۔ فرمایا: ''اگر تم کم قیمت کا لے لیتے تو تمہاری شرافت میں کمی نہ ہوتی۔'' مسلمہ نے عرض کیا: ''بہترین میانہ روی وہ ہے جو محنت و کوشش کے بعد ہو۔ بہترین درگزر وہ ہے جو قابو پانے کے بعد ہو اور بہترین نرمی وہ ہے جو اقتدار کے بعد ہو۔''

عمر (بن عبدالعزیز) کا درہم نامی ایک غلام تھا جو آپ کے لیے ایندھن کا بندوبست کرتا تھا۔ ایک دن آپ نے اس سے فرمایا: ''اے درہم، عوام کیا کہتے ہیں؟'' وہ بولا: ''انہوں نے کیا کہنا ہے؟ سب لوگ خیریت سے ہیں۔ صرف میں اور آپ مصیبت میں ہیں۔'' فرمایا: ''یہ کیسے؟'' کہا: ''میں نے خلافت سے پہلے آپ کو دیکھا تھا، عطر کثرت سے استعمال کرنے والے، عمدہ لباس زیب تن کرنے والے، آرام دہ سواریوں پر پھرتی سے سوار ہونے والے، عمدہ خوراک کھانے والے، جب آپ خلیفہ تھے، تو مجھے امید تھی کہ میں بھی کچھ آرام و استراحت کروں گا مگر میرا کام بہت بڑھ گیا اور آپ تکلیف و کرب میں مبتلا ہو گئے۔'' فرمایا: ''تم آزاد ہو، جا سکتے ہو، مجھے میری حالت پر چھوڑ دو، حتیٰ کہ اللہ اس سے نکلنے کا کوئی میرے لیے راستہ بنا دے۔''

میمون بن مہران نے کہا: میں عمر کے پاس تھا کہ آپ بہت روئے اور اپنے پروردگار سے موت کی درخواست کرنے لگے۔ میں نے عرض کی: ''آپ کیوں موت کی درخواست کرتے ہیں حالانکہ اللہ آپ کے ہاتھ سے بہت بھلائیاں کرا رہا ہے۔ آپ کی بدولت سنتیں زندہ ہوئیں

اور اللہ نے آپ کے ہاتھ سے بدعتوں کو موت دی۔'' فرمایا: ''کیا میں اس نیک بندے کی مانند نہ ہو جاؤں۔ جس کی آنکھ اللہ نے ٹھنڈی کی تھی اور اسے اقتدار عطا فرمایا تھا، پھر اس نے کہا: ﴿اے میرے رب، تو نے مجھے حکومت بخشی اور مجھ کو باتوں کی تہہ تک پہنچنا سکھایا۔ زمین و آسمان کے بنانے والے، تو ہی دنیا و آخرت میں میرا سرپرست ہے، میرا خاتمہ اسلام پر کر اور انجام کار مجھے صالحین کے ساتھ ملا۔''﴾ (یوسف:۱۰۱)

عمر بن عبدالعزیز نے حکومت سنبھالنے کے بعد فرمایا: ''فدک ان چیزوں میں سے تھا جو اللہ نے اپنے رسولؐ کو بہ طور فے عطا فرمائی تھیں۔ فاطمہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے فدک مانگا تو آپؐ نے ان سے فرمایا: نہ آپ کو یہ مجھ سے مانگنا چاہئے اور نہ مجھے آپ کو یہ دینا چاہئے۔'' چنانچہ رسول اللہ ﷺ فدک کو اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کرتے تھے۔ پھر ابو بکر، عمر اور عثمان فدک کو انہی مقاصد کے لیے صرف کرتے تھے جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر کیے تھے۔ جب معاویہؓ نے اقتدار سنبھالا تو انہوں نے فدک مروان کو بہ طور جاگیر دے دیا۔ مروان نے اسے عبدالملک اور عبدالعزیز کو ہبہ کر دیا۔ پھر ہم تینوں (میں، ولید اور سلیمان) نے اسے باہم تقسیم کر لیا۔ جب ولید خلیفہ بنا تو میں نے اس سے اس کا حصہ مانگ لیا، اس نے اپنا حصہ مجھے بخش دیا، مجھے فدک سے بڑھ کر اپنا کوئی مال بھی محبوب نہ تھا۔ میں آپ لوگوں کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اسے واپس اس حالت میں لوٹا دیا ہے، جو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں تھا۔''

عمرؓ کا قول ہے: ''معاملات تین قسم کے ہیں: ایک وہ معاملہ جس کا درست ہونا واضح ہے اس کی پیروی کرو۔ ایک وہ معاملہ جس کا نقصان واضح ہے، اس سے بچو، ایک وہ معاملہ جو تمہارے لیے مشتبہ ہے، اسے اللہ کی طرف لوٹاؤ۔''

عمرؓ نے اپنے ایک ماتحت کو لکھا: ''مولیٰ تین قسم کے ہیں: مولیٰ رحم، مولیٰ عتاقة اور مولیٰ عقد، مولیٰ رحم وارث بنتا ہے اور وارث بنایا جاتا ہے [۱] مولیٰ عتاقہ، اس کے تو وارث بنتے ہیں مگر وہ وارث نہیں بنتا۔ جب کہ مولیٰ عقد نہ وارث بنتا ہے نہ بنایا جاتا ہے، اس کی میراث اس کے عصبہ [۲] کے لیے ہوتی ہے۔

عمرؒ نے اپنے گورنروں کے نام مراسلہ بھیجا: ''غیر مسلموں کو حکم دو کہ وہ پگڑیاں اتار دیں، کپڑے پہنیں اور اسلام کی کسی چیز سے مشابہت اختیار نہ کریں اور کسی کافر کو کسی مسلمان سے خدمت لینے کی اجازت نہ دو۔''

عمر بن عبدالعزیز نے گورنر عراق عدی بن اَرطاۃ کو لکھا: ''جب تمھیں مخلوق پر قابو پانا ممکن ہو جائے تو اس وقت اپنے اوپر خالق قادر کی قدرت کا دھیان کرنا اور جان لو، کہ تمہارے لیے جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو تمہارے لیے لوگوں کے پاس ہے۔''

عمر بن عبدالعزیز نے اپنے کارندوں کے نام لکھا:

''اپنے ماتحتوں کو حکم دو کہ وہ اپنے آزادوں اور غلاموں میں سے چھوٹے، بڑے، مرد اور عورت سب کی طرف سے رمضان کا فطرانہ ادا کریں، گندم کے دو مدّ یا کھجوروں کا ایک صاع یا اس کی قیمت نصف درہم۔ اہلِ عطا سے تو ان کے عطیات سے ان کی طرف سے اور ان کے اہل وعیال کی طرف سے فطرانہ لے لیا جائے۔ پھر دو امانت دار آدمی مقرر کیے جائیں جو اس جمع شدہ مال کو وصول کر کے اسے شہری آبادی کے غریبوں میں تقسیم کریں، اسے صحرانشینوں میں تقسیم نہ کیا جائے۔''

عبدالحمید بن عبدالرحمٰن نے عمرؒ کو لکھا: ''ایک آدمی نے آپ کو گالی دی ہے، میں چاہتا ہوں کہ اسے قتل کر دوں۔'' آپ نے اسے جواب میں لکھا: ''اگر تم نے اسے قتل کیا تو میں تم سے اس کا قصاص لوں گا۔ کسی کو بھی گالی کے بدلے قتل نہ کیا جائے مگر اسے جو کسی نبی کو گالی بکے۔''

عمرؒ کے ایک کارندے نے آپ کو لکھا: ''ایک جادوگرنی ہمارے پاس لائی گئی۔ ہم نے اسے پانی میں پھینکا تو وہ پانی پر تیرنے لگی۔ آپ کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟'' آپ نے اسے لکھا: ''ہم پانی کے بارے میں کچھ نہیں کہتے، اگر تو اس کے خلاف ثبوت ہو تو کاروائی کرو ورنہ اسے رہا کر دو۔''

عمرؒ مدینہ کے گورنر عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو زیادتیوں کے ازالے کے لیے حکم لکھ بھیجتے تھے تو وہ اس سلسلہ میں بار بار مراسلت کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے انہیں لکھا: ''میرا خیال یہ ہے کہ اگر میں تمھیں یہ لکھوں کہ فلاں آدمی کو بھیڑ دے دو۔ تو تم مجھے ضرور لکھو گے۔ نر یا مادہ۔ اور اگر میں

ان میں سے ایک تمھیں لکھ بھیجوں تو تم مجھے ضرور لکھو گے۔ چھوٹی یا بڑی۔ اور اگر میں ان میں سے ایک کا تعین لکھ دوں، تو تم مجھے لکھو گے اُون والی دُوں یا بغیر اون کے بکری دوں۔ جب میں تمھیں کوئی حکم لکھ بھیجوں تو اس پر عمل درآمد کرو اور مجھ سے اس کے بارے میں مراسلت نہ کرو۔ والسلام۔"

عمرؓ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"اے لوگو، گناہوں کو معمولی اور چھوٹے نہ سمجھو، اپنے گزشتہ گناہوں کی تلافی توبہ کے ذریعے کرو۔ انّ الحسنات یذھبن السیات، وذلک ذکری للذاکرین (ھود: ۱۱۴) ﴿درحقیقت نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ ایک یاد دہانی ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کو یاد رکھنے والے ہیں۔﴾ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے، یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انہیں یاد آ جاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں"۔﴾ (آل عمران: ۱۳۵)

عمرؓ نے بنو مروان سے کہا: تم نے لوگوں کے جو حقوق غصب کر رکھے ہیں وہ ادا کرو، ان کاموں میں میری پناہ نہ لو جنہیں میں ناپسند کرتا ہوں، ورنہ میں تمھیں ایسے کاموں پر مجبور کر دوں گا جو تمھیں ناگوار ہوں گے۔ کسی نے بھی آپ کی اس بات کا جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا: "مجھے جواب دو۔" چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: اللہ کی قسم، ہم اپنے وہ اموال نہ چھوڑیں گے جو ہم تک ہمارے آباء واجداد سے پہنچے ہیں اس طرح تو ہم اپنے بیٹوں کو نادار بنا دیں گے اور اپنے آباء کی ناشکری کریں گے، یہاں تک کہ ہمارے سر تنوں سے جدا کر دیئے جائیں۔" عمرؓ نے فرمایا: "میں جس سے حق طلب کرتا ہوں اگر تم نے اس سلسلہ میں میری مدد نہ کی تو میں اللہ کی قسم تمھارے رخساروں کو ذلیل کر دوں گا لیکن میں فتنے سے ڈرتا ہوں اگر اللہ نے مجھے باقی رکھا تو میں ہر حقدار کو اس کا حق واپس دلاؤں گا۔ انشاء اللہ۔"

عمرؓ جب بنو امیہ کے بعض افراد کو دیکھتے تو فرماتے: "میں کچھ گردنیں دیکھ رہا ہوں جو جلد اپنے مالکوں کو واپس کی جائیں گی۔" عمر بن عبدالعزیز کی موت کے بعد مسلمہ آپ کی قبر کے پاس بیٹھا اور کہا: "اللہ کی قسم، جب تک میں نے اس قبر کو دیکھ نہیں لیا غلامی سے بے خوف نہیں ہوا۔"

عتبی نے کہا: جب عمر بن عبدالعزیز، خلیفہ سلیمان کی تدفین کے بعد واپس آئے تو اموی ان کے پیچھے پیچھے آئے۔ جب آپ گھر میں داخل ہو گئے تو حاجب نے آپ سے عرض کیا: ''اموی دروازے پر حاضر ہیں۔'' فرمایا: ''وہ کیا چاہتے ہیں؟'' کہا: ''وہ جن کا آپ سے پہلے کے خلفاء نے انہیں عادی بنا رکھا ہے۔'' آپ کے بیٹے عبدالملک نے، جس کی عمر اس وقت چودہ برس تھی عرض کی: ''اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کی طرف سے انہیں ایک پیغام پہنچا دوں۔'' فرمایا: ''تم انہیں کیا پیغام دو گے؟'' عرض کی: ''میں کہوں گا کہ میرے والد آپ کو سلام کہتے ہیں اور آپ سے کہتے ہیں: انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم (یونس: ۱۵) ﴿اگر میں نے نافرمانی کی تو مجھے اپنے رب سے بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔''﴾

زیاد نے مالک سے روایت کی ہے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز کے بیٹے عبدالملک نے آپ سے عرض کیا: ''ابا جان، کیا بات ہے آپ حکم نافذ نہیں کرتے، اللہ کی قسم، مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ حق کے بارے میں میرے اور آپ کے سلسلہ میں ہنڈیا جوش مارے۔'' آپ نے فرمایا: ''میرے بیٹے، جلد بازی نہ کرو، اللہ نے قرآن میں دو بار شراب کی مذمت کی اور تیسری بار اسے حرام قرار دیا۔ میں ڈرتا ہوں کہ لوگوں کو یکدم حق پر چلاؤں تو وہ یکدم ہی اسے پرے دھکیل دیں اور اس سے فتنہ پیدا ہو گا۔''

اسی بیٹے عبدالملک کی جب وفات کا وقت قریب آیا تو عمر نے اس سے دریافت فرمایا: ''میرے بیٹے، اپنے آپ کو کیسے پا رہے ہو؟'' کہا: ''میں اپنے آپ کو موت میں پا رہا ہوں، آپ میری موت پر صبر کر کے ثواب لینا، کہ اللہ کو ثواب آپ کے لیے مجھ سے بہتر ہے۔'' فرمایا: ''میرے عزیز بیٹے، اللہ کی قسم کہ تم میرے نامہ اعمال میں باعثِ ثواب بنو، مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں تمھارے لیے سبب ثواب بنتا۔'' عرض کی: ''اللہ کی قسم، جو آپ پسند کرتے ہیں، اس سے مجھے کہیں زیادہ وہ محبوب ہے جو میں چاہتا ہوں۔'' پھر وفات پائی۔ ان کی تدفین سے فارغ ہوئے تو ان کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا: ''میرے بیٹے، اللہ تجھ پر رحم فرمائے، تو پیدا ہوا تو باعث مسرت تھا، بڑا ہوا تو نیک تھا، میں نے جب بھی تجھے بلایا تو نے لبیک کہی، پس اللہ

ہر اس شخص پر رحم فرمائے آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت جو تیرے لیے رحم کی دعا کرے۔" لوگ عمرؓ کی دعا میں شامل ہونے کے لیے عبدالملک کے لیے طلبِ رحمت کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ قبر سے گھر تشریف لائے، لوگ تعزیت کے لیے آئے تو فرمایا: "جو کچھ عبدالملک کو پیش آیا ہم اس سے برابر واقف رہے اور جب موت آئی تو ہم نے اسے عجیب نہیں جانا۔"

عمر بن عبدالعزیز کی بہن فوت ہوئی، جب آپ اس کی تدفین سے فارغ ہوئے تو ایک آدمی آپ کے قریب ہوا اور آپ سے تعزیت کی، آپ نے اس کا جواب نہیں دیا۔ پھر ایک اور آگے بڑھا، آپ نے اسے بھی جواب نہ دیا۔ اس پر لوگ تعزیت کرنے سے باز رہے اور آپ کے ساتھ ساتھ چلے۔ جب آپ دروازے کے پاس پہنچے تو لوگوں کی طرف رخ کر کے فرمایا: "میں نے لوگوں کو دیکھا کہ عورت کے بارے میں ان سے تعزیت نہ کی جاتی تھی سوائے اس کے کہ والدہ ہو۔"

عمر بن عبدالعزیز کی وفات

عمر بن عبدالعزیز سرزمینِ حمص میں بیمار ہوئے اور دیر شمعان میں وفات پائی۔ لوگوں کا خیال ہے کہ یزید بن عبدالملک نے آپ کو زہر دلوایا۔ اس نے یہ زہر عمر کے خادم کو دیا۔ اس نے اپنے انگوٹھے کے ناخن پر زہر رکھا، جب عمر نے پانی مانگا تو اس نے اپنا انگوٹھا پانی میں ڈبویا، پھر آپ کو پانی پلایا۔ آپ بیمار ہوئے اور اسی بیماری میں وفات پائی۔ آپ کے سر کے پاس مسلمہ بن عبدالملک نے کھڑے ہو کر کہا: "امیر المومنین، اللہ آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آپ نے ہم سے متنفر دلوں کو ہم پر مہربان کر دیا اور صالحین میں ہمارا تذکرہ کرا دیا۔"

زیاد نے مالک سے روایت کی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کی مرض الوفات میں مسلمہ بن عبدالملک ان کے پاس آئے اور آپ سے عرض کیا: "اے امیر المومنین، آپ نے اپنے بیٹوں کے مونہوں سے یہ مال لے کر انہیں نادار بنا دیا۔ ان کے لیے کچھ مال ضروری ہے کہ ان کا حال درست ہو۔ اس لیے اگر آپ مجھے یا اپنے اہل بیت میں سے اپنے کسی ہم مرتبہ شخص کو وصیت فرما

دیں تو آپ کی اولاد کے لیے انشاء اللہ رزق و مال کا بندوبست ہو جائے گا اور یوں آپ بری الذمہ ہو جائیں گے۔'' عمر نے فرمایا: '' مجھے بٹھاؤ۔'' لوگوں نے آپ کو بٹھایا۔ تو فرمایا: الحمدللہ، اے مسلمہ، کیا تم مجھے غربت سے ڈراتے ہو۔ آپ نے جو یہ بیان کیا ہے کہ میں نے ان کے موہنوں سے یہ مال چھڑا لیا ہے اور انہیں غریب بنا دیا ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے ان کے کسی حق کو ان سے نہیں روکا اور نہ ہی کسی اور کا حق انہیں دیا ہے۔ باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ میں تمھیں یا اپنے اہلِ بیت میں سے تمہارے ہم مرتبہ کسی شخص کو ان کے بارے میں وصیت کر جاؤں تو ان کے بارے میں میری وصیت اللہ کے حضور ہے جس نے کتاب نازل فرمائی ہے اور جو نیکوکاروں کی سرپرستی کرتا ہے۔ عمر کے بیٹے دو قسم کے ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ جو اللہ کا تقوی اختیار کرے تو اللہ اس کا معاملہ آسان فرما دے اور اسے وہاں سے رزق دے جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو۔ ایک وہ جو بدکار و نافرمان ہو تو عمر اس کی نافرمانی پر اس کی مدد و اطاعت کرنے میں سبقت کرنا نہیں چاہتا۔ میرے بیٹوں کو بلاؤ۔ انہیں بلایا، وہ اس دن بارہ لڑکے تھے۔ آپ انہیں غور سے دیکھنے لگے حتی کہ آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں، پھر فرمایا: میں نے نوجوانوں کو چھوڑا ہے اور ان کے لیے مال نہیں ہے۔ اے میرے بیٹو! میں نے اللہ کی طرف سے تمھیں خیریت کے ساتھ چھوڑا ہے۔ تم کسی مسلمان یا ذمی کے پاس سے گزرو گے تو ان شاء اللہ اس پر تمہارا حق واجب ہوگا۔ اے میرے بیٹو، میرے سامنے دو صورتیں تھیں۔ ایک یہ کہ تم دنیا میں غریب رہو، دوسری یہ کہ تمہارا والد جہنم میں داخل ہو۔ پھر طے یہ پایا کہ اگر تم ہمیشہ کے لیے مفلس رہو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تمہارا والد ایک دن کے لیے آگ میں داخل ہو۔ اُٹھو میرے بیٹو، اللہ تمہاری حفاظت فرمائے اور تمھیں رزق دے۔''

راوی کہتا ہے کہ عمر کے بیٹوں میں سے کوئی ایک بھی غریب نہ رہا اور نہ ہی کسی کا محتاج ہوا۔

عمر بن عبدالعزیز نے دیر شمعان کے مالک سے اپنی قبر کی جگہ چالیس درہم میں خریدی، نو دن بیمار رہے۔ جمعہ کے دن ۲۵/رجب ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔ یزید بن عبدالملک نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے مرثیہ میں جریر بن خطفی نے کہا: (ترجمہ اشعار)

[موت کی خبر دینے والوں نے ہمیں امیر المومنین کی موت کی اطلاع دی۔
اے اللہ کے گھر کا حج اور عمرہ کرنے والوں میں سے بہترین،
اے عمر، آپ پر ایک عظیم ذمہ داری ڈالی گئی،
جسے آپ نے انتہائی پامردی سے ادا کیا اور اللہ کے حکم کے مطابق چلے۔
سورج نکلا ہوا ہے اور اسے گہن نہیں لگا۔
آپ کے غم میں چاند اور رات کے ستارے رو رہے ہیں]

ابوعبید اعرابی نے عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں یہ شعر پڑھا:

مقابل الاعراق فی الطیّب الطاب　　　بین ابی العاص و آل الخطاب

[آپ والد اور والدہ دونوں کی طرف سے شریف و معزز ہیں، ابوالعاص اور آلِ خطّاب کے مابین]

ابوعبیدہ نے کہا: طیب و طاب'' ایسا ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ ذیم'' و ذام''۔

خلافت یزید بن عبدالملک

یزید بن عبدالملک بن مروان بن الحکم بروز جمعہ ۲۶/رجب ۱۰۱ھ میں خلیفہ بنا۔ اس کی والدہ عاتکہ بنت یزید بن معاویہ تھیں۔ یہ بلقاء کے علاقے میں بروز جمعہ ۲۶/شعبان ۱۰۵ھ کو فوت ہوا۔ عمر ۳۴ برس تھی۔ اس کے بھائی ہشام نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مدتِ حکومت چار سال اور کچھ مہینے تھی۔ اس کے بارے میں جریر کہتا ہے:

سُربلتَ سربال ملکِ غیر مغتصبِ　　　قبل الثلاثین انّ الملک مؤتشب

[تجھے نہ چھینے گئے اقتدار کا کرتا پہنایا گیا ہے، تیس سال کی عمر سے پہلے اور ملک خالص نہیں ہے]

اس کی پولیس کا سربراہ کعب بن مالک عبسی تھا۔ حفاظتی دستے کا سربراہ اس کا مولیٰ غیلان ابوسعید تھا۔ مہر خلافت اس کے مولیٰ مطر کے پاس تھی، وہ فاسق تھا۔ چھوٹی مہر ابوالحجاج

بکیر کے پاس تھی۔ سرکاری خط و کتابت، فوج اور خراج کا سیکریٹری صالح بن جبیر ہمدانی تھا۔ پھر اسے معزول کیا اور اس کی جگہ اسامہ بن زید مولیٰ کلب کو مقرر کیا۔ خزائن اور بیوت الأموال کا نگران ہشام بن مصاد تھا۔ اس کا دربان اس کا مولیٰ خالد تھا۔ یزید بن عبدالملک لہ و لذات کا دلدادہ تھا، اس کے پاس دو گانے والیاں حبابہ اور سلامہ تھیں۔ اس کے دور حکومت میں یزید بن مہلب نے خروج کیا۔

یزید کے بیٹوں کے نام : ولید ☆ یحییٰ ☆ عبداللہ ☆ الغمر ☆ عبدالجبار ☆ سلیمان ☆ ابوسفیان ☆ ھاشم ☆ داود ☆ عوّام، آخری دونوں بیٹے لاولد تھے۔

یزید بن عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیز کے کارندوں کے نام لکھا:

''امابعد، عمر فریب خوردہ تھا اور تم لوگوں اور تمہارے ساتھیوں نے اسے دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ میں نے اس کی طرف تم لوگوں کے خراج اور ٹیکس کی کمی کے بارے میں خطوط پڑھے ہیں۔ جب تمھیں میرا یہ خط ملے تو اس کے دور کے طور طریقے چھوڑ دو۔ اور عوام کو واپس ان کی پہلی حالت کی طرف لاؤ، انہیں خوشحالی ہو یا قحط سالی، وہ پسند کریں یا ناپسند کریں۔ زندہ رہیں یا مریں، والسلام۔''

ابوالحسن مدائنی نے کہا: جب یزید نے اقتدار سنبھالا تو اس نے یزید بن مہلب کی طرف فوج روانہ کی۔ اس نے مسلمہ بن عبدالملک کو فوج اور عباس بن ولید کو بالخصوص اہل دمشق پر مقرر کیا۔ اس پر عباس نے کہا: ''اے امیرالمومنین، عراقی فتنہ جو لوگ ہیں اور ہم ان سے لڑنے جارہے ہیں۔ نوجوان الھڑ ہوتے ہیں۔ بہتر ہوتا کہ آپ عبدالعزیز بن ولید بن عبدالملک کو سالار مقرر کرتے۔'' کہا: ''کل انشاءاللہ۔''

مسلمہ کو یہ اطلاع ملی تو وہ خلیفہ کے پاس آیا اور کہا: ''اے امیرالمومنین، عبدالملک کی اولاد آپ کو زیادہ محبوب ہے یا ولید کی؟'' کہا: ''عبدالملک کی اولاد۔'' پوچھا: ''کیا آپ کا بھائی زیادہ خلافت کا حقدار ہے یا آپ کا بھتیجا؟'' کہا: ''بھائی، جب میرا بیٹا نہ ہو تو وہ میرے بھتیجے سے زیادہ حقدار ہے۔'' کہا: ''اے امیرالمومنین، آپ کا بیٹا بالغ نہیں ہوا۔ اس لیے آپ ہشام

بن عبدالملک کے لیے بیعت لیجئے اور اس کے بعد اپنے بیٹے ولید کے لیے۔'' کہا: ''کل انشاء اللہ۔'' چنانچہ اگلے روز ہشام اور اپنے بیٹے ولید کے لیے بیعت لی۔ ولید کی عمر اس وقت گیارہ برس تھی۔ جب یزید بن مہلب کا معاملہ ختم ہوگیا اور ولید بالغ ہوگیا تو یزید اس بات پر پشیمان ہوا کہ اس نے ہشام کو ولی عہد کیوں بنایا؟ چنانچہ جب وہ اپنے بیٹے ولید کو دیکھتا تو کہتا: ''میرے اور اس شخص کے مابین اللہ ہو جس نے ہشام کو میرے اور تیرے مابین حائل کیا۔''

کہا: جب یزید بن مہلب مارا گیا تو خلیفہ یزید نے عراق اپنے بھائی مسلمہ کے سپرد کر دیا۔ اس نے آلِ مہلب کے تعاقب میں ہلال بن احوز مازنی کو سندھ کے شہر قندابیل روانہ کیا۔ جب مقابلہ ہوا تو مفضل بن مہلب مارا گیا اور اس کے حامیوں نے شکست کھائی۔ ہلال بن احوز نیمہلب کی اولاد میں سے پانچ کو مار ڈالا مگر عورتوں کو بالکل کچھ نہ کہا۔ عورتوں اور قیدیوں کو یزید بن عبدالملک کی طرف روانہ کر دیا۔

کہا: مجھ سے جابر بن مسلم نے بیان کیا، کہا: جب مہلب کے اہل وعیال اور قیدی خلیفہ کے پاس پیش ہوئے تو کثیر بن ابی جمعہ جسے کثیر عزّۃ کہا جاتا ہے، کھڑا ہوا اور اس نے کہا:

(ترجمہ اشعار)

[وہ بردبار ہے کسی مستوجب سزا پر قابو پاتا ہے
تو یا سخت سزا دیتا ہے یا معاف کر دیتا ہے
اور حسن سلوک کرتا ہے کہ اسے ملامت نہیں کرتا۔
اے امیر المومنین، درگزر فرما کر ثواب لیجئے۔
آپ جو بھی نیکی کمائیں گے وہ آپ کے لیے لکھی جائے گی۔
ان لوگوں نے برائی کی، اگر آپ معاف کر دیں تو آپ قادر ہیں
اور اجر وثواب کے لحاظ سے سب سے بڑی بردباری غصہ ور کی بردباری ہے۔
ان لوگوں کو قریش نے مکہ کی وادیوں سے دور کر دیا
اور یمن والوں نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کرنے والی تلوار سے ختم کر دیا]

یہ سن کر خلیفہ یزید نے کہا: رشتہ داری کی محبت تم پر غالب آ گئی ہے۔ اس کی کوئی صورت نہیں۔ جس نے آلِ مہلب سے اپنے خون کا بدلہ لینا ہو، وہ لے لے۔ پھر خلیفہ نے ان گرفتار شدگان کو بدلہ لینے والوں کے حوالے کر دیا، حتیٰ کہ اسّی بندے مارے گئے۔

یزید بن عبدالملک کو معلوم ہوا کہ ہشام اس کی تنقیص کرتا ہے، چنانچہ اسے لکھا: میری اور تیری مثال وہی ہے، جیسا کہ الاوّل نے کہا ہے: (ترجمہ اشعار)

[کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ میں مر جاؤں
اور اگر میں مر گیا، تو میں اس راستے پر چلنے والا تنہا نہ ہوں گا۔
جو شخص میری تباہی چاہتا ہے اور اسی کی توقع رکھتا ہے
ہو سکتا ہے کہ وہ میری موت سے پہلے ہی ہلاک ہو جائے]

اس پر ہشام نے اسے لکھا: میری اور تیری مثال وہی ہے، جیسا کہ الاول نے کہا ہے: (ترجمہ اشعار)

[جو اپنے دوست سے آنکھ بند نہ کرے
اور اس کے عیوب سے چشم پوشی نہ کرے
تو وہ عتاب زدہ حالت میں مرے گا
اور جو کوئی کسی کی ہر لغزش کا تعاقب کرتا ہے،
وہ اسے لغزش ہی پائے گا اور زمانہ اس کا ساتھی نہ رہے گا]

اس پر یزید نے اسے لکھا: ہم آپ کی باتوں کو معاف کرتے ہیں اور ہمیں آپ کے متعلق جو کچھ معلوم ہوا ہے، اس کی تکذیب کرتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ہم آپ کے بارے میں اپنے والد عبدالملک کی وصیت کی حفاظت کرتے ہیں، اور جو انہوں نے تعلقات استوار رکھنے کی ترغیب دی ہے، اسے ملحوظ رکھتے ہیں۔ اگرچہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ کا حال معن بن اوس کے ان اشعار کے عین مطابق ہے: (ترجمہ اشعار)

[تیری زندگی کی قسم، میں نہیں جانتا اور میں ڈرتا ہوں

کہ نہ معلوم ہم میں سے کس پر پہلے موت آ جائے۔
بے شک میں بہت چیزوں سے جو تیری طرف سے مجھے شک میں ڈالتی ہیں،
ہمیشہ درگزر کرنے والا ہوں
اور اس کے باوجود تجھ سے نیک سلوک کرنے والا ہوں۔
جب تو مجھ سے قطع تعلق کرے گا تو دنیا میں اپنا ہی دایاں ہاتھ کاٹ ڈالے گا،
پس دیکھ تو اس کے بدلہ میں کون سا ہاتھ لے گا؟
اگر تو کسی روز مجھے ناراض کر دیتا ہے تو میں کل تک تجھ سے روگردانی کر لیتا ہوں
تا کہ کسی روز تجھ سے کوئی دوسرا محبوب فعل سرزد ہو۔
جب تو اپنے بھائی اسے انصاف نہیں کرے گا تو اس کو انتہائی جدائی پر تیار پائے گا
اگر اس میں عقل کا مادہ موجود ہوا۔
وہ بجائے اس کے کہ تو اس پر ظلم کرے تلوار کی دھار پر چڑھ جائے گا،
جب اس کے لیے تلوار کی دھار سے دور ہونے کی جگہ نہ رہے گی۔
اگر تجھ سے تعلقات کم زور پڑ گئے تو لوگوں میں مجھے اپنے ساتھ ملانے والے موجود ہیں
اور زمین میں مبغوض مکان سے پھرنے کی جگہ ہے]

جب یہ خط ملا تو ہشام، خلیفہ یزید کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھر ہمیشہ خلیفہ کے ساتھ ہی رہا، حتیٰ کہ خلیفہ نے جب وفات پائی تو وہ اس وقت بھی اس کے ساتھ لشکر میں تھا۔ یہ سب اس لیے تھا کہ شورش پسندوں کو موقعہ نہ ملے۔

محمد بن الغاز نے کہا: ہم سے ابوسعید عبداللہ بن شیب نے بیان کیا، کہا: مجھ سے زبیر بن بکار نے بیان کیا، کہا: یزید بن عبدالملک کو حبابہ سے بہت زیادہ محبت تھی، وہ مری تو وہ اس کے پاس رہا اور اسے سونگھتا رہا، حتیٰ کہ جب اس میں سے بدبو آنے لگی تو اب اس کی تجہیز کا اہتمام کیا۔ اس کے جنازہ کے آگے آگے چلا۔ قبر میں خود اترا، جب اس کی تدفین سے فارغ ہوا تو خلیفہ کا بھائی مسلمہ آگے بڑھ کر خلیفہ سے بغل گیر ہوا، اس سے تعزیت کی اور دلاسہ دیا۔ اس پر

خلیفہ یزید نے کہا: اللہ ابن ابی جمعہ کو قتل کرے، گویا کہ وہ ہماری موجودہ حالت کو دیکھ رہا تھا:

(ترجمہ اشعار)

[نفس تجھ سے تسلی پائے یا خواہش کو چھوڑ دے۔
اے محبوبہ وہ ناامید ہو کر تجھ سے تسلی پائے گا نہ کہ صبر و برداشت سے،
مجھ سے ملاقات کرنے والا ہر دوست کہہ رہا ہے
کہ تیری وجہ سے یہ آج یا کل مرنے والا ہے]

راوی نے کہا: حبابہ کے جنازہ میں ہی خلیفہ یزید کو طاعون کی بیماری لگی اور ہم نے اسے سترہ دن بعد دفن کر دیا۔

ہشام بن عبدالملک بن مروان کی خلافت

اس کے بعد ہشام بن عبدالملک بن مروان کی بیعت ہوئی۔ اس کی کنیت ابوالید تھی۔ اس کی والدہ ام ہشام بنت اسماعیل بن ہشام مخزومی تھیں۔ بیعت بروز جمعہ ۲۵ رشعبان ۱۰۵ھ میں ہوئی۔ وفات رصافہ کے مقام پر بروز بدھ ۴ ربیع الاول ۱۲۵ھ ہوئی۔ عمر ۵۳ برس تھی۔ ولید بن یزید نے نماز جنازہ پڑھائی۔ خلافت کی مدت بیس سال تھی۔

ہشام بن عبدالملک کے بیٹوں کے نام: ☆معاویہ ☆خلف ☆مسلمہ ☆محمد ☆سلیمان ☆عبداللہ ☆یزید (الابکم) ☆مروان ☆ابراھیم ☆یحییٰ ☆منذر ☆عبدالملک ☆ولید ☆قریش ☆عبدالرحمٰن۔

پولیس کا سربراہ کعب بن عامر عبسی، خط و کتابت کا نگران، اس کا مولیٰ سالم۔ مہر خلافت کا نگران بنی حربش کا مولیٰ ربیع بن سابور۔ چھوٹی مہر کا نگران اس کا مولیٰ ابوزبیر۔ دیوانِ خراج اور فوج کا نگران اسامہ بن زید تھا، پھر حنحاث کو مقرر کیا۔ حاجب اس کا مولیٰ غالب بن مسعود تھا۔

ہشام بن عبدالملک کے حالات

ابوالحسن مدائنی نے کہا: عبدالملک بن مروان نے خواب میں دیکھا کہ عائشہ بنت اسماعیل بن ہشام بن ولید بن مغیرہ مخزومی نے اس کا سر پھاڑ ڈالا ہے اور کے بیس ٹکڑے کیے ہیں۔ وہ بہت متفکر ہوا، اس نے سعید بن مسیّب کو بلوا بھیجا اور اپنا یہ خواب انہیں سنایا۔ انہوں نے فرمایا: یہ ایک بیٹا جنے گی جو بیس سال تک حکومت کرے گا۔

ہشام کی والدہ ام ہشام احمق تھیں۔ اس کی حماقت کی وجہ سے ہی ہشام نے اسے طلاق دے دی تھی۔ طلاق کی عدت میں ہی اس نے ہشام کو جنا۔ عبدالملک کی اولاد میں سے ہشام سے بڑھ کر کوئی کامل نہ تھا۔

خالد بن صفوان کہتا ہے: میں ہشام کے پاس اس وقت حاضر ہوا، جب وہ خالد بن عبداللہ قسری پر غصہ ہوا تھا اور اس پر اپنے گورنرِ عراق یوسف بن عمر کو مسلط کر دیا تھا۔ جب میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے قریب ہونے کا حکم دیا، یہاں تک کہ میں سب لوگوں سے بڑھ کر ان کے قریب ہو گیا۔ انہوں نے آہ بھری اور فرمایا: ''اے خالد، کتنے خالد تھے جو تیری اس جگہ بیٹھے، مجھے ان کی باتیں تیری باتوں سے زیادہ پسند تھیں۔'' میں نے جان لیا کہ آپ کی مراد خالد بن عبداللہ قسری سے ہے۔ میں نے عرض کیا: ''اے امیر المومنین، کیا آپ اسے بحال نہ فرمائیں گے؟'' فرمایا: ''ہرگز نہیں، خالد نے جرأت بے جا کا مظاہرہ کیا، اس نے جلد بازی کی اور بے ہودگی کی اور اس نے واپسی کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ البتہ اس نے کبھی مجھ سے کوئی حاجت طلب نہیں کی۔'' میں نے عرض کیا: ''یا امیر المومنین، اگر آپ قرب بخشتے اور اس پر مہربانی فرماتے۔'' فرمایا: بالکل نہیں۔ پھر یہ شعر پڑھا:

اذا انصرفت نفسی عن الشیٔ لم تکن علیه بوجهٍ آخرِ الدَّهر تقبلُ

[جب میرا دل کسی چیز سے پھر جاتا ہے، تو پھر کبھی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا]

اَصبغ بن فرج نے کہا: ''بنو مروان کے حکمرانوں میں سے کوئی بھی ہشام سے بڑھ کر عطر استعمال کرنے والا اور خوش لباس نہ تھا۔ وہ حج کرنے کے لیے روانہ ہوا تو اس کے ملبوسات چھ سو اونٹوں پر لدے تھے۔''

مدینہ حاضر ہوا تو ایک آدمی کو حکم دیا کہ دیکھ مسجد نبوی میں کون ہے؟ اس نے عرض کیا: ایک لمبا تڑنگا سیاہ فام مرد ہے۔ کہا: ''یہ سالم بن عبداللہ ہے، اسے بلا لاؤ۔'' وہ آدمی سالم کے پاس گیا اور کہا: ''امیرالمومنین سے ملاقات کیجئے اور اگر آپ چاہیں تو کسی کو بھیج کر اپنے (عمدہ) کپڑے منگوا لیجئے۔'' سالم نے اس شخص سے فرمایا: ''تیرا ناس ہو جائے، میں اللہ سے ملنے تو ایک چادر اور قمیض میں حاضر ہو گیا ہوں اور کیا انہیں پہنے ہوئے ہشام کے پاس نہیں جا سکتا۔'' چنانچہ سالم، خلیفہ کے پاس جا کر ملے اور انہیں دس ہزار دئے۔ پھر خلیفہ ہشام نے مکہ آ کر حج کیا، واپسی میں مدینہ پہنچے پر بتایا گیا کہ سالم کو سخت درد ہے۔ جا کر ان کا حال دریافت کیا۔ سالم فوت ہوئے تو ان کی نمازِ جنازہ ہشام نے پڑھائی اور کہا: ''مجھے نہیں معلوم کہ میں اپنی کس بات سے زیادہ مسرور ہوں: اپنے حج ادا کرنے سے یا سالم کی نماز جنازہ پڑھانے سے۔''

خلیفہ ہشام ایک روز اپنے باغ کے قریب کھڑے تھے، جس میں زیتون کے درخت تھے۔ سنا کہ کوئی درخت کو ہلا کر پھل گرا رہا ہے تو ایک آدمی سے کہا: ''ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو: زیتون کا پھل چنو اور درخت کو ہلا کر اس کا پھل نہ گراؤ کہ تم اس کی آنکھیں پھوڑ دو گے اور اس کی شاخیں توڑ دو گے۔''

خلیفہ ہشام طاعون سے بچنے کے لیے بھاگ کر ایک خانقاہ میں پہنچے۔ اس میں ایک راہب تھا۔ راہب انہیں اپنے باغ میں لے گیا اور ان کے لیے عمدہ اور پکے ہوئے پھل چننے لگا۔ ہشام نے کہا: ''اے راہب، مجھے اپنا یہ باغ ہبہ کر دو۔'' راہب نے کوئی جواب نہ دیا تو کہا: ''کیا بات ہے آپ بولتے نہیں؟'' راہب نے جواب دیا: ''میں تو چاہتا ہوں کہ آپ کے سوا سب لوگ مر جائیں۔'' پوچھا: ''کیوں؟'' کہا: ''شاید کہ آپ کا پیٹ بھر جائے۔'' ہشام نے ابرش کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ''کیا تم نے سنا جو یہ کہہ رہا ہے؟'' ابرش نے کہا: ''کیوں نہیں، اللہ کی قسم، اس کے سوا آپ کو کوئی آزاد مرد ملا بھی نہیں۔''

عتبی نے کہا: میں ہشام بن عبدالملک کے قاضی کے پاس بیٹھا تھا کہ ابراہیم بن محمد بن طلحہ اور ہشام کے حفاظتی دستے کا سربراہ، دونوں آئے اور قاضی کے سامنے بیٹھ گئے۔ حفاظتی

دستے کے سربراہ نے کہا: ''امیر المومنین نے مجھے ایک تنازعہ کا وکیل بنایا ہے جو ان کے اور ابراھیم کے مابین ہے۔'' قاضی نے کہا: ''وکالت پر تمہارے دو گواہ کہاں ہیں؟'' اس نے جواب دیا: ''کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین کے بارے میں کوئی ایسی بات کہی ہے جو آپ نے نہ فرمائی ہو حالانکہ ان کے اور میرے درمیان یہی پردہ حائل ہے۔'' قاضی نے کہا: ''حق آپ کے مفاد یا آپ کے خلاف صرف ثبوت سے ہی ثابت ہوسکتا ہے۔'' اس پر وہ محافظ کھڑا ہوگیا، باہر نکلا، دروازے کھلے اور بند ہوئے اور اس نے آکر کہا: یہ امیر المومنین تشریف لائے ہیں۔ قاضی کھڑے ہوئے، امیر المومنین نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ بیٹھ گئے۔ امیر المومنین اور ابراھیم کے بیٹھنے کے لیے فرش بچھایا گیا۔ ہمیں ان کی کچھ باتیں سنائی دے رہی تھیں اور کچھ نہیں۔ دونوں نے باتیں کی، ثبوت پیش ہوئے تو قاضی نے خلیفہ ہشام کے خلاف فیصلہ کردیا۔ اس پر ابراہیم نے ایک حماقت آمیز بات کہہ دی۔ چنانچہ اس نے کہا: ''اللہ کا شکر ہے جس نے لوگوں کے لیے آپ کا ظلم واضح وظاہر کردیا۔'' ہشام نے جواب میں کہا: ''میرا ارادہ ہے کہ میں تم پر ایک ایسی ضرب لگاؤں جس سے تمھارا گوشت تمہاری ہڈی سے جھڑ جائے۔'' ابراھیم نے کہا: ''اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ ایک عمر رسیدہ بڈھے، قریبی رشتہ دار اور واجب الحق شخص کے ساتھ کریں گے۔'' خلیفہ نے کہا: ''اے ابراہیم، میری اس بات کی پردہ پوشی کرو۔'' کہا: ''پھر اللہ قیامت کے دن میرے گناہ پر پردہ نہ ڈالے۔'' کہا: ''میں اس پردہ پوشی پر تمھیں ایک لاکھ دوں گا۔'' ابراھیم کا کہنا ہے: ''میں نے خلیفہ ہشام کی یہ بات اس کی عمر بھر چھپا کر رکھی کیونکہ میں نے اس کی قیمت اس سے وصول کرلی تھی اور اب اس کی موت کے بعد اس کے حسن اخلاق کی خاطر اسے عام کررہا ہوں۔''

ہیثم بن عدی کے حوالے سے بیان کیا ہے، کہا: خلیفہ ہشام کا بیٹا سعید، حمص کا گورنر تھا۔ اس پر بدکاری وشراب نوشی کا الزام تھا۔ حمص کا ایک شخص، خلیفہ سے ملنے آیا تو اسے راستے میں ابوجعد طائی ملا۔ حمص کے باشندے نے اس سے کہا: ''میں تمھیں اپنا یہ بے مثال گھوڑا اس شرط پر عطیہ کرتا ہوں کہ تم میرا یہ خط امیر المومنین تک پہنچا دو۔ اس خط میں درہم و دینار کی کوئی

درخواست نہیں کی گئی۔'' ابوجعد نے گھوڑا اور خط دونوں لیے۔ جب وہ ہشام کے پاس پہنچے تو اس نے پوچھا: ''اس گھوڑے کا کیا قصہ ہے؟'' اس نے بتایا: خلیفہ نے کہا: ''وہ خط لاؤ۔'' اس خط میں درج تھا: (ترجمہ اشعار)

[امیر المومنین، آپ کو میرا یہ پیغام پہنچے کہ آپ نے ایک ایسے گورنر سے
ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے، جو نامرد نہیں ہے،
کبھی تو وہ کسی کی بیوی کے بارے میں اس کی مخالفت کرتا ہے
اور اس کے دربار میں شراب نوشی کی جاتی ہے]

خلیفہ نے جب خط پڑھا تو اپنے بیٹے سعید کو گرفتار کروا کے حاضر کروایا۔ جب وہ حاضر ہوگیا تو خیزران کی لکڑی کے ساتھ اس کی پٹائی شروع کردی اور کہا: اے خبیث عورت کے بیٹے تو امیر المومنین کا بیٹا ہو کر زنا کرتا ہے؟ تیرا ناس ہو جائے کہ تو قریش کی سی نافرمانی کرنے سے عاجز آگیا تھا؟ تیری ماں مرے کیا تجھے معلوم ہے کہ قریش کی نافرمانی کیا ہوتی ہے۔ اسے قتل کرنا اور اس کا مال چھیننا۔ اللہ کی قسم، تم اب زندگی بھر میری طرف سے کسی سرکاری عہدے پر مقرر نہ ہو گے۔ چنانچہ خلیفہ نے ساری عمر اسے سرکاری عہدے پر متعین نہیں کیا۔

احمد بن حمید نے کہا: مجھے ہشام کلبی نے ابومحمد بن سفیان قرشی کے حوالے سے اپنے والد سے روایت کرکے بتایا: ہم خلیفہ ہشام کے پاس تھے کہ آپ کے پاس اہل حجاز کا وفد آیا۔ جب کوئی وفد آتا تو مدرسے کے طلبہ ان کے خطباء کی بلاغت سننے کے لیے حاضر ہوتے۔ چنانچہ میں بھی ان کی تقاریر کے وقت حاضر ہوا۔ چنانچہ محمد بن ابی جہم بن حذیفہ عدوی کھڑا ہوا، وہ اپنی قوم میں سب سے معزز اور عمر رسیدہ تھا، اس نے کہا:

اللہ امیر المومنین کا بھلا کرے، خطباء قریش نے آپ کے بارے میں جو کہنا تھا، کہا۔ انہوں نے کثرت و تفصیل سے کام لیا، مگر اللہ کی قسم، ان میں سے کوئی کہنے والا بھی آپ کی شان تک نہ پہنچ سکا، نہ ہی ان کا خطیب آپ کی فضیلت کو شمار کر سکا، اگر آپ بات کرنے کی اجازت دیں تو کچھ عرض کروں۔ فرمایا: ''کہو مگر مختصراً۔'' کہا: ''اے امیر المومنین، اللہ آپ کو بھلائی سے

نوازے، آپ کو تقویٰ سے مزین کرے، آپ کے لیے دنیا و آخرت کی خیر یکجا فرمائے، میری کچھ ضروریات ہیں، کیا میں انہیں بیان کر سکتا ہوں؟'' فرمایا: ''بیان کرو۔'' کہا: ''میری عمر زیادہ ہوگئی، مجھے گردشِ زمانہ سے سابقہ پڑا، اگر امیر المومنین، میرے نقصان کی تلافی کرنا چاہیں، میری غربت کو دور کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔'' فرمایا: ''کیا چیز تمہاری غربت کو دور کرے گی اور تمہاری کمی کو پورا کرے گی؟'' عرض کی: ''ایک ہزار دینار، ایک ہزار دینار اور ایک ہزار دینار۔'' خلیفہ ہشام نے کافی دیر تک سر جھکائے رکھا، پھر کہا: ''اے فرزند ابوجہم، تمہاری اس حاجت کا بیت المال متحمل نہیں ہو سکتا۔'' پھر فرمایا: ''اچھا۔'' عرض کی: ''کیا اچھا ہے، بہرحال اللہ کی قسم، معاملہ ایک ہے مگر اللہ نے آپ کی مجلس کے لیے آپ کو ترجیح دی۔ آپ ہمیں کچھ عطا فرمائیں گے تو ہمارا حق ادا کریں گے اور اگر ہمیں کچھ نہ دیں گے تو ہم اللہ سے سوال کریں گے جس کے قبضے میں سب کچھ ہے۔ اے امیر المومنین، اللہ نے عطا کو محبوب بنایا ہے اور روکنے کو باعثِ بغض ونفرت قرار دیا ہے۔ اللہ کی قسم، اگر میں آپ سے محبت کروں تو مجھے یہ زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں آپ سے بغض رکھوں۔'' فرمایا: ''ہزار دینار کیوں؟'' عرض کی: ''میں اس سے اپنا قرض ادا کروں گا، جس کی ادائیگی ضروری ہو چکی ہے۔ جسے برداشت کرنا اب مشکل ہو چکا ہے اور قرض خواہوں نے مجھے تنگ کر رکھا ہے۔'' فرمایا: ''کوئی حرج نہیں، تم اپنی تکلیف دور کرو اور امانت ادا کرو۔ مگر ایک ہزار دینار اور کیوں؟'' عرض کی: ''اس سے میں اپنی بالغ اولاد کی شادی کروں گا۔'' فرمایا: ''بہت خوب، بہترین روش پر چلو گے۔ نگاہوں کو قابو کرو گے، بیٹوں کو پاک دامن بناؤ گے اور نسل بڑھاؤ گے۔ مگر مزید ہزار دینار کیوں؟'' کہا: ''میں اس سے زمین خریدوں گا جس سے میری اولاد زندگی بسر کرے گی اور میں اس اراضی کی وجہ سے حادثات زمانہ سے عہدہ برآ ہونے میں مدد لوں گا اور یہ کہا: زمین میرے وارثوں کے لیے سرمایہ ہوگی۔'' فرمایا: ''ہم نے آپ کی درخواست کے مطابق حکم جاری کر دیا ہے۔'' عرض کی: ''اس پر اللہ ہی لائق حمد وثناء ہے۔'' اور دربار سے چلا گیا۔

خلیفہ ہشام اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا اور کہا: ''قریشی کو یوں ہونا چاہئے۔ میں

نے اس شخص سے بڑھ کر کسی کو مختصر اور بلیغ کلام کرنے والا نہیں دیکھا۔'' پھر فرمایا: ''اللہ کی قسم، ہم حق دار کے حق کو خوب سمجھتے ہیں، اسراف اور بخل کو ناپسند کرتے ہیں، ہم اڑانے کے لیے عطا نہیں کرتے اور بخل کی وجہ سے مال روکتے نہیں، ہم تو اللہ کے ملک میں اس کے خزانچی ہیں اور اس کے بندوں کے امانت دار ہیں، جب وہ اجازت دے تو ہم عطا کرتے ہیں اور جب وہ روکتا ہے تو ہم دینے سے انکار کرتے ہیں۔ اگر کہنے والا سچ بولے اور ہر سوالی مستحق ہو تو ہم کسی کہنے والے کو نہ روکیں اور نہ کسی سائل کو واپس کریں۔ ہم اس ذات سے درخواست کرتے ہیں جس نے ہمیں محافظ و نگران بنایا کہ وہ جو عطا اور بخشش کو ہمارے ہاتھوں سے جاری کرائے۔ وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کو وسیع کر دیتا اور جسے چاہتا ہے نپا تلا دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں سے باخبر اور انہیں دیکھ رہا ہے۔''

اہل دربار نے عرض کیا: ''یا امیرالمومنین، آپ نے بلیغ کلام کیا ہے اور آپ کے کلام کی بلاغت تک ابن ابی جہم کی بلاغت نہیں پہنچ سکی۔'' فرمایا: ''وہ مبتدی ہے اور مبتدی مقتدی کی طرح نہیں ہوتا۔''

بیان کیا جاتا ہے کہ عباس بن ولید اور بنو مروان کی ایک جماعت خلیفہ ہشام کے پاس تھے۔ انہوں نے ولید بن یزید کا تذکرہ کیا اور اس کی عیب جوئی اور مذمت کی۔ ہشام بھی ولید کو ناپسند کرتا تھا۔ ولید آیا تو عباس نے اس سے کہا: ''اے ولید، رومی عورتوں سے تمہاری محبت کیسی ہے، آپ کا والد ان پر فریفتہ تھا؟'' کہا: ''کیسے وہ ان پر فریفتہ نہ ہوتا کہ وہ تیرے جیسے خبتی ہیں۔'' ۔۔۔ لے پھر خلیفہ ہشام نے ولید سے کہا: ''اے ولید تمھاری شراب کیا ہے؟'' کہا: ''اے امیرالمومنین جو آپ کی شراب ہے۔'' پھر ولید اٹھ کھڑا ہوا اور چلا گیا۔ ہشام نے حاضرین سے کہا: ''یہ ہے وہ جسے تم نے احمق سمجھا۔''

ولید بن یزید نے گھوڑا قریب کیا، اپنے آپ کو سمیٹا اور کود کر گھوڑے کی زین پر سوار ہو گیا پھر ہشام کے ایک بیٹے کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ''کیا تمھارا والد بھی ایسا کر سکتا ہے؟'' کہا: ''میرے والد کے سو غلام ہیں جو ایسا کر سکتے ہیں۔'' اس پر لوگوں نے کہا: ''منصفانہ جواب نہیں دیا۔''

عتبی نے اپنے والد کے حوالہ سے کہا، میں نے معاویہ بن عمرو بن عتبہ کو باتیں کرتے سنا، اس نے کہا: ''میں ہشام بن عبدالملک کے دربار میں حاضر تھا، لوگ ولید بن یزید کی عیب جوئی کر کے خلیفہ کا تقرب حاصل کر رہے تھے۔'' اس پر میں نے کہا: ''ہمیں اس شخص کی عیب جوئی نہیں کرنا چاہئے جس کی مدح و تعریف کرنا ہم پر لازم ہے، ہمیں اس شخص کو پست نہیں کرنا چاہئے بلند کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔'' ولید بن یزید کے کچھ جاسوس تھے جو خلیفہ ہشام کے دربار میں موجود رہتے تھے۔ انہوں نے ولید کو جا کر لوگوں کی باتیں اور میری بات بتائی۔ میں تھوڑا ہی ٹھرا کہ میرے پاس ولید کا آزاد کردہ غلام پہنچا اور مجھے ہزار دینار دے گیا۔ اس نے مجھ سے کہا: ''میرے آقا آپ سے کہتے ہیں کہ آج تو یہ رقم خرچ کیجئے اور کل کے دن کی فکر نہ کیجئے۔'' یہ سن کر مجھے ہشام کے رعب و دبدبہ کا خیال آیا اور میں ڈرا مگر اللہ نے اسے بیمار کر دیا اور اس واقعہ کے اٹھارہ دن بعد ہم نے خلیفہ ہشام کو دفن کیا۔

ولید کے اقتدار سنبھالنے کے بعد جب میں اس کے پاس حاضر ہوا تو کہا: ''اے فرزندِ عتبہ، تمہارا کیا خیال ہے کہ میں بھینگے (خلیفہ ہشام) کے دربار میں تمھاری نشست فراموش کر چکا ہوں گا، وہ مجھے گراتا تھا اور تم مجھے تعمیر کرتے تھے، وہ مجھے پست کرتا تھا اور تم مجھے بلند کرتے تھے؟'' میں نے عرض کی: ''اے امیر المومنین، میں نے آپ کی قوم کو احسان میں شریک کیا اور آپ نے صرف مجھ پر احسان کیا اور انہیں محروم رکھا۔ آپ واقعی تعریف کے حقیقی مستحق ہیں، میں نے آپ کی بلاوجہ تعریف نہیں کی اور نہ ہی اس میں کسی کوتاہی پر معذرت خواہ ہوں۔ لوگوں کی زبانیں اس پر گواہ اور ان کے قول ہمارے فعل کی تصدیق کرتے ہیں۔'' خلیفہ ولید نے کہا: ''تم لوگ ہم آلِ ابی سفیان کے لیے یوں ہی ہو۔ میں ثقیفہ کی زمین تمھیں بہ طور جاگیر عطا کرتا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ کسی قریشی کے پاس اس قسم کی زمین ہو۔''

فقیہِ مصر عبداللہ بحکم نے کہا: ''میں نے بزرگوں کو کہتے سنا۔ ۱۲۵ھ کا سال شرافت کے زوال اور جوانمردی و مروت کے زوال کا سال ہے یعنیہشام بن عبدالملک کی موت کے ساتھ ہی شرافت و مروت جاتی رہی۔''

ابوالحسن مدائنی نے کہا: ہشام بن عبدالملک ربیع الآخر ۱۲۵ھ کو بروز بدھ رصافہ میں ذبحہ کے مقام پر فوت ہوا۔ نماز جنازہ سلمہ بن ہشام یا اس کے کسی بیٹے نے پڑھائی اور اس کے لیے بازار سے تخت و کھر دری لکڑی خریدی۔

خلافت ولید بن یزید بن عبدالملک

ولید بن یزید بن عبدالملک کی بیعت بروز بدھ ربیع الآخر ۱۲۵ھ میں ہوئی۔ اس کی والدہ ام الحجاج بنت محمد بن یوسف تھیں۔ اس کا نانا حجاج بن یوسف کا بھائی تھا۔

ولید تدمر سے تین میل دور بخراء کے مقام پر مارا گیا، بروز جمعرات ۲۸/ جمادی الآخر ۱۲۶ھ۔ اس کی عمر ۳۵ یا ۳۶ سال تھی۔ حاتم بن مسلم کا کہنا ہے کہ اس کی عمر ۴۵ برس اور کچھ ماہ تھی۔ مدتِ حکومت ایک سال دو مہینے اور ۲۲ دن تھی۔

ولید کا سب سے پہلا اقدام یہ تھا کہ اس نے عباس بن ولید بن عبدالملک کو لکھا کہ وہ رصافہ (بغداد کا ایک محلّہ) جائے اور وہاں پر ہشام اور اس کی اولاد کے اموال کو شمار کرے اور اس کے کارندوں اور خدمت گزاروں کو برطرف کردے سوائے مسلمہ بن ہشام کے، اس کے بارے میں ولید نے لکھا کہ اس سے تعرض نہ کرے، نہ اس کے گھر میں داخل ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمہ اپنے والد ہشام سے اکثر ولید کے بارے میں بات کرتا تھا کہ وہ اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔ چنانچہ عباس نے نئے خلیفہ ولید کے احکام کی تعمیل کی۔

خلیفہ ولید بن یزید نے یوسف بن عمر کو لکھا تو وہ عراق سے حاضرِ خدمت ہوا تو اس نے خالد بن عبداللہ قسری نیز محمد اور ابراھیم جو دونوں ہشام بن اسماعیل مخزومی کے بیٹے تھے کو اس کے حوالے کردیا اور اسے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ابوبشر بن السری کا کہنا ہے کہ جب یوسف بن عمر انہیں حیرہ لے گیا۔ خالد نے مخمل کی عباء پہن رکھی تھی۔ یوسف نے تشدد و اذیت دے کر انہیں مار ڈالا۔

اس کے بعد خلیفہ ولید بے کاری، گانے والی باندیوں سے محبت، لہو ولعب، شراب نوشی اور عورتوں سے عشق میں مگن ہو کے رہ گیا۔ اس نے سعدی بنت سعید بن عمرو بن عثمان بن عفان سے اظہار عشق کیا اور اس سے شادی کرلی۔ پھر اس کی بہن سلمیٰ سے عشق ہوا تو سعدی کو طلاق دے کر سلمی سے شادی کرلی۔ سعدی مدینہ منورہ چلی گئی اور بشر بن ولید بن عبدالملک سے شادی کرلی۔ ولید اب اس کی جدائی پر نادم ہوا اور اس کی محبت میں گرفتار ہوا۔ اشعب مضحک حاضر ہوا تو خلیفہ ولید نے کہا: ''کیا تم سعدی تک میرا ایک پیغام پہنچا سکتے ہو، اس پر تمھیں بیس ہزار درہم ملیں گے؟'' کہا: ''لایئے۔'' خلیفہ نے اسے یہ رقم دے دی، اس نے لے لی تو بولا: ''آپ کا پیغام کیا ہے؟'' کہا: جب تم مدینہ جاؤ تو اس کے پاس اجازت لے کر حاضر ہو جاؤ اور اس سے کہو، ولید تم سے کہتا ہے: (ترجمہ اشعار)

[اے سعدی، کیا تم تک پہنچنے کا ہمارے لیے کوئی راستہ نہیں
اور کیا قیامت تک ملاقات کا کوئی امکان نہیں؟
کیوں نہیں، شاید زمانہ تیرے خاوند کو موت سے ہمکنار کر دے
یا تجھے اس سے جدائی پر مجبور کر دے]

چنانچہ اشعب، سعدی کے پاس پہنچا اور حاضری کی اجازت لی۔ مدینہ کی عورتیں اشعب سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔ کہا: ''اشعب، ہمیں ملنے کے لیے کیسے آنا ہوا؟'' کہا: ''محترمہ، مجھے آپ کی خدمت میں ولید نے ایک پیغام دے کر بھیجا ہے۔'' کہا: ''پیغام لاؤ۔'' چنانچہ اشعب نے یہ دونوں شعر پڑھے۔ اس پر سعدی نے اپنی باندیوں سے کہا: ''اس خبیث کو پکڑو۔'' پھر اشعب سے کہا: ''تمھیں اس قسم کے پیغام پہنچانے کی جرأت کیسے ہوئی؟'' کہا: ''اس کے بیس ہزار نقد وصول کیے ہیں۔'' کہا: ''اللہ کی قسم، میں تمھیں کوڑے ماروں گی یا تم اس تک میرا پیغام پہنچاؤ جیسے اس کا پیغام مجھ تک پہنچایا ہے۔'' کہا: ''میرے لیے کوئی معاوضہ مقرر کیجیے۔'' کہا: ''میرا یہ قالین ہے۔'' کہا: ''اس قالین سے آپ ذرا ہٹ جایئے۔'' سعدی قالین سے اٹھ کھڑی ہوئی تو اشعب نے قالین لپیٹا اور اٹھایا اور بولا: ''اپنا پیغام لایئے۔'' کہا: اس سے کہہ دینا:

أتبكي علی سُعدی و انت تر کتها　　فقد ذهبت سُعْدی، فما انت صانع

[کیا تو سعدی کے فرق میں روتا ہے، حالانکہ تو نے اسے چھوڑ دیا ہے، سعدی چلی گئی اب تو کیا کر سکتا ہے؟]

اشعب نے جب یہ پیغام پہنچایا تو خلیفہ ولید نے اپنا غصہ پیا اور کہا: تین باتوں میں سے ایک اختیار کرلو۔ اور ان میں سے ایک اختیار کرنا ضروری ہے۔ یا تو میں تمھیں مار ڈالوں۔ یا میں تجھے درندوں کے آگے ڈال دوں وہ تجھے کھا جائیں۔ یا میں اس محل سے تجھے نیچے گرا دوں۔ اس پر اشعب نے کہا: ''میرے آقا، کیا آپ ان آنکھوں کو سزا دے سکتے ہیں، جنہوں نے سعدی کا دیدار کیا۔'' خلیفہ ہنس پڑا اور اسے جانے دیا۔

سلمٰی، ولید کے پاس ہی رہی حتی کہ ولید مارا گیا۔ ولید نے سلمٰی کے بارے میں کہا ہے: (ترجمہ اشعار)

[سُلَیْمی کے بارے میں میرے اشعار شائع اور ظاہر ہوئے
اور انہیں ہر شہری اور بدو نے روایت کیا۔
گانے والیوں نے انہیں باہم تحفہ دیا اور انہیں گایا حتی کہ خوب پھیل گئے۔
اگر ہم سلمٰی کا کوئی نشان دیکھ لیں تو ہم اس نشان کے لیے لاکھوں سجدے کریں۔
ہم اسے امام مرتضٰی بنائیں اور یہی نشان ہمارا حج اور عمرہ ہو۔
سُعَید کی بیٹی تو چاند ہے، اگر ہم چاند کو سجدہ کریں تو اس میں کیا حرج ہے]

سلمٰی سے شادی کرنے سے پہلے ولید نے اس کے بارے میں کہا تھا: (ترجمہ اشعار)

[بیان کرتے ہیں کہ سُلَیْمی عید کے دن باہر نکلی
تو اچانک ایک خوبصورت پرندہ ایک ٹہنی کے اوپر بیٹھا غور کر رہا تھا۔
میں نے کہا اے پرندے میرے قریب ہو، وہ قریب ہوا اور پھر زیادہ نزدیک ہوا۔
میں نے پوچھا: ''کیا تو سلمٰی کو جانتا ہے؟'' بولا: ''نہیں۔'' پھر چلا گیا۔
اس نے ہمارے دل میں ایک اندرونی زخم لگایا پھر اڑ گیا]

سلمٰی سے شادی کرنے سے قبل اس کے بارے میں ولید نے کہا: (ترجمہ اشعار)

[شاید کہ اللہ مجھے سلمی کے ساتھ یکجا کر دے۔

کیا اللہ جو چاہتا ہے کرتا نہیں ہے؟

اللہ مجھے لے جائے اور مجھے اس کے اوپر پھینک دے۔

پھر مجھے بیدار کر دے اور فیصلہ ہو چکا ہو۔

اس کے بعد اللہ لمبی بارش برسائے۔

وہ بارش ہمیں نہلا دے اور ہمیں کوئی تھکاوٹ نہ ہو]

شادی کے بعد اس کے بارے میں کہا: (ترجمہ اشعار)

[میں اس کے داہنے ہاتھ میں ہوں اور وہ بائیں ہاتھ میں۔

میرے بھائی، یقیناً یہ ایک غیر منصفانہ فیصلہ ہے۔

کاش محبت میں ہم پر ملامت کرنے والا شخص موت سے ہمکنار ہو۔

اور یوں اس ظالم کی موت سے لوگوں کو راحت نصیب ہو]

کہا: ولید عورتوں، شراب اور شکار کا دلدادہ رہا۔ اس نے اپنے کارندے بھیج کر مدینہ سے گویے بلوائے۔ جب اس کے قریب پہنچے تو اس نے حکم دیا کہ وہ لشکر گاہ میں رات کے وقت داخل ہوں۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ دن کی روشنی میں لوگ ان گویوں کو اس کے پاس آتا دیکھیں۔ یہ گویے دن بھر مقیم رہے حتیٰ کہ شام کے بعد اس کے پاس آئے۔ مگر محمد بن عائشہ، خلیفہ ولید کے پاس دن کو ہی چلا آیا تو اس کو جیل میں ڈالنے کا حکم دیا۔ یہ گویّا قید رہا۔ ایک دن ولید نے شراب پی رکھی تھی اور وہ کیف میں تھا کہ معبد (گوّیے) نے اس گوّیے کے بارے میں بات کی۔ چنانچہ ولید نے اسے قید خانہ سے نکالنے کا حکم دیا۔ اسے بلوایا، اسے گانے کے لیے حکم دیا تو اس نے کہا:

انتَ ابن مُسلنطح البطاح ولم تعطف علیک الحُنِيُّ والو لَجُ

[آپ وادیوں کے طول وعرض کے فرزند ہیں اور آپ پر تنگیاں اور موڑ مہربان نہیں ہوئے]

یہ سن کر خلیفہ اس گوّیے سے راضی ہو گیا۔

سعید احوص اور معبد، خلیفہ ولید کے پاس آ رہے تھے کہ راستے میں ایک تالاب کے پاس اترے۔ ایک باندی گھڑا ابھر رہی تھی کہ وہ پھسلی اور گھڑا ٹوٹ گیا۔ وہ بیٹھ کر گانے لگی:

(ترجمہ اشعار) [اے عاتکہ کے گھر، جہاں دشمنی سے بچتے ہوئے میں محبت کرتی ہوں اور وہیں میرا دل اٹکا ہوا ہے]

سعید نے کہا: ''باندی تم کس کی ملکیت ہو؟'' کہا: ''میں مدینہ میں آل ولید بن عقبہ کی ملکیت تھی۔ پھر میرے آقا نے مجھے خرید لیا اور اس کا تعلق بنو عامر بن صعصعہ سے ہے جو بنو کلاب کے بنو وحید میں سے ایک ہے۔ اس کی بیوی اس کی چچازاد ہے۔ اس نے مجھے اپنی اس بیوی کو ہبہ کر دیا۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کے لیے پانی لاؤں۔'' سعید نے پوچھا: ''یہ شعر کس کا ہے؟'' بولی: ''میں نے مدینہ میں سنا تھا کہ یہ شعر احوص کا ہے اور اس کی دھن معبد نے بنائی ہے اور اسے گایا ہے۔'' اس پر معبد نے احوص سے کہا: ''تم کچھ شعر کہو کہ میں انہیں گاؤں۔''

چنانچہ سعید احوص نے یہ شعر کہے: (ترجمہ اشعار)

[بے شک تالاب کی زینت وہ ہے جس نے گھڑا توڑا اور ایک معزز شخص کے بنائے ہوئے گیت گائے۔

میں نے پوچھا: اے حسینہ، تم کون ہو؟ بولی: میں پہلے آل ولید کے لئے تھی۔

اس کے بعد میں بنو عامر میں آل وحید کے لیے قریش کی عزت بنی۔

میرا گانا معبد کا گایا ہوا ہے اور میرے اشعار جوانمرد احوص کے ہیں۔

میں ہنس پڑا پھر میں بولا: میں احوص ہوں اور یہ بزرگ، معبد ہے،

لٰہذا شعر دوبارہ پڑھو۔ اس نے یہ شعر پھر پڑھے اور بہت اچھے پڑھے۔

پھر مچلتی ہوئی چلی گئی۔ میں نے کہا: ام سعید، مال تمھیں خریدنے کے لیے کم پڑ رہا ہے

مگر تم امام ولید (خلیفہ) کے ذمہ میں ہو]

ام سعید، مدینہ میں احوص کے ماتحت رہی تھی۔

چنانچہ سعید نے ان شعروں کو گایا تو خلیفہ نے پوچھا: ''یہ کیا قصہ ہے؟'' ان دونوں

(شاعر اور گویے) نے اسے بتایا تو ولید نے اس باندی کو خرید لیا۔

ابوالحسن نے کہا اور بتایا کہ ابن ابی زناد نے کہا: میں خلیفہ ہشام کی خدمت میں حاضر تھا اور ان کے پاس زہری بھی تھے۔ ان دونوں نے ولید کا تذکرہ کیا اور اس کی شدید عیب جوئی کی، مگر میں نے ان کی باتوں میں مطلقاً دخل اندازی نہ کی۔ اتنے میں ولید نے اندر حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو اسے اجازت دی گئی۔ وہ آیا تو میں نے اس کے چہرے پر غصہ پہچان لیا۔ تھوڑی دیر بیٹھا، پھر کھڑا ہوگیا۔ خلیفہ ہشام کی وفات کے بعد خلیفہ ولید نے میرے بارے میں لکھا تو مجھے اس کے پاس پیش کیا گیا۔ اس نے میرا خیر مقدم کیا اور کہا: ''اے فرزندِ ذکوان تمہارا کیا حال ہے؟'' پھر نرمی سے گفتگو کی اور حال احوال پوچھا، پھر کہا: ''کیا تمھیں یاد ہے کہ بھینگا ہشام تھا اور اس کے پاس فاسق زہری موجود تھا، وہ دونوں میری عیب جوئی کر رہے تھے؟'' میں نے عرض کیا: ''مجھے یاد ہے مگر ان کی عیب جوئی میں میں شریک نہیں تھا۔'' کہا: ''تم نے سچ کہا، کیا تم نے ہشام کے سر کے پاس کھڑا غلام دیکھا تھا؟'' میں نے عرض کی: ''جی ہاں۔'' کہا: ''اس نے ان دونوں کی عیب جوئی کی مجھے اطلاع دی تھی اور اللہ کی قسم، اگر فاسق زہری زندہ ہوتا تو میں اسے ضرور قتل کر دیتا۔'' میں بولا: ''جب آپ دربار میں تشریف لائے تھے تو میں نے آپ کے چہرے پر غصہ بھانپ لیا تھا۔'' کہا: ''فرزند ذکوان، بھینگا چلا گیا۔'' میں نے کہا: ''اللہ آپ کی عمر لمبی کرے اور آپ کی بقاء سے امت کو نفع پہنچائے۔'' آپ نے رات کا کھانا منگوایا تو ہم نے کھانا کھایا۔ مغرب کی نماز کا وقت ہوا تو ہم نے نماز پڑھی۔ پھر ولید بیٹھا اور کہا: ''مجھے پلاؤ۔'' چنانچہ خادم ڈھانپا ہوا برتن لائے، تین باندیاں آئیں اور انہوں نے میرے اور خلیفہ کے درمیان قطار بنالی، حتیٰ کہ ولید نے نوش کیا۔ وہ چلی گئیں تو ہم نے باتیں کیں۔ خلیفہ نے پلانے کا حکم دیا تو خدام نے پہلے کی طرح کیا، پھر ایسا ہی ہوتا رہا، وہ پلانے کا حکم دیتا باتیں کرتا اور خادم اسی طرح کرتے رہے۔ حتیٰ کہ فجر ہوگئی۔ میں نے شمار کیا تو اسے ستر جام پلائے گئے۔

علی بن عیاش نے کہا: میں ولید بن یزید کے دورِ خلافت میں اس کی مجلس میں حاضر تھا۔ جب کوفہ سے شراعہ نامی آدمی کو پیش کیا گیا۔ اللہ کی قسم، اس نے نہ تو اس سے اس کے

بارے میں کچھ پوچھا اور نہ ہی اس کی روش کے بارے میں دریافت کیا۔ بلکہ اس سے براہ راست پوچھا: ''اے شراعہ، اللہ کی قسم میں نے تمھیں اس لیے نہیں بلوایا کہ تم سے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے بارے میں دریافت کروں۔'' کہا: ''اللہ کی قسم، اگر آپ دونوں کے بارے میں مجھ سے پوچھیں گے تو آپ مجھے ان کے بارے میں گدھا پائیں گے۔'' کہا: ''میں نے تمھیں اس لیے بلایا ہے کہ تاکہ تم سے قہوہ کے بارے میں دریافت کروں۔'' جواب دیا: ''میں اس کے بارے میں باخبر ہوں اور اسے استعمال کرنا خوب جانتا ہوں، میں قہوہ کا لقمان حکیم اور صاحب علم طبیب ہوں۔'' کہا: ''مجھے شراب کے بارے میں بتایئے۔'' عرض کی: ''امیر المومنین جو چاہیں دریافت فرمائیں۔'' کہا: ''تم پانی کے بارے میں کیا کہتے ہو؟'' عرض کی: ''اس کے بغیر گزارہ نہیں۔ گدھا بھی پانی پینے میں میرے ساتھ شامل ہے۔'' پوچھا: ''دودھ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟'' کہا: ''جب بھی میں نے اسے دیکھا تو مجھے اپنی ماں سے شرم محسوس ہوئی جو کافی مدت تک مجھے دودھ پلاتی رہی ہے۔'' پوچھا: ''ستو کے بارے میں کیا کہتے ہو؟'' کہا: ''دکھی، عجلت باز اور مریض کا مشروب ہے۔'' پوچھا: ''کھجور کی نبیذ؟'' کہا: ''جلد سیراب کرنے والی اور جلد اس کا نشہ اتر جاتا ہے۔'' پوچھا: ''کشمش کی نبیذ؟'' کہا: ''شراب کی جگہ دل بہلانے کے لیے ہے۔'' پوچھا: ''تم انگور کی شراب کے بارے میں کیا کہتے ہو؟'' کہا: ''واہ، یہ تو میری روح کی دوست ہے۔'' خلیفہ نے کہا: ''اور تم اللہ کی قسم میری روح کے دوست ہو، کون سی مجلس زیادہ پسندیدہ ہے؟'' کہا: ''جس میں جام شراب اس شخص کے سامنے نوش کیا جائے جو آسمان سے زیادہ حسین ہو۔''

ابوالحسن نے کہا: ابو کامل ہنسانے والا، عشق باز اور گویا تھا۔ ایک روز اس نے خلیفہ ولید کے سامنے گانا گایا تو وہ بے خود ہو گیا اور اس نے رواں کے بغیر جو ٹوپی پہن رکھی تھی وہ ابو کامل کو عطا کر دی۔ اب وہ اسے صرف عید کے روز پہنتا تھا اور کہتا تھا: ''مجھے یہ امیر المومنین نے پہنائی ہے، میں اسے سنبھال کر رکھوں گا۔ میں نے اپنے گھر والوں کو وصیت کر دی ہے کہ جب میں مروں تو اسے میرے کفن میں رکھا جائے۔'' اس ابو کامل گلوکار کے بارے میں خلیفہ ولید کہتا

ہے: (ترجمہ اشعار)

[کون میری طرف سے ابو کامل کو یہ پیغام پہنچائے گا

کہ جب وہ غائب ہو جاتا ہے تو میں اولاد سے محروم عورت کی طرح ہوتا ہوں۔

جو ہمارا جدائی میں زمانہ گزرا ہے وہ مجھے اس کے قرب کا شوق بڑھا دیتا ہے۔

جب میں اسے خالص شراب عطا کرتا ہوں تو میں پورا دن خوشی و مسرت میں

گزار دیتا ہوں]

ایک دن ولید بیٹھا تھا اور باندی اس کی خاطر گا رہی تھی۔ اس نے ولید کے سامنے یہ مصرع پڑھا:

قینة" فی یمینها ابریق [باندی جس کے دائیں ہاتھ میں صراحی ہے]

اس پر حماد الراویہ شاعر نے یہ شعر کہے: (ترجمہ اشعار)

[پھر اس نے آواز دی کہ مجھے شراب صبح پلاؤ۔

چنانچہ ایک باندی اُٹھی، دائیں ہاتھ میں صراحی تھی۔

اس نے شراب کی صراحی کی ٹونٹی پر مرغ کی آنکھ کی مانند ڈھکن لگا دیا،

جس نے عمدہ شراب کو مزید صاف کر دیا۔

یہ شراب ملاوٹ سے پہلے بے آمیزش تھی،

جب آمیزش کی گئی تو پینے والے کے لیے لذت و ذائقہ بڑھ گیا]

ولید نے مدینہ کے گورنر کو حکم لکھ بھیجا تو اشعب کو خلیفہ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ خلیفہ نے اسے بندر کی دم والی کھال پہنائی اور اسے حکم دیا: "ناچو اور ایسی آواز میں گاؤ جو مجھے بھلی لگے اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمھیں ایک ہزار درہم دوں گا۔" چنانچہ اشعب ناچا اور گایا جو خلیفہ کو پسند آیا تو اسے ایک ہزار درہم عطا کیے۔

ولید نے یہ شعر پڑھے: (ترجمہ اشعار)

[انہوں نے مجھے ایک بار اور بار بار اصفہانی شراب پلائی۔

بزرگ کسریٰ کی شراب سے یا کسی عظیم عجمی بادشاہ کی شراب میں سے۔
یقیناً جام شراب میں مشک خالص ہے یا اس کی ہتھیلیوں میں ہے جس نے مجھے پلائی۔
جام شراب یقیناً بہار ہے اور پوروں سے یہ بہار بڑھ جاتی ہے]

اس نے یہ شعر بھی کہے: (ترجمہ اشعار)

[جام میں مانندِ زعفران پیلی چیز ہے، جسے دہقان عسقلان سے لائے ہیں۔
جب بھی اسے ہلایا جائے تو اس میں تم برقِ یمانی کی چمک کی مانند بلبلے دیکھو گے]

ولید نے یہ شعر بھی کہے: (ترجمہ اشعار)

[کاش آج میرے لیے ہر رزق و معیشت کی جگہ ایک قہوہ نصیب ہو جائے،
جس کی خاطر میں اپنی موروثی جائیداد کے علاوہ مال کو بھی خرچ کر ڈالوں۔
یہ قہوہ نوش کرنے کے بعد دل ہر وادی میں سرگرداں رہے۔
اس میں فلاح اور راست روی ہے]

ولید نے کہا: (ترجمہ اشعار)

[جام مے کی مدح کر اور اسے تیار کرنے والے کی تعریف کر۔
ان لوگوں کی ہجو کر جنہوں نے ہمیں پیاسا مار ڈالا۔
جام سے تو ایک بہار نو ہے۔
اگر ہم جام نہ پئیں گے تو زندہ نہ رہیں گے]

ولید کو جب معلوم ہوا کہ لوگ شراب نوشی اور لذت پرستی پر اس کی عیب گیری اور تنقیص کرتے ہیں، تو اس بارے میں کہا: (ترجمہ اشعار)

[میں نے زندگی گزاری ہے اور لذتوں میں منہمک رہنے کے باوجود
ابھی میری زلف تک بڑھاپے کی سفیدی نہیں پہنچی۔
میں گڑیوں کی مانند نوخیز دوشیزاؤں سے،
شکار کے لیے عمدہ سواریوں سے اور نشہ آور مشروبات سے لذت گیر رہا ہوں۔

ایسے نوجوانوں کی معیت میں جن کے چہرے ذلت سے انکار کرتے ہیں، متکبراور سردار ہیں]

جب عوام نے خلیفہ ولید بن یزید پر تنقید اور طعن و تشنیع کی تو اس سے معاویہ بن عمرو بن عتبہ نے کہا: ''اے امیر المومنین، آپ سے انس و محبت مجھے بات کہنے پر آمادہ کرتی ہے اور آپ کی ہیبت مجھے خاموش ہونے پر مجبور کرتی ہے۔ میں آپ کے بارے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کچھ چیزوں سے بے خوف ہیں جب کہ میں آپ کے بارے میں ان سے اندیشہ ناک ہوں۔ تو کیا میں اطاعت کرتے ہوئے خاموش رہوں یا شفقت کرتے ہوئے عرض کروں؟'' کہا: ''آپ کی دونوں چیزیں مقبول ہیں۔ اللہ کا ہمارے بارے میں ایسا علم غیب ہے کہ ہم لامحالہ اسی کی طرف چلے جارہے ہیں۔'' چنانچہ اس مکالمہ کے چند دن بعد خلیفہ قتل ہو گیا۔

خلیفہ کے خلاف جب اعتراضات بکثرت ہونے لگے تو اس نے کہا: (ترجمہ اشعار)

[اپنا ملک واقتدار لے لو، اللہ تمہارے اقتدار کو، جب تک میں زندہ رہوں،

اونٹ باندھنے والی رسی کے برابر بھی قائم نہ رکھے۔

میرے لیے تو سلمٰی کو شراب، باندی اور جام کے ساتھ بلاؤ۔

یادرکھو کہ میرے لیے یہی مال کافی ہے۔

کیا میں یہ امید کروں کہ اقتدار کی بدولت تم لوگوں میں ہمیشہ رہوں گا۔

خبر دار، بہت سے اقتدار زائل کرائے گئے تو وہ زائل ہو گئے۔

خبردار، کتنے گھر تھے جن کے مکین کوچ کر گئے، گھر کھنڈر بن گئے اور پھر کھنڈر آباد ہو گئے]

اسحاق بن محمد ازرق نے کہا: میں ولید بن یزید کے قتل کے بعد منصور بن جمہور کلبی کے پاس گیا۔ اس کے پاس ولید کی باندیوں میں سے دو باندیاں تھیں۔ منصور نے مجھ سے کہا: ''ان باندیوں سے سنو جو وہ کہتی ہیں۔'' باندیوں نے منصور سے کہا: ''ہم تمھیں بتا چکی ہیں۔'' منصور نے کہا: ''نہیں بلکہ تم اسے بتاؤ، جیسے کہ تم نے مجھے بتایا ہے۔'' ان میں سے ایک نے کہا: ''ہم دونوں اس کی زیادہ معزز باندیاں تھیں۔'' خلیفہ نے اس سے نکاح کیا۔ جب مؤذن خلیفہ کو نماز کی اطلاع دینے کے لیے آئے تو خلیفہ نے اسے بھیج دیا، یہ جنبی، آلودہ اور نشہ میں تھیں، اس نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔''

ولید بن یزید کا قتل

اسماعیل بن ابراہیم نے کہا: مجھے عبداللہ بن واقد جرمی نے بتایا وہ ولید کے قتل ہونے کے موقع پر موجود تھا، کہا: جب انہوں نے ولید کے قتل کا عزم کیا تو انہوں نے یہ مہم یزید بن ولید بن عبدالملک کو سونپی۔ چنانچہ یزید رات کو اپنے بھائی عباس کے پاس گیا اور ولید کے قتل کے بارے میں اس سے مشورہ کیا۔ عباس نے اسے اس حرکت سے روکا۔ یزید رات کے وقت چالیس آدمیوں کے ساتھ دمشق میں داخل ہوا۔ انہوں نے مقصورہ کا دروازہ توڑ ڈالا اور اس کے گورنر کو گرفتار کر کے باندھ دیا۔ یزید اموال چھکڑوں پر لدوا کر باب مضمار لے گیا اور انہیں عبدالعزیز بن حجاج کے حوالے کر دیا۔ اس کے منادی نے ندا کی: جو ولید کی حمایت کرے اس کے لیے دو ہزار درہم ہیں۔ چنانچہ اس کے پاس دو ہزار آدمی آ گئے، عبدالعزیز بن حجاج کے ساتھ یعقوب بن عبدالرحمٰن اور منصور بن جمہور مل گئے۔ ولید بن یزید کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے بلقاء سے حمص کا رخ کیا۔ اس نے عباس بن ولید کو لکھا کہ وہ اس کے پاس اہلِ حمص کے لشکر کے ساتھ پہنچے اور وہ حمص کے قریب تھا۔ ولید نے کوچ کیا حتی کہ تدمر سے کچھ میلوں کے فاصلہ پر، جنگل اور ریگستان میں ایک محل میں پہنچا۔ گھوڑ سواروں نے بخراء کے مقام پر ولید کو صبح دم جا لیا۔ عباس بن ولید گھوڑ سوار دستے کے بغیر آگے بڑھا تو عبدالعزیز بن حجاج نے اسے پیچھے سے روک لیا۔ عبدالعزیز کے منادی نے اعلان کیا: جو عباس بن ولید کے پاس آ جائے اس کے لیے امان ہے۔ وہ ہمارے اور تمہارے درمیان ہے۔ لوگوں نے سمجھا کہ عباس، عبدالعزیز کے ساتھ ہے۔ چنانچہ انہوں نے ولید کا ساتھ چھوڑ دیا تو دشمن نے اس پر ہلہ بول دیا۔ خلیفہ ولید پر سب سے پہلے سری بن زیاد بن ابی کبشہ سکسکی اور عبدالسلام لخمی نے حملہ کیا۔ سری نے اس پر تلوار سے وار کیا جب کہ عبدالسلام نے اس کے سر کے کنارے پر تلوار ماری اور وہ مارا گیا۔

اسماعیل نے کہا: عبداللہ بن واقد نے مجھ سے بیان کیا، کہا: ''بنو امیہ کے مولیٰ یزید بن ابو فروہ نے مجھے بتایا کہ جب ولید کا سر یزید کے پاس لایا گیا تو اس نے مجھے حکم دیا'' اسے

لوگوں کے لیے سرعام لٹکا دو۔'' میں نے کہا ''میں ایسا نہیں کروں گا کیونکہ باغی کا سر لٹکایا جاتا ہے۔'' اس پر یزید نے قسم اٹھائی کہ سر لٹکایا جائے گا اور اسے میرے سوا کوئی نہیں لٹکائے گا۔ چنانچہ سر ایک نیزے پر رکھا گیا اور اسے مسجدِ دمشق کی سیڑھی پر لٹکایا گیا، پھر کہا: ''اسے لے جاؤ اور دمشق شہر میں پھرو۔''

خلیفہ بن خیاط نے کہا: مجھ سے ولید بن ہشام نے اپنے والد کے حوالے سے بتایا، کہا: جب حملہ آوروں نے ولید کا محاصرہ کرلیا تو اس نے قرآن شریف پکڑ لیا اور بولا: ''میں اسی طرح مارا جاؤں گا جیسے میرے چچازاد عثمان شہید ہوئے۔''

ابوالحسن مدائنی نے کہا: ولید لہو و شکار اور شراب و لذات کا دلدادہ تھا۔ جب اقتدار سنبھالا تو اس نے ایسی جگہوں پر جانا ناپسند کیا جہاں اسے لوگ دیکھیں، چنانچہ وہ قتل ہونے تک شام کے کسی بھی شہر میں داخل نہ ہوا۔ وہ مسلسل حرکت کرتا اور شکار کھیلتا رہا حتی کہ عوام اور فوج کے لیے مصیبت بن گیا اور یہ اس سے اکتا گئے۔ اس نے خلیفہ ہشام کے بیٹوں پر تشدد کیا اور انہیں نقصان پہنچایا۔ اس نے سلیمان بن ہشام کو سو کوڑے مارے، اس کا سر اور داڑھی منڈوا کر اسے عمان کی طرف جلاوطن کر دیا۔ وہ ولید کے قتل ہونے تک قید میں پڑا رہا۔ اس نے یزید بن ہشام کو جیل میں ڈالا جو افقم (باہر نکلے ہوئے دانتوں والا تھا) بنو ہشام اور بنو ولید نے اس پر تنقید کی، اس کے بارے میں سخت ترین رویہ یزید بن ولید کا تھا۔ لوگ یزید کی باتوں کی جانب مائل تھے کیونکہ وہ اپنے آپ کو عابد و زاہد ظاہر کرتا تھا۔

جب ولید نے خالد بن عبداللہ قسری کو یوسف بن عمر کے سپرد کیا اور اس نے مار ڈالا تو اہل یمن وغیرہ ولید کے مخالف ہوگئے۔ یہ لوگ یزید بن ولید بن عبدالملک کے پاس آئے، اسے بیعت لینے اور ولید کو معزول کرنے پر آمادہ کیا۔ وہ پہلے پہل تو باز رہا اسے اندیشہ تھا کہ عوام اس کا ساتھ نہ دیں گے مگر یہ لوگ مسلسل اصرار کرتے رہے، حتی کہ خفیہ طور پر اس کی بیعت کرلی۔

جب ولید بن یزید مارا گیا تو یزید بن ولید تقریر کرنے کے لیے کھڑا ہوا۔ اس نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر کہا: ''اے لوگو، اللہ کی قسم، میں مغرور و متکبر بن کر سامنے نہیں آیا اور نہ

ہی دنیا کی حرص اور اقتدار کی رغبت کی خاطر حکومت سنبھالی ہے۔ نہ میں اپنے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہوں اور نہ ہی اپنے آپ کو پاکباز قرار دیتا ہوں۔ اگر میرے رب نے مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میں اپنے آپ سے زیادتی کرنے والا ہوں گا۔ میں نے اللہ کے غضب سے بچنے اور اس کے دین کی خاطر یہ اقدام کیا ہے۔ تاکہ میں اللہ کی کتاب کی طرف اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کی جانب دعوت دے سکوں۔ جب ہدایت کے نشانات مٹ گئے تھے۔ اہل تقویٰ کا نور بجھ چکا تھا۔ ایک سرکش بزدل نے قبضہ کر رکھا تھا۔ جو حرمت کو حلال کرنے والا اور بدعت کا سوار تھا، سنت کو بدلنے والا تھا۔ جب میں نے یہ صورتِ حال دیکھی تو مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ آپ لوگوں پر ایسی تاریکی نہ چھا جائے جو ہٹائی نہ جاسکے۔ ایسا تمہارے گناہوں کی کثرت اور تمہارے دلوں کی سختی و قساوت میں ہوتا۔ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو وہ بزدل لوگوں کی اکثریت کو اپنے جیسے کرتوں کے اپنانے کی دعوت دے اور آپ لوگوں میں سے کوئی اس کی آواز پر کان دھرے۔ میں نے اپنے معاملہ میں اللہ کے حضور استخارہ کیا، میں نے اس کی بارگاہ میں دعا کی کہ وہ مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کرے۔ میں نے اپنے عزیزوں اور رفقاء کو بھی اس امر کی دعوت دی جنہوں نے اسے قبول کیا۔ وہ نسب میں میرا چچازاد اور میرا ہم کفو تھا۔ اللہ نے (اسے ہلاک کر کے) بندوں کو (اس کے شر سے) راحت عطا فرمائی۔ ملک کو اس کے وجود سے پاک کر دیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مدد و کرم سے ہوا۔ ہم میں نہ تو نیکی کرنے کی قوت ہے اور نہ شر سے بچنے کی طاقت۔ یہ سب کچھ اللہ کی قوت و طاقت سے ہوا اور اس کی مدد و اعانت سے ہوا۔

لوگو، جب میں تمھارے معاملے کا نگران بنایا گیا ہوں تو تمھارے بارے میں میری یہ ذمہ داری ہے کہ میں اس وقت اینٹ پر اینٹ اور پتھر پر پتھر نہ رکھوں گا اور نہ ایک علاقے سے دوسرے علاقے کی طرف مال منتقل کروں گا، جب تک میں اس علاقے کی سرحد بند نہیں کر لیتا۔ اور اس کے باشندوں میں وہ مال تقسیم نہیں کر دیتا، جس سے وہ اپنی ضروریات پوری کریں۔ اگر اس صوبے سے مال بچ گیا تو میں اس کے قریب ترین صوبے میں اسے منتقل کروں گا، جہاں کے لوگ اس کے زیادہ ضرورت مند ہوں گے۔ تاکہ مسلمانوں کی معیشت و اقتصاد درست ہو جائے

اوران سب میں مساوات و برابری قائم ہو جائے۔ نہ ہی میں تمھیں دشمن کی سرحدوں کے قریب ہمیشہ کے لیے روکے رکھوں گا تاکہ کہیں تم اور تمہارے گھر والے فتنے میں مبتلا نہ ہوں۔ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے، اس پر اگر آپ لوگ میری بیعت کرنا چاہیں تو میں اس کے لیے حاضر ہوں اور اگر میں اپنے موقف پر قائم نہ رہوں اور اس سے ہٹ جاؤں تو آپ لوگوں پر میری بیعت کی پابندی عائد نہ ہوگی۔ اگر آپ لوگ دیکھیں کہ کوئی اور امور خلافت سنبھالنے کے لیے مجھ سے زیادہ اہل اور مناسب ہے اور پھر آپ لوگ اس کی بیعت کا ارادہ کرلیں تو یاد رکھو کہ سب سے پہلے میں اس کی بیعت کروں گا اور اس کی اطاعت میں داخل ہوں گا۔ میں اپنی انہی معروضات پر اکتفاء کرتا ہوں اور اپنے لیے اور آپ حضرات کے لیے اللہ سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔"

خلف بن خلیفہ نے ولید بن یزید کے قتل پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ایسا خالد بن عبداللہ کو قتل کرنے کی وجہ سے ہوا: (ترجمہ اشعار)

[قبیلہ کلب اور مذحج کی تلواروں نے رات کی بے آرام چیخ کی صدائے باز گشت کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا۔

ہم نے خالد کی وجہ سے امیر المومنین کو اس حالت میں چھوڑا کہ وہ ناک کے بل گرا ہوا تھا اور سجدے میں نہ تھا۔

اگر تم لوگ ہم سے ایک رابطہ منقطع کروگے تو ہم تم سے کئی رابطے کاٹ لیں گے۔

اگر تم لوگوں نے ہمیں کانوں سے محروم کیا تو ہم نے ولید کو باندیوں کے نشوں سے محروم کر ڈالا]

یزید ناقص کی حکومت

یزید بن ولید بن عبدالملک کی بیعت یکم رجب ۱۲۶ھ میں ہوئی۔ اس کی والدہ یزدگرد بن کسریٰ کی بیٹی تھی۔ جسے قتیبہ بن مسلم نے خراسان سے گرفتار کر کے حجاج بن یوسف کے

پاس بھیجا تھا۔ حجاج نے اسے ولید بن عبدالملک کے پاس روانہ کردیا۔ ولید کے پاس رہی۔ اس کے بطن سے یزید ناقص کے سوا کوئی اور اولاد نہ ہوئی۔

یزید بن ولید کی وفات ۲۰/ ذوالحجہ ۱۲۶ھ میں دمشق میں ہوئی۔ عمر ۳۵ سال تھی۔ اس کی نمازِ جنازہ اس کے بھائی ابراہیم بن ولید بن عبدالملک نے پڑھائی۔ عبدالعزیز نے کہا: اس کی بیعت ہوئی تو وہ ۳۹ سال کا تھا، فوت ہوا تو ابھی ۴۰ برس کا نہ ہوا تھا۔

اس کی پولیس کا سربراہ بکیر بن شاخ لخمی تھا۔ خطوط و مراسلت کا نگران، ابن سلیمان بن سعد تھا۔ خراج، فوج، چھوٹی مہر اور حفاظتی دستے کا نگران، نصر بن عمرو یمنی تھا۔ مہرِ خلافت کا نگران عبدالرحمٰن بن حمید کلبی تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مہر خلافت اس کے مولیٰ قطن کے پاس تھی۔

یزید بن ولید کو معلوم ہوا کہ جزیرہ کا گورنر مروان بن محمد اس کی بیعت میں متذبذب ہے۔ چنانچہ اسے یہ خط لکھا:

''امابعد، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک قدم آگے بڑھاتے ہو اور دوسرا پیچھے ہٹاتے ہو۔ جب تمھیں میرا یہ خط ملے تو جس قدم پر چاہو، اعتماد کرو، والسلام۔''

پھر خلیفہ نے مروان کی طرف لشکر بھیجے اور ان کے لیے عطیات جاری کرنے کا حکم صادر کیا۔ چنانچہ یزید کی موت تک ان عطیات میں کمی نہ ہوئی۔ جب مروان کو معلوم ہوا کہ یزید نے اس کی طرف لشکر روانہ کیے ہیں، تو اس نے اپنی بیعت لکھی اور ایک وفد سلیمان بن علاثہ عقیلی کی سرکردگی میں دربارِ خلافت کو روانہ کیا۔ جب اس وفد نے دریائے فرات پار کرلیا تو انہیں خلیفہ یزید کی وفات کی خبر دینے والا ہرکارہ ملا۔ چنانچہ یہ واپس مراون کے پاس چلے گئے۔ واللہ اعلم۔

ابراہیم بن ولید معزول کی حکومت

علاء بن یزید بن سنان نے کہا: میرے والد نے مجھ سے بیان کیا، کہا: جب یزید بن ولید کی موت کا وقت آیا تو میں وہاں موجود تھا۔ اس کے پاس قطن حاضر ہوا اور عرض کی: ''میں

ان لوگوں کا نمائندہ ہوں جو آپ کے محل کے دروازے کے باہر حاضر ہیں۔ وہ آپ سے، اللہ کے نام پر درخواست کرتے ہیں کہ بہتر ہوتا اگر آپ اپنے بھائی ابراہیم بن ولید کو حکومت کا سربراہ نامزد فرما دیتے۔'' یہ سن کر یزید غصے ہوا، اس نے اپنا ہاتھ پیشانی پر مارا اور کہا: ''میں ابراہیم کو حکمران نامزد کروں؟'' مگر مجھ سے کہا: ''اے ابوالعلاء تمہاری کیا رائے ہے کہ میں کسے ولی عہد مقرر کروں؟'' میں نے عرض کی: ''یہ وہ معاملہ ہے جس کی ابتداء میں میں نے آپ کو داخل ہونے سے روکا تھا۔ لہٰذا اس کے اختتام پر میں آپ کو مداخلت کرنے کا مشورہ نہیں دیتا۔'' اس کے بعد خلیفہ یزید پر بے ہوشی طاری ہوگئی، حتیٰ کہ میں نے سمجھا اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں۔ کئی بار ایسا ہوا تو میں وہاں سے چلا گیا۔

قطن بیٹھا رہا، اس نے یزید بن ولید کی طرف سے ابراہیم بن ولید کے لیے ایک دستاویز خود تیار کرلی۔ لوگوں کو بلا کر اس دستاویز پر گواہ بنالیا حالانکہ اللہ کی قسم، یزید نے اسے ولی عہد مقرر نہیں کیا تھا اور نہ ہی کسی اور کو مقرر کیا تھا۔

یزید نے اپنے مرض الموت میں کہا: ''اگر سعید بن عبدلملک میرے قریب ہوتا تو میں اس کے بارے میں ضرور اپنی رائے قائم کرتا۔''

ابوالحسن مدائنی کی روایت میں ہے، کہا: جب خلیفہ یزید بیمار ہوا تو اس سے کہا گیا: ''بہتر ہوتا کہ آپ اپنے بھائی ابراہیم کو اور اس کے بعد عبدالعزیز بن حجاج کو ولی عہد قرار دیتے۔'' اس پر قیس بن ہانی عبسی نے عرض کیا: ''اے امیر المومنین، اللہ سے ڈریئے، اپنے آپ کو دیکھئے اور اللہ کے بندوں کے بارے میں اللہ کو راضی کیجئے اور اپنا ولی عہد عبدالملک بن عبدالعزیز بن ولید بن عبدالملک کو بنایئے۔'' اس پر یزید نے کہا: ''اللہ مجھ سے اس کے بارے میں نہیں پوچھے گا۔ ہاں، اگر سعید بن عبدالملک میرے قریب ہوتا تو میں ضرور اس کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کرتا۔'' خلیفہ یزید قدریہ عقائد کا تھا اور غیلان کی فکر کا معتقد تھا، اس لیے قدریہ عقائد کے لوگوں نے یزید پر زور دیا اور کہا: ''امت کے معاملہ کو یونہی چھوڑ دینا آپ کے لیے جائز نہیں۔ لہٰذا آپ، اپنے بھائی ابراہیم کو اور اس کے بعد عبدالعزیز کو ولی عہد مقرر کردیجئے۔'' یہ لوگ

مسلسل اصرار کرتے رہے، حتی کہ اس نے ابراہیم بن ولید اور اس کے بعد عبدالعزیز کو ولی عہد نامزد کر دیا۔

یزید ۲۰ /ذوالحجہ ۱۲۶ھ کو فوت ہوا۔ اس کی مدت حکومت پانچ ماہ اور بارہ دن تھی۔

جب مروان برسر اقتدار آیا تو اس نے یزید کی لاش قبر سے نکلوائی اور اسے صلیب پر لٹکایا۔ قدیم کتابوں میں یہ آیت پڑھی جاتی تھی: ''اے خزانوں کے خرچ کرنے والے، اے سحری کے وقت سجدہ کرنے والے، تیرا اقتدار ان کے لیے رحمت تھا اور ان پر حجت تھا۔ انہوں نے تیری لاش قبر سے نکالی اور تجھے صلیب دی۔''

ابراہیم بن ولید کی ماں بربریہ تھی۔ ابراہیم کو مکمل بیعت نہ ملی۔ کچھ لوگ اس کے پاس آتے تو سلامِ خلافت کرتے، کچھ آتے تو سلامِ امارت اور کچھ آ کر نہ سلامِ خلافت کرتے نہ سلامِ امارت۔ ایک گروہ بیعت کرتا اور ایک گروہ بیعت کرنے سے انکار کر دیتا۔ اس حالت میں چار ماہ گزر گئے۔ حتی کہ مروان بن محمد آیا، اس نے ابراہیم کو معزول کر دیا اور عبدالعزیز بن حجاج کو قتل کر ڈالا اور خود اقتدار سنبھال لیا۔

خلیفہ بن خیاط کی روایت میں ہے، کہا: جب مروان بن محمد کو یزید بن ولید کی وفات کی خبر ملی تو اس نے قیس اور ربیعہ قبیلوں کو ملایا۔ اس نے قیس سے ۲۶ ہزار اور ربیعہ سے ۷ ہزار جنگجو لیے اور انہیں تنخواہیں عطا کیں۔ اس نے اسحاق بن مسلم عقیلی کو قیس کا سالار اور مساور بن عقبہ کو ربیعہ کا امیرِ لشکر مقرر کیا۔ پھر شام کی جانب کوچ کیا۔ اس نے جزیرہ پر اپنے بھائی عبدالعزیز کو اپنا قائم مقام بنایا۔ مروان کے پاس قیس قبیلہ کے سرکردہ افراد وثیق بن ہذیل بن زفر اور یزید بن عمر بن ہبیرہ فزاری، ابوالورد بن ہذیل بن زفر اور عاصم بن عبداللہ بن یزید ہلالی پانچ ہزار جنگجوؤں کے ساتھ حاضر ہوئے اور اس کے ساتھ کوچ کیا حتی کہ مروان حلب پہنچا۔ یہاں پر ولید بن عبدالملک کے بیٹے بشر اور مسرور تھے۔ ان دونوں کو ابراہیم بن ولید نے بھیجا تھا جب اسے مروان بن محمد کی لشکر کشی کی اطلاع ملی تھی۔ دونوں فوجوں کا سامنا ہوا تو بشر اور مسرور نے لڑے بغیر مروان سے شکست کھائی۔ مروان نے انہیں گرفتار کر کے اپنے پاس قید میں ڈال

دیا۔ پھر مروان حمص پہنچا۔ اس نے اہل حمص کو اپنے ساتھ چلنے اور بیعت کرنے کی دعوت دی۔ نیز اس نے ولید بن یزید کے دونوں بیٹوں حکم اور عثمان کو بالترتیب ولی عہد بنایا۔ یہ دونوں دمشق میں ابراہیم بن ولید کے پاس قید تھے۔ اہل حمص نے مروان کی بیعت کرلی۔ اس کے ساتھ چلے حتی کہ مروان کی مڈبھیڑ سلیمان بن ہشام بن عبدالملک کے لشکر سے ہوئی۔ سلیمان کے لشکر نے سخت لڑائی کے بعد شکست کھائی اور دمشق کی جانب بھاگا۔

عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک عین الجر کے مقام پر لشکر کے ساتھ تھا کہ اسے سلیمان کی شکست کی خبر ملی، وہ بھی دمشق کی طرف بڑھا۔ ابراہیمبن ولید دمشق سے نکل کر باب الجابیہ میں خیمہ زن ہوا اور لڑائی کے لیے تیاری کی۔ اس کے اموال چھکڑوں پر لدے اس کے پاس تھے۔ اس نے لوگوں کو اپنا ساتھ دینے کی دعوت دی، مگر لوگوں نے اس بے یارو مددگار چھوڑ دیا۔

ادھر عبدالعزیز بن حجاج اور سلیمان بن ولید دمشق شہر میں داخل ہوگئے۔ وہ چاہتے تھے کہ ولید کے بیٹوں حکم اور عثمان کو، جو جیل میں تھے، مارڈالیں۔ یزید بن خالد بن عبداللہ قسری آیا، جیل میں داخل ہوکر اس نے یوسف بن عمر کو مار ڈالا، نیز ولید بن یزید کے بیٹوں حکم اور عثمان کو قتل کردیا۔ یہ دونوں جڑواں تھے۔ ان کے پاس ابراہیم کا ایلچی آیا تو عبدالعزیز بن حجاج نے اپنے گھر جانے کا قصد کیا تاکہ اپنے اہل خانہ کو وہاں سے نکال سکے مگر اہل دمشق نے اس کے خلاف شورش کی اور اسے مار ڈالا۔ اس کا سر کاٹا اور اسے ابومحمد بن عبداللہ بن یزید بن معاویہ کے پاس لے گئے۔ وہ یوسف بن عمر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ قید خانہ میں بند تھا۔ لوگوں نے اسے نکالا اور اس کی بیڑیوں سمیت اسے منبر پر رکھ دیا۔ عبدالعزیز کا سر اس کے سامنے پڑا تھا۔ اب ان لوگوں نے منبر پر ہی اس کی بیڑیاں کھولیں۔ اس نے لوگوں سے خطاب کیا، مروان کے لیے بیعت کی۔ ولید کے بیٹوں یزید اور ابراہیم کو گالی دی۔ اس نے حکم دیا کہ عبدالعزیز کی لاش کو باب الجابیہ پر صلیب پر الٹا لٹکایا جائے۔ عبدالعزیز کا سر مروان بن محمد کے پاس بھیج دیا۔ ابومحمد نے اہل دمشق کے لیے امان طلب کی تو مروان نے انہیں امان دے دی اور ان سے راضی ہوگیا۔

جب اس کی اطلاع ابراہیم کو ملی تو وہ بھاگ کر مروان کے پاس پہنچا۔ اس کی بیعت کرلی اور اپنے

آپ کو معزول کرلیا۔ مروان نے اس کی بیعت قبول کرلی اور اسے امان دے دی۔ پھر ابراہیم یہاں سے چلا اور دریائے فرات کے کنارے رقہ میں قیام کیا۔ اس کے بعد مروان کے پاس سلیمان بن ہشام کا خط آیا، جس میں اس سے امان طلب کی تھی۔ مروان نے اسے بھی امان دے دی۔ چنانچہ سلیمان نے آکر اس کی بیعت کرلی۔ یوں مروان بن محمد کے لیے حکومت مستحکم ہوگئی۔

ابراہیم بن ولید معزول کی حکومت چند ماہ رہی۔ ابوالحسن نے کہا: اڑھائی مہینے۔

مروان بن محمد بن مروان کی حکومت

پھر مروان بن محمد بن مروان بحکم کی بیعت ہوئی۔ اس کی والدہ ابراہیم بن اشتر کی بیٹی تھی۔ بعض مؤرخین کا کہنا ہے: اس کی والدہ مصعب بن زبیر کے نانبائی کی بیٹی تھی۔ پہلے یہ اشتر کا نانبائی تھا۔ اس نانبائی کا نام رزب تھا۔ بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ رزب مسلم بن عمرو الباہلی کا غلام تھا۔

ابوالعباس ہلالی جب ابوالعباس سفاح کے پاس حاضر ہوا تو اس نے کہا: ''اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں جزیرہ کے گدھے اور نخع کی لونڈی کے بیٹے کہ جگہ رسول اللہ ﷺ کا چچازاد اور فرزندِ عبدالمطلب عطا فرمایا۔''

مروان بن محمد بنو مروان میں سب سے زیادہ دور اندیش، سب سے بڑھ کر دلیر و بہادر اور ان سب سے زیادہ بلیغ تھا مگر اسے اقتدار اس وقت ملا، جب حکومت بنو مروان سے پیٹھ پھیر کر جارہی تھی۔

حکمبن ولید نے جیل میں بند ہونے کی حالت میں یہ شعر کہے اور انہیں مروان کے حضور پیش کیا گیا۔ (ترجمہ اشعار)

[مضر کے نوجوان اٹھیں اور لوہے کی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے قیدیوں کو رہائی دلوائیں۔

کیا عامر میرے خون اور ملک کو لے جارہا ہے اور دبلے موٹے کسی پر بھی میرا بس نہیں چلتا۔

اگر میں اور میرا ولی عہد ہلاک ہو گئے تو مروان امیر المومنین ہے۔
میں تجھے مفقود نہ کروں، قیس کی لڑائی سے سبق سیکھ،
یوں تو ان کی مدفون بیماری (بغض و کینہ) نکال دے گا۔
کیا کوئی مروان تک میرا یہ پیغام پہنچا دے گا کہ مجھ ظلم ہوا ہے
اور میری قید کو طویل مدت ہو چکی ہے۔
یہ قید بخراء کے مقام پر ایک معمولی چادر میں لپٹ کر گزری ہے]
مروان سرزمینِ مصر میں بوصیر کے مقام پر ذوالحجہ ۱۳۲ھ میں قتل ہوا۔

ولید بن ہشام نے اپنے والد سے، عبداللہ بن مغیرہ نے اپنے باپ اور ابو یقظان نے روایت کی ہے، کہا: مروان ۷۲ھ میں جزیرہ کے مقام پر پیدا ہوا اور مصر کے ایک گاؤں بوصیر میں بروز جمعرات ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲ھ کو قتل ہوا۔ اس کی مدت حکومت پانچ سال چھ ماہ اور دس دن تھی۔ مروان کی والدہ مصعب بن زبیر کی کنیز تھی۔ قتل ہوا تو عمر ساٹھ سال تھی۔

مروان کی اولاد : ☆عبدالملک ☆محمد ☆عبدالعزیز ☆عبیداللہ ☆عبداللہ ☆ابان ☆یزید ☆محمد الاصغر ☆ابوعثمان۔

اس کا کاتب مراسلات عبدالحمید بن یحییٰ بن سعید تھا جو بنو عامر بن لوی کا مولیٰ تھا، اور معلم تھا۔ قضاء کا ذمہ دار سلیمان بن عبداللہ بن علاثہ تھا۔ پولیس کا سربراہ کوثر بن عتبہ اور پھر ابو اسود غنوی تھا۔ حفاظتی دستے پر باری باری افسر مقرر ہوتے تھے۔ ہر تین دن کے بعد باری تبدیل ہوتی تھی۔ حجابت و دربانی پر صقل اور مقلاص تھے۔ چھوٹی مہر کا نگران عبدالاعلیٰ بن میمون بن مہران تھا۔ فوج کے دفتر کا افسرِ اعلیٰ عمران بن صالح تھا جو بنو ہذیل کا مولیٰ تھا۔

مروان بن محمد بن مروان کا قتل

مروان اور عامر بن اسمٰعیل سرزمینِ مصر میں ملے اور رات کو دشمن سے لڑے۔ مروان کے بیٹے عبداللہ اور عبیداللہ اہل شام کے ایک دستے کے ساتھ ایک طرف کھڑے تھے کہ اہل

خراسان نے ان پر حملہ کیا اور انہیں ان کے مراکز سے ہٹا دیا۔ اہل خراسان نے دوبارہ ان پر حملہ کر کے انہیں شکست دی حتی کہ ان کے لشکر گاہ تک انہیں دھکیل دیا اور پھر خراسانی اپنے مورچوں پر واپس آگئے مگر اہل شام نے حملہ کا از سرِ نو آغاز کیا اور خراسانیوں پر تابڑ توڑ حملہ کر کے انہیں بری طرح پسپا کیا پھر واپس اپنے کیمپ میں چلے گئے۔ مروان کے بیٹے عبداللہ اور عبیداللہ نے کوچ کیا۔ ان کے ساتھیوں میں سے کسی کو انہوں نے دیکھا۔ وہ سحری کے وقت جدھر رخ کیا ادھر چلے گئے۔

مروان قتل ہوا تو اس کی فوجیوں نے شکست کھائی۔ خراسانیوں نے مروان کے لشکر گاہ اور اس کے ساز و سامان پر قبضہ کر لیا۔ صبح ہوئی تو انہوں نے شکست خوردہ فوجیوں کا تعاقب کیا۔ لوگ منتشر ہو گئے اور جو قابو میں آتے اسے مارنے لگے۔ اہل خراسان نے ان کا تعاقب چھوڑ دیا اور واپس چلے گئے۔

دن چڑھا تو شامی فوجی مروان کے بیٹوں عبداللہ اور عبیداللہ سے آکر ملنے لگے۔ یہ فوجی، دس، بیس یا اس سے کم و بیش ٹولیوں اور ٹکریوں کی صورت میں ان کے پاس آتے۔ یہ دونوں بھائی پوچھتے: ''امیر المومنین کیسے ہیں؟'' تو کوئی کہتا: ''ہم نے انہیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ دشمنوں سے لڑ رہے تھے۔'' کوئی کہتا: ''آپ نے پسپائی اختیار کی، کچھ لوگوں نے آپ پر حملہ کیا مگر دشمن اب آپ کا تعاقب نہیں کر رہے۔'' حتی کہ ھر دن آیا، اس نے آکر بتایا: میں اور ان کا ایک مولیان کے ساتھ تھے۔ وہ گرے تو میں نے ان کا پاؤں پکڑ کر ان کو کھینچا تو انہوں نے فرمایا: ''تو نے مجھے تکلیف پہنچائی۔'' چنانچہ میں نے اور ان کے مولیٰ نے ان کے تحفظ میں لڑائی کی۔ دشمن کو معلوم ہو گیا کہ یہ مروان ہیں، چنانچہ انہوں نے ان پر شدید حملہ کیا۔ چنانچہ میں انہیں چھوڑ کر، آپ لوگوں سے آملا ہوں۔'' اس پر عبداللہ رو پڑا۔ اس پر اس کے بھائی عبیداللہ نے کہا:

''اے سب سے کمینے انسان، تو انہیں چھوڑ کر بھاگا ہے اور اب ان پر روتا ہے۔''

مروان کے ان بیٹوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوچ کیا، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کی تعداد چار ہزار تھی۔ بعض کا کہنا ہے، دو ہزار تھی۔ یہ لوگ نوبہ کے ملک میں پہنچے۔ وہاں کے بادشاہ نے ان کے گزارہ کے لیے اخراجات کا بندوبست کر دیا۔ ان لوگوں کے ساتھ ام خالد

بنت یزید تھی، نیز عبید اللہ کی بیٹی ام الحکم تھی۔ جب مروان کے فوجیوں کو شکست ہوئی تو مروان کے لشکر کے ایک فوجی نے اس بچی کو اس کے باپ عبید اللہ کے حوالے کر دیا۔

اب مروان کے دونوں بیٹوں نے یمن جانے کا عزم کیا اور بولے: ہم وہاں سیاہ پوشوں (عباسیوں) سے پہلے پہنچ جاتے ہیں۔ ہم وہاں کے قلعوں میں قلعہ بند ہو جائیں گے اور لوگوں کو اپنے ساتھ ملنے کی دعوت دیں گے۔ نوبہ کے بادشاہ نے کہا: ''ایسا نہ کرو، تم لوگ سوڈان کے ملک میں ہو۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ میں تم لوگوں کے بارے میں بے خوف نہیں ہوں۔ تم لوگ یہیں قیام کرو۔'' مگر انہوں نے انکار کیا۔ بادشاہ نے کہا: ''میرے لیے ایک تحریر چھوڑ جاؤ۔'' چنانچہ انہوں نے بادشاہ کے لیے یہ عبارت تحریر کی: ''ہم آپ کے ملک میں آئے، آپ نے ہمیں بہترین ٹھکانہ دیا۔ آپ نے ہمیں مشورہ دیا کہ ہم آپ کے ملک سے نہ نکلیں، مگر ہم نے انکار کیا۔ ہم آپ کے یہاں سے راضی خوشی جا رہے ہیں اور تہہ دل سے آپ کے شکر گزار ہیں۔''

یہ لوگ وہاں سے نکل کر دشمن کے علاقے میں سے گزرے۔ دشمن کے لوگ ان سے ہتھیاروں کے سوا کچھ نہ لیتے، اور اس سے بڑھ کر کسی قسم کی رکاوٹ نہ ڈالتے، جب ان کے ایک علاقے میں گئے تو ان کا سردار ملا، جس نے انہیں بند کر دیا۔ انہوں نے پانی مانگا تو اس نے پانی نہ دیا۔ نہ ان سے لڑائی کرتا، نہ انہیں پانی دیتا۔ پھر پانی کا ایک مشکیزہ پچاس درہم میں بیچنے لگا، حتی کہ ان سے بہت سا مال بٹور لیا۔

یہ لوگ نکل کر چلے تو ایک بڑا پہاڑ سامنے آیا۔ یہاں سے دو راستے جا رہے تھے۔ عبداللہ ایک راستے پر کچھ لوگوں کے ساتھ چلا اور عبید اللہ باقی لوگوں کے ساتھ دوسرے راستے پر چلا۔ انہوں نے سمجھا کہ پہاڑ ختم ہونے کے بعد جنگل ہوگا، جس سے گزر کر دونوں راستے مل جائیں گے اور وہاں یہ سب اکٹھے ہو جائیں گے، مگر یہ پھر باہم نہ مل سکے۔

عبید اللہ اور اس کے ساتھیوں کا دشمن کے کچھ لوگوں سے آمنا سامنا ہوا تو ان سے لڑے، عبید اللہ مارا گیا تو اس کی بیٹی ام الحکم۔ جو بچی تھی، پکڑ لی گئی۔ عبید اللہ کے ساتھیوں میں سے ایک مارا گیا۔ دشمن نے باقی ساتھیوں کو کچھ نہ کہا، مگر ان کے ہتھیار لے لئے۔

یہ فوجی کئی ٹولیوں میں بٹ گئے۔ آبادیوں سے دور رہتے تھے۔ پانی کے گھاٹ نظر آتے تو وہاں کئی دن ٹھہرتے۔ کچھ لوگ چلے جاتے اور کچھ وہاں قیام کرتے۔ جب پیاس حد سے بڑھ جاتی تو جانور تلاش کرتے، اس کی اوجھڑی کاٹ کر، اس میں موجود پانی پیتے۔ حتی کہ یہ لوگ جب مندب کے سمندر پر پہنچے۔ وہاں انہیں عبداللہ ملا۔ اس نے ایک رنگدار اونی کپڑا پہن رکھا تھا۔ یہ سب چالیس یا پچاس مرد تھے۔ ان میں حجاج بن قتیبہ بن مسلم، حرون اور بنو ہاشم کا مولیٰ عفان بھی تھے۔ یہ کشتیوں میں سوار ہو کر سمندر عبور کر کے ان تک پہنچے۔ اور مندب تک پیدل چلے۔ وہاں ایک ماہ تک رکے رہے مگر کسی نے انہیں سواری کے لیے جانور نہ دیا۔ چنانچہ یہ مکہ کی طرف نکل گئے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ گورنر کو ان کے بارے میں مخبری ہوگئی تھی۔ چنانچہ یہ حاجیوں کے ساتھ نکلے، انہوں نے موٹے اور کھردرے کپڑے پہن رکھے تھے اور کرایہ پر سواری کا جانور دینے والوں کی سی چادریں اوڑھ رکھی تھی۔ حتی کہ یہ جدہ پہنچے۔ پیدل چل چل کر ان کے پاؤں پھٹ چکے تھے۔ ان کا گزر کچھ لوگوں کے پاس سے ہوا۔ انہیں رحم آیا تو انہوں نے انہیں سوار کرالیا۔ عبداللہ، جدہ میں حجاج سے الگ ہوگیا۔ پھر انہوں نے حج کیا اور مکہ سے تبالہ چلے گئے۔

عبداللہ کے پاس ایک سرخ نگ تھا، جسے اس نے مندب جاتے ہوئے چھپالیا تھا مگر جب پرامن ہوگیا تو اسے نکالا۔ اس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔ وہ چلتے ہوئے کہتا تھا: ''کاش کہ اس قیمتی نگ کی جگہ کوئی سواری کا جانور ہوتا۔ اس پر دن کو رنگ دار اون کا کپڑا ہوتا اور رات کو بھی اس پر یہی ڈالا جاتا۔'' اس پر عبداللہ کے ہمراہیوں نے کہا: ''ہم نے عبداللہ جیسا جوانمرد نہیں دیکھا، لڑا تو سب سے سخت لڑائی لڑی، جب لوگ چلے تو چلنے میں سب سے طاقتور ثابت ہوا۔ ساتھی بھوکے رہے تو بھوک برداشت کرنے میں وہ سب سے بڑھ کر صابر رہا۔ وہ کم لباس میں رہے تو وہ ان سب سے بڑھ کر کم پوش رہا۔'' عبداللہ، مندب میں ہی تھا، جب اس نے اپنے بھائی عبیداللہ کی بیٹی کو دشمن سے فدیہ ادا کر کے لے لیا۔ چنانچہ بھتیجی اس کے ساتھ رہی۔

بعد میں عبداللہ پکڑا گیا اور اسے (عباسی) خلیفہ مہدی کے حضور پیش کیا گیا۔ عبداللہ

کی اہلیہ جو یزید بن محمد بن مروان بن حکم کی بیٹی تھی، اس نے عیسیٰ بن علی کے کاتب عباس بن یعقوب سے بات چیت کی، اسے ایک قیمتی لؤلؤ دیا تاکہ وہ عیسیٰ سے عبداللہ کے بارے میں بات کرے۔ کاتب عباس نے اس سلسلہ میں عیسیٰ سے بات کی اور اسے یہ بھی بتا دیا کہ عبداللہ کی بیوی نے اسے لؤلؤ دیا ہے مگر عیسیٰ بن علی نے عبداللہ کے بارے میں خلیفہ مہدی سے بات نہ کی۔ خلیفہ مہدی نے جب عبداللہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، تو عیسیٰ نے عرض کی: ''ہماری گردنوں میں عبداللہ کی بیعت موجود ہے۔ پھر اس نے میرے کاتب کو تیس ہزار درہم بھی دیئے ہیں۔'' چنانچہ مہدی نے عبداللہ کو جیل میں ڈال دیا۔

عبداللہ بن مروان نے ام یزید بنت یزید بن محمد بن مروان سے شادی کی، وہ جیل میں تھی، جب عباس نے انہیں رہا کیا تو وہ مکہ چلی گئی اور وہاں اقامت گزین ہو گئی۔ عبداللہ بن مروان نے پوشیدہ طور پر آ کر اس سے شادی کر لی۔

مروان کے ایک مولیٰ کا بیان ہے: مروان جب مفرور تھا، تو میں اس کے ساتھ تھا۔ ایک روز اس نے مجھ سے کہا: اپنی عورتوں (بہنوں، بیٹیوں وغیرہ) کے بارے میں ہمارے خواب کہاں گئے؟ یہ اچھا ہوا کہ ہم نے ان کے نکاح ان کے ہم کفو قریش میں کر دیئے۔ آج ہم ان عورتوں کے اخراجات کے بارے میں بے فکر و مطمئن ہیں۔ مروان کے ایک آزاد کردہ..... بے فکر و مطمئن ہیں۔''

آلِ مروان میں سے ایک نے کہا: اپنے فرار کے دنوں میں، ہمارے لیے سب سے مفید چیز کم قیمت موتی تھے، ایک موتی پانچ دینار یا اس سے کم و بیش مالیت کا ہوتا۔ بچہ اور خادم یہ موتی نکالتے اور بیچ دیتے۔ ہم لوگ گراں قیمت موتی باہر نہیں نکال سکتے تھے۔

خلیفہ مروان بن محمد کے کاتب مصعب بن ربیع خثعمی نے کہا: جب مروان کو شکست ہوئی اور عبداللہ بن علی نے اہل شام کا نظام سنبھال لیا۔ میں نے اجازت طلب کی۔ میں عبداللہ بن علی کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس نے تکیہ لگایا ہوا تھا، کہ مروان اور اس کی شکست کا ذکر ہونے لگا۔ عبداللہ بن علی نے مجھ سے پوچھا: ''کیا تم لڑائی میں موجود تھے؟'' میں نے عرض کی: ''جی ہاں، اللہ آپ کا بھلا کرے، مروان نے مجھ سے کہا تھا: دشمن کی تعداد کا اچھی طرح جائزہ لو۔''

میں نے کہا: ''میں تو صاحب قلم ہوں صاحب حرب و ضرب نہیں ہوں۔'' چنانچہ مروان نے دائیں بائیں سے جائزہ لیا اور پھر مجھے بتایا کہ دشمن کی تعداد بارہ ہزار ہے۔

مصعب نے کہا: مروان کو بتایا گیا: ''چھوٹا بیت المال لوٹ لیا گیا ہے۔'' وہ بیت المال کو بچانے کے لیے جارہا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ بڑا بیت المال لوٹ لیا گیا ہے۔ اسے اہل شام نے لوٹ لیا تھا۔

ابوالجارود سلمی نے بتایا: کہ مجھے ایک خراسانی نے بتایا، کہا: ہمارا مروان سے آمنا سامنا زاب کے مقام پر ہوا، اہلِ شام نے ہم پر اتنا سخت حملہ کیا گویا وہ لوہے کے پہاڑ ہوں۔ ہم نے سواروں پر اچھل اچھل کر حملے کیے اور نیزوں کے پے در پے وار کیے، چنانچہ وہ شامی ہم سے یوں ہٹ گئے جیسے وہ بادل ہوں جو چھٹ گئے ہوں۔ جب شامی اپنے قریب کا پل عبور کرنے لگے تو پل ٹوٹ گیا۔ اس پل پر ایک شامی فوجی رہ گیا۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمارا ایک آدمی نکلا تو شامی نے اسے مار ڈالا۔ پھر ایک اور نکلا تو شامی نے اسے بھی مار ڈالا، حتی کہ ہمارے تین فوجی اس نے مار ڈالے۔ اس پر ہمارے ایک آدمی نے اپنے فوجیوں سے کہا: ''میرے لیے ایک زبردست کاٹ کرنے والی تلوار اور مضبوط زرہ مہیا کرو۔'' ہم نے اسے یہ چیزیں دیں تو وہ شامی فوجی کی طرف بڑھا۔ شامی نے اس پر تلوار کا وار کیا تو یہ زرہ سے اس کے وار سے بچا، اس کی ٹانگ پر ضرب لگا کر اسے کاٹ دیا۔ پھر اسے قتل کر کے واپس آ گیا۔ ہم نے اسے اٹھا لیا اور اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ دیکھا تو یہ جنگجو عبیداللہ کابلی تھا۔

عباسی خلیفہ منصور نے ایک رات محفل سجائی تو خلفاء بنوامیہ اور ان کے سیرت و کردار کا تذکرہ چھڑا کہ یہ خلفاء مستحکم و مضبوط رہے مگر جب ان کا معاملہ ان کے عیاش بیٹوں تک پہنچا تو خلفاء کی آن بان باقی نہ رہی۔ ملک و اقتدار کی شان و جلالت کے باوجود ان لوگوں کا مقصد شہوات، لذات اور منکرات بنیں۔ یہ لوگ اللہ کی پکڑ، اس کی مہلت اور اس کی ڈھیل کو نظر انداز کر کے اللہ کی نافرمانیوں اور گناہوں میں منہمک ہو گئے۔ اللہ کی چال سے بے خوف ہو گئے۔ چنانچہ اللہ نے ان کے اقتدار کو سلب کر لیا۔ اپنی نعمتیں ان سے لے کر دوسروں کو عطا فرما دیں۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ

صالح بن علی نے عرض کی: اے امیر المومنین، جب عبداللہ بن مروان اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ کر نوبہ میں داخل ہوا تو نوبہ کے بادشاہ نے ان لوگوں کے بارے میں دریافت کیا تو اسے بتایا گیا، چنانچہ وہ سوار ہو کر عبداللہ کے پاس آیا اور اس سلسلے میں اس سے عجیب بات کی جو مجھے یاد نہیں، پھر بادشاہ نے عبداللہ کو اپنے ملک سے نکال دیا اگر امیر المومنین مناسب سمجھیں تو آج رات عبداللہ کو جیل سے اس محفل میں بلوائیں اور اس بارے میں دریافت فرمائیں۔ چنانچہ منصور نے عبداللہ بن مروان کو حاضر کرنے کا حکم دیا اور اس سے یہ واقعہ دریافت کیا۔ عبداللہ نے کہا:

اے امیر المومنین، ہم سرزمینِ نوبہ پہنچے، بادشاہ کو ہمارے بارے میں بتایا گیا تو میرے پاس ایک چپٹی ناک والا بہت خوبصورت چہرے والا آدمی آیا۔ وہ زمین پر بیٹھا اور ہمارے کپڑے سے دور ہٹ کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا: ''ہمارے کپڑے پر بیٹھنے سے آپ کو کیا چیز مانع ہے؟'' کہا: ''میں بادشاہ ہوں اور بادشاہ کا فرض ہے کہ جب اسے اللہ نے عظمت و رفعت سے نوازا ہے تو وہ اللہ کی عظمت کی خاطر عاجزی و تواضع اختیار کرے۔'' پھر پوچھا: ''آپ لوگ شراب کیوں پیتے ہیں، حالانکہ یہ آپ کے دین میں حرام ہے؟'' میں نے کہا: ''اس کی جسارت ہمارے غلام، نوکر چاکر اور فرمانبردار کرتے ہیں کیونکہ ہمارا اقتدار جاچکا ہے۔'' پوچھا: ''تم لوگ اپنے جانوروں سے کھیتوں کو کیوں روندتے ہو؟ حالانکہ یہ فساد ہے اور تمہارے دین میں ایسا کرنا حرام ہے۔'' میں نے کہا: ''ہمارے غلام اور نوکر چاکر اپنی نادانی و جہالت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔'' پھر پوچھا: ''تم لوگ دیباج اور ریشم پہنتے ہو، سونا چاندی استعمال کرتے ہو؟ حالانکہ ایسا کرنا تم پر حرام قرار دیا گیا ہے۔'' میں نے کہا: ''ہمارا اقتدار جاتا رہا، ہمارے حامی و مددگار کم ہوگئے کچھ عجمی لوگ ہمارے دین میں داخل ہوگئے، یہ لوگ ہماری ناپسندیدگی کے باوجود یہ لباس پہنتے ہیں۔''

اس بادشاہ نے تھوڑی دیر تک سر جھکائے رکھا، اپنے ہاتھ الٹتا پلٹتا تھا، زمین میں کریدتا تھا اور ان جملوں کو بار بار دہراتا تھا: ''ہمارے غلام اور نوکر چاکر۔'' ''کچھ لوگ جو ہمارے دین میں داخل ہوگئے ہیں۔'' ''ہمارا اقتدار ہم سے جاتا رہا۔'' وہ ان جملوں کو بار بار دہراتا رہا۔ پھر کہا: ''ایسی بات نہیں ہے۔ بلکہ تم ایسے لوگ ہو جنہوں نے اللہ کے حرام کیے ہوئے

کو حلال کیا اور اللہ نے تمھیں جن باتوں سے روکا تھا ان کے مرتکب ہوئے۔ تم لوگوں نے اپنے ماتحتوں اور رعایا پر ظلم و ستم کیا۔ اللہ نے تم لوگوں سے غلبہ و اقتدار اور عزت و وقار چھین لیا، تمہارے گناہوں کی پاداش میں تمہیں ذلت و خواری سے دوچار کر دیا۔ اللہ کا عذاب ابھی تک تمہارے بارے میں اپنی انتہا کو نہیں پہنچا۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم لوگ میرے ملک میں ہو کہ تم پر اللہ کا عذاب اترے اور تمہارے ساتھ، میں بھی اس عذاب کی لپیٹ میں آ جاؤں۔ مہمان نوازی اور میزبانی تین دنوں کے لیے ہوتی ہے۔ تم لوگ اپنی ضرورت کا زادِ راہ یہاں سے لے لو اور میرے ملک سے کوچ کر جاؤ۔''

❀❀❀

الجز الخامس

(صفحات: ۲۱۸_۲۲۹)

سلطنتِ عباسیہ کے واقعات

ہیثم بن عدی نے کہا: مجھ سے عیاش نے بیان کیا، کہا: مجھ سے مسلمہ کے مولیٰ ابو ہاشم بکیر نے بیان کیا، کہا: حسینؓ کی شہادت کے بعد سے بنو ہاشم کی خفیہ بیعت اور باطنی دعوت شروع ہوگئی اور ہم مسلسل یہ سنتے رہے کہ خراسان سے سیاہ پرچم نکلیں گے اور بنوامیہ کے اقتدار کو زوال آئے گا حتی کہ یہ ہو کے رہا۔

بنوامیہ کے کسی شخص سے پوچھا گیا: ''آپ لوگوں کے اقتدار کے زوال کا سبب کیا تھا؟'' کہا: ''ہمارا آپس میں اختلاف اور مخالفین کا ہمارے خلاف یکجا ہو جانا''۔

ہیثم بن عدی نے کہا: مجھے ایک سے زائد بزرگوں نے بتایا ہے کہ علیؓ نے اقتدار حسنؓ کے سپرد کیا۔ حسنؓ نے اسے امیر معاویہؓ کے حوالہ کر دیا۔ حسینؓ اور محمد بن حنفیہ نے اس اقدام کو ناپسند کیا۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حسینؓ نے علی بن حسین کو، انہوں نے محمد بن علی کو پھر انہوں نے جعفر بن محمد کو حوالہ کیا۔ مگر اکثریت کی رائے یہ ہے کہ محمد بن حنفیہ نے اپنے فرزند ابو ہاشم عبداللہ کو وصی بنایا تھا، وہی شیعوں کے معاملات کے نگران رہے، شیعہ ان کے پاس آتے تھے اور انہیں خراج ادا کرتے تھے۔ حتی کہ جب سلیمان بن عبدالملک نے اقتدار سنبھالا تو یہ عبداللہ بن محمد بن حنفیہ متعدد شیعوں کے ساتھ بہ صورت وفد اس کے پاس پہنچے۔ جب خلیفہ

سلیمان نے عبداللہ سے گفتگو کی تو کہا: ''میں نے کبھی کسی قریشی سے اس طرح گفتگو نہیں کی اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں ان کے بارے میں جو کچھ بتایا جاتا تھا وہ درست تھا۔'' بہرحال خلیفہ سلیمان نے عبداللہ کو انعامات سے نوازا، انہیں اور ان کے ساتھیوں کی ضروریات پوری کیں۔ پھر عبداللہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ فلسطین کا رخ کیا۔ جب یہ لوگ لخم و جذام قبیلوں کے علاقے میں تھے تو انہوں نے ان کے لیے خیمے گاڑے۔ ان کے پاس زہریلا دودھ تھا۔ جب یہ حضرات لوگوں کے پاس سے گزرتے تو وہ لوگ پوچھتے: ''کیا آپ حضرات کچھ پینا پسند فرمائیں گے؟'' یہ کہتے: ''تمھیں جزائے خیر ملے۔'' جب ان کا گزر کچھ اور لوگوں کے پاس سے ہوا تو انہوں نے بھی پینے کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا: ''لے آؤ۔'' جب عبداللہ نے زہریلا دودھ پیا اور پیٹ میں گیا تو اپنے ساتھیوں سے کہا: ''میں مرنے والا ہوں، دیکھ یہ لوگ کون ہیں؟'' انہوں نے دیکھا تو وہ اپنے خیمے گرا کر جا چکے تھے۔ عبداللہ نے کہا: ''مجھے اپنے چچازاد کے پاس لے چلو، میں شاید ہی اس تک پہنچ سکوں۔'' چنانچہ ہمراہی اسے جلدی جلدی لے چلے، جب سرزمین شراۃ میں حُمیمہ کے شہر پہنچے تو وہاں محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس تھے۔ وہیں ٹھہرے اور کہا: ''اے چچازاد، میں مرنے والا ہوں۔ تم تک آ پہنچا ہوں۔ اب یہ معاملہ تمہارے سپرد ہے۔ تمہارے بعد تمہارا بیٹا اس کا نگران ہوگا اور اس کے بعد اس کا بھائی۔ اللہ کی قسم، اللہ اس معاملہ کو مکمل فرمائے گا حتی کہ خراسان کے مرکز سے کالے جھنڈے نکلیں گے۔ پھر یہ لوگ حضرموت سے لے کر دور دراز افریقہ تک اور ہندوستان سے لے کر فرغانہ تک غلبہ پالیں گے۔ تم ان شیعوں کی سرداری کرنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ یہ لوگ تمہارے داعی اور تمہارے مددگار ہیں۔ تمہاری دعوت خراسان سے تجاوز نہ کرے، بالخصوص مرو اس کا مرکز ہو۔ یمن کے قبیلہ کا خیال رکھنا اگر اقتدار یمنیوں کی مدد کے بغیر قائم ہو بھی گیا تو بھی جلد ختم ہو جائے گا۔ ربیعہ کے قبیلہ کا خیال رکھنا، انہیں اپنے ساتھ ملا کے رکھنا۔ یہ ہر معاملہ میں شیعوں کا ساتھ دیں گے۔ قیس اور تمیم پر نظر رکھنا اور ان سے بدلہ لینا سوائے اس کے جسے اللہ بچا لے اور یہ تھوڑے ہیں۔ تم اپنے شیعوں کو حکم دینا کہ وہ واپس جائیں تو پہلے بارہ نقیب نامزد کریں، بعد میں ستر۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا معاملہ ان

نقیبوں کے ذریعہ ہی سدھارا اور نبی اکرم ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا۔ جب گدھے کا سال گزر جائے تو تم خراسان میں اپنے ایلچی پھیلا دینا۔ ان میں سے کچھ مارے جائیں گے اور کچھ بچ جائیں گے، حتی کہ اللہ آپ لوگوں کی دعوت کو غالب کر دے گا۔'' محمد بن علی نے عرض کیا: ''اے ابو ہاشم، گدھے کے سال سے کیا مراد ہے؟'' کہا: ''جب نبوت کے بعد سو سال گزر جائیں گے تو حکومت کا معاملہ پراگندہ ہو جائے گا، کیونکہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿یا پھر مثال کے طور پر اس شخص کو دیکھو، جس کا گزر ایک ایسی بستی پر ہوا، جو اپنی چھتوں پر اوندھی گری پڑی تھی۔ اس نے کہا: یہ آبادی جو ہلاک ہو چکی ہے، اسے اللہ تعالیٰ کس طرح دوبارہ زندگی بخشے گا؟ اس پر اللہ نے اس کی روح قبض کر لی اور وہ سو برس تک مردہ پڑا رہا۔ پھر اللہ نے اسے دوبارہ زندگی بخشی اور اس سے پوچھا: بتاؤ کتنی مدت پڑے رہے ہو؟ اس نے کہا: ایک دن یا چند گھنٹے رہا ہوں گا۔ فرمایا: تم پر سو برس اس حالت میں گزر چکے ہیں۔ اپنے کھانے اور پانی کو دیکھو کہ اس میں ذرا تغیر نہیں آیا ہے اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو۔ کہ ہم تمہیں لوگوں کے لیے نشانی بنانا چاہتے ہیں۔﴾ (البقرۃ: ۲۵۹) اور جان لو کہ اس معاملہ کا نگران تمہارے بیٹوں میں سے عبداللہ بن حارثیہ ہوگا، پھر اس کا بھائی عبداللہ ہوگا۔''

اس وقت تک محمد بن علی کا عبداللہ نامی کوئی بیٹا نہ تھا۔ چنانچہ حارثیہ سے اس کے دو بیٹے ہوئے۔ اس نے ان میں سے ہر ایک کا نام عبداللہ رکھا۔ بڑے بیٹے کی کنیت ابو العباس اور چھوٹے کی ابو جعفر رکھی۔ دونوں خلیفہ بنے۔

اس وصیت کے بعد ابو ہاشم نے وفات پائی اور محمد بن علی اس کے جانشین بنے۔ بنو عباس کے شیعہ ان کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ جب ابو العباس پیدا ہوا تو محمد بن علی اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر ان کے پاس لائے اور کہا: یہ ہے تمہارا صاحب۔ اس پر شیعہ اسے چاٹنے لگے۔ ابو العباس، عمر بن عبدالعزیز کے دور میں پیدا ہوا۔

ایک بار شیعہ محمد بن علی کے پاس حاضر ہوئے اور بتایا کہ وہ خراسان کی جیل میں بند تھے، وہاں ایک زین فروش اور زین ساز نوجوان تھا جو ان کی خدمت کرتا تھا۔ اسے اہل بیت رسول اللہ ﷺ سے بہت محبت تھی اور عقل و دانائی میں بے مثال تھا۔ اسے ابو مسلم کہا جاتا تھا۔ کہا:

کیا وہ آزاد ہے یا غلام؟'' بولے: عیسیٰ کے خیال میں وہ غلام ہے مگر وہ خود اپنے آپ کو آزاد کہتا ہے۔'' کہا: اسے خرید کر آزاد کر دو اور اگر پسند کرو تو اسے اپنا سردار بنالو۔'' ان شیعوں نے محمد بن علی کو دو لاکھ دیئے جو ان کے پاس تھے۔

سو سال گزر گئے [1] تو محمد بن علی نے خراسان اپنے ایلچی بھیجے۔ جہاں انہوں نے اپنی تحریک کے بیج بوئے۔ ابو مسلم ان کا سربراہ تھا۔ خراسان میں مضریوں اور یمنیوں کے مابین فتنہ ابھرا۔ ابو مسلم کو موقع ملا، اس نے خراسان کے دیہات میں اپنے ایلچی پھیلا دیئے جو لوگوں کو آل رسول کی دعوت دیتے تھے۔ عوام نے ان کی دعوت قبول کر لی۔ یاد رہے کہ اس وقت خلیفہ ہشام بن عبد الملک کی طرف سے خراسان کا گورنر نصر بن سیار تھا۔ وہ ان لوگوں کی کارکردگی کے بارے میں خلیفہ کو خطوط روانہ کرتا، یہ خطوط عراق کے گورنر ابن ہبیرہ کی معرفت امیر المومنین کی خدمت میں پہنچتے ہوتے تھے مگر وہ یہ خطوط روک لیتا اور آگے نہ جانے دیتا تاکہ کہیں نصر بن سیار کا خلیفہ کے ہاں مقام نہ بن جائے، ابن ہبیرہ شدید حسد کرتا تھا۔ جب یہ خطوط روانہ کیے کافی مدت گزر گئی اور خلیفہ کی جانب سے کوئی جواب نہ آیا تو نصر بن سیار نے براہ راست خلیفہ کے پاس خط بھیجا۔ اس خط میں درج ذیل اشعار لکھ کر رکھ دیئے: (ترجمہ اشعار)

[میں راکھ کے ڈھیر میں انگارے کی چمک دیکھ رہا ہوں۔
اندیشہ ہے کہ یہ جلد بھڑک اٹھے گا۔
آگ دو لکڑیوں سے بھڑک اٹھتی ہے لڑائی کی ابتدا کلام سے ہوتی ہے۔
اگر آپ نے یہ آگ نہ بجھائی تو زبردست جنگ چھڑ جائے گی
جس میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔
میں نے حیرت سے کہا: کاش مجھے معلوم ہوتا کہ امیہ جاگ رہے ہیں یا سو رہے ہیں؟
اگر وہ اب بھی سو رہے ہیں تو انہیں کہہ دو کہ کھڑے ہو جاؤ کہ کھڑے ہونے کا وقت آ گیا ہے۔
اپنی سواریوں سے اتر کر بھاگ پھرا اسلام اور عرب کو سلام کہہ]

[1]: یعنی ۱۰۰ ہجری میں، اور یہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا دور تھا۔ (ن س ظ)

خلیفہ ہشام نے اس کو جواب میں لکھا: ''اس کنویں کو پاٹ دو۔'' گورنر نصر نے کہا: ''ہم اسے کیسے پاٹ سکتے ہیں۔''

نصر بن سیار گورنر نے مضریوں اور یمنیوں کو مخاطب کر کے ان پر حملہ آور ہونے والے دشمن سے خبردار کیا: (ترجمہ اشعار)

[مرو میں ربیعہ اور ان کے بھائیوں تک یہ پیغام پہنچا دو کہ وہ سنبھل جائیں
اس سے پہلے کہ سنبھلنا فائدہ نہ دے۔ وہ لڑائی کے لیے تیار ہو جائیں،
دشمن نے ایسی لڑائی کی تیاری کر لی ہے جس میں بہت ایندھن جلے گا۔
تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم خانہ جنگی کرتے ہو
گویا کہ عقلمند اپنی رائے سے ہٹ چکے ہیں۔
تم لوگ دشمن کو چھوڑ رہے ہو حالانکہ وہ تم پر حملہ آور ہوا چاہتا ہے
اور ان لوگوں پر مشتمل ہے جن کا کوئی دین ہے نہ حسب۔
وہ ایسے دین کے ماننے والے ہیں جو نہ رسول اللہ سے سنا گیا اور نہ ہی آسمانی
کتابوں میں نازل ہوا۔
اگر کوئی ان کے مذہب کی حقیقت دریافت کرنا چاہتا ہے
تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا دین عربوں کو قتل کرنا ہے]

خلیفہ ولید بن یزید کے دور حکومت میں محمد بن علی نے وفات پائی۔ انہوں نے اپنے بیٹے ابراہیم بن محمد کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ انہوں نے ابو مسلم سراج اور سلیمان بن کثیر کو شیعوں کا نگران بنایا۔ اس نے ابو مسلم کو حکم دیا: ''اگر تم سے ہو سکے تو خراسان میں کسی عربی بولنے والے کو نہ چھوڑنا۔ جس شخص کا معاملہ تم مشکوک سمجھو اسے بھی مار ڈالنا۔''

جب ابو مسلم خراسان پر چھا گیا اور تمام دیہات نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا۔ تو گورنر خراسان، نصر بن سیار نے خلیفہ مروان بن محمد کو ابو مسلم اور اس کے پیروکاروں کی کثرت کے بارے میں لکھ بھیجا۔ نیز یہ بھی لکھا کہ خطرہ ہے کہ ابو مسلم کا خراسان پر قبضہ ہو جائے گا اور وہ

لوگوں کو ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کی طرف بلائے گا اور اس کے پاس ابومسلم کا ایلچی وہ جواب لے کر آچکا ہے جو ابراہیم نے ابومسلم کی طرف بھیجا تھا۔

چنانچہ خلیفہ مروان نے دمشق کے اپنے گورنر ولید بن معاویہ بن عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ تم اپنے بلقاء کے عامل کو لکھو کہ وہ حمیمہ جائے، ابراہیم بن محمد کو گرفتار کر کے تمہارے پاس بھیجے پھر تم اسے میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ اسے مروان کے پاس لایا گیا۔ اس کے ساتھ اس کے گھر والوں میں سے عبداللہ بن علی اور عیسیٰ بن موسیٰ بھی تھے۔ ابراہیم کو مروان کے حضور لایا گیا تو اس نے اسے جیل بھیجنے کا حکم دیا۔

ہیثم نے کہا: مجھ سے ابوعبیدہ نے بیان کیا، کہا: میں ابراہیم کے پاس جیل میں جایا کرتا تھا۔ جیل میں ان کے ساتھ سعید بن (ہشام بن) عبدالملک اور عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز بھی ہوتے تھے۔ اللہ کی قسم، ایک رات میں جیل کے چھپر میں نیند اور بیداری کے درمیان کی کیفیت میں تھا کہ اچانک مروان کے مولیٰ نے جیل کا دروازہ کھلوایا، اس کے ساتھ مروان کے بیس عجمی موالی تھے۔ ان کے ساتھ جیل کا داروغہ تھا۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ سعید، عبداللہ اور ابراہیم مر چکے ہیں۔

ہیثم نے کہا: مجھ سے ابوعبیدہ نے بیان کیا، کہا: مجھے عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے خدمت گزار نے بتایا جو جیل میں عبداللہ کی خدمت کرتا تھا کہ اس کے آقا عبداللہ کو تکیہ کے ذریعے سانس روک کر مارا گیا۔ جب کہ ابراہیم بن محمد کو چونے کے پتھر کی بوری سے ہلاک کیا گیا۔ جب کہ جیل کے داروغہ نے سعید بن عبدالملک کو جیل سے نکال دیا۔ مروان کے حفاظتی دستہ کے گھوڑسوار اسے رات کی تاریکی میں ملے، انہوں نے اسے گھوڑوں تلے روند ڈالا، انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ کون ہے، چنانچہ سعید مر گیا۔

پھر ابومسلم، خراسان پر قابض ہو گیا۔ اس نے نصر بن سیار کو طلب کیا تو وہ، اس کا بیٹا اور اس کا کاتب داؤد بھاگ کر ری جا پہنچے۔ نصر تو ساوہ میں فوت ہوا، اس کے ساتھی بکھر گئے۔ داؤد اور نصر کے بیٹے کوفہ چلے گئے۔

ابومسلم نے خراسان، مرو، سمرقند اور اس کے نواح میں اپنے حکام مقرر کر دیئے۔ پھر

اس نے کالے جھنڈے نکالے، اس نے سوار اور پیادہ لشکر تیار کیے۔ ان لشکروں کے قائد قحطبہ بن شبیب، عامر بن اسماعیل اور محرز بن ابراہیم وغیرہ تھے۔ طوس میں ان کا مقابلہ ہوا تو شکست کھائی۔ جنگ میں کام آنے والوں سے زیادہ بھگدڑ میں لوگ کچلے گئے۔ چنانچہ یوں مقتولین کی تعداد بارہ ہزار سے زائد تھی۔ پھر سپہ سالار قحطبہ نے عراق کا رخ کیا۔ آغاز جرجان سے کیا۔ وہاں کا حاکم نباتہ بن حنظلہ کلابی تھا۔ قحطبہ اپنے ساتھیوں سے کہا کرتا تھا: ''اللہ کی قسم عامر بن ضبارہ مارا جائے گا۔ ابن ہبیرہ شکست کھائے گا، مگر مجھے خطرہ ہے کہ میں انتقام لینے سے پہلے ہی مرجاؤں گا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ فرات میں غرق ہو جاؤں گا۔ امام محمد بن علی نے مجھ یہ بتایا تھا۔''

ہیثم نے کہا: قحطبہ جرجان پہنچا تو اس نے ابن نباتہ کو مارا اور جرجان میں داخل ہوکر اسے لوٹا اور مال غنیمت اپنے ساتھیوں میں بانٹ دیا پھر وہ عامر بن ضبارہ کی جانب چلا۔ اصبہان میں اس سے آمنا سامنا ہوا۔ چنانچہ ابن ضبارہ اور اس کے ساتھی مارے گئے۔ چند لوگ جان بچا سکے جو ابن ہبیرہ سے جا ملے۔

ابن ضبارہ کے قتل کے بعد قحطبہ نے کہا: میں نے جو چیز بھی دیکھی ہے اور جس دشمن کو بھی مارا ہے اس کے بارے میں مجھے امام صلوات اللہ علیہ نے بتادیا تھا۔ ہاں انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ میں دریائے فرات عبور نہ کرسکوں گا۔

قحطبہ نے چل کر حلوان میں پڑاؤ کیا۔ اس نے ابو مسلم کی رائے کے مطابق مروان بن محمد (خلیفہ اموی) سے مقابلہ کرنے کے لیے تیس ہزار کا لشکر ابوعون کی سرکردگی میں بھیجا۔ اس نے شہرزور پر قبضہ کیا حتی کہ زاب تک جا پہنچا۔

ابوعون عبدالملک بن یزید نے بیان کیا: مجھ سے ابوہاشم بکیر بن ہامان نے کہا: اللہ کی قسم، تو ہی مروان کی طرف جائے گا۔ اس کی طرف مذحج قبیلہ کا ایک نوجوان تو بھیجے گا جس کا نام عامر ہوگا، وہ مروان کو قتل کرے گا۔'' اللہ کی قسم، میں چلا تو عامر بن اسماعیل میرے مقدمہ جیش میں تھا، مروان سے مقابلہ ہوا تو اس نے مروان کو مار ڈالا۔

پھر قحطبہ حلوان سے عراق کی طرف چلا تاکہ ابن ہبیرہ کا مقابلہ کرے۔ فرات پر

دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ تاریکی چھا جانے تک باہم لڑائی ہوتی رہی۔ قحطبہ معرکہ میں کام آیا اور اس کی لاش معلوم نہ ہو سکی۔ بعض نے کہا کہ وہ دریائے فرات میں ڈوب گیا۔

ابن ہبیرہ نے شکست کھائی اور واسط جا پہنچا۔ سیاہ پرچموں والوں نے جو اپنے کمانڈر سے محروم ہو چکے تھے، صبح کے وقت حسن بن قحطبہ کو اپنا سالار بنایا۔ جب مروان کو قحطبہ کے مارے جانے اور ابن ہبیرہ کی شکست کی خبر پہنچی تو اس نے کہا: یہ اللہ کی قسم زوال ہے، ورنہ تم لوگوں نے کب یہ دیکھا کہ ایک مردہ زندہ کو شکست دے؟''

ابن ہبیرہ نے واسط میں قیام کیا۔ سیاہ پوش عراق پر قابض تھے اور انہوں نے ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کی بیعت کر لی یعنی ۱۴ ربیع الاخر ۱۳۲ھ میں۔ ابوالعباس نے اپنے چچا عبداللہ بن علی کو مروان اور اہل شام سے لڑنے کے لیے بھیجا۔ اسے ابوعون اور اس کے ساتھیوں سے پہلے بھیجا۔ اس نے اپنے بھائی ابوجعفر کو ابن ہبیرہ کے خلاف لڑنے کے لیے واسط کی طرف روانہ کیا۔ خود ابوالعباس کوفہ میں ٹھہرا رہا حتی کہ اسے زاب کے مقام پر مروان کی شکست کی خبر پہنچی۔ ابوعون عبداللہ بن علی نے ابوالعباس کے حکم پر دمشق میں قیام کیا اور وہاں اور شام کے دیگر شہروں کے باشندوں سے ابوالعباس کے حق میں بیعت لی۔

ابوسلمہ خلال، جن کا نام حفص بن سلیمان تھا، کو وزیر آل محمد کہا جاتا تھا، جب کہ ابومسلم، امین آل محمد کہلاتا تھا۔ ابوالعباس نے ابوسلمہ خلال کو قتل کر دیا اور اس پر الزام لگایا کہ وہ بنو فاطمہ سے محبت کرتا ہے اور ان کا طرف دار ہے۔ جب کہ ابوجعفر نے ابومسلم کو قتل کیا۔

ابومسلم جب اپنے ماتحت سپہ سالاروں کو بھیجتا تھا تو کہتا تھا: لوگوں سے صرف اشارہ کنایہ میں بات کیا کرو اور ان کے ساتھ غصہ اور توہین آمیز طریقے سے پیش آؤ تاکہ ان کے سینے تمہارے رعب سے بھرے رہیں۔

ہشام بن عبدالملک کے دور میں زید بن علی کا قتل:

یوسف بن عمر نے ہشام بن عبدالملک کو لکھا کہ خالد بن عبداللہ نے زید بن حسین بن

علی بن ابی طالب کے پاس بہت سا مال بہ طور امانت رکھا ہے۔ چنانچہ خلیفہ ہشام نے زید کو طلب کیا، پوچھا تو زید نے انکار کیا۔ ہشام نے قسم اٹھانے کے لیے کہا تو انہوں نے قسم اٹھائی، چنانچہ انہیں چھوڑ دیا گیا۔ زید اس کے بعد ایک سال تک خلیفہ ہشام کے پاس مقیم رہے پھر ایک دن خلیفہ کے پاس حاضر ہوئے تو ہشام نے کہا: ''مجھے معلوم ہوا کہ تم اپنے آپ کو خلیفہ سمجھتے ہو، حالانکہ تم اس کے اہل نہیں ہو کہ تم ایک باندی کے بیٹے ہو۔'' کہا: ''جہاں تک آپ کا یہ کہنا ہے کہ میں اپنے آپ کو خلافت کا اہل سمجھتا ہوں تو غیب کا علم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ میں ایک باندی کا بیٹا ہوں تو دیکھیے کہ اسماعیل علیہ السلام باندی کے بیٹے تھے، اللہ نے ان کی پشت سے خیر البشر حضرت محمد ﷺ کو پیدا کیا۔ جب کہ اسحاق علیہ السلام آزاد عورت کے بیٹے تھے۔ اللہ نے ان کی صلب سے بندر، سور اور طاغوت کے بندے پیدا کیے۔'' زید غصہ سے وہاں سے نکلے اور کہا: ''جب بھی کسی شخص نے زندگی سے محبت کی تو وہ ضرور خوار ہوا۔'' دربان نے کہا: ''دیکھیے آپ کی یہ بات کوئی اور نہ سنے۔'' زید کوفہ پہنچے تو کہا:

(ترجمہ اشعار)

[خوف نے اسے در بہ در پھرایا اور ذلیل وخوار کر دیا۔

جو مصائب وآلام پر صبر و برداشت کرنے کو ناپسند کرتا ہے، اس کا یہی حال ہوتا ہے۔

اس کے موزے پھٹ جاتے ہیں، پاؤں گھسائی کی شکایت کرتا ہے،

سخت پتھروں کے نوکیلے کنارے اسے زخمی کر دیتے ہیں۔

اس کے لیے راحت موت میں ہے

اور موت بندوں کی گردنوں میں ایک لازمی چیز ہے]

پھر زید نے خراسان کا رخ کیا۔ یوسف بن عمر نے اس کے تعاقب میں گھوڑ سوار دستہ روانہ کیا، جس نے زید اور اس کے ساتھیوں کو جالیا۔ لڑائی ہوئی تو دن کے اختتام پر زید کے گلے میں تیر لگا، جس سے وہ جاں بحق ہوئے۔ ان کے ساتھیوں نے انہیں، قریب ہی سڑی ہوئی کالی مٹی کی جگہ دفن کر دیا۔ زید کے ساتھیوں کو تلاش کیا گیا، ان میں سے کچھ نے شکست کھائی

اور کچھ مارے گئے۔ یوسف کو بتایا گیا کہ زید کو سڑی ہوئی کالی مٹی میں دفن کیا گیا ہے تو اس نے لاش نکلوائی، اور زید کا سر خلیفہ ہشام کے پاس بھیج دیا۔ باقی دھڑ کو سوق الکناسہ (کوفہ کا ایک محلّہ) میں صلیب پر لٹکایا۔ شامی لشکر میں شامل یوسف کے ایک ساتھی اعور کلب نے اس بارے میں کہا: (ترجمہ شعر)

[ہم نے تمہارے لیے زید کو کھجور کے تنے پر سولی دی۔
حالانکہ مہدی کو کھجور کے تنے پر سولی نہیں دی جاتی]

شیبانی نے کہا: عبداللہ بن علی دریائے ابوفطرس کے کنارے خیمہ زن ہوا تو لوگ اس سے ملاقات کے لیے دروازے پر حاضر ہوئے۔ بنوامیہ کے ۸۲ آدمی بھی ملنے آئے۔ دربان نے باہر نکل کر آواز دی۔ اے اہل خراسان، اٹھو۔ چنانچہ انہوں نے اس کی مجلس میں دو صفیں بنالیں۔ پھر بنوامیہ کے لوگوں کو اجازت دی گئی۔ ان سے تلواریں لے لی گئیں اور وہ اندر گئے۔ ابومحمد عبدی شاعر نے کہا: دربان باہر نکلا تو وہ مجھے اندر لے گیا۔ میں نے عبداللہ بن علی کو سلام کیا تو اس نے میرے سلام کا جواب دیا، پھر کہا: مجھے اپنے یہ شعر سناؤ: وقفَ المُتَيَّمُ في رسومِ دیارِ۔ میں نے اسے یہ اشعار سنائے، حتی کہ میں ان شعروں تک پہنچا: (ترجمہ اشعار)

[جنتوں کی طرف دعوت دینے والے تو ہاشمی ہیں،
جب کہ بنوامیہ دوزخ کی طرف بلانے والے ہیں۔
جو کارناموں اور اعلیٰ مقام پر فخر کرتا ہے
تو اس کے لیے عزت و شرافت مکمل ہو کے رہتی ہے]

عمر بن یزید بن عبدالملک، زید بن علی کے ساتھ مصلّی پر بیٹھا تھا، جب کہ باقی بنوامیہ کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ چنانچہ اس نے مجھے ایک سبز ریشمی تھیلی دی جس میں پانچ سو اشرفیاں تھیں۔ پھر کہا: ''تیرے لیے ہمارے یہاں دس ہزار درہم، ایک کنیز، ایک خچر اور ایک کپڑوں کی الماری ہے۔'' پھر اللہ کی قسم اس نے اپنا یہ وعدہ پورا کیا۔ پھر عبداللہ بن علی کہنے لگا:

ترجمہ اشعار

[امیہ نے خیال کیا ہے کہ ہاشم اس سے راضی ہو جائیں گے
اور اپنے زید اور حسین کو بھول جائیں گے۔
ہرگز نہیں، رب محمد وآلِ محمد کی قسم، جب تک ان کی ہموار و نرم اور سنگلاخ و سخت
زمینوں کو روندا نہیں جاتا]

پھر اس نے سر سے ٹوپی اتار کر زمین پر پھینک دی۔ فوجی، بنوامیہ پر تلواروں اور ڈنڈوں سے حملہ آور ہوئے۔ کلبی نے جو بنوامیہ کے درمیان تھا اور ان کا پیروکار تھا، کہنے لگا: جناب امیر، میں اللہ کی قسم، ان لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ اس پر عبداللہ بن علی نے کہا:

ومُدخل رأسه لم یدعهُ أحد'' بین الفریقین حتی لَزَّهُ القرن

[فریقین میں سر داخل کرنے والے کو کوئی بھی نہیں چھوڑتا جب تک کہ اسے رسی کے ساتھ کسی سے باندھ نہیں دیا جاتا]

''اس کی گردن اڑا دو۔'' پھر عبداللہ نے عمر سے مخاطب ہو کر کہا: میں ان لوگوں کے قتل کے بعد زندگی کو تمہارے لیے اچھا نہیں سمجھتا۔'' اس نے کہا: ''بالکل صحیح ہے۔'' عبداللہ نے کہا: ''لڑکے، اس کی گردن اڑا دو۔'' چنانچہ عمر کو مصلی سے اٹھا کر اس کی گردن اڑا دی گئی پھر عبداللہ نے حکم دیا کہ ان مقتولین اور شدید زخمیوں کے اوپر چٹائی اور دسترخوان بچھایا جائے، کھانا منگوایا اور کھانے لگا حالانکہ چٹائی کے نیچے سے کسی کے کراہنے کی آواز آ رہی تھی۔

دوسری روایت میں ہے، کہا: جب ابوالعباس سفاح کے پاس عمر بن یزید بن عبدالملک، بنوامیہ کے اسی آدمیوں کے ساتھ آیا تو ان کے لیے کرسیاں بچھائی گئیں اور چھوٹے تکیے رکھ دیئے گئے۔ جب کہ سفاح نے عمر کو اپنے ساتھ مصلی پر بٹھایا۔ پھر سفاح نے اپنے حامیوں کو اندر آنے کی اجازت دی تو وہ اندر آئے۔ ان میں سُدیف بن میمون تھا، اس نے گلے میں تلوار ڈالی ہوئی تھی، کمان مونڈھے پر ڈال رکھی تھی۔ یہ گندم گوں اور دراز قامت تھا۔ اس نے اٹھ کر تقریر شروع کر دی، پہلے اللہ کی حمد وثناء کی، پھر کہا: جن گمراہوں کو ان کے کرتوتوں نے گھیر رکھا ہے کیا یہ سمجھتے ہیں کہ آلِ محمد کے سوا بھی کوئی خلافت کے لائق ہے؟ اے لوگو، کیوں اور

کیسے؟ آپ حضرات کو قرابت داری کے حق کے ساتھ، شرف صحبت بھی حاصل ہے۔ نسب میں شریک، حسب میں برابر و ہم پلہ، زندگی میں خاص، وفات کے وقت وفادار، تمہارے نادان پر حکم نافذ کرنے والے، قحط سالی میں تمہارے بھوکے کو کھانا کھلانے والے، اللہ نے ان کے ذریعہ کتنے سرکش اور باغیوں کی گردن توڑی اور ظالم و فاسق لوگوں کو مطیع کیا۔ عباسؓ کی مانند کوئی سننے میں نہیں آیا، امت ان کا واجب حق ادا کرنے سے قاصر رہی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے والد کے بعد آپ کے والد تھے۔ حضورؐ کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی جلد تھے۔ شب عقبہ میں آپؐ کے راز دان تھے، اہل مکہ کی جانب آپؐ کے ایلچی تھے، غزوہ حنین میں آپؐ کے محافظ تھے۔ حضورؐ آپ کی رائے کو رد نہ فرماتے تھے اور آپ کے فیصلہ کی مخالفت نہ فرماتے تھے۔ اے گروہ قریش، اللہ کی قسم، تم لوگوں نے اپنے لیے وہ اختیار نہیں کیا جو اللہ نے تمہارے لیے پسند کیا۔ ایک بار تم نے تیمی اور ایک بار عدی کو اختیار کیا۔ تم لوگ ایسے لوگوں کے درمیان رہے ہو جنہوں نے دغا دی، فانی کو باقی پر مقدم کیا، صدقات کو شہوات میں اڑایا، مال غنیمت کو لذتوں اور سرور میں خرچ کیا، اموال غنیمت کو محارم میں بے جا صرف کیا۔ انہیں اللہ کی یاد دہانی کرائی گئی تو اسے قبول نہ کیا۔ حق ان کے سامنے آیا تو اس سے پیٹھ پھیر لی۔ یہ تھا ان کا زمانہ اور یہ تھا ان کے ارباب اقتدار کا شیوہ۔"

آئندہ روز انہوں نے آنے کی اجازت لی تو وہ اس کی اجازت سے داخل ہوئے۔ ان میں شبل بھی تھا۔ جب سب لوگ بیٹھ گئے تو شبل اٹھا۔ اس نے شعر کہنے کی اجازت طلب کی تو سفاح نے اسے اجازت دی۔ چنانچہ شبل نے یہ شعر پڑھے:

ترجمہ اشعار [سرداران بنو عباس کی بدولت ملک کی بنیاد محکم ہوگئی ہے۔

انہوں نے ہاشم کا انتقام لینا چاہا تو اسے مایوسی اور کچھ مدت گزرنے کے بعد لے لیا۔

عبد شمس کی غلطیوں کو معاف نہ کرنا۔ ہر کھجور کے درخت اور ہر پیڑ کو کاٹنا۔

مجھے اور دوسرے لوگوں کو ان کا کرسیوں اور منبروں کے قریب ہونا برا لگا۔

حسین اور زید کے قتل کو یاد کرو اور مہراس [1] کے قریب قتل ہونے والے کو یاد کرو۔

---

[1] احد کے قریب چشمہ جہاں حضرت حمزہؓ دفن ہوئے۔ (ن س ظ)

حران کے مقتول کو یاد کرو، جس کا مدفن پرندوں کی قیام گاہ بنا۔

اے لڑانے والے شبل، تیرا حملہ شیر کی مانند ہوتا

اگر تو افلاس کے جال سے نجات پالیتا]

اس کے بعد سفاح کھڑا ہوا تو حاضرین بھی کھڑے ہو گئے۔ پھر اس نے بعد میں انہیں اجازت دی تو وہ اندر آئے، اور شیعان بنو عباس بھی داخل ہوئے۔ جب سب بیٹھ گئے تو سدیف بن مامون کھڑا ہوا اور اس نے یہ شعر پڑھے:

ترجمہ اشعار [عبد شمس کے وفود آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں

وہ اب بھی آپ کے خلاف سواری کے جانوروں کو تکلیف دینے پر آمادہ ہیں۔

اے خلیفہ، ذرا سنبھل کے رہنا، یہ طاعت کرنے کے لیے نہیں

بلکہ مشرقی تلواروں کے خوف سے آئے ہیں۔

آپ ان لوگوں کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھا جانا، پسلیوں کے نیچے سخت بیماری موجود ہے۔

تلوار اور کوڑا استعمال کیجیے حتی کہ آپ زمین کے اوپر کسی اموی کو نہ دیکھیں]

پھر خلف بن خلیفہ اقطع نے کھڑے ہو کر درج ذیل اشعار پڑھے: (ترجمہ اشعار)

[اگر آپ درگزر کریں تو آپ نے ان پر قابو پالیا ہے۔

یا اگر آپ سزا دیں تو آپ کسی بے گناہ کو سزا نہیں دیں گے۔

اگر آپ دین کی نرمی پر انہیں سرزنش فرمائیں تو ان کا دین سامری کا دین ہے]

یہ اشعار سن کر ابوالعباس سفاح نے غمر سے کہا: اس شعر کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟'' کہا: اللہ کی قسم، یہ شاعر ہے لیکن جو ہمارے شاعر نے کہا ہے، اس میں اس سے زیادہ شعریت ہے۔'' پوچھا: اس نے کیا کہا ہے؟'' اس پر غمر نے یہ شعر پڑھا:

شمس العداوة حتی سیتقادلھم　　　واعظم الناس احلاماً اذا قدروا

[دشمنی کا سورج درخشاں رہتا ہے جب تک کہ ان کی اطاعت نہیں کر لی جاتی اور بردباری کے لحاظ سے عظیم انسان وہ ہوتے ہیں جو غالب آجاتے ہیں اور قابو پالیتے ہیں]

یہ سنتے ہی ابوالعباس کا چہرہ سرخ ہوگیا، اس نے غصے سے کہا: ''اے میلی کچیلی عورت کے بیٹے، میں اب تک تمہارے سر میں غرور دیکھ رہا ہوں۔'' پھر یہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابوالعباس نے ان کے بارے میں حکم دیا تو ان کو شیعوں کے حوالے کر دیا گیا، جنہوں نے انہیں آپس میں بانٹ لیا، پھر ان کی گردنیں اڑا دیں۔ پھر انہیں ٹانگوں سے گھسیٹ کر انبار کے صحرا میں ڈال دیا۔ انہوں نے منقش پائجامے پہن رکھے تھے۔ سدیف شاعر شیعوں کے ساتھ ان کی لاشوں کے پاس کھڑا ہوا اور کہا: (ترجمہ اشعار)

[امیہ کو امید تھی کہ ہاشم اس سے راضی ہو جائے گا
اور اس کے زید اور حسین رائیگاں جائیں گے۔
ہرگز نہیں محمدؐ کے رب اور اللہ کی قسم،
جب تک امیہ کے ناشکرے اور خیانت کار کو نابود نہیں کر دیا جاتا]

عبداللہ بن علی بنوامیہ کا زبردست مخالف تھا، جب کہ سلیمان بن علی ان کے لیے بہت نرم تھا۔ اس کو ابومسلم کنز الامان (جائے امان) کہتا تھا۔ سلیمان پناہ کے ہر طالب کو امان دے دیتا تھا۔

اس نے ابوالعباس کو لکھا: ''اے امیر المومنین، بنوامیہ سے ہماری لڑائی ان کے ارحام (رحم، رشتہ داری) کے خلاف نہیں ہے، بلکہ ان کی نافرمانی اور حقوق کو نظرانداز کرنے کی بنا پر ہے۔ ان کی ایک جماعت میرے پاس آئی ہے، جنہوں نے نہ ہتھیار اٹھائے ہیں نہ جتھہ بندی کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ان کے لئے امان نامہ لکھ بھیجیں۔''

چنانچہ ابوالعباس نے امان کی دستاویز لکھ بھیجی جو ان لوگوں کو عطا کر دی گئی۔ سلیمان بن علی فوت ہوا تو اس کے پاس بنوامیہ کی اسّی سے زائد محرمات تھیں۔

❁❁❁

الجزء الخامس

(صفحات: ۲۶۶۔)

کتاب یتیمۃ الثانیۃ

زیاد، حجاج، طالبین اور برامکہ کے حالات وواقعات کے بارے میں:

ہم اس سے پہلے خلفاء کے حالات، ان کی تاریخ، ان کے ادوار اور ان کے ممالک کے واقعات بیان کر چکے ہیں۔ ہم اب اللہ کی مدد سے زیاد، حجاج، طالبیوں اور برامکہ کے حالات لکھتے ہیں۔ ہم مملکت کے حالات کا سرسری تذکرہ کریں گے، اس لیے کہ ہماری یہ کتاب ان لوگوں کے لیے ہی مخصوص ہے۔ یہ لوگ ملک کے قطب تھے جن پر سیاست کا دارومدار تھا۔ یہی تدبیر کی کانیں تھیں، بلاغت کے چشمے تھے، بہترین مقرر اور خطیب تھے۔ انہوں نے مشکلات اور رکاوٹوں کو دور کیا، معاملات سے عہدہ برا ہوئے، زمانے کے تجربہ کار ثابت ہوئے۔ انہوں نے ہی بڑی ذمہ داریاں سنبھالیں، رکاوٹوں کو دور کیا، مسائل کو حل کیا، حتیٰ کہ اقتدار مستحکم ہو گیا اور ملک میں نظم وضبط اور باقاعدگی وجود میں آئی اور حکمرانوں کو اپنی مرضی کے مطابق اپنے عزائم کی تکمیل کا موقعہ ملا۔

زیاد کے حالات:

زیاد کی والدہ سمیہ کو ابوالخیر بن عمرو کندی نے حارث بن کلدہ کو عطا کیا تھا۔ حارث اس کا ذاتی طبیب تھا۔ حارث کے گھر میں سمیہ کے بطن سے نافع پیدا ہوا پھر ابوبکرہ پیدا ہوا، جس کا رنگ اسے نہ بھایا۔ حارث کو بتایا گیا کہ تیری یہ باندی بدکار ہے۔ حارث نے سمیہ کی شادی

اپنی بیٹی کے غلام عبید سے کردی۔ جس کے گھر میں زیاد نے جنم لیا۔ غزوہ طائف کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا کہ جو غلام ہمارا ساتھ دے اور ہمارے پاس آجائے تو وہ آزاد ہے اور اس کی ولاء اللہ اور اس کے رسولؐ کے لیے ہے۔ چنانچہ ابوبکرہ مسلمانوں کے پاس آگیا اور مسلمان ہوگیا اور نبی اکرمؐ کے ساتھ ملا۔ اس پر حارث بن کلدہ نے نافع سے کہا: تو میرا بیٹا ہے تو اس طرح نہ کرنا جس طرح اس (یعنی ابوبکرہ) نے کیا ہے۔'' چنانچہ نافع، حارث سے ملا اس لیے وہ حارث بن کلدہ سے منسوب ہے۔

زمانہ جاہلیت میں بدکار عورتوں نے جھنڈے گاڑ رکھے ہوتے تھے۔ نوجوان ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ زیادہ تر لوگ اپنی باندیوں کو بدکاری پر اور ان جھنڈوں کی طرف جانے پر مجبور کرتے تھے تاکہ اس طرح وہ دنیوی مال و متاع اکٹھا کرلیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس سے روکا ہے، ارشاد فرمایا ہے: ﴿اور اپنی لونڈیوں کو اپنے دنیوی فائدوں کی خاطر قحبہ گری پر مجبور نہ کرو، جب کہ وہ خود پاک دامن رہنا چاہتی ہوں﴾ (النور:۳۲)، اور جس نے ان کو، جاہلیت میں، مجبور کیا، ﴿تو اس جبر کے بعد، اللہ ان کے لیے غفور رحیم ہے﴾ (النور:۳۳)، جو وہ اسلام میں چاہتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ابوسفیان نے ایک دن ان جھنڈوں کا رخ کیا اور جھنڈے والی سے کہا: کیا تمہارے یہاں کوئی بدکار عورت ہے؟'' وہ بولی: ''میرے پاس تو صرف سمیہ ہے۔'' کہا: ''اس کی بغلوں کی بدبو کے باوجود اسے ہی لے آ۔'' چنانچہ ابوسفیان نے سمیہ سے بدکاری کی۔ اس سے ابوسفیان کا بیٹا زیاد، عبید کے بستر پر پیدا ہوا۔

عمرؓ بن خطاب کے ایک گورنر نے مسلمانوں کی ایک فتح کی بشارت دینے کے لیے زیاد کو عمرؓ کے پاس بھیجا۔ عمرؓ نے اسے حکم دیا کہ وہ منبر پر چڑھ کر اس فتح کے بارے میں لوگوں کو مطلع کرے۔ زیاد نے بہت عمدہ اور خوبصورت تقریر کی۔ منبر کے بالکل پاس ابوسفیان اور علیؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوسفیانؓ نے علیؓ سے کہا: ''کیا اس نوجوان کی تقریر آپ کو پسند آئی؟'' فرمایا: ''جی ہاں۔'' اور کہا: ''یہ تو آپ کا چچازاد ہے۔'' فرمایا: ''وہ کیسے؟'' کہا: ''میں نے ہی اس کی

ماں سمیہ کے رحم میں اسے ڈالا تھا۔'' علیؓ نے فرمایا: ''پھر اسے بیٹا بنانے کا اعلان کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟'' کہا: ''میں اس منبر پر بیٹھے ہوئے۔ یعنی عمرؓ۔ سے ڈرتا ہوں کہ وہ میری کھال ادھیڑ دے گا۔''

اس خبر کی وجہ سے معاویہؓ نے زیاد کو اپنے خاندان میں شامل کر لیا اور گواہوں نے اس پر گواہیاں دیں حالانکہ یہ اقدام رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے خلاف تھا: الولد للفراش وللعاھر الحجر، بچہ بستر والے کا ہے اور زنا کار کے لیے پتھر ہیں یعنی ناکامی و محرومی ہے۔''

عتبی نے اپنے والد کے حوالے سے کہا: جب گواہوں نے زیاد کے بارے میں شہادتیں دیں تو ان کے بعد زیاد کھڑا ہوا۔ اس نے اللہ کی حمد و ثناء کی، پھر کہا: ''میں نے تو اس معاملے کے آغاز کا گواہ ہوں اور نہ مجھے اس کے اختتام کا علم ہے۔ جو کچھ امیر المومنین نے فرمایا ہے، وہ آپ حضرات کے علم میں ہے اور گواہوں کی گواہی آپ لوگوں نے سماعت فرمائی ہے۔ پس اللہ کی حمد ہے جس نے ہمیں بلند کیا حالانکہ لوگوں نے پست کیا اور ہماری حفاظت کی حالانکہ لوگوں نے ضائع کرنے کی کوشش کی۔ عبید ایک قابل احترام والد ہے یا ایک مہربان و لائق شکر شخص جو میری والدہ کا خاوند ہے۔'' اس خطاب کے بعد زیاد بیٹھ گیا۔

زیاد نے کہا کہ میری ہجو میں کہے گئے سب اشعار میں سے کسی شاعر کے یہ شعر میرے لیے بہت سخت تھے:

ترجمہ اشعار [اگر تو نے عبرت حاصل کرنے کے لئے غور و فکر کرنا ہے
تو اس بات پر غور کر کہ تو نے سازش و تدبیر سے عزت و نیکی حاصل کی ہے۔
سمیہ جب تک زندہ رہی اس کو یہ معلوم نہ ہوا کہ اس کا بیٹا معززین قریش میں سے ہے۔
پاک ہے وہ ذات جو اپنی قدرت سے بندوں کا مالک ہے،
لوگ، تقدیر کے اسباب کو دفع نہیں کر سکتے]

زیاد، علیؓ کی طرف سے فارس کا گورنر تھا۔ علیؓ کی وفات کے بعد جب عام الجماعہ میں حسنؓ نے معاویہؓ کی بیعت کر لی تو زیاد فارس میں ہی رہا۔ اس کا پورے فارس اور اس کے قلعوں

پر حکمرانی تھی۔اس کے بارے میں معاویہؓ متفکر ہوئے، مغیرہؓ بن شعبہ کو بلا بھیجا۔ جب وہ آئے تو معاویہؓ نے فرمایا: ''ہر خبر کا ایک مقام ہوتا ہے اور ہر راز ایک امانت ہوتا ہے۔ آپ میرے راز دان اور میرے لائق اعتماد ہیں۔'' مغیرہؓ نے کہا: ''اے امیر المومنین، اگر آپ اپنا راز میرے سپرد کریں گے تو آپ اسے ایک خیر خواہ شفیق، پرہیزگار دوست کے حوالے کریں گے۔ اے امیر المومنین، وہ راز کیا ہے؟'' فرمایا: ''مجھے زیاد کا خیال آیا کہ وہ سرزمین فارس میں محکم و مستحکم ہو چکا ہے، وہ عربوں میں بہت زیرک و ہوشیار ہے، اس کے پاس مال ہے، وہ سرزمین فارس اور اس کے قلعوں پر مضبوطی سے قائم اور حکومت کر رہا ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اس نے اہل بیت کے کسی آدمی کی بیعت کر لی تو یہ بہت بڑا مسئلہ بن جائے گا۔'' مغیرہؓ نے کہا: ''امیر المومنین، کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اسے لے آؤں؟'' فرمایا: ''جی ہاں۔'' چنانچہ مغیرہؓ روانہ ہوئے، جب زیاد کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں سورج کی طرف رخ کیے بیٹھا ہے۔ زیاد خیر مقدم کے لیے اٹھا اور ان کی آمد پر خوش ہوا۔ زیاد، مغیرہؓ کا دوست تھا۔ دوستی کی وجہ یہ تھی کہ زیاد ان چار گواہوں میں سے ایک تھا، جنہوں نے مغیرہؓ کے خلاف گواہی دی تھی، عمرؓ بن خطاب کے سامنے گواہی دیتے ہوئے زیاد اٹک گیا اور بات واضح نہ کر سکا۔ اس کے نتیجے میں مغیرہؓ بچ گئے اور تین گواہوں کو کوڑے مارے گئے، جن میں سے ایک زیاد کا بھائی ابوبکرہ تھا۔ ابوبکرہ نے قسم اٹھائی کہ وہ کبھی بھی زیاد سے بات نہ کرے گا۔

دونوں نے مذاکرات شروع کیے تو مغیرہؓ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ معاویہ کو خوف اور گھبراہٹ نے مشتعل کر دیا ہے حتی کہ انہوں نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ ہمیں خوب معلوم ہے کہ حسنؓ کے سوا کوئی بھی اس امر کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائے گا اور وہ معاویہ کی بیعت کر چکے ہیں۔ تم اپنے لیے کوئی فیصلہ کر لو تاکہ معاویہ تم سے بے فکر ہو جائیں۔'' زیاد نے کہا: ''آپ مجھے مشورہ دیجیے اور دور کا مقصد پیش نظر رکھیے۔ جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ قابل اعتماد ہوتا ہے۔'' فرمایا: ''میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے اپنا رابطہ قائم کریں، ان سے تعلقات استوار کریں، ان کے پاس جائیں، اور عوام کو کانوں سے بہرا اور آنکھوں سے اندھا

سمجھیں۔'' کہا: ''اے فرزند شعبہ، آپ نے ایک ایسی بات کہی ہے جس کی کاشت غیر زمین میں نہیں ہو سکتی، نہ اسے کوئی ڈھیلا خوراک فراہم کر سکتا ہے اور نہ ہی اسے کوئی پانی سیراب کر سکتا ہے۔'' پھر کہا: ''ٹھیک ہے، میں سوچتا ہوں اور اللہ بہتر فیصلہ فرمائے گا۔''

عمر بن عبدالعزیز نے زیاد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اس نے اہل عراق کے لیے مہربان ماں کی مانند کوشش کی اور ان کے لیے چونٹیوں کی مانند مال جمع کیا۔''

کسی کا قول ہے: ''زیاد نے عمرؓ سے مشابہت اختیار کی مگر حد سے بڑھ گیا، جب کہ حجاج نے زیاد سے مشابہت اختیار کی تو عوام الناس کو ہلاک کیا۔''

کہا: ''زیرک و ہوشیار چار آدمی ہیں: معاویہؓ سوچ بچار کے لیے، عمروؓ بن عاص بدیہی امور کے لیے، مغیرہ مشکل معاملات کے لیے اور زیاد ہر چھوٹے بڑے کام کے لیے۔''

زیاد جب عراق آیا تو اس نے اہلِ عراق سے پوچھا: ''تمہارے حفاظتی دستے کا سربراہ کون ہے۔'' لوگوں نے کہا: ''بلج۔'' کہا: ''بلج جیسوں سے تو بچنا چاہیے کجا یہ کہ اسے محافظ بنایا جائے۔'' شاعر نے اسی بات کو لے کر یہ مصرعہ کہا:

وحارسُ من مثله یُحترس

[اس جیسے محافظوں سے بچنا چاہیے]

عتبی نے کہا: زیاد کی مجلس میں یہ اقوال درج تھے: ''سختی ہو مگر تشدد نہ ہو، نرمی ہو مگر بے بسی نہ ہو۔ نیکوکار کی نیکی کا بدلہ دیا جائے اور برے کی برائی پر سزا دی جائے۔ تنخواہیں مقررہ دنوں میں ادا کی جائیں۔ رات کو آنے والے قاصد اور سرحدوں سے آنے والے کو ملاقات سے ہرگز نہ روکا جائے۔''

زیاد نے بنوتمیم اور بنوبکر کے کچھ آدمیوں کو بلوایا اور ان سے کہا: ''مجھے ہر علاقے کے نیک اور سرداروں کے بارے میں بتاؤ۔'' انہوں نے بتایا تو زیاد نے انہیں راستے کا ضامن بنایا اور ہر سردار کے لیے علاقے کی حد مقرر کر دی۔ زیاد کہا کرتا تھا: ''اگر میرے اور خراسان کے مابین ایک رسی بھی ضائع ہوگئی تو مجھے معلوم ہوگا کہ یہ رسی کس نے لی ہے۔''

زیاد کہا کرتا تھا: ''جس نے کسی لڑکے کو شراب پلائی ہم اس پر حد نافذ کریں گے، جس نے کسی گھر میں نقب لگائی ہم اس کے دل میں نقب لگائیں گے اور جب کسی نے کسی کی قبر کو کھودا ہم اس میں اسے زندہ دفن کریں گے۔''

وہ کہا کرتا تھا ''دو حالتوں میں دشمن سے نہ لڑائی کرو۔ سردیوں میں، وادیوں کے بطن میں۔''

پورا عراق سب سے پہلے جس کے زیر تحت ہوا وہ زیاد تھا، اس کے بعد اس کے بیٹے عبیداللہ کے ماتحت ہوا۔ ان دونوں کے ماسوا عراق کسی قریشی کے زیر تحت نہیں ہوا۔ [1]

عبیداللہ بن زیاد پہلا عامل ہے جس کے تحت عراق، بجستان، خراسان، بحرین اور عمان تھے۔ (اس سے قبل) بحرین اور عمان، حجاز کے عامل کے تحت ہوتے تھے۔

زیاد پہلا شخص ہے جس نے عرفاء (سردار) مقرر کیے، نقباء کا تقرر کیا، قبیلوں کے نمائندے متعین کیے، دفاتر اور دیوان معرض وجود میں لائے گئے، اس کے آگے آگے ملازمین لاٹھیاں لیے چلتے تھے، اس نے کرسیاں رکھوائیں، مقصورہ بنوایا، اس نے کوفہ میں چار میں سے ہر چوتھے آدمی کو اور بصرہ میں پانچ میں سے ہر پانچویں آدمی کو لڑائی میں شامل ہونے کا پابند کیا۔ اس نے ایک دن جنگجوؤں اور اہل بصرہ وکوفہ کے بچوں کو عطیات دیئے، کوفی فوجیوں کی تعداد ساٹھ ہزار تک پہنچ گئی تھی اور بصرہ کے فوجیوں کی تعداد اسّی ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ دونوں شہروں کے وظیفہ خوار بچوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ زیاد اور اس کے بیٹے عبیداللہ نے عراق پر اہلِ عراق کی مدد سے حکمرانی کی۔

عبداللہ بن مروان نے عباد بن زیاد سے پوچھا: ''زیاد اور حجاج کی روش میں کیا فرق تھا؟'' کہا: ''اے امیر المومنین، زیاد عراق پہنچا تو عراق اس وقت ایک دہکتے ہوئے انگارے کی مانند تھا، زیاد نے عراقیوں کے کینہ کو دور کیا، ان کے ذہنی وقلبی روگوں کا علاج کیا اور عراق کو عراقیوں سے قابو کیا۔ جب حجاج عراق پہنچا تو اس نے آمدنی کم کردی، لوگوں کے دلوں کو متنفر

[1]: پورے عراق سے مراد ہے کوفہ اور بصرہ۔ زیاد سے پہلے کوئی بھی قریشی ان دونوں شہروں کا بیک وقت والی نہیں رہا تھا، (ن س ظ)

کیا، وہ عراق کو عراقیوں سے قابو کرنا تو درکنار وہ شامیوں کے ذریعہ بھی اس پر قابو نہ پا سکا اگر وہ بھی عراق میں زیاد کی پالیسی اختیار کرتا تو یہاں امن وامان قائم ہوتا۔''

نافع نے زیاد سے پوچھا: ''آپ نے ابوبکرہ کی اولاد کو سرکاری عہدوں سے نوازا اور میری اولاد کو چھوڑ دیا؟'' کہا: ''میں نے دیکھا کہ تمہارے بیٹے موٹے اور پست قامت ہیں جب کہ ابوبکرہ کے بیٹے طویل القامت اور شریف ہیں۔''

عبداللہ بن عامر، معاویہؓ کے پاس آیا تو آپ نے اس سے فرمایا: ''تو کب تک عراق کا خراج لے جاتا رہے گا؟'' عرض کیا: ''آپ یہ بات اس شخص سے نہیں کہتے جو رشتہ داری کے لحاظ سے مجھ سے بہت دور ہے۔'' عبداللہ یہ کہہ کر وہاں سے نکلا، یزید کے پاس پہنچا، اسے یہ بات بتائی اور شکوہ کیا۔ یزید نے کہا: ''شاید تم نے زیاد کو ناراض کردیا ہے۔'' کہا: ''یہ تو میں نے کیا ہے۔'' کہا: ''جب تک تم زیاد کو راضی نہیں کرلیتے وہ (امیر معاویہ) تم سے راضی نہ ہوں گے۔'' چنانچہ ابن عامر، زیاد کے پاس پہنچا۔ داخلے کی اجازت طلب کی تو اس نے اجازت دی اور نرمی و مدارات سے پیش آیا۔ ابن عامر نے کہا: ''اگر آپ چاہیں تو عتاب کے ساتھ صلح کرلیں اور اگر چاہیں تو عتاب کیے بغیر میرے ساتھ صلح کرلیں، کیونکہ صلح دل کے لیے سلامتی بخشنے والی ہے۔'' اس کے بعد زیاد نے جاکر یہ بات معاویہ کو بتائی۔ ابن عامر بھی معاویہؓ کے پاس پہنچا۔ جب ملاقات ہوئی تو معاویہؓ نے فرمایا: ''ابوعبدالرحمٰن کے لیے خوش آمدید۔ یہاں تشریف لائیے۔'' چنانچہ اپنے ساتھ بٹھایا اور کہا: ''اے عبدالرحمٰن

لنا سیاق و لکم سیاق وقد علمت ذلک الرفاق

[ہماری بھی رشتہ داری ہے اور تمہاری بھی رشتہ داری ہے اور یہ بات رفقاء کو معلوم ہے]''

حسن بن ابوالحسن نے کہا: ابوبکرہ زیادہ بیمار ہوا تو زیاد نے اس کی طرف انس بن مالک کو بھیجا تاکہ وہ اس کے ساتھ اس کی صلح کرادیں اور ابوبکرہ، زیاد سے بات چیت کرے۔ چنانچہ میں بھی انس کے ساتھ گیا۔ ہم نے دیکھا کہ ابوبکرہ نے دیوار کی جانب منہ کیا ہوا ہے۔ انس نے بیٹھنے کے بعد پوچھا: ''ابوبکرہ تمہارا کیا حال ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''اچھا ہے، ابو

حمزہ آپ کیسے ہیں؟'' جناب انس نے فرمایا: ''ابوبکرہ، اپنے بھائی زیاد کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ زندگی میں تو جو ہونا تھا وہ ہوا، مگر زندگی سے جدائی کے وقت تو تم دونوں کو ایک دوسرے کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرنا چاہیے۔ اللہ کی قسم میں تو زیاد کو رشتہ داری نبھانے والا سمجھتا ہوں۔ آپ کا بیٹا عبدالرحمٰن ابلہ کا حاکم ہے، داؤد، رزق شہر کا حاکم ہے، عبداللہ پورے فارس کا حاکم ہے۔ اللہ کی قسم میں اسے مجتہد (کوشش کرنے والا) سمجھتا ہوں۔'' ابوبکرہ نے کہا: ''مجھے بٹھاؤ'' اسے بٹھایا گیا تو کہا: ''مجھے اپنی آخری بات ایک بار پھر سناؤ۔'' انہوں نے بات کا اعادہ کیا تو اس نے کہا: ''اے انس، اہل حروراء نے اجتہاد کیا ہے۔ انہوں نے غلطی کی یا درست رائے قائم کی، اللہ کی قسم میں اس (زیاد) سے بات نہ کروں گا اور نہ ہی وہ میری نماز جنازہ پڑھے۔'' انسؓ نے واپس آکر زیاد کو پوری بات بتائی پھر کہا: ''یہ تو ناپسندیدہ بات ہے کہ ابوبکرہ جیسا شخص بصرہ میں وفات پا جائے اور تم نہ اس کی نماز جنازہ پڑھو اور نہ ہی اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو۔ لہٰذا تم سوار ہو جاؤ اور کوفہ چلے جاؤ۔'' زیاد نے ایسا ہی کیا۔ اگلے روز نماز ظہر کے وقت ابوبکرہ نے وفات پائی۔ انس بن مالک نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

شریح، بصرہ کا قاضی بننے کے لیے زیاد کے ساتھ کوفہ سے آئے۔ زیاد انہیں اپنے ساتھ بٹھاتا تھا اور کہتا تھا: ''اگر میں کوئی ایسا فیصلہ کروں جس کے بارے میں آپ سمجھتے ہوں کہ وہ حق سے ہٹا ہوا ہے تو مجھے ضرور بتائیں۔'' چنانچہ زیاد فیصلہ کرتا تھا تو شریح اسے رد نہیں کرتے تھے۔ زیاد، شریح سے پوچھتا: ''آپ کی کیا رائے ہے؟'' تو وہ کہتے: ''یہ درست فیصلہ ہے۔'' حتیٰ کہ ایک انصاری زیاد کے پاس آیا اور کہا: ''میں بصرہ آیا تو میرے حالات درست تھے، ارادہ کیا کہ اپنے لیے جگہ لے کر وہاں گھر بناؤں مگر میرے چچازادوں نے جو اپنے لیے جگہ گھیر چکے تھے اور وہاں ٹھہرے ہوئے تھے، مجھ سے کہا: تو ہم سے الگ کیوں ہوتا ہے؟ ہمارے ساتھ قیام کرو اور ہمارے یہاں ہی گھر بناؤ، چنانچہ انہوں نے میرے لیے وسعت کی، میں نے وہیں گھر بنا لیا اور شادی کر لی۔ پھر شیطان نے ہمارے درمیان فساد ڈال دیا تو انہوں نے کہا: ''تم یہاں سے نکل جاؤ۔'' زیاد نے اس پر یہ فیصلہ سنایا: ''تم لوگوں کو اسے نکالنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ تم نے

اسے الگ گھر بنانے سے روکا، حالانکہ خالی جگہیں (احاطے) موجود تھے۔ تمہارے پاس مال تھا، تم لوگوں نے اسے دیا مگر جب رہائشی جگہیں ختم ہوئیں اور اس کے حالات بہتر نہ رہے تو تم لوگوں نے اسے نکال دیا اور اسے نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا؟ یہ اپنے گھر سے نہیں نکلے گا۔'' اس فیصلے کی مخالفت کرتے ہوئے شریح نے کہا: ''اس فیصلہ کو بدلو۔'' زیاد نے کہا: ''اسے برقرار رکھیں اور تبدیل نہ کریں۔''

محمد بن سیرین نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ''شریح کا فیصلہ ہی درست ہے مگر زیاد کا فیصلہ حسن (زیادہ بہتر) ہے۔''

زیاد نے کہا کہ امیر المومنین معاویہؓ صرف ایک بات میں مجھ پر غالب آئے، وہ یہ کہ میں نے ایک آدمی کو طلب کیا تو وہ بھاگ کر آپ کے پاس جا پہنچا اور ان کی پناہ لے لی۔ میں نے آپ کو خط لکھا: ''اس سے تو میرا سارا عمل چوپٹ ہو جائے گا۔ جب میں کسی کو طلب کروں گا تو وہ آپ کے پاس پناہ لے لے گا۔'' اس پر انہوں نے لکھا: ''ہمیں لوگوں کے ساتھ ایک جیسی حکمت عملی اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ تمہیں شدت اور سختی کے لیے ہونا چاہیے اور مجھے نرمی اور راحت کے لیے ہونا چاہیے۔ تاکہ ہماری اس روش سے عوام کو راحت ملے۔''

جب عمرؓ نے زیاد کو ابوموسیٰ کے کاتب کے منصب سے معزول کیا تو زیاد نے عرض کی: ''کیا مجھے میری کم زوری اور نالائقی کی وجہ سے برطرف کیا ہے یا خیانت کی وجہ سے؟'' فرمایا: ''ان دونوں میں سے کسی بات پر بھی نہیں، لیکن میں نے یہ ناپسند کیا کہ میں عوام پر تمہاری فالتو عقل کا بوجھ ڈالوں۔''

حسنؓ بن علیؓ نے اپنے کسی شیعہ کے بارے میں زیاد کو خط لکھا، جس کی ملکیت پر زیاد نے قبضہ کر لیا تھا۔ خط کا پتہ یہ تھا: ''حسن بن علی کی طرف سے زیاد کی جانب۔'' اس پر زیاد غضب ناک ہوا کہ حسن نے اپنا نام اس کے نام سے پہلے کیوں لکھا ہے نیز زیاد کی نسبت اس کے باپ کی طرف کیوں نہیں کی۔ اس خط کا جواب زیاد نے یہ دیا:

''زیاد بن ابی سفیان کی طرف سے حسن کے نام، امابعد، آپ نے ایک فاسق کے

بارے میں مجھے خط لکھا ہے، اسے صرف فاسق لوگ ہی پناہ دیتے ہیں۔ اللہ کی قسم، میں اسے ضرور طلب کروں گا خواہ وہ آپ کی جلد اور گوشت کے درمیان ہی کیوں نہ ہو۔ مجھے سب سے پسند وہ گوشت ہے جسے میں کھانا چاہتا ہوں وہ گوشت آپ کا ہے۔"

اس پر حسن نے معاویہؓ کے نام خط لکھ کر زیاد کی شکایت کی اور زیاد کا خط اپنے مکتوب کے اندر رکھ دیا۔ جب معاویہؓ نے یہ خط پڑھا تو ان کو زیاد پر بہت تعجب ہوا۔ انہوں نے اسے یہ خط لکھا:

"امابعد، تیری دو رائیں ہوتی ہیں۔ ایک ابوسفیان کی طرف سے اور ایک سمیہ کی جانب سے۔ تیری جو رائے ابوسفیان کی طرف سے ہوتی ہے، اس میں عزم وحزم اور پختگی و دور اندیشی ہوتی ہے اور جو رائے سمیہ کی طرف سے ہوتی ہے تو وہ ایسی رائے ہوتی ہے جو سمیہ جیسی عورتوں سے ہونی چاہیے۔ حسن بن علی نے مجھے لکھا ہے کہ تم نے ان کے کسی ساتھی کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ ہم نے حسن اور ان کے ہم مرتبہ حضرات کو تجھ سے روکا ہے۔ تمہارا ان میں سے کسی ایک پر بھی نہ بس چل سکتا ہے اور نہ حکم۔ مجھے تم پر تعجب ہے کہ تم نے حسن کو خط لکھا ہے اور ان کے والد کی طرف ان کی نسبت نہیں کی۔ تیری ماں نہ رہے کیا تم نے انہیں ان کی والدہ کے سپرد کر دیا ہے، یوں وہ فاطمہ زہراء کے بیٹے ہوئے جو رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ہیں۔"

زیاد نے معاویہؓ کے نام خط لکھا کہ عبداللہؓ بن عباس عوام کو میرے خلاف بھڑکاتے ہیں، اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں انہیں دھمکاؤں؟" معاویہؓ نے اس کے جواب میں لکھا:

"ابوالفضل اور ابوسفیان دونوں جاہلیت میں ایک کھال میں تھے۔ یہ ایک ایسی رفاقت ہے جسے تمہاری بدتدبیری سے توڑا نہیں جا سکتا۔"

زیاد نے معاویہؓ سے حج کرنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے اجازت دی۔ جب یہ بات (زیاد کے بھائی) ابوبکرہ کو معلوم ہوئی تو وہ زیاد کے پاس آیا۔ زیاد نے ابوبکرہ کی خاطر اپنے بیٹوں کو بٹھایا تھا، ابوبکرہ نے اپنے بھتیجوں کو تو سلام کیا اور زیاد کو سلام نہ کیا، پھر کہا:

"اے میرے بھتیجو، تمہارے باپ نے اپنے آپ کو ابوسفیان کی طرف منسوب کر کے اسلام میں ایک بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے حالانکہ اللہ کی قسم، سمیہ نے کبھی بدکاری نہیں کی، جہاں تک مجھے

معلوم ہے۔اب اس نے امیرالمومنین سے حج پر جانے کی اجازت طلب کی ہے۔اب یہ ضرور مدینہ سے گزر کے جائے گا۔ وہاں ام حبیبہ رہتی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی زوجہ اور ابوسفیان کی بیٹی ہیں۔اب اس کا ان کے پاس حاضر ہونا بھی ضروری ہے۔اگر انہوں نے اسے اجازت دے دی اور یہ ان کے سامنے ایسے بیٹھا جیسے بھائی اپنی بہن کے سامنے بیٹھتا ہے تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی بہت بے حرمتی کی اور اگر ام المومنین اسے ملاقات کی اجازت نہیں دیتیں تو یہ ایک ابدی عار ہے۔'' یہ کہہ کر ابوبکرہ چلا گیا۔اس پر زیاد نے اس سے کہا: اللہ آپ کو ایک بھائی کی جانب سے بہترین بدلہ دے۔آپ نے کسی حال میں بھی خیرخواہی ترک نہیں کی۔'' اس کے بعد زیاد نے معاویہؓ کے نام خط لکھ کر حج پر نہ جاسکنے کی معذرت کی تو انہوں نے معذرت قبول کرلی۔

زیاد نے معاویہؓ کے نام خط لکھا: ''میں نے عراق کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیا ہے، میرا بایاں ہاتھ خالی ہے۔'' یوں زیاد نے انہیں ترغیب دی کہ وہ حجاز بھی اس کے ماتحت کردیں۔ یہ بات عبداللہ بن عمرؓ کو معلوم ہوئی تو دعا کی: ''یا اللہ، ہمیں اس کے بائیں ہاتھ سے بچانا۔'' چنانچہ اس کے بائیں ہاتھ پر پھوڑا نکلا جو اس کی موت کا باعث بنا۔جب عبداللہ بن عمرؓ کو زیاد کی موت کی اطلاع ملی تو فرمایا: ''فرزند سمیہ تو چلا گیا تو تو نے حرام سے ہاتھ اٹھایا اور نہ دنیا سے لطف اندوز ہوا۔''

زیاد نے اپنے حاجب عجلان سے پوچھا: ''تو میری ملاقات کے لیے لوگوں کو کس لحاظ سے اجازت دیتا ہے؟'' کہا: ''خاندانوں اور گھرانوں کی رو سے، پھر نسب کے لحاظ سے، پھر آداب کی رو سے۔'' پوچھا: ''تم کسے ملنے سے روک دیتے؟'' کہا: ''جن کی اللہ پروا نہیں کرتا۔'' کہا: ''وہ کون لوگ ہیں؟'' کہا: ''جو موسم گرما میں سردیوں کا لباس پہنتے ہیں اور سردیوں میں گرمیوں کے کپڑے پہنتے ہیں۔''

زیاد نے اپنے حاجب سے کہا: ''میں نے تجھے اپنا دربان بنایا ہے اور چار باتوں سے تمہیں روک دیا ہے: اللہ کی طرف نماز اور فلاح کے لئے بلانے والے کو واپس نہ پھیرنا، اس پر تمہارا کوئی زور نہیں۔رات کو آنے والے کو ملاقات سے نہ روکنا، کیونکہ وہ کوئی بری خبر لے کر آیا

ہوگا کیونکہ اگر اچھی خبر ہوتی تو رات کے وقت نہ آتا۔ سرحدوں سے آنے والا قاصد دراصل اللہ کا ایلچی ہوتا ہے، اگر وہ ایک گھنٹہ بھی تاخیر کرے تو پورے سال کی محنت رائیگاں جاتی ہے۔ کھانے والا جب کھانا لے کر آئے تو اسے نہ روکنا، کیونکہ دوبارہ گرم کرنے سے کھانا خراب ہو جاتا ہے۔"

زیاد کے دربان عجلان نے کہا: "مجھے ایک دن میں ایک لاکھ دینار اور ایک ہزار تلواریں ملیں۔" پوچھا گیا: "وہ کیسے؟" کہا: "گورنر زیاد نے ایک ہزار آدمیوں کو دو لاکھ دینار اور ایک ایک تلوار دی۔ ان میں سے ہر ایک نے مجھے اپنی تلوار دے دی اور اپنے عطیہ کا نصف دیا۔"

حجاج کے حالات

مغیرہؓ بن شعبہ اپنی بیوی فارعہ کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد دانتوں میں خلال کر رہی ہے۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم رات کے کھانے کا خلال اب کر رہی ہو تو تم غلیظ عورت ہو اور اگر آج کے کھانے کے بعد خلال کر رہی ہو تو تم بہت حریص اور لالچی ہو۔ پہلے تم ساتھ تھیں اب تم جدا ہو۔" وہ بولی: "جب ہم ساتھ تھے تو اللہ کی قسم خوش نہ تھے اور جب جدا ہوئے ہیں تو ہمیں افسوس نہیں، جو تم نے سمجھا ہے بات وہ نہ تھی، میں نے مسواک کی تھی اس لیے اب دانتوں میں خلال کر رہی تھی۔" مغیرہؓ اپنی جلد بازی کے اقدام پر پشیمان ہوئے۔ افسوس کے ساتھ گھر سے باہر چلے گئے۔ یوسف بن عقیل سے ملاقات ہوئی تو اس سے کہا: "اگر میں آپ کو کسی بات کی دعوت دوں تو اسے قبول کر لیں گے؟" کہا: "وہ کیا ہے؟" کہا: "میں نے ابھی ابھی خواتین ثقیف کی سردار کو چھوڑ دیا ہے، آپ اس سے شادی کر لیں، وہ آپ کے لیے شریف اولاد جنے گی۔" چنانچہ یوسف نے فارعہ سے شادی کر لی اور حجاج پیدا ہوا۔

عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ کی روایت کے مطابق، حجاج بن یوسف، طائف میں بچوں کا استاد تھا۔ اس کا نام کلیب تھا۔ اس کا والد یوسف بھی معلم تھا۔ اس سلسلہ میں مالک بن ریب کہتا ہے:

ترجمہ اشعار: [جب ہم زیاد کی قبر سے آگے بڑھ گئے تو پھر اس سے کیا حرج ہے کہ

حجاج اپنی کوشش سے کہیں پہنچ جائے۔

اگر بنو مروان نہ ہوتے تو یوسف کا بیٹا زمانے کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوتا۔

وہ اپنی ذلت کا اقرار کرنے والا ہوتا اور صبح و شام گاؤں کے بچوں کو پڑھاتا]

معلمی ختم کرنے کے بعد حجاج بن یوسف، عبدالملک بن مروان کے وزیر روح بن زنباع کے پاس چلا گیا اور اس کی پولیس میں شامل ہو گیا۔ ایک بار عبدالملک بن مروان نے شکایت کی کہ اس کی فوج میں سستی ہے لوگ کوچ کے وقت کوچ نہیں کرتے اور پڑاؤ کے وقت پڑاؤ نہیں کرتے۔ روح بن زنباع نے عرض کی: ''اے امیرالمومنین، میری شرطہ میں ایک ایسا آدمی ہے اگر امیرالمومنین اپنی فوج کی ذمہ داری اسے سپرد کر دیں تو وہ فوجیوں کو آپ کے پڑاؤ کے وقت پڑاؤ کرنے پر اور کوچ کے وقت کوچ کرنے کا پابند کر دے گا۔ اس کا نام حجاج بن یوسف ہے۔'' خلیفہ نے کہا: ''ہم نے اسے یہ ذمہ داری سونپ دی ہے۔'' چنانچہ اب پڑاؤ اور کوچ میں سوائے روح بن زنباع کے عملہ کے کوئی تاخیر نہ کرتا۔ ایک بار فوجی کوچ کر چکے تھے، حجاج نگرانی کر رہا تھا جب کہ وزیر روح کے خاص آدمی کھانا کھا رہے تھے۔ حجاج نے ان سے کہا: ''تم لوگوں نے امیرالمومنین کے ساتھ کوچ کیوں نہیں کیا؟'' وزیر روح نے کہا: ''اے بدکلام عورت کے بیٹے، تو بھی سواری سے اتر آ اور ہمارے ساتھ کھانا کھا۔'' حجاج نے کہا: ''افسوس، ساری خرابی یہیں ہے۔'' پھر حجاج نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو کوڑے مارو پھر کیمپ میں انہیں پھرایا۔ پھر اس نے روح بن زنباع کے خیموں کو آگ سے جلانے کا حکم دیا۔ یہ دیکھ کر روح روتا ہوا خلیفہ کے پاس حاضر ہوا۔ خلیفہ نے پوچھا: ''تمہیں کیا ہوا؟'' عرض کی: ''امیرالمومنین، حجاج بن یوسف جو میری شرطہ میں شامل تھا اس نے میرے لوگوں کو مارا ہے اور میرے خیموں کو نذر آتش کیا ہے۔'' فرمایا: ''اسے میرے پاس لایا جائے۔'' جب وہ آیا تو فرمایا: ''تم نے یہ حرکت کیوں کی؟'' عرض کیا: ''امیرالمومنین، میں نے کچھ نہیں کیا۔'' فرمایا: ''پھر کس نے کیا؟'' عرض کی: ''اللہ کی قسم یہ آپ نے کیا ہے۔ میرا ہاتھ آپ کا ہاتھ ہے اور میرا کوڑا آپ کا کوڑا ہے۔ میں نے روح بن زنباع کے آدمیوں کو سستی کی سزا دی ہے۔'' خلیفہ نے روح بن

زنباع کے نقصان کی تلافی کر دی۔ اس دن سے حجاج کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوا۔

ابوالحسن مدائنی نے کہا: حجاج کی والدہ فارعہ بنت ہبار تھی۔ نیز کہا: ''حجاج بن یوسف رمضان کی ہر شام کو ایک ہزار دسترخوان بچھواتا تھا اور عام دنوں میں پانچ سو دسترخوان۔ ہر دسترخوان پر دس آدمی کھانا کھاتے تھے۔ دس قسم کے کھانے ہوتے تھے، تازہ مچھلی بھنی ہوئی اور چاول شکر بھی ہوتے۔ زائد کھانا ایک پالکی میں رکھا جاتا، پالکی گردش میں رکھی جاتی، جہاں کھانا کم پڑتا وہاں اس میں سے نکال کر کھانا دیا جاتا۔ ایک بار حجاج نے دیکھا کہ چاولوں پر شکر نہیں ہے اور باورچی شکر لینے گیا ہے مگر اتنی تاخیر کر دی ہے کہ لوگوں نے شکر کے بغیر ہی چاول کھا لیے، چنانچہ اس نے باورچی کو دو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد تو ملازمین شکر کے تھیلے کندھوں پر لٹکا کر چلتے تھے۔

کہا: ''یوسف بن عمر، خلیفہ ہشام کے دور میں عراق کا گورنر تھا، وہ پندرہ سو دسترخوان بچھواتا تھا۔ حجاج کا کھانا صرف اہل شام کے لیے ہوتا تھا، جب کہ یوسف بن عمر کا کھانا ہر موقعہ پر موجود شخص کے لیے ہوتا تھا۔ لہٰذا یوسف عوام کی نظر میں زیادہ قابل تعریف تھا۔

عتبی نے کہا: حجاج کے پاس سلیک بن سلکہ آیا اور عرض کی: ''اللہ گورنر کا بھلا کرے۔ اپنا کان مجھے عاریتاً دیجیے، مجھ سے چشم پوشی کیجیے، اپنی تیزی سے مجھے محفوظ رکھیے اگر آپ غلط بات یا لغزش سنیں تو پھر جو چاہیں سزا دیں۔'' کہا: ''کہو۔'' کہا: ''ایک نافرمان نے نافرمانی کی، میرے نام کے گرد دائرہ لگا دیا، میرا گھر گرا دیا اور میں اپنے عطیہ سے محروم کر دیا گیا۔'' کہا: ''افسوس، کیا تو نے شاعر کی بات نہیں سنی:

ترجمہ اشعار [مجرم وہ ہے جو تمہارے خلاف جرم کرتا ہے

اور کبھی خارش زدہ اونٹوں کی بیماری تندرست اونٹوں کو لگ جاتی ہے۔

بسا اوقات آدمی اپنے کنبے کے گناہ میں پکڑا جاتا ہے۔

جب کہ مجرم اور گنہگار نجات پا جاتا ہے]

کہا: ''اللہ گورنر کا بھلا کرے۔ میں نے تو اللہ کا فرمان سنا ہے وہ اس سے ہٹ کر

فرماتا ہے۔'' پوچھا: ''وہ کیا؟'' کہا: ﴿انہوں نے کہا، اے سردار ذی اقتدار، اس کا باپ بہت بوڑھا آدمی ہے، اس کی جگہ آپ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجئے، ہم آپ کو بڑا ہی نیک نفس انسان پاتے ہیں۔ یوسف نے کہا: پناہ بخدا، دوسرے کسی شخص کو ہم کیسے رکھ سکتے ہیں؟ جس کے پاس ہم نے اپنا مال پایا ہے اس کو چھوڑ کر دوسرے کو رکھیں گے تو ہم ظالم ہوں گے﴾ (یوسف: ۷۸، ۷۹)

حجاج نے کہا: ''میرے پاس یزید بن ابومسلم کو پیش کیا جائے۔'' وہ لایا گیا اور حاضر ہوا تو کہا: ''اس کے نام کو بحال کرو، اس کا عطیہ جاری کرو اور اس کا گھر تعمیر کرو۔'' اور ڈھنڈورچی کو کہو کہ وہ منادی کرے: ''اللہ نے سچ فرمایا ہے اور شاعر نے جھوٹ بکا ہے۔''

دیرالجماجم کی لڑائی کے بعد جب حجاج کے حضور عبدالرحمٰن بن اشعث کی اہلیہ حاضر کی گئی تو اس نے اپنے حفاظتی دستے کے سپاہی سے کہا: ''اسے کہو، اے اللہ کی دشمن، اللہ کا وہ مال کہاں ہے؟ جو تم نے اپنے زیر دامن رکھ لیا ہے؟'' چنانچہ اس سپاہی نے کہا: ''اے اللہ کی دشمن، اللہ کا مال وہ کہاں ہے جو تم نے اپنی دبر کے نیچے رکھا ہے؟'' اس پر حجاج نے محافظ سے کہا: ''تم نے جھوٹ کہا ہے۔ میں نے اس طرح نہ کہا تھا۔ اسے رہا کر دو اور جانے دو۔'' چنانچہ اسے رہا کر دیا گیا۔

اصمعی نے کہا: کچھ غلاموں کا شجی مقام پر انتقال ہوگیا، اس پر حجاج نے کہا: ''جب ان پر موت نازل ہوئی ہوگی تو ان پر کیا بیتی ہوگی اور وہ کتنے پریشان ہوئے ہوں گے۔ ان کی جگہ پر کھدائی کرو۔ چنانچہ وہاں کھدائی کی گئی۔ حجاج نے عضیدہ نامی ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ کنواں کھودے۔ جب کنوئیں کا پہلا پانی نکلا تو وہ اس پانی کی دو مشکیں بھر کر واسط میں حجاج کے پاس لے چلا۔ جب حجاج کے پاس پہنچا تو اس نے کہا: ''اے عضیدہ! تو نے میٹھے پانیوں کو چھوڑا ہے، کیا پانی چٹان سے رِس رِس کر تھوڑا آ رہا تھا یا زیادہ تیزی سے آ رہا تھا؟'' کہا: ایسا نہیں، بلکہ دو پانیوں کے مابین پانی تھا۔'' پوچھا: ''پانی کی مقدار کیا تھی؟'' کہا ''ہمارے پاس سے کچھ لوگ گزرے، ان کے ساتھ پچیس اونٹ تھے، اونٹوں اور لوگوں نے سیر ہو کر پانی پیا۔'' کہا: ''کیا تم نے اسے اونٹوں کے لیے کھودا ہے؟ تم نے یہ کنواں انسانوں کے لیے کھودا ہے۔ اونٹ تو دبلے اور کمزور ہوتے ہیں، انہیں جتنی مشقت میں ڈالا جائے وہ برداشت کر لیتے ہیں۔''

عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو عراق کا گورنر بنا کر بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ لوگوں کو ازارقہ سے لڑنے کے لیے مہلب کی مدد کے لیے نکالے۔ حجاج کوفہ پہنچا تو کمان لگائے ہوئے، ڈھاٹا باندھے ہوئے منبر پر چڑھا۔ اپنے منہ پر انگوٹھا رکھ کر بیٹھ گیا۔ محمد بن عمیر بن عطارد تمیمی نے دیکھا تو بولا: ''اللہ اس پر لعنت کرے اور جس نے اسے ہمارے پاس بھیجا ہے، اس پر بھی لعنت کرے۔ اس نے ایک ایسا لڑکا بھیج دیا ہے جو بات بھی نہیں کرسکتا۔'' اس نے اپنے ہاتھ میں کنکریاں لیں تا کہ حجاج پر پھینکے۔ اس کے پاس بیٹھنے والے نے کہا: ''جلدی نہ کرو، حتی کہ ہم دیکھ لیں کہ یہ کیا کرتا ہے؟'' حجاج اٹھ کھڑا ہوا، اس نے اپنے منہ سے ڈھاٹا ہٹا دیا اور کہا: (ترجمہ اشعار)

[میں اجالے کا فرزند ہوں اور مشقتیں جھیلنے والا ہوں،
جب میں پگڑی اتاروں گا تو تم لوگ مجھے پہچان لو گے۔
قبیلہ نزار سے تعلق رکھنے والا ہوں لکڑی کی مانند سخت ہوں۔
تلوار کے پھل کی مانند واضح پیشانی والا ہوں۔
پچاس برس کا مضبوط و توانا ہوں اور معاملات سے عہدہ برآ ہونے کا تجربہ رکھتا ہوں]

اللہ کی قسم، میں شر کو برداشت کرنے والا نہیں ہوں، اور نہ ہی شر کی اتباع کرنے والا ہوں، میں شر کے مطابق اس کی سزا دینے والا ہوں، اللہ کی قسم، میں کچھ پکے ہوئے سر دیکھ رہا ہوں کہ ان کے کاٹنے کا وقت آ چکا ہے۔ مجھے ڈاڑھیوں اور پگڑیوں کے درمیان بہتا ہوا خون نظر آ رہا ہے۔

ترجمہ اشعار [یہ تیزی کا وقت ہے اے اونٹنی، تیزی سے چل،
اونٹنی کو رات نے ایک درشت خو چرواہے سے گھیر رکھا ہے۔
یہ کوئی اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کا چرواہا نہیں ہے
اور نہ گوشت کے تختے کا قصاب ہے]

دیکھو، امیر المومنین عبدالملک بن مروان نے اپنے ترکش کا جائزہ لیا، اس کے تیروں کو دیکھا بھالا، انہوں نے میری لکڑی کو سخت پا کر، مجھے تم لوگوں کی طرف بھیج دیا۔ تم لوگ جب

تک گمراہی میں کوشاں رہو گے اور سرکشی و بغاوت کے طور طریقے اپنائے رکھو گے۔ اللہ کی قسم، میں تمہیں لاٹھی کی لکڑی کی مانند چھیلوں گا۔ بے خار درخت کی مانند جھاڑوں گا، مرو (خوشبو دار بوٹی) کی مانند چھانٹوں گا۔ تمہیں پرائے اونٹوں کی طرح ماروں گا۔ اللہ کی قسم، میں جب بھی وعدہ کرتا ہوں اسے پورا کرتا ہوں، دھمکی دیتا ہوں تو اس پر عمل کر کے رہتا ہوں۔ میں اس طرح ہاتھ لگا کر نہیں دیکھتا جس طرح انجیر کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ کچا ہے یا پکا اور نہ ہی میرے لیے پرانی مشکیں ہلائی جاتی ہیں۔ (یعنی میں نہ دھوکا کھاتا ہوں نہ خوف) ان گروہوں اور ٹولیوں کو مجھ سے بچ کر رہنا ہوگا مجھے ناپسند ہے قیل و حال ''اور آپ کیا کہتے ہیں؟'' اور آپ کا کیا حال ہے؟'' وغیرہ جیسے الفاظ۔ مہلب کے لشکر کی روانگی کے تین دن کے بعد، جسے میں نے کوفہ میں پایا، اس کی گردن اڑا دوں گا۔''

پھر کہا: ''نوجوان، ان کے سامنے امیرالمومنین کا مکتوب پڑھو۔'' اس نے پڑھنا شروع کیا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، عبدالملک بن مروان کی طرف سے مسلمانان کوفہ کے نام۔ سلام علیکم'' کسی نے بھی سلام کا جواب نہ دیا۔ تو حجاج نے کہا: ''جوان! خاموش ہو جاؤ۔ یہ ابن نھیہ کا ادب و طریقہ ہے، اللہ کی قسم، میں ان لوگوں کو اس سے ہٹ کر ادب سکھاؤں گا یا پھر میں ان کو سیدھا کر دوں گا۔ جوان، امیرالمومنین کا خط پڑھ کر سناؤ۔'' جب وہ ''سلام علیکم'' کے لفظوں پر پہنچا تو مسجد میں موجود ہر شخص نے کہا: ''امیرالمومنین پر سلام ہو۔''

پھر حجاج منبر سے نیچے اترا۔ اس کے پاس عمیر بن ضابئ آیا اور عرض کی: ''اے گورنر محترم، میں بڑھا عمر رسیدہ بیمار ہوں۔ یہ میرا بیٹا ہے جو میرے مقابلہ میں لڑائی کے لیے زیادہ طاقتور ہے۔'' کہا: ''اس کی جگہ اس کے بیٹے کو رکھ لو، نوجوان ہمیں بوڑھے سے زیادہ پسند ہے۔'' جب وہ آدمی چلا گیا تو عنبسہ بن سعید نے کہا: ''گورنر صاحب، یہ وہ آدمی ہے جس نے عثمانؓ کو ان کی شہادت کے بعد پاؤں سے ٹھوکر ماری تھی۔'' حکم دیا: ''بڈھے کو واپس لاؤ۔'' چنانچہ جب اسے پیش کیا گیا تو کہا: ''اس کی گردن اڑا دو۔'' اس بارے میں شاعر نے کہا:

ترجمہ شعر [تیار ہو جا، یا تو تو عمیر، فرزند ضابئ سے جا ملے گا

اور یا پھر مجھے مہلب سے جا ملنا ہوگا۔

ذلت کے یہ دو منصوبے ہیں ان دونوں سے تمہارا بچ نکلنا ایسے ہے جیسے برفیلی جگہ

سے نکل کر سخت ٹھنڈی جگہ پر آنا]

اس کے بعد حجاج نے کہا: ''مجھے کوئی ایسا شخص بتاؤ جسے میں پولیس کا سربراہ بناؤں؟'' عرض کیا گیا: ''آپ کو کس طرح کا آدمی درکار ہے؟'' کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ ہمیشہ ترش رو ہو، زیادہ دیر تک بیٹھنے والا ہو، امانت میں موٹا ہو، خیانت میں دبلا ہو، آزاد مرد اور آزاد عورت پر حق کے سلسلہ میں غضب ناک نہ ہو، سفارش کے سلسلہ میں معززین کی مونچھوں کی پروا نہ کرتا ہو۔'' عرض کیا گیا: ''پھر تو آپ عبدالرحمٰن بن عبید تمیمی کو مقرر کیجئے۔'' جب اسے متعین کرنے کے لیے بلوا بھیجا تو اس نے حجاج سے کہا: ''میں یہ عہدہ اس وقت تک قبول نہ کروں گا، جب تک آپ اپنے اہل وعیال، اولاد اور اپنے مصاحبین و متعلقین سے متعلق بچانے کی ذمہ داری نہ لیں۔'' حجاج نے کہا: ''نوجوان، منادی کردو کہ ان لوگوں میں سے جس کسی نے بھی عبدالرحمٰن سے کوئی کام کہا، اس سے میں بری الذمہ ہوں۔''

شعبی کہتے ہیں: ''اللہ کی قسم، میں نے اس قسم کا پولیس سربراہ کبھی نہیں دیکھا۔ وہ صرف قرض ادا نہ کرنے والے کو جیل میں ڈالتا تھا۔ جب اس کے سامنے نقب لگانے والا لایا جاتا تو وہ نقب لگانے کا آلہ اس کے پیٹ میں رکھ کر پیٹھ سے نکال لیتا تھا۔ جب قبر کھودنے والا گرفتار ہو کر آتا تو وہ قبر کھدوا کر اسے زندہ اس میں دفنا دیتا۔ اگر لوہے کے کسی ہتھیار سے لڑنے والا پیش ہوتا یا اسلحہ سونتنے والا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔ بسا اوقات چالیس دن گزر جاتے مگر کوئی ملزم ارتکاب جرم کے سلسلہ میں سامنے نہ آتا۔ چنانچہ حجاج نے کوفہ کی پولیس کے ساتھ ساتھ بصرہ کی پولیس کا بھی اسے انچارج بنا دیا۔''

عبدالملک بن مروان جب مدینہ منورہ آئے تو وہ مروان کے گھر میں ٹھہرے، خالد بن یزید بن معاویہ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حجاج وہاں سے گزرا۔ اس نے مرصع تلوار لٹکا رکھی تھی اور مسجد میں ٹہل ٹہل کر چل رہا تھا۔ ایک قریشی نے خالد سے پوچھا: ''یہ ٹہل ٹہل کر چلنے

والا کون ہے؟'' خالد نے کہا: ''واہ واہ، یہ عمرو بن عاص ہے۔'' حجاج نے یہ بات سن لی تو خالد کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ''تم نے کہا کہ یہ عمرو بن عاص ہے۔ اللہ کی قسم، مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ عاص میرا باپ ہوتا یا میرا بیٹا ہوتا، اگر تم چاہو تو میں تمھیں بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں، میں ثقیف کے سرداروں اور قریش کی باپردہ معزز خواتین کا بیٹا ہوں۔ میں نے اپنی اس تلوار سے ایسے سو آدمیوں کو مارا ہے جو سب تمہارے باپ (یزید) کے خلاف کفر اور شراب نوشی کی گواہی دیتے تھے حتی کہ انہوں نے اس کا خلیفہ ہونا تسلیم کر لیا۔''

اصمعی نے کہا: حجاج نے یحییٰ بن یعمر کو طلب کیا اور کہا: ''کیا تم یہ کہتے ہو کہ حسن بن علی، رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں؟ اللہ کی قسم یا تو تم کوئی ثبوت پیش کرو گے ورنہ میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔'' یحییٰ نے کہا: ''اگر میں نے ثبوت فراہم کر دیا تو پھر میرے لیے امن ہے؟'' کہا: ''ہاں۔'' کہا: ''پڑھیے، ﴿یہ تھی ہماری وہ حجت جو ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی قوم کے مقابلہ میں عطا کی۔ ہم جسے چاہتے ہیں بلند مرتبے عطا کرتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ تمہارا رب نہایت دانا اور علیم ہے۔ پھر ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاق اور یعقوب جیسی اولاد دی اور ہر ایک کو راہ راست دکھائی جو اس سے پہلے نوح کو دکھائی تھی اور اسی کی نسل سے ہم نے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت بخشی) اسی طرح ہم نیکوکاروں کو ان کی نیکی کا بدلہ دیتے ہیں (اسی کی اولاد سے) زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کو راہ یاب کیا﴾۔ (الانعام: ۸۴) اب آپ بتایئے کہ عیسیٰ، ابراہیم کے زیادہ قریب ہیں یا حسن، محمد کے زیادہ قریب ہیں حالانکہ وہ آپؐ کے نواسے ہیں؟'' حجاج نے کہا: ''اللہ کی قسم، یوں معلوم ہوتا ہے کہ میں نے کبھی یہ آیت پڑھی ہی نہیں۔'' چنانچہ یحییٰ کو ان کے شہر کا قاضی مقرر کر دیا اور وہ اپنی وفات تک وہاں کے قاضی رہے۔

ابو عثمان عمرو بن بحر جاحظ نے کہا: عبدالملک بن مروان اپنی رائے اور دور اندیشی کے لحاظ سے قریش کی تلوار اور ان کے نیزے کا پھل تھا اور خلافت سنبھالنے سے پہلے ورع و زہد کے لحاظ سے عابد تھا۔ ایک روز وہ اپنے خاص افراد میں بیٹھا تھا کہ اس نے اپنی ڈاڑھی پکڑ کر تھوڑی دیر سونگھی، پھر اس نے گہری سانس لی پھر حاضرین کے چہروں پر نظر ڈالی اور کہا: میں

پوچھ گچھ کے روز حجاج کی ماں کے بیٹے کے بارے میں کیا جواب دوں گا؟ جب پردے لپیٹ دیئے جائیں گے تو اس علیم کے سامنے حجت و دلیل کہاں چل سکے گی؟ میرا حجاج کو بااختیار بنانا میرے لیے سوزش غم بن چکا ہے کہ یاد کرنے سے یہ دکھ بڑھتا ہے۔ میں نے حجاج کے بارے میں جانا مگر جان بوجھ کر آنکھیں بند کرلیں، میں نے سنا مگر عمداً بہرہ بنا رہا مگر اسے کراماً کاتبین نے نوٹ کیا۔ اللہ کی قسم، گویا میں اپنی جان کے خلاف ایک کینہ ور سے مانوس ہوا، زمانے نے اپنے تصرف سے ایسی حرکات کروائیں کہ ان سے مملکتوں کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا ایک یقینی امر بن جایا کرتا ہے۔ اب تو کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہا۔ دل میں چھپے ہوئے بغض وکینہ اور پوشیدہ غیض وغضب کے سوا اب کچھ باقی نہیں رہا۔ اے اللہ تو میرے لیے زیادہ وسعتوں والا ہے۔ مجھے نصرت سے محروم نہ کرنا اور میری معذرت رد نہ فرمانا۔ اے کاتب، دوات اور کاغذ لے آ۔"

چنانچہ کاتب خلیفہ کے سامنے بیٹھا تو اسے یہ خط املاء کروایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ کے بندے، عبدالملک بن مروان کی طرف سے حجاج بن یوسف کے نام۔ اما بعد، میں تمہارے معاملہ سے اکتا چکا ہوں، شفقت و ہمدردی مجھے بٹھاتی ہے اور امید مجھے کھڑا کرتی ہے۔ جب میں تمہارے بارے میں اس دنیا میں معذرت کے لیے عذر پیش کرنے سے قاصر ہوں، جہاں میرے لیے گنجائش بھی ہے، اقتدار بھی ہے، مہلت بھی ہے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی، تو اس وقت میں تمہارے سلسلہ میں عذر پیش کرنے سے کتنا بے بس ہوں گا جب اللہ کی قسم میں دارالجزاء میں ہوں گا، اقتدار سے محروم ہوں گا، اہل وعیال سے الگ ہوں گا، ذلت کا مجھے خطرہ ہوگا اور یہ معلوم نہ ہوگا کہ اعمال ناموں میں کیا درج ہے۔ اللہ عزوجل نے جو ذمہ داری مجھے سونپی تھی اور اس مخلوق اور رعایا کے بارے میں اپنی جس امانت کا بوجھ میری کمر پر لادا تھا، میں نے اس میں تجھے شریک کیا، مجھے تمہارے بارے میں توقع تھی کہ تم بدعت کے کچلنے اور سنت کو زندہ کرنے میں دور اندیشی اور محنت سے کام لوگے مگر تم نے اس کے برعکس کیا حتیٰ کہ اب تم غائب کے لیے حجت، لعنت کرنے والے کے لیے بہانہ اور ایک حاضر گواہ بن گئے ہو۔

اللہ ابو عقیل اور اس کی اولاد پر لعنت کرے، لائق ملامت باپ تھا اور بہت بری نسل ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم، زمانے نے تم لوگوں پر زیادتی نہیں کی۔ نہ ہی تم لوگوں کے لیے عہدوں اور مرتبوں کی کبھی کمی ہوئی، ان عہدوں نے تمھیں اعلیٰ لباس پہنایا، تمھیں رفعت و بلندی بخشی، تمھیں پستیوں سے نکال کر بلندیوں تک پہنچایا۔ اس سے پہلے تم وسیع جگہوں پر گہرے کنویں کھودنے والے اور ان سے پانی نکالنے والے تھے۔ اسلام نے تمھیں آگے بڑھایا، مگر تم پیچھے ہٹے۔ طائف ہم سے دور نہیں ہے کہ وہاں کے لوگوں سے ہم بے خبر ہوں۔

پھر تم خود آگے بڑھے، اپنی ہمت سے کام لیا، تمہاری تلوار کے بے نیام کرنے سے تمھیں خوش کر دیا۔ امیر المومنین نے تمھیں روح بن زنباع کے معاونوں اور اس کی پولیس میں سے باہر نکال لیا حالانکہ روح کے معاون ہونے پر بھی تم پر حسد کیا جاتا تھا۔ بہر حال امیر المومنین نے ٹھوکر کھائی، ان سے لغزش ہوئی۔ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا اور ان کی لغزش کو بخشنے والا ہے۔ میں تو تمہارے بارے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر میرا تم سے واسطہ نہ پڑتا تو یہ بہتر ہوتا۔ یہ سارا افسوس و حسرت اس وجہ سے ہے کہ تم نے امیر المومنین کی رائے کی مخالفت کی جرأت و جسارت کی ہے، تم نے ہماری صفات کو نقصان پہنچایا ہے، تم نے ہمارے رازوں کو بے نقاب کیا ہے، تم نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر ان سے اپنے قبیلہ ثقیف کے برتنوں کو بھرنا شروع کیا، اپنے قریبی رشتہ داروں کو نوازنے لگے، لٰہذا اپنے اس گناہ کی معافی مانگو، جس کے لیے کوئی عذر نہیں۔ اگر امیر المومنین کی رائے نے تمہارے بارے میں غلطی کھائی ہے تو نبی اکرم ﷺ کی بصیرت ثقیف کے ایک آدمی کے بارے میں کامیاب نہ ہوئی، وہ آپؐ کا غلام تھا، آپؐ نے اسے صدقات پر امانتدار بنایا مگر وہ صدقات کا مال لے کر بھاگ گیا۔ یہ تو اس کا قصور ہے جس پر اعتماد کیا گیا اور وہ اس اعتماد پر پورا نہ اترا۔ حضورؐ کی اس شخص کے بارے میں امید و توقع پوری نہ ہوئی، جیسے تمہارے بارے میں امیر المومنین کی توقع پوری نہ ہوئی۔ تمہارے اس عمل نے گویا امیر المومنین کو تعزیت کا لباس پہنا دیا۔ اب تم امیر المومنین کے عمل سے الگ ہو جاؤ، اور لازمی و ناگزیر لعنت کو لیے ہوئے ان سے دور ہٹ جاؤ۔ سخت ترین سزا ملے گی، انشاء اللہ جب

امیر المومنین کی رائے مستحکم ہو جائے گی جس کے لیے وہ کوشاں ہیں۔ والسلام''

عبدالملک نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام نباتہ کو بلایا جو گفتگو کا ماہر اور عقلمند تھا۔ یہ خط اسے دیا، پھر کہا: ''بہت جلدی عراق پہنچو اور یہ خط حجاج کے ہاتھ میں دو۔ اس کے ردعمل کا انتظار کرو اگر تو وہ خط پڑھتے وقت خاموش ہو جائے، رک جائے اور خط کے مضمون کا ہمہ جہتی احاطہ کرنے لگے تو اسے اس کے عہدہ سے برخواست کر دینا اور اسے میرے پاس حاضر کرنا، عوام کو پرسکون ہونے کے لیے کہنا، حتی کہ ان کے پاس میرے نئے احکام پہنچ جائیں۔ جب تم حجاج کو گرفتار کر کے لانے لگو تو وہاں کے عوام کو میری طرف سے آگاہ کرنا کہ ان کی سلامتی مجھے کس قدر عزیز ہے اور اگر دیکھو کہ جواب کے لیے خوشی سے آمادہ ہے اور حیرت کے مسئلہ لاینحل سے دوچار نہیں ہوا، اس کا تحریری جواب لیتے آنا اور اسے اس کے عہدہ پر برقرار رکھنا اور اس کا جواب مجھے جلدی پہنچا دینا۔''

نباتہ کا بیان ہے: میں عراق کے قصد سے روانہ ہوا، صحراؤں اور ریگستانوں کو عبور کرتا ہوا، سخت سردی برداشت کرتا ہوا، سفر سے نڈھال ہوتا ہوا، حتی کہ میں عراق پہنچا جب حجاج کے پاس پہنچا تو مجھے اس کے سامنے اس دن پیش کیا گیا جس دن اس کے پاس بڑے بڑے سردار حاضر ہوتے تھے، میں تھکا ماندہ اور سفر کی وجہ سے رنگ اڑا ہوا تھا۔ وہ اپنے خدام کے درمیان بیٹھا تھا، اس نے خز کی ایک مٹیالی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ لوگوں نے اس کا احاطہ کر رکھا تھا، کچھ کھڑے تھے اور کچھ بیٹھے تھے۔ جب اس نے مجھے دیکھا اور وہ میرا واقف تھا۔ تو ٹھیک طرح سے بیٹھا، پھر خوف زدہ تبسم کیا، پھر کہا: نباتہ خوش آمدید، امیر المومنین کے مولیٰ کو خوش آمدید۔ انہوں نے آپ کو سفر کے لیے منتخب کیا، حالانکہ میں جانتا ہوں کہ امیر المومنین آپ کا بہت خیال رکھتے ہیں اور آپ ان کے خاص آدمی ہیں، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ آپ پر کیا افتاد پڑی ہے یا امیر المومنین کے حضور مجھ پر کیا افتاد پڑی ہے؟'' میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ پھر اس نے پوچھا: ''امیر المومنین اور ان کے حشم و خدم کا کیا حال ہے؟'' جب وہ پرسکون ہو گیا، میں نے خط نکالا اور اس کے حوالہ کر دیا۔ اس نے جلدی سے مجھ سے خط لے لیا، اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ پھر اس

نے لوگوں کی طرف دیکھا، مجھے تب معلوم ہوا کہ اب دونوں ہیں کوئی اور نہیں۔ اس نے اپنے تمام خادموں کو آس پاس سے ہٹا کر اتنا دور بھیج دیا کہ وہ ہماری آواز نہیں سن سکتے تھے۔ اس نے خط کھولا اور پڑھا۔ اب وہ جماہیاں لینے لگا اور بار بار جماہیاں لینے لگا، سردی کے باوجود اس کی پیشانی اور کنپٹیوں سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ زیادہ گھبراہٹ اور خوف کی وجہ سے اس کی ٹوپی سے بھی پسینہ بہہ رہا تھا۔ اس نے سر پر سبز خز کی پگڑی باندھ رکھی تھی۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے ایک وہمی آدمی کی مانند مجھے دیکھتا رہتا، پھر از سر نو خط پڑھنے لگتا، پھر امور کی صحیح سمجھ رکھنے والے کی مانند مجھے دیکھتا مگر وہ غم کی وجہ سے پریشان تھا۔ پھر خط پڑھنے لگتا، میں دل میں کہہ رہا تھا کہ میں نہیں سمجھتا کہ ہاتھ کے زیادہ کانپنے کی وجہ سے وہ خط کی عبارت صحیح طور پر پڑھ رہا ہوگا۔ حتی کہ اس نے خط کا مطالعہ مکمل کرلیا۔ پھر اس کا ہاتھ کانپا تو خط زمین پر گر گیا۔ اس نے اپنے آپ پر قابو پایا، اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کیا، پھر کسی شاعر کا یہ شعر پڑھا:

وإذا المنيةُ انشبت اظفارها الفيتَ كل تميمة لاتنفعُ

[جب موت اپنے پنجے گاڑ لیتی ہے تو پھر تم دیکھو گے کہ کوئی تعویذ گنڈا فائدہ نہیں دیتا]

پھر کہا: ''اے نباتہ، اللہ کی قسم ہمارا ہنر، عیب بن گیا، خوبی، خرابی بن گئی۔ لگائی بجھائی کرنے والی زبانوں نے امیر المومنین کے حضور ہمارا کباڑا کر دیا، حالانکہ امیر المومنین کی رائے ہمارے بارے میں بہت اچھی ہے، مگر ہمارے دشمنوں کی ہمارے خلاف یہ سوچا سمجھا منصوبہ ہے۔ اے غلام'' یہ آواز دینا تھا کہ غلام لپک کر آئے، مجلس بھر گئی، حتی کہ ان کی سانسوں سے تپش و حرارت محسوس ہونے لگی۔ پھر کہا: دوات اور کاغذ۔ دوات اور کاغذ پیش کیے گئے۔ اب حجاج نے اپنے ہاتھ سے خط لکھنا شروع کیا۔ اس نے مدد لینے کے لیے قلم اوپر نہیں اٹھائی حتی کہ اس نے گھوڑے کے رخسار کی مانند خط لکھ دیا، جب فارغ ہوا تو کہا: اے نباتہ، کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کیا لائے ہیں تاکہ ہم آپ کو اپنا لکھا جواب سنا دیں؟'' میں نے کہا: ''نہیں۔'' کہا: ''پھر تو ہماری طرف سے آپ کو اسی کی مانند کافی ہے۔'' پھر مجھے جوابی مکتوب دیا۔ میرے لیے ایک انعام کا حکم دیا، جس پر عمل درآمد ہوا۔ مجھے ایک چادر عطا کی، میرے لیے کھانا منگوایا جو میں

نے کھایا پھر کہا: ''ہم آپ کو آپ کے فرض کے سپرد کرتے ہیں جلدی کریں یا آرام سے، مجھے آپ کی ملاقات محبوب ہے اور آپ کو دیکھ کر مسرت و انس محسوس کیا ہے۔'' میں نے کہا: ''میرے پاس ایک تالا تھا جس کی چابی آپ کے پاس تھی اور آپ کے تالے کی چابی میرے پاس ہے۔ میں آپ کو دو باتوں میں سے عافیت سے مطلع کرتا ہوں کہ آپ نے ناپسندیدہ کام کو بند کر دیا ہے اور عافیت کو کھول دیا ہے اور یہ مجھے برا نہیں لگا۔ میں اس سے زیادہ آپ کے سامنے کچھ بیان کرنا پسند نہیں کرتا۔ آپ کے لیے عجلت سے اقدام کرنا کافی ہے۔''

میں اٹھا تو وہ مجھے الوداع کرنے کے لیے کھڑا ہوا۔ مجھ سے بغل گیر ہوا اور کہا: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ کبھی ایک سنا ہوا معمولی لفظ بھی بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔ پس میرے گمان کی مانند ہو جاؤ۔''

میں وہاں سے چلا اور سیدھا امیر المومنین کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اس وقت عصر کی نماز پڑھ کر واپس آ رہے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ''اے نباتہ، کس چیز نے تمھیں تاخیر سے باز رکھا؟'' میں نے عرض کی: ''صبح کے چہرے سے ڈرنے والا رات کے شروع میں چل پڑتا ہے۔'' میں نے سلام کیا اور تھوڑا ایک طرف ہو گیا، انہوں نے مجھے ستانے کے لیے اجازت دی۔ پھر کہا: ''کیا حال ہے؟'' میں نے خط ان کو پیش کیا، انہوں نے اسے مسکراتے ہوئے پڑھا، جب پڑھ چکے تو ہنسے حتیٰ کہ ان کا سیاہ دانت نظر آیا۔ خط ایک بار پھر پڑھا، پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''تم نے اس کا ڈر کیسے دیکھا؟'' میں نے جو دیکھا تھا وہ سب بیان کیا تو فرمایا: ''صادق امینؐ پر رحمتیں نازل ہوں، جنہوں نے فرمایا کہ کچھ بیان بھی جادو ہوتے ہیں''۔ پھر خط میری طرف پھینکا اور کہا: ''پڑھو''۔ میں نے پڑھا تو خط کا متن یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے بندے امیر المومنین اور رب العالمین کے خلیفہ کے حضور جو ولایت سے تائید کردہ ہیں، قول و فعل کی لغزشوں سے معصوم ہیں، اللہ کی طرف سے ضروری کفالت پانے والے ہیں۔ یہ خط ایسے غلام کی طرف سے ہے جو خطا کا پتلا ہے، گناہوں کی ذلت میں گھرا ہوا

ہے، جسے ذلت و نامرادی نے ایسی چراگاہ میں دھکیل دیا ہے جس کی خوراک ناموافق ہے اور ایسے گھاٹ پر اتار دیا ہے جس کا پانی ناگوار ہے۔ ایک زبردست گرانبار کی طرف سے ایک زیادتی کرنے والے طعنہ زن کی جانب سے مجھ پر دباؤ ہے۔

اللہ کا سلام ہو آپ پر اور اس کی وہ رحمت ہو جو بہت وسیع ہے اور اہل تقویٰ کی جانب لوٹنے والی ہے۔ میں آپ کے سامنے اللہ کی حمد بجالاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں اللہ کی مہربانی سے آپ کی مہربانی کا امیدوار ہوں۔

امابعد، اللہ دارزوال (دنیا) میں آپ کو سکون و آرام سے نوازے اور دارالزلزال (قیامت کے دن) آپ کو امن و عافیت سے بہرہ ور فرمائے۔ دنیا و آخرت کے بارے میں جس سوچ کے آپ حامل ہیں وہ ایک نیک بخت شخص کی فکر ہے۔ اس فکر و نظر سے محروم شخص یقیناً بدقسمت ہے۔ مجھے آپ کی نظرِ سعادت سے ان لوگوں نے محروم کردیا ہے جو لگائی بجھائی کرنے والے اور بغض و کینہ رکھنے والے ہیں۔ ان لوگوں کی حرکتوں سے شیطان کو خوب موقع ملا ہے۔ اس نے اس فرصت سے فائدہ اٹھایا ہے، چنانچہ وسوسوں کے دروازے کھول دیے ہیں اور سینوں کو بغض و کینہ سے بھردیا ہے۔ ہائے فریاد، میں امیرالمومنین کی پناہ میں آتا ہوں اس شیطان رجیم کے شر سے بچنے کے لیے۔ شیطان کا قابو انہی لوگوں پر ہوتا ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں۔ شیطان کے شر سے وہی بچ سکتا ہے، جو اللہ پر توکل کرنے والا ہو اور جسے اللہ نے ایمان سے حصہ وافر عطا فرمایا ہو اور سنت پر صدق نیت سے عمل کرنے کی توفیق بخشی ہو۔

شیطان لعین نے اللہ کے بندوں میں شگاف ڈالنے اور انہیں ایک دوسرے سے دور کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے والوں نے اور لگائی بجھائی کرنے والوں نے امیرالمومنین کی سوچ کو متاثر کیا تاکہ امیرالمومنین نے اپنے جس عزم سے کام لے کر مجھے مقرر فرمایا ہے، اس عزم سے انہیں موڑ دیا جائے اور ایک شگاف ایسا ڈال دیا جائے جو کبھی پر نہ ہو سکے۔

میرے ماضی کا جو تذکرہ کیا گیا ہے کہ اس میں، میں نے معمولی کام کیے حتی کہ میں روح بن زنباع کی پولیس میں بھرتی ہوا اور پھر آگے کی جانب ترقی کی۔ امیرالمومنین پر یہ حقیقت

مخفی نہیں کیونکہ انہیں ماضی کے بارے میں قابل قدر معلومات حاصل ہیں، کہ اللہ نے جن لوگوں کو برگزیدہ کیا وہ پہلے معمولی کام ہی کیا کرتے تھے اور جب تبدیلی کا مرحلہ آیا تو وہ حقیر کاموں کو چھوڑ کر بڑے بڑے کارنامے سرانجام دینے لگے۔ امیر المومنین کو خوب معلوم ہے کہ روح بن زنباع کی ماتحتی اس شخص کے لیے ایک ذریعہ وسبب ہے جو ترقی کرنا چاہتا ہے۔ روح کی ماتحتی سے میرا وہ عزم خام نہیں ہوا، جس کی بدولت امیر المومنین نے مجھے وہاں سے اٹھا کر یہاں تک پہنچا دیا۔ روح بن زنباع کی وجہ سے مجھے ایسی بلند ہمت ملی کہ میں اب تک مائل بہ عروج اور بلندیوں کی جانب جا رہا ہوں۔

میں نے امیر المومنین سے جو حصہ لیا ہے وہ ان کی ناراضگی سے خائف رہ کر اور ان کی موافقت وہم آہنگی کا پابند رہ کر لیا ہے۔ اب تو ہمارے لیے بہت معمولی حصہ رہ گیا ہے، جس کی طرف لوگوں کے دل حسد سے مائل ہوتے اور ان کی نظریں رشک سے اٹھتی ہیں۔ میں امیر المومنین کے سامنے اس شخص کی طرح چلا ہوں جو اپنے پیچھے چلنے والے کا بھی خیال رکھتا ہے اور اپنے سے آگے چلنے والے کا بھی لحاظ رکھتا ہے۔ نہ سواری کو زیادہ چلا کر تھکا کر ہلاک کرنے والا ہوتا ہے اور نہ ہی ناقابل برداشت بوجھ لاد کر سواری کو مار ڈالنے والا ہوتا ہے۔ میں نے اپنے طالب کو پانے کا موقعہ دیا اور بھاگ کر جانے والے کو پالیا۔ حتی کہ سنت چھا گئی اور بدعت تباہ ہوگئی۔ شیطان خوف زدہ ہوگیا۔ مذاہب وادیان کو سیدھے راستے اور عمدہ طریقہ پر ڈال دیا گیا۔

امیر المومنین دیکھیے، میں نے اعتراض کرنے والوں کے لیے مسئلہ واضح کر دیا ہے اور حقیقت حال صاف بیان کر دی ہے۔ میں نے اپنے حامی کے لیے حجت ظاہر کر دی ہے اور ملامت گر معترض کے لیے بھی صورت حال کو نمایاں کر دیا ہے۔ امیر المومنین تو مظلوم کے حامی اور خوفزدہ کے سرپرست ہیں، جلد ہی ان کے سامنے میرے معاملات نکھر کر آجائیں گے اور ہر خبر کا ایک مقام ومحل ہوتا ہے۔

امیر المومنین، میں نے جو ثقیف کے برتنوں میں ڈالا ہے تا کہ پیاسے سیراب ہوں، بھوکے سیر ہوں، برتن بھر جائیں اور تھیلیاں باندھنے والی رسیاں ختم ہوجائیں تو پہلے ایسا آل

مروان کے لیے کیا ہے۔ ثقیف نے تو آل مروان کا بچھا کچھا اور پس ماندہ لیا ہے اگر ثقیف اسے نہ لیتے تو راستے سے گزرنے والے اسے اچک لیتے۔

امیر المومنین نے میری خدمات کو ناپسند فرمایا ہے۔ اگر انہیں میری خدمات میسر نہ ہوتیں تو پھر معاملات اتنے دگرگوں ہو جاتے کہ ناقابل بیان ہے۔ امیر المومنین نے مجھے منتخب کر کے اپنی جس خداداد بصیرت کا اظہار فرمایا ہے، اس لحاظ سے اس چاروں میں چوتھے ہیں۔ پہلی تو شعیبؑ کی بیٹی تھیں، جنہوں نے اپنی فراست سے کام لے کر ایک نبی (حضرت موسیٰؑ) کو رکھنے کی درخواست کی اور یوں ان کے بارے میں اس کی امید پوری ہوئی اور تجربہ نے شبہ کو زائل کر دیا۔ اس صاحبزادی سے پہلے یوسفؑ کے بارے میں عزیز مصر نے فراست سے کام لیا۔ پھر صدیقؓ نے فاروقؓ کا تعین کیا اور پھر امیر المومنین نے حجاج کو منتخب کیا۔

امیر المومنین، شیطان کسی گمنام آدمی کے بارے میں حسد نہیں کیا کرتا۔ بہت سے دنوں میں شیطان رجیم کو ناکام ہو کر بھاگنا پڑا اور وہ حسرت و افسوس سے چلّا رہا تھا۔ ان دنوں میں شیطان کی تدبیر ناکام رہی اور اس کی سازش کمزور ثابت ہوئی۔ میں ان دنوں اور ان مواقع کا امیر المومنین کے سامنے تذکرہ کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

باقی امیر المومنین نے جو آنحضرتؐ اور ثقیف کے کسی شخص کے بارے میں سنا ہے، تو میں اس کی تردید اس بیانِ الٰہی سے کروں گا جو امیر المومنین کے عم زاد، خاتم النبین و سید المرسلین ﷺ پر اتری اور آپؐ کی زبان مبارک نے اسے بیان فرمایا: ''اللہ عزوجل نے بتایا ہے اور سردارانِ قریش کے تکبر و افتخار، جو شیطان نے ان کے نتھنوں میں پھونکا تھا، کی حکایت بیان کی ہے کہ وہ کہتے تھے: لولا نزل ھذا القرآن علی رجلٍ من القریتین عظیم (سورۃ الزخرف: ۳۱) (یہ قرآن دونوں شہروں کے بڑے آدمیوں میں سے کسی پر کیوں نہ نازل کیا گیا؟) چنانچہ کفر کے خناس اور جاہلیت کے کبر کی بنا پر ان لوگوں کی نظر ولید بن مغیرہ مخزومی اور ابومسعود ثقفی پر پڑی۔ یوں یہ دونوں (قریشی اور ثقفی) افتخار میں برابر و مماثل ٹھہرے۔ قرآن کی اس خبر اور وحی پہنچانے والے کی اس بات کا امت میں سے کسی نے بھی انکار نہیں کیا۔ اگرچہ اس

وقت ولید کو ''ریحانہ قریش'' کہا جاتا تھا پھر بھی وہ اور ثقفی سردار برابر تھے۔ارشاد الٰہی ہے: اھم یقسمون رحمۃ ربک؟ نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیاۃ الدنیا (زخرف: ۳۲)(یعنی کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی گزربسر کے ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیے ہیں۔)

امیر المومنین، ثقیف سے عناد کی داستان قدیم ہے اور طویل ہے پھر ایک خوفزدہ غلام کے لیے اپنے ناراض آقا کے سامنے حجت و دلیل پیش کرنا آسان نہیں ہے۔ باقی اختیار امیر المومنین کے ہاتھ میں ہے، خواہ وہ مجھے معزول کردیں یا برقرار رکھیں۔ دونوں باتیں ہی درست اور عادلانہ ہوں گی۔ والسلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ۔''

نباتہ نے کہا: ''یہ خط امیر المومنین کے حضور مجھے دیا گیا، میں نے جب یہ خط پڑھ لیا تو آپ کی ہیبت سے آپ کو نظر چرا کر دیکھا، میری اور آپ کی نظریں ٹکرائیں تو فرمایا: یہ خط تلف کردو اور اس کے مضمون سے کسی کو مطلع نہ کرنا۔'' چنانچہ عبدالملک کی وفات کے بعد ہی یہ واقعہ میری طرف سے منظر عام پر آیا۔

ایک ذمی کے بارے میں حجاج اور ابن المنتشر:

محمد بن المنتشر بن اجدع ہمدانی نے کہا: حجاج نے ایک ذمی میرے حوالہ کیا اور مجھے حکم دیا کہ میں اس پر سختی کروں اور اس سے مال برآمد کروں۔ جب میں اس ذمی کو لے کر چلا تو مجھے کہا: ''اے محمد، تم شریف اور دیندار آدمی ہو۔ میں تشدد کرنے پر کچھ نہ دوں گا۔ لہٰذا میرے ساتھ نرمی کرنا۔'' چنانچہ میں نے اس سے نرمی کی تو اس نے ایک ہفتے میں مجھے پانچ لاکھ کی رقم دی۔ یہ بات حجاج کو معلوم ہوئی تو وہ غضب ناک ہوا، میرے ہاتھ سے اسے لیا اور ایک ایسے شخص کے سپرد کیا جو اس پر تشدد کرتا تھا، اس ظالم نے ذمی کے ہاتھ پاؤں توڑ ڈالے مگر اس نے اسے کچھ نہ دیا۔ میں ایک دن بازار میں سے گزر رہا تھا کہ اچانک کسی نے مجھے آواز دی، ''اے محمد''، میں جب متوجہ ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ذمی گدھے پر پڑا ہوا ہے، دونوں ہاتھ اور دونوں

پاؤں ٹوٹے ہوئے ہیں۔ مجھے اس کی بات سنتے ہوئے حجاج کا خوف دامن گیر ہوا، تاہم مجھے اس غریب سے حیاء آئی اور میں اس کے پاس گیا، اس نے کہا: ''آپ نے میرے ساتھ حسن سلوک کیا اور ان لوگوں کے برعکس رویہ اختیار کیا۔ انہوں نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہیں۔ فلاں آدمی کے پاس میرے پانچ لاکھ ہیں، آپ میرے ساتھ اپنے حسن سلوک کے بدلہ میں میری طرف سے وہ لے لیں۔'' میں نے کہا: ''میں اپنی نیکی کا آپ سے کوئی معاوضہ نہ لوں گا اور آپ کی اس حالت پر آپ کے لیے مزید کسی مصیبت کا اضافہ نہ کروں گا۔'' اس نے کہا: ''اب آپ نے انکار کر دیا ہے تو مجھ سے ایک حدیث سن لیجئے جو آپ کے کسی ہم مذہب نے آپ کے نبی ﷺ کی مجھ سے بیان کی ہے: اللہ جب کسی قوم سے خوش ہوتا ہے تو ان پر بروقت بارش نازل کرتا ہے، مال اس قوم کے سخی لوگوں کو دیتا ہے اور ان میں سے بہترین آدمیوں کو ان کا حکمران بناتا ہے اور جب کسی قوم پر ناراض ہوتا ہے تو ان پر بے وقت بارش نازل کرتا ہے۔ مال بخیلوں کو دیتا ہے اور ان کے بدترین لوگوں کو ان کا حکمران بناتا ہے۔''

میں اس سے مل کر گھر پہنچا، ابھی کپڑے تبدیل بھی نہیں کیے تھے کہ میرے پاس حجاج کا فرستادہ آ گیا چنانچہ میں حجاج کے پاس پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اپنے بچھونے پر بیٹھا ہے اور ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا: ''قریب آؤ۔'' میں کچھ قریب ہوا تو اس نے مجھے پھر حکم دیا: ''قریب ہو جاؤ۔'' میں کچھ آگے بڑھا، پھر اس نے تیسری بار مجھ سے کہا: ''قریب آؤ، تمہارا باپ نہ رہے۔'' میں نے عرض کی: ''مجھے قریب ہونے کی کوئی ضرورت نہیں کہ میں امیر کے ہاتھ میں جو ہے وہ دیکھ رہا ہوں۔'' وہ ہنس پڑا اور تلوار نیام میں ڈال لی۔ کہا: ''بیٹھ جاؤ، اس خبیث کا کیا واقعہ ہے؟'' میں نے کہا: ''جناب امیر، اللہ کی قسم، جب سے آپ نے مجھے اپنا ہم نشین بنایا ہے، میں نے آپ کو دھوکہ نہیں دیا۔ جب سے آپ نے مجھ سے معلومات حاصل کرنا چاہیں ہیں، میں نے آپ سے جھوٹ نہیں بولا، اور جب سے آپ نے مجھے امانتدار ٹھہرایا ہے، میں نے آپ سے خیانت نہیں کی۔'' پھر میں نے اسے سارا واقعہ سنایا مگر جب میں اس شخص کا تذکرہ کرنے لگا جس کے پاس مال تھا، تو حجاج نے مجھ سے اپنا رخ پھیر لیا

اور مجھے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اس آدمی کا نام نہ لینا۔ پھر کہا: ''یہ خبیث بہت جاندار ہے اور اس نے کئی احادیث سن رکھی ہیں۔''

حجاج کی کچھ عادتیں : حجاج جب حد سے زیادہ ہنستا تو پھر استغفار کرتا اور جب منبر پر بیٹھتا تو خز کی چادر لپیٹے ہوتا پھر آہستہ سے تقریر شروع کرتا کہ مشکل سے سنائی دیتی، پھر بتدریج آواز بلند ہونے لگتی اور چادر سے ہاتھ باہر نکال لیتا پھر تو مسجد دور دور تک اس کی آواز سے گونج اٹھتی۔

حجاج کے بارے میں خالد قسری کا رویہ : خالد بن عبداللہ قسری مکہ کا گورنر تھا۔ اس نے جمعہ کے دن منبر پر بیٹھ کر حجاج کا تذکرہ کیا۔ اس کی اطاعت وفرمان برداری کی تعریف کی اور اسے خوب سراہا۔ اگلے جمعے کے دن اس کے پاس سلیمان بن عبدالملک اموی خلیفہ کا خط آیا جس میں اسے حکم دیا تھا کہ وہ حجاج کو گالیاں دے۔ اس کے عیوب ظاہر کرے اور اس سے اظہار برأت کرے۔ چنانچہ وہ منبر پر چڑھا، اللہ کی حمد وثنا کی، پھر کہا: ابلیس فرشتوں میں سے فرشتہ تھا، وہ اللہ کی اطاعت کا اظہار کرتا تھا، جس کا بنا پر فرشتے اس کی فضیلت کے قائل ومعتقد تھے جب کہ اللہ کو اس کی خیانت وخباثت کا علم تھا جو اس کے فرشتوں سے مخفی تھا۔ اللہ نے جب شیطان کو رسوا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اسے آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ جو فرشتہ پر مخفی تھا وہ ان پر ظاہر ہوگیا اور انہوں نے اس پر لعنت کی۔ اسی طرح حجاج بھی امیرالمومنین کے لیے اپنی فرمانبرداری ظاہر کرتا تھا جس کی وجہ سے ہم اس کی برتری کے قائل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے امیرالمومنین پر اس کی خیانت وخباثت منکشف فرمادی جو ہم سے پوشیدہ تھی۔ اللہ نے جب اسے ذلیل ورسوا کرنا چاہا تو امیرالمومنین کے ہاتھوں یہ عمل کروایا۔ چنانچہ آپ نے اس پر لعنت کی۔ آپ لوگ بھی اس پر لعنت بھیجیں، اللہ اس پر لعنت کرے''۔ اس کے بعد منبر سے اترا۔

حجاج اور ابن اشعث کی اہلیہ : جب حجاج کے حضور ابن اشعث کی بیوی حاضر کی گئی تو اس نے محافظ سپاہی سے کہا: اس سے کہو: ''اے اللہ کی دشمن، اللہ کا وہ مال کہاں ہے جو تم نے اپنے دامن کے نیچے رکھا ہے؟'' چنانچہ سپاہی نے اس عورت سے کہا: اے دشمن خدا، اللہ کا وہ مال کہاں جو تم نے اپنی سرین کے نیچے رکھا ہے؟'' حجاج نے کہا: ''تم نے جھوٹ بولا، میں نے یوں

تو نہیں کہا تھا، اسے رہا کر دو۔‘‘ چنانچہ اسے جانے دیا گیا۔

حجاج اور ابو وائل : ابو عوانہ نے عاصم سے بواسطہ ابو وائل روایت کی ہے کہ مجھے حجاج نے بلا بھیجا اور پوچھا: ’’تمہارا نام کیا ہے؟‘‘ میں نے کہا: ’’گورنر نے مجھے بلا بھیجا ہے تو انہیں میرا نام معلوم ہوگا۔‘‘ پوچھا: ’’تم اس زمین پر کب اترے ہو؟‘‘ میں نے کہا: ’’جب سے یہاں لوگ رہنے لگے ہیں۔‘‘ پوچھا: ’’تم کتنا قرآن پڑھتے ہو؟‘‘ میں نے کہا: ’’اتنا پڑھتا ہوں کہ اگر میں اس کی تعمیل کروں تو میرے لیے کافی ہو جائے۔‘‘ کہا: ’’میں تم سے اپنے کچھ کاموں میں مدد لینا چاہتا ہوں؟‘‘ میں نے کہا: ’’اگر مجھ سے مدد لیں تو ایک بوڑھے کمزور احمق سے مدد لیں گے جسے برے دوستوں کا خطرہ رہتا ہے اور اگر مجھے معارف رکھیں گے تو مجھے یہ زیادہ پسند ہے اور اگر آپ مجھ پر خطرہ مول لے کر زبردستی کریں گے تو پھر میں اطاعت پر مجبور ہوں گا۔‘‘ حجاج نے کہا، ’’اگر مجھے تمہارے سوا کوئی اور نہ ملا تو میں تمھیں ہی مجبور کروں گا اور اگر مجھے تمہارے سوا کوئی اور مل گیا تو پھر تمھیں مجبور نہ کروں گا۔‘‘ میں نے عرض کیا: ’’اللہ آپ کا بھلا کرے، میں ایک بات عرض کرنا چاہوں گا کہ لوگ کسی گورنر سے اتنے مرعوب نہیں جتنے وہ آپ سے مرعوب ہیں۔ اللہ کی قسم، میں رات کو آپ کو یاد کرتا ہوں تو مجھے ساری رات نیند نہیں آتی، کروٹیں بدلتا رہتا اور بیدار رہتا ہوں اور بڑبڑاتا رہتا ہوں۔ اسی میں صبح ہو جاتی ہے، حالانکہ آپ نے مجھے کوئی ذمہ داری بھی نہیں سونپ رکھی۔‘‘ یہ بات اسے پسند آئی، چنانچہ کہا: ’’پھر کہو، تم نے کیا کہا؟‘‘ میں نے پوری بات دہرائی تو اس نے کہا: ’’اللہ کی قسم، میں نہیں جانتا کہ روئے زمین پر کوئی شخص مجھ سے بڑھ کر خون ریزی میں دلیر ہو۔‘‘ میں اٹھا اور جان بوجھ کر راستے سے ہٹا، اس پر حجاج نے کہا: ’’بزرگ کو راستہ دکھاؤ، بزرگ کی راہنمائی کرو۔‘‘

ابوبکر بن ابی شیبہ نے کہا: عبدالرحمٰن بن ابو لیلیٰ حجاج کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ’’اگر تم کسی ایسے آدمی کو دیکھنا چاہو جو امیر المومنین، عثمانؓ کو گالیاں دیتا ہو تو اس شخص کو دیکھ لو۔‘‘ اس پر عبدالرحمٰن نے کہا: ’’اے امیر، پناہ بہ خدا، کہ میں عثمان کو گالیاں بکوں۔ مجھے اس حرکت سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تین آیتیں روکتی ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ (نیز وہ

مال) ان غریب مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور جائدادوں سے نکال باہر کیے گئے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ؐ کی حمایت پر کمربستہ رہتے ہیں۔ یہی راست باز لوگ ہیں ﴾ (الحشر: ۸) اور عثمان ان لوگوں میں شامل تھے۔ پھر ارشاد فرمایا: ﴿ جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر دارالہجرت میں مقیم تھے۔ یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے اس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں ﴾ (حشر: ۹) میرے والد ان لوگوں میں شامل تھے۔ پھر ارشاد فرمایا: ﴿ جو ان اگلوں کے بعد آئے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب، ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں ﴾ (حشر: ۱۰) اور میں ان لوگوں میں شامل ہوں۔'' حجاج نے کہا: ''تم نے سچ کہا۔''

ابن ابی لیلیٰ اور علی، ابن زبیر اور مختار پر لعنت : ابوبکر بن ابی شیبہ نے ابومعاویہ سے بواسطہ اعمش روایت کی ہے، کہا: ''میں نے عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ کو دیکھا کہ حجاج نے اس پر تشدد کر کے اسے مسجد کے دروازے پر کھڑا کر دیا اور لوگ اسے کہنے لگے جھوٹوں پر لعنت کر: علی بن ابی طالب، عبداللہ بن زبیر اور مختار بن ابی عبید پر۔'' وہ کہتا: ''اللہ جھوٹوں پر لعنت کرے: علی بن ابی طالب، عبداللہ بن زبیر اور مختار بن ابی عبید۔'' ان تینوں حضرات کے نام وہ رفع (آخری حرف پر پیش) سے لیتا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ ان پر لعنت کرنا نہیں چاہتا۔''

حجاج اور شعبی : شعبی نے کہا، جب مجھے گرفتار کر کے حجاج کے پاس لے جایا جا رہا تھا تو باب القصر پر مجھے یزید بن ابو مسلم ملا، وہ حجاج کا کاتب تھا۔ اس نے کہا: ''اناللہ اے شعبی، آپ بہت علم رکھتے ہیں مگر آج سفارش کا دن نہیں۔'' میں نے کہا: ''جان چھڑانے کی کیا سبیل ہے؟'' کہا: ''گورنر کے سامنے شرک اور منافقت کا اعتراف کر لو تو نجات پا جاؤ گے۔'' پھر مجھے محمد بن حجاج ملا تو اس نے بھی وہی بات کہی جو یزید نے کہی تھی۔ جب میں حجاج کے سامنے پیش ہوا تو اس نے مجھ سے کہا: ''اور تم بھی ان لوگوں میں شامل ہو جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت

کی اور کفر کیا؟'' میں نے کہا: ''اللہ گورنر کا بھلا کرے۔'' منزل ہم سے دور ہوگئی، قحط سالی نے ہمیں گھیر لیا، خوف ہمارے دامن گیر ہوا، ہمیں بیداری کا سامنا کرنا پڑا، راستہ ہمارے لیے دشوار گزار ہوگیا، فتنے نے ہمیں ڈھانپ لیا اور ہم اس فتنے میں نیکوکار اور متقی نہ رہے اور نہ ہی طاقتور نافرمان بنے۔'' حجاج نے کہا: ''اللہ کی قسم، اس نے سچ کہا، یہ لوگ ہمارے خلاف بغاوت کر کے نیکوکار نہ رہے اور نہ ہی طاقتور ہوئے۔ اسے رہا کردو۔'' اس کے بعد کسی مسئلہ کے دریافت کرنے میں اسے میری ضرورت پڑی تو مجھے بلوا بھیجا اور کہا: ''تم ماں، بہن اور دادا کے بارے میں کیا کہتے ہو؟'' میں نے کہا: ''اس بارے میں آپ کے پانچ صحابہ عبداللہ بن مسعود، علی، عثمان، زید اور ابن عباس کی رائے مختلف ہے۔'' پوچھا: ''اس بارے میں ابن عباس کی کیا رائے ہے، اگرچہ وہ بہت بڑے محقق تھے؟'' میں نے کہا: ''انہوں نے دادا کو باپ کا قائم مقام کردیا ہے اور بہن کو کچھ نہیں دیا اور ماں کو ایک تہائی دیا ہے۔'' پوچھا: ''اس بارے میں ابن مسعود نے کیا کہا ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''انہوں نے چھ حصے کیے ہیں۔ دادا کو تین، ماں کو دو اور بہن کو ایک حصہ دیا ہے۔'' پوچھا: ''زید نے کیا کہا ہے۔'' میں نے کہا ''انہوں نے نو حصے کئے ہیں۔ ماں کو تین، دادا کو چار اور بہن کو دو حصے دیئے ہیں اور دادا کو بہن کے ساتھ بھائی کردیا ہے۔'' پھر پوچھا: ''اس بارے میں امیرالمومنین عثمان کی کیا رائے ہے؟'' میں نے کہا: ''آپ نے اسے دوثلث کیا ہے۔'' پوچھا: ''اس بارے میں ابوتراب نے کیا کہا ہے؟'' میں نے کہا: ''انہوں نے اس کے چھ حصے بنائے ہیں: بہن کو تین، ماں کو دو اور دادا کو ایک حصہ دیا ہے۔'' کہا: قاضی کو حکم دو کہ وہ اس بارے میں وہی فیصلہ کرکے جو امیرالمومنین عثمان نے کیا ہے۔''

میں ابھی حجاج کے پاس ہی تھا کہ حاجب حاضر ہوا اور کہا: ''دروازے پر ایلچی موجود ہیں'' کہا: ''انہیں اجازت دو'' وہ داخل ہوئے تو پگڑیاں ان کے سروں پر اور تلواریں ان کے کندھوں پر اور خطوط ان کے داہنے ہاتھوں میں تھے۔ بنوسلیم کا ایک آدمی آیا جس کا نام شبابہ بن عاصم تھا۔ حجاج نے پوچھا: ''تم کہاں سے آئے ہو؟'' کہا: ''شام سے'' کہا: ''تم نے امیرالمومنین کو کس حال میں چھوڑا اور ان کے خدم وحشم کو کس حال میں چھوڑا ہے؟'' اس نے

بتایا۔ پوچھا: ''کیا تمہارے پیچھے بادل برسا ہے؟'' کہا: ''ہاں، میرے سفر کے آغاز سے گورنر صاحب تک پہنچنے میں مجھے تین بادلوں سے سابقہ پڑا ہے۔'' کہا: میرے لیے بیان کرو کہ بارش کیسے برسی اور اس کے آثار و علامات کیسے تھے؟'' کہا: ''مجھ پر ایک بادل تو حصہ حوارین کے مقام پر برسا ہے۔ چھوٹے اور بڑے قطرے برسے۔ چھوٹے قطروں کا بڑے قطروں سے تعلق و رابطہ تھا۔ یہ بادل تیز و مسلسل برسا۔ ابھی تک یہ بارش جاری و ساری ہے جیسا کہ آپ نے سنا ہوگا۔ کوئی وادی تو خوب بہہ رہی ہے اور کوئی تھوڑے پانی والی ہے، کوئی زمین آگے ہے اور کوئی پیچھے۔ ایک بارش مجھے سراء کے مقام پر برسی، جس نے نرم زمین کی مٹی کو خوب جما دیا اور سخت مٹی کو بہا دیا، بلند زمین کو پھسلایا اور کھمبیوں کو ان کی جگہوں سے پھاڑ کر الگ کر دیا۔ ایک بارش مجھ پر قریتین کے مقام پر برسی، زمین نے سیراب ہونے کے بعد پانی کو اگل دیا، دراڑیں اور شگاف بھر گئے، وادیاں چھلک پڑیں، میں آپ کے پاس حاضر ہوا تو جابجا بجو کے مسکن بنے ہوئے تھے۔

حجاج نے حکم دیا: ''اجازت دو۔'' تو بنو اسد کا ایک آدمی حاضر ہوا، پوچھا: ''کیا بارش برسی؟'' کہا: ''نہیں، اللہ کی قسم، بگولے اٹھے اور علاقے کو غبار آلود کر دیا اور ہم نے یقین کر لیا کہ یہ قحط کا سال ہے۔'' کہا: ''تم برے اطلاع دینے والے ہو۔'' کہا: ''میں نے حقیقت آپ کے سامنے واضح کر دی۔''

پھر کہا: ''اجازت دو۔'' تو اہل یمامہ میں سے ایک آدمی داخل ہوا، پوچھا: ''کیا تمہارے یہاں بارش برسی؟'' کہا: ''ہاں، میں نے پہلے سنا کہ لوگ بارش کے لیے دعائیں کرتے تھے اور پھر میں نے ایک کہنے والے کو سنا جو کہہ رہا تھا، تمہارا قیام ایسی جگہ ہے جس میں آگ بجھتی ہے، عورتیں تنگ پڑتی ہیں اور بکریاں بکھر کر خوب چرتی ہیں۔'' شعبی کا کہنا ہے کہ حجاج اس کی بات نہ سمجھ سکا تو اس سے کہا: ''تیرا ناس ہو جائے، تم شامیوں سے گفتگو کر رہے ہو، لہٰذا انہیں سمجھاؤ۔'' کہا: ''اللہ امیر کا بھلا کرے۔ لوگ بہت خوشحال ہو گئے ہیں، کھجوریں، گھی، مکھن اور دودھ بکثرت ہے، لہٰذا روٹی پکانے کے لیے آگ نہیں جلائی جاتی، عورتوں کے تنگ پڑنے سے مراد یہ ہے، عورت سارا دن کام کرتی رہتی ہے، دودھ دوہتی اور بلوتی ہے اور جب

رات آتی ہے تو تھکاوٹ سے کراہتی رہتی ہے۔ بکریوں کے بکھرنے سے مراد یہ ہے بکریاں طرح طرح کی کھجوریں، کئی قسم کے درخت اور پودوں کے کلیوں کو دیکھتی ہیں، جس سے ان کے پیٹ بھر جاتے ہیں مگر آنکھیں نہیں بھرتیں۔ ان کی اوجھڑیاں بھر جاتی ہیں اور ان کے پیٹ لٹک جاتے ہیں اور دودھ دوہنے تک ایسے ہی رہتے ہیں۔"

پھر کہا: "اجازت دو۔" تو موالی میں سے ایک آدمی آگے بڑھا جو اس زمانے میں سب سے طاقتور اور لڑاکا تھا۔ حجاج نے اس سے پوچھا: "کیا آپ کے یہاں بارش ہوئی؟" کہا: "جی ہاں، مگر جس طرح ان لوگوں نے بیان کیا، میں اس طرح خوبی کے ساتھ بیان نہیں کرسکتا۔" کہا: "تم کیا بیان کرتے ہو؟" عرض کی: "حلوان میں بادل برسا اور میں آپ کے سامنے حاضر ہونے تک اس کے اثرات کے تحت رہا۔" حجاج نے کہا: اگرچہ تم بارش کے بارے میں بیان کرنے میں ان سب سے کوتاہ ہو، مگر تلوار کے ساتھ اقدام میں تمھیں ان سب پر برتری حاصل ہے۔"

عبدالملک، حجاج اور ابن عمر : ابراہیم بن مرزوق نے سعید بن جویریہ سے روایت کی ہے، جب اتحاد کا سال تھا تو عبدالملک بن مروان نے حجاج کو لکھا: ابن عمر کی پیروی کیجئے اور ان سے حج سے متعلق احکام سیکھئے۔ چنانچہ جب عرفہ کی شام آئی تو عبداللہ بن عمر اور ان کے بیٹے سالم کے آگے آگے حجاج چلا، سالم نے حجاج سے کہا: اگر تم آج سنت کی روش پر چلنا چاہتے ہو تو خطبہ مختصر کرنا اور نماز جلدی پڑھانا۔ اس پر حجاج نے تیوری چڑھائی اور عبداللہ بن عمر کی طرف دیکھا۔ تو انہوں نے کہا: "تم نے سچ کہا۔" جب زوال کا وقت ہوا تو عبداللہ بن عمر اس کے خیمے کے پاس سے گزرے اور کہا: "آرام۔" جونہی وہ باہر نکلے تو ان کے سر سے قطرے یوں ٹپک رہے تھے گویا انہوں نے غسل کیا ہے۔ جب لوگ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے تو ابن عمرؓ جس اونٹنی پر سوار تھے اس سے خون ٹپک رہا تھا۔ میں نے کہا: "اے ابو عبدالرحمٰن کیا آپ نے اونٹنی کو ذبح کیا ہے"۔ کہا: "نہیں۔" دراصل ان کے پاؤں کی دو انگلیوں کے درمیان نیزے کے نچلے حصے کا لوہا لگا تھا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو حجاج ان کی عیادت کے لیے گیا اور کہا: "اے ابو عبدالرحمٰن، اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کس نے آپ کو زخمی کیا ہے تو میں اسے یہ یہ سزا دیتا۔" ابن عمر نے فرمایا:

''تم نے مجھے زخمی کیا ہے۔'' عرض کی: ''اللہ آپ کو معاف فرمائے۔ آپ ایسا کیوں فرما رہے ہیں؟'' فرمایا: ''تم نے ایسے دن میں اسلحہ اٹھایا، جس میں اسلحہ نہیں اٹھایا جاتا اور ایسے شہر میں اسلحہ اٹھا کر ساتھ رکھا جس میں مسلح ہو کر چلا نہیں جاتا۔''

حجاج کی کچھ باتیں : ابوالحسن مدائنی نے کہا: مجھے اس شخص نے بتایا جو مسجد میں داخل ہوا اور حجاج منبر پر تھا۔ مسجد میں اس کی آواز گونج رہی تھی۔ وہ سوید بن ابو کاہل یشکری کے یہ شعر پڑھ رہا تھا: (ترجمہ اشعار)

[بہت سے لوگ جن کے سینوں کو میں نے غصہ سے بھر دیا،
انہوں نے میرے لیے مرنے کی تمنا کی جو پوری نہ ہوئی۔
انہوں نے بدگمانی کی حالانکہ وہ مجھے بہت اچھی طریقے سے جانتے ہیں
کہ مدت گزرنے کے بعد میرا کیا حال ہوگا؟
وہ سر کے بال جھڑنے اور سفید ہو جانے کے بعد میرے لیے موت کی کیا آرزو کرتے ہیں]

خلیفہ ولید نے حجاج کو لکھا: میرے لیے اپنا کردار و روش بیان کرو۔'' چنانچہ حجاج نے جواب میں لکھا: میں نے اپنی رائے کو بیدار کیا ہے، اپنی خواہش نفسانی کو سلا دیا ہے۔ اپنی قوم میں اطاعت کیے جانے والے سردار کو اپنے قریب کیا ہے۔ میں نے جنگ و قتال کے ماہر کو لڑائی پر مامور کیا ہے۔ امانتدار شخص کو خراج وصول کرنے پر مقرر کیا ہے۔ دھوکہ باز، بدکردار کو تہہ تیغ کیا ہے اور بے گناہ نیکوکار سے حسن سلوک کیا ہے۔ بدکار کو سزا سے خوف زدہ کیا ہے اور محسن کی مدد و نصرت کی ہے۔''

حجاج اور قاری : حجاج نے سورہ ھود کی یہ آیت پڑھی: قال یا نوح انه لیس من اَھلِکَ اِنَّہٗ عَمل'' غیر صالح (ھود:۴۶) (یعنی ارشاد ہوا، اے نوح، وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے، وہ تو ایک بگڑا ہوا کام ہے) تو اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اسے کیسے پڑھے یعنی عـمـلٌ'' (پیش اور تنوین کے ساتھ) یا عَـمِـلَ (زبر کے ساتھ) پڑھے۔ چنانچہ اس نے اپنے حفاظتی دستے کے ایک سپاہی کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ میرے پاس کوئی قاری لے آؤ۔ وہ کسی قاری کو لے کر آیا تو اس وقت حجاج اپنی مجلس برخواست کر کے کہیں جا چکا تھا۔ سپاہی نے اسے

جیل میں رکھا اور پھر بھول گیا۔حتی کہ چھ ماہ بعد جب حجاج نے جیل کا دورہ کیا اور اس قاری تک پہنچا تو پوچھا: ''آپ کس جرم کی پاداش میں یہاں ہیں؟'' کہا: ''نوح کے بیٹے کے سلسلہ میں، اللہ گورنر صاحب کا بھلا کرے۔'' چنانچہ اس نے قاری کی رہائی کا حکم دیا۔

عبدالملک، حجاج اور انسؓ : ابراہیم بن مرزوق نے کہا: مجھ سے سعید بن جویریہ نے بیان کیا کہ: حجاج بن یوسف کے خلاف کسی نے بغاوت کی تو اس نے انسؓ بن مالک سے اپنے ساتھ روانہ ہونے کے لیے کہا۔انہوں نے انکار فرمایا۔ چنانچہ حجاج نے انہیں ایک خط لکھا جس میں انہیں گالیاں لکھیں۔ اس کے خلاف شکایت کرتے ہوئے انسؓ نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کو ایک خط لکھا اور حجاج کا مذکورہ خط بھی اس میں رکھ دیا۔

اسماعیل بن عبداللہ بن ابومہاجر نے کہا: عبدالملک بن مروان نے مجھے ایسے وقت بلوا بھیجا، جس وقت میں، میرے جیسے لوگوں کو وہ نہیں بلوایا کرتا، میں حاضر ہوا تو وہ بہت غصے میں تھا۔اس نے کہا: اے اسماعیل، مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے کہ لوگ میرے بارے میں یہ کہیں کہ امیرالمومنین کمزور ہو چکا ہے، وہ نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی کے بارے میں بے بس ہو چکا ہے۔رعایا کہے گی کہ امیرالمومنین کی نہ کوئی نیکی قبول ہوگی اور نہ ان کا کوئی گناہ معاف ہوگا۔'' میں نے کہا: ''امیرالمومنین، کیا بات ہے؟'' کہا: رسول اللہ ﷺ کے خادم انسؓ بن مالک نے مجھے خط لکھا ہے اور بتایا ہے کہ حجاج نے ان کے ساتھ گستاخی کی ہے اور بدکلامی کی ہے۔ میں نے اس سلسلے میں دو خط لکھے ہیں۔ایک خط انسؓ بن مالک کی خدمت میں اور دوسرا حجاج کی طرف تم یہ دونوں خط لے لو اور پھر روانہ ہو جاؤ۔عراق پہنچو تو پہلے انس بن مالک کی خدمت میں جانا اور انہیں میرا یہ خط پہنچانا۔ان سے عرض کرنا کہ آپ کے ساتھ حجاج کی بدسلوکی امیرالمومنین پر بہت گراں گزری ہے اور انشاءاللہ آپ کو ہرگز کوئی ناگوار بات پیش نہ آئے گی۔پھر حجاج کے پاس جا کر اسے میرا یہ خط دینا اور اس سے کہنا: تم نے امیرالمومنین کے ساتھ ایسی فریب کاری کی ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ تم اس کے شر سے محفوظ ہو گے۔پھر اس کی حرکات و سکنات کا بغور جائزہ لینا۔اس کی باتیں نوٹ کرنا اور جب انشاءاللہ میرے پاس آؤ گے تو مجھے مطلع کر دینا۔''

اسماعیل نے کہا: ''میں نے دونوں خط لیے اور اپنی مہم پر روانہ ہوا۔ عراق پہنچا تو پہلے انس بن مالک کے گھر گیا۔ میں نے ان کی خدمت میں امیر المومنین کا خط پیش کیا اور زبانی پیغام بھی پہنچایا۔ آپ نے امیر المومنین کے حق میں دعا کی۔ جب آپ نے خط پڑھ لیا تو میں نے عرض کی: ابوحمزہ آپ کو معلوم ہے کہ حجاج گورنر ہے۔ وہ آپ کو نفع نقصان پہنچا سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس سے صلح کر لیں۔'' فرمایا: ''آپ کو اس کا اختیار ہے، میں آپ کی رائے کے خلاف نہ چلوں گا۔'' پھر میں حجاج کے پاس گیا۔ اس نے مجھے دیکھا تو خوش آمدید کہا اور کہا: ''اللہ کی قسم میری یہ تمنا تھی کہ آپ کو میں اس علاقے میں دیکھوں۔'' میں نے کہا: ''اللہ کی قسم میں بھی چاہتا تھا کہ آپ سے ملاقات کروں اور آپ کے پاس آؤں مگر اس کام کے بغیر آؤں، جس کے سلسلہ میں، میں اب آیا ہوں۔'' پوچھا: ''وہ کیا کام ہے؟'' میں نے کہا: ''میں خلیفہ سے جدا ہوا تو وہ سب سے زیادہ غضب ناک آپ کے خلاف تھے۔'' پوچھا: ''کیوں؟'' میں نے اسے خط دیا۔ وہ خط پڑھتا جاتا تھا اور اس کے ماتھے سے پسینہ بہتا جاتا تھا اور وہ اسے دائیں ہاتھ سے صاف کرتا جاتا تھا۔ پھر کہا: ''آؤ ہمارے ساتھ انس بن مالک کے پاس چلیں۔'' میں نے کہا: ''آپ نہ جائیں بلکہ میں کوشش کروں گا کہ وہ یہاں آپ کے پاس تشریف لائیں۔'' امیر المومنین کے خط کا متن یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے بندے عبدالملک بن مروان کی طرف سے حجاج بن یوسف کے نام۔ اما بعد، تم ایک ایسے بندے ہو جسے معاملات و امور نے سرکش بنا دیا ہے، تم اس سلسلہ میں حد سے بڑھ گئے ہو اور حدود فراموش ہو گئے ہو۔ اللہ کی قسم اے طائف کی کشمش کو الگ الگ کرنے والی عورت کے بیٹے میں تمہارے ساتھ وہ سلوک کروں گا جو شیر لومڑی کے ساتھ کرتا ہے، میں تمھیں ایسی ٹھوکر لگاؤں گا کہ تم اپنی ماں کی پیٹھ میں جا گھسو گے۔ طائف میں اپنے آباء و اجداد کے کمائی کرنے کے طریقے یاد کرو، جب وہ اپنے کندھوں پر پتھر ڈھوتے تھے اور اپنے ہاتھوں سے کنویں کھودتے تھے۔ کیا تم بھول گئے ہو کہ تم اور تمہارے باپ دادا کتنے خستہ حال، گھٹیا اور کمینے تھے۔ امیر المومنین کو تمہاری وہ دست درازی معلوم ہوئی ہے جو تم نے

رسول اللہ ﷺ کے خادم انس بن مالک کے ساتھ کی ہے۔ یہ امیر المومنین کے مقابلہ میں تمہاری جسارت ہے۔ شاید تمھیں ان کی اس غیرت، انتقام اور سطوت کا اندازہ لگانے میں غلط فہمی ہوئی ہے اور تمھیں دھوکہ لگا ہے جو وہ ان لوگوں کے خلاف اختیار کرتے ہیں جو ان کے راستے سے روگردانی کرتے ہیں، ان کی پسند کے خلاف چلتے ہیں اور ان کی ناراضگی کا ہدف بنتے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ تم نے یہ ایک تجربہ کیا ہے تاکہ تم یہ جان سکو کہ اس پر امیر المومنین کا ردعمل کیا ہوتا ہے، اگر وہ اسے جائز قرار دیتے ہیں تو میں آگے بڑھوں گا اور اگر وہ اسے ناپسند کرتے ہیں تو میں پسپائی اختیار کرلوں گا۔ تم پر اللہ کی لعنت ہو کہ تم انتہائی بدزبان و بدگو انسان ہو، تمہاری چال بے ڈھنگی ہے۔ اللہ کی قسم اگر امیر المومنین کو یہ معلوم ہوگیا کہ تم نے انس کے خلاف کوئی اقدام اس بنا پر کیا ہے کہ انہوں نے تمہارے خلاف مجھ سے شکایت کیوں کی ہے اور مجھے کیوں خط لکھا ہے تو یاد رکھو کہ میں تمہاری طرف ایسا آدمی روانہ کروں گا جو تمھیں پکڑ کر انس بن مالک کے حضور لے جائے گا اور پھر وہ جو چاہیں گے، تمہارے بارے میں فیصلہ فرمائیں گے۔ تمہارے حالات امیر المومنین سے مخفی نہیں۔ ہر خبر ایک مقام ہوا کرتا ہے اور تم لوگ جلد ہی جان لوگے۔''

اسماعیل کا بیان ہے: میں انس کے پاس حاضر ہوا اور ان کے پاس رہ کر اصرار کرتا رہا حتی کہ وہ میرے ساتھ حجاج کی طرف چل پڑے۔ جب ہم اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا: ''ابوحمزہ، اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ آپ نے خلیفہ تک شکایت پہنچانے میں جلدی کی اور امیر المومنین کو ہمارے خلاف غضب ناک کردیا۔'' پھر انس کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھادیا۔ انس نے فرمایا: ''تو سمجھتا تھا کہ ہم شریر ہیں، حالانکہ اللہ نے ہمارا نام مددگار (انصار) رکھا ہے۔ تو نے کہا کہ ہم سب سے بڑھ کر بخیل ہیں، حالانکہ ہمارے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے: ﴿وہ خود حاجتمند ہونے کے باوجود دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں﴾ (حشر: ۹) تیرا خیال تھا کہ ہم منافق ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہمارے بارے میں فرماتا ہے: ﴿جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ایمان لاکر دارالہجرت میں مقیم تھے۔ یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کرکے ان کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے اس کی کوئی

حاجت تک اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے ﴾ (حشر: ۱۰)

اب اس بارے میں شکایت تو اللہ کے حضور ہے یا امیر المومنین کے حضور ہے۔ امیر المومنین نے اس بارے میں دلچسپی لی اور اس نے ہمارا حق پہچانا جس سے تم ناآشنا رہے۔ اس نے ہمارے حق کی حفاظت کی جسے تم نے ضائع کر دیا۔ اس بارے میں جلد ہی رب تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا، اسی کی رضا سب سے بڑھ کر مطلوب ہے اور اس کی ناراضگی سے بچنا چاہیے۔ وہی انتقام و بدلہ لینے پر قادر ہے جس دن حق و باطل کا فرق واضح ہوگا، نور اور تاریکی الگ الگ ہوں گے، ہدایت گمراہی سے نمایاں ہوگی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی ہے پھر بھی تم لوگ میرا خیال نہیں رکھتے، اللہ کی قسم اگر یہود کو وہ شخص نظر آتا جس نے ایک دن ہی موسیٰ بن عمران کی خدمت کی ہوتی یا عیسائیوں کو وہ آدمی دکھائی دیتا جس نے ایک دن عیسیٰ بن مریم کی خدمت کی ہوتی تو پھر تم دیکھتے کہ وہ کس طرح اس کی قدر کرتے۔"

حجاج نے انسؓ سے معذرت کی اور ان سے راضی ہونے کی درخواست کی، حتی کہ آپ نے اس کی معذرت قبول کر لی اور اس سے راضی ہو گئے۔ اپنے راضی ہونے اور اس کی معذرت قبول کرنے پر ایک تحریر لکھ دی۔ انس کی وفات تک حجاج ان کی بہت زیادہ تعظیم کرتا تھا اور ان سے ڈرتا رہتا تھا۔

حجاج نے امیر المومنین عبدالملک بن مروان کے نام یہ خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد، اللہ امیر المومنین کا بھلا کرے اور انہیں باقی رکھے۔ ان کی حفاظت فرمائے، انہیں پر لطف زندگی سے بہرہ ور فرمائے اور ہمیں ان سے محروم نہ رکھے۔ امیر المومنین، اللہ اپنی نصرت سے ان کو بھی عزت دے، کا ایلچی اسماعیل بن ابی مہاجر میرے پاس امیر المومنین کا گرامی نامہ لایا۔ اللہ ان کی عمر دراز فرمائے اور مجھے ان پر ہر مشکل وقت، فدا ہونے کی توفیق دے۔ آپ نے مجھے اس مکتوب میں گالیاں دی ہیں اور میرے آباء و اجداد کے حوالے سے مجھے ڈانٹ ڈپٹ فرمائی ہے اور مجھے عار دلایا ہے کہ امیر المومنین کے حضور باریابی سے پہلے میری کیا حالت تھی۔ اللہ امیر المومنین پر اپنی نعمتیں پوری فرمائے اور اپنے احسانات

سے انہیں نوازے۔ اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، آپ نے رسول اللہ ﷺ کے خادم انس بن مالک کے ساتھ میری گستاخی کا تذکرہ کیا ہے اور اسے امیر المومنین کے خلاف میری جرأت و جسارت قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ امیر المومنین کی غیرت، انتقام اور اس سختی سے دھوکہ کھایا ہے جو وہ اپنے راستہ کی مخالفت کرنے والوں، ان کی پسند کے خلاف چلنے والوں اور ان کے غضب کا شکار ہونے والوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ امیر المومنین، اللہ ان کا بھلا کرے، امام الہدیٰ اور خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ وہ میری لغزش کو معاف اور میرے گناہ سے درگزر کرنے کے زیادہ اہل ہیں۔ لہٰذا آپ مجھے مہلت دیجئے، اور آپ میری لغزش پر گرفت کرنے میں جلدی نہ کیجئے۔ اس لیے کہ آپ شروع سے ہی کریم الطبع ہیں اور پھر اللہ نے اپنے بندوں کے امور آپ کو سونپ دیے ہیں۔ امیر المومنین، اللہ ان کا بھلا کرے، میری گھبراہٹ کو دور کرنے اور میری مصیبت کو خوشی میں بدلنے کی مہربانی فرمائیں۔ میں تو ان کے رعب سے مرعوب اور ان کے انتقام سے لرزاں اور ترساں ہوں۔ امیر المومنین، اللہ ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے، ان کی نیکیوں کو بڑھائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ تو عفو و درگزر اور چشم پوشی کرنے کے زیادہ اہل ہیں۔ وہ میرے دشمنوں اور حاسدوں کو خوش نہ کریں گے اور نہ مجھے الم و اذیت کی حالت میں رکھیں گے۔ امیر المومنین نے میرے ساتھ جس نیکی، حسن سلوک اور مہربانی کا تذکرہ فرمایا ہے وہ بجا ہے کہ آپ نے مجھے اپنے کام میں شریک کیا ہے اور اپنی رعایا کی گردنیں میرے تحت کر دی ہیں۔ وہ اس مہربانی فرمانے میں سچے ہیں اور لائق شکر ہیں۔ آپ کا تقرب میرے لیے کافی ہے۔

امیر المومنین کے ایلچی اسماعیل بن ابی مہاجر جو ان کے مکتوب بردار ہیں، نے انسؓ بن مالک کو خوش کرنے کی میری کوشش کو ملاحظہ کر لیا ہے اور امیر المومنین کے گرامی نامہ پر میری فرمانبرداری و عاجزی کا مشاہدہ کر لیا ہے۔ اس نے یہ بھی دیکھ لیا ہے کہ میں کس قدر بے چین و بے قرار اور پریشان ہوں، جیسے کہ امیر المومنین کے علم میں جلد آئے گا اور ان تک یہ سب باتیں پہنچیں گی۔ اگر امیر المومنین، اللہ مجھے ان کا شکریہ ادا کرنے کی توفیق دے اور ان کا حق ادا

کرنے میں مدد دے اور مجھے ان کی مرضی کے مطابق چلنے کی ہمت دے اور میری خاطر آپ کی عمر دراز کرے۔ مناسب سمجھیں تو میرے لیے ایک مکتوب تحریر کرنے کا حکم صادر فرمائیں جس میں اپنی رضا اور سینے کی سلامتی کا تذکرہ ہو تا کہ مجھے اس شفقت نامہ سے اپنے خون بہنے سے امان و اطمینان ہو جائے۔ میری بے خوابی ختم ہو جائے اور میرا دل مطمئن ہو جائے۔ مجھ پہ ایک زبردست مصیبت نازل ہوئی ہے جس کا کرب والم حد سے زیادہ ہے۔ میں اللہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ پر امیر المومنین کو ناراض وغضب ناک نہ ہونے دے۔ اللہ آپ کے حزم وعزم، سیاست و فراست، آپ کے حوالی موالی، حذم وحشم اور کارندوں کو اس طرح کام کرنے کی توفیق دے، جس کی بنا پر آپ کی حسن رائے اور دور اندیشی و ہمت کی تعریف کی جائے۔ اللہ ہی امیر المومنین کا سرپرست ہے اور آپ کے اقتدار کا محافظ ہے اور وہی آپ کے کام بنانے والا ہے۔ والسلام''

اسماعیل نے بتایا کہ جب امیر المومنین نے یہ خط پڑھا تو کہا: ''اے کاتب، ابو محمد کی گھبراہٹ کو دور کر دو'' چنانچہ کاتب نے آپ کی طرف سے راضی ہونے کا خط حجاج کو لکھ دیا۔

سلیمان اور حجاج : سلیمان بن عبدالملک اپنے بھائی ولید بن عبدالملک کے دور خلافت میں، حجاج کو خط لکھتا تھا، مگر حجاج انہیں کوئی اہمیت نہ دیتا تھا۔ چنانچہ سلیمان نے یہ خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سلیمان بن عبدالملک کی طرف سے حجاج بن یوسف کے نام۔ اللہ کے بندوں میں سے اطاعت کرنے والوں پر سلام ہو۔ اما بعد، تم ایک ایسے شخص ہو جس سے حق کا پردہ ہٹا ہوا ہے، تم اپنے نقصان کے درپئے اور اپنے نفع سے منہ موڑے ہوئے ہو۔ اللہ اور اس کے اولیاء کے حق کو حقیر و معمولی سمجھتے ہو۔ نہ کوئی تمہاری گزشتہ نیکی ہے جو تمھیں حق کی طرف پھیر دے اور نہ ہی تمہارے امور و معاملات سے تمھیں نکالنے والا کوئی تمہارا خاندانی پس منظر ہے۔ تم فریب خوردہ شخص ہو اور حق سے دور ہٹا دیئے گئے ہو۔ تم برے کاموں سے باز نہیں آتے اور نہ برائی سے شرماتے ہو۔ نہ اللہ سے وقار کی امید رکھتے ہو۔ حتی کہ تمھیں بدزبان، فحش گو اور گالیاں بکنے والا کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ اس سے تم اپنی حالت کا اندازہ لگا سکتے ہو۔ اللہ کی قسم، اگر اللہ نے مجھے تم پر اختیار دیا تو میں تمھیں اس طرح کچلوں گا کہ تمہارے شانہ کا گوشت نرم ہو جائے

گا، میں تمھیں پہاڑوں میں تتر بتر کردوں گا کہ تم شمال کی طرف پناہ تلاش کرتے پھرو گے۔ میں سرخ رومی عورت کو اس کے پستانوں کے بل لٹکاؤں گا۔ اللہ کو میرے اس فیصلہ کا علم ہے اور اس نے میرے لیے یہ طے کردیا ہے۔ تمھیں عافیت نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ تم آدمیوں کی عزت کے درپے ہوئے ہو۔ تم نے غلبہ پایا تو متکبر ہوگئے۔ کامیاب ہوئے تو ظلم و تعدی سے کام لیا۔ تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ انتظار کرو اور دیکھو کہ تمہارا انجام کیا ہوتا ہے بشرطیکہ مجھے ایسا وقت مل گیا جس میں تمہارے ساتھ نبٹ لوں اور اگر ایسا نہ ہوا تو مجھے امید ہے کہ تم ذلیل کن رسوائی سے دوچار ہوگے اور طویل ذلت سے تمھیں پالا پڑے گا اور آخرت میں تمہارا انجام تو بہت ہی برا ہوگا۔ والسلام''

حجاج نے اس خط کے جواب میں لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حجاج بن یوسف کی طرف سے سلیمان بن عبدالملک کے نام۔ سلام ہو اس پر جس نے حق کی پیروی کی۔ امابعد، آپ نے مجھے خط لکھا ہے جس میں بتایا ہے کہ میں ایسا شخص ہوں جس سے حق کا پردہ ہٹا ہوا ہے، میں اپنے نقصان کے درپے رہتا ہوں، اپنے نفع کا دلدادہ نہیں ہوں۔ اپنے منافع سے منہ موڑے ہوئے ہوں، اپنے مفادات کو ترک کرنے والا ہوں۔ اللہ کے حق کو اور حقداروں کے حق کو معمولی سمجھنے والا ہوں۔ آپ نے بیان کیا ہے کہ آپ غالب آنے والے اور انتقام لینے والے ہیں۔ مجھے اپنی جان کی قسم آپ تو ایک نوعمر لڑکے ہیں اور اپنی کم عقلی اور کم عمری کی وجہ سے معذور ہیں۔ کوئی اور آپ سے امیدیں لگائے بیٹھا ہے۔ میرے نام آپ کے مکتوب کا حال یہ ہے کہ اس میں آپ کی عقل کمزور ہوئی ہے، آپ کی برداشت اور حوصلے میں کمی ہوئی ہے۔

اللہ آپ کے والد مرحوم کو بھلا کرے۔ سوال یہ ہے کہ آپ اللہ کی قضاء سے نصرت کیوں نہیں چاہتے اور اپنے فیصلے کو ترک کیوں نہیں کردیتے۔ آپ اپنی امید کے بجائے اللہ سے کیوں امید نہیں رکھتے۔ آپ اپنے غصے کو کچل کیوں نہیں دیتے اور اپنے دشمن سے اپنی تدبیریں چھپا کیوں نہیں لیتے۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ آپ تمام امور کا عملی احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔ آپ کو دوراندیشی نہیں ملی۔ شیطان نے آپ کو بدترین معاملہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ بدخلقی

اور تنگ مزاجی آپ کی طبیعت کا حصہ ہے، حماقت آپ میں پیدائشی ہے۔ شیطان آپ کے آگے پیچھے پھرا ہے اور اس نے آپ کو یہ پٹی پڑھائی ہے کہ جب تک آپ عیب دار حرکتیں نہیں کر لیتے آپ کامل نہیں ہو سکتے۔ آپ نے اپنا نرخرہ اس کی بات کے لیے پھسلا دیا ہے اور اپنے گلے کی اطراف کو شیطان کے جھوٹ کے لیے کھلا کر دیا ہے۔ باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ اگر اللہ نے آپ کو اختیار دیا تو آپ نے زینب بنت یوسف کو پستانوں سے لٹکائیں گے۔ مگر مجھے امید ہے کہ اللہ آپ کی توہین سے اسے بچا کر عزت مند فرمائے گا، اگر آپ کی یہی رائے ہے تو اللہ آپ کو اس کی توفیق نہ دے گا۔ حالانکہ میں خوب جانتا ہوں کہ جب آپ نے مجھے یہ خط لکھا تو شیطان آپ کی ہتھیلیوں کے درمیان تھا۔ بہت برے کاتب نے بہت برے املاء کروانے والے کی املاء قلم بند کی ہے جو ظلم پر آمادہ ہے۔ اب بھی حق کے متلاشی بنو۔ مگر آپ اس لائق ہیں کہ ہدایت کی طرف آپ کو راہ نمائی نہ ملے اور آپ صرف ہلاکت ہی کی طرف لوٹائے جائیں۔ آپ انتہائی جاہ طلب اور بلند پرواز ہیں، آپ سمجھتے ہیں کہ آپ ہمیشہ خلافت کا دودھ اپنے منہ میں دوہتے رہو گے اور جب خلیفہ بن جاؤ گے تو پھر یہ مدت خلافت کبھی ختم نہ ہوگی۔ یہ تو اللہ کی چیز ہے جو وہ تھوڑی دیر کے لیے دیتا ہے۔ میں تو اللہ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ کو خلافت ملے تو آپ کو اللہ اس میں شکر کرنے کی توفیق دے۔ اس کے ساتھ ہی مجھے امید ہے کہ آپ اس مدت خلافت میں اس شخص کی رغبت رکھیں جس کی رغبت آپ کے والد اور بھائی نے رکھی تھی اور میں آپ کا اس طرح خدمت گزار ہوں، جیسے ان دونوں کا رہا اور اگر شیطان نے آپ کے نتھنے میں کوئی اور چیز پھونک دی تو پھر یہ ایک ایسی بات ہے جو اللہ نے آپ سے چھین لینے کا فیصلہ فرما لیا ہے اور اسے دینے کا تہیہ فرما لیا ہے جو آپ سے بڑھ کر اسے کمال تک پہنچانے والا ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم، یہ سب خیر خواہی ہے۔ اگر آپ نصیحت کو قبول کر لیں گے تو یہ قبول کیے جانے کے لائق ہے اور اگر آپ نے یہ نصیحت مجھے واپس کر دی تو میں یہ کسی اور کو کروں گا اور میں ہوں حجاج۔"

حجاج، ولید اور ام البنین : حجاج، خلیفہ ولید بن عبدالملک کے پاس حاضر ہوا۔ اس نے زرہ پہن رکھی تھی، کالی پگڑی باندھی ہوئی تھی، عربی کمان لٹکا رکھی تھی اور ترکش اٹھائے ہوئے

تھا۔ ام البنین بنت عبدالعزیز بن مروان نے خلیفہ کے پاس پیغام بھیجا کہ یہ کون مسلح بدو آپ کے پاس حاضر ہوا ہے اور آپ نے معمولی پتلے کپڑے زیب تن کیے ہوئے ہیں۔'' خلیفہ نے پیغام بھیجا: ''یہ حجاج بن یوسف ہے۔'' اس نے دوبارہ قاصد بھیجا اور کہا: ''اللہ کی قسم، اگر آپ کے پاس تنہائی میں موت کا فرشتہ ہو تو وہ مجھے زیادہ پسند ہے حجاج کے آپ کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے سے۔'' خلیفہ ولید نے یہ بات مزاح و دل لگی کرتے ہوئے حجاج کو بتادی تو اس نے کہا: ''امیرالمومنین، آپ عورتوں کے ساتھ فریب آمیز کلام اور خوش طبعی کو نظرانداز فرمائیں۔ عورت تو ایک پھول ہے وہ منتظم نہیں ہے۔ آپ اسے اپنے بھید اور اپنے دشمن کی سازش سے آگاہ نہ فرمائیں۔'' ولید جب ام البنین سے ملا تو اسے حجاج کی یہ بات بتائی۔ انہوں نے کہا: ''اے امیرالمومنین، میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ اسے حکم دیں کہ وہ کل میرے پاس مسلح ہو کر آئے۔'' چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ حجاج آیا تو وہ اس سے پردے کی اوٹ میں ہوگئی، وہ کافی دیر کھڑا رہا۔ پھر کہا: ''اے حجاج، تم امیرالمومنین پر احسان جتاتے ہو کہ تم نے عبداللہ بن زبیر اور ابن اشعث کو شہید کیا ہے؟ اللہ کی قسم، اللہ کو خوب معلوم تھا کہ تم اس کی مخلوق میں سے بدترین ہو، اس لیے اس نے کعبہ پر سنگ باری میں تمھیں مبتلا کیا اور تم نے ذات النطاقینؓ کے بیٹے کو شہید کیا۔ جو اسلام میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے ہیں۔ باقی رہا تمہارا امیرالمومنین کو عورتوں کے ساتھ ہنسی مذاق اور دل لگی اور رازداری سے روکنا، اگر عورتیں تمہارے جیسے شخص سے دور رہیں تو پھر تو تمہارا یہ مشورہ درست ہے اور اگر خلیفہ ولید جیسے شخص سے دور رہیں تو پھر تمہاری بات ناقابل قبول ہے۔ اللہ کی قسم، امیرالمومنین کی عورتوں نے اپنی چٹیا سے زیورات اور خوشبوئیں نکال کر انہیں فروخت کیا اور پھر یہ رقم اہل شام کے لیے عطیات کی صورت میں دے دی جب تم خوف سے بہت بری حالت میں تھے۔ دشمنوں کے نیزے تم پر سایہ فگن تھے، ان کی مزاحمت نے تمھیں زخمی کردیا تھا اور جب امیرالمومنین عوام کو ان کے باپوں اور بچوں سے زیادہ محبوب تھے۔ اگر تمھیں اللہ نے امیرالمومنین کے دشمن سے بچایا ہے تو صرف عوام کی خلیفہ سے محبت کی بنا پر بچایا ہے۔ اللہ بھلا کرے اس شاعر کا جس نے گویا تمہارے بارے میں تمھیں دیکھ کر کہا ہے:

(ترجمہ اشعار)

[وہ میرے خلاف تو شیر ہے مگر لڑائیوں میں شتر مرغ ہے
جو سیٹی بجانے والے کی سیٹی سے بمشکل بھاگتا ہے۔
تم میدان جنگ میں حروریہ کے مقابلہ میں کیوں نہ نکلے
بلکہ تمہارا دل پرندے کے پنجوں میں تھا۔
غزالہ حروریہ نے اپنی فوجوں کے ساتھ اس کے لشکر کو پھاڑ ڈالا
اور اس کے لشکروں کو گزشتہ کل کی مانند کر دیا]

پھر کہا: ''نکل جا۔'' تو حجاج انتہائی ذلیل وخوار ہو کر وہاں سے نکلا۔

عبدالملک، حجاج اور عروہ بن زبیر : عروہ بن زبیر خلیفہ عبدالملک بن مروان کی طرف سے یمن کے عامل تھے۔ انہیں معلوم ہوا کہ حجاج کا ارادہ ہے کہ وہ ان کے قبضے میں جو اموال ہیں، ان کا مطالبہ کرے اور عروہ کو معزول کر دے۔ چنانچہ وہ بھاگ کر عبدالملک کے پاس چلے گئے اور حجاج کے خوف سے اور اس کے نقصان اور شر سے بچنے کے لیے خلیفہ کے پاس پناہ حاصل کر لی۔ جب حجاج کو یہ معلوم ہوا تو اس نے عبدالملک بن مروان کے نام یہ خط لکھا:

اما بعد، ملزموں اور مجرموں کا آپ کے دامن عفو و درگزر میں پناہ لینا اور آپ کی نرم اخلاقی اور وسعت عفو سے فائدہ اٹھانا درحقیقت مملکت کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔ اگر عوام کے جرائم کو نظرانداز کر دیا جائے تو یوں ان کو شہہ ملے گی کہ وہ ہر گورنر کے ساتھ حقوق کو ضائع کریں گے۔ عوام تو لاٹھی کے غلام ہیں۔ وہ نرمی کے بجائے سختی سے قابو آتے ہیں۔ عروہ بن زبیر کے پاس اللہ کے مال میں سے مال ہے اور اس سے یہ مال برآمد کرنا اور نکلوانا دوسرے لوگوں کی طمع کو ختم کرنا ہے۔ اگر امیر المومنین مناسب سمجھیں تو اسے میرے پاس بھیج دیں۔ والسلام۔''

جب خط پڑھا تو عروہ کو طلب کیا اور اس سے کہا: تمہارے بارے میں حجاج کا خط آیا ہے، اس نے بہرحال تمہیں پیش ہونے کے لیے کہا ہے۔ اس کے بعد خلیفہ نے حجاج کے ایلچی سے کہا: ''اسے لے جاؤ۔'' اس پر عروہ، خلیفہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: ''اللہ کی قسم جو مر گیا وہ

ذلیل وخوار نہ ہوا، لیکن ذلیل ورسواوہ ہوا جس پر آپ لوگوں نے قابو پالیا۔ اللہ کی قسم، اگر ملک و اقتدار امر ونہی کے صادر و نافذ کرنے کا نام ہے تو پھر حجاج آپ پر حکمران ہے۔ وہ آپ کی مرضی کے خلاف فیصلے نافذ کرتا اور احکام صادر کرتا ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ ایسے کام سرانجام دیں جس سے آپ کو فوراً زینت وکمال حاصل ہو اور آپ کے لیے دیرپا عزت باقی رکھے۔ مگر حجاج آپ کو ایسے امور سرنجام دینے سے روک دیتا ہے اور اس کے برعکس اپنی مرضی کے مطابق چلنے پر مجبور کردیتا ہے، تاکہ اس کی بات مانی جائے اگر عفو ودرگزر کا شرف ہے تو اسے ہی حاصل ہو اور اگر کسی مجرم کو سزا ملنی ہے تو اس کا سہرا بھی اسی کے سر بندھے۔ اگر کوئی آپ کے خلاف بغاوت و سرکشی کرتا ہے تو اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے۔

خلیفہ نے ایک بار حجاج کے خط پر نظر ڈالی اور ایک بار عروہ کی جانب دیکھا۔ پھر دوات اور کاغذ طلب کیا اور حجاج کے نام یہ خط لکھا:

امابعد، آپ کی خیرخواہی پر اعتماد کرنے کے باوجود، امیرالمومنین کی آپ کے بارے میں رائے یہ ہے کہ آپ سیاست میں بے سوچے سمجھے یعنی بے ہدایت وبصیرت کام کرتے ہیں۔ آپ کی یہ رائے کہ عوام لاٹھی کے غلام ہوتے ہیں، دراصل بنیادی طور پر غلط ہے اور اس غلط رائے کے نتیجے میں عربوں کے کئی مردان کار نے آپ کے خلاف سرکشی کی ہے۔ اگر آپ عوام کے خلاف تشدد کی سیاست اپنائیں گے تو موقع ملتے ہی وہ آپ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے، پھر وہ بغاوت کی دعوت دینے والے کے برحق یا گمراہ ہونے کا بھی خیال نہ کریں گے۔ کیونکہ ان کا مقصد تو آپ سے بہرحال انتقام لینا ہے۔ عراق پر تم سے پہلے کئی سیاست دانوں نے حکومت کی ہے، اس وقت عراق کے عوام بھی بہت غضب ناک تھے اور جاہلیت کی کم عقلی کے زیادہ قریب تھے مگر اس کے باوجود وہ سیاست دان عوام کے لیے آپ کے مقابلہ میں زیادہ موزوں تھے۔ سختی اور نرمی کے لیے لوگ الگ الگ ہوتے ہیں۔ عفو ودرگزر میں حد سے بڑھنا، سزا وعقوبت میں حد سے بڑھنے سے زیادہ افضل ہے۔ والسلام''

ابن شہاب اور حجاج کی نظر کی کمزوری: زکریا بن عیسیٰ نے ابن شہاب سے روایت

کی ہے، کہا: ''ہم حجاج کے ساتھ حج کرنے کے لیے نکلے، جب ہم البیداء پہنچے تو ذوالحجہ کا چاند نکلنے کی شام تھی۔ حجاج نے ہم لوگوں سے کہا: ''ہلال دیکھو، میری نظر تو کمزور ہے۔'' اس پر نوفل بن مساحق نے کہا: ''اللہ گورنر صاحب کا بھلا کرے، کیا آپ کو معلوم ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ اس لیے کہ آپ دفتری کاغذات کو زیادہ ملاحظہ فرماتے رہتے ہیں۔''

اصمعی نے کہا: حجاج کے بعد قید خانوں کا جائزہ لیا گیا تو ان میں ۳۳ ہزار بے گناہ شخص پائے گئے۔ ان میں سے ایک پر بھی قتل و غارت گری کا الزام نہ تھا۔ ان میں ایک بدو تھا جسے واسط شہر میں پیشاب کرنے پر گرفتار کیا گیا تھا۔ اسے بھی دوسرے قیدیوں کے ساتھ رہا کر دیا گیا۔ اس پر اس بدو نے یہ شعر کہا:

اذا نحن جاوزنا مدینةَ واسطٍ خرینا وبُلنا لانخافُ عِقابَا

[جب ہم واسط شہر سے باہر نکل جائیں گے تو پھر ہمیں پیشاب و پاخانہ کرنے پر سزا ملنے کا خوف نہ رہے گا]

حجاج کے ہاتھوں بے گناہ مقتولین کی تعداد : ابو داؤد مصحفی نے نضر بن شمیل سے روایت کی ہے، کہا: میں نے ہشام کو کہتے سنا: لوگوں نے ان بے گناہ افراد کا شمار کیا جنہیں حجاج نے قتل کیا تو ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔

اہل عراق سے حجاج کا خطاب : حجاج نے اہل عراق سے خطاب کرتے ہوئے کہا: اے اہل عراق، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ اپنے نبیؐ سے روایت کرتے ہو کہ آپ نے فرمایا: ''جو مسلمانوں میں سے دس گردنوں کا مالک ہوا تو اسے قیامت کے دن اس حال میں پیش کیا جائے گا کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہوں گے، حتی کہ عدل اسے نجات دے گا۔ یا ظلم اسے ہلاک کرے گا۔ اللہ کی قسم، مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں ابوبکر و عمر کے ساتھ بندھا ہوا پیش ہوں بجائے اس کے کہ تم لوگوں کے ساتھ آزاد رہ کر میرا حشر ہو۔''

بیماری کے بعد اہل عراق سے حجاج کا خطاب : حجاج بیمار ہوا تو عراقی خوش ہوئے اور کہنے لگے: ''حجاج مر گیا، حجاج مر گیا''۔ جب اسے افاقہ ہوا تو وہ منبر پر بیٹھا اور لوگوں سے

خطاب کیا، اس نے کہا:

اے اہل عراق، اے اہل شقاق ونفاق، میں بیمار ہوا تو تم لوگوں نے کہا: حجاج مرگیا۔ اللہ کی قسم، مجھے مرنا، نہ مرنے سے زیادہ پسند ہے اور کیا میں مرنے کے بعد ہی مکمل خیر کی امید رکھ سکتا ہوں؟ اللہ نے اپنی مخلوق میں سے، جہاں تک میں نے دیکھا ہے، کسی کے لیے بھی دنیا میں ہمیشہ رہنے کو پسند نہیں کیا مگر اپنی مخلوق میں سے سب سے زیادہ مبغوض اور حقیر کو یعنی ابلیس کے لیے۔ میں نے نیک بندے کو دیکھا ہے وہ اپنے رب سے درخواست کر رہا تھا: رب ھب لی ملکاً لاینبغی لأ حدٍ من بعدی ۔ (سورۃ ص: ۳۵) (یعنی اے میرے رب مجھے معاف کر دے اور مجھے وہ بادشاہی دے جو میرے بعد کسی کے لیے سزاوار نہ ہو۔) اللہ نے ایسا ہی کیا، مگر پھر یہ ملک انحطاط پذیر ہوا اور ایسے ہو گیا گویا کہ وہ تھا ہی نہیں۔''

حج کا ارادہ اور اپنے بیٹے کو اپنا قائم مقام بنانا:

حجاج نے حج کا ارادہ کیا تو اپنے بیٹے محمد کو اہل عراق پر اپنا قائم مقام مقرر کیا پھر تقریر کی اور کہا:

اے اہل عراق، اے اہل شقاق اور ونفاق۔ میں نے حج کا ارادہ کیا ہے اور اپنے بیٹے محمد کو تم پر اپنا قائم مقام بنایا ہے اور میں نے اسے تمہارے بارے میں جو نصیحت کی ہے وہ اس نصیحت کے برعکس ہے جو رسول اللہ ﷺ نے انصار کے بارے میں کی تھی۔ آپؐ نے انصار کے بارے میں صحابہ سے فرمایا تھا کہ ان کے نیکوکار کی اچھائی کو قبول کیا جائے اور ان کے برا کرنے والے سے درگزر کیا جائے۔ مگر میں نے اسے وصیت کی ہے کہ تم میں سے نیکوکار کی اچھائی کو قبول کرے اور تمہارے برے سے درگزر نہ کرے۔ خبردار، تم لوگ میرے جانے کے بعد میرے بارے میں ایک بات کہو گے، اس کے اظہار سے تمھیں صرف میرے خوف نے روک رکھا ہے۔ تم کہو گے ''اللہ اس کے لیے ہم نشینی اچھی نہ کرے۔ اور میں تمھیں پیشگی جواب دیتا ہوں کہ اللہ تمہارے لیے خلافت کو اچھا نہ کرے۔'' پھر منبر سے اتر گیا۔

حجاج کے بیٹے اور بھائی کی وفات:

جمعے کے دن کی صبح ہوئی تو محمد بن حجاج نے وفات پائی۔ شام ہوئی تو یمن سے حجاج کے بھائی محمد کی وفات کی خبر سرکاری قاصد لایا۔ اس پر عراقی خوش ہوئے اور بولے: حجاج کی کمر ٹوٹ گئی، اس کا بازو ٹوٹ گیا۔ حجاج باہر نکلا، منبر پر چڑھا، پھر عوام سے خطاب کیا، اس نے کہا:

لوگو، ایک دن میں دو محمد چل بسے، اللہ کی قسم، میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ دنیا کی زندگی میں میرے ساتھ رہیں، کیونکہ میں آخرت میں ان کے لیے اللہ کے ثواب کی امید رکھتا ہوں۔ اللہ کی قسم، میں اور تم لوگ جو باقی رہ گئے ہیں، فنا کے گھاٹ اترنے والے ہیں۔ نیا پرانا ہوتا ہے، ہر زندہ کو مرنا ہے خواہ میں ہوں یا تم لوگ۔ زمین نے ہم سے وہی کچھ کرنا ہے جو ہم زمین کے ساتھ کرتے ہیں، چنانچہ زمین ہمارے گوشت کھاتی ہے اور ہمارے خون پیتی ہے، جیسے کہ ہم اس کی پشت پر چلتے ہیں، اس کے پھل کھاتے ہیں اور اس کا پانی پیتے ہیں۔ پھر ہمارا وہی حال ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ونفخ فی الصور فاذاھم من الاجداث الی ربھم ینسلون (یس:۵۱) (یعنی پھر ایک صور پھونکا جائے گا اور یکا یک یہ اپنے رب کے حضور پیش ہونے کے لیے اپنی اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے۔) پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

ترجمہ اشعار:

[ہر میت کی طرف سے اللہ کے نبی میری تعزیت کرنے والے ہیں
اور ہر مرنے والے کی طرف سے میرے لیے اللہ کا اجر کافی ہے۔
جب میں اللہ کو اس حال میں ملوں کہ وہ مجھ سے راضی ہو
تو پھر نفس کی مسرت وہیں ہوگی]

پھر وہ منبر سے اترا۔ لوگوں کو تعزیت کے لیے آنے کی اجازت دی گئی، تو عوام تعزیت کے لیے اس کے پاس آنے لگے۔ ان میں فرزدق شاعر بھی شامل تھا۔ جب حجاج نے اسے دیکھا تو کہا: ''اے فرزدق، کیا تو نے محمد اور محمد کا مرثیہ نہیں کہا؟'' اس نے عرض کی: جی

ہاں، امیر محترم اور پھر یہ شعر پڑھے: (ترجمہ اشعار)

[اگر کسی مصیبت سے حجاج گھبرا گیا ہے تو پھر

کسی دکھی کے لیے یہ مصیبت کس قدر المناک اور غمناک ہوگی۔

اس کا فرزند اور بھائی دونوں اس کے دست باز و تھے جو اسے چھوڑ کر چلے گئے۔

یہ ایک قوی پرندے کے دو پر تھے اور دونوں ہی اس سے جدا ہو گئے۔

اگر کسی اور سے یہ پر لیے جاتے تو وہ ختم ہو کے رہ جاتا۔

اگر کسی بلند و بالا پہاڑ پر بھی جمعے کے یہ دو دن لگاتار آتے تو وہ پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا۔

یہ دونوں رسول اللہ کے ہمنام تھے۔

ان کا نام ایسے باپ نے رکھا تھا جو حادثات کے سامنے جھکتا نہیں]

اس پر حجاج نے کہا: ''بہت خوب۔'' پھر اس کے لیے انعام کا حکم دیا۔ جب فرزدق دارالامارت سے باہر نکل رہا تھا تو اس نے کہا: اگر حجاج مجھے چھٹا شعر کہنے پر مجبور کرتا تو اس سے پہلے کہ میں یہ شعر اس کے حضور پیش کرتا، میری گردن اڑا دی جاتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شعر فرزدق نے فی البدیہہ کہے تھے اور پہلے سے تیار نہیں کیے تھے۔

حجاج کے بارے میں مختلف آراء واقوال

عتبی کے والد کی حجاج کے بارے میں رائے : ریاشی نے عتبی سے بواسطہ اپنے والد روایت کی ہے کہ، کہا: ''میں نے حجاج جیسا نہیں دیکھا، اس کی وضع قطع شاطر و عیار لوگوں کی مانند تھی، اس کا کلام ایک خارجی کے کلام کی مانند تھا اور اس کا دبدبہ ایک آمر کی طرح تھا۔'' میں نے ان سے حجاج کی وضع قطع کے بارے میں پوچھا تو کہا: ''وہ اپنے بالوں کو برابر کرتا اور سجاتا تھا اور سر کے اطراف کو خضاب لگاتا تھا۔''

ابن مہران کی رائے : کثیر بن ہشام نے جعفر بن برقان سے روایت کی ہے، کہا: میں نے میمون بن مہران سے پوچھا: ''ایک خارجی شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں

آپ کی کیا رائے ہے؟'' کہا: ''تم اس کی خاطر نماز نہیں پڑھتے، تم تو اللہ کے لیے نماز پڑھتے ہو۔ ہم حجاج کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے، حالانکہ وہ حروری ازرقی تھا۔'' میں نے اس کی طرف دیکھا تو کہا: ''تم جانتے ہو حروری ازرقی کیا ہے؟'' وہ شخص کہ اگر تم اس کی رائے کی مخالفت کرو تو وہ تمھیں کافر قرار دے اور تمہارے خون کو حلال، حجاج ایسا ہی تھا۔''

عمر بن عبدالعزیز کی رائے : ابوامیہ نے ابوسہر سے روایت کی ہے کہا: ہمیں ہشام بن یحیٰی نے اپنے والد کے حوالہ سے بتایا، کہا: عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: اگر ہر امت اپنے اپنے منافق پیش کرے اور ہم حجاج کو پیش کریں تو ہمیں ان پر برتری حاصل ہوگی۔''

حسن بصری کی رائے : ایک آدمی نے قسم اٹھائی کہ حجاج جہنمی ہے اگر ایسا نہ ہو تو اس کی بیوی کو طلاق ہو۔ اس آدمی نے اپنی بیوی سے قربت چاہی تو اس نے روک دیا۔ اس آدمی نے حسن بن ابوالحسن بصری سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: بھتیجے تمہارا کیا نقصان ہے، اگر حجاج جہنم میں نہ ہوا تو اپنے بیوی کے ساتھ زنا کرنے میں تمہارا کیا نقصان ہے۔''

علی بن زید کا رویہ : ابوامیہ نے اسحاق بن ہشام سے، انہوں نے عثمان بن عبدالرحمٰن جمحی سے، انہوں نے علی بن زید سے روایت کی ہے، کہا: جب حجاج مرا تو میں حسن کے پاس آیا اور انہیں یہ اطلاع دی تو وہ سجدہ میں گر پڑے۔

ابراہیم کی رائے : علی بن عبدالعزیز نے اسحاق سے بواسطہ جریر بن عبدالحمید بواسطہ منصور بن معمر روایت کی ہے، کہا: میں نے ابراہیم سے پوچھا: ''آپ حجاج پر لعنت کرنے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟'' فرمایا: ''کیا تم نے یہ ارشاد الٰہی نہیں سنا: **الا لعنة الله علی الظالمین** (ھود: ۱۸) (یعنی ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو) اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حجاج انہی میں سے تھا۔''

وکیع نے سفیان سے، انہوں نے محمد بن منکدر سے، انہوں نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے، کہا: میں حجاج کے پاس گیا تو میں نے اسے سلام نہیں کیا۔

رقاشی اور حسن : وکیع نے سفیان سے روایت کی ہے، کہا: یزید رقاشی نے حسن کے پاس کہا: ''میں حجاج کے بارے میں امید رکھتا ہوں۔'' حسن نے فرمایا: ''میں بھی امید رکھتا ہوں

کہ اللہ تمہاری امید کو بدل ڈالے۔''

انس اور ابن سیرین : میمون بن مہران نے کہا: انس اور ابن سیرین حجاجی درہموں سے خرید وفروخت نہیں کیا کرتے تھے۔

عبدالملک بن مروان نے حجاج سے کہا: ہر شخص اپنے عیوب سے واقف ہوتا ہے، لہٰذا تم اپنے عیوب میرے سامنے بیان کرو۔ عرض کی: امیر المومنین، مجھے آپ معاف رکھیں۔ کہا: تم ضرور بیان کرو گے۔ کہا: میں ضدی، حسد کرنے والا اور کینہ ور ہوں۔ کہا: ابلیس میں اس سے بڑھ کر کوئی شر نہیں۔

ابن عمرؓ کی رائے : ابوبکر بن ابوشیبہ نے کہا: عبداللہؓ بن عمر کو بتایا گیا کہ حجاج حرمین کا گورنر بنا ہے۔ فرمایا: اگر اچھا ہوا تو ہم شکر کریں گے، اور اگر برا ہوا تو ہم صبر کریں گے۔

حجاج کے خلاف لڑنے کے بارے میں حسن بصری کی رائے : ابن ابی شیبہ نے کہا: حسن بصری سے پوچھا گیا: آپ حجاج کے خلاف لڑنے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: حجاج، اللہ کی سزا ہے۔ لہٰذا اللہ کی سزا کا تلوار سے سامنا نہ کرو۔

ماہان کو صلیب : ابن فضیل نے کہا: ہم سے ابونعیم نے بیان کیا کہ حجاج نے ماہان کے بارے میں حکم دیا کہ اسے اس کے دروازہ پر صلیب دی جائے، میں نے ماہان کو دیکھا کہ جب اس کے لیے صلیب بنائی جارہی تھی وہ سبحان اللہ، لا الہ الا اللہ، اور اللہ اکبر پڑھ رہا تھا اور اپنی ہاتھ کی پوروں پر اسے گن رہا تھا، حتی کہ ۹۹ تک پہنچا۔ اس حال میں ایک شخص نے اسے نیزہ مارا۔ ہم نے ایک ماہ بعد اس مارنے والے کو دیکھا کہ اس کا ہاتھ خراب ہو چکا تھا اور اس نے اسے باندھ رکھا تھا۔

یہ بھی کہا: ہم ماہان کی صلیب کے قریب رات کو چراغ جیسی کوئی روشن چیز دیکھا کرتے تھے۔

کچھ حضرات کا حجاج کو کافر سمجھنا : میمون بن مہران نے اجلح سے روایت کی ہے، کہا: میں نے شعبی سے پوچھا: لوگ سمجھتے ہیں کہ حجاج مومن ہے۔ فرمایا: جبت و طاغوت (غیر اللہ معبودوں) کا مومن ہے اور اللہ کا کافر ہے۔

علی بن عبدالعزیز نے اسحاق بن یحییٰ سے بواسطہ اعمش روایت کی ہے، کہا: اہل مم

نے حجاج کے بارے میں اختلاف کیا تو پھر وہ بولے: کس شخص کی بات پر تم سب راضی ہو گئے؟ بولے: ''مجاہد کی بات پر۔'' چنانچہ مجاہد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: ہم نے حجاج کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ فرمایا: کیا تم لوگ میرے پاس آئے ہو کہ بڈھے کافر کے بارے میں مجھ سے دریافت کرو۔

محمد بن کثیر نے اوزاعی سے روایت کی ہے، کہا: ''میں نے قاسم بن محمد کو یہ کہتے سنا کہ حجاج بن یوسف نے اسلام کے کڑوں کو ایک ایک کر کے توڑا ہے۔''

عطا بن سائب نے کہا: میں ابوبختری کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور حجاج خطبہ دے رہا تھا۔ اس نے اپنے خطبہ میں کہا: عثمانؓ کی مثال، عیسیٰ بن مریم کی مثال کی مانند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ اب میں تجھے واپس لے لوں گا اور تجھ کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے ان سے تجھے پاک کر دوں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک ان لوگوں پر بالادست رکھوں گا، جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے۔ ﴾ اس پر ابوبختری نے کہا: رب کعبہ کی قسم، اس نے کفر کیا۔

علماء نے حجاج کو جن باتوں کی وجہ سے کافر قرار دیا ہے، ان میں سے ایک اس کا وہ قول ہے جو اس نے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی قبر اور آپ کے منبر کا طواف کرتے ہوئے دیکھ کر کہا تھا۔ ''یہ لوگ لکڑیوں اور سوکھی ہڈیوں کا طواف کر رہے ہیں۔''

شیبانی نے ہیثم سے بواسطہ ابوعیاش روایت کی ہے، کہا: ہم عبدالملک بن مروان کے پاس تھے کہ اس کے پاس حجاج کا خط آیا، اس مکتوب میں اس نے خلافت کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا تھا اور اس نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ آسمان و زمین خلافت کی بدولت قائم ہیں اور اللہ کے یہاں خلیفہ کا مقام ملائکہ مقربین اور انبیاء و مرسلین سے افضل ہے اور یہ کہ اللہ نے آدم کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور فرشتوں سے اس کے سامنے سجدہ کروایا اور اسے اپنی جنت میں ٹھہرایا۔ پھر اسے زمین پر اتارا اور اسے اپنا خلیفہ بنایا اور فرشتوں کو اس کے پاس ایلچی بنا کے بھیجا۔ عبدالملک اس خط پر حیران ہوا اور اسے یہ خط اچھا لگا، اس نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ اس خط پر تبصرہ

کرنے کے لیے میرے پاس کوئی خارجی آتا۔'' عبداللہ بن یزید اپنے گھر گیا، اپنے مہمانوں کے ساتھ بیٹھا اور انہیں یہ بات بتائی۔ اس پر حوار بن زید الضبی نے اس سے کہا، یہ حجاج سے بھاگا ہوا تھا، ''آپ میرے لیے خلیفہ سے جان کی امان پالیں تو پھر مجھے بتائیں۔'' عبداللہ نے اس کا تذکرہ خلیفہ سے کیا تو کہا: ''اسے ہر خوف سے امان ہے۔'' عبداللہ واپس حوار کے پاس آیا اور اسے یہ بتایا۔ حوار نے کہا: ''کل صبح انشاء اللہ۔'' صبح ہوئی تو اس نے غسل کیا، دو کپڑے پہنے، پھر حنوط لگایا اور عبدالملک کے دروازے پر حاضر ہوا۔ عبداللہ نے کہا: ''بندہ دروازے پر حاضر ہے۔'' خلیفہ نے فرمایا: ''لڑکے اسے لے آؤ۔'' یہ آدمی اندر گیا تو سفید کپڑے پہنے ہوئے اور اس سے حنوط کی بو آرہی تھی۔ پھر السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گیا۔ اس پر عبدالملک نے کہا: ''اے جوان، ابومحمد کا خط لے آؤ۔'' وہ خط لے آیا تو حکم دیا: ''اسے پڑھو۔'' جب وہ مکمل پڑھ چکا تو حوار نے کہا: ''میں سمجھتا ہوں کہ اس نے آپ کو ایک فرشتے، ایک نبی اور ایک خلیفہ کے مقام پر رکھا ہے۔ اگر آپ فرشتے ہیں تو آپ کو کس نے نازل کیا ہے؟ اور اگر آپ نبی ہیں تو آپ کو کس نے بھیجا ہے؟ اور اگر آپ خلیفہ ہیں تو آپ کو کس نے خلیفہ بنایا ہے؟ کیا آپ مسلمانوں کے مشورہ سے خلیفہ بنے ہیں یا تلوار کے زور سے لوگوں کے امور پر مسلط ہوئے ہیں؟''

عبدالملک نے کہا: ''ہم تمہیں امان دے چکے ہیں اور تم پر کوئی گرفت نہیں کر سکتے۔ اللہ کی قسم، تم یہاں (شام) میں میرے پاس نہیں رہ سکتے، باقی جہاں چاہو جاؤ۔'' کہا: ''میں نے مصر کا انتخاب کیا ہے۔'' پھر وہ عبدالملک کی وفات تک مصر میں مقیم رہا۔

علی بن عبدالعزیز نے اسحاق بن اسماعیل طالقانی سے روایت کی ہے، کہا: ہم سے جریر نے مغیرہ سے بواسطہ ربیع بیان کیا کہ حجاج نے اس سے اپنی گفتگو کے دوران کہا: ''تمہارا ناس ہو، کیا تم میں سے کسی ایک کے گھر والوں میں جانشین (خلیفہ) اس کے لیے زیادہ محترم و مکرم ہوتا ہے یا اس کا ان کی طرف فرستادہ؟'' کہا: میں اس کا مطلب سمجھ گیا تو میں نے اس سے کہا: اللہ کی قسم، میں کبھی بھی تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا اور اگر تمہارے خلاف لڑنے والے لوگ مجھے ملے تو ان کے ساتھ مل کر تمہارے خلاف لڑوں گا۔ چنانچہ اس نے جنگ جماجم

میں حصہ لیا، حتی کہ جاں بحق ہوا۔

حجاج سے دریافت کیا گیا: ''آپ نے عراق میں اپنا قیام کیسا پایا؟'' کہا: ''بہت اچھا، اگر مجھے عراق میں چار اشخاص مل جاتے تو میں ان کے خون سے اللہ کا قرب حاصل کرتا۔'' پوچھا گیا: ''وہ کون ہیں؟'' کہا: ☆''**مقاتل بن مسمع**، وہ سجستان کا حاکم رہا، اس کے پاس لوگ آئے تو اس نے انہیں مال دیا جب وہ بصرہ آیا تو لوگوں نے اس کے لیے اپنی چادریں بچھائیں۔ اس پر اس نے کہا: ''کام کرنے والوں کو یوں کام کرنا چاہیے۔'' ☆**عبیداللہ بن ظبیان**، اس نے اٹھ کر تقریر کی اور بہت مختصر تقریر کی تو مسجد کے کونوں سے آوازیں آئیں: ''اللہ ہم میں آپ جیسے لوگ بکثرت کرے'' اس پر کہنے لگے: ''تم لوگوں نے اللہ سے ایک مشکل بات کی درخواست کی ہے۔'' ☆**معبد بن زرارہ**، ایک دن راستے پر بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے پاس سے ایک عورت گزری اور اس سے پوچھا: ''اے اللہ کے بندے، فلاں جگہ کی طرف راستہ کون سا جاتا ہے۔'' اس پر وہ غصے ہوا اور بولا: ''کیا میرے جیسے شخص کو 'اے اللہ کے بندے' کہہ کر بلایا جاتا ہے۔'' ☆**ابوسماک حنفی**، اس کی اونٹنی گم ہوگئی تو اس نے کہا: ''اللہ کی قسم، اگر اللہ نے یہ اونٹنی مجھے واپس نہ کی تو میں کبھی اس کے لیے نماز نہ پڑھوں گا۔'' جب اونٹنی مل گئی تو کہا: ''اللہ کو معلوم ہوگیا کہ میری قسم سچی تھی۔''

اس واقعہ کو نقل کرنے والے نے کہا: حجاج اپنے آپ کو بھول گیا، وہ ان چاروں کے بعد پانچواں ہے، بلکہ وہ ان سب سے بڑھ کر فاسق، سرکش اور الحاد و کفر میں ان سے کہیں آگے ہے، کیونکہ اس نے عبدالملک بن مروان کے نام اپنے خط میں لکھا تھا کہ ''اللہ کی زمین پر اس کا خلیفہ اللہ کے نزدیک اس کے لوگوں کی طرف رسول سے بڑھ کر مکرم ہے۔'' حجاج کو معلوم ہوا کہ خلیفہ نے ایک بار چھینک ماری، اس کے ہم نشینوں نے اسے ''یرحمک اللہ'' کہا۔ خلیفہ نے ان کے لیے دعا کی۔ تو اس نے خلیفہ کے نام خط لکھا:

مجھے امیر المومنین کی چھینک کے بارے میں معلوم ہوا ہے اور ان کے ہم نشینوں نے ان کو جو ''یرحمک اللہ'' کہا ہے اور خلیفہ نے ان کو جواب دیا ہے اور دعا کی ہے۔ ہائے کاش کہ

میں ان کے پاس ہوتا اور بہت بڑی کامیابی حاصل کرتا۔

حجاج اور جنگ جماجم کے قیدی:

عبدالملک نے حجاج کو جنگ جماجم کے قیدیوں کے بارے میں لکھا کہ انہیں تلوار کے سامنے پیش کیا جائے پس ان میں سے جو کوئی ہمارے خلاف بغاوت کرنے پر اپنے کفر کا اقرار کرلے اسے تو رہا کر دے اور جو اپنے آپ کو مومن سمجھتا ہے اس کی گردن اڑا دے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب اس نے قیدیوں کو تلوار کے سامنے پیش کیا تو ایک بڑھا اور جوان لائے گئے۔ حجاج نے جوان سے کہا: ''کیا تو مومن ہے یا کافر؟'' اس نے کہا: ''بلکہ کافر ہوں۔'' اس پر حجاج نے کہا: ''مگر بڑھا تو کفر پر راضی نہ ہوگا۔'' بڑھے نے جواب دیا: ''اے حجاج کیا تو مجھے اپنی جان کے بارے میں دھوکہ دیتا ہے؟ اللہ کی قسم، اگر کفر سے بھی بڑھ کر کوئی چیز ہوتی تو بھی میں اس پر راضی ہو جاتا۔'' حجاج ہنس پڑا اور دونوں کو جانے دیا۔

پھر ایک آدمی پیش کیا گیا، حجاج نے اس سے پوچھا: ''تم کس کے دین پر ہو؟'' کہا: ''ابراہیمؑ کے دین پر جو ہر طرف سے کٹ کر اللہ کی طرف یکسو ہو گئے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔'' کہا: ''اس کی گردن اڑا دو۔''

پھر ایک اور پیش کیا گیا، اس سے پوچھا: ''تم کس کے دین پر ہو؟'' کہا: ''آپ کے والد الشیخ یوسف کے دین پر۔'' کہا: ''اللہ کی قسم، وہ بہت روزہ دار اور تہجد گزار تھا، جوان، اسے چھوڑ دو۔'' جب اسے چھوڑا گیا تو وہ حجاج سے مخاطب ہوا: ''اے حجاج، آپ نے میرے ساتھی سے پوچھا: تم کس کے دین پر ہو؟ تو اس نے کہا: ابراہیم حنیف کے دین پر اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو وہ قتل کر دیا گیا۔ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا: تم کس کے دین پر ہو؟ میں نے کہا: آپ کے والد الشیخ یوسف کے دین پر۔ تو آپ نے کہا: بہرحال اللہ کی قسم، وہ بہت روزہ دار اور تہجد گزار تھا۔ پھر آپ نے مجھے چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ اللہ کی قسم، اگر آپ کے والد کا اس کے سوا کوئی اور گناہ نہ ہو کہ اس نے آپ جیسے شخص کو جنا ہے تو یہ

تنہا گناہ ہی اس کے لیے کافی ہے۔'' حجاج نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔

پھر عمران بن عصام عنزی کو پیش کیا گیا: پوچھا: ''عمران'' کہا: ''ہاں'' کہا: ''کیا میں نے تمھیں امیرالمومنین کے پاس وفد بنا کر نہیں بھیجا تھا حالانکہ تمہارے جیسے شخص کو وفد میں نہیں بھیجا جاتا؟'' کہا: ''ہاں۔'' کہا: ''کیا میں نے تمہاری شادی ماریہ بنت مسمع سے نہیں کروائی جو اپنی قوم کی سردار ہے اور تم اس کے اہل نہ تھے۔'' کہا: ''ہاں۔'' کہا: ''پھر کس بات نے تمھیں ہمارے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا؟'' کہا: ''مجھے باذان نے خروج پر مجبور کیا۔'' پوچھا: ''تم اپنے گھر والوں کی حجت سے کیوں غافل ہوئے؟'' کہا: ''مجھے باذان نے نکالا۔'' حجاج نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ اس کے سر سے پگڑی اتار دے، دیکھا تو اس کا سر منڈا ہوا تھا۔ حجاج نے کہا: ''تم سر منڈے بھی ہو۔ اللہ مجھے معاف نہ کرے اگر میں تمھیں قتل نہ کروں۔'' چنانچہ اس کے بارے میں حکم دیا تو اس کی گردن اڑا دی گئی۔

اس کے بعد عبدالملک نے عمران بن عصام کے بارے میں پوچھا تو اسے بتایا گیا کہ اسے حجاج نے قتل کر دیا ہے۔ پوچھا: ''کیوں؟'' کہا گیا: ''ابن اشعث کی معیت میں خروج کرنے کی وجہ سے۔'' کہا: جب اس نے حجاج کے بارے میں یہ شعر کہے ہیں تو پھر اس کے بعد اسے قتل نہ کرنا چاہیے تھا: (ترجمہ اشعار)

[اور تو نے ایک تابندہ رو پاک دامن شخص کی اولاد میں سے ایک شکرے کو بھیجا ہے،
جس کا کبوتر عوسج درخت میں پناہ لیتا ہے
اور جب تو اس کی آگ میں پکائے گا تو تو اسے پکا لے گا
اور جب تو کسی اور کی آگ میں پکائے گا تو تو نہ پکا سکے گا۔
وہ شیر ببر ہے، جب شکار کا ارادہ کرتا ہے
تو اس کی گرفت سے کسی کے چیخنے چلانے کی آواز اسے نہیں بچا سکتی]

اس کے بعد عامر شعبی، مطرف بن عبداللہ شخیر اور سعید بن جبیر کو پیش کیا گیا۔ شعبی اور مطرف دونوں توریہ (کذب بیانی سے بچ کر مقصد کی پردہ پوشی) کے قائل تھے، جبکہ سعید بن

جبیراس کے قائل نہ تھے۔ جب شعبی کو پیش کیا گیا تو حجاج نے پوچھا: ''کیا تم کافر ہو یا مومن؟'' کہا: ''اللہ گورنر کا بھلا کرے۔ منزل ہم سے بچھڑ گئی، آپ کی مہربانی سے ہم محروم رہے، خوف ہم سے نہ ٹلا، بے خوابی ہم پر مسلط رہی اور ہم ایک ایسے فتنے میں مبتلا ہو گئے جس میں ہم نہ نیکوکار و متقی تھے اور نہ ہی طاقتور فاجر۔'' حجاج نے کہا: ''اللہ کی قسم، اس نے سچ کہا، ان لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کر کے نیکی نہیں کی اور نہ ہی طاقتور ہوئے۔ اسے چھوڑ دو۔''

پھر حجاج کے سامنے مطرف بن عبداللہ کو پیش کیا گیا، پوچھا: ''کیا تم کافر ہو یا مسلمان ہو؟'' کہا: ''اللہ گورنر کا بھلا کرے۔ جس نے اتحاد کو پارہ پارہ کیا ہو، بیعت توڑی ہو، جماعت سے الگ ہوا ہو اور مسلمانوں کو خوف زدہ کیا ہو تو وہ کفر کا ہی مرتکب ہوا ہے۔'' کہا: ''اس نے سچ کہا، اسے چھوڑ دو۔''

پھر سعید بن جبیر کو پیش کیا گیا، پوچھا: ''کیا تم سعید بن جبیر ہو؟'' کہا: ''جی ہاں۔'' کہا: ''نہیں بلکہ تم شقی بن کسیر ہو۔'' کہا: ''میری والدہ تم سے بڑھ کر میرا نام جاننے والی ہے۔'' کہا: ''تم بھی بدبخت ہو اور تمہاری ماں بھی۔'' کہا: ''بدبختی جہنمیوں کے لیے ہے۔'' کہا: ''کیا تم کافر ہو یا مومن؟'' کہا: ''جب سے ایمان لایا ہوں میں نے اللہ سے کفر نہیں کیا۔'' کہا: ''اس کی گردن اڑا دو۔''

حجاج کی موت

خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دورِ حکومت کے آخری حصے میں حجاج نے وفات پائی۔ خلیفہ اس کی وفات پر دکھی ہوا اور اس کی جگہ حجاج کے کاتب یزید بن ابو مسلم کو گورنر مقرر کیا۔ جس نے بہترین کارکردگی دکھائی۔ اس پر خلیفہ ولید نے کہا: حجاج مرا تو میں نے اس کی جگہ یزید بن ابو مسلم کو مقرر کیا۔ میری مثال اس شخص کی سی ہے کہ اس سے درہم گرا تو اسے دینار مل گیا۔''

ولید بن عبدالملک کہا کرتا تھا: ''امیر المومنین عبدالملک فرمایا کرتے تھے: ''حجاج میرے ناک اور آنکھوں کے درمیان کا چمڑا ہے۔'' جب کہ میں کہتا ہوں: ''وہ میرے سارے چہرے کی کھال ہے۔''

حجاج کی موت اور عمر بن عبدالعزیز : جب عمر بن عبدالعزیز کو حجاج کی موت کی خبر ملی تو وہ سجدے میں گر پڑے۔ وہ دعا کرتے تھے کہ اس کی موت بستر پر آئے، تاکہ آخرت میں اسے سخت عذاب ہو۔

یزید حجاج کی قبر پر : ابوبکر بن عیاش نے کہا: حجاج کی قبر سے چیخ کی آواز سنی گئی، تو لوگوں نے نئے گورنر یزید بن ابی مسلم کو مطلع کیا، وہ شامیوں کے ساتھ سوار ہو کر گیا اور اس کی قبر کے پاس جا رکا۔ اس نے چیخنے کی آواز سنی تو کہا: ''اے ابو محمد اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ نے زندگی میں اور مر کر قرأت نہ چھوڑی۔''

حجاج کے بارے میں ایک خواب : ریاشی نے اصمعی سے روایت کی ہے، کہا: ایک آدمی یزید بن ابی مسلم کے پاس آیا اور بتایا کہ میں حجاج کو خواب میں دیکھا کرتا تھا، میں اس سے کہتا تھا: اللہ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس نے بتایا: کہ میں نے جتنے آدمیوں کو قتل کیا تھا، ہر آدمی کے بدلے میں مجھے ایک بار قتل کیا گیا اور اب میں اس چیز کا انتظار کر رہا ہوں، جس کا موحدین انتظار کرتے ہیں۔ پھر کہا: میں نے اسے ایک سال گزرنے کے بعد خواب میں دیکھا تو میں نے کہا: اللہ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس نے جواب دیا: اے ماں کی شرم گاہ کو کاٹنے والے، کیا تو نے مجھ سے ایک سال پہلے یہ نہیں پوچھا تھا اور میں نے تمھیں بتا نہیں دیا تھا؟ اس پر یزید بن ابی مسلم نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے واقعی ابو محمد (حجاج) کو ہی خواب میں دیکھا ہے۔''

فرزدق شاعر نے حجاج کا مرثیہ کہا تاکہ اس طرح وہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کو خوش کرے۔

(ترجمہ اشعار) [رونے والے کو حجاج پر رونا چاہیے،

رات سے ناموس خوف زدہ شخص کو دین کے بارے میں حجاج پر رونا چاہیے۔

ایک بیوہ عورت کو جب حجاج کی موت کی اطلاع ملی

تو اس نے حجاج کی موت پر دکھ سے اپنے آنکھوں سے خوب آنسو بہائے۔

اس نے اپنے دونوں غلاموں سے کہا: جلدی کرو، اونٹوں کو بٹھاؤ،

ہمارے اونٹوں کا چرواہا مر گیا۔

کاش کہ فرزند یوسف کی قبر پر مٹی ڈالنے والی ہتھیلیوں کو ٹکڑے کر دیا جائے،

جنہوں نے اسے دفن کیا۔

محمدؐ کے بعد اس (حجاج) جیسے شخص پر آنکھوں نے آنسو نہیں بہائے سوائے خلفاء کے]

ابن عیاش نے کہا: میں کوفہ میں فرزدق سے ملا اور کہا: مجھے اپنے اس شعر کے مطلب سے آگاہ کیجئے۔ کاش کہ فرزند یوسف کی قبر پر مٹی ڈالنے والی ہتھیلیوں کو ٹکڑے کر دیا جائے، تو کہا: ''اللہ کی قسم، میں نے چاہا کہ ان کے ہاتھوں کے ساتھ ساتھ ان کے پاؤں بھی کاٹ دیئے جائیں۔''

فرزدق اور ابن مہلب : ابن عیاش نے کہا: جب خلیفہ ولید نے وفات پائی اور یزید بن مہلب کو خلیفہ سلمان نے عراق کا گورنر بنایا تو اسے حکم دیا کہ وہ آل ابی عقیل کو قتل کرے۔ چنانچہ اس نے انہیں مار ڈالا۔ اس پر فرزدق نے یہ شعر کہے:

(ترجمہ اشعار) [اگر آل معتب نے حجاج سے نفرت کی ہے

تو انہوں نے اپنے دشمن کا مقام پا لیا ہے جس پر پہلے وہ قابض تھا۔

ان میں سے جو زندہ ہیں وہ ذلیل ہو گئے ہیں

اور ان کے مرنے والے جہنم کا ایندھن ہیں۔

وہ سمجھتے تھے کہ دوسرے لوگ ہی گردش میں رہیں گے مگر عذاب انہی پر منتقل ہو گیا۔

جب ہم اس سے کہا کرتے تھے کہ اللہ سے ڈر،

تو اسے حمیت وقوت ایسا کرنے سے باز رکھتی تھی

کہ جس کے مقابلہ کی کسی کو استطاعت نہ ہوتی تھی۔

میرے ساتھ اس شخص پر فریفتہ ہو جاؤ جس کے جلال کے جھنڈے چین و ہند میں گڑ چکے ہیں۔

آؤ ہمارے پاس اسلام اور عدل کی طرف،

سرزمین عراق سے اس کا بوجھ اتر کر فنا ہو چکا ہے۔

کیا تم لوگ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے ہو

جب اللہ نے ایک ہدایت یافتہ شخص کی بدولت تم سے بوجھل اور وزنی بیڑیاں دور کر دیں۔

اللہ نے وہ تلواریں نیام میں کر دیں جو صبح و شام تمھیں عذاب پہنچاتی تھیں۔

تمہارا حال یہ تھا کہ جب تک تم میں سے کوئی یہ نہیں کہتا تھا ''میں کافر ہوں''

تو پھر سارا دن اس کی لغزش کی معافی نہ ہو سکتی تھی

اور وہ نا قابل معافی جرم کی پاداش میں ہلاک کر دیا جاتا تھا]

ابن عیاش نے کہا: میں نے فرزدق سے پوچھا: ''مجھے نہیں معلوم کہ ہم آپ کی دونوں باتوں میں سے کس کو اختیار کریں، کیا حجاج کی زندگی میں اس کی مدح سرائی کو یا اس کی موت کے بعد اس کے بارے میں آپ کی ہجو کو؟'' کہا: ''ہم اس وقت تک کسی کا ساتھ دیتے ہیں جب تک اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جب اللہ اسے چھوڑ دیتا ہے تو ہم بھی اس سے ہٹ جاتے ہیں۔''

عمر بن عبدالعزیز اور حجاج : حجاج کی وفات کے بعد، لوگ خلیفہ ولید کے پاس جا کر تعزیت کرنے لگے اور حجاج کی تعریف کرنے لگے۔ عمر بن عبدالعزیز بھی خلیفہ کے پاس بیٹھے تھے۔ وہ بھی خلیفہ کی طرف متوجہ ہوئے تا کہ حجاج کے بارے میں جس طرح لوگ تعزیت کر رہے ہیں وہ بھی تعزیت کریں۔ چنانچہ انہوں نے کہا: اے امیر المومنین، کیا حجاج ہم میں سے ایک آدمی نہ تھا؟'' ان کے اس جملے سے ہی خلیفہ ان سے خوش ہو گیا۔

برامکہ کے حالات و واقعات

برامکہ ابن ہارون کی نظر میں:

ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ نے کہا: مجھ سے سہل بن ہارون نے بیان کیا، اس نے کہا: اللہ کی قسم جن لوگوں نے مسجع خطبے پڑھے اور اشعار کہے وہ سب یحییٰ بن خالد بن برمک اور جعفر بن یحییٰ کے محتاج ہیں۔ اگر کلام کو موتی تصور کیا جائے اور گفتگو کو گوہر قرار دیا جائے تو کلام و گفتگو

یحییٰ اور جعفر کے کلام سے ہی ماخوذ ہوں گے۔ یہ دونوں بھائی اس کے باوجود خلیفہ ہارون الرشید کے کلام، اس کی بدیہہ گوئی اور اپنے خطوط پر اس کی توقیعات کے سامنے بالکل امی محض، ان پڑھ اور جاہل گونگے تھے۔ میں ان لوگوں کے ساتھ رہا ہوں اور میں ان کے دور کے متکلمین کے طبقے سے آگاہ ہوں۔ ان حضرات کی رائے یہ تھی کہ بلاغت تو برامکہ میں ہی مکمل ہوتی ہے، یہی زمانے کا نچوڑ ہیں، یہی معززین ہیں اور عمدہ عادات کے پیکر ہیں، یہی لوگوں کا نمک ہیں، دیکھنے میں عمدہ وشریف اور پرکھنے میں اصل و بہترین، بات کرنے میں فصیح ہیں، دلوں کا میلان ہیں، عمدہ خصال وعادات کا کمال ہیں، حتی کہ اگر دنیا ان کے مختصر دور کا مقابلہ ان کے ماسوا کے طویل دور سے کرے، یعنی آدم سے لے کر نفخ صور تک اور اہل قبور کے اٹھائے جانے تک۔ ماسوا انبیاء ورسل کے۔ تو پلڑا انہی کے حق میں جھکے اور بھروسہ واعتماد انہی پر کیا جائے۔ یہ برامکہ اپنی تہذیب اخلاق، شرافت نسبی، وسیع المزاجی، عمدہ وشیریں ذوق اور مقاصد کی پاکیزگی، عزت مندی اور خیر میں کمال کے باوجود ہارون الرشید کے محاسن کے سامنے ایسے تھے جیسے سمندر میں نقطہ اور جنگل میں رائی کا دانہ۔

سہل بن ہارون نے کہا: یحییٰ بن خالد، رقہ میں ہارون الرشید کے ساتھ تھا۔ میں یحییٰ بن خالد کے سامنے اس کے خیموں کے اندر ایک جگہ بیٹھا تھا اور اس سے عوام کے وظائف حاصل کر رہا تھا کہ اسے نیند آنے لگی اور اونگھ نے غلبہ پالیا، اس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں تو اس نے کہا: اے سہل، تیرا ناس ہوجائے، نیند میری پلکوں پر دستک دینے لگی اور اونگھ میری پلکوں کے کناروں پر اتر آئی ہے، یہ کیا ہے؟'' میں نے کہا: یہ معزز مہمان ہے، اگر آپ اس کی میزبانی کریں گے تو یہ آپ کو راحت بخشے گی اور آپ اگر اس کی میزبانی سے انکار کریں گے تو یہ آپ کو ستائے گی۔ اگر آپ اسے دھتکاریں گے تو یہ آپ کے پیچھے آئے گی، آپ اسے دور کریں گے تو یہ آپ پر غالب آئے گی اور آپ پر قابو پالے گی۔'' چنانچہ یحییٰ بن خالد بالکل تھوڑی دیر کے لیے سویا، جتنی دیر بکری کو دوہنے یا کنویں سے ڈول نکالنے میں لگتی ہے۔ پھر گھبرا کر بیدار ہوا اور کہا: اے سہل، کوئی بات ہوگئی ہے۔ اللہ کی قسم، ہمارا اقتدار جاتا رہا، ہماری عزت

چھن گئی، ہماری حکومت کے دن پورے ہو گئے۔" میں نے عرض کیا "اللہ وزیر کا بھلا کرے، کیا بات ہوئی؟" کہا: "گویا کسی شعر پڑھنے والے نے میرے سامنے یہ شعر پڑھا:

[گویا کہ حجون سے صفا تک کوئی ہمدرد نہیں رہا

اور نہ ہی کوئی مکہ میں رات کو پاس بیٹھ کر باتیں کرنے والا ہے]

میں نے اسے سوچے سمجھے بغیر جواب دیا: "کیوں نہیں، ہم اس کے اہل تھے مگر گردش ایام اور لغزشوں نے ہمیں تباہ کر دیا۔ اللہ کی قسم، میں تین دن تک اس کی یہی حالت دیکھتا رہا۔ میں اس کے سامنے بیٹھا اس کے خطوط کے نیچے توقیعات لکھ رہا تھا جو حاجت مندوں نے اسے درخواستیں بھجوائی تھیں، ان کے جواب میں، اس نے مجھے یہ ذمہ داری سونپی تھی کہ میں مکتوبات کے نیچے، وزن قائم رکھتے ہوئے، ان کے معانی و مطالب کی تکمیل کروں۔ اتنے میں، میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو دوڑ کر اس کے پاس آیا اور پھر تقریباً اس پر گر پڑا، یحییٰ بن خالد نے اپنا سر اٹھایا اور کہا: "رک جاؤ، تمہارا ناس ہو، نہ خیر کو چھپانا اور نہ شر کو پوشیدہ رکھنا۔" اس نے کہا: "امیر المومنین نے جعفر کو اسی وقت قتل کر دیا ہے۔" پوچھا: "کیا واقعی ایسا ہوا ہے؟" کہا: "ہاں۔" پھر اس نے اپنے ہاتھ سے قلم رکھ دیا اور کہا: "یوں ہی اچانک قیامت آئے گی۔"

سہل بن ہارون نے کہا: اگر آسمان زمین پر گر پڑتا تو اس سے زیادہ نہ ہوتا۔ دوستوں نے برامکہ سے منہ موڑ لیا، ان کے قریبی رشتہ داروں نے انہیں دور کا گمان کیا، ان کے آزاد کردہ غلاموں نے ان کے آقا ہونے سے انکار کیا، دنیا نے ان کی تباہی سے عبرت حاصل کی، کوئی زبان ان کے ذکر سے تر نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی دیکھنے والی کی آنکھ ان کی جانب اشارہ کرتی ہے۔

جعفر کے قتل ہونے کے بعد یحییٰ کا اقدام:

یحییٰ بن خالد نے اسی وقت اپنے بیٹوں فضل، محمد اور خالد کو یکجا کیا۔ نیز جعفر بن یحییٰ کے بیٹوں عبدالملک، یحییٰ اور خالد کو اور فضل بن یحییٰ کے بیٹوں عاص، مزید، خالد اور معمر کو یکجا کیا۔ نیز محمد بن یحییٰ کے بیٹوں یحییٰ، جعفر اور زید کو، نیز خالد بن یحییٰ کے بیٹوں ابراہیم، مالک جعفر، عمر اور معمر کو نیز اپنے ان سب متعلقین کو یک جا کر لیا، جن کے بارے میں اس کے سینے میں کوئی امید تھی۔

جعفر کے قتل کے بعد خلیفہ الرشید اور سہل:

سہل نے کہا: مجھے خلیفہ ہارون الرشید نے بلا بھیجا۔ اللہ کی قسم میں گھبرا گیا، میں نے دُکھ کا لباس زیب تن کر لیا۔ اللہ کے حضور میری سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ مجھے تلوار کے ذریعے قتل ہو کر راحت نصیب ہو اور میرا وہ حشر ہو جو جعفر کی میت کا ہوا ہے۔ میں جب خلیفہ کے حضور حاضر ہوا تو اس نے میرے بے تکلف تھوک نگلنے اور اپنے سامنے سونتی ہوئی تلوار کو بغور دیکھنے کی وجہ سے میرا خوف بھانپ لیا، چنانچہ اس نے کہا: ''اے سہل، جس نے میری نعمت کی ناقدری کی، میری حکم عدولی کی اور میرا ساتھ دینے سے پہلو تہی کی اسے میری سزا جلد پہنچے گی۔ اللہ کی قسم، مجھے اس کا کوئی جواب نہ سوجھا حتیٰ کہ اس نے کہا: تمہارا خوف دور ہو جانا چاہئے اور تمہاری گھبراہٹ ختم ہونی چاہئے، تم خاطر جمع رکھو اور اپنے حواس کو بحال کرو۔ ضرورت نے مجھے تمہارے قریب کر دیا ہے، میں نے تمہیں زندہ رکھنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ تمہیں سکون و اطمینان نصیب ہو۔ اس لیے اشارہ پر اکتفاء کرنے کے بجائے زبان سے کام لیا ہے۔ زبان ہی فیصلہ کن حاکم ہے اور تیز تلوار ہے۔'' پھر اس نے جعفر کی لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''جسے حسنِ سلوک ادب نہ سکھائے تو اس کی بہتری اسے سزا دینے میں ہی ہوتی ہے۔'' اللہ کی قسم، مجھے نہیں معلوم کہ میں کبھی کسی کی بات کے سامنے لاجواب ہوا ہوں سوائے ہارون الرشید کی اس بات کے، چنانچہ میں نے اس کے ہاتھوں اور پاؤں کو چوم کر اس کا شکریہ ادا کیا۔ پھر خلیفہ نے

کہا: ''جاؤ، میں نے تمہیں یحییٰ کی جگہ فائز کیا ہے۔ جو کچھ اس کے صحنوں اور خیموں میں ہے وہ سب میں نے تمہیں بخش دیا۔ تم دفاتر کو اپنے قبضے میں لے لو، اور اس کے اور جعفر کے عطیات کو شمار کرو، ہم انشاء اللہ اس پر قبضہ کے احکامِ تمہیں دیں گے۔'' اب میرا حال وہ تھا جیسے میں کفن سے باہر نکل آیا ہوں اور قید خانہ سے نکال کر رہا کر دیا گیا ہوں۔ میں نے یحییٰ اور جعفر کے عطیات کا شمار کیا تو وہ دو کروڑ مالیت کے تھے، پھر میں نے بغداد کا رخ کیا۔

برامکہ کے احوال اور غلّہ و اناج پر قبضہ کرنے کے سلسلے میں تمام شہروں کے لیے سرکاری مراسلے جاری کر دئے گئے۔ جعفر کی لاش کے تین ٹکڑے کیے گئے۔ چنانچہ اس کا سر الصراۃ نہر کے پل پر ایک تنے پر لٹکایا گیا۔ لاش کا کچھ حصہ، الجزیرہ میں اور باقی ماندہ جسم بابِ بغداد کے قریب دوسرے پل کے اختتام پر ایک تنے پر لٹکایا گیا۔

ہم جب بغداد کے قریب پہنچے تو وہ پل جس میں جعفر کا سر لٹک رہا تھا۔ اس کے چہرے نے ہمارا استقبال کیا، سورج اس کے چہرے پر پڑ رہا تھا، اللہ کی قسم مجھے یوں خیال آ رہا تھا گویا سورج اس کی آنکھوں سے جھانک رہا ہے۔ میں اس کے دائیں طرف اور حاجب عبدالملک بن فضل اس کے بائیں جانب تھا۔ جب خلیفہ الرشید کی نگاہ جعفر کے چہرے پر پڑی تو اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اس نے اپنی نگاہ جھکا لی، کیونکہ ایسے معلوم ہو رہا تھا گویا جعفر کے بالوں پر خضاب کیا گیا ہے اور اس کے جلد پر نُور برس رہا ہے۔ یہ دیکھ کر عبدالملک بن فضل نے کہا: ''(جُرم) گناہ اتنا بڑا تھا کہ امیر المومنین اسے معاف نہیں کر سکے۔'' ہارون الرشید نے کہا: ''جو غیر کے گھاٹ پر پانی پینے کے لیے جائے گا وہ اسی طرح کی بیماری لائے گا اور جس نے اس (جعفر کے) جرم کو دہرانے کا ارادہ کیا تو وہ اسی کی سواری کی مانند سواری پر سوار ہو گا۔''

سہل بن ہارون نے کہا: خلیفہ نے برامکہ کے احوال یک جا کرنے کا حکم صادر کیا۔ ان کے عطیات کی کل تعداد دو کروڑ تھی۔ جب کہ ایک کروڑ بیس لاکھ کی رقم تھیلیوں میں بند تھی۔ یہ مہر بند تھیلیاں تھیں، جن پر ان عطیات کی تفصیل درج تھی۔ ہر عطیہ سے متعلق اس کی تفصیلات دفتر کے ریکارڈ میں بھی موجود تھیں اور یحییٰ نے اس کی تصدیق کی تھی۔ یہ اخراجات اور نفع کمانے

کا دفتر تھا۔ برامکہ کے قبضہ میں لیے گئے اموال کی کل تعداد ۳ کروڑ، ۶ لاکھ اور ۶ ۷ ہزار تھی۔ باقی رہے ان کے تمام اناج، جاگیریں، گھر، ملبوسات اور فرنیچر وغیرہ تو ان کا احاطہ وشمار ناممکن ہے۔

جعفر برمکی کی مستورات کو مہدی کی صاحبزادی کے گھر دار البانوقہ میں منتقل کر دیا گیا۔ اللہ کی قسم، یہ ان کی کوئی زندگی نہ تھی۔ وہ صدقات پر گزارہ کرتی تھیں۔ ہارون الرشید نے اپنے ماتحتوں (یعنی برامکہ) کے خلاف جس غضب کا اظہار کیا، اس سے پہلے کسی بادشاہ نے اپنے ماتحتوں کے ساتھ، ایسا نہیں کیا۔

ہارون الرشید اور جعفر برمکی کی والدہ:

جعفر بن یحییٰ کی والدہ فاطمہ بنت محمد بن حسین بن قحطبہ تھیں۔ انہوں نے جعفر کے ساتھ ہارون کو دودھ پلایا تھا کیونکہ ہارون کی والدہ اس وقت فوت ہوئی تھیں جب ہارون پنگھوڑے میں تھا۔ اس نے فاطمہ کی گود میں پرورش پائی اور اسی کا دودھ پیا۔ یہی وجہ تھی کہ فاطمہ اظہارِ عزت کرنے کی خاطر وہ اس سے مشورہ کرتا تھا تاکہ اس کی رائے کی برکت پائے۔ ہارون جب فاطمہ کی زیرِ کفالت تھا تو اس نے قسم اٹھائی تھی کہ وہ بڑے ہوکر فاطمہ کو اپنے پاس آنے سے روکے گا نہیں اور جب وہ کسی کی اس کے پاس سفارش کرے گی، تو وہ اس کی سفارش قبول کرے گا۔ جب کہ فاطمہ نے قسم اٹھائی تھی کہ وہ ہارون کی اجازت لے کر ہی اس کے پاس جائے گی اور نہ ہی دنیوی غرض کے لیے اس کے پاس کسی کی سفارش کرے گی۔ سہل کا بیان ہے کہ فاطمہ نے بہت سے قیدی رہا کیے، بہت سے مسائل حل کروائے اور ہارون سے کہہ کر کئی لوگ آزاد کروائے۔

جعفر کے قتل کے بعد فاطمہ (والدہ جعفر) نے خلیفہ سے ملاقات کے لیے دار البانوقہ میں قیام کے دوران اجازت طلب کی اور خلیفہ سے تعلقات بڑھانے کے لیے کئی ذرائع استعمال کیے، مگر خلیفہ نے نہ تو اسے ملنے کی اجازت دی اور نہ ہی اس کے بارے میں کوئی حکم دیا۔ طویل انتظار کے بعد بالآخر فاطمہ دار البانوقہ سے کھلے چہرے کے ساتھ باہر نکل آئی۔ اس نے اپنا

آنچل ہٹایا ہوا تھا اور برہنہ پا چلتے ہوئے خلیفہ ہارون کے محل کے دروازے تک آ پہنچی۔ یہ دیکھ کر حاجب عبدالملک بن فضل، خلیفہ کے پاس گیا اور عرض کی: امیر المومنین کو دودھ پلانے والی دروازے پر اس حالت میں کھڑی ہے کہ حاسد دشمن کی دشمنی شفقت میں بدل جائے۔ خلیفہ نے کہا: عبدالملک تیرا ناس ہو جائے کیا وہ واقعی باہر کھڑی ہیں؟ عرض کی: جی ہاں، امیر المومنین اور وہ ننگے پاؤں ہیں۔ کہا: عبدالملک انہیں اندر لے آؤ۔ انہوں نے کتنے لوگوں کو غذا کھلائی ہے، کتنی پریشانیوں کو دور کیا ہے اور کتنے مستحقین کی ستر پوشی کی ہے۔

سہل نے کہا: مجھے اُس دن فاطمہ کی درخواست منظور ہونے اور اس کی غرض پورا ہونے میں ذرا شک نہ رہا۔ فاطمہ اندر آئی، جب خلیفہ نے اسے دیکھا کہ وہ ننگے پاؤں آ رہی ہے تو وہ کھڑا ہو گیا اور ننگے پاؤں چل پڑا، حتی کہ نشست گاہ کے ستون کے پاس جا کر اسے ملا، اس کا سر چوما اور پستانوں کی جگہ کا بوسہ لیا۔ پھر اسے اپنے ساتھ بٹھایا۔ اس نے کہا: اے امیر المومنین، کیا زمانہ ہمارا مخالف ہو گیا اور آپ کے ڈر سے ہمارے حامی ہم پر ستم ڈھانے لگے اور آپ کے حضور ہم پر بہتان باندھے جانے لگے۔ حالانکہ میں نے آپ کو اپنی گود میں پالا ہے۔ اور آپ کو دودھ پلا کر، اپنے دشمنوں اور زمانے سے امان پائی ہے۔ خلیفہ نے کہا: اے رشید کی والدہ کیا بات ہے؟ سہل کا بیان ہے: مجھے خلیفہ کے اس کے ساتھ حسنِ سلوک سے جو امید بندھی تھی، اب فاطمہ کی کنیت استعمال نہ کرنے سے وہ مایوسی میں بدل گئی۔ فاطمہ نے جواب دیا: ''آپ کی رضاعی والدہ کا خاوند یحییٰ جو ایک لحاظ سے آپ کا باپ ہے، میں اس کی کچھ تعریف بیان نہیں کرنا چاہتی، اس لیے کہ امیر المومنین اس کی خیر خواہی اور شفقت سے بخوبی آگاہ ہیں اور اپنے بھائی موسیٰ کے بارے میں اس کی موت کا سامنا کرنے سے اچھی طرح واقف ہیں۔''
خلیفہ نے کہا: ''اے امّ الرشید، یہ معاملہ گزر گیا، فیصلہ نافذ ہو گیا اور اللہ کا غضب ظاہر ہو گیا۔''
عرض کی: ''اے امیر المومنین، اللہ جو چاہتا ہے، مٹا دیتا ہے اور ثابت رکھتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب ہے۔'' کہا: ''آپ نے سچ فرمایا ہے، مگر یہ وہ بات ہے جسے اللہ نے نہیں مٹایا۔''
عرض کی: ''غیب تو انبیاء سے بھی اوجھل ہے، اے امیر المومنین، آپ کے سامنے کیسے ظاہر

ہوا؟'' سہل بن ہارون کا بیان ہے کہ خلیفہ ہارون نے کچھ دیر تک سر جھکائے رکھا پھر کہا: (شعر)

[جب موت اپنے پنجے گاڑ لے تو تم دیکھو گے کہ کوئی تعویذ بھی فائدہ نہیں پہنچاتا]

اس پر فاطمہ نے فی البدیہہ کہا: ''اے امیر المومنین، میں یحییٰ کے لیے تعویذ نہیں ہوں اور الاول شاعر نے کہا:

اذا افتقرت الی الذخائر لم تجد ذخراً یکونُ کصالح الأعمال

[جب تم ذخیروں کے محتاج ہو گے تو تمھیں نیک اعمال کی مانند کوئی خزانہ نہ ملے گا]

یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بعد ہے: ﴿غصہ کو پینے والے، لوگوں کو معاف کرنے والے اور اللہ نیکو کاروں کو پسند کرتا ہے﴾ (آل عمران: ۱۳۴)

ہارون نے تھوڑی دیر تک سر جھکایا پھر کہا: ''اے ام الرشید، میں کہتا ہوں:

اذا نصرفت نفسی عن الشیٔ لم تکد الیه بوجهٍ آخر الدهر تقبلُ

[جب میری طبیعت کسی چیز سے منحرف ہو جاتی ہے تو پھر کسی طریقہ سے اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتی]''

عرض کیا: ''میں کہتی ہوں، اے امیر المومنین:

ستقطع فی الدنیا اذا ما قطعتنی یمینکَ، فانظر أی کف تَبَدلُ

[جب تو مجھ سے قطع تعلق کرے گا تو دنیا میں اپنا ہی دایاں ہاتھ کاٹ ڈالے گا پس دیکھ تو اس کے بدلے میں کون سا ہاتھ لے گا]''

ہارون نے کہا: ''میں راضی ہوں۔'' عرض کی: ''اے امیر المومنین، آپ مجھے وہ (یحییٰ) بخش دیں، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے کوئی چیز اللہ کی خاطر چھوڑ دی، اس کی مفقود ہونے پر اللہ اس پر غضب ناک نہ ہوگا۔'' ہارون نے تھوڑی دیر تک سر جھکایا: پھر سر اٹھا کر کہا: ''اس سے پہلے اور اس کے بعد اللہ ہی کے لیے امر ہے۔'' عرض کی: ''اے امیر المومنین، ﴿اس دن مومن اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے، وہ جس کی چاہے مدد کرتا ہے اور وہ غالب رحم فرمانے والا ہے﴾ (الروم: ۵) اے امیر المومنین، آپ اپنی قسم کو یاد کریں کہ میں جس کسی کی

سفارش کروں گی، آپ اسے قبول فرمائیں گے۔'' کہا: ''اے امّ الرشید، آپ اپنی قسم کو یاد کریں کہ آپ کسی مجرم کی سفارش نہ کریں گی۔'' سہل بن ہارون کا بیان ہے: جب فاطمہ نے دیکھا کہ خلیفہ اس کی درخواست ردّ کر رہا ہے اور اس کے مطالبہ سے پہلوتہی کر رہا ہے، تو اس نے سبز زبرجد کا بنا ایک صندوق نما نکالا اور اس نے یہ صندوق اس کے سامنے رکھ دیا۔ خلیفہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس پر فاطمہ نے اس کا سنہری تالا کھولا اور اس میں خلیفہ کی قمیض، اس کے سر کے اگلے حصے کے بال اور اس کے دانت نکالے، یہ سب اس نے کستوری میں لپیٹ رکھا تھا۔ اس نے عرض کی: ''اے امیر المومنین، میں آپ کے حضور سفارش کرتی ہوں اور آپ کے خلاف اللہ سے مدد مانگتی ہوں اور اس بات کا واسطہ دیتی ہوں کہ آپ کا جسمِ مبارک اور آپ کے اعضاء کی خوشبو جو میرے ساتھ رہی کہ آپ اپنے غلام یحییٰ کی جان بخشی کر دیں۔'' ہارون نے یہ سامان لیا، اسے چوما، پھر آنسو بہائے اور بہت زیادہ رویا، اہلِ مجلس بھی روئے۔ یحییٰ کے پاس جان بخشی کی بشارت دینے والا بھی چلا گیا۔ وہ یہ سمجھا کہ یہ رونا یحییٰ کے لیے رحمت ہے اور اس کی جان بخشی کی علامت ہے۔ جب خلیفہ نے رونا ختم کیا تو اس نے یہ سب چیزیں صندوق نما میں واپس رکھ دیں اور فاطمہ سے کہا: ''آپ نے اس امانت کی بہت خوب حفاظت کی۔'' فاطمہ نے جواب دیا: ''اے امیر المومنین، آپ اس کے اہل ہیں۔''

خلیفہ خاموش رہا، صندوق کو تالا لگایا اور اسے فاطمہ کے حوالے کر دیا اور یہ آیت پڑھی: '' ان اللہ یأمرکم أن تؤدوا الأمانات الیٰ اھلھا (النساء: ۵۸) (یعنی اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے اہل کے حوالہ کر دو)''

عرض کی: ''اللہ فرماتا ہے: و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (یعنی جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو، تو عدل کے ساتھ کرو) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم (یعنی جب تم باہم عہد کرو تو اللہ کے عہد کو پورا کرو)'' (نحل: ۹۱) کہا: ''ام الرشید، یہ کیا ہے؟'' عرض کی: ''آپ نے جو میرے لیے قسم اٹھائی تھی کہ آپ مجھے ملاقات سے نہیں روکیں گے اور نہ میرے ساتھ ترش روئی سے پیش آئیں گے۔'' کہا: ''اے امّ الرشید،

میں چاہتا ہوں کہ آپ اسے نظرانداز فرمائیں اور میری اس قسم کو اپنی مرضی کی چیز سے خرید لیں۔" عرض کی: "اے امیرالمومنین، آپ نے انصاف سے کام لیا۔ میں ایسا ہی کرتی ہوں۔" پوچھا: "کتنے میں خریدتی ہیں؟" عرض کی: "آپ کی رضا کی قیمت کے بدلے، کہ آپ اس شخص سے راضی ہوجائیں، جس نے آپ کو ناراض نہیں کیا۔" کہا: "اے ام الرشید، کیا آپ پر میرا اسی طرح حق نہیں ہے، جس طرح ان (برامکہ) کا آپ پر حق ہے؟ لہٰذا آپ ان سے ہٹ کر مجھ سے کوئی تمنا کریں۔" عرض کی: "کیوں نہیں، میں نے وہ آپ کے سپرد کیا، آپ کو بخش دیا اور اس کی جگہ آپ کو رکھا۔"

یہ کہہ کر فاطمہ اٹھ کھڑی ہوئی، جب کہ خلیفہ ہارون حیران و مبہوت تھا۔ سہل کا بیان ہے: فاطمہ چلی گئی اور پھر نہ آئی۔ اللہ کی قسم، میں نے نہ اس کا آنسو دیکھا نہ اس کے کراہنے کی آواز سنی۔

سہل نے کہا: زبیدہ کا بیٹا امین محمد، جعفر بن یحیٰ کا رضاعی بھائی تھا۔ یحیٰ بن خالد نے اس حوالے سے امین سے رابطہ کیا تو امین نے وعدہ کیا کہ وہ اپنی والدہ زبیدہ کو سفارش کرنے کے لیے کہے گا مگر وہ اپنے عیش وعشرت میں مصروف رہا۔ اس پر یحیٰ نے اسے درجِ ذیل اشعار لکھ بھیجے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار مسلم بن ولید کے بھائی سلیمان اعمٰی کے ہیں جو برامکہ کا زبردست حامی تھا۔

(ترجمہ اشعار)

[اے میرے ملجاو ماویٰ، اے میرے پناہ گاہ اور مجھے سخت مصائب سے پناہ دینے والے،
ہر اُس دل میں آپ کی امید قائم ہے، جس میں مصائب نے ڈیرہ ڈال رکھا ہے۔
آپ بذاتِ خود نعمت ہیں اور ایسی نعمتیں عطا کرنے والے ہیں
جن کا نفع تمام لوگوں کے لیے ہے۔
آپ اپنے مولیٰ سے کیے گئے وعدے کو پورا فرمائیں۔
موتی کی حسن وخوبی ہار میں بڑھ جاتی ہے۔
مایوسی کے چھائے ہوئے بادلوں کے چھٹنے میں میرا اعتماد سراسر آپ پر ہے۔

اگر آپ کا دستِ شفقت تھوڑی دیر کے لیے بھی مجھ سے اٹھ جائے

تو مجھے زمانہ ٹڈی دل کی طرح کھا جائے]

یہ اشعار امین نے اپنی والدہ زبیدہ کو بھجوائے۔ زبیدہ نے یہ اشعار اس وقت خلیفہ ہارون کے سپرد کیے جب وہ اپنی خوش مزاجی و خوشگواری اور لذّت و سرور کی حالت میں تھا۔ زبیدہ، برامکہ کی سفارش کے لیے تیار ہوئی، اس نے اپنی باندیوں اور گلوکار عورتوں کو تیار کرلیا اور انہیں حکم دیا کہ جب وہ کھڑی ہو تو وہ بھی کھڑی ہو جائیں۔ مگر خلیفہ ہارون جب ان اشعار کے پڑھنے سے فارغ ہوا تو اس نے اپنی نشست بدلے بغیر ان اشعار کے نیچے یہ جملہ لکھا: تیرے جرم کی سفاکی نے تیری معافی کے رجحانات کو مار ڈالا ہے۔ پھر یہ کاغذ زبیدہ کی طرف پھینکا۔ جب اس نے خلیفہ کا جملہ پڑھا تو سمجھ گئی کہ وہ اپنے موقف سے رجوع نہیں کرے گا۔

برامکہ کے بارے میں خلیفہ ہارون الرشید اور اسحاق بن علی:

ایک ہاشمی نے بتایا کہ مجھے اسحاق بن علی بن عبداللہ بن عباس نے بتایا: کہا میں ایک روز ہارون کے ساتھ چل رہا تھا، امین خلیفہ ہارون کے دائیں طرف اور مامون بائیں جانب تھا۔ ہارون نے مجھے اپنے قریب کرلیا اور دونوں کو اپنے آگے کرلیا۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ ساتھ چلا تو اس نے میرے ساتھ باتیں شروع کر دیں۔ پھر برامکہ کے بارے میں میرے ساتھ مشورہ کرنے لگا اور مجھے بتایا کہ اس نے ان کے بارے میں کیا سوچ رکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ برامکہ نے اسے بیزار کر دیا ہے اور میں اس کے ہاں وہ حیثیت رکھتا ہوں کہ وہ مجھ سے ان کے بارے میں کچھ نہ چھپائے گا۔ میں نے عرض کی، اے امیر المومنین، آپ مجھ وسعت سے تنگی میں نہ دھکیلیے۔ خلیفہ ہارون نے کہا: البتہ تم بات کر سکتے ہو، میں نصیحت کرنے پر تمھیں موردِ الزام نہ ٹھہراؤں گا اور نہ ہی تمھیں رائے دہی اور مشورہ سے روکتا ہوں۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین، میری رائے میں ان کی نعمت و فراخی سراسر آپ کا فیضان ہے۔ اختیار و اقتدار کے مالک آپ ہیں، وہ تو آپ کے دست بستہ غلام ہیں۔ میں اصل میں برامکہ کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ خلیفہ نے

کہا: ان کے پاس اتنی جاگیریں ہیں جو میری اولاد کے پاس بھی نہیں، اب کیا میرا دل ان سے خوش ہوگا؟ میں نے کہا: اے امیر المومنین، بادشاہ کسی پر فضل و کرم کرنے کے بعد، اس نعمت کو زائل نہیں کیا کرتا۔ میں نے دیکھا کہ یہ بات سن کر خلیفہ نے مجھ سے رخ پھیر لیا اور میری یہ بات ناپسند کی۔

اسحاق نے کہا: میں بھانپ گیا کہ جلد ہی خلیفہ برامکہ کے خلاف اقدام کرے گا مگر میں نے یہ بات پوشیدہ رکھی اور کسی پر ظاہر نہ کی۔ البتہ میں نے یحیٰی اور برامکہ سے ملنے جلنے سے اجتناب کیا کہ کہیں میرے متعلق یہ گمان نہ کر لیا جائے کہ میں نے اس کا راز برامکہ کے سامنے فاش کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ ہارون نے برامکہ کو کچل دیا۔ حالانکہ وہ پہلے ان کا بہت زیادہ اکرام کرنے والا تھا۔ برامکہ کے قتل کا سانحہ اس گفتگو کے چھ سال بعد عمل میں آیا۔

یحیٰی اور منکہ ہندی:

برامکہ کے ساتھ پیش آنے والے سانحہ سے پہلے کی بات ہے کہ یحیٰی بن خالد بن برمک بیمار ہوا تو اس نے منکہ ہندی کو بلا بھیجا اور پوچھا: اس بیماری کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ منکہ نے جواب دیا، اور وہ ہرفن مولیٰ تھا، بیماری بڑی ہے، اس کی دوا معمولی ہے اور اس پر صبر آسان ہے۔ یحیٰی نے اس سے کہا: بعض اوقات کسی خطرے کا شدید اندیشہ ہوتا ہے مگر اس صورت میں اس خطرے کے بارے میں گفتگو سے زیادہ بہتر اسے نظر انداز کرنا ہوتا ہے۔ منکہ نے کہا: مگر میں طالع میں علامات دیکھ رہا ہوں۔ اس کی مدت قریب ہے۔ آپ کے بارے میں علم مختلف ہے۔ بعض اوقات ستارہ کی صورت بانجھ ہوتی ہے کہ اس کے اثرات و نتائج نہیں ہوا کرتے۔ تاہم دور اندیشی اور احتیاط لازمی ہے۔ یحیٰی نے کہا: معاملات ہو کر ہی رہتے ہیں، جو ہونا ہوتا ہے وہ ہو کے رہتا ہے۔ جتنے دن سلامتی سے گزر جائیں وہ غنیمت ہیں۔ اب آپ میری اس بیماری پر غور کیجئے، جس کے لیے میں نے آپ کو زحمت دی ہے اور مزاج پر اس کے اثرات کے بارے میں بتایئے۔ منکہ نے کہا: یہ صفراء ہے جس کے ساتھ بلغم کی مائیت مل گئی

ہے اور اس سے وہی ہوا ہے جو انگاروں پر پانی ڈالنے سے ہوتا ہے۔ آپ انار کا پانی لیجئے اور اس میں ہلیلہ سیاہ باریک کر کے ملائیے۔ آپ کو جلد آرام آ جائے گا اور یہ جلد ختم ہو جائے گی۔

برامکہ کے سانحہ کے بعد منکہ کسی بہانے سے جیل میں داخل ہوا تو دیکھا کہ یحییٰ ایک نمدہ پر بیٹھا ہے۔ اور فضل اس کی خدمت کر رہا ہے۔ منکہ دیکھ کر رو پڑا اور کہا: میں نے تو پکارا تھا کاش کہ آپ قبول کرنے میں جلدی کرتے۔ یحییٰ نے جواب دیا: کیا آپ نے کوئی بات جانتے بوجھتے مخفی رکھی؟ کہا: ہرگز نہیں، گناہ سے بری ہونے کے سلسلہ میں سلامتی کی امید شفق سے بھی زیادہ نمایاں تھی۔ بہر حال یہ عذاب ہے، مجھے امید ہے کہ اس کا اوّل صبر اور اس کا آخر اجر ہے۔ پوچھا: اس بیماری کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ کہا: میری رائے میں صبر سے زیادہ مفید کوئی دوا نہیں۔ اگر مال بہ طور فدیہ دیا جا سکتا یا کوئی عضو الگ کرنا پڑتا تو بھی ایسا کرنا آپ پر فرض تھا۔ یحییٰ نے کہا: میں اس رائے پر آپ کا شکر گزار ہوں، اگر آپ کے لیے ہمارے ساتھ حسن سلوک ممکن ہو تو ضرور کرنا۔ منکہ نے جواب دیا: اگر میرے لیے اپنی جان بھی آپ کی جگہ دینا ممکن ہوتا تو میں اس میں بخل نہ کرتا۔

یحییٰ کا قید خانہ سے ہارون الرشید کے نام خط:

یحییٰ بن خالد نے قید خانہ سے الرشید کے نام یہ خط لکھا:

امیر المؤمنین، خلیفہ المھدیین، امام المسلمین اور خلیفہ ربّ العالمین کے حضور، ایک ایسے غلام کی طرف سے، جس کے گناہوں نے اسے بے یار و مددگار بنا دیا ہو اور جس کے عیوب نے اسے ذلیل کر دیا ہو، جسے اس کے بھائی نے تنہا چھوڑ دیا ہو، دوست نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا ہو، زمانہ اس سے ہٹ گیا ہو، مصائب نے اسے گھیر لیا ہو، چنانچہ وہ فراخی کے بعد تنگی میں مبتلا ہوا ہو اور فارغ البالی کے بعد افلاس کا شکار ہوا ہو، رضا کے بعد ناراضی سے واسطہ پڑا ہو، نیند کے بعد بے خوابی سے دو چار ہوا ہو، اس کی ایک ساعت ایک ماہ کے برابر اور اس کی ایک رات زمانہ کے برابر ہو، موت کو دیکھ لیا ہو، مرنے کے قریب ہو اور اے امیر المومنین، وہ

آپ کے غضب سے پریشان ہو۔ ہائے افسوس آپ کے ساتھ بیتے ہوئے قرب پر افسوس عطیات ونوازشات پر نہیں، اس لیے اہل و مال تو سب کے لیے تھے، آپ کے سبب سے تھے، میرے پاس تو عاریتاً تھے اور عاریتاً چیز واپس کرنا ہوتی ہے۔ مجھے جو اپنے بیٹے کی وجہ سے صدمہ پہنچا تو یہ میرے بیٹے کے گناہ کی وجہ سے تھا۔ اس کے معاملے میں، میں آپ سے کسی غلطی کا اندیشہ نہیں رکھتا اور نہ ہی یہ بات ہے کہ آپ نے اسے سزا دینے میں حد سے تجاوز کیا ہے۔

یحییٰ نے یہ اشعار بھی خلیفہ ہارون کو لکھ بھیجے:

[عمدہ سلوک اور کثیر عطیات والے خلیفہ سے کہہ دیجئے،

قریش کے خلفاء اور عالی قدر بادشاہوں کے فرزند سے کہہ دیجئے

کہ آپ کی جانب سے جن برامکہ کو مصیبت کبریٰ کے حوالے کر دیا گیا ہے،

ان کے چہرے زرد ہو چکے ہیں اور ذلت کی علامات ان پر ظاہر ہیں۔

گویا کہ وہ اپنی اس مصیبت کی وجہ سے کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہیں۔

آپ کی طرف سے ان پر غصہ و ناراضی عام ہوئی ہے

اب وہ ختم ہو چکے ہیں، امارت، وزارت اور اعلیٰ امور کے بعد ان کے بلند و بالا مرتبے

اور اونچے مکانات سب ختم ہو گئے ہیں۔

اب ان کی سب سے بڑی آرزو آپ کی رضا اور عافیت ہے۔

اے میرے لیے ہلاکت کے خواہاں، میری موجودہ حالت،

میرے لیے آپ کی طرف سے کافی ہے۔

آپ کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ میری ذلت اور حیثیت و مرتبہ کی پستی دیکھیں۔

پریشان حال فاطمہ کا گریہ اور بہنے والے آنسو

اور اس کا درد بھرے انداز میں یہ کہنا "ہائے میری بے عزتی و بدبختی"

اب میری کون حمایت کرے گا جب کہ زمانہ اپنے سب آدمیوں پر غضب ناک ہو چکا ہے۔

ہائے افسوس وحسرت، زمانے کے لیے اور میرے لیے۔

اے راضی و مہربان بادشاہ کی نگاہِ التفات، ایک بار پھر ہم پر ہو جا]

خلیفہ ہارون الرشید نے اس خط اور اشعار کا کوئی جواب نہ دیا۔

یحییٰ کا خلیفہ ہارون کو اپنا وصیت نافذ کرنے والا قرار دینا:

یحییٰ برمکی قید خانہ میں بیمار ہوا، جب قدرے افاقہ ہوا تو اس نے کاغذ منگوایا، عنوان یہ لکھا: امیر المؤمنین اپنے مولیٰ یحییٰ بن خالد کے عہد کو عملی جامہ پہنائیں۔ خط کا مضمون یہ تھا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب تنازعہ فیصلہ کے مرحلہ میں پہنچ چکا ہے۔ اب آپ کی باری ہے۔ اللہ حاکم عادل ہے۔ آپ عنقریب آگے بڑھیں گے تو جان لیں گے''۔ جب مرض زیادہ بڑھا تو داروغہ جیل سے کہا: ''یہ میرا عہد ہے، اسے امیر المومنین تک پہنچا دینا، وہی میرے ولی نعمت ہیں اور میری وصیت پر عمل درآمد کے زیادہ حق دار ہیں''۔ یحییٰ کی وفات کے بعد داروغہ جیل نے یہ تحریر خلیفہ کو پہنچائی۔

خلیفہ کا جواب: سہل بن ہارون نے کہا: میں خلیفہ ہارون کے پاس تھا جب اسے یہ رقعہ ملا۔ خلیفہ نے پڑھ کر اس کے نیچے کچھ لکھنا شروع کیا، مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ رقعہ کس کا ہے، چنانچہ میں نے عرض کیا: اے امیر المومنین، کیا میں یہ خدمت نہ بجالاؤں؟ فرمایا: ہرگز نہیں، مجھے آرام طلبی کی عادت کا خطرہ ہے کہ یہ انسان کو عاجز کر دیتی ہے چنانچہ وہ غفلت سے فیصلہ کرتا ہے اور حماقت سے امور سرانجام دیتا ہے۔ خلیفہ نے یہ جملہ تحریر کیا: میں نے آخرت میں تمہارے لیے جس منصف کو پسند کیا ہے، وہ تمہارے خلاف سب سے بڑا حکم ہے، اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی جا سکتی اور نہ اس کے فیصلے کو ٹالا جا سکتا ہے۔ پھر خلیفہ نے یہ کاغذ میری طرف پھینکا تو میں نے دیکھا کہ یہ یحییٰ کے لیے ہے اور خلیفہ نے اس کا مؤثر جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

دعبل اور سلیمان کے برامکہ کے مرثیے:

دعبل، فرزند برمک کے مرثیہ میں کہتا ہے: (ترجمہ اشعار)

[جب میں نے دیکھا کہ تلوار نے جعفر کا کام تمام کر دیا ہے

اور خلیفہ کے منادی نے یحییٰ کے بارے میں اعلان کر دیا ہے

تو میں دنیا پر رویا اور مجھے یقین ہو گیا کہ دنیا کو چھوڑ جانا
کسی جوان کی آخری حد ہوا کرتی ہے]

سلیمان اعمیٰ نے بنو برمک کے مرثیہ میں کہا: (ترجمہ اشعار)

[میرے رنج وغم سے ناآشنا لوگ پرسکون ہو کر سو گئے،
جب کہ میری آنکھ کے لیے نیند موزوں نہیں ہوتی۔
میری بیداری کی وجہ یہ نہیں کہ میں دیوانۂ عشق ہوں،
دیوانۂ عشق جاگتا رہتا ہے مگر حادثات نے مجھے بے خواب کر دیا ہے
جب نیند کے متوالے گہری نیند سوتے ہیں تو میں بے خوابی میں مبتلا رہتا ہوں۔
مجھے ان سرداروں کا صدمہ پہنچا ہے جو کہ چشموں کی مانند تھے،
بارش نہ ہونے کی صورت میں ہمیں ان ہی سے سیراب کیا جاتا تھا۔
جب دل میں آگ کا شعلہ بھڑک رہا تھا اور میری آنکھوں اور آنسوؤں میں ہم آہنگی تھی،
میں نے کہا: نیکی پر تمام دنیا پر اور دولتِ آل برمک پر سلام ہو۔
اے فضل بن یحییٰ، میں تمہارے بارے میں پریشان ہوں
اور تمہاری خاطر پریشان ہونے والا مورد ملامت نہیں ہوتا۔
آپ کے حسنِ سلوک کے ستارے ڈوب گئے اور کمینے معزز ہو گئے۔
اللہ نے آپ کے بھائی پر ظلم نہیں کیا مگر یہ ایک قضاء تھی جس کا سبب ارتکاب جرم تھا۔
اللہ رحمان کے خلیفہ کا عتاب اس شخص کے لیے باعثِ فخر ہے
جو تلوار کے وار سے موت سے ہم آغوش ہوا ہو۔
تعجب ہے مجھے فضل بن یحییٰ کی مصیبت پر۔
میرا تعجب کیسا جب امام (خلیفہ) غضب ناک ہوا ہے۔
اے فرزند یحییٰ، تیرے قتل سے پہلے میں نے کوئی ایسی تلوار نہیں دیکھی
جسے ایک قاطع نے کاٹ ڈالا ہو۔

حادثات نے اس کے لیے ایک تیر تراش رکھا تھا
چنانچہ حادثات کا تیر برے طریقے سے اس کا کام تمام کر گیا۔
حاسدوں کو مبارک ہو، یحییٰ اب قید میں ہے جس کی حق تلفی کی جاتی ہے۔
جب کہ فضل عزت کی ردا اوڑھنے کے بعد اب ذلت و خواری سے دوچار ہے۔
برامکہ کی بربادی پر خوشی منانے والوں سے کہہ دو کہ تمھیں بھی سال بہ سال یہی کچھ بھگتنا ہوگا۔
اے امین، فضل بن یحییٰ کا خیال کرو، جو تمہارا رضاعی بھائی ہے
اور رضاعی بھائی کی تو حُرمت و عزت ہوا کرتی ہے۔
اے ابوالعباس، ہر مصیبت بالآخر ختم ہو جاتی ہے خواہ وہ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو۔
میں دیکھتا ہوں کہ سببِ رضا، اللہ کے ہاں مقبول ہے۔
میں نے ایک ماہ کے روزے رکھنے کی قسم کھائی ہے۔
اگر رضا مکمل ہوئی تو روزے رکھنا مجھ پر لازم ہوگا۔
میں نے نذر کے لیے قسم کھائی ہے اور میں نے اس نذر کا پختہ عزم کیا ہے،
وہ یہ کہ میں آپ لوگوں کے بعد کبھی شراب نہ پیوں گا،
حالانکہ شراب نوشی سے جدائی میرے لیے موت ہے۔
کیا آپ لوگوں کے بعد میں، عیش و عشرت کروں اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاؤں؟
آپ لوگوں کے بعد میرے لیے لہو و لعب حرام ہے۔
میرے لیے زندگی کیسے خوشگوار ہو سکتی ہے، جب کہ فضل برمکی قید میں ہو۔
اور جعفر پُل پر مقیم ہو اور گرم زہریلی ہواؤں اور سیاہ غبار نے اس کے حسن و جمال کو بوسیدہ کر ڈالا ہو۔
میں اس کے پاس سے گزرتا ہوں تو مجھ پر گریہ غالب آجاتا ہے،
مگر رونے کو چھپانا پڑتا ہے۔ میں جب اس کی لاش کے قریب تھا۔
تو میں نے کہا، حالانکہ وہاں میرا قیام میرے لیے باعث رسوائی ہو سکتا ہے
:اگر چغل خور اور خلیفہ کے مقرر کردہ جاسوس کا خطرہ نہ ہوتا

تو ہم تیری صلیب کے تنے کو بوسہ دیتے

اور اسی طرح اس کا استلام کرتے جیسے لوگ حجرِ اسود کا استلام کیا کرتے ہیں]

کسی شاعر نے خلیفہ ہارون کو بنو برمک کے خلاف برانگیختہ کرتے ہوئے کہا:

(ترجمہ اشعار)

[دوسروں کے بغیر اپنی حسنِ رائے پر اکتفاء کرنے والے خلیفہ سے کہہ دیجئے

کہ آپ نے جعفر سے جو آغاز کیا ہے، اسی برتن سے برامکہ کو پلایئے۔

اس واقعہ کے بعد کسی برمکی کی وفاداری یقینی نہیں ہوسکتی۔

میرے خیال میں برامکہ نا قابلِ اعتماد ہیں۔

آپ نے کم سزا دے کر جعفر کا چرچا کر دیا ہے۔

اب یحییٰ کے ساتھ بھی ایسا ہی کیجئے،

اس لیے کہ لکڑی اور اس کی چھال میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

آپ، یحییٰ کی داڑھی کو ایک ہندی تلوار کے وار سے، خون سے رنگ دیجئے]

ابن المہدی، جعفر اور عبد الملک:

ابراہیم بن مہدی نے کہا: ایک دن جعفر بن یحییٰ نے مجھ سے کہا: میں نے امیر المومنین سے پیچھے لگوانے کی اجازت لی ہے، میں چاہتا ہوں کہ تنہا رہوں، عوام کے کاموں سے گریز کروں اور اکیلا رہوں، کیا تم میرا ساتھ دو گے؟ میں نے کہا: اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، میں آپ کا ساتھ دینے کو سعادت سمجھوں گا اور آپ کی تنہائی کو اپنے لیے باعث انس قرار دوں گا۔ کہا: میرے پاس کل صبح سویرے بہت جلدی آنا۔ چنانچہ میں فجرِ ثانی کے وقت اس کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ شمع اس کے آگے رکھی ہے اور وہ بیٹھ کر میرا انتظار کر رہا ہے۔ ہم نے نماز پڑھی، پھر باتیں کرنے لگے، حتی کہ پچھنے لگنے کا وقت آپہنچا اور حجام آگیا۔ اس نے ایک ہی وقت پر ہم دونوں کو پچھنے لگائے۔ پھر ہمارے لیے کھانا پیش کیا گیا تو ہم نے کھانا کھایا۔ جب ہم نے ہاتھ

دھوئے تو ہمیں ہم نشینی کے ملبوسات سے نوازا گیا اور ہمیں خوب خوشبو ملی گئی۔ ہم نے یہ دن انتہائی خوشگوار گزارا۔ پھر جعفر کو کوئی کام یاد آیا، اس نے حاجب کو بلایا اور اس سے کہا: جب قہرمان (وکیلِ خاص) عبدالملک آئے تو اسے ملاقات کے لیے آنے دینا۔ حاجب یہ بات بھول گیا۔ عبدالملک بن صالح ہاشمی اپنی جلالت، شان و شوکت اور عمر و ادب کے ساتھ آیا تو حاجب نے اسے ملاقات کی اجازت دے دی۔ ہمارے پاس عبدالملک بن صالح یکدم آ گیا تو اس وجہ سے جعفر بن یحییٰ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور وہ بے کیف و بے مزہ ہو گیا۔ جب عبدالملک نے اس کی یہ کبیدہ خاطری دیکھی تو اس نے اپنے غلام کو بلایا۔ اپنی تلوار، سرکاری لباس اور اپنی پگڑی اس کے حوالے کی، پھر آیا اور نشست گاہ کے دروازے پر رک گیا اور بولا: ہمارے لیے بھی وہی کرو جو تم نے اپنے لیے کیا ہے۔ چنانچہ غلام آیا، اس نے عبدالملک پر خلعتِ ہم نشینی پھینکی، کھانا منگوایا تو عبدالملک نے کھانا کھایا۔ پھر شراب منگوائی تو اس نے تین جام نوش کیے۔ پھر بولا: مجھے یہ کم ہی دیجیے اس لیے کہ میں نے یہ چیز کبھی نہیں پی۔ اس پر جعفر کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا کیونکہ خلیفہ ہارون الرشید نے عبدالملک کو ہم نشینی۔ ہم نوالہ و ہم پیالہ ہونے۔ کی دعوت دی تھی، مگر عبدالملک نے انکار کر دیا تھا اور اس عمل سے اجتناب کیا تھا۔

اب جعفر بن یحییٰ نے عبدالملک سے کہا: ''اللہ مجھے آپ پر فدا کرے، آپ نے بہت فضل کرم فرمایا ہے۔ آپ کی اس مہربانی کے عوض اگر کوئی خدمت میرے لائق ہو اور میرے بس میں ہو تو میں اسے بخوشی بجا لاؤں گا؟'' کہا: ''کیوں نہیں۔ امیر المومنین مجھ سے ناراض ہیں۔ آپ ان سے درخواست کیجیے کہ وہ مجھ سے راضی ہو جائیں۔'' جعفر نے کہا: ''امیر المومنین آپ سے راضی ہو گئے۔'' پھر کہا: ''مجھ پر چار ہزار دینار کا قرض ہے۔'' کہا: ''یہ حاضر ہیں، مگر یہ امیر المومنین کے مال سے ہوں گے کہ ان کا مال مجھے اپنے مال سے زیادہ محبوب ہے۔'' کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ میرے بیٹے ابراہیم کو امیر المومنین کا داماد بننے کا شرف حاصل ہو۔'' کہا: ''امیر المومنین نے اس کی شادی اپنی بیٹی عائشہ سے کر دی۔'' کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ اس کے سر پر کسی صوبے کی گورنری کا جھنڈا پھڑ پھڑائے۔'' کہا: ''امیر المومنین نے اسے مصر کا گورنر مقرر کر دیا۔''

عبدالملک چلا گیا، میں حیران تھا کہ جعفر نے امیر المومنین ہارون الرشید سے اجازت لیے بغیر۔ ان اقدامات کا اعلان کیسے کر دیا۔ اگلے دن ہم امیر المومنین کے دروازے پر کھڑے تھے کہ جعفر برمکی داخل ہوا اور اس نے فوراً قاضی یوسف، محمد بن حسن اور ابراہیم بن عبدالملک کو طلب کر لیا۔ چنانچہ ابراہیم کا نکاح ہو گیا۔ رقم کی تھیلی عبدالملک کو پیش کر دی گئی اور ابراہیم کے گورنر مصر ہونے کی دستاویز لکھی گئی۔

جعفر دربار سے نکلا تو اس نے ہمیں نکلنے کا اشارہ کیا۔ جب وہ اپنے گھر کی طرف چلا تو ہم بھی اس کے پیچھے چلے۔ وہ سواری سے اترا، تو ہم بھی اترے۔ اب اس نے ہماری طرف متوجہ ہو کر کہا: آپ لوگ چونکہ عبدالملک کے معاملہ کے آغاز سے واقف ہو چکے ہیں، اس لیے اس کے اختتام سے بھی آگاہ ہو جاؤ۔ جب میں امیر المومنین کے حضور حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے گزشتہ کل کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے آپ کو شروع سے آخر تک پورا واقعہ سنایا، تو آپ فرمانے لگے، بہت اچھا اللہ کی قسم، بہت اچھا اللہ کی قسم۔ پھر دریافت فرمایا: تم نے کیا جواب دیا؟ میں نے اب آپ کو بتانا شروع کیا تو وہ ہر بات پر فرماتے تھے۔ تم نے بہت اچھا کیا۔ ابراہیم مصر کا گورنر بنا۔

طالبین کے واقعات وحالات

سفاح کی شفقت ومہربانی:

عبدالعزیز بن عبداللہ بصری نے عثمان بن سعید بن سعد مدنی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب ابوالعباس سفاح نے خلافت سنبھالی تو اس کے پاس بنو حسن بن علی بن ابی طالب آئے۔ اس نے انہیں اموال اور جاگیریں عطا کیں۔ پھر عبداللہ بن حسن نے کہا: ''مجھے مضبوط کیجئے۔'' پھر کہا: ''اے امیر المومنین، ایک کروڑ درہم عطا کیجئے کہ میں نے اتنی رقم کبھی نہیں دیکھی۔'' چنانچہ ابوالعباس نے ابن ابی مقرّن صیرفی سے قرض لے کر یہ رقم عبداللہ کو دینے کا حکم

دیا۔ عبدالعزیز نے کہا: اس وقت ابھی بیت المال نے کام شروع نہیں کیا تھا۔

ابوالعباس کے پاس مروان کا ایک گوہر لایا گیا تو اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ عبداللہ بن حسن پاس تھا، وہ رو پڑا۔ خلیفہ ابوالعباس نے پوچھا: ''ابو محمد، کیوں رو رہے ہو؟'' کہا: ''یہ موتی مروان کی بیٹیوں کے پاس تھا، جب کہ آپ کے چچا کی بیٹیوں نے اس جیسا گوہر کبھی نہیں دیکھا۔'' چنانچہ ابوالعباس نے یہ گوہر عبداللہ کو عطا کر دیا۔ پھر ابن مقرن صیرفی کو حکم دیا کہ وہ عبداللہ سے رابطہ کرے اور اس سے خرید لے۔ چنانچہ وہ اس نے عبداللہ سے آٹھ لاکھ دینار کا خریدا۔ پھر جب بنو حسن نے خروج کیا تو خلیفہ ابوالعباس نے اپنا ایک قابلِ اعتماد آدمی اس تاکید کے ساتھ ان کی طرف بھیجا۔ ان کے ساتھ رہنا اور ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں کوتاہی نہ کرنا۔ جب بھی خلوت میں ان سے ملنا تو ان سے لگاؤ ظاہر کرنا اور ہمارے خلاف باتیں کرنا اور ہمارے خلاف کاروائی کے لیے اکسانا اور انہیں یہ باور کروانا کہ وہ ہم سے زیادہ اقتدار کے حق دار ہیں پھر ان کی باتیں اور ان کے اقدامات سے مجھے مطلع کرنا۔

سفاح کی ابن حسن سے نفرت کا سبب:

سفّاح کی بنو حسن سے بدظنی اور سخت دلی کا سبب یہ ہوا کہ جب اس نے انبار تعمیر کیا اور اس میں اپنے بھائی ابو جعفر کے ساتھ نیز عبداللہ بن حسن کے ساتھ داخل ہوا۔ وہ ان دونوں کے درمیان چل رہا تھا اور انہیں عمارات دکھا رہا تھا اور علاّت و دفاتر وغیرہ کے بارے میں بتا رہا تھا کہ عبداللہ بن حسن سے لغزشِ یعنی سبقتِ لسانی سرزد ہوئی۔ اس نے کسی کے یہ شعر پڑھ ڈالے: (ترجمہ اشعار)

[کیا تم نے جوش کو دیکھا جو محلاّت تعمیر کر رہا ہے، جن کا نفع بنو طفیل کے لیے ہے۔

اسے امید ہے کہ اسے عمرِ نوح ملے گی جب کہ اللہ کا امر ہر رات نیا واقع ہوتا ہے]

یہ سن کر ابوالعباس کا چہرہ بدل گیا۔ ابو جعفر نے اس سے کہا: ''کیا اے ابو محمد، ہمارا اقتدار منتقل ہو جائے گا؟'' کہا: ''نہیں، اللہ کی قسم، میرا یہ مقصود نہیں اور نہ ہی میرا یہ خیال تھا، یہ

شعر تو محض مجھ سے بے خیالی اور سبقتِ لسانی کی بناء پر ظاہر ہوئے۔'' مگر اس بات نے ابوالعباس کو متنفر کر دیا۔

عبداللہ بن حسن جب مدینہ منورہ آیا تو فاطمی اس کے پاس اکھٹے ہوئے، اس نے ان میں ابوالعباس کے عطا کردہ اموال تقسیم کرنے شروع کیے تو وہ بہت خوش ہوئے۔ عبداللہ بن حسن نے کہا: ''آپ لوگ بہت خوش ہیں؟'' بولے: ''ہم کیوں خوش نہ ہوں، جو بنو مروان نے ہم سے روک رکھا تھا، وہ ہمارے پاس اب پہنچا جب ہمارے قریبی رشتہ دار اور چچازاد برسرِ اقتدار آئے۔'' عبداللہ نے کہا: ''کیا تم لوگ اس بات پر خوش ہو کہ تمھیں یہ دوسرے لوگوں کے ہاتھوں سے ملتا رہے؟'' ابوالعباس کے مقرر کردہ جاسوس نے یہ ساری باتیں جا کر اسے بتائیں، اس نے ابوجعفر کو آگاہ کیا۔ چنانچہ معاملات بہت بگڑ گئے۔

ابوجعفر اور ابن حسن:

ابوالعباس کی وفات کے بعد اس کا بھائی ابوجعفر خلیفہ بنا۔ اس نے اہل مدینہ کے لیے عطیات روانہ کیے اور گورنرِ مدینہ کو لکھا کہ یہ عطیات لوگوں کے ہاتھوں میں دینا، بنو ہاشم کا جائزہ لینا اور دیکھنا کہ کون ان میں سے وصول کرنے آیا ہے اور کون غیر حاضر رہا ہے۔ نیز عبداللہ بن حسن کے بیٹوں محمد اور ابراہیم کا خصوصی خیال رکھنا۔ گورنر نے اس حکم کی تعمیل کی اور پھر لکھا۔ عطیات کی وصولی سے صرف دو آدمی غیر حاضر ہوئے ہیں یہ ہیں عبداللہ بن حسن کے بیٹے محمد اور ابراہیم۔ چنانچہ خلیفہ ابوجعفر نے عبداللہ بن حسن کو خط لکھا۔ یہ ۱۳۹ھ کی ابتداء کی بات ہے۔ خلیفہ نے ان دونوں کے بارے میں دریافت کیا اور حکم دیا کہ یہ دونوں ظاہر ہوں۔ عبداللہ نے جواب میں لکھا کہ مجھے نہیں معلوم کہ وہ دونوں کہاں ہیں اور کدھر گئے ہیں۔ ان کی غیر حاضری نامعلوم ہے۔

خلیفہ نے اپنے جاسوس اور نگران متعین کیے ہوئے تھے۔ کچھ ہی دنوں بعد خلیفہ کے ایک قابلِ اعتماد جاسوس نے اسے یہ اطلاع بہم پہنچائی کہ عبداللہ، محمد اور ابراہیم کا ایک ایلچی

خراسان کے خاص خاص آدمیوں کے نام خطوط لے کر روانہ ہو چکا ہے۔ خلیفہ نے اس ایلچی کو گرفتار کرنے کا حکم دیا، چنانچہ وہ اپنے خطوط سمیت پکڑ کر اس کے حضور پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے یہ خطوط مہریں توڑے بغیر عبداللہ بن حسن کو بھیج دئے اور اس کا ایلچی بھی اس کے پاس روانہ کر دیا اور عبداللہ کے نام یہ خط لکھا:

''میرے پاس آپ کا فرستادہ، اپنے خطوط سمیت پیش کیا گیا، میں نے یہ خطوط مہروں سمیت آپ کے پاس واپس کر دئے ہیں، اس اندیشہ سے بچنے کے لیے کہ میں کہیں ایسی باتوں سے واقف نہ ہو جاؤں جو میرا دل آپ سے پھیر دیں، لہٰذا آپ بھی ملاپ کے بعد کاٹ اور اجتماع کے بعد تفرقہ سے باز رہیے۔ آپ اپنے دونوں صاحبزادوں کو میرے لیے ظاہر کیجئے۔ ان دونوں کو وہ مرتبہ، تقرب اور تعظیم دی جائے گی جسے آپ یقیناً پسند فرمائیں گے۔''

اس کے جواب میں عبداللہ نے خلیفہ ابوجعفر کو خط لکھا اس سے معذرت طلب کی اور اپنے خطوط سے اظہار برأت کیا اور بتایا کہ یہ کسی دشمن کی کارستانی ہے جو ان کی باہمی محبت و یکجہتی کو ختم کرنے کے درپے ہے۔

خلیفہ کے قابلِ اعتماد جاسوس نے پھر اطلاع دی کہ بالکل وہی فرستادہ، وہی خطوط لے کر بصرہ کے راستے پر گامزن ہے اور یہ کہ وہ فلان المہلبی کے پاس ٹھہرنے والا ہے۔ اگر امیر المومنین مناسب سمجھیں تو اس کی نگرانی کا حکم صادر فرمائیں۔ چنانچہ خلیفہ نے اس کی نگرانی کا بندوبست کر دیا۔ یہ ایلچی خطوط سمیت پکڑ کر پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے اس ایلچی کو تو جیل میں ڈالا اور یہ خطوط اپنے ایک خاص قابلِ اعتماد ایلچی کے ہاتھ خراسان بھیجے۔ ان خطوط کے جوابات آئے جو خلیفہ کے لیے ناگوار تھے، مگر اس پر حقیقت منکشف ہوگئی، چنانچہ اس نے عبداللہ کے نام یہ خط لکھا:

(ترجمہ شعر) [میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ میری موت چاہتا ہے، تیرے دوست، تیرے مددگار کا عجیب رویہ ہے۔]

امابعد، میں نے آپ کے فرزندوں کے خطوط پڑھے۔ انہیں خراسان بھیجا۔ ان کے

جوابات نے ان خطوط کی تصدیق کردی ہے۔ مجھے اب یقینی طور پر معلوم ہو چکا ہے کہ آپ ہی اپنے صاحبزادوں کو غائب کرنے والے ہیں، آپ ان کے ٹھہرنے کے مقام سے واقف ہیں۔ لہٰذا آپ انہیں میرے سامنے لائیں۔ آپ کی خاطر میرا یہ فرض ہوگا کہ میں ان کو بہترین انعامات سے نوازوں گا اور ان کی رشتہ داری کے تقاضے کے مطابق انہیں مرتبہ دوں گا۔ آپ معاملات کے قابو سے باہر ہونے سے پہلے ہی ان کا بندوبست کر لیجئے۔

عبداللہ بن حسن نے اس کے جواب میں لکھا:

(ترجمہ اشعار) [میں وہ موت کیسے چاہ سکتا ہوں،

حالانکہ آپ مجھ سے ہیں اور آپ کی چقماق سے آگ میری چقماق کے ساتھ نکالی جاتی ہے۔

میں یہ کیسے ارادہ کر سکتا ہوں حالانکہ آپ کا تعلق مجھ سے ایسے ہے

جیسے دل کا تعلق، شہ رگ سے ہوتا ہے۔]

نیز لکھا کہ مجھے نہیں معلوم کہ وہ دونوں اللہ کی زمین میں کہاں چلے گئے، نہ ہی مجھے خطوط کے بارے میں کچھ علم ہے اور اس میں شک کہ یہ خطوط جعلی ہیں۔

خلیفہ ابو جعفر نے یقینی صورتِ حال کے ادراک کے لیے سلم بن قتیبہ باہلی کا انتخاب کیا، اسے بہت سا مال دیا اور خاص احکام دئے اور کہا: میں تمہیں بہت قریبی سمجھتا ہوں۔ مجھے یقینی و حقیقی حالت سے مطلع رکھنا اور جس معاملے سے تم آگاہ ہو، وہ مجھ سے پوشیدہ نہ رکھنا۔ سلم بن قتیبہ روانہ ہو کر مدینہ پہنچا۔ عبداللہ کی مختص نشست گاہ تک رسائی حاصل کی۔ اس سے اپنی محبت ظاہر کی اور اس کی جانب میلان کا اظہار کیا۔ مانوس ہونے کے بعد کہا: اہلِ خراسان کے فلاں فلاں آدمیوں نے۔ جن سے عبداللہ کی خط و کتابت تھی اور خلیفہ کو جن کی وفاداریوں پر شک تھا۔ میرے ذریعہ آپ کی خدمت میں مال بھیجا ہے۔ اور آپ کے نام خط لکھا ہے۔ عبداللہ نے یہ خط اور مال قبول کر لیا۔ یہ دس ہزار دینار کی رقم تھی۔

سلم کافی مدت تک عبداللہ کے ساتھ ٹھہرا، جب انس و اعتماد خوب بڑھ گیا تو اس نے کہا: مجھے دو خط دئے گئے ہیں جو امیر المومنین محمد اور ان کے ولی عہد ابراہیم کے نام ہیں اور مجھے

یہ حکم دیا ہے کہ یہ خط ان دونوں کے ہاتھوں میں ہی دوں۔ آپ اگر مجھے ان دونوں تک پہنچا دیں اوران سے ملاقات کروادیں تو میں خط اور مال ان کے حوالہ کردوں گا اور واپس اپنے لوگوں کے پاس چلا جاؤں گا۔ جس سے انہیں تسلی و تشفی ہوگی اوران کے دلوں کو قرار آئے گا۔ کیونکہ ان کے ہاں میں سچا اور امانت دار ہوں اور اگر آپ کے بیٹوں کا معاملہ مشتبہ و مبہم ہے یعنی آپ ان کے ٹھہرنے کے مقام سے واقف نہیں ہیں تو پھر خط اور مال بھیجنے والے اپنے دل، مال اور جان کو خطرہ میں ڈالنا پسند نہیں کریں گے۔ جب عبداللہ نے یہ دیکھا کہ ان دونوں سے ملاقات کا بندوبست کیے بغیر بات نہیں بنتی بلکہ بگڑنے کا اندیشہ ہے اوراس کے پاس موجود مال ملاقات کے بغیر نہیں مل سکتا تو اس نے ملاقات کروا دی۔ چنانچہ سلم نے دو خط چالیس ہزار درہموں سمیت ان کے حوالے کردئے۔ عبداللہ نے تعارف کرواتے ہوئے کہا: ''یہ محمد ہے اور یہ ابراہیم ہے۔'' اس موقعہ پر سلم نے ان تینوں حضرات سے کہا: ''جن لوگوں نے مجھے بھیجا ہے ان کا ایک خاص مقصد ہے اور میرے جیسا آدمی جب واپس اپنے لوگوں کے پاس جائے گا تو ان کے مطلب وضرورت کی کوئی چیز لے کر جائے گا۔ اس منصوبہ کے لیے محمد بالکل موزوں ہے اور اقتدار کی دعوت اس کے لیے واجب ہے، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کا قریبی رشتہ دار ہے۔ اگرچہ یہاں وہ ہستی بھی ہے جو رشتہ داری اور حقدار ہونے کی لحاظ سے محمد سے بھی زیادہ قریب ہے۔'' عبداللہ نے پوچھا: ''وہ کون ہے؟'' کہا: ''آپ، مگر آپ کے صاحبزادے محمد میں ایسی خوبیاں ہیں جو آپ میں نہیں ہیں۔'' عبداللہ نے کہا: ''میرا اپنا یہی خیال ہے۔'' سلم نے کہا: ''لوگ اپنے تمام معاملات میں آپ کی تقلید و پیروی کرتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ اپنے دین، مال اور جان کو اگر قربان کریں تو کسی حجت و دلیل پر، تاکہ مارے جانے والوں کو مرتبہ شہادت کی امید ہو۔ لہٰذا اگر آپ عباسی خلیفہ ابوجعفر کو معزول کردیں اوراپنے بیٹے محمد کی بیعت کرلیں تو عوام آپ کی پیروی کریں گے اور اگر آپ ایسا کرنے سے انکار کرتے ہیں تو اس کے باوجود عوام آپ کی پیروی کریں گے، آپ پر اعتماد کی وجہ سے، نیز رسول اللہ ﷺ سے قرابت کی وجہ سے اور آپ کے اس مرتبے کی بدولت جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔'' عبداللہ نے کہا: ''میں ایسا

ہی کرتا ہوں۔'' چنانچہ عبداللہ نے خلیفہ ابو جعفر کو معزول کر دیا اور اپنے بیٹے محمد کی بیعت کر لی۔ اس کے بعد سلم نے بھی محمد کی بیعت کر لی۔ سلم وہاں سے ابو جعفر کے پاس پہنچا، حج کا زمانہ آ چکا تھا، سلم نے خلیفہ کو حقیقتِ حال سے آگاہ کیا۔

خلیفہ ابو جعفر مدینہ میں داخل ہوا تو اس نے بنو حسن کو بلوایا اور ان کو یکجا ہونے کا حکم دیا۔ اس نے سلم سے کہا: جب تم عبداللہ کو میرے پاس دیکھنا تو میرے سر کے قریب کھڑے ہو کر، اسلحہ سے میری طرف سے اشارہ کرنا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب عبداللہ نے اسے دیکھا تو وہ حیران رہ گیا اور اس کا رنگ بدل گیا۔ ابو جعفر نے پوچھا: ابو محمد، آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ کیا آپ اسے پہچانتے ہیں؟ عرض کیا: ہاں، اے امیر المومنین، مجھے معاف کیجئے اور میرے ساتھ صلہ رحمی فرمایئے۔ خلیفہ ابو جعفر نے جواب دیا: آپ کو اپنے بیٹوں کے بارے میں بخوبی معلوم ہے۔ اب آپ کے لیے معذرت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اب راز فاش ہو چکا ہے۔ آپ ان دونوں کو میرے سامنے لائیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے ساتھ اور ان دونوں کے ساتھ صلہ رحمی کروں گا۔ انہیں بڑے عہدوں سے نوازوں گا اور ہر ایک کو ایک ایک کروڑ درہم دوں گا۔ یہ سن کر عبداللہ پیچھے ہٹا اور اپنی نشست کی طرف جھکا۔ بنو حسن بارہ آدمی تھے، خلیفہ نے سب کو قید میں ڈالنے کا حکم دیا۔

خلیفہ نے مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر اسی رات لشکر بندی کی اور لڑائی کے لیے تیار ہو گیا۔ اسے اس بات میں کوئی شک نہ تھا کہ بنو حسن کی گرفتاری کے ردِ عمل میں اہل مدینہ اس کے خلاف لڑیں گے۔ خلیفہ نے اپنے لشکر کا میمنہ، میسرہ اور قالب مقرر کیا اور لڑائی کے لیے تیار ہو گیا۔ اُدھر اس نے مسجدِ نبوی ﷺ میں، بیس آدمی بٹھا دئے، جو لوگوں کو عطیات دینے لگے۔ چنانچہ اہلِ مدینہ میں سے ایک آدمی نے بھی خلیفہ کے خلاف حرکت نہ کی۔ خلیفہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ روانہ ہوا۔

ابو جعفر کا مکتوب محمد بن عبداللہ کے نام:

حج کے بعد جب ابوجعفر عراق کی طرف روانہ ہوا تو محمد بن عبداللہ نے مدینہ میں بغاوت کی۔ اس پر ابوجعفر نے اس کے نام یہ خط لکھا:

امیر المومنین عبداللہ کی طرف سے محمد بن عبداللہ کے نام، ﴿جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں، ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں، یا سولی پر چڑھائے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں، یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں۔ یہ ذلت و رسوائی تو ان کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لیے اس سے بڑی سزا ہے۔ مگر جو لوگ توبہ کر لیں قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پاؤ۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے﴾ (المائدۃ: ۳۳) اگر آپ دونوں بھائی توبہ کر لیں اور رجوع کر لیں، اس سے پہلے کہ میں آپ دونوں پر قابو پاؤں اور میرے اور آپ دونوں کے درمیان خون ریزی ہو تو آپ کے لیے اللہ کا عہد و میثاق ہے اور اللہ کا ذمہ اور اس کے نبی کا ذمہ ہے کہ میں آپ دونوں، آپ دونوں کی سب اولاد اور آپ کے حامیوں اور ماتحتوں کو مال و اولاد پر امان دیتا ہوں۔ میں آپ لوگوں کی خون ریزی اور مال سلب کرنے کو مباح قرار دوں گا، میں آپ دونوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک کروڑ درہم دوں گا۔ آپ دونوں کی مطلوبہ ضروریات پوری کروں گا اور جہاں آپ دونوں چاہیں گے وہاں آپ کو رہنے دوں گا۔ آپ کے والد کی تمام اولاد کو جیل سے رہا کر دوں گا اور پھر آپ دونوں میں سے کسی کے گزشتہ گناہ پر اسے سزا نہ دوں گا۔ لہٰذا آپ مجھ پر اور اپنے آپ پر اپنے قریشی دشمنوں کو خوش ہونے کا موقعہ نہ دیجئے۔ اگر میری اس پیشکش کے بارے میں آپ کو مزید یقین دہانی کی ضرورت محسوس ہو تو آپ اپنی پسند کے آدمی کو میرے پاس بھیجئے تاکہ وہ آپ کے لیے امان، عہد اور میثاق لے جائے۔ جس سے آپ کو امن و اطمینان نصیب ہو جائے، والسلام"

محمد بن عبداللہ نے اس خط کا یہ جواب دیا:

محمد بن عبداللہ امیر المومنین کی طرف سے عبداللہ بن محمد کے نام ﴿طسم۔ یہ کتاب مبین کی آیات ہیں۔ ہم موسیٰ اور فرعون کا کچھ حال ٹھیک ٹھیک تمہیں سناتے ہیں، ایسے لوگوں

کے فائدے کے لیے جو ایمان لائیں۔ واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ ان میں سے ایک گروہ کو وہ ذلیل کرتا تھا، اس کے لڑکوں کو قتل کرتا اور اس کی لڑکیوں کو جیتا رہنے دیتا تھا۔ فی الواقع وہ مفسد لوگوں میں سے تھا۔ اور ہم یہ ارادہ رکھتے تھے کہ مہربانی کریں ان لوگوں پر جو زمین میں ذلیل کر کے رکھے گئے تھے اور انہیں پیشوا بنائیں اور زمین میں ان کو اقتدار بخشیں اور ان سے فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی کچھ دکھلا دیں جس کا انہیں ڈر تھا﴾ (القصص: ۱۔۶) میں آپ کے سامنے وہی امان پیش کرتا ہوں، جو آپ نے میرے لیے پیش کی ہے۔ حق ہمارے ساتھ ہے۔ آپ نے اقتدار کا دعویٰ ہماری وجہ سے کیا ہے اور ہمارے حامیوں کو ساتھ لے کر خروج کیا تھا۔ ہماری مہربانی سے تمہیں حکومت نصیب ہوئی۔ ہمارے باپ علی رحمہ اللہ امام تھے، آپ لوگ ان کی اولاد کی حکومت کے کیسے وارث بن گئے؟ آپ کو بخوبی علم ہے کہ ہمارے نسب و شرافت کی مانند والے کسی شخص نے بھی اقتدار کا مطالبہ نہیں کیا۔ ہم دائیوں کی اولاد نہیں ہیں اور نہ ہی ہم فرزندانِ طلقاء ہیں۔ ہم قرابت، سبقت اور فضیلت کا جو مقام رکھتے ہیں، کوئی اور یہ مقام نہیں رکھتا۔ ہم جاہلیت میں رسول ﷺ کی دادی فاطمہ بنت عمرو کے فرزند ہیں اور اسلام میں آپؐ کی صاحبزادی فاطمہ کے بیٹے ہیں۔ یہ شرف آپ لوگوں کو حاصل نہیں ہے۔ اللہ نے ہمیں برگزیدہ کیا اور ہمارے لیے برگزیدہ کیا۔ چنانچہ ہمارے والد انبیاء میں سے افضل ہیں۔ سلف میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والے علی بن ابی طالب ہیں۔ عورتوں میں سب سے پہلے افضل خدیجہ بن خویلد ہیں۔ عورتوں میں سب سے پہلے قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنے والی۔ صاحبزادیوں میں سے جنتی عورتوں کی سردار فاطمہ ہیں۔ جن کے بیٹے حسن و حسین ہیں جو اہلِ جنت نوجوانوں کے سردار ہیں: ہاشم نے علی کو دو بار جنا ہے۔ عبدالمطلب نے حسن کو دو بار جنا ہے۔ نبی ﷺ نے مجھے دو بار جنا ہے۔

میں نسب کے لحاظ سے بنو ہاشم میں سے بہتر ہوں اور ماں باپ کے لحاظ سے بنو ہاشم میں سے اشرف ہوں۔ نہ مجھ میں عجمی رگ ہے اور نہ ہی میرے بارے میں آمہات الاولاد کا تنازعہ ہے۔ اللہ اپنے فضل و کرم سے میرے لیے جاہلیت اور اسلام میں مائیں پسند کرتا رہا ہے۔

حتی کہ اس نے میرے لیے جہنم والے کو بھی چُنا۔ میں جنت میں سب لوگوں سے اونچے درجے والے کا بیٹا ہوں اور جہنم میں جسے سب سے کم عذاب ہوگا اس کا بھی بیٹا ہوں۔ میرا باپ اہل جنت میں سے بہترین ہے اور میرا باپ دوزخیوں میں سے سب سے بہتر ہے۔ گویا میں اچھوں میں سب سے اچھے کا بیٹا ہوں اور بروں میں سے سب سے اچھے کا فرزند ہوں۔ میں اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ اگر تم میری اطاعت میں داخل ہوگے اور میری دعوت کو قبول کرلو گے تو میں تمہیں، تمہاری جان، مال اور خون کے بارے میں امان دیتا ہوں اور ان تمام امور کے بارے میں بھی جو تم نے نئے گھڑے۔ سوائے اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے بارے میں، یا کسی مسلمان یا معاہد کے حق کے بارے میں، تمہیں خوب معلوم ہے کہ اس بارے میں تم پر کیا لازم ہوتا ہے۔ میں تمہارے مقابلے میں حکومت کا زیادہ حق دار ہوں اور زیادہ عہد کو بنانے والا ہوں۔ جب کہ تم نے مجھ سے پہلے جتنے لوگوں کو عہد دئے تھے، ان میں سے اکثر کے ساتھ بے وفائی کی۔ تم مجھے کون سی امان دے رہے ہو؟ کیا وہ امان جو ابنِ ھبیرہ کو دی تھی؟ یا وہ امان جو تم نے اپنے چچا عبداللہ بن علی کو دی تھی؟ یا جو امان ابو مسلم کو دی تھی؟ والسلام۔

ابو جعفر منصور کا جواب:

امیر المومنین عبداللہ کی طرف سے محمد بن عبداللہ بن حسن کے نام: امابعد، مجھے آپ کا خط ملا ہے اور میں آپ کا کلام سمجھا ہوں۔ آپ کا سب سے بڑا فخر عورتوں کی قرابت داری ہے تاکہ آپ عوام کو گمراہ کرسکیں۔ حالاں کہ اللہ نے عورتوں کو چچاؤں اور باپوں جیسا مقام نہیں دیا اور نہ ہی انہیں عَصبہ اور اولیاء جیسا مرتبہ دیا ہے۔ اس لیے کہ اللہ نے چچا کو باپ قرار دیا ہے اور قرآن میں قریبی والد سے پہلے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اللہ نے اگر عورتوں کو ان کی قرابت کے لحاظ سے حیثیت دی ہوتی تو پھر آمنہ عورتوں میں رحم کے حساب سے سب سے قریب ہوتیں اور ان کا حق بھی سب سے بڑا ہوتا۔ اور وہ کل جنت میں سب سے پہلے داخل ہوتیں مگر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حالات سے واقف ہونے کی بناء پر اپنی مخلوق کے لیے مردوں کو چُنا۔

آپ نے جو رسول اللہ ﷺ کی دادی فاطمہ کا تذکرہ کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ اس نے آپ کو جنا ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کسی بیٹے کو بھی دین اسلام کی توفیق نہیں دی اگر اس کے بیٹوں میں سے قرابت کی بناء پر کسی کو اسلام کی توفیق دی جاتی تو وہ عبداللہ بن عبدالمطلب ہوتے، دنیا و آخرت میں ہر خیر کے لیے موزوں و اہل۔ لیکن اختیار اللہ کے پاس ہے، وہ اپنے دین کے لیے جسے چاہتا ہے، پسند کر لیتا ہے۔ جل شناء نے فرمایا: ﴿اے نبی تم جسے چاہو اسے ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں﴾ (القصص: ٥٦) اللہ نے جب آپؐ کو مبعوث فرمایا تو آپ کے چار چچا تھے، اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر یہ آیت نازل فرمائی: وانــذر عشیـرتک الاقـربیـن (الشعراء: ٢١٤) (یعنی اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ) تو آپؐ نے انہیں بلایا اور ڈرایا۔ دو نے آپؐ کی دعوت قبول کی، ان میں سے ایک میرے باپ تھے۔ اور دو چچاؤں نے انکار کیا، ان میں سے ایک آپ کا باپ تھا۔ چنانچہ ان انکار کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی ولایت کا تعلق کاٹ دیا اور دونوں کے لیے عہد، ذمہ اور میراث نہ رہنے دی۔

آپ کا خیال ہے کہ آپ سب سے کم عذاب ملنے والے جہنمی کے بیٹے ہیں اور بروں میں سب سے اچھے کے بیٹے ہیں۔ حالانکہ شر میں خیر نہیں ہوتا اور نہ ہی جہنمی ہونا باعثِ فخر ہے۔ جب آپ وہاں جائیں گے تو آپ کو خوب معلوم ہو جائے گا۔ ﴿اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس انجام سے دو چار ہوتے ہیں﴾ (الشعراء: ٢٢٧)

آپ نے علی کی والدہ فاطمہ پر جو فخر کیا ہے اور اس بات پر فخر کیا ہے کہ ہاشم نے علی کو دو بار جنا ہے۔ تو معلوم ہونا چاہئے محمد اوّلین و آخرین میں سب سے بہتر رسول اللہ ﷺ ہیں، ہاشم نے آپؐ کو صرف ایک بار جنا ہے اور عبدالمطلب نے بھی آپؐ کو ایک ہی بار جنا ہے۔

آپ کا خیال ہے کہ آپ بنو ہاشم میں نسب کے لحاظ سے سب سے بہتر ہیں اور بنو ہاشم میں والدین کے لحاظ سے مکرم ہیں اور یہ کہ آپ کو عجم نے نہیں جنا اور نہ ہی آپ میں امہاتِ

الاولاد کی رگ ہے۔ یوں میرے خیال میں آپ نے پورے بنو ہاشم پر فخر جتایا ہے۔ اللہ تمہارا ناس کرے، سوچو کہ تم کل کہاں ہو گے؟ آپ نے اپنی حدود سے تجاوز کرلیا ہے اور اس ہستی سے بھی اپنے آپ کو برتر سمجھا ہے جو آپ سے بہتر ہے اپنی ذات، اپنے والد اور اول آخر کے لحاظ سے یعنی آپ نے نبی اکرم ﷺ کے فرزند گرامی ابراہیم سے بھی اپنے آپ کو بڑا سمجھا ہے۔ کیا آپ کے والد کی اولاد اور ان میں سے اہلِ فضل امہاتِ اولاد کے بیٹے نہیں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ لوگوں میں سے علی بن حسین سے افضل کوئی پیدا نہیں ہوا اور وہ امّ ولد کے بیٹے تھے۔ اور وہ آپ کے دادا حسن بن حسن سے بہتر تھے۔ اس کے بعد لوگوں میں ان کے فرزند محمد بن علی جیسے کوئی نہیں ہوا، ان کی دادی بھی امّ ولد تھیں، حالانکہ وہ آپ کے والد سے بہتر تھے۔ نہ ہی ان کے صاحبزادے جعفر سے بہتر آپ لوگوں میں کوئی پیدا ہوا ہے، وہ آپ سے بہتر ہے، حالانکہ اس کی دادی امّ ولد ہے۔

باقی رہا، آپ کا یہ کہنا کہ ''ہم رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں'' تو یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ماکان محمد ابا احدٍمن رجالکم ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیّن (الاحزاب: ۴۰) (یعنی لوگو! محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔) مگر آپ لوگ آنحضرتؐ کے نواسے ہو۔ آپؐ کی صاحبزادی ایک خاتون ہیں۔ اور کوئی بھی عورت نہ ولدیت کی وارث ہوئی ہے اور نہ ہی اس کے لیے امامت کرنا حلال ہے۔ وہ (سیدہ فاطمہؓ) امامت کو کیسے ورثہ میں دے سکتی ہیں۔ آپ کے والد (حضرت علیؓ) نے ہر لحاظ سے ان (فاطمہؓ) پر ظلم کیا۔ انہیں دن کے وقت باہر نکالا، ان کی بیماری کو راز میں رکھا اور رات کے وقت انہیں دفنا دیا مگر عوام نے شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کو ہی ان کی فضیلت کی بنا پر ترجیح دی۔ اس سنت میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نانا، ماموں اور خالہ وارث نہیں بنتے۔

باقی رہا آپ کا (حضرت) علی اور ان کی سبقتِ اسلام پر فخر کرنا، تو بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آنحضورؐ نے علیؓ کے بجائے کسی اور کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ آپؐ کے بعد عوام نے کسی اور کو منتخب کرلیا مگر علیؓ کو منتخب نہیں کیا۔ علیؓ چھ اصحابِ شوریٰ

میں سے تھے مگر سب نے ان کو چھوڑ دیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے ان کا انکار کیا، طلحہ اور زبیر ان کے خلاف لڑے، سعد نے ان کی بیعت کرنے سے انکار کیا اور ان کے لیے اپنا دروازہ بند کر لیا اور ان کے بعد معاویہ کی بیعت کر لی۔ علیؓ نے ہر لحاظ سے حکومت طلب کی، اس کی خاطر لڑائی لڑی پھر حکمین نے فیصلہ کیا تو علیؓ ان دونوں سے راضی تھے اور انہیں اللہ کا عہد و میثاق دیا تھا۔ دونوں حکم آپؓ کو معزول کرنے پر متفق تھے مگر معاویہ کے بارے میں دونوں کا اختلاف تھا۔ پھر آپ کے دادا حسن اٹھے اور انہوں نے حکومت کو کچھ پوشاکوں اور دراہم کے بدلے فروخت کر ڈالا۔ وہ حجاز چلے گئے اور اپنے شیعوں کو معاویہ کے سپرد کر ڈالا، انہوں نے معاملات کو نااہلوں کے سپرد کر دیا اور مال وصول کیا اگر حکومت میں تمہارا کچھ حق بھی تھا تو وہ تم لوگوں نے فروخت کر ڈالا اور اس کی قیمت وصول کر لی۔ پھر آپ کے چچا حسینؓ نے ابن مرجانہ کے خلاف خروج کیا، لوگ ابن مرجانہ کے ساتھ تھے اور حسین کے خلاف تھے، حتی کہ انہیں قتل کر ڈالا اور اس کے پاس ان کا سر پیش کیا پھر آپ لوگوں نے بنوامیہ کے خلاف بغاوت کی تو انہوں نے آپ لوگوں کو قتل کیا اور کھجوروں کے تنوں پر تمھیں صلیب رکھا آگ سے جلایا اور تم لوگوں کو شہروں سے باہر نکالا۔ حتی کہ یحییٰ بن زیاد سرزمین خراسان میں مارا گیا۔ بنوامیہ نے تمہارے مردوں کو قتل کیا، بچوں اور عورتوں کو قیدی بنایا اور انہیں جنگی قیدیوں کی مانند شام لے گئے۔

حتی کہ ہم نے بنوامیہ کے خلاف بغاوت کی۔ ہم نے آپ لوگوں کا انتقام لیا۔ اور تمہارے خون کا بدلہ لیا۔ ہم نے تمہیں ان کے اموال اور گھروں اور زمینوں کا وارث بنایا۔ ہم نے آپ لوگوں کو اپنے اقتدار میں شریک کیا مگر آپ لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی۔ آپ نے اپنے باپ (حضرت علیؓ) کا جو تذکرہ کیا ہے، اس تذکرہ سے آپ انہیں عباس، حمزہ اور جعفر پر فضیلت دینا چاہتے ہیں، مگر آپ کا یہ گمان وخیال نادرست ہے۔ ان حضرات کا مقام مسلّم ہے اور ان کی فضیلت متفقہ ہے۔ آپ کے والد (حضرت علیؓ) جنگ میں مبتلا ہوئے۔ بنوامیہ ان پر اپنے منبروں پر اس طرح لعنت کرتے تھے جیسے فرض نماز میں کافروں پر لعنت کی جاتی ہے۔ ہم نے اسے روکا، علیؓ کی فضیلت بیان کی اور بنوامیہ کی اس روش کی انہیں سزا دی۔

آپ کو معلوم ہے کہ جاہلیت میں حاجیوں کو پانی پلانا اور زمزم کے کنوئیں کی خدمت ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔ یہ شرف عباسؓ کے بھائیوں میں سے تنہا عباسؓ کو ہی حاصل تھا۔ آپ کے والد (حضرت علیؓ) نے اس بارے میں ہم سے جھگڑا کیا تو اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے ہمارے حق میں فیصلہ دیا۔ چنانچہ جاہلیت اور اسلام میں ہم ہی اس خدمت پر مامور رہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے عباسؓ کے سوا کوئی زندہ نہ تھا۔ لہٰذا وہی آنحضورؐ کے اپنے بھائیوں میں سے وارث بنے۔ پھر یہ اعزاز بنو ہاشم میں سے کئی ایک نے طلب کیا مگر یہ شرف عباسؓ کی اولاد کو ہی ملا۔ لہٰذا سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانا) ہمارا حق ہے اور رسول اللہ ﷺ کی میراث ہماری میراث ہے اور خلافت ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ بہرحال جاہلیت اور اسلام کی کوئی فضیلت و شرف ایسی نہیں جس کے عباسؓ وارث اور مورِّث نہ ہوں، والسلام۔

محمد اور ابراہیم کا قتل:

محمد بن عبداللہ بن حسن نے جب مدینہ میں خروج کیا تو اہل مدینہ و مکہ نے ان کی بیعت کر لی۔ ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ بن حسن نے ماہ رمضان میں بصرہ میں خروج کیا تو عوام نے ساتھ دیا۔ وہ دارالامارۃ (گورنر ہاؤس) کی طرف بڑھے وہاں گورنر سفیان بن محمد بن مہلب موجود تھا، اس نے لڑے بغیر بصرہ، ابراہیم کے حوالے کر دیا۔ ابراہیم نے ایک لشکر اہواز روانہ کیا، جس نے سخت لڑائی کے بعد اس پر قبضہ کر لیا۔ ایک لشکر واسط کی طرف روانہ کیا جس نے وہاں تسلّط حاصل کر لیا۔

خلیفہ ابو جعفر منصور نے اس بغاوت کو کچلنے کے لیے عیسیٰ بن موسیٰ کی زیر کمان فوج بھیجی۔ یہ فوج مدینہ کی جانب روانہ ہوئی۔ محمد بن عبداللہ نے مقابلہ کیا مگر اپنے ساتھیوں سمیت شکست کھائی اور مارے گئے۔ پھر عیسیٰ بن موسیٰ نے بصرہ کا رخ کیا۔ ابراہیم بن حسن سے لڑائی کی، انہیں قتل کر کے ان کا سر ابو جعفر کے پاس بھیجا۔

منصور کا ابن عبیدہ کے نام مکتوب:

مکّہ کے ایک شخص نے بتایا: ہم مسجد حرام میں عمر بن عبید کے پاس بیٹھے تھے۔ ایک شخص خلیفہ منصور کا خط لایا۔ یہ خط محمد بن عبداللہ بن حسن کی طرف منسوب تھا اور اس میں اپنی خلافت کی دعوت دی گئی تھی۔ ابن عبید نے خط کو رکھ دیا تو ایلچی نے کہا: جواب۔ کہا: کوئی جواب نہیں ہے۔ آپ اپنے صاحب سے کہہ دیجئے، جو ہمیں دعوت دے رہا ہے کہ ہم سائے میں بیٹھیں گے اور یہ ٹھنڈا پانی نوش کریں گے حتی کہ ہماری موت آ جائے۔

اسمٰعیل بن علی اور اس کے بھائی کا سفید پوش قیدیوں کے ساتھ رویہ:

بنوامیہ کے مولیٰ مروان بن شجاع نے کہا: میں اسماعیل بن علی کے ساتھ فارس میں تھا۔ اس کے بیٹے کا معلم و مؤدب تھا۔ جب اس نے سفید پوشوں پر فتح پائی، تو ان کے چار سو آدمی قیدی بنا کر اس کے پاس لائے گئے۔ اس کی پولیس کا سربراہ اس کا بھائی عبدالصمد تھا، اس نے کہا: ان کی گردنیں اڑا دیجئے: اسماعیل نے مجھ سے پوچھا: مروان، آپ کیا کہتے ہیں؟ میں نے عرض کی: اللہ گورنر کا بھلا کرے۔ اہلِ قبلہ سے لڑائی سب سے پہلے علیؓ نے کی۔ ان کی رائے یہ تھی کہ اہلِ قبلہ کے قیدی کو قتل نہ کیا جائے، زخمی کا کام تمام نہ کیا جائے اور بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔ اس پر اسماعیل نے کہا: ان سے بیعت لے لو اور انہیں چھوڑ دو۔

اپنے بھائیوں کی قلت پر محمد بن علی کا تبصرہ:

محمد بن علی ابن حسین سے پوچھا گیا: آپ کے والد کی اولاد کس قدر کم ہے۔ فرمایا: میں حیران ہوں کہ میں کیسے پیدا ہوا؟ عرض کیا گیا: یہ کیوں؟ فرمایا: والد رات اور دن میں ایک ہزار رکعت نوافل پڑھا کرتے تھے، ان کے پاس بیویوں کے لیے فراغت کب ہوتی تھی۔

فرزندانِ عبداللہ کے خلاف لڑائی کے بارے میں منصور کی ابن موسیٰ کو ہدایت:

جب منصور نے بنوعبداللہ بن حسن کے خلاف لڑنے کے لیے عیسیٰ بن موسیٰ کو بھیجا تو کہا: اے ابوموسیٰ، جب تم مدینہ پہنچو تو محمد بن عبداللہ بن حسن کو اطاعت اور جماعتِ مسلمین میں

داخل ہونے کی دعوت دینا۔ اگر وہ مان جائے تو اس کی اطاعت قبول کر لینا۔ اگر وہ مفرور ہو جائے تو اس کا تعاقب نہ کرنا۔ اگر وہ لڑائی لڑنے کے سوا کوئی بات نہ مانے تو اس سے لڑنا اور اس کے مقابلے میں اللہ سے مدد مانگنا۔ جب تم اس پر فتح یاب ہو جاؤ تو اہلِ مدینہ کو خوفزدہ نہ کرنا، ان کو عام معافی دینا، اس لیے کہ وہ اصل اور خاندان ہیں اور مہاجرین وانصار کی اولاد ہیں اور نبی کریم ﷺ کی قبر کے پڑوسی ہیں۔ یہ ہیں تمہارے لیے میری ہدایات۔ یہ ہدایات ان ہدایات کے برعکس ہیں جو مسلم بن عقبہ کو مدینہ کی طرف بھیجتے ہوئے یزید بن معاویہ نے دی تھیں۔ یزید نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ ہر اس شخص کو قتل کرے جو ثنیۃ الوادع مقام کی طرف آئے اور یہ کہ مدینہ کو تین دن کے لیے اپنی فوج کے لیے مباح قرار دے۔ جب یزید کو مسلم کی کارستانی کی اطلاع ملی تو اس نے جنگِ احد کے بارے میں الزبعری کا یہ شعر پڑھا:

لیتَ اشیاخِی ببدرٍ شُہدوا　　جزع الخزرجِ من وقع الأسل

[کاش کہ مقام بدر میں کام آنے والے میرے بزرگ خزرج کی نیزوں اور تیروں سے بننے والی درگت دیکھتے]

پھر اہلِ مکہ کے لیے عفو و درگزر کا پروانہ روانہ کرنا۔ وہ اللہ کے آل اور اس کے پڑوسی اور اس کے حرم و امن کے باشندے ہیں۔ ہماری قوم اور قبیلہ کی جنم گاہ ہیں۔ بیت اللہ الحرام کے عظیم لوگ ہیں۔ خیال رکھنا کہ مکّہ میں ظلم و زیادتی کا ارتکاب نہ کرنا۔ یہ اللہ کا وہ حرم ہے جہاں سے اس نے اپنے نبی محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اللہ نے ہمارے آباء کو آپؑ کے قرب کا شرف بخشا۔ یہ ہے میری تمہارے لیے وصیت۔ یہ ان ہدایات کے برعکس ہے جو حجاج کو مکہ کی طرف بھیجنے والے نے اسے دی تھیں۔ اس نے حجاج کو حکم دیا تھا کہ وہ کعبہ پر سنگ باری کے لیے منجنیقیں نصب کرے اور حرم میں ظلم و زیادتی کرے۔ حجاج نے اس حکم کی تعمیل کی، جب بھیجنے والے کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے عمرو بن کلثوم کے یہ شعر پڑھے: (ترجمہ اشعار)

[خبردار، ہمارے ساتھ کوئی جہالت اور بے وقوفی سے پیش نہ آئے،
اگر ایسا ہو، تو ہم سب سے زیادہ جہالت کا ثبوت دیں گے۔

دنیا اور مافیہا سب ہمارا ہے اور جب ہم کسی پر گرفت کرتے ہیں،

تو پوری قدرت سے کرتے ہیں]

منصور کی ہدایات اور عیسیٰ بن موسیٰ:

ریاشی نے کہا: عیسیٰ بن موسیٰ نے کہا: جب منصور نے مجھے بنو عبداللہ بن حسن کے خلاف لڑنے کے لیے مدینہ منورہ روانہ کیا تو اس نے مجھے بہت زیادہ ہدایات دیں، اس پر میں نے عرض کیا: اے امیر المومنین، آپ مجھے کب تک نصیحتیں کرتے رہیں گے؟۔

[میں تو ایک تیز کاٹنے والی ہندی تلوار ہوں۔

جو اپنے نیام کو بھی کھا جاتی ہوں اور اسے توڑ دیتی ہوں۔

اور ہر اس چیز کو ٹکڑے کر دیتی ہوں جس کا مجھ سے مطالبہ کیا جاتا ہے]

معاویہؓ کا حسنؓ کو فضیلت دینا:

ایک دن معاویہؓ نے اپنے ہم نشینوں سے دریافت فرمایا: لوگوں میں سے معزز ترین کون ہے؟ باپ، ماں، نانا، نانی، چچا، اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ کے لحاظ سے۔ ساتھیوں نے عرض کیا: امیر المومنین، بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے حسنؓ بن علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: یہ ان کے والد علی بن ابی طالب ہیں، ان کی والدہ فاطمہ بنت محمد ہیں، ان کے نانا رسول اللہ ﷺ ہیں، ان کی نانی خدیجہ ہیں، ان کے چچا جعفر ہیں اور ان کی پھوپھی ہالہ بنت ابی طالب ہیں، ان کے ماموں قاسم بن محمد ہیں اور ان کی خالہ زینب بنت محمد ﷺ ہیں۔

منصور کے فرزندانِ عبداللہ کو قتل کرنے پر سدیف شاعر کا ردِّ عمل:

ریاشی نے اصمعی سے روایت کی، کہا: جب محمد بن عبداللہ بن حسن نے مدینہ میں خروج کیا تو اہلِ مدینہ و مکہ نے ان کی بیعت کر لی۔ انکے بھائی ابراہیم نے بصرہ میں خروج کیا، چنانچہ بصرہ، اھواز اور واسط پر تسلّط جما لیا۔ اس بارے میں سدیف بن میمون نے کہا:

(اشعار کا ترجمہ)

[گھاٹی کے روز حضن پہاڑ کی کبوتری نے ایک دائمی دکھی مُحِبّ کے دل کو برانگیختہ کردیا۔
ہمیں امید ہے کہ ہماری الفت واپس آجائے گی دوری، بغض، عداوت وکینہ کے بعد۔
وہ مملکت ختم ہوجائے گی جس کے حکمرانوں کے احکام، بت پرستوں کی طرح ہیں۔
آپ بیعت لینے اُٹھیے، ہم اپنی طاعت وفرمانبرداری کے لیے اُٹھیں گے۔
اے بنوحسن خلافت آپ لوگوں میں ہے۔
یمنی ونزاری قبائل کا کوئی فرد بھی آپ کا ساتھ دینے سے پہلوتہی نہیں کرے گا۔
آپ ان سب سے معزز محترم اور پاک ہیں۔
اللہ کے ہاں آپ کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اور آپ عاجزی وکم عقلی سے دور ہیں]

خلیفہ ابوجعفر نے یہ اشعار سُنے تو ان سے بدشگونی لی اور عبدالصمد بن علی کے نام خط بھیجا کہ وہ سدیف شاعر کو گرفتار کر کے زندہ دفن کردے۔اس نے ایسا ہی کیا۔

سدیف کے قتل کے بارے میں ریاشی اور بغدادی:

ریاشی نے کہا: میں نے اشعار کا تذکرہ ایک بغدادی بزرگ ابوجعفر سے کیا تو اس نے کہا: یہ سب جھوٹ ہے۔ یہ اشعار عبداللہ بن مصعب کے ہیں، سدیف کے قتل کا سبب یہ ہوا کہ اس نے کچھ مبہم شعر کہے اور انہیں لکھ کر ابوجعفر کے پاس بھیج دیا۔ وہ شعر یہ تھے:

[تو نے اپنی رعایا کا ظلم وستم سے بے دریغ قتل کیا۔ اب اپنے ہاتھوں کو روک لو۔
تمہارے پاس حسنی جھنڈا ضرور آئے گا ایک شعر کے ساتھ جس کی قیادت ایک حسنی کررہا ہوگا]

خلیفہ ابوجعفر منصور نے یہ شعر پڑھے تو حازم بن خزیمہ سے کہا: بھیس بدل کر سفر کے لیے تیاری کرلو، حتی کہ جب مکمل تیار ہوجاؤ تو میرے پاس آنا، اس نے ایسا ہی کیا۔ خلیفہ نے کہا: جب تم مدینہ پہنچو تو مسجدِ نبویؐ میں داخل ہوجانا، پہلا اور دوسرا استون چھوڑ دینا، تم تیسرے ستون کے پاس ایک گندمی رنگ کا بزرگ دیکھو گے، جو بکثرت ادھر ادھر دیکھ رہا ہوگا۔ لمبا اور بڑا ہوگا، تم اس کے پاس بیٹھ جانا اور آلِ ابی طالب کی ہمدردی میں گفتگو کرنا اور ان پر زمانے کی شدت کا

تذکرہ کرنا، تین دن اسی طرح کرنا، چوتھے روز پوچھنا: یہ شعر کس کے ہیں۔

[تو نے اپنی رعایا کا ظلم وستم سے بے دریغ قتل کیا]

حازم نے ایسے ہی کیا تو اس بزرگ نے اس سے کہا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتادوں کہ تم کون ہو؟ تم حازم بن خزیمہ ہو۔ تمہیں میرے پاس امیر المؤمنین نے بھیجا ہے تاکہ مجھ سے یہ جان سکو کہ ان اشعار کا شاعر کون ہے۔ تم ان سے جاکر کہہ دینا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ اللہ کی قسم، میں نے یہ اشعار نہیں کہے ہیں، ان کا کہنے والا سدیف بن میمون ہے۔ جب ان لوگوں نے مجھے محمد بن عبداللہ کے خروج کا ساتھ دینے کی دعوت دی تھی تو میں نے یہ اشعار کہے تھے:

[انہوں نے مجھے دعوت دی جب کہ ابلیس نے پرچم تھام رکھا تھا
اور سرکشوں کے لیے چنگاریوں کی آگ بھڑکائی گئی تھی۔
کیا تم لوگ شیر سے چھٹکارا پانا چاہتے ہو کہ وہ اپنی کچھار کی حفاظت کرتا ہے
اور تم نادانی سے اس کے شیروں کو لومڑ سمجھتے ہو۔
اگر میں تمہیں جھٹکا نہ دوں تو پھر مجھے عمر نے فائدہ نہیں پہنچایا
اور نہ ہی مجھے تجربات نے سنجیدہ بنایا ہے]

یہ بزرگ ابراہیم بن ہرمہ تھے میں نے منصور کے پاس آکر اُسے یہ اطلاع دی تو اس نے عبدالصمد بن علی کو لکھا، سدیف اس کی جیل میں تھا۔ چنانچہ عبدالصمد نے اسے پکڑ کر زندہ دفن کر دیا۔

ابن عبدالحمید اور ابن ابی:

میں نے محمد بن عبدالحمید کو یہ کہتے سنا: میں نے ابن ابی حفصہ سے پوچھا: آپ کو بنوعلی کے بارے میں کس چیز نے دھوکے میں ڈالا؟ کہا: ان لوگوں سے بڑھ کر مجھے کوئی محبوب نہ تھا، لیکن مجھے اس سے بڑھ کر لوگوں کے ہاں کوئی مفید چیز نہیں ملی۔

ہشام اور زید بن علی:

جب زید بن علی بن ابی طالب خلیفہ ہشام کے پاس گئے تو خلیفہ نے کہا: مجھے معلوم

ہے کہ آپ اپنے دل میں خلافت کے بارے میں سوچتے ہیں، حالانکہ آپ خلافت کے لیے موزوں نہیں، کیونکہ آپ ایک باندی کے بطن سے ہیں۔ کہا: جہاں تک آپ کا یہ کہنا ہے کہ میں خلافت کے بارے میں سوچتا ہوں تو اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ باقی رہی آپ کی یہ بات کہ میں باندی کا بیٹا ہوں۔ تو یہ اسماعیلؑ ہیں جو ایک باندی کے بطن سے تھے۔ ان کی صلب سے اللہ نے محمد ﷺ کو پیدا فرمایا۔ جب کہ اسحاقؑ ایک آزاد عورت کے بطن سے تھے، مگر اللہ نے ان کی صلب سے بندر اور خنزیر اور طاغوت کے غلام پیدا فرمائے۔ زید جب ہشام کے دربارِ خلافت سے نکلے تو فرمایا: ''جو بھی زندگی کو پسند کرتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے۔'' اس پر دربان نے ان سے کہا: دیکھیے، یہ بات آپ سے کوئی نہ سنے۔ اس موقعہ پر زید بن علی نے یہ شعر پڑھے:

[خوف نے اسے گھر سے نکال دیا ہے اور اسے ذلیل و رسوا کر ڈالا ہے،
ہر اس شخص کا یہی حال ہوتا ہے جو جلاد کی سختی کو ناپسند کرتا ہے۔
ننگے پاؤں چلنے والا، پاؤں گھسنے کی شکایت کرتا ہے،
اسے نوکیلے سنگریزے زخمی کر دیتے ہیں۔
اس کی راحت موت میں ہے اور موت تو بندوں کی گردنوں میں حتمی ہے]

پھر خراسان سے خروج کیا، قتل کیے گئے اور سولی پر لٹکائے گئے۔ ان کے بارے میں ہی سدیف شاعر، خلیفہ ابوالعباس کو بنوامیہ کے خلاف بھڑکاتے ہوئے کہتا ہے:

واذکروا مصرع الحسین وزیداً   وقتیلاً بجانب المهراس

[حسین اور زید کی شہادت کو یاد کرو اور جو (احد پہاڑ کے چشمے) مہراس کے پاس شہید ہوا]

شاعر کی مراد ابراہیم الامام سے تھی، جو العباس کا بھائی تھا۔

ابن ہشام اور ایک بزرگ کی رائے علیؓ بن ابی طالب کے بارے میں:

عوانہ بن حکم نے کہا: محمد بن ہشام نے حج کیا اور رفقہ میں ٹھہرا۔ وہاں ایک بزرگ آدمی تھا جسے لوگوں نے گھیر رکھا تھا، وہ پیر مرد امر و نہی کرتا تھا۔ محمد بن ہشام نے اپنے پاس والوں سے کہا: ''تم لوگ اسے فاسق عراقی پاؤ گے۔'' اس کے ایک ساتھی نے کہا: ''جی ہاں اور

کوفی منافق'' محمد نے کہا: ''اسے میرے پاس لاؤ۔'' وہ بڈھا لایا گیا تو محمد نے اس سے پوچھا: ''کیا تم عراقی ہو؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں، عراقی ہوں۔'' کہا: ''اور کوفی بھی ہو؟'' کہا: ''اور کوفی بھی۔'' کہا: ''ترابی بھی ہو؟'' کہا: ''اور ترابی بھی ہوں، مٹی سے پیدا ہوا ہوں اور مٹی کی طرف جانا ہے۔'' پوچھا: ''کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جو ابوتراب کی طرف مائل ہیں؟'' پوچھا: ''ابوتراب کون؟'' جواب دیا: ''علی بن ابی طالب۔'' کہا: ''آپ کی مراد رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد، آپ کی صاحبزادی فاطمہ کے خاوند اور حسن اور حسین کے ابا ہیں؟'' کہا: ''ہاں، اور ان کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟'' بولا: ''میں نے کسی کو دیکھا ہے جو انہیں اچھا کہتا ہے اور تعریف کرتا ہے اور کسی کو دیکھا کہ انہیں برا کہتا ہے اور مذمت کرتا ہے۔'' کہا: ''ان دونوں میں سے کون سا تمہارے نزدیک افضل ہے کیا وہ یا عثمان؟'' کہا: ''میرا اس بات سے کیا تعلق ہے؟ اللہ کی قسم، اگر علی پہاڑوں کے وزن کے برابر نیکیاں لے آئیں تو مجھے اس کا نفع نہ پہنچے گا اور اگر وہ پہاڑوں کے وزن کے برابر برائیاں لے آئیں تو مجھے ان کا نقصان نہ ہوگا؟ عثمان کی بھی یہی مثال ہے۔'' کہا: ''ابوتراب کو گالی دو۔'' کہا: ''کیا آپ مجھ سے وہ بات پسند کریں گے، جس پر وہ راضی ہوا جو آپ سے بہتر ہے، اس سے جو مجھ سے بہتر ہے، اس شخص کے بارے میں جو علی سے بدتر ہے؟'' پوچھا: ''وہ کیا ہے؟'' کہا: ''اللہ راضی ہوا۔ اور وہ آپ سے بہتر ہے۔ عیسیٰؑ سے۔ اور وہ مجھ سے بہتر ہیں۔ عیسائیوں کے بارے میں۔ اور وہ علی سے بدتر ہیں۔ جب فرمایا: ان تعذبهم فانّهم عبادُکَ وان تغفرلهم فانّکَ انت العزیز الحکیم (مائدہ: ۱۱۸) (یعنی اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کر دے تو تو غالب حکمت والا ہے)

علیؑ کے بارے میں حمزہ اور اس کے ایک بیٹے کے مابین گفتگو:

ریاشی نے کہا: حمزہ بن عبداللہ بن زبیر کے ایک بیٹے نے علیؑ کو برا بھلا کہا تو اس کے والد نے اس سے کہا: اے میرے فرزند، اللہ کی قسم جب بھی دنیا کوئی چیز بناتی ہے تو دین اسے گرا دیتا ہے اور دین جو چیز بناتا ہے تو دنیا اسے گرا دیتی ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ علیؑ کے

خلاف کچھ لوگ اپنا بغض ظاہر کرتے ہیں اور منبروں پر انہیں لعنت کرتے ہیں، اللہ کی قسم گویا وہ آپؓ کو پیشانی سے پکڑ کر آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں اور جو تم بنو مروان کو دیکھتے ہو کہ ان کے مردوں کی تعریف کی جاتی ہے تو گویا لاشوں کو بے نقاب کیا جاتا ہے۔

خلیفہ ولید اور علیؓ کے بارے میں فضل کے شعر:

ولید مکہ آیا اور خانہ کعبہ کا طواف کرنے لگا۔ فضل بن عباس بن عتبہ بن ابی لہب زمزم سے پانی پی رہا تھا اور کہہ رہا تھا: (ترجمہ اشعار)

[اے سائل ہمارے بارے میں کسی بدری سے دریافت کرو۔ وہ مجد و شرافت میں رہنے والا قریش البطاح میں سے ہے۔ اس کی پیشانی روشن و تابندہ ہے]

کسی نے بھی فضل کے ان اشعار کو ناپسند نہ کیا۔

جعفر کے بارے میں مسلمہ کی رائے:

عتبی نے کہا: ایک دن مسلمہ بن ہلال عبدی کو بتایا گیا: جعفر بن سلیمان ہاشمی نے ایسی تقریر کی کہ ایسی تقریر کبھی نہیں سنی گئی اور ہم یہ نہ جان سکے کہ ان کی تقریر و کلام زیادہ حسین ہے یا ان کا چہرہ۔ مسلمہ نے کہا: یہ لوگ نورِ خلافت سے چمکتے ہیں اور لسانِ نبوت سے بولتے ہیں۔

عوام، صاحبِ ابونواس نے دیارِ ربیعہ کے کسی گورنر کو یہ اشعار لکھ بھیجے:

[نبی، وصی، حسین، اور حسن کے واسطے اور اس خاتون کے واسطے جس کا حق چھینا گیا۔

اور اس کے والد کے واسطے سے جو سب سے بہتر دفن ہونے والا ہے،

خراج میں ہمارے رزقوں میں مہربانی فرمایئے،

راحت رسانی کی خاطر اور کلفت اور بوجھ ختم کرنے کے لیے]

چنانچہ اس گورنر نے اپنی گورنری کی پوری مدت میں اس سے خراج ساقط کر دیا۔

مساحقی اور مامون کی طرف دعوت:

مامون نے مدینہ کے اپنے گورنر عبدالجبار بن سعد مساحقی کو خط لکھا کہ وہ لوگوں سے

خطاب کرے اور انہیں الرضا علی بن موسیٰ کی بیعت کی دعوت دے چنانچہ اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا: ''اے لوگوں، اسی معاملہ میں تم لوگ رغبت رکھتے تھے اور وہ عدل جس کا آپ انتظار کررہے تھے اور وہ خیر جس کی آپ امید رکھتے تھے، یہ ہے علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب۔ یہ چھ آباء ہیں وہ بارش کا پانی پینے والوں میں یہ سب سے بہتر ہیں۔''

مامون اور الرضیٰ:

خلیفہ مامون نے علی بن موسیٰ سے پوچھا: خلافت وحکومت کا دعویٰ آپ کس بنیاد پر کرتے ہیں؟ کہا: رسول اللہ ﷺ سے علی و فاطمہ کی قرابت کی بنیاد پر۔ مامون نے کہا: اگر صرف قرابت کی بات ہوتی تو پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل بیت میں سے وہ چھوڑے ہیں جو علیؓ سے زیادہ قریب ہیں یا وہ چھوڑے ہیں جو جدا کبر سے آپ کے زیادہ قریب تھے۔ اور اگر رسول اللہ ﷺ سے فاطمہ کی قرابت کی بات کرتے ہیں۔ تو سیدہ فاطمہ کے بعد حکومت حسن اور حسین کے لیے ہونی چاہیے تھی۔ علیؓ نے ان دونوں کا حق سلب فرمایا حالانکہ وہ دونوں زندہ اور صحیح سلامت تھے، علیؓ نے اس چیز پر قبضہ کرلیا، جس پر قبضے کا انہیں کوئی حق حاصل نہ تھا۔

مامون کی اس بات کا علی بن موسیٰ کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

دولتِ عباسیہ کے واقعات وحالات

ابنِ عباس کے ایک بیٹے کے بارے میں علی ومعاویہ کی رائے:

روایت ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز کے وقت عبداللہ بن عباس کو نہ پایا تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کیا بات ہے کہ ابوالعباس موجود نہیں۔ انہوں نے بتایا: ان کے یہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔ جب علیؓ نے ظہر کی نماز پڑھی تو فرمایا: ہمارے ساتھ ان کے پاس چلو۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور انہیں مبارک دیتے ہوئے کہا: آپ دینے والے کا

شکریہ ادا کریں اور آپ کے لیے موہوب (بچہ) میں برکت ہو؟ آپ نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ کہا: میرے لیے جائز نہیں کہ اس کا نام رکھوں جب تک کہ آپ اس کا نام نہ رکھیں۔ علیؓ کے حکم پر بچہ آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اسے اٹھایا، کوئی چیز چبا کر اس کے تالو سے لگائی، اس کے لیے دعا کی اور واپس کرتے ہوئے ابنِ عباسؓ سے فرمایا: بادشاہوں کے باپ (ابو الاملاک) کو اٹھالو، میں نے اس کا نام علی رکھا ہے اور اس کی کنیت ابوحسن رکھی ہے۔ جب حضرت معاویہؓ تشریف لائے تو انہوں نے ابن عباس سے فرمایا: آپ کے لیے اس کا نام ہے اور میں نے اس کی کنیت ابومحمد رکھی ہے۔ چنانچہ یہ کنیت مشہور ہوئی۔

علی بن عبداللہ بن عباس کے بارے میں معلومات:

یہ علی سردار، شریف اور عابد وزاہد تھے۔ ہر روز ایک ہزار نفل پڑھتے تھے۔ آپ کی دوبار پٹائی ہوئی۔ دونوں بار ولید نے آپ کو مارا۔ ایک بار مارنے کا سبب یہ ہوا کہ آپ نے لبابہ بنت عبداللہ بن جعفر سے شادی کی۔ یہ پہلے عبدالملک بن مروان کے نکاح میں تھیں۔ عبدالملک نے دانتوں سے سیب کاٹا اور لبابۃ کی طرف پھینکا۔ عبدالملک گندہ دہن (بدبودار منہ والا) تھا۔ لبابہ نے چھری منگوائی تو عبدالملک نے کہا: تم چھری سے کیا کروگی؟ کہا: میں سیب سے اذیت رسان حصہ دور کروں گی۔ اس پر عبدالملک نے اسے طلاق دے دی۔ چنانچہ علی بن عبداللہ بن عباس نے اس سے شادی کرلی۔ اس پر ولید نے علی کو مارا اور کہا: تم خلفاء کی اولاد کی ماؤں سے شادی کرتے ہوتا کہ تم ان کی اولاد کو ذلیل کرو۔ کیونکہ مروان بن حکم نے خالد بن یزید کی ماں سے شادی کی تھی تا کہ خالد کو ذلیل کرے۔ علی بن عبداللہ بن عباس نے کہا: لبابہ نے اس شہر سے نکلنے کا ارادہ کیا تھا، میں اس کا چچازاد ہوں۔ چنانچہ میں نے اس سے شادی کی ہے تا کہ اس کا محرم بن سکوں۔

ولید نے دوسری بار علی کو مارا۔ محمد بن یزید نے کہا: مجھ سے اس شخص نے بیان کیا، جس نے آپ کو مضروب دیکھا۔ آپ کو اونٹ پر بٹھا کر پھرایا جارہا تھا اور آپ کا رخ اونٹ کی دم کی طرف تھا اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کر رہا تھا: ''یہ ہے علی بن عبداللہ کذاب'' چنانچہ

میں ان کے پاس گیا اور پوچھا: کس سلسلہ میں یہ آپ کو جھوٹا کہہ رہے ہیں؟ کہا: ان کو معلوم ہوا ہے کہ میں کہتا ہوں یہ معاملہ (حکومت) جلد ہی میری اولاد میں ہوگا۔ اور اللہ کی قسم یہ معاملہ ان میں ہو کے رہے گا، حتی کہ ان کے چھوٹی آنکھوں والے، چوڑے چہروں والے غلام ان کے مالک بنیں گے، ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی مانند ہوں گے۔

دوسری روایت کے مطابق علی بن عبداللہ اپنے دو بیٹوں ابوالعباس اور ابوجعفر کے ساتھ اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے پاس گئے اور اس کے حضور اپنے ذمے ایک قرض کی شکایت کی۔ ہشام نے پوچھا: آپ کا قرض کتنا ہے؟ کہا: تیس ہزار۔ چنانچہ ہشام نے اس کی ادائیگی کا حکم دیا، اس پر علی نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا: آپ نے صلہ رحمی کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ان دونوں بیٹوں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرنا۔ کہا: ٹھیک ہے۔ جب وہ پلٹے تو ہشام نے اپنے ساتھیوں سے کہا: یہ بڑھا بے عقل ہوگیا ہے۔ اس کی عقل میں فتور آ گیا ہے، عمر بڑھ گئی ہے اس لیے یہ کہتا پھرتا ہے کہ یہ معاملہ (اقتدار) جلد ہی اس کی اولاد میں منتقل ہو جائے گا۔ علی بن عبداللہ بن عباس نے اس کی یہ بات سن لی اور کہا: اللہ کی قسم، ایسا ہی ہوگا۔ اور میرے یہ دونوں بیٹے ان تمام چیزوں کے مالک ہوں گے جن کے تم مالک ہو۔

علی بن عبداللہ کی شادی

محمد بن یزید نے کہا: مجھ سے جعفر بن عیسیٰ بن جعفر ہاشمی نے بیان کیا، کہا: علی بن عبداللہ، خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دربار میں حاضر تھے، وہ آپ کا بہت احترام کرتا تھا۔ اس کی خدمت میں خراسان سے ایک باندی، انگوٹھی کا نگینہ اور تلوار ہدیتاً پیش کئے گئے۔ تو اس نے کہا: اے ابومحمد، ہدیہ کے وقت حاضر اس میں شریک ہوتا ہے۔ آپ تین میں سے ایک کا انتخاب کرلیں۔ چنانچہ علی بن عبداللہ نے باندی پسند کرلی۔ اس کا نام سعدی تھا۔ یہ عجیف بن عنبسہ کے قبیلہ صغد کے قیدیوں میں سے تھی۔ اس سے سلیمان بن علی اور صالح بن علی پیدا ہوئے۔

جعفر بن عیسیٰ نے بیان کیا کہ جب سعدی کے بطن سے سلیمان پیدا ہوا تو سعدی، علی

بن عبداللہ کے بستر سے دور رہتی تھی۔ سلیمان چیچک نکلنے سے بیمار ہوا تو جب علی نماز پڑھ کر گھر آیا تو دیکھا کہ سعدی اس کے بستر پر موجود ہے۔ علی نے کہا: خوش آمدید اے امّ سلیمان۔ چنانچہ علی نے اس سے ملاپ کیا تو اس سے صالح پیدا ہوا، اب پھر سعدی، علی کے بستر سے الگ ہوگئی۔ علی نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو وہ بولی: مجھے ڈر تھا کہ کہیں سلیمان بیماری سے فوت نہ ہوجائیں اور یوں میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین نسب منقطع نہ ہوجائے۔ اب جب صالح پیدا ہوگیا ہے تو اگر ان دونوں میں سے ایک فوت ہوگیا تو دوسرا زندہ رہے گا۔ میرے جیسی عورت مردوں کے لیے بستر نہیں بنتی۔

جعفر کا خیال ہے کہ سلیمان میں ابہام تھا اور اسی طرح صالح میں بھی تھا اور اب تک آل سلیمان و صالح میں ہے۔

علی کی اپنے بیٹوں سلیمان اور صالح کو وصیت:

علی کہا کرتا تھا: میں ناپسند کرتا ہوں کہ اپنے بیٹے محمد کو اپنا وصی بناؤں۔ یہ اس کی اولاد میں سب سے بڑا تھا۔ اور یوں اسے وصیت سے عیب دار کردوں۔ چنانچہ اس نے سلیمان کے بارے میں وصیت کی۔ جب علی کی تدفین ہوگئی تو محمد رات کے وقت سعدی کے پاس آیا اور کہا: میرے والد کی وصیت میرے لیے نکال لیے۔ بولی: تیرا باپ عظیم تھا، اس کی وصیت رات کو نہیں نکالی جائے گی مگر تم صبح میرے پاس آنا۔ ان شاء اللہ۔ صبح ہوئی تو سلیمان، محمد کے پاس وصیت لے کر گیا اور کہا: اے میرے باپ اور میرے بھائی، یہ ہے تیرے باپ کی وصیت۔ محمد نے کہا: اللہ آپ کے بھائی اور بیٹے کی طرف سے جزائے خیر دے۔ جس طرح میرے والد کی زندگی میں مجھے ملامت نہیں کی گئی اسی طرح اس کی موت کے بعد بھی مجھے ملامت نہ کی جائے گی۔

معاویہؓ کی مرض الموت میں وصیت:

عتبی نے اپنے والد سے، اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے، کہا: جب معاویہؓ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے بنو امیہ کے سرکردہ افراد کو بلایا۔ اس اجتماع میں

میرے اور عثمان بن محمد کے سوا کوئی غیر سفیانی نہ تھا۔ انہوں نے فرمایا: اے بنوامیہ کے لوگو، مجھے جب اندیشہ ہوا کہ موت آپ لوگوں کے آنے سے پہلے مجھ تک پہنچ جائے گی تو میں نے موت آنے سے پہلے آپ حضرات کو نصیحت کے لیے طلب کرلیا۔ میں یہ وصیت قضاء وقدر کو بدلنے کے لیے نہیں بلکہ اتمام حجت کے لیے کررہا ہوں۔ میں اپنی دنیا میں سے جو کچھ تمہارے لیے پیچھے چھوڑ جاؤں گا، اس میں تو تم سب شریک ہوگے مگر جو کچھ میں اپنی رائے اور تدبیر سے تمہارے لیے چھوڑ کر جاؤں گا اگر تم اسے مانو گے تو اس کا نفع سراسر تمہارے لیے ہی محدود ہوگا اور اگر میری رائے کو ضائع کردو گے تو اس کا نقصان بھی تمھیں ہی پہنچے گا۔ قریش انساب میں تو تمہارے ساتھ شامل ہیں مگر تم (بنوامیہ) اپنے افعال میں ان سے منفرد ہو، لہٰذا تم لوگ اپنے افعال سے ہی ان سے آگے بڑھ سکو گے۔ دیکھو، میرے ساتھ نادانی کا معاملہ کیا گیا تو میں نے تحمل سے کام لیا، میری عیب چینی اور غیبت کی گئی مگر میں نے سمجھ داری کا مظاہرہ کیا، اب میں اپنی چشمِ تصور سے تمہارے بعد تمہارے فرزندوں کو دیکھ رہا ہوں جیسا کہ میں نے ان سے پہلے ان کے بزرگوں کو دیکھا۔ یاد رکھو تمہاری حکومت دراز ہوگی، اور ہر لمبی چیز سے لوگ اکتا جاتے ہیں اور ہر چیز جس سے کوئی اکتا جاتا ہے، اسے یونہی بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے، اگر ایسا ہوتا ہے تو اس کا سبب تمہارا باہمی اختلاف ہوگا اور تمہارے مخالفین کا باہمی اتحاد۔ کسی مسئلہ کے درپیش ہونے سے پہلے ہی اس کا حل سوچا جاتا اور اس کی تدبیر کرلی جاتی ہے۔ میں تم سے سرزد ہونے والے بڑے اور قبیح معاملہ کا ذکر نہیں کررہا، جس کی وجہ سے تمہاری عزت جاتی رہے گی، جو چیز میں بیان نہیں کررہا، وہ زیادہ اور بڑی ہے۔ اور اس کے وقوع کے وقت صبر اور اجر ثواب کی توقع سے بڑھ کر کوئی چیز اسے ٹالنے والی نہیں۔ دشمن اپنی حکومت تمہاری طرف اس طرح بڑھائے گا جیسے گھوڑے کی گردن میں لگام۔ جب اللہ معاملہ کو اس کی انتہا، تک پہنچا دے گا اور نبی اکرم ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق وقت مقرر آجائے گا۔ اس وقت طبعاً محبوب چیز کی جدائی شاق ہوا کرتی ہے۔ تو سلطنت الٹے برتن کی مانند ہوگی۔ ایسے حالات میں، میں تم لوگوں کو اللہ کے تقوی کی وصیت کرتا ہوں، یاد رکھو کہ اللہ کے بارے میں تمہارا غیر تمہارے بارے میں تقوی اختیار نہ کرے گا۔ اگر تقویٰ اختیار کرو

گے تو اچھا انجام تمہارے لیے ہوگا کہ متقیوں کا انجام اچھا ہوا کرتا ہے۔

عمرو بن عتبہ نے کہا: میں ایک اور دن آپ کے پاس گیا تو آپ (حضرت امیر معاویہؓ) نے فرمایا: اے عمرو، کیا تم نے میرے کلام کو محفوظ کرلیا؟ میں نے عرض کیا: میں نے محفوظ کرلیا۔ فرمایا: میرے کلام میرے سامنے دہراؤ۔ میں نے جس دن آپ لوگوں سے یہ کلام کیا تھا، مجھے اس دن شام تک زندہ رہنے کی توقع نہ تھی۔

شبیب اور عبداللہ:

شبیب بن شیبہ اہتمی نے کہا: میں نے اس سال حج کیا، جس سال ہشام فوت ہوا اور ولید بن یزید نے اقتدار سنبھالا تھا، یعنی ۱۲۵ھ میں، میں مسجد حرام کے ایک گوشے میں آرام کررہا تھا کہ ایک دروزے سے ہلکے گندمی رنگ والا ایک نوجوان داخل ہوا۔ اس کے سر کے بال دراز اور ڈاڑھی ہلکی تھی، پیشانی کشادہ تھی۔ اس کی ناک کا بانسہ بیچ سے اٹھا ہوا اور نتھنے تنگ تھے، اس کی آنکھیں گویا بول رہی تھیں، بادشاہوں کی سی شان اور خوبی تھی مگر زاہدوں کے لباس میں ملبوس تھا، دل اسے قبول کرتے اور آنکھیں اس کا تعاقب کرتی تھیں۔ اس کی تواضع سے شرافت ٹپکتی تھی اور اس کی شکل سے وقار اور اس کی چال سے عقلمندی ظاہر ہوتی تھی۔ میں اس نوجوان کو دیکھ کر بے اختیار ہوگیا اور اس کے حالات سے آگاہ ہونے کے لیے اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ وہ مجھ سے آگے تھا، اس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ سات پھیروں کے بعد اس نے مقامِ ابراہیم کا قصد کیا اور وہاں نوافل پڑھے، میں اس سے نگاہ ہٹا نہیں رہا تھا۔ اب وہ جانے کے لیے پلٹا مگر شاید اسے کسی کی نظر لگ گئی تھی کہ اچانک ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرا۔ اس کی انگلی سے خون بہنے لگا۔ وہ اپنی زخمی انگلی کے لیے اکڑوں بیٹھا۔ مجھے اس کے اس حادثہ پر دکھ پہنچا، چنانچہ اس کے بالکل قریب پہنچا، پھر پاس جا کر اس کی ٹانگوں سے مٹی پونچھنے اور صاف کرنے لگا تو اس نے مجھے منع نہ کیا۔ پھر میں نے اس کے کپڑے کا کنارہ پھاڑا اور اس سے اس کی انگلی باندھ دی۔ اس نے اس پر بھی اظہار ناپسندیدگی نہ کیا اور نہ ہی مجھے روکا۔ پھر وہ میرا سہارا لے کر اٹھا،

اب میں اس کے ساتھ ساتھ چلا، حتیٰ کہ جب وہ مکہ کے بالائی حصہ میں ایک گھر کے سامنے رکا، تو دو آدمی تیزی سے اس کی طرف لپکے، معلوم ہوتا تھا کہ اس کی ہیبت سے ان کے سینے پھٹ رہے ہیں۔ انہوں نے اس کے لیے دروازہ کھولا، یہ اندر داخل ہوا تو مجھے بھی اپنے ساتھ کھینچا، چنانچہ اس کے ساتھ ہی میں بھی داخل ہوگیا۔ اب اس نے میرا ہاتھ چھوڑا اور قبلہ رخ ہوا۔ اس نے دو رکعتیں پڑھیں اور مختصر پڑھی۔ پھر اپنی نشست میں نمایاں مقام پر بیٹھ گیا۔ اب اس نے اللہ کی حمد و ثناء کی نبی اکرم ﷺ پر مکمل اور بہترین درود بھیجا۔ پھر کہا: ''آج سے آپ کی حیثیت مجھ پر مخفی نہیں رہے گا اور نہ ہی آپ کا میرے ساتھ سلوک میں بھولوں گا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ کون ہیں؟'' میں نے کہا: ''شبیب بن شبیہ اہتمی۔'' کہا: ''اہتمی؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں۔'' اس پر اس نے میرا خیر مقدم کیا۔ اور مجھے اپنا قرب بخشا اور میری قدم کی تعریف عمدہ بیانی اور فصاحتِ لسانی سے کی۔ میں نے کہا: ''اللہ آپ کا بھلا کرے، میں آپ سے تعارف کی درخواست کرتا ہوں۔'' اس پر وہ جوان مسکرایا اور کہا: ''اہل عراق کی مہربانی۔ میں عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہوں۔'' میں نے کہا: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں۔ آپ اپنے نسب سے کس قدر مشابہت رکھتے اور اپنے مذہب کے کس قدر مظہر ہیں۔ آپ کو دیکھتے ہی آپ کی محبت میرے دل میں اس طرح جاگزین ہوگئی تھی کہ میں اسے آپ کے سامنے ٹھیک طرح سے بیان نہیں کرسکتا۔'' فرمایا: ''اے برادر بنو تمیم، ہم ایسے لوگ ہیں کہ اللہ جس سے محبت کرتا ہے اسے ہماری محبت کی سعادت بخشتا ہے اور جس سے بغض کرتا ہے اسے ہمارے بغض سے بدبخت کردیتا ہے اور ایمان تم میں سے کسی دل میں ہرگز نہیں پہنچ سکتا، جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہ کرے۔ اپنے محبت کی جزا دینے میں ہم خواہ کتنے ہی کمزور کیوں نہ ہو، اللہ اس کی جزا دینے میں طاقتور ہے۔'' میں نے عرض کیا: ''آپ علم سے متصف ہیں اور میں بھی طالبِ علم ہوں۔ حج کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں اور اہلِ مکہ کے مشاغل و مصروفیات زیادہ ہیں۔ میرے دل میں کچھ چیزیں ہیں ان کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں میں آپ پر قربان جاؤں، کیا آپ مجھے یہ سوالات کرنے کی اجازت دیں گے؟'' فرمایا:

''ہم لوگوں سے زیادہ تر بد کتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ رازداری سے کام لیں گے اور امانت داری کا ثبوت دیں گے، اگر آپ میری امید پر پورا اتریں گے تو پھر پوچھیے۔'' چنانچہ میں نے قول وایمان کی باوثوق باتیں کیں کہ انہیں اعتماد آ گیا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: قل أیّ شی ءٍ اکبر شھادۃ قل اللہ شھید بینی و بینکم (الانعام:۱۹) (یعنی ان سے پوچھو، کس کی گواہی سب سے بڑھ کر ہے؟ کہو میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے۔) پھر کہا: ''آپ جو چاہیں پوچھیں۔'' میں نے پوچھا: ''امیر حج کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟'' (اس سال امیر حج ولید کا ماموں یوسف بن محمد بن یوسف ثقفی تھا۔) انہوں نے آہ بھری اور کہا: ''کیا آپ اس کے پیچھے نماز کے بارے میں مجھ سے پوچھنا چاہتے ہیں؟ یا آپ نے اس بات کو ناپسند کیا ہے کہ آل اللہ پر وہ امیر بنایا جائے، جو ان میں سے نہیں ہے؟'' میں نے کہا: ''دونوں باتیں ہیں۔ یعنی دونوں معاملوں کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔'' فرمایا: ''یہ بات اللہ کے یہاں بہت بڑی ہے۔ نماز تو اللہ کا فرض ہے جو اس نے اپنی مخلوق کے لیے عبادت قرار دی ہے۔ لہٰذا جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرض قرار دیا ہے اسے ہر وقت پڑھیے، ہر ایک کے ساتھ پڑھیے اور ہر حال میں پڑھیے۔ جس ذات نے تم پر اپنے گھر کا حج فرض قرار دیا ہے اور جماعت اور عیدین میں حاضری لازمی کی ہے، اس نے اپنی کتاب میں آپ کو یہ نہیں بتایا کہ وہ آپ کی عبادت صرف کامل مؤمنین کی معیت میں ہی قبول فرمائے گا۔ یہ اللہ کی طرف سے آپ کی حق میں رحمت ہے۔ اگر کامل الایمان مؤمنین کے ساتھ عبادات کی ادائیگی وہ لازمی قرار دیتا تو پھر آپ کے لیے بہت تنگی ہو جاتی، آپ وسعت و کرم کا مظاہرہ کیجیے تو آپ کے ساتھ درگزود فراخی ہو گی۔'' میں نے ایک اور سوال ان سے پوچھا تو آپ نے ایسا جواب دیا کہ آپ کے بعد دین کے معاملہ میں مجھے کسی سے پوچھنے کی حاجت نہ رہی۔ اس کے بعد میں نے کہا: ''اہل علم کا خیال ہے کہ جلد ہی آپ حضرات (عباسیوں) کی حکومت ہو گی؟'' فرمایا: ''اس میں کوئی شک نہیں۔ ہماری حکومت سورج کی مانند طلوع ہو گی اور آفتاب کی طرح ظاہر ہو گی۔ ہم اللہ سے اس حکومت کی خیر کے طالب گار ہیں اور اس کے شر سے پناہ مانگتے ہیں۔ اگر آپ کو یہ وقت دیکھنا

نصیب ہو تو اس سے اپنی زبان اور ہاتھ کا حصہ لینا۔'' میں نے عرض کی: ''جب اقتدار آپ حضرات کے پاس پہنچے گا تو کیا عربوں میں سے کوئی اس سے دور بھی رہے گا؟'' فرمایا: ''کچھ لوگ ہیں جو اپنے محسن سے وفاداری کرتے ہیں۔ ہم تو اپنا حق طلب کر رہے ہیں۔ ہم کامیاب ہوں گے اور ہمارے دشمن ذلیل ہوں گے جیسے ہمارے بزرگ کامیاب ہوئے اور ان کے مخالف ناکام ہوئے۔'' انہوں نے فرمایا: ''آپ کے لیے معاملہ آسان ہے۔ ﴿یہ اللہ کی سنت ہے جو ایسے لوگوں کے معاملہ میں پہلے سے چلی آ رہی ہے اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے﴾ (الاحزاب: ۶۲) بہرحال ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ہم ان کے ساتھ صلہ رحمی ختم نہیں کریں گے، ان کی اولاد کی حفاظت کریں گے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی تجدید کریں گے۔'' میں نے کہا: ''آپ لوگوں کے دل ان سے کیسے راضی ہوں گے۔ حالانکہ انہوں نے آپ کے دشمنوں سے مل کر آپ لوگوں کے خلاف لڑائی کی ہوگی؟'' فرمایا: ''ہم وہ لوگ ہیں کہ ہمیں وفاداری محبوب ہے اگرچہ ہمارے خلاف ہی کیوں نہ ہو اور ہمیں غداری و بے وفائی ناپسند ہے خواہ وہ ہمارے حق میں ہی کیوں نہ ہو۔ ان میں سے بہت کم لوگ ہی ہم سے دور ہوں گے۔ بہرحال ہماری مملکت کے مددگار، اور ہمارے شیعوں کے نقیب اور ہماری فوجوں کے کمانڈر یہ انہی کے موالی ہوں گے اور کسی قوم کے موالی، انہی میں شامل ہوا کرتے ہیں۔ جب لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے گی تو ہم محسن کے ساتھ حسنِ سلوک اور برائی کرنے والے سے عفو و درگزر کریں گے۔ دشمنی اور بغض کا خاتمہ ہو جائے گا، فتنہ کی آگ بجھ جائے گی اور دلوں کو اطمینان نصیب ہوگا۔'' میں نے عرض کیا: ''کہا جاتا ہے کہ آپ لوگوں کے ساتھ پر خلوص محبت کرنے والا آزمائش میں مبتلا ہوگا۔'' فرمایا: ''روایت ہے کہ ہمارے محب کے لیے آزمائش و مصیبت اتنی تیزی سے آتی ہے جتنی تیزی سے پانی نشیب میں نہیں جاتا۔'' میں نے کہا: ''میری مراد یہ نہیں ہے۔'' فرمایا: ''پھر کیا ہے؟'' میں نے کہا: ''آپ لوگ اپنے حامی کو محروم کریں گے اور دشمن کو سرفراز کریں گے۔'' فرمایا: ''ہمارے دوست زیادہ اور دشمن کم ہیں۔ ہم بھی بشر ہیں اور ہم میں ہی زیادہ تر اچھے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا، بسا اوقات ہم سے معاملات پوشیدہ رہ

جاتے ہیں اور ہم ان چیزوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں جو ہم نہیں چاہتے۔ بہرحال ہمارا حسنِ سلوک ایسا ہے کہ اللہ اس کی بدولت جسے ہم زخمی کرتے ہیں اسے اچھا کردیتا ہے اور جو ہم شگاف ڈالتے ہیں اور اسے بھر دیتا ہے۔ ہم اللہ سے اس بات کی مغفرت طلب کرتے ہیں جو ہم نہیں جانتے۔ آپ تک جو بات ہمارے بارے میں پہنچی ہے میں اس کا انکار نہیں کرتا۔ تاہم، ہمارا رویہ یہ ہے کہ دوست کی عزت و مدد کی جائے، اس پر اعتماد کیا جائے اور اس سے انس و بے تکلفی ہو، جب کہ دشمن کے ساتھ احتیاط و دور اندیش اور ذلت و خیانت کی جائے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بے تکلف سے دل اچاٹ ہوجاتا ہے اور قریبی کا حق پورا ادا نہیں کیا جاسکتا اور اس سے انسان پہلوتہی کرجاتا ہے۔ محبت کے ساتھ ہی اعتماد ہوا کرتا ہے۔ بہرکیف دشمنوں کے مقابلہ میں ہمیں حسنِ عاقبت نصیب ہوگی اور ہمارے حامیوں اور دوستوں کو بھی کامیابی ملے گی۔ اے برادرِ بنوتمیم آپ بہت سوال کرنے والے ہیں۔'' میں نے کہا: ''مجھے اندیشہ ہے کہ آج کے بعد آپ کو نہ دیکھ سکوں۔'' فرمایا: ''مجھے امید ہے کہ میں آپ کو دیکھوں گا اور آپ بھی مجھے انشاء اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ حالت میں دیکھیں گے۔'' میں نے کہا: ''اللہ کرے یہ موقع جلد آئے۔'' فرمایا: ''آمین۔'' میں نے عرض کی: ''آپ کی طرف سے مجھے سلامتی ملے کہ میں آپ کے محبوں میں سے ہوں۔'' فرمایا: ''آمین'' پھر مسکرائے اور فرمایا: ''آپ کے لیے کوئی پریشانی نہیں جب تک اللہ آپ کو تین باتوں سے بچائے رکھے۔'' میں نے کہا: ''وہ کیا ہیں'' فرمایا: ''دین میں اعتراض، اقتدار کی بے توقیری اور حرمت میں تہمت۔ جو میں آپ سے کہتا ہوں، ان باتوں کی حفاظت کرنا اور ان پر عمل کرنا، سچ بولو اگرچہ آپ کو سچ نقصان پہنچائے۔ خیر خواہی کر، اگرچہ خیر خواہی آپ کو دور کرے ہمارے دشمن کے ساتھ مت بیٹھ اگرچہ ہم اسے نوازیں، دشمن بے یار و مددگار ہے۔ ہمارا دشمن بے یار و مددگار نہ ہوگا، اس کی مدد کی جائے گی۔ اور جب آپ کو بلند کریں تو آپ عاجزی کریں۔ اور جب آپ سے قطع تعلق کریں تو آپ ان سے جڑیں۔ کم عقلی نہ کرنا کہ آپ سے لوگ بغض رکھیں گے۔ آپ لوگوں سے منقبض نہ ہوں کہ آپ سے ناگواری محسوس کریں گے۔ جب تک لوگ بات کی ابتداء نہ کریں آپ بھی خاموش رہیں۔ عہدوں کے درپے نہ ہونا اور اموال کا طلب گار نہ بننا۔ میں اس عشاء کو یہاں سے کوچ کرنے والا ہوں تو

کیا کوئی حاجت ہے؟''

میں انہیں الوادع کرنے کے لیے اٹھا اور الواداع کیا۔ پھر میں نے عرض کیا: کیا آپ ظہورِ امر کے لیے کسی وقت کے منتظر ہیں؟ فرمایا: اللہ مقدر کرنے والا اور وقت مقرر فرمانے والا ہے۔ جب شام میں دو نوحے ہوں گے تو یہ دونوں انقلابِ حکومت کی آخری علامات ہیں۔ میں نے پوچھا: وہ دو نوحے کیا ہیں؟ فرمایا: ھشام کی موت اور اسی سال ذوالعقد کے ابتدائی دنوں میں محمد بن علی کی موت۔ اس کے بعد انقلاب آئے گا۔ میں نے کہا: کیا انہوں نے وصیت فرمادی ہے؟ فرمایا: جی ہاں، اپنے بیٹے ابراھیم کے حق میں۔

جب میں باہر نکلا تو ان کا ایک مولیٰ میرے پیچھے آیا، حتی کہ اس نے میرا گھر پہچان لیا۔ پھر وہ میرے پاس آیا تو اس کے پاس میرے لیے عبداللہ بن محمد کی پوشاک تھی۔ اس نے آکر کہا: ابو جعفر نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اس لباس میں نماز پڑھا کریں۔ اس کے بعد ہماری جدائی ہوئی۔

اللہ کی قسم، اس ملاقات کے بعد میں اس وقت آپ کو دیکھا، جب میری قوم کے ایک گروہ کے ساتھ مجھے حفاظتی پولیس کے دو سپاہی پکڑ کر آپ کی خدمت میں لے جا رہے تھے کہ میں آپ کی بیعت کروں۔ جب آپ کی نظر مجھ پر پڑی تو آپ نے مجھے اچھی طرح پہچان لیا اور حکم دیا کہ اسے چھوڑ دو جس کی محبت صحیح ہے، جس کی حرمت پہلے سے قائم ہے اور جس سے بیعت آج سے پہلے ہی لی جا چکی ہے۔ حاضرین نے آپ کی اس بات کو بہت بڑا سمجھا، جب کہ میں نے دیکھا کہ آپ کا میرے ساتھ رویّہ وہی ہے جو پہلی ملاقات کے وقت تھا۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: آپ کہاں تھے؟ میرے بھائی ابوالعباس کے دورِ حکومت میں آپ مجھ سے کیوں نہیں ملے؟ میں معذرت کرنے لگا تو فرمایا: بس کرو، ہر چیز کا ایک وقت ہے، جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتی۔ ان شاء اللہ، آپ کی محبت کا حصہ آپ کو ضرور ملے گا اور سبقت کرنے حق بھی۔ اب آپ کے لیے اختیار ہے چاہو تو مال لے لو جو آپ کے لیے کافی ہو یا عہدہ لے لو جس سے آپ کو رفعت نصیب ہو۔ میں نے عرض کی: مجھے آپ کی نصیحت یاد ہے۔ فرمایا: مجھے یاد ہے، میں نے آپ کو عہدے قبول کرنے سے نہیں روکا تھا، میں نے تو آپ کو عہدوں کی طلب سے منع کیا

تھا۔ میں نے عرض کیا: مجھے امیر المومنین کے قرب کے ساتھ مال زیادہ پسند ہے۔ فرمایا: یہ تمھیں ملے گا۔ اور یہ تمہارے دل کے لیے زیادہ افضل اور تمہارے لیے زیادہ موزوں ہے۔ ان شاء اللہ۔ پھر فرمایا: میری پہلی ملاقات کے بعد کیا آپ کے بچوں کی تعداد میں اضافہ ہوا؟ آپ نے مجھ سے ان کے بارے میں پوچھا، میں نے بیان کیا۔ مجھے آپ کے حافظہ پر حیرت ہوئی۔ میں نے عرض کی: گھوڑا اور خادم۔ فرمایا: ہم نے اپنے اہل وعیال کو آپ کے اہل وعیال سے ملا دیا ہے۔ اور آپ کے خادم کو اپنے خادم سے اور آپ کے گھوڑے کو اپنے گھوڑوں سے۔ اگر میرے پاس گنجائش ہوتی تو میں بیت المال سے آپ کو کچھ عطا کرتا۔ میں نے آپ کو المہدی کے ساتھ ملا دیا ہے۔ میں اسے آپ کے بارے میں وصیت کر دیتا ہوں۔ وہ میرے بجائے آپ کے لیے زیادہ فارغ ہے۔

احوص، ایمن اور ابن حزم، ولید کے ساتھ:

احوص بن محمد انصاری شاعر تھا۔ اس کا تعلق بنو عاصم بن ثابت بن ابی اقلح سے تھا، جس کی لاش کی شہد کی مکھیوں نے حفاظت کی تھی۔ یہ شاعر ایک عورت امّ جعفر کے بارے میں عشقیہ اشعار کہتا تھا اس کا ایک مشہور شعر ہے:

ادورُ ولولا أن أریٰ امّ جعفرٍ　　　بأبیا تکم ما دُرتُ حیث اَدوُر

[میں پھرتا ہوں اور اگر میں آپ لوگوں کے گھروں میں امّ جعفر کو نہ دیکھتا تو جہاں پھرتا ہوں کبھی نہ پھرتا]

امّ جعفر کا ایک بھائی تھا جس کا نام ایمن تھا۔ ایمن نے احوص شاعر کے خلاف گورنر مدینہ، ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے مدد مانگی۔ یہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کا زمانہ تھا۔ گورنر ابن حزم نے احوص کو بلا بھیجا تو وہ آ گیا۔ ابن حزم اس سے نفرت کرتا تھا، گورنر نے اس سے کہا: تم اس شخص کے اعتراض کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ پوچھا: یہ کیا کہتا ہے؟ کہا: وہ سمجھتا ہے کہ تم اس کی بہن کے بارے میں عشقیہ اشعار کہتے ہو، تم نے اسے رسوا کر دیا ہے اور شاعری سے اس کی بہن کو بدنام کر دیا ہے۔ شاعر نے انکار کیا تو گورنر نے کہا: تم دونوں کا معاملہ میرے لیے

مشتبہ ہو گیا۔ میں تم دونوں کو ایک ایک کوڑا دیتا ہوں، کہ تم آپس میں نبٹ لو۔ احوص پستہ قامت اور دبلا پتلا تھا، جب کہ ایمن لمبا، موٹا اور مضبوط تھا۔ ایمن نے احوص کی خوب پٹائی کی حتیٰ کہ اسے گرالیا اور زخمی کر دیا۔ اس پر ایمن نے کہا: (ترجمہ اشعار)

[ایک لمبے بازوؤں والے غیرت مند نے امّ جعفر کی آبرو کا تحفظ کیا۔ (اے احوص) وہ کوڑے کے ساتھ تم پر خوب برساتی حتیٰ کہ تمہاری جلد سے خون بہنے لگا]

جب احوص نے اپنے خلاف ابن حزم کی یہ زیادتی دیکھی تو اس نے خلیفہ ولید کی مدح سرائی کی، پھر اس کے پاس شام چلا گیا اور یہ شعر پڑھے: (ترجمہ اشعار)

[اگر تم کسی حزمی کو تکلیف میں دیکھو تو اس کی ہمدردی نہ کرو۔ اگرچہ حزمی آگ میں کیوں نہ ڈالا جائے وہ منبروں والے مروان کو دھوکہ دینے والے ہیں اور عثمانؓ کے گھر میں گھسنے والے ہیں]

یہ اشعار سن کر ولید نے کہا: تم نے سچ کہا اللہ کی قسم، ہم لوگ حزم و آلِ حزم سے غافل رہے۔ پھر اس نے اپنے کاتب سے کہا: عثمان بن حیان المُرّی کے گورنرِ مدینہ ہونے کی دستاویز لکھو، ابن حزم کو معزول کرو۔ حزم و آلِ حزم کے اموال پر قبضہ کرنے کی دستاویز لکھو اور دیوان سے ان سب کو ساقط کر دو۔ یہ لوگ کبھی بھی کسی اموی سے عطیہ وصول نہ کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ لوگ مسلسل اموال اور جاگیروں سے محروم رہے اور سرکاری عطیات سے بھی۔ حتیٰ کہ بنو امیہ کی حکومت ختم ہوگئی اور بنو عباس کی حکومت قائم ہوگئی۔ جب ابو جعفر منصور نے اقتدار سنبھالا تو اس کے پاس اہلِ مدینہ آئے۔ خلیفہ نے ان کے لیے مجلس آراستہ کی اور اپنے حاجب کو حکم دیا کہ ان میں سے ہر شخص، جب خلیفہ کے سامنے آ کر کھڑا ہو تو اپنا نسب بیان کرے۔ چنانچہ وہ باری باری ایسا کرتے رہے، حتیٰ کہ خلیفہ کے حضور ایک کوتاہ قامت بدصورت شخص حاضر ہوا۔ جب آداب بجالایا تو عرض کی۔ اے امیر المومنین، میں ابن حزم انصاری ہوں، جس کے بارے میں احوص شاعر کہتا ہے۔ (پھر مندرجہ بالا دو شعر پڑھے) اور کہا: اے امیر المومنین، کئی سالوں سے ہمارے وظائف بند ہیں، ہمارے اموال اور جاگیروں پر قبضہ کر لیا گیا ہے۔ خلیفہ منصور نے اس سے کہا: میرے سامنے یہ دونوں شعر پھر پڑھو۔ چنانچہ اس نے پڑھے۔ اس پر خلیفہ نے کہا:

اگر چہ اللہ کی قسم، اس وقت، آپ کو نقصان پہنچا، مگر آج آپ لوگوں کو ضرور نفع پہنچے گا۔ پھر حکم دیا: میرے سامنے سلیمان کاتب حاضر ہو۔ چنانچہ ابو ایوب الخوزی حاضر ہوا۔ خلیفہ نے حکم دیا: گورنرِ مدینہ کو لکھو کہ وہ بنو حزم کی وہ تمام جاگیریں اور اموال جو بنو امیہ نے ضبط کی تھیں، واپس کرے۔ ان کے نہ ملنے والے تمام وظائف کا حساب کرے اور اس دن سے لے کر اب تک ان کے جتنے غلّے اور پیداوار بنتی ہیں، سب کا حساب کر کے، بنو مروان کی جاگیروں سے ان کو ادا کرے۔ اور ان میں ہر شخص کے لیے شرفِ عطا مقرر کرے۔ اس وقت شرفِ عطا دو لاکھ دینار سالانہ تھا۔ پھر کہا: فوراً دس ہزار درہم میری طرف سے اس جوان کے اخراجات کے لیے اس کے حوالہ کرو۔

چنانچہ ابن حزم خلیفہ کے پاس سے وہ کچھ لے کر باہر نکلا جو کوئی بھی داخل ہونے والا لے کر باہر نہ نکلا تھا۔

بنو عباس کے خلفاء کا تذکرہ

بوالعباس السفاح:

ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب ۱۰۴ھ یکم رجب کو پیدا ہوئے۔ ان کی بیعت کوفہ میں بروز جمعہ ۱۳/ربیع الاخر ۱۳۲ھ میں ہوئی۔ وفات انبار میں ۱۳/ذوالحجہ ۱۳۶ میں ہوئی۔ مدتِ خلافت ۴ سال آٹھ مہینے۔ ان کی والدہ ریطہ بنت عبداللہ بن عبداللہ بن عبدالمدان تھیں۔ وہ سفید، لمبا، ناک کا بانسہ بیچ سے اٹھا ہوا تھا اور نتھنے تنگ تھے۔ چہرہ اور ڈاڑھی خوبصورت اور بال گھنگریالے تھے۔ انگوٹھی کا نقش تھا: اللہ ثقة عبداللہ و بہ یؤمن، ان کے چچا عیسیٰ بن علی نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ ایک بیٹا محمد تھا، جو امّ ولد سے تھا اور بچپن میں مرگیا۔ ایک بیٹی ریطہ تھی جو امّ ولد سے تھی۔ ریطہ سے مہدی نے شادی کی، جس سے علی اور عبیداللہ پیدا ہوئے۔ ان کا وزیر ابو سلمہ حفص بن سلیمان بن خلال تھا۔ وزارت سے ملقب ہونے والا یہ پہلا شخص ہے۔ اسے ابوالعباس نے قتل کیا۔ اس کے بعد ابن برمک وزیر بنا جو خلیفہ

کے آخری دنوں تک رہا۔ حاجب ابوغسان صالح بن ہیثم تھا۔ قاضی یحییٰ بن سعید انصاری تھے۔

منصور:

ابوجعفر منصور کی بیعت ہوئی۔ نام عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس تھا۔ بیعت اسی دن ہوئی جس دن ان کے بھائی نے وفات پائی یعنی ۱۳/ ذوالحجہ ۱۳۶ھ۔ پیدائش الشرات میں ۷/ ذوالحجہ ۹۵ھ ہوئی، مکہ میں سات ذوالحجہ ۱۵۸ھ میں وفات پائی۔ انہوں نے احرام باندھا ہوا تھا۔ حجون میں دفن ہوئے۔ ابراہیم بن یحییٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ مدتِ خلافت آٹھ دن کم ۲۲ سال تھی۔ عمر ۶۳ برس تھی۔

ان کی والدہ باندی تھی، نام سلامہ تھا اور بربر نسل کی تھی۔ منصور گندم گوں، لمبے اور دبلے پتلے تھے۔ رخسار ہلکے تھے، سیاہ رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔ انگوٹھی کا نقش تھا اللہ ثــــــقة عبداللہ وبہ یؤمن

اروىٰ بنت منصور حمیدیہ سے شادی کی۔ اس کے بطن سے محمد (المہدی) اور جعفر پیدا ہوئے۔ اروىٰ نے منصور پر یہ شرط عائد کر رکھی تھی کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر نہ شادی کرے گا نہ حصولِ مسرت کرے گا۔ اس نے ام علی نامی باندی خرید کر اسے اپنے گھر میں امّ موسیٰ اور اس کی اولاد کا نگران بنا رکھا تھا۔ جب اس باندی نے امّ موسیٰ کا دل جیت لیا۔ تو امّ موسیٰ نے خلیفہ منصور سے درخواست کی کہ وہ امّ علی سے حصولِ مسرت کرے کیونکہ اس نے اس کی فضیلت و عمدگی دیکھی تھی۔ چنانچہ خلیفہ ام علی سے ہم آغوش ہوا تو علی پیدا ہوا، مگر یہ بچہ ایک سال مکمل کرنے سے پہلے ہی فوت ہوگیا۔ پھر منصور نے طلحہ بن عبیداللہ کی اولاد میں سے فاطمہ بنت محمد سے شادی کی، جس سے سلیمان، عیسیٰ اور یعقوب پیدا ہوئے۔ منصور کی جو اولاد امہات الاولاد سے ہوئیں، وہ یہ ہیں: صالح، عالیہ، جعفر، قاسم، عباس اور عبدالعزیز۔

ان کا وزیر پہلے ابن عطیہ باہلی، پھر ایوب موریانی، پھر ان کا مولیٰ ربیع۔ حاجب عیسیٰ بن روضہ تھا جو ان کا مولیٰ تھا پھر ان کا مولیٰ ابوالخصیب حاجب بنا۔ ان کا قاضی عبداللہ بن محمد

بن صفوان، پھر شریک بن عبداللہ، پھر حسن بن عمار اور حجاج بن ارطاۃ تھے۔

المہدی:

منصور کے بعد اس کے بیٹے ابوعبداللہ محمد المہدی بن عبداللہ منصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کی بیعت ہوئی۔ اسی صبح جس دن منصور نے وفات پائی یعنی ۶ ر ذوالحجہ ۱۵۸ھ کو۔ ان کی پیدائش بروز جمعرات ۱۳ ر جمادی الاخرۃ ۱۲۶ھ میں حمیمہ کے مقام پر ہوئی۔ وفات ماسبندان کے مقام پر محرم ۱۶۹ھ میں ہوئی۔ ان کے بیٹے الرشید نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ مدتِ خلافت دس سال اور ۴۵ دن تھی۔ عمر ۴۱ برس آٹھ مہینے اور دو دن تھے۔ مہدی گندم گوں، دراز قامت، معتدل ال عضاء، بال گھنگریالے اور دائیں آنکھ میں سفید داغ تھا۔ مہر کا نقش تھا "اللہ ثقة محمد وبه يؤمن"۔ انہوں نے ریطہ بنت سفاح سے شادی کی، جس سے علی اور عبیداللہ پیدا ہوئے۔ انہوں نے سب سے پہلے محیاہ باندی خریدی، جس سے ایک بیٹا پیدا ہوا مگر ایک سال کا ہونے سے پہلے مرگیا۔ اس محیاہ باندی کے نام پر باندیاں خریدی جاتیں اور انہیں مہدی کے حضور پیش کیا جاتا۔ ان میں سب سے پہلے جسے خلیفہ کا تقرب کا شرف حاصل ہوا، اس باندی کا نام رحیم تھا۔ اس کے بطن سے العباسہ پیدا ہوئی۔ پھر خیزران کو شرفِ تقرب حاصل ہوا۔ اس کے بطن سے موسیٰ، ہارون اور البانوقة پیدا ہوئے، پھر حللة اور حسنة باندیاں خریدیں جو گلوکارائیں تھیں۔ اس نے ۱۵۹ھ میں فضل اور عبداللہ کی بہن امّ عبداللہ بنت صالح بن علی سے شادی کی۔ اسی سال خیزران کو آزاد کیا اور اس سے شادی کی۔

اس کے وزیر بالترتیب ابوعبداللہ معاویہ بن عبداللہ اشعری، پھر یعقوب بن داود سلمی اور فیض بن ابی صالح بنے۔ حاجب، سلامان ابرش تھا۔ عافیہ بن یزید اور محمد بن عبداللہ بن علاثہ قاضی تھے اور یہ دونوں مسجد رصافہ میں اکٹھے قضاء کے امور سرانجام دیتے تھے۔

ہادی:

پھر ان کے بیٹے ابومحمد موسیٰ ہادی بن مہدی کی بیعت یکم صفر ۱۶۹ھ میں کی گئی۔ وفات

جمعہ کی رات ۱۴ ربیع الاول ۱۷۰ھ عیسیٰ باذ (بغداد کے مشرقی محلہ) میں ہوئی۔ نماز جنازہ ان کے بھائی الرشید نے پڑھائی۔ مدتِ خلافت ایک سال اور چند دن کم دو ماہ تھی۔ عمر ۲۶ سال تھی۔ دراز قامت، قوی الجثہ اور رنگ سفید تھا۔ اوپر والا ہونٹ سمٹا ہوا تھا۔ مہر کا نقش تھا: "اللہ ربّـــی"۔ ہادی نے امۃ العزیز سے شادی کی تو اس سے عیسیٰ پیدا ہوا۔ پھر رحیم سے شادی کی تو جعفر پیدا ہوا۔ پھر سعوف سے شادی کی تو اس سے عباس پیدا ہوا۔ اس نے حسنہ باندی ایک ہزار درہم میں خریدی جو شاعرہ تھی۔ اس سے کئی بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ان میں سے ایک امّ عیسیٰ تھی، جس سے مامون نے شادی کی۔ امہات الاولاد میں سے اس کے تین بیٹے ہوئے۔ عبداللہ، اسحاق اور موسیٰ۔ آخر الذکر نابینا تھا۔ وزیر ربیع بن یونس بنا، پھر عمر بن بزیع۔ حاجب فضل بن ربیع تھا۔ مغربی حصہ کے قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم اور مشرقی حصے کے قاضی سعید بن عبدالرحمٰن جمحی تھے۔

ھارون الرشید:

جس دن ہادی نے وفات پائی، اسی روز ان کے بھائی ابومحمد ہارون الرشید کی بیعت ہوئی، بروز جمعہ ۱۴ ربیع الاول ۱۷۰ھ۔ اسی رات عبداللہ مامون پیدا ہوا۔ ایسی رات کبھی نہیں آئی کہ اس میں ایک خلیفہ پیدا ہوا، ایک نے وفات پائی اور ایک خلیفہ نے اس کی جگہ خلافت سنبھالی۔ الرشید محرم ۱۴۸ھ میں پیدا ہوئے اور جمادی الاول ۱۹۳ھ میں فوت ہوئے۔ طوس کے شہر میں دفن ہوئے۔ نماز جنازہ ان کے بیٹے صالح نے پڑھائی۔ مدت خلافت ۲۳ سال، ایک ماہ اور ۱۶ دن تھی۔ عمر ۴۶ برس اور پانچ ماہ تھی۔ خلیفہ بنے تو ان کے چچا سلیمان بن منصور، ان کے والد کے چچا عباس بن محمد اور ان کے دادا کے چچا عبدالصمد بن علی نے انہیں سلام خلافت پیش کیا۔ عبدالصمد چچا ہیں عباس کے اور عباس چچا ہیں سلیمان کے اور سلیمان چچا ہیں ہارون کے۔

رشید کا رنگ سفید، بدن دراز، خوبصورت اور بھرپور تھا۔ کچھ بال سفید ہو گئے تھے۔ مہر کا نقش: لا الہ الّا اللہ اور دوسری مہر کا نقش کن من اللہ علی حذر تھا۔

رشید نے زبیدہ سے شادی کی جس کا نام امۃ العزیز، کنیت امّ الواحد اور لقب زبیدہ تھا، یہ جعفر بن منصور کی بیٹی تھی۔ زبیدہ کے بطن سے محمد امین پیدا ہوا۔ پھر ہارون نے مراجل سے شادی کی جس سے عبداللہ مامون پیدا ہوا۔ ماردہ سے شادی کی جس سے محمد معتصم پیدا ہوا۔ پھر نادر سے شادی کی جس سے صالح پیدا ہوا۔ پھر شجا سے شادی کی، اس کے بطن سے خدیجہ اور لبابہ پیدا ہوئیں۔ سریہ سے شادی کی تو محمد پیدا ہوا۔ بربریہ سے شادی کی تو ابوعیسیٰ اور پھر قاسم پیدا ہوئے (مؤخر الذکر المؤتمن ہے) پھر سکینہ پیدا ہوئی۔ پھر حث سے شادی کی تو اس کے بطن سے اسحاق اور ابوالعباس نے جنم لیا۔

وزیر، جعفر بن یحییٰ بن خالد برمکی تھا۔ اسے قتل کرنے کے بعد فضل بن ربیع کو وزارت سونپی۔ حاجب، بشر بن میمون تھا جو اس کا مولیٰ تھا، پھر محمد بن خالد بن برمک کو حاجب بنایا۔ مغربی علاقے کے قاضی نوح بن دراج اور حفص بن غیاث تھے۔

الامین:

رشید کے بعد ابوعبداللہ محمد امین کی بیعت جمادی الاخر ۱۹۳ھ میں ہوئی۔ یہ بروز اتوار پانچ محرم ۱۹۸ھ میں قتل ہوئے۔ پیدائش رصافہ کے مقام پر شوال ۱۷۱ھ میں ہوئی۔ مدت خلافت ۴ سال ۶ ماہ اور کچھ دن تھی۔ دو سال اور کچھ ماہ تک حکومت چین سے کی پھر بھائی کے ساتھ اختلاف کی وجہ سے دو سال کی مدتِ خلافت فتنہ کی حالت میں گزری۔ امین لمبا جسم، جمیل اور خوبصورت چہرہ والے تھے۔ دونوں کندھوں کے درمیان زیادہ فاصلہ تھا، رنگ گہرا سرخ تھا، خوش قامت تھے، آنکھیں چھوٹی تھیں، چیچک کے نشان تھے، مہر کا نقش تھا: محمد واثق باللہ۔ نظم نامی ایک ام ولد سے موسیٰ بیٹا پیدا ہوا۔ اس کا لقب الناطق بالحق تھا، اس کا نام درہموں پر کندہ کیا گیا۔ صولی نے کہا کہ مجھے درہم پر کندہ عبارت پڑھنے والے نے بیان کیا:

کلّ عز و مفخرٍ	فلموسی المظفَّر
مَلکِ'' خُطَّ ذِکرہ	فی الکتاب المسطَّر

[ہر عزت وفخر کامیاب موسیٰ کے لیے ہے، وہ ایسا بادشاہ ہے کہ جس کا ذکر الکتاب میں ہوا ہے]

امین کی اہلیہ نظم فوت ہوئی تو اسے یہ جدائی بہت شاق گزری۔ زبیدہ تعزیت کرنے کے لیے امین کے پاس آئی اور بولی: (ترجمہ اشعار)

[میری جان آپ پر قربان جائے، نقصان آپ کو تباہ نہ کردے۔
آپ کے باقی رہنے میں، جو گزر گئے ہیں،
آپ کے لیے جو چھوڑ گئے ہیں، اس میں کافی سامانِ تسلی ہے۔
آپ کو موسیٰ دیا گیا ہے جو گویا اس کی ماں، نظم کے عوض ہے۔
لہٰذا موسیٰ کے ہوتے ہوئے، ہر مصیبت معمولی ہے]

امین کے بیٹے موسیٰ اور اس کے بھائی عبداللہ کی بیعت امین کی زندگی میں ہی کر لی گئی۔ موسیٰ کے بھائی عبداللہ کی ماں بھی امّ ولد تھی اور اس کا نام بھی دراہم پر منقش ہوا۔

جعفر بن موسیٰ ہادی کی ایک باندی بذل تھی۔ امین نے جعفر سے یہ باندی مانگی، مگر اس نے انکار کیا۔ اسے اس باندی سے شدید محبت تھی۔ ایک دن جعفر سے ملنے امین گیا تو وہ اس کی آمد پر بہت خوش ہوا اور اسے خوب شراب پلائی، جب وہ نشے میں بدمست ہوا تو وہ چلا گیا اور باندی لے لی۔ صبح ہوئی تو جعفر رات کے واقعہ پر نادم ہوا اور یہ نہ جان سکا کہ وہ اب کیا کرے۔ چنانچہ وہ امین کے پاس گیا، جب وہ آداب بجالایا تو امین نے اس سے کہا: اللہ کی قسم، جعفر، تم نے ہمارے ساتھ حسن سلوک کیا کہ بذل ہمارے سپرد کردی اور ہم نے اچھا نہیں کیا۔ امین نے اس کے لیے دو کروڑ درہم کا وظیفہ جاری کیا۔

امین کا وزیر فضل بن ربیع تھا، جو اس کے آخری دنوں تک رہا۔ اس کا حاجب عباس بن فضل بن ربیع تھا، اس کے بعد علی بن صالح، صاحب المصلی حاجب بنا، پھر سندی بن شاہک حاجب بنا۔

مامون:

ابوالعباس عبداللہ مامون بن ہارون الرشید کی اپنے بھائی امین کے قتل کے بعد بیعت ہوئی۔ بروز جمعرات ۵ صفر ۱۹۸ھ۔ پیدائش یاسریہ ۱ کے مقام پر جمعہ کی رات میں ۱۴ ربیع الاول ۱۷۰ھ میں ہوئی۔ وفات بذندون ۲ کے مقام پر ۸/ رجب ۲۱۸ھ میں ہوئی۔ طرسوس میں دفن ہوا۔ مدت خلافت ۲۰ سال ۵ ماہ ۱۳ دن تھی۔ عمر ۴۸ برس اور کچھ دن کم ۴ ماہ تھی۔ رنگ سرخ مائل سفید تھا۔ مونڈھا سینے پر جھکا ہوا تھا۔ ڈاڑھی لمبی اور پتلی تھی۔ پیشانی تنگ تھی، رخسار پر سیاہ تل تھا۔ سر کے بال سفیدی اور سیاہی میں برابر تھے۔ مہر کا نقش تھا: سل اللہ یعطیک۔

الرشید نے مامون پر حد جاری کی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ مامون ایک بار الرشید کے یہاں حاضر ہوا تو وہاں ایک مغنیہ الرشید کی خاطر گانا گا رہی تھی۔ اس نے گانے میں اعرابی اور نحوی غلطی کی تو مامون نے یہ غلطی سننے پر اپنی آنکھ سے اشارہ کیا۔ اس سے باندی کا رنگ بدل گیا۔ الرشید نے بھی بھانپ لیا تو مامون سے کہا: کیا تم نے اس کی غلطی سے اسے باخبر کیا؟ عرض کی: نہیں اللہ کی قسم، اے میرے آقا، فرمایا: اور تم نے اسے اشارہ بھی نہیں کیا؟ عرض کی: یہ تو ہوا ہے۔ فرمایا: میرے حضور رہو تو دیکھو اور سنو اور جب میرا معاملہ (اقتدار) تم تک پہنچ جائے تو پھر مرضی کرنا۔ اب خلیفہ ہارون الرشید نے دوات اور کاغذ لیا اور مامون کو مخاطب کر کے یہ شعر لکھے:

(ترجمہ اشعار)

[اے بوقتِ مستی گانے والی کی غلطیاں پکڑنے والے،
تم اسے عربوں کے لہجوں کی حدود سے متعارف کروانا چاہتے ہو۔
میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں اور جو اہل کتاب نے لکھا اس کی قسم
کہ بعض اہلِ ادب سے کتنا زیادہ باادب ہے]

جب تم میری یہ تحریر پڑھ لو، تو پھر کسی کو حکم دینا کہ وہ تمھیں بیس قمچیاں اچھی طرح

۱: بذندون، طرسوس کے قریب ایک قریہ تھا۔ (ن س ظ)

۲: یاسریہ، نہر عیسیٰ اور بغداد کے درمیان ایک بڑا قریہ تھا۔ (ن س ظ)

مارے۔ چنانچہ مامون نے دربار کے کچھ لوگ کو بلایا، پھر انہیں حکم دیا کہ وہ اسے منہ کے بل گرائیں اور اسے قمچیاں لگائیں۔ انہوں نے اس کے حکم کی تعمیل سے معذرت کی تو مامون نے انہیں قسم دے کر کہا، چنانچہ انہوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔

اولاد میں محمد اصغر تھا۔ نیز عبداللہ بن ام عیسیٰ بنت موسیٰ ہادی تھا۔ مامون نے حسن بن سہل کی بیٹی بوران سے شادی کی۔ ۲۱۰ھ میں اس سے خلوت کی اور اس کے باپ کو دس ہزار درہم دیئے اور اس کے بیٹے کو دس لاکھ درہم دیئے۔ مامون کے متعدد بیٹے اور بیٹیاں تھیں۔

اس کا وزیر فضل بن سہل، ذوالریاستین تھا، پھر حسن بن سہل وزیر بنا۔ پھر احمد بن ابو خالد احول، پھر احمد بن یوسف، پھر ثابت بن یحییٰ، پھر محمد بن یزداد، وزیر بنے۔ اس کے حاجب بنے عبدالحمید بن شبیب، پھر منصور کے مولیٰ صالح کے بیٹے محمد اور علی بالترتیب وزیر بنے۔

معتصم باللہ:

مامون کے بعد ان کے بھائی ابواسحاق معتصم بن الرشید کی بیعت جمعہ ۱۲/رجب ۲۱۸ھ میں ہوئی۔ یہ ماہِ رمضان ۱۷۸ھ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے سرمن رائی کے مقام پر بروز جمعرات ۱۲/ربیع الاول ۲۲۷ھ میں وفات پائی۔ ان کے بیٹے ہارون الواثق نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ مدت خلافت ۸ سال اور ۱۸ ماہ تھی۔ ان کی والدہ ماردہ نام کی ام ولد تھیں۔

رنگ سرخی مائل سفید تھا، ڈاڑھی بھوری اور لمبی تھی، قد درمیانہ تھا۔ مہر کا نقش تھا: اللہ ثقة ابی اسحاق بن الرشید وبہ یؤمن۔ یہ بہت طاقتور آدمی تھا، اس نے سات سو پچاس رطل وزنی آہنی دروازہ اٹھایا، جس کی زنجیر ۲۵۰ رطل وزنی تھی، اتنے زیادہ وزن کو اٹھا کر وہ کچھ قدم چلا۔ معتصم کی دونوں نگاہوں کی درمیانی جگہ سخت ہونے کی وجہ سے مقطرہ (مجرموں کو سزا دینے کا لکڑی کا آلہ) کہلاتی تھی۔ ایک دن اس نے اپنے ایک غلام پر سہارا لیا تو اسے توڑ کر رکھ دیا۔ صولی نے بیان کیا ہے کہ معتصم "مثمن" کہلاتا تھا کیونکہ وہ عباسی خلفاء میں آٹھویں نمبر پر تھا۔

ولادت ۱۷۸ھ میں ہوئی، ۲۱۸ھ میں اقتدار سنبھالا۔ فوت ہوئے تو عمر ۴۸ برس تھی۔

مدت خلافت ۸ سال ۸ ماہ تھی۔ آٹھ بچے اور آٹھ بچیاں تھیں۔ انہوں نے آٹھ غزوات میں حصہ لیا۔ بیت المال میں اپنے بعد ۸ ہزار دینار چھوڑے اور چاندی کے آٹھ ہزار درہم چھوڑے۔

اس کے لیے وزارت کے فرائض فضل بن مروان نے ادا کیے، پھر احمد بن عمار نے، پھر محمد بن عبدالملک زیات نے۔ اس نے اپنے مولیٰ وصیف کو اپنا حاجب بنایا، پھر محمد بن حماد بن دنفش کو۔

واثق:

معتصم کے بعد، ان کے بیٹے ابوجعفر ہارون الواثق کی بیعت ہوئی۔ اس دن کی صبح جب ان کے والد نے وفات پائی یعنی بروز جمعرات ۱۱ر ربیع الاول ۲۲۷ھ میں۔ یہ پیر کے روز دس شعبان ۱۹۶ھ میں پیدا ہوئے۔ بدھ کے روز سُرّمن رأی کے مقام پر ۲۴ر ذی الحجہ ۲۳۲ھ میں وفات پائی۔ ان کے بھائی متوکل نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ مدت خلافت ۵ سال ۹ ماہ اور ۱۳ دن تھی۔ عمر ۳۶ برس ۴ ماہ اور کچھ دن تھی۔ رنگ زردی مائل سفید تھا، چہرہ خوبصورت اور بدن بھاری بھرکم تھا، دائیں آنکھ میں سفید نکتہ تھا۔ مہر کا نقش تھا: محمد رسول اللہ ایک اور مہر کا نقش تھا: الواثق باللہ۔ بیٹا محمد المہدی تھا۔ جس کی والدہ قرب نامی ام ولد تھی۔ عبداللہ، ابوالعباس احمد، ابو اسحاق محمد اور ابوالحق ابراہیم بھی واثق کے بیٹے تھے۔ ان کا وزیر محمد بن عبدالملک زیات تھا۔ حاجب اتاح تھا، پھر واثق کا مولیٰ وصیف رہا۔ پھر ابن دنفش بنا۔ قاضی ابن ابی داؤد تھے۔

المتوکل:

واثق کے بعد ان کے بھائی ابوالفضل جعفر المتوکل کی بیعت ہوئی یعنی بروز بدھ ۲۴ر ذی الحجہ ۲۳۲ھ میں۔ یہ بدھ کے دن ۱۱ر شوال ۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ بدھ کی رات ۳ر شوال ۲۴۷ھ میں قتل ہوئے اور القصر الجعفری میں دفن ہوئے۔ ان کے بیٹے اور ولی عہد المنتصر نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ مدت خلافت ۱۴ سال ۹ مہینے اور ۹ دن تھی۔ عمر آٹھ دن کم چالیس برس تھی، رنگ گندمی، آنکھیں بڑی، جسم کمزور اور رخسار پتلے تھے۔ اولاد بہت تھی۔ مہر کا نقش تھا: علی إلٰھی اتکالی۔

وزیر محمد بن عبدالملک زیات، پھر محمد بن فضل جرجانی، پھر عبیداللہ بن یحیٰی بن خاقان رہے۔ وصیف ترکی حاجب تھا، پھر محمد بن عاصم، پھر ابراہیم بن سہل حاجب رہے۔ قضاء پر قاضی یحیٰی بن اکثم مقرر تھے۔

المنتصر:

متوکل کے بعد، ان کے بیٹے ابوجعفر محمد منتصر کی بیعت ہوئی۔ ۴/شوال ۲۴۷ھ میں۔ ولادت بروز جمعرات ۶/ربیع الاخر ۲۲۲ھ تھی۔ ہفتے کی رات ۳/ربیع الاخر ۲۴۸ھ میں وفات پائی۔ مدت خلافت چھ ماہ تھی۔ عمر تین دن کم ۲۶ سال تھی۔ قد چھوٹا، رنگ گندمی، سر اور پیٹ بڑا تھا اور وہ مضبوط جسم کے تھے، دائیں آنکھ پر نشان تھا۔ مہر کا نقش تھا: یؤتی الحذِرُ من مأمنه ایک اور مہر کے نقش کی عبارت تھی: أنا من آل محمد، اللہ ولیّ و محمد۔ اولاد میں سے علی، عبدالوہاب، عبداللہ اور احمد تھے۔ ان کا وزیر احمد بن خصیب تھا۔ ان کے حاجب بالترتیب یہ رہے: وصیف، بغا، ابن المرزبان اور اوتامش۔

المستعین:

مستعین ابوالعباس احمد بن محمد معتصم کی بیعت بروز سوموار ۴/ربیع الاخر ۲۴۸ھ میں ہوئی۔ انہوں نے اپنے آپ کو معتز کے حق میں خلافت سے ابوجعفر المعروف بہ ابن الکردیہ کی وساطت سے ۴/محرم ۲۵۲ھ میں معزول کر دیا۔ ان کی مدت خلافت ۳ سال اور ۹ ماہ تھی۔ ان کی تاریخ ولادت بروز منگل ۴/رجب ۲۲۱ھ ہے۔ وہ اپنی معزولی کے ۶ ماہ بعد قادسیہ کے مقام پر قتل ہو گئے۔ ان کی والدہ مخارق نامی ام ولد تھیں۔ ان کا قد درمیانہ، چہرا سرخ، جسم فربہ، کندھے چوڑے، جسم کے جوڑ بڑے، رخسار پتلے تھے، چہرے پر چیچک کے داغ تھے، سین کا حرف ادا کرتے وقت ہکلاتے تھا۔ مہر کا نقش تھا: فی الاعتبار غنیً عن الاخبار۔ احمد بن خصیب ان کا وزیر تھا۔ پھر اسے برطرف کر کے اس کی جگہ ابن یزداد کو مقرر کیا۔ پھر شجاع بن قاسم کو وزیر بنایا۔ حاجب، اتامش تھا وہی ان کا کاتب بھی تھا۔ عمر آٹھ دن کم ۳۱ برس تھی۔

المعتز:

پھر ابو عبداللہ بن متوکل نے بروز جمعہ ۴ محرم ۲۵۲ھ کو اقتدار سنبھالا۔ ان سے پہلے ان کے اور مستعین کے مابین ایک سال تک فتنہ جاری رہا۔ یہ جمعہ کے دن عشاء کے وقت یکم شعبان ۲۲۵ھ میں قتل ہوئے۔ پیدائش جمعرات کے دن ۱۱ ربیع الاخر ۲۳۲ھ میں ہوئی۔ ان کی مدت خلافت، جب ان کی بیعت ہوئی اور سب کا ان پر اتفاق ہوا، تین سال، چھ ماہ اور ۲۳ دن تھی۔ اور جب اہل سرّ من رائی نے ان کی بیعت کی۔ اس حساب سے مدت خلافت ۴ سال ۶ ماہ اور ۱۵ دن تھی۔ انہیں صالح بن وصیف نے قتل کیا۔ رنگ بہت زیادہ سفید تھا، قد درمیانہ تھا، جسم خوبصورت تھا، ان کے بائیں رخسار پر سیاہ بالوں والا تل تھا۔ مہر کا نقش تھا: الحمد للہ رب کل شئیٍ و خالق کل شئی۔ ان کے لیے وزارت کے فرائض بالترتیب جعفر بن محمود اسکافی، عیسیٰ بن فرخان شاہ اور احمد بن اسرائیل انباری نے انجام دیئے۔ ان کا حاجب تھا سماء بن صالح بن وصیف۔ عمر ۲۴ سال ۲ ماہ اور کچھ دن تھی۔

المهتدی:

پھر مہتدی ابو عبداللہ حجر بن واثق کی سرمن رأی کے مقام پر بیعت ہوئی۔ بروز بدھ ۲۹ رجب ۲۵۵ھ۔ پیدائش بروز اتوار ۵ ربیع الاول ۲۱۹ھ میں ہوئی۔ مہتدی ایک تیر لگنے سے منگل کے روز ۱۶ رجب ۲۵۶ھ میں سرمن رأی کے مقام پر فوت ہوئے۔ مدت خلافت گیارہ ماہ اور چودہ دن تھی۔ عمر ۳۷ برس ۴ ماہ اور ۱۱ دن تھی۔ رنگ سرخی مائل سفید تھا، آنکھیں چھوٹی تھیں، ناک کا بانسہ بیچ سے اٹھا ہوا تھا، داڑھی کے کچھ بال سفید تھے، اس لیے جب خلیفہ بنے تو ان بالوں پر خضاب لگایا۔ مہر کا نقش تھا: من تعدی الحق ضاق مذهبه۔ ابو ایوب سلیمان بن وہب ان کا وزیر تھا۔ حاجب کا نام باک باک تھا۔

المعتمد:

پھر ابو العباس احمد معتمد بن متوکل کی بیعت بروز منگل ۱۶ رجب ۲۵۶ھ میں ہوئی۔

پیدائش بروز منگل ۲۲ رمحرم ۲۲۹ھ میں ہوئی۔ ۱۴ رجب ۲۷۹ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ مدت خلافت ۲۳ برس تھی۔ عمر ۵۰ برس، ۵ ماہ اور ۲۲ دن تھی۔

ان کے بھائی اور ان کے ولی عہد طلحہ الموفق نے اس کے دورِ خلافت میں ۲۷۸ھ میں صفر میں وفات پائی۔ کیونکہ عوام کا رجحان ان کی طرف تھا، اس لیے وہ اقتدار پر غالب تھے۔ معتمد نے اپنے بیٹے جعفر کو مفوض کا لقب دے کر اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اس کے بعد ابو احمد طلحہ الموفق کو ولی عہد مقرر کیا۔ موفق کے معاملہ نے شدت اختیار کرلی۔ صاحب الزنج ۲۷۰ھ میں مارا گیا تو عوام، موفق کی جانب مائل ہوئے۔ ان کا نام الناصرلدین اللہ رکھا۔ معتمد کے دورِ حکومت میں منبروں پر موفق کے حق میں دعا کی جاتی تھی۔

موفق نے اپنے بیٹے ابوالعباس معتضد کو نظر بند کردیا مگر جب موفق کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اسے امور کی سرانجام دہی کے لیے آزاد کردیا۔ چنانچہ معتمد نے معتضد کو وہی اختیارات واموال دیے جس طرح اس کے والد موفق کو دیے تھے۔ انہوں نے اسے ولی عہد بنایا اور حکم دیا کہ اس کے بیٹے مفوض کو معزول کرنے کی دستاویز تیار کی جائے۔ اب تنہا معتضد ہی کو ولی عہد بنایا اور اپنے بعد اسے خلیفہ بنانے کی دستاویز تیار کرالی۔

معتمد گندمی رنگ والے، میانہ قامت، کمزور بدن، خوبصورت آنکھوں اور گول چہرے والے تھے، چہرے پر چیچک کے داغ تھے۔ مہر کا نقش تھا: **السعید من کفی بغیرہ**۔

عبیداللہ بن یحیٰی بن خاقان کو وزیر بنایا، پھر بالترتیب سلیمان بن وہب، حسن بن مخلد، صاعد بن مخلد پھر ابوصقر اسماعیل بن بلبل۔ حاجب بالترتیب موسیٰ بن بغا، جعفر بن بغا اور بکتمر تھے۔

المعتضد:

معتضد ابوالعباس احمد بن موفق کی بیعت رجب ۲۷۹ھ میں ہوئی۔ پیدائش جمادی الاخرۃ ۲۴۳ھ ہوئی۔ انہوں نے بغداد میں ۲۳ ربیع الاخر ۲۸۹ھ میں وفات پائی۔ نماز جنازہ ابو عمر القاضی نے پڑھائی۔ مدت خلافت ۹ سال ۹ ماہ اور ۴ دن تھی۔ عمر ۴۵ برس ۹ ماہ اور کچھ دن

تھی۔ والدہ کا نام ضرار تھا۔ جسم نحیف، قد درمیانہ، رنگ گندمی اور ڈاڑھی لمبی تھی۔ مہر کا نقش تھا: الاضطر اریزیل الاختیار۔ وزیر تھا عبداللہ بن سلیمان بن وھب، پھر اس کا بیٹا قاسم، حاجب کا نام صالح امین تھا۔

المکتفی:

معتضد کے بعد ان کے بیٹے ابو محمد علی بن معتضد کی بیعت بروز منگل ۲۳ ربیع الاخر ۲۸۹ھ میں ہوئی۔ ان کی پیدائش رجب ۲۶۴ میں ہوئی۔ بغداد میں وفات پائی اور اپنے والد کی قبر کے پاس اتوار کی رات ۱۳ زی العقد ۲۹۵ھ میں دفن ہوئے۔ مدت خلافت چھ سال چھ ماہ اور بیس دن تھی۔ عمر ۳۱ برس، ۴ ماہ اور کچھ دن تھی۔ ان کی والدہ کا نام جیجق تھا اور ایک کمزور روایت کے مطابق خاضع تھا۔ مکتفی کا قد درمیانہ، چہرہ خوبصورت، بال سیاہ، ڈاڑھی گھنی اور چوڑی تھی اور فوت ہونے تک ان کے بال سفید نہ ہوئے تھے۔ مہر کا نقش: باللہ علی بن احمد یثق۔ انہوں نے اپنے بیت المال میں سونے کے ایک کروڑ ۶۰ لاکھ دینار اور چاندی کے ۳ کروڑ درہم چھوڑے۔ انکے وزیر تھے بالترتیب قاسم بن عبیداللہ، العباس بن حسن اور احسن بن ایوب۔ حاجب تھے، خفیف سمرقندی، پھر اس کا مولیٰ سوسن۔

المقتدر:

پھر مقتدر کی بیعت ہوئی، یعنی ابوالفضل جعفر بن معتضد کی، اسی روز جس روز ان کے بھائی نے وفات پائی تھی۔ بروز اتوار ۱۳ ذوالقعدۃ ۲۹۵ھ۔ مقتدر دوبار معزول کیے گئے، پہلی بار خلافت سنبھالنے کے چار ماہ اور کچھ دن کے بعد۔ مگر اسی روز پھر بحال ہوئے۔ دوسری بار اپنی خلافت کے ۲۱ سال دو ماہ اور دو دنوں کے بعد، انہوں نے اپنے آپ کو معزول کر دیا اور اس پر گواہیاں بھی ہوئیں۔ خلیفہ قاہر، دو دن اور تیسرے دن کے کچھ حصے کے لیے اقتدار پر قابض رہا مگر جب دونوں خلفاء کے حامی لشکروں کے مابین تصادم ہوا تو مقتدر پھر بحال ہوئے۔ پیدائش ۲۲ رمضان ۲۸۲ھ میں ہوئی۔ بدھ کے روز شماسیہ میں ۲۷ شوال ۳۲۰ھ میں قتل ہوئے۔ ان کی

مدت خلافت پندرہ دن کم ۲۵ برس تھی۔ عمر ۳۸ سال ایک ماہ اور بیس دن تھی۔ رنگ سفید سرخی مائل تھا، جسم بھرپور اور خوبصورت تھا، دو کندھوں کے درمیان زیادہ فاصلہ تھا، بال گھنگریالے تھے، چہرہ گول تھا، چہرے پر سفید بال بکثرت تھے۔ مہر کا نقش تھا: الحمدللہ الّذي ليس كمثله شئي وهو علی كل شي'' قدير۔ ان کے وزیر بالترتیب یہ رہے: عباس بن حسن، علی بن محمد بن موسیٰ بن فرات، عبیداللہ بن خاقان، ابوحسن علی بن عیسی بن داوٗد بن جراح، حامد بن عباس، احمد بن عبیداللہ خصیبی، محمد بن علی بن مقلہ، سلیمان بن حسن بن مخلد بن جراح، عبیداللہ بن محمد کلوذانی، حسین بن قاسم بن عبیداللہ بن سلیمان بن وہب اور فضل بن جعفر بن موسیٰ بن فرات۔ حاجب رہے: مکتفی کے موالی سوسن، نصر قشوری، یاقوت معتضدی، اور رائق کے بیٹے ابراہیم اور محمد۔

القاهر:

پھر ان کے بھائی ابومنصور محمد قاہر بن معتضد کی بیعت ہوئی یعنی بروز جمعرات ۲۸/ شوال ۳۲۰ھ۔ بروز بدھ ۵/ جمادی الاولیٰ ۳۲۲ھ میں انہیں معزول کیا گیا اور اس کی آنکھیں پھوڑی گئیں۔ پیدائش ۵/ جمادی الاولیٰ کے ۲۸۷ھ میں ہوئی۔ مدت خلافت ایک سال چھ ماہ اور چھ دن تھی۔ قاہر، مطیع کے دور حکومت میں زندہ رہے۔ ان کی عمر تھی.......... [1] قد درمیانہ، رنگ گندمی، بال پیلے سرخی مائل تھے۔ ان کے لیے وزارت کے فرائض سرانجام دئے۔ ابوعلی محمد بن مقلہ، پھر محمد بن قاسم بن عبیداللہ اور ابن احمد بن عبیداللہ خصیبی نے۔ حاجب رہے علی بن یلبق موالی یونس پھر سلامہ طولونی۔

الراضي:

پھر راضی ابوالعباس احمد بن مقتدر کی بروز بدھ ٦/ جمادی الاولیٰ ۳۲۲ھ بیعت ہوئی۔ پیدائش رجب ۲۹۷ھ میں ہوئی۔ بغداد میں ہفتے کی رات ۱٦/ ربیع الاول ۳۲۹ھ میں ہوئی اور رصافہ میں دفن ہوئے۔ مدت خلافت ٦ سال ۸ ماہ اور ۱۰ دن تھی۔ عمر ۳۱ برس ۸ ماہ اور کچھ دن تھی۔

[1]: عربی متن میں یہاں جگہ خالی ہے۔ (مترجم)

ان کی والدہ ظلوم نامی ام ولد تھیں۔ راضی کا قد چھوٹا، جسم پتلا، بال سیاہ، رنگ تھوڑا سا گندمی اور چہرہ لمبوترا تھا۔ مہر کا نقش تھا: محمد رسول اللہ۔ ان حضرات نے بالترتیب وزارت کے فرائض سر انجام دیئے۔ ابوعلی محمد بن مقلہ، پھر اس کا بیٹا ابوحسین علی بن محمد، پھر عبدالرحمٰن ابن عیسیٰ بن داود بن جراح، پھر محمد بن قاسم کرخی، پھر سلیمان بن حسن بن محمد بن جراح، پھر فضل بن جعفر بن فرات پھر ابوعبید اللہ احمد بن محمد یزیدی۔ محمد بن یعقوب حاجب تھا، پھر اس کا مولیٰ ذکیا۔

المتقي:

راضي کے بعد ان کے بھائی متقی ابواسحاق ابراہیم بن مقتدر کی بیعت بروز بدھ ۲۰/ ربیع الاول ۳۲۹ھ میں ہوئی۔ انہیں بروز ہفتہ ۸/ صفر ۳۳۳ھ میں معزول کیا گیا اور آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی۔ پیدائش شعبان ۲۹۷ھ میں ہوئی۔ مدت خلافت تین سال اور کچھ دن کم گیارہ ماہ تھی۔

رنگ سفید تھا جس پر سرخی غالب تھی، داڑھی کے بال زرد سرخی مائل تھے، داڑھی گھنی تھی، نیچے والا جبڑا ٹیڑھا تھا۔ ان کی مہر کا نقش تھا: محمد رسول اللہ۔

ان کے لیے درج ذیل حضرات نے بالترتیب وزارت کا کام کیا۔

احمد بن محمد بن میمون، یزیدی، سلیمان بن حسن بن مخلد، ابواسحاق محمد بن احمد قراریطی، محمد بن قاسم کرخی، احمد بن عبداللہ اصبہانی پھر علی بن محمد مقلہ۔

حاجب کے فرائض ان حضرات نے بالترتیب سر انجام دیئے۔ سلامہ مولی خمارویہ بن احمد طولونی، بدر خرشنی، اور عبدالرحمٰن بن احمد بن خاقان مفلحی۔

المستكفي:

پھر ابوالقاسم عبداللہ بن مستکفی کی صفر ۳۳۳ھ میں سندیہ ؂ میں چاند گرہن کے تھوڑی دیر بعد بیعت ہوئی۔ انہیں شعبان ۳۳۴ھ میں معزول کر دیا گیا۔ ان کی مدت خلافت ایک سال، چھ ماہ اور کچھ دن تھی۔

ان کی پیدائش ۲۹۲ھ کے پہلے دن ہوئی۔ وفات ۳۳۹ھ میں ہوئی۔ عمر ۴۷ برس تھی۔ ان کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام غصن تھا۔ ان کا رنگ سفید تھا، جس پر سرخی غالب تھی، جسم بڑا تھا، قد بہت لمبا تھا، رخسار ہلکے اور آنکھیں بڑی تھیں، آنکھیں سرخ تھیں، آواز بہت بلند تھی۔ ان کی مہر کا نقش تھا: محمد رسول اللہ۔

سرمن رای کے باشندے محمد بن علی نے ان کے لیے بہ طور وزیر کام کیا۔ اس کے بعد خلیفہ نے ابواحمد فضل بن عبداللہ شیرازی کو اپنا وزیر بنایا۔ احمد بن خاقان کو حاجب مقرر کیا۔

المطیع:

اس کے بعد مطیع ابو القاسم الفضل بن مقتدر کی بیعت کی گئی، ۲۳ر شعبان ۳۳۴ھ میں۔ انہوں نے اپنے آپ کو بغداد میں معزول کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۷ ھ ذوالحجہ ۳۶۳ھ میں ہوا۔ مطیع نصف ذوالقعدہ ۳۰۱ھ میں پیدا ہوئے۔۔۔[۲] میں وفات پائی۔ ان کی مدت خلافت ۲۹ سال تین ماہ اور بیس دن تھی۔ ان کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام مشعلہ تھا۔ مطیع کی عمر۔۔۔ [۳]

ان کا رنگ بہت سفید تھا، سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔ ان کا وزیر علی بن محمد بن مقلہ تھا۔ معاملات کا نگران ابوجعفر ضمیری تھا جو احمد بن بویہ کا منشی تھا پھر وزیر بنا۔

خلیفہ مطیع کا کاتب فضل بن عبدالرحمٰن شیرازی تھا۔ جب اس نے وفات پائی تو اس کی جگہ ابومحمد حسن بن محمد مہلبی نے سنبھالی۔

ان کا حاجب عزّ الدولہ بختیار بن معزالدولہ تھا۔

[۱]: سندیہ، بغداد کا ایک قریہ تھا۔ (ن س ظ)

[۲]: عربی متن میں یہاں کچھ درج نہیں تاہم مطیع نے ۳۶۴ھ میں وفات پائی۔ (ن س ظ)

[۳]: عربی متن میں یہاں کچھ درج نہیں تاہم ان کی عمر تقریباً ۵۳ برس تھی۔ (ن س ظ)

العِقدُ الفرید

تالیف

الفقیہ احمد بن محمد بن عبد ربہ الاندلسی

ترجمہ

ظہیر الدین بھٹی

نظر ثانی وتہذیب

نگار سجاد ظہیر

قرطاس